تقریظ: ڈاکٹر فضل احمد

فنِ اُصولِ فقہ کی تاریخ

عہدِ رسالت ﷺ سے عہدِ حاضر تک

جناب ڈاکٹر فاروق حسن صاحب
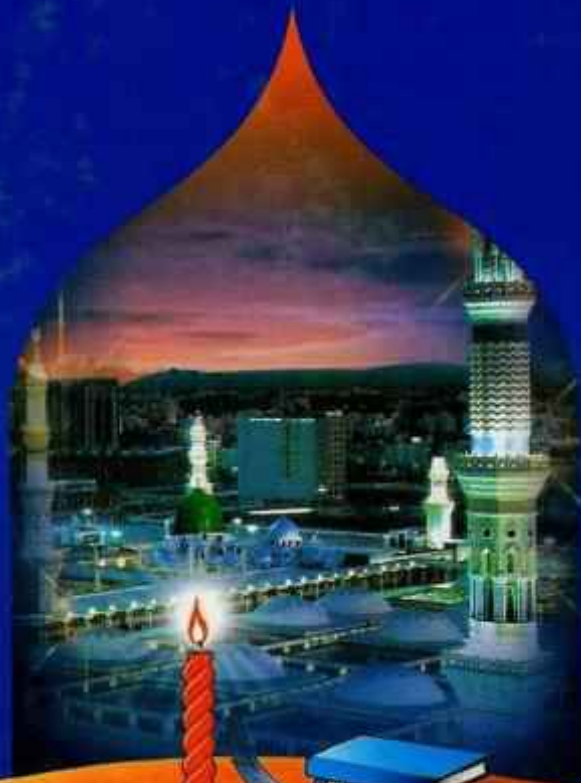
دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان فون 2631861

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : اکتوبر ۲۰۰۶ء علمی گرافکس

ضخامت : 960 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
London
Tel : 020 8911 9797, Fax : 020 8911 8999

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

عرضِ ناشر

شریعت محمدی ﷺ اپنی جامعیت، کاملیت و ہمہ گیریت کے ساتھ ایسے جامع اصولوں پر مشتمل ہے جو ہر عہد کے جدید معماروں کو راست بنیاد پر غذا فراہم کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صحابۂ کرامؓ کو کسی بھی قسم کی کوئی دشواری پیش آتی تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ﷺ اس ابدی صداقت کی جامع تشریح فرما دیتے کہ خالقِ کائنات نے حضور ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عنایت فرمائی تھی آپ ﷺ نے اجتہاد کیا، صحابۂ کرامؓ کو اجتہاد کے طریقے اور اصول سکھائے اور صحابۂ کرامؓ نے عہدِ رسالت میں اجتہاد کیا۔ غرض عہدِ رسالت میں فنِ اصول فقہ کی اگرچہ باضابطہ تدوین نہیں ہوئی تھی لیکن اصول وضوابط موجود تھے۔ مرورِ ایام کے ساتھ اسلام کی روشنی پھیلتی چلی گئی تو قوموں کے اختلاط اور معاشرتی ضرورتوں نے نت نئے مسائل کو جنم دیا تو دیگر علوم کی طرح فنِ اصول فقہ کی بھی مستقل باضابطہ تدوین ہوئی اور ہر دور میں محدثین، محققین و مؤلفین نے انہی اصول وقواعد کے مطابق فقہی جزئیات کی توضیح وتشریح کی۔

عصرِ حاضر میں کوئی ایسی جامع تصنیف نہ تھی جس میں فنِ اصولِ فقہ کا تاریخی وتحقیقی تجزیہ ہو اسی ضرورت کے پیشِ نظر ڈاکٹر فاروق حسن صاحب کی نادر، وقیع، تاریخی و تحقیقی کاوش پیشِ خدمت ہے جس میں انہوں نے عہدِ رسالت ﷺ سے عصرِ حاضر تک فنِ اصولِ فقہ کی تاریخ، خصوصیات، مصنفین کے مناہج، کتبِ اصولیین کا تعارف، اہمیت، محاسن و معائب اور شروح وحواشی کا ارتقائی انداز سے تحقیقی و جامع تجزیہ پیش کیا ہے تاکہ قارئین ایک ہی نظر میں مختلف ادوار میں کئے جانے والے کام سے آگاہ ہوسکیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو قارئین کے لئے مفید اور ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نحمد ونصلی وسلم علی رسوله الکریم
وعلی اٰله واصحابه وذریته واهل بیته اجمعین

حرفِ تحسین

کمال صرف اور صرف ذات باری کو سزاوار ہے اور وہی ذات الوجود ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک ہے۔ اسی کمال کل نے ایک پیکرِ کمال و جمال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مبعوث فرما کر انسانیت پر احسانِ عظیم فرمایا۔ اسی پیکر کمال خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ نوع انسان کو شریعت کاملہ اور اس کے ابدی و دائمی اصول و ضوابط عطا ہوئے جسے وارثین خاتم الانبیاء نے علم اصول فقہ کے نام سے مدون کر کے فرائضِ تبلیغ اور حفاظتِ دین کا حق ادا کر دیا۔

مجھے یہ جان کر انتہائی مسرّت ہو رہی ہے کہ میرے مایہ ناز تلمیذ خاص ڈاکٹر فاروق حسن کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ”فن اصول فقہ کی تاریخ“ از عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تا عصر حاضر زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر اہلِ علم و دانش سے دادِ تحسین و صول کر رہا ہے، جو اس کا حق ہے۔

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی امتیازی خصوصیات ہیں جن میں جامعیت کاملیت، آفاقیت، عملیت و ہمہ گیریت بھی نمایاں ہیں۔ خاتم الانبیاء محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم خاتم الکتاب ہے اور یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملنے والے معجزات میں زندہ و جاوید معجزہ ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ کو فضیلت و برتری حاصل ہے۔ آپ کو ایسی خصوصیات اور امتیازات عطا ہوئے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئے۔ آپ کی بعثت گورے اور کالے تک کے تمام انسانوں کی طرف ہوئی۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ خصوصیات عطا ہوئیں جو مجھ سے قبل کسی کو حاصل نہیں تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ”ہر نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا گیا لیکن آپ نے فرمایا: ”بعثت الی الاحمر و الاسود“ (متفق علیه) یعنی میرے بعثت سرخ اور کالے سب کی طرف ہوئی ہے۔

مشرق و مغرب اور قطب جنوبی و شمالی پر بسنے والوں کی ضروریات، حالات و اصول اور مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ زمانہ مسلسل تغیر پذیر ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین اور اصولوں میں ترمیم و تصحیح و اصلاح کی ضرورت رہتی ہے کیونکہ وہ محدود انسانی ذہن کی جد و جہد کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسی صورت میں پیش آمدہ نت نئے مسائل اور بدلتے تقاضوں کا اطمینان بخش حل پیش کر سکے گی جب اس کے اصول و قواعد دائمی اور ابدی ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات اور فیصلوں میں اصول کار فرما ہوتے تھے، بعد میں یہی ”علم اصول فقہ“ کے نام سے معروف ہو گئے۔ تاریخ اسلام کے سب سے پہلے فقیہ اور اصولی سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے مکتب کے فیض یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان اصولوں کے اولین محافظ ہیں۔ جب علوم و فنون کی تدوین کا رواج نہیں تھا تو یہ اصول و قواعد اور احکام میں پوشیدہ علتوں اور حکمتوں کا علم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور پھر بہت سے آئمہ کرام رحمہم اللہ نے

اس فن کی حفاظت وتدوین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

چار آئمہ کرام کو شہرت ودوام نصیب ہوئی اور ان میں سے امام اعظم ابو حنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) نے فقہ اسلامی کے قواعد وضوابط کی جس منہج کی بنیاد ڈالی۔ انہیں ہر زمانے وعلاقے میں اُمت محمدیہ کی اکثریت میں پذیرائی اور قبولیتِ عام حاصل رہی فقہ حنفی اور ان کے اصول وقوانین میں پائے جانے والی کشش کے باعث اکثریت نے ان کی تقلید اختیار کی۔ بے شمار محدثین ومحققین نے آپ کے اصول وقواعد کے مطابق فقہی جزئیات کی توضیح وتشریح کی اور آج دنیا کی دوتہائی سے زائد مسلمان آبادی فقہ حنفی کے مطابق اپنی عبادات اور معاملات کو انجام دے رہی ہے۔

آئمہ کرام رحمہم اللہ کے بعد سے عصر حاضر تک ہر دور میں مختلف زبانوں میں مؤلفین ومحققین نے فن اصول فقہ کو موضوع سخن بنایا۔ منظوم ومنثور مختصر ومطول کتابیں تصنیف کی گئیں۔ مسلمانوں کے علاوہ مستشرقین جیسے جوز شاخت وغیرہ نے بھی اس فن پر قلم اٹھایا۔

زیر نظر کتاب بہت سی خصوصیات کی حامل ہے جو محسن انسانیت اور تاریخ اسلام کے سب سے بڑے فقیہ اور اصولی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عصر حاضر تک کے اصولیین اور ان کی خصوصیات کا جامع انداز میں احاطہ کرتی ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خالقِ ارض وسماء نے اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اجتہاد کے طریقے اور اصول سکھائے اور اجازت عطا فرمائی۔ صحابۂ کرام ﷡ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اجتہاد کیا اور ان کے اجتہاد کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور جب صحابہ کرام کے فیصلے اور اجتہادات تعلیم کئے گئے اصول ضوابط کے مطابق ہوتے تو آپ خوشی کا اظہار فرماتے، ان کی تائید وتوثیق فرمادیتے اور اگر ان کے فیصلے واجتہادات شریعت کی رُوح یا کسی اصول وضابطہ سے تصادم ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کا اظہار فرماتے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اجتہاد بغیر اصول وضوابط کے ممکن نہیں ہے۔ دور قدسی کا رواج نہ ہونے کے سبب ان کی تدوین بعد میں عمل میں آئی لیکن تفویض کئے گئے اصولوں کے مطابق اجتہاد کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزاج میں شامل تھا اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ عدم تدوین عدم موجود پر دلالت نہیں کرتی اصول فقہ کے اصول وضوابط موجود تھے مگر ان کی تدوین بعد میں ہوئی۔

زیر نظر کتاب ”فن اصول فقہ کی تاریخ“ از عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تا عصر حاضر، علوم جدیدہ وقدیمہ سے مزین فاضل محقق میرے تلمیذ رشید ڈاکٹر فاروق حسن نے دوران تحقیق پگڈنڈیوں سے گزر کر سفرِ تحقیق کی صعوبتوں اور کلفتوں کو برداشت کر کے لائبریریوں کی خاک چھان کر ایک ایسی نادر، وقیع اور تاریخی وتحقیقی کاوش پیش کی جو کہ نہ صرف ارباب علم ودانش کے لئے ایک انمول علمی تحفہ ہے بلکہ فن اصول فقہ میں ایک گرانقدر اضافہ بھی ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو فاضل محقق ڈاکٹر فاروق حسن اور ناشر خلیل اشرف عثمانی اور قارئین کے لئے سرمایہ آخرت بنائے اور قارئین کو اس سے نفع پہنچائے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد
صدر شعبہ القرآن، والسنہ۔ کلیہ معارف اسلامیہ
جامعہ کراچی۔ کراچی

مختصر تعارف مصنف

ڈاکٹر فاروق حسن MED یونیورسٹی کراچی کے شعبہ علوم انسانی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں جہاں وہ اسلامیات کے علاوہ دیگر مذاہب کے طلبہ وطالبات کی Ethical Behavior کی کلاسیں بھی باقاعدگی سے لیتے ہیں۔ 2001ء میں جامعہ کراچی سے پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد کی نگرانی میں اصول فقہ میں .Ph.D کی ڈگری حاصل کی۔ 1993ء میں کراچی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں .M. A کیا اور اوّل پوزیشن حاصل کی۔ وہ فاضل عربی میں بھی پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔ قانون کی ڈگری گورنمنٹ ایس ایم لاء کالج کراچی سے حاصل کی۔ جامعۃ الازہر مصر سے بھی تعلیم حاصل کی۔ 2002ء میں انڈونیشا میں بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے مذہب اور امن کے موضوع پر منعقدہ عالمی کانفرنس میں مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ وہ ایران اور مصر میں بھی کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔

مختصر تعارف کتاب :

☆ اس کتاب میں ایک ہزار سے زائد اصولیین کی فن اصول فقہ پر بارہ سو سے زائد کتابوں کا تعارف آسان انداز واسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔

☆ فن اصول فقہ کی سو سے زائد اہم کتابوں کا ارتقائی انداز سے تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے جس میں مصنفین کے مناہج، کتب کے مشتملات اہمیت، محاسن ومعائب اور اس پر لکھی جانے والی شروح وحواشی وغیرہ کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی زمانی ترتیب کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ قاری ایک ہی نظر میں مختلف ادوار میں کیے جانے والے کام سے آگاہ ہو سکے۔

☆ مختلف ممالک کے معروضی سیاسی وجغرافیائی حالات میں فن اصول فقہ کن نشیب وفراز سے گزرتا رہا اور کس طرح ہمارا حال ماضی سے مربوط رہا مختصر وجامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

☆ فن اصول فقہ کی حفاظت کرنے والوں کے ذکر کے دوران اہم اور نایاب تاریخی اور علم الرجال پر کتابوں کا تعارف بھی ہو گیا جو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

☆ اوّل تا آخر تمام عنوانات ومضامین میں حسن ترتیب، تسلسل، جامعیت ویکسانیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

☆ مستند کتابوں کے مکمل حوالہ جات اور حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

☆ اس کتاب میں اہم مصادر ومراجع سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ یہ کتاب جامعات، لاء کالجز، دینی مدارس، اساتذہ، دانشوران ملت، طلبہ وعوام کے ساتھ تشنگان علم اصول فقہ کے لئے ایک بہترین اور انمول تحفہ ہے۔

☆ اور مختصر یہ کہ کتاب تاریخ فن اصول فقہ پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

میں اپنی اس سعی وکاوش کو تاریخ اسلام کے پہلے فقیہ اصولی محسن انسانیت۔ دافع ظلمات، ساقی کوثر، شافع المذنبین محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ مجھ ناچیز کی یہ کوشش بارگاہِ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرے گی اور قیامت کے دن میری اور میرے شیخ ووالدین اور جملہ متعلقین کی مغفرت کا سبب بنے گی۔ (انشاءاللہ)

ڈاکٹر فاروق حسن

DR. FAZAL AHMED

LL.B., B.Ed. M.A. (Islamic Studies)
M.A. (Islamic History), Ph.D. (Islamic Studies)
Fazil-e-Dars-e-Nizami, Fazil-e-Arabic
Fazil-e-Tarjumatul Qur'an
Fazil-e-Tajweed-wo-Oairal

Professor :
Department of Islamic Learning
Faculty of Islamic Studies
University of Karachi
Karachi-75270 Pakistan
Phone :
479001-10/Ex. 2390, 2394

Ref: ____________

Date: ____________

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ فاروق حسن ولد حبیب حسن نے یہ مقالہ میری نگرانی میں مکمل کرلیا ہے۔ اُن کا یہ کام تحقیقی نوعیت کا ہے ، لہٰذا میں P. H. D. کی سند کی غرض سے مقالہ جمع کرانے کی اجازت دیتا ہوں۔

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

صدر شعبہ القرآن، والسنہ۔ کلیہ معارف اسلامیہ

جامعہ کراچی۔ کراچی

اظہارِ تشکر

میں سب سے پہلے اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے اپنے خاص فضل وکرم سے مجھے یہ مقالہ تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کے بعد میں پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید رئیس کلیہ معارف اسلامیہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں جن کی انتہائی قیمتی ہدایات اور مشوروں سے یہ مقالہ تکمیل کے مراحل تک پہنچا اور اس کے ساتھ ہی میں اپنے اساتذۂ کرام خصوصاً محترم جناب پرفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب کا ممنون ہوں جن کی اس مقالہ نگاری کے دوران نگرانی ،معاونت اور انتہائی قیمتی ہدایت میرے لئے بہت بڑا اعزاز اور سرمایۂ افتخار ہے۔

میں اس تحقیقی کاوش کو اپنے شیخ حضرت شجاع الدین احمد حفظہ اللہ کی دعاؤں کا ثمرہ سمجھتا ہوں جنہوں نے میری سوچوں کو درست سمت دی ، میرے باطنی شعور کو بیدار کر کے قدم قدم پر میری رہنمائی اور اصلاح فرمائی۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے میرے لئے میرے والدین واساتذہ ،قارئین اور دارالاشاعت کے محترم خلیل اشرف عثمانی صاحب کے لئے ذخیرۂ آخرت اور قارئین کے لئے مفید بنائے۔ (آمین)

لِلّٰہِ الْحَمْدُ أَوَّلًا وَآخِرًا

فاروق حسن

فہرست مضامین حصہ اوّل

فن اصول فقہ کی تاریخ عہدِ رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک

فہرست مضامین حصہ دوم

فن اصول فقہ کی تاریخ عہدِ رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک

☆☆☆

مقدمہ

زیرِ نظر مقالہ کا موضوع تحقیق کے لئے اس وجہ سے منتخب کیا گیا کیونکہ اصول فقہ کے مرحلہ وار عہد بہ عہد تاریخی ارتقاء اور اصولیین کی خدمات پر تحریر و تدوین و تحقیق کے حوالے سے اب تک کوئی قابلِ ذکر کام نظر سے نہیں گزرا۔ متقدمین نے جتنی کتابیں فنِ اصول فقہ پر لکھیں تقریباً وہ سب قدیم اصطلاحات و اسلوب پر مبنی ہیں، جن کی زبان و بیان کے لحاظ سے نہایت ادق ہونے کے سبب عوام تو کجا خواص بھی ان سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر کے بہت سے مؤلفین نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سہل اسلوب کو اپنایا۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی خدمات کو تفصیلاً تاریخی نقطۂ نظر سے بیان کرنے کی طرف توجہ مرکوز نہیں کی۔ متقدمین میں تو اس کا رواج نہیں تھا کہ اصولیین اور ان کی خدمات کو علیحدہ سے عہد بہ عہد تاریخی تناظر میں پیش کیا جائے۔

دورِ حاضر کے مؤلفین[1] اپنی کتاب کے مقدمہ کے ابتدائی چند اوراق میں تاریخ اصول فقہ بیان کرتے ہوئے اصولیین اور ان کی بعض کتب کا اشارۃً تذکرہ کر دیتے ہیں مگر فنِ اصول فقہ کے نشأ وارتقاء، عہدِ رسالت مآب ﷺ، عہدِ خلافت راشدہ، عہدِ بنو امیہ و عہدِ بنو عباسیہ اور پھر دورِ حاضر تک یہ فن کن تاریخی ادوار سے گذر کر ہم تک پہنچا اور یہ کہ ہمارا حال کس طرح ہمارے ماضی سے مربوط ہے اس بارے میں ہمیں کسی کتاب کا علم نہ ہو سکا۔ البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) نے طبقات الاصولیین[2] کے نام سے ایک کتاب تالیف کی تھی جو اب مفقود ہو چکی ہے۔ دورِ حاضر کی چند کتابوں کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔ جن میں اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تذکرہ ملتا ہے:

۱۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین لعبد اللہ مصطفیٰ المراغیؒ

۲۔ کتاب اصول الفقہ تاریخہ ورجالہ لدکتور شعبان محمد اسماعیل شعبان

۳۔ معجم الاصولیین لدکتور محمد مظہر بقا

۴۔ اصول الفقہ نشاتہ وتطورہ والحاجۃ الیہ لدکتور شعبان محمد اسماعیل شعبان

۵۔ دراسۃ تاریخیۃ للفقہ واصولہ والاتجاہات التی ظہرت فیہما لمصطفیٰ سعید الخن

۶۔ علم الاصول تاریخا وتطورا العلی الفاضل القائینی النجفی

تفصیلات کے لئے دیکھئے:

[1] اصول فقہ، مقدمہ : محمد ابوزہرہ قاہرہ، دارالفکر العربی ۱۴۱۷ھ ـ ۱۹۹۷ء اور مقدمہ ابو جنید فی اصول الفقہ عبدالکریم زیدان ـ لاہور فاران اکیڈمی سن ند

[2] الفتح المبین ـ فی طبقات الاصولیین، عبداللہ مصطفیٰ المراغی، مقدمہ ص ۱۰، بیروت، محمد امین درج سن ند

مگر افسوس یہ ہے کہ مذکورہ بالا کتب یا تو بہت مختصر ہیں یا ان میں فن اصول فقہ پر زیادہ اور تاریخ اصول فقہ پر کم بحث کی گئی ہے یا سابقہ کتاب کی کچھ اضافے و تبدیلی کے ساتھ نقل ہے۔ مثلاً شیخ المراغیؒ کی کتاب " الفتح المبین" اصولیین اور ان کی خدمات کے بارے میں ایک ابتدائی کوشش تھی مگر اس کتاب میں غلطیاں تھیں جن میں سے بعض کی طرف دکتور شعبان نے متوجہ کیا اور ان کی تصحیح کی۔ المراغیؒ نے اپنی اس کتاب میں بحذف تکرار تین سو پچیاسی (۳۸۵) اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا ذکر کیا اور مقدمہ میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس پر مزید کام کی گنجائش ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

" نرجو أن یاتی بعدنا من یستوعب رجال الاصول استیعابا تاما اذ لنا لاندعی الاحاطة بجمیع الرجال کما لاندعی العصمة عن الخطأ و التقصیر".

ترجمہ : "یقیناً ہمارے بعد اصول فقہ پر کام کرنے والے لوگ اس کام کو شرح وبسط کے ساتھ انجام دیں گے اور ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم نے تمام اصولیین کا احاطہ کر لیا ہے، اور نہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا کام ہر قسم کی غلطی اور کمی سے پاک ہے"۔

دکتور شعبان اسماعیل نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے رجال الاصول پر کتاب تالیف کی لیکن دکتور مظہر بقا کے قول کے مطابق انہوں نے المراغی کی بعض اغلاط کی تصحیح تو کر دی لیکن وہ خود بھی کئی غلطیاں کر گئے اور یہ کہ انہوں نے الفتح المبین میں مذکور اصولیین میں سے سوائے چھبیس (۲۶) کے سب کے سب ذکر کر دیئے اور ان میں انیس (۱۹) اصولیین کا اضافہ بھی کیا۔ اس طرح مذکورالذکر ابتدائی دونوں کتابوں میں مجموعی طور پر چار سو چار (۴۰۴) اصولیین کا ذکر آیا ہے۔ بعد میں دکتور مظہر بقا نے اس کمی کو پورا کرنے کی غرض سے معجم الاصولیین کے نام سے کتاب تالیف کی مگر وہ اب تک نامکمل ہے۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا دیگر کتب میں جزوی طور پر اصولیین اور ان کی خدمات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ کسی نے بھی کتاب کے مشتملات، مناہج اور مختلف ادوار میں اس سے متعلق کام کی تفصیلات کا ذکر نہیں کیا۔

ان مذکورہ باتوں کی بناء پر اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ بحیثیت فن اصول فقہ کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ نئے اسلوب میں پیش کیا جائے اور مزید یہ دیکھا جائے کہ یہ فن کن تاریخی ادوار سے گذر کر ہم تک پہنچا۔ اس مقالہ میں تاریخ اسلام کے پہلے اصولی یعنی حضور اکرم ﷺ سے لے کر چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی خدمات کا حتی الامکان احاطہ کیا گیا ہے۔ مقالہ کو چار ابواب پر اور ہر باب کو چند فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے، جن کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

پہلا باب .... اصول فقہ کے نشأ وارتقاء میں ہے، جو پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل .... میں اصول فقہ کا مفہوم موضوع، استمداد، حکم، فائدہ اور واضع کو زیر بحث لایا گیا ہے اور ان کا تقابلی، تاریخی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسری فصل .... میں علم اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے مختلف مناہج اور امتیازی خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے۔

تیسری فصل .... میں عہدِ رسالت مآب ﷺ، عہدِ خلافت راشدہ اور عہدِ بنو اُمیہ میں اصول فقہ کے نشأ وارتقاء کو بیان کیا گیا ہے۔

چوتھی فصل .... میں عہدِ عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی تناظر میں احاطہ کیا گیا ہے۔

پانچویں فصل .... میں پانچویں صدی ہجری کے آغاز سے سلطنت عباسیہ کے زوال تک کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسرا باب .... اس میں تقلیدی رجحانات کے فروغ کے بعد اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے جو چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ساتویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

تیسرا باب .... منتخب فقہی مذاہب کے تعارف اور ان کے نشأ وارتقاء میں ہے۔ یہ باب چھ فصلوں پر مشتمل ہے اس میں حنفی، مالکی، شافعی و حنبلی مذاہب کے علاوہ اہلِ سنت کے بعض متروک مذاہب اور شیعہ مذاہب کا نشأ وارتقاء بھی شامل ہے۔

چوتھا باب .... شریعت کے ماخذ میں ہے جو مندرجہ ذیل دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں احکام شریعت کے متفق علیہ اور دوسری فصل میں شریعت کے مختلف فیہ ماخذ کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ مختلف فیہ ماخذ میں مثبتین و منکرین کے دلائل بیان کرنے کے بعد ان کا تقابلی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

راقم نے اپنے اس علمی و تحقیقی سلسلہ میں یہاں کئی اصول قائم کیے ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل صراحت کے متقاضی ہیں :

۱۔ ہم نے شخصیات کی علم اصول فقہ میں مشغولیت و تدریس و تصنیف اور اصولی خدمات کو پیش نظر رکھا ہے۔

۲۔ راقم نے اس مقالہ کو اصولیین کی ہجری تاریخ وفات کی زمنی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ تاریخ ولادت معلوم ہونے کی صورت میں اسے بھی نام کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ مقالہ میں اصولیین کے نام کے مشہور حصے کے بیان پر اکتفاء کیا ہے جبکہ مکمل نام کا حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ اصولیین کی جائے ولادت و وفات اور عیسوی تاریخ کو بھی ممکنہ صورت میں حواشی میں بیان کر دیا گیا ہے۔

۳۔ اصولیین کا مسلک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ) معلوم ہو جانے کی صورت میں نام کے ساتھ ہی بیان کر دیا گیا ہے۔

۴۔ راقم نے اصول فقہ کی بعض منتخب کتابوں کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا ہے جس میں اس کتاب کے اسلوب، اہمیت، محاسن و معائب اور مختلف ادوار میں اس پر لکھی جانے والی کتب (شروح، حواشی، تعلیقات، مختصرات، نظم، نثر وغیرہ) کا مؤلفین کی تاریخ وفات کی ہجری زمنی ترتیب پر وہیں ذکر کر دیا ہے اور تفصیلات کا علم ہو جانے کی صورت میں انہیں اپنے مقام پر تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

۵۔ کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مختلف طباعتوں اور اس پر تحقیقی کام اور اس کے مخطوطے یا نسخے کی کسی جگہ موجودگی کا علم ہو سکا ہے تو اسے ذکر کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں راقم نے ایران اور مصر کا سفر کیا، کئی ماہ تک اسی مقصد سے قیام مصر میں جامعۃ الازہر کے اساتذہ سے بالعموم اور کتب خانوں کو چھانا اور اس فن کے اساتذہ بالخصوص سابق شیخ الجامعۃ الازہر شیخ فتاح شیخ اور صلاح زیدان وغیرہ سے تعلیم، مشورہ ورہنمائی حاصل کی۔

۶۔ مقالہ میں اختصار کو پیش نظر رکھا اور غیر ضروری طوالت سے گریز کیا اور تعارف میں صرف اصولی، فقیہ، مجتہد، عارف، عالم وغیرہ کے الفاظ پر اکتفاء کیا ہے۔

۷۔ صرف ان اصولیین کا ذکر کیا جن کی تاریخ وفات کا علم ہو سکا۔

۸۔ راقم کو یہ اعتراف ہے کہ اصولیین کی خدمات کے سلسلے میں یہ تحقیقی کام حرف آخر نہیں ہے۔ ابھی بہت سے گوشے ایسے نکل سکتے ہیں جن پر کام کی گنجائش ہے۔ میں نے ان کوششوں کو آئندہ محققین کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ امید ہے کہ میرا یہ مقالہ آئندہ کے محققین کے لئے رہنمائی کا کام انجام دے گا۔

☆☆☆

باب اوّل

اصول فقہ کا نشأ وارتقاء

اصول فقہ کا مفہوم اور اس کا تحقیقی جائزہ

علم اصول فقہ کی حقیقت .... "اصول الفقہ" کا کلمہ علوم شرعیہ میں سے ایک مخصوص علم کا نام ہے اور یہ کلمہ ایک مخصوص علم کا نام بننے سے پہلے دو الفاظ سے مرکب اضافی تھا۔ اس کا پہلا لفظ "اصول" مضاف اور دوسرا "الفقہ" مضاف الیہ ہے۔ جس طرح کہ عبداللہ وغیرہ کے مرکب کلمات ایک مخصوص شخص کا نام بننے سے پہلے مرکب اضافی تھے۔ مرکب اضافی ہونے کی بناء پر "اصول الفقہ" کا ہر جزء الگ معنی پر دلالت کرتا ہے پھر اس کو ایک خاص نئے معنی کی طرف منتقل کر کے ایک فن بمسمی "اصول الفقہ" کا لقب وعلم بنا دیا گیا تو یہ مرکب بطور مفرد مستعمل ہونے لگا۔ اب جس طرح لفظ "انسان" میں "ان" اور لفظ "زید" میں "زی" کے علیحدہ سے کوئی معنی نہیں اسی طرح لقبی تعریف میں ان کلمات کی علیحدہ سے کوئی حیثیت نہیں۔

اصولیین دو طرح سے اصول فقہ کے معنی یا تعریف بیان کرتے ہیں ایک اضافی اور دوسرے لقبی۔ اضافی معنی کی مراد اس وقت تک سمجھ نہیں آتی جب تک اس کے جزء اوّل مضاف (اصول) اور جزء ثانی، مضاف الیہ (الفقہ) اور ان کے مابین پائی جانے والی اضافت کو بیان نہ کیا جائے۔ جبکہ لقبی معنی میں اس کے اجزاء کی توضیح سے صرف نظر کر کے علوم شرعیہ کے ایک فن کے طور پر اس کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

اصول فقہ کی اضافت کے اعتبار سے تعریف .... اس کے تحت "اصول الفقہ" کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کئے جائیں گے اور پھر اصولیین کے یہاں ان میں سے جس معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے اس کو بیان کیا جائے گا۔

"اصول" کے لغوی و اصطلاحی معنی .... اصول جمع ہے اس کا مفرد "اصل" آتا ہے جس کے لغواً اور اصطلاحاً کئی معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ اصل کے لغوی معنی مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ **ما یبنی علیه غیره سواء كان البناء حسیا أو عقلیا او عرفیا**[1] (جس پر کسی دوسری شئی کی بنا کی جائے خواہ وہ بنا حسی، عقلی یا عرفی ہو)۔ **التنقیح والتوضیح** میں ہے۔ **الاصل ما یبتنی علیه غیره فالا بتناء شامل للابتناء الحسی وهو ظاهر والابتناء العقلی وهو ترتب الحکم علی دلیله**[2]۔ اس میں صرف "**ابتناء العقلی**" یعنی حکم کو اس کی دلیل پر مرتب کرنے کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ یعنی دلیل حکم کے لئے اصل ہے اور حکم اس کے لئے فرع ہے۔

---

[1] لسان العرب، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری متوفی ۷۱۱ھ، ۸۹/۱ بیروت دار صادر ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء۔ قاموس المحیط مجد الدین الفیروز آبادی ۳۲۸:۳ میں اس کا معنی اسفل الشئی مذکور ہیں۔ مصر مکتبہ التجاریہ الکبری سند

[2] التنقیح والتوضیح، صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ ۱۵/۱۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء

"نظم الورقات" شیخ العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ) نے فرمایا:

فالاصل ما علیه غیر بنی ۔ والفرع ما علی سواہ یبنی [1]

اس میں انہوں نے فرع کی تعریف کا اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فرع "وہ ہے جو کسی دوسری چیز پر مبنی ہو۔

سید علوی مالکی شرح نظم الورقات میں اس شعر کے تحت فرماتے ہیں: الاصل لغة: هو الشیء المحسوس او المعقول الذی یبنی علیه غیره کاصل الجدار الذی هو اساسه [2] (لغت میں اصل اس محسوس و معقول شی کو کہتے ہیں جس پر کسی دوسری کی بناء رکھی گئی ہو۔ جیسے اصل الجدار وہ ہے جس پر اس (دیوار) کی بنیاد ہے)۔

تجزیه :

ابوالحسین بصری معتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) نے بھی تقریباً اسی طرح کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "هو ما یبنی علیه" اور ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) نے منتہی السول کے باب القیاس میں "ماینبی علیه غیره" اور "مالا یفتقر الی غیره" کے الفاظ کے ساتھ دونوں لغوی تعریفیں بیان کیں اور کہا کہ دونوں تعریفیں درست ہیں مگر ساتھ یہ بھی کہا کہ "خلافًا للحنابلة والبصری"۔ (حنابلہ اور ابوالحسن بصری نے اس تعریف سے اختلاف کیا ہے) مگر ان میں سے کسی کی وجہ اختلاف بیان نہیں کی [3]۔ ہمارے خیال میں شاید اختلاف کی بنیاد یہ ہو کہ بیٹے کی بنیاد باپ پر ہوتی ہے مگر اہلِ عرب "ان الولد یبنی علی الوالد" (بیٹے کی بنا باپ پر ہے) نہیں بولتے بلکہ فرعه (اس کی فرع ہے) بولتے ہیں۔ اس لئے یہ تعریف دخولِ غیر سے مانع نظر نہیں آتی۔

۲۔ المحتاج الیه [4] (جس کی طرف احتیاج [ضرورت] ہو)

امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے المحصول میں یہی معنی ذکر کیے ہیں۔

(تجزیه): درخت اپنے کمال میں پھل کا محتاج ہوتا ہے مگر پھل کو درخت کی اصل نہیں کہا جاتا اس لئے یہ معنی درست نہیں ہے۔ صاحب التنقیح والتوضیح نے امام رازی کے اس معنی پر شدید تنقید کی اور اسے غلط قرار دیا اور کہا کہ اس تعریف میں علت فاعلی، علت صوری، علت غائی اور وہ الات جن کی مدد سے کوئی چیز بنائی جاتی ہے، سب شامل ہو گئے ہیں کیونکہ فعل ان کا محتاج ہوتا ہے اور ان اشیاء کی مدد کے بغیر چیزیں نہیں بنائی جا سکتیں، حالانکہ ان تمام اشیاء کو کوئی اصل نہیں کہتا۔ لہٰذا یہ تعریف درست نہیں۔ [5]

۳۔ مایستند تحقق الشیء الیه (کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے جس چیز کی طرف رجوع ہو وہ اصل ہے)۔

سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے الاحکام میں یہ معنی ذکر کیے ہیں۔ [6]

---

[1] تسہیل الطرقات فی نظم الورقات۔ شرف الدین یحییٰ بن بدرالدین العمریطی شافعی۔ ص ۱۵۔ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۳۱۱ھ

[2] شرح تسہیل الطرقات۔ سید محمد بن علوی مالکی۔ ص ۱۵۔ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۳۱۱ھ

[3] منتہی السول والامل فی علمی الاصول والجدل۔ جمال الدین ابوعمرو عثمان بن عمر ابی بکر ابن حاجب مالکی متوفی ۵۷۱ھ۔ ص ۱۲۳۔ مصر مطبعہ السعادہ ۱۳۲۶ھ

[4] المحصول فی علم الاصول۔ محمد بن عمر بن الحسین الرازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ۔ ۹/۱۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

[5] التنقیح والتوضیح۔ ص ۲۱۔۲۲۔ کراچی، نور محمد اصح المطابع ۱۳۰۰ھ

[6] الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین ابوالحسین علی بن ابی علی الامدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ۔ ۱۰/۱۔ بیروت، دارالفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء

۴۔ مامنه الشئی (جس سے کوئی شئی نکلے)

امام اسنوی شافعی (متوفی ۷۷۲ھ) نے نہایۃ السول میں یہ معنی ذکر کئے ہیں)[1]

(تجزیه) .... اگر "اصل الشئی" وہ ہے جس میں سے کوئی چیز نکلے، تو ایک دس میں سے نکلتا ہے مگر ایک کے لئے دس اصل نہیں لہٰذا یہ معنی بھی درست نہیں ہیں۔

۵۔ منشا الشئی[2] (کسی شئی کے پیدا ہونے کی جگہ)

اصولیین کے یہاں پہلے اور پانچویں معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ پانچ معنی کے علاوہ بھی اس کے مختلف معنی بتائے گئے ہیں مثلاً قفال شاشی نے کہا: "الاصل" ما تفرع عنه غيره "والفرع" ماتفرع عن غيره (اصل وہ ہے جس سے کوئی دوسری شئی متفرع ہو اور فرع وہ ہے جو کسی شئی سے متفرع ہو)۔ علامہ الماوردی نے حاویہ میں فرمایا: "الاصل مادل على غيره والفرع مادل على غيره"۔ صیرفی نے الدلائل میں لکھا: "كل مااثمر معرفة شئ، ونبه عليه فهو اصل له، فعلوم الحس اصل، لانها تثمر معرفة حقائق الاشياء، وماعداه فرع له"۔[3]

اصل کا مقابل .... اس کا مقابل فرع ہے جس کی تعریف ہے:

الفرع هو الشئ الذى يبنى على غيره كفروع الشجرة لاصولها وفروع الفقة لاصوله[4]

(فرع وہ شئی ہے جس کی اساس کسی اور پر ہو جیسے درخت کی شاخوں (فروع) کی بنا اس کی جڑ (اصول) پر ہے ایسے ہی فروعِ فقہ کی بنیاد اس کے اصول پر ہیں۔

اصطلاحی معنی .... لفظ "اصل" کے کئی اصطلاحی معنی بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے مشہور معنی مندرجہ ذیل ہیں:

اوّل .... الدليل[5]

فقہ کی کتابوں میں اصل کا دلیل کے معنی میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جب یہ بولا جاتا ہے کہ: "اصل هذه المسالة: الكتاب والسنة" تو اس کا مطلب ہوتا ہے: الدليل هٰذه المسالة اور "الاصل فى وجوب الصلوٰة قوله تعالىٰ واقيموا الصلوٰة"[6] تو مطلب ہوتا ہے: الدليل فى وجوب الصلوٰة اور اسی طرح الاصل فى تحريم الزنى قوله تعالىٰ ولا تقربوا الزنى[7] تو مطلب ہوتا ہے: الدليل فى تحريم الزنى۔

---

[1] نہایۃ السول، جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ ۱/۱۸۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵۔۱۹۸۴ء

[2] حوالہ سابق [3] مقدمہ الاشارہ فی اصول الفقہ۔ قاضی ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعد ایوب الاندلسی القرطبی الباجی الذہبی المالکی (۴۰۳ھ۔۴۵۰ھ) ص ۴۷۔۴۸ مکتبہ نزار مصطفی الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء تحقیق عادل عبدالموجود۔ علی محمد عوض

[4] شرح تسهیل الطرقات۔ محمد بن علوی مالکی۔ ص ۱۰ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۴۱۱ھ [5] نہایۃ السول۔ امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ ۱/۱۸۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء [6] الحج: ۸۸ [7] الاسراء: ۳۲

ثانی.......... الرجح[1]

اس کی مثال یہ ہے کہ جب بولا جاتا ہے "الاصل فی الکلام الحقیقة" (کلام میں اصل حقیقت ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب قرینہ نہ ہو تو سامع کے لئے اس کے حقیقی معنی ترجیحاً مراد ہوں گے نہ کہ مجازی معنی۔ اور اسی طرح جب قران وقیاس باہم متعارض ہوں تو کہا جاتا ہے فالقران اصل بالنسبة للقیاس (قرآن بہ نسبت قیاس کے اصل ہے) تو مطلب ہوتا ہے کہ قران کو قیاس پر ترجیح ہوگی۔

ثالث.......... القاعدة / القاعدة المستمرة / القاعدة الکلیة[2]

رسالت مآب ﷺ کے فرمان لاضرر ولا ضرار[3] (نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ اٹھاؤ) کے بارے میں کہا جاتا ہے فھذا القول اصل من اصول الشریعة (یہ قول شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے) تو مطلب ہوتا ہے کہ قاعدة من قواعدھا (اس کے قاعدوں میں سے ایک قاعدہ ہے)۔

جب کہا جاتا ہے کہ: "اباحة المیتة للمضطر علی خلاف الاصل" تو اس کا مطلب ہوتا ہے "علی خلاف القاعدة الکلیة الشریعة" (حالتِ اضطرار میں مردار کھانے کی اباحت خلاف الاصل ہے یعنی شریعت کے عام قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے)

اور جب کہا جاتا ہے کہ "الاصل أن الامر المجرد عن القرائن یقتضی الوجوب و ان النھی عن القرائن یقتضی التحریم" (امر جب قرائن سے خالی ہو تو وجوب کا تقاضہ کرتا ہے اور نہی جب قرائن سے خالی ہو تو تحریم کا تقاضہ کرتی ہے) یہ ایک اصل یعنی قاعدہ ہے۔

رابع.......... الصورة المقیس علیھا[4] (ایسی صورت جس پر قیاس کیا جائے)

مثلاً جب کہا جاتا ہے: التافف للوالدین اصل یقاس علیه الضرب فی الحرمة بجامع الایذاء فی کل (والدین کو مارنے کی حرمت کے بارے میں تافف کا حکم اصل ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تافف کے حکم پر قیاس کر کے جمیع ایذاء کی حرمت کا حکم لگایا گیا ہے۔

خامس.......... الاصل بمعنی المستصحب[5]

جب کہا جاتا ہے کہ "الاصل فی الاشیاء اباحة" (اشیاء میں اصل اباحت ہے) یا "والاصل فی الانسان البراءة" (انسان کی اصل برأت ہے) یعنی انسان اس وقت تک متہم متصور نہیں ہوگا جب تک اس کے خلاف تہمت دلیل سے ثابت نہ ہو جائے۔

---

[1] اصول الفقه۔ بدران ابوالعینین ص ۲۲، مصر دار المعارف ۱۹۶۵ء، نہایۃ۔ السول، امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ ۱۹/۱ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء [2] حوالہ سابق [3] سنن ابن ماجه۔ ابو عبداللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، ابواب الاحکام۔ باب من بنی حقه ما یضر بجاره [4] اصول الفقه۔ محمد زکریا البردیسی۔ ص ۲۳۔ دار الثقافہ ۱۹۸۵ء۔ نہایۃ السول، امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ ۱۹/۱، اصول الفقہ، بدران، ابو العینین۔ ص ۲۲ [5] اصول الفقه۔ بدران، ابو العینین۔ ص ۲۲۔ مصر دار المعارف ۱۹۶۵ء

اسی طرح جب کہتے ہیں : "من یتقن الطهارة وشک فی الحدث فالاصل الطهارة ای المستصحب وهو الطهارة" (جس شخص کو باوضو ہونے کا یقین ہو اور بے وضو ہو جانے کا شک ہو تو اصل یہ ہے کہ وہ المستصحب یعنی اپنی باوضو حالت پر ہے)

اصل کے ان مذکورہ معانی میں سے اضافت کے وقت اصطلاحِ اصولیین میں پہلے معنی مراد ہوتے ہیں تو اس طرح اصول الفقہ کے معنی "ادلة الفقه" ہوئے اور ابھی ذکر کیا گیا کہ فقہاء کے یہاں بھی یہ معنی زیادہ مشہور و مستعمل ہیں : "اصل هذا الحکم من الکتاب ایة کذا ومن السنة حدیث کذا" تو مطلب ہوتا ہے اس حکم کی کتاب و سنت سے دلیل یہ ہے۔

"اصول الفقہ" کی ترکیب میں ایک شبہ کا ازالہ......... شرف الدین العمریطی نے اپنی نظم میں ایک نکتہ کی طرف توجہ دلائی۔ وہ فرماتے ہیں :

هاک اصول الفقه لفظا لقبا   للفن من جزائین قد ترکبا

الاول الاصول ثم الثانی   الفقه و الجزان مفردان [1]

شارح علوی مالکی دوسرے شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں :

"فاما الجزء الاول فلفظ الاصول واما الثانی فلفظ الفقه مفردان ای غیر مرکبین فالمراد بالافراد هنا ضد الترکیب لا ضد التثنیة والجمع فان لفظ الاصول جمع کما لا یخفی". [2]

(پہلا جزء لفظ اصول ہے اور دوسرا لفظ الفقہ ہے۔ اور یہ دونوں اجزاء (اصول اور الفقہ) مفرد ہیں یعنی مرکب نہیں ہیں۔ یہاں افراد سے مراد ترکیب کی ضد ہے۔ تثنیہ و جمع کا مقابل نہیں تو یہ کہ لفظ الاصول جمع ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے)۔

یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ "اصول" جمع ہے اور "الفقـه" واحد ہے اس لئے یہ ترکیب عدم مطابقت کی وجہ سے درست معلوم نہیں ہوتی ہے تو اس کے جواب میں کہا کہ لفظ "الاصول" ظاہراً جمع ہے مگر لغوی ترکیب کے اعتبار سے مفرد ہی ہیں۔

"الفقہ" کے لغوی و اصطلاحی معنی........... اصول الفقہ کے دوسرے جزء "الفقہ" جو مضاف الیہ ہے اس کی لغوی و اصطلاحی معنی اور ان کی تشریح سے قبل لغت کے اعتبار سے لفظ "الـفـقـه" کا اعراب جاننا ضروری ہے۔ اس لئے مختلف ابواب کی مناسبت سے اس کے معنی مندرجہ ذیل ہیں لغت کے اعتبار سے فقہ باب سمع بسمع بمعنی جاننا اور فقہ باب کرم یکرم بمعنی فقیہ ہو جانا دونوں طرح درست ہے۔ لسان العرب میں اسی طرح مذکور ہے :

وَفَقِهَ فِقْهًا بمعنی عَلِمَ عِلْمًا.......... وقد فقه فقاهة وهو فقهیه من قوم فقهاء [3]

"الفقہ" کے لغوی معنی.......... الفقہ کے لغوی معنی کے بیان میں لغویین اور اصولیین کی مختلف و متعدد آراء ہیں۔

---

[1] تسهیل الطرقات فی نظم الورقات۔ شرف الدین العمریطی شافعی۔ ص ۱۰، سعودیہ وزارۃ نشر و اشاعت ۱۴۲۱ھ

[2] شرح تسهیل الطرقات۔ محمد بن علوی مالکی۔ ص ۱۰

[3] لسان العرب۔ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، ۱۳/۵۲۲۔ بیروت دار صادر ۱۳۷۴ھ، ۱۹۵۵ء

۱۔ فهم غرض المتكلم من كلامه[1] (متکلم کے کلام سے اس کی غرض سمجھ جانا)

ابوالحسین معتزلی نے "المعتمد" میں اور پھر ان کی پیروی کرتے ہوئے امام رازی نے المحصول میں فقہ کے یہ معنی ذکر کئے ہیں۔ مگر اس تعریف سے اتفاق کرنا مشکل نظر آتا ہے کیونکہ پرندوں کی بولی سے ان کی غرض سمجھ آ جانے کے باوجود اسے فقہ نہیں کہا جا سکتا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: وان من شيء الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم[2] (اور اس کائنات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کرتے ہوئے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے)۔ اس آیت مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متکلم کی غرض سمجھ نہ آنے پر بھی فقہ کا لفظ استعمال کیا۔ اگر فقہ کے معنی میں متکلم کی غرض جان لینا ضروری ہوتا تو متکلم کی غرض سمجھ نہ آنے پر فقہ کا لفظ یہاں مستعمل نہ ہوتا۔

۲۔ فهم الاشياء الدقيقة[3] (اشیاء دقیقہ کے فہم کا نام فقہ ہے)

اور اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ اہل عرب "فقهت كلامك" (میں نے تمہارے کلام سے اغراض و اسرار کو سمجھ لیا) تو استعمال کرتے مگر وہ یہ نہیں بولتے کہ "فقهت ان السماء فوقنا" (میں نے جان لیا کہ آسمان ہمارے اُوپر ہے) کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آسمان ہمارے اُوپر ہی ہوتا ہے اور اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی دقت فہم نہیں پائی جاتی۔ یہ موقف اختیار کرنے والے کہ لفظ فقہ دقیق شیٔ کے ادراک پر دلالت کرتا ہے قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وهو الذى انشاكم من نفس واحدة فمستقر ومستودع قد فصلنا الايات لقوم يفقهون"[4] (اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی۔ بے شک ہم نے تفصیل سے دلیلیں بیان کر دیں ان لوگوں کے لئے جو حقیقت کو سمجھتے ہیں) اور وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: قالوا يشعيب ما نفقه كثيرا مما تقول"[5] (وہ بولے: اے شعیب ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو) کی اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ اس میں ادراک اسرار دعوت کی نفی مراد تھی۔ مطلب یہ تھا کہ جو دعوت تم دے رہے ہو اس کے اسرار کو ہم نہیں سمجھ پا رہے ہیں ورنہ ظاہراً تو وہ سمجھ ہی رہے تھے۔ اور "وان من شيء الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم" میں بھی یہی مراد ہے کہ ہر شیٔ کی تسبیح کے اسرار کو اللہ جانتا ہے ورنہ ظاہراً تو معمولی عقل والا شخص بھی جانتا ہے کہ ہر خشک و تر اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔[6]

---

[1] المعتمد فی اصول الفقہ۔ ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی متوفی ۴۳۶ھ۔۱۰۴۴ء۔ ۱/۴، بیروت، دار الکتاب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء۔ ان کے الفاظ ہیں: اما في اللغة، فهو المعرفة مقصد المتكلم، يقول فقهت كلامك اى عرفت قصدك به۔
المحصول فی علم الاصول، امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ/۹، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

[2] الاسراء: ۴۴

[3] نہایۃ السول۔ امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ۔ ۱/۱۹، بحوالہ شرح اللمع لابی اسحاق شیرازی

[4] الانعام: ۹۹

[5] ہود: ۹۱

[6] الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۱۱۔۱۲ ملخص، آٹھ اجزاء، کویت، وزارۃ الاوقاف الشؤون الاسلامیہ، طبع ثانی ۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۳ء

رشید رضا مصری محمد عبدہ کی تفسیر کے سیاق میں بیان کرتے ہیں :

" ذکرت هذه المادة في عشرين موضعا من القران تسعة عشر منها تدل على ان المراد نوع خاص من دقة الفهم والتعمق في العلم .... "[1]

(یہ مادہ [فقہ اپنے جمیع مشتقات کے ساتھ] قرآن کریم میں بیس مقامات پر آیا ہے، جس میں سے انیس (۱۹) جگہ ایک خاص قسم کے دقت فہم اور علمی گہرائی پر دلالت کرتا ہے)۔

۳۔ الفہم

لسان العرب میں فقہ کا معنی مطلقاً فہم کے بھی مذکورہ ہیں : والفقه في الاصل الفهم يقال : اوتي فلان فقها في الدين اى فهما منه[2] (فقہ اصل میں فہم مطلق کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں کو دین میں فقہ عطا کی گئی، یعنی اس کا فہم دیا گیا)۔ ابن قدامہ حنبلی (متوفی ۶۲۰ ھ) اور ابن اللحام حنبلی (متوفی ۸۰۳ ھ) نے بھی یہی معنی بیان کئے ہیں۔[3]

یہاں فقہ کا معنی مطلقاً فہم کے ہیں خواہ مفہوم دقیق ہو یا نہ ہو اور وہ متکلم کی غرض جان کر ہو یا کسی اور ذریعہ سے ہو اور یہی معنی راجح ہیں۔ قرآن وحدیث سے اس بات کی تائید بھی ہوتی ہے۔ چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

قرآن کریم سے بعض دلائل :

☆ اين ما تكونوا يدرككم الموت .... فمال هؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثا .[4]

(جہاں کہیں تم ہوگے تمہیں موت آئے گی .... تو اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے)۔

☆ قالوا يشعيب ما نفقه كثيرًا مما تقول .[5]

(وہ بولے اے شعیب ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو)۔

☆ تسبح له السموت السبع .... وان من شئي الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم .[6]

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ میں فقہ کے معنی مطلقاً فہم کے آئے ہیں اور لغوی اعتبار سے اس کی تخصیص پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

---

[1] تفسیر المنار الشیخ عبدہ۔ سید محمد رضا مصری نے سورۃ الاعراف کی آیت ۱۹ کے کلمات " لهم قلوب لا يفقهون بها " کے تحت کو ذکر کیا۔

[2] لسان العرب۔ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، ۸۹/۱۔ بیروت، دار صادر ۱۳۷۴ھ ۔ ۱۹۵۵ء

[3] روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل۔ موفق الدین عبداللہ بن احمد قدامہ المقدسی (۵۴۱ھ ۔ ۶۲۰ھ) ص ۴ قاہرہ، المطبعہ السلفیہ ۱۳۸۵ء۔ المختصر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد حنبل، علی بن محمد علی بن عباس بن شیبان البعلی حنبلی، ابن اللحام متوفی ۸۰۳ھ ص ۳۱، تحقیق محمد مظہر بقاء، مکۃ المکرمہ جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۹۸۰ء ۔ ۱۴۰۰ھ

[4] النساء : ۷۸ [5] هود : ۹۱ [6] الاسراء : ۴۴

احادیث مبارکہ سے بعض دلائل........ لفظ فقہ اپنے جمیع مشتقات کے ساتھ صحاح ستہ، مسند دارمی، مؤطا امام مالک اور مسند احمد بن حنبل میں تقریباً ایک سو چار (۱۰۴) مقامات پر بحذف تکرار آیا ہے[1] جن میں سے اکثر مقامات میں اسی مفہوم میں آیا ہے۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

☆ من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین .[2]

(اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے)۔

ایک موقع پر سرورِ کونین ﷺ صحابہ کرام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا :

☆ ان الناس لکم تبع و ان رجالا یاتونکم من الارض یتفقھون فی الدنیا فاذا أتوکم فاستوصوا بھم خیرًا .[3]

(لوگ تمہارے تبع ہیں کچھ لوگ تمہارے پاس دین کی سمجھ حاصل کرنے آئیں تو انہیں اچھی طرح فہمائش و نصیحت کرو)۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

☆ والناس معادن خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا .[4]

(لوگ کان کی مثل ہیں ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں)۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت ابن عباس ؓ کے لئے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے :

"اللھم علمہ الکتاب"[5] اور "فقھہ فی الدین"[6] اے اللہ ان کو کتاب کا علم اور اس کا فہم عطا فرما۔

علامہ سیف الدین آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے "الاحکام" میں فقہ کے انہی معنی کو اختیار کیا ہے۔[7]

۴۔ العلم و الفھم :

امام غزالی شافعیؒ (متوفی ۵۰۵ھ) نے المستصفی میں فقہ کے لغوی معنی ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

والفقہ عبارۃ عن العلم و الفھم فی اصل الوضع . یقال : فلان یفقہ الخیر و الشر . ای یعلمہ ویفھمہ .[8]

---

[1] المعجم المفھرس للالفاظ الحدیث النبوی۔ ای ونسک پر فنسنج۔۵/۱۸۹۔۱۹۲۔مطبعہ بریل لندن ۱۹۶۹ء

[2] الصحیح البخاری والمسلم : کتاب العلم [3] الجامع الترمذی : العلم

[4] الصحیح البخاری ۔باب بدء الخلق، ابواب المناقب، باب قول اللہ تعالیٰ "یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی" ۔امام مسلم نے اس کو اپنی صحیح میں کتاب الفضائل میں حضرت یوسف کے فضائل میں بیان کیا۔

[5] صحیح بخاری۔ باب قول النبی ﷺ "اللھم علمہ الکتاب"۔

[6] لسان العرب ۔ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، ۱/۸۹، بیروت دار صادر، ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵ء۔

[7] الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین الآمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱/۹، بیروت، دار الفکر ۱۳۱۶ھ۔۱۹۹۶ء۔

[8] المستصفی ۔ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، ۱/۳، کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

(اور فقہا اپنے اصل وضع کے اعتبار سے علم وفہم سے عبارت ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں خیر وشر کی فقہ رکھتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو جانتا اور سمجھتا ہے)۔

اس معنی پر قرآن کریم سے استدلال یہ آیت مبارکہ ہے واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی [1] ای یعلموا المراد منه ویفهموه (اور کھول دے میری زبان کی گرہ کو تا کہ وہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں یعنی ان کی مراد کا علم وفہم پالیں)۔

کلمات ''اصول الفقہ'' کی تقدیم وتاخیر............ جمہور کا طریقہ ومعمول رہا ہے کہ وہ جب اصول الفقہ کی اضافی تعریف کا ارادہ کرتے تو پہلے مضاف یعنی اصول کی تعریف بیان کرتے اور پھر مضاف الیہ یعنی "الفقہ" کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ اگر اس کے برخلاف پہلے مضاف الیہ (الفقہ) کو اور پھر مضاف (اصول) کا بیان وتشریح ہو تو بھی درست ہے۔ علامہ سیف الدین امدی نے "الاحکام" میں پہلے الفقہ اور پھر الاصول کو بیان کیا اور اس کے جواز کے بارے میں فرمایا:

> "اصول الفقه" قول مؤلف من مضاف ، هو الاصول ومضاف اليه ، هو الفقه ، ولن نعرف المضاف قبل معرفة المضاف اليه ، فلا جرم انه يجب تعريف الفقه اولاً ، ثم معنى الاصول ثانيا". [2]
>
> (''اصول الفقہ'' مضاف اور مضاف الیہ سے مرکب ایک قول ہے اور وہ "الاصول" اور "الفقہ" ہیں اور ہم مضاف الیہ کی معرفت حاصل کئے بغیر ہرگز مضاف کو نہیں کریں گے اور الفقہ کی تعریف پہلے اور پھر ثانیا اصول کے معنی بیان کرنے کے پابندی میں کوئی حرج نہیں ہے)

اہل حقیقت یعنی صوفیاء، فقہاء اور اصولیین کے یہاں اس کے اصطلاحی معنی مختلف ہیں۔ اہل حقیقت کے یہاں فقہ اصطلاحی یہ ہے کہ الجمع بين العلم والعمل لقول الحسين البصری انما الفقیه المعرض عن الدنيا الزاهد فى الآخرة البصير في عيوب نفسه [3] (فقہ علم وعمل کی جامعیت کا نام ہے۔ حضرت حسن بصری نے فقیہ کی تعریف میں فرمایا کہ فقیہ وہ ہے جو دنیا سے روگردانی کرے، آخرت سے رغبت رکھے، اپنے ذاتی عیوب سے باخبر ہو)۔ چونکہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں اس لئے اس پر مزید کلام کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہم فقہاء کے یہاں اس کے اصطلاحی معنی کو کچھ تفصیل سے اور اصولیین کے یہاں اس کے معنی کو زیادہ تفصیل سے بیان کریں گے اور ان کا تحقیقی جائزہ لیں گے۔

فقہ کے اصطلاحی معنی:

فقہاء کے نزدیک ''فقہ'' کے اصطلاحی معنی اور اس کا تحقیقی تجزیہ:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدر المختار میں ہے: "حفظ الفروع واقله ثلث" [4] (فقہ مسائل کے یاد رکھنے کا نام ہے اور حفظ مسائل کا کمتر مرتبہ یہ ہے کہ تین مسائل یاد ہوں) اور پھر انہوں نے صاحب متن کی پیروی کرتے ہوئے کتاب ''الوصایا'' میں اس کے مفہوم میں پائی جانے والی وسعت کو یہ کہہ کر کچھ محدود کردیا:

---

[1] طٰہٰ: ۲۷۔۲۸ [2] الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین الامدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۹/۱، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء۔
[3] الدر المختار فی شرح تنویر الابصار۔ علاؤ الدین محمد بن علی محمد الحصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، ۵۱/۱، کراچی ایچ ایم سعید کمپنی سن ندارد۔ [4] حوالہ سابق

"وعن ابی یوسف یدخلون اوصی بثلث ما له الی الفقهاء دخل منه من یدقق النظر فی المسائل الشرعیة وان علم ثلث مسائل مع ادلتها کذا فی القنیة قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیة" [1]

(اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ثلث مال کی فقہاء کے لئے اس وصیت میں صرف وہی داخل ہوگا جو مسائل شرعیہ میں دقیق نظر رکھتا ہو۔ اگرچہ تین مسئلوں کو ان کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو اور اسی طرح "القنیہ" میں ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ کوئی ہزاروں مسائل (بلا ادلہ) حفظ کرلے وہ اس وصیت میں داخل نہیں ہوگا)۔

فقہاء سے منقول فقہ کے اصلاحی مفہوم کی بحث کا خلاصہ :

فقہ اصطلاحی کی بحث فقہ کی کتب میں بکھری پڑی ہے اور اس پر مختلف ادوار میں مختلف انداز سے بحث کی گئی ہے جن کے فرداً فرداً بیان کی ضرورت نہیں مگر ان کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جملہ تعریفات کا محور دو معنی ہیں اور مندرجہ ذیل دو معنی میں سے کسی ایک پر فقیہ کا اطلاق ہوتا ہے :

اوّل............ فقیہ وہ ہے جو شریعت کے ان عملی احکام میں سے ایک طائفہ کا حافظ ہو جو کتاب وسنت میں وارد ہیں یا جن پر اجماع ہو چکا ہے یا معتبر قیاس شرعی سے مستنبط ہیں یا کسی اور دلیل سے ادلہ کی طرف راجع ہوں۔ چاہے یہ احکام اسے ادلہ کے ساتھ یاد ہوں یا بغیر ادلہ کے اور ان کے نزدیک اصولیین کی طرح فقیہ کا مجتہد ہونا بھی ضروری نہیں ہوتا............ اور جہاں تک فقیہ بننے کے لئے احکام کی ادنیٰ مقدار (تین مسائل) کے حفظ ہونے کا تعلق ہے تو اب عرف میں یہ بات متروک ہو چکی ہے کہ جس کو بھی تین مسائل دلائل یا بغیر دلائل یاد ہوں اس کو فقیہ کا لقب دے دیا جائے ہم اپنا عرف خود مقرر کر کے کہہ سکتے ہیں کہ فقیہ کے لقب کا اطلاق صرف اس پر کیا جائے کہ جو فقہ کے منتشرہ ابواب سے حکم کا موطن اس حیثیت سے جانتا ہو کہ ضرورت پڑنے پر ان کی طرف آسانی سے رجوع کر سکے۔ قدیم عرف (تین مسائل کا حفظ) پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض اسلامی شہروں میں تو یہاں تک رواج تھا کہ وہ حافظ قرآن پر بھی فقیہ کا اطلاق کرتے خواہ وہ اس کا معنی بھی نہ جانتا ہو۔ فقہاء کا اتفاق ہے کہ فقیہ النفس کا اطلاق اسی پر ہوگا جو وسعت نظر وفکر اور قوی نفس وادراک کا مالک ہونے کے ساتھ فقہی ذوق سلیم رکھتا ہو گرچہ مقلد ہی کیوں نہ ہو۔

دوم............ اس کے دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ فقہ کا اطلاق احکام اور شریعت کے عملی مسائل کے مجموعہ پر ہو اور یہاں یہ اطلاق کرنا مصدر پر اطلاق کے قبیل سے ہوگا اور اس سے حاصل ہونے والا مقصد اسی طرح سے ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ کے قول : "ھذا خلق اللہ" [2] سے مخلوق مراد ہے [3]۔

اصولیین کے نزدیک فقہ کے اصطلاحی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ............ مختلف ادوار میں فقہ اصطلاحی کی مختلف تعریفیں ذکر کی گئیں ان مختلف ادوار میں اصولیین سے منقول فقہ اصطلاحی کے مطالعہ کے دوران ایک تاریخی تدریجی ارتقاء نظر آتا ہے۔ ہم اپنی بات کی وضاحت میں منتخب اور مختلف تعریفات ذکر کریں گے۔ اولاً امام اعظم ابوحنیفہؒ سے منقول تعریف پہلے بیان کی جائے گی جو وسعت پر مبنی ہے اور پھر فقہ اصطلاحی کے دائرہ مباحث کی وسعت میں کمی آنے کے بعد کی

---

[1] الدر المختار فی شرح تنویر الابصار، علاؤ الدین محمد بن علی محمد الحصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، کتاب الوصایا۔ باب الوصیہ للا قارب وغیرہم ص ۳۳۰۔ کراچی ایچ ایم سعید کمپنی سن ند

[2] لقمان : ۱۱

[3] الموسوعہ الفقہیہ۔ ۱/۱۳۔ ۱۵، کویت وزارۃ الاوقاف الشئون الاسلامیہ طبع ثانی ۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۳ء

مختلف تعریفات ذکر کریں گے اور قاضی بیضاوی سے منقول تعریف پر مفصل کلام کریں گے۔ اس بحث کے آخر میں تحقیقی تجزیہ میں ان تعریفات سے حاصل ہونے والے نتائج اور ان میں پائی جانے والی قدر مشترک ومختلف کو زیر بحث لائیں گے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے: "معرفة النفس مالها وما عليها"[1] فقہ کی اس تعریف میں اعتقادیات (علم الکلام) اور وجدانیات (علم تصوف) بھی شامل تھے اور اس کی اس بات سے بھی تائید ہو جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے علم کلام کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی تھی جس کا نام "الفقه الاكبر" رکھا۔ مذکورہ تعریف میں لفظ "معرفت ادراک الجزئیات عن دلیل" (دلیل سے جزئیات کے ادراک) کا نام ہے جو صرف مجتہد کو حاصل ہے تو معرفت کے استعمال سے تقلید خارج ہوگئی۔

مالها وعليها کے احتمالات ....

☆ ممکن ہے کہ ما لها سے مراد ما ينتفع به النفس ہو جو ثواب کی صورت میں ہو اور ما عليها سے مراد ما يتضرر به في الاخرة ہو جو عتاب وعقاب کی صورت میں ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت"[2] لہٰذا مکلف جو کام بھی کرے گا وہ ان چھ حالتوں سے خالی نہیں ہوگا۔ واجب، مندوب، مباح، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی یا حرام۔ ان میں سے ہر ایک کی دو دو طرفین ہیں۔ ایک میں اس کام کا کرنا اور دوسرے میں ترک / عدم فعل اس طریقے پر کل بارہ صورتیں بن جائیں گی۔ ان میں سے فعل واجب، فعل مندوب مما يثاب عليه میں سے ہیں اور فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی اور ترک واجب مما يعاقب عليه میں سے ہیں اور باقی سات صورتیں لا يثاب ولا يعاقب عليه میں شامل ہیں۔

☆ ممکن ہے مالها سے عذاب کا نہ ملنا اور ما عليها سے عذاب کا ملنا تو پھر فعل حرام، مکروہ تحریمی اور ترک واجب مما يعاقب عليه میں سے ہو جائیں گے اور باقی نو صورتیں مما لا يعاقب عليه میں سے ہوں گی۔

☆ ممکن ہے کہ مالها میں نفع سے ثواب اور ما عليها میں ضرر سے عدم ثواب مراد ہوں، تو پھر فعل واجب اور مندوب مما يثاب عليه میں سے ہوں گے اور باقی دس صورتیں مما لا يثاب عليها میں سے ہوں گی۔

واضح رہے کہ نفع سے مراد عدم العتاب ہے پہلے جو صورتیں بیان ہوتی ہیں وہ بالواسطہ ہیں۔ وہ اس طرح کہ سات ان میں سے ایسی نکلتی ہیں جو لا يثاب ولا يعاقب عليه میں سے تھیں اور جو صورتیں بعد میں بیان ہوئیں وہ بلا واسطہ ہیں۔

☆ ممکن ہے مالها سے مراد ما يجوز لها مراد ہو تو اس میں مذکورہ بالا صورتوں میں سے نو صورتیں داخل ہیں اور تین صورتیں یعنی فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی اور ترک واجب خارج ہیں۔ جبکہ فعل واجب، ترک حرام اور مکروہ تحریمی مما يجب عليها میں داخل ہیں اور فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی اور ترک واجب دونوں قسموں (یعنی ما يجوز لها و يجب عليها) سے خارج ہیں۔

---

[1] شرح الفقه الاكبر۔ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ ص ۱۰، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[2] البقرہ: ۲۸۶

☆ ممکن ہے کہ مالها سے مایجوز لها اور ماعلیها سے مایحرم علیها مراد ہو تو اس حالت میں بارہ کی بارہ صورتیں ان دونوں کو شامل ہو جائیں گی، وہ اس طرح کہ جو اس کے لئے جائز ہیں وہ مایجوز لها میں اور جو ناجائز ہیں وہ ماتحرم علیها میں داخل ہیں۔ ان تمام احتمالات یعنی صورتوں میں سے جن میں درمیانی واسطہ نہیں پڑتا وہ مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔ [1]

تعریف فقہ میں النفس سے مراد.......... یہاں النفس کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

(۱) رُوح و بدن کا مجموعہ۔ کیونکہ اکثر احکام کا تعلق بدن کے ساتھ ہے۔

(۲) یا اس سے مراد نفس انسانیت یعنی رُوح ہو۔ صرف رُوح مراد لینے پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ متکلمین کے نزدیک رُوح مجرد کا کوئی وجود نہیں۔ لہٰذا النفس سے صرف رُوح مراد لینا درست نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہاں مراد رُوح مجرد نہیں بلکہ وہ رُوح ہے جس نے بدن انسانی میں حلول کیا ہوا ہے۔ تو اس اعتبار سے فقط رُوح کا معنی مراد لینا بھی درست ہے کیونکہ افعال و اعمال کا تعلق اسی سے ہوتا ہے اور بدن اس کے لئے آلہ ہے۔ [2]

اصحاب امام شافعی "اشاعرہ" نے یہ تعریف کی:

" العلم بالاحکام الشرعیة العملیة من ادلتها التفصیلیة "

(شریعت کے عملی احکام کا ادلہ تفصیلیہ سے جاننا فقہ ہے)۔ [3]

امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے فرمایا:

" فی اصطلاح العلماء عبارة: عن الاحکام الشرعیة العملیة المستدل علی اعیانها، بحیث لا یعلم کونها من الدین ضرورة "۔ [4]

امام رازی کی تعریف پر صدر الشریعہ کی تنقید.......... صدر الشریعہ نے اس تعریف میں لا یعلم کونها من الدین ضرورة کی قید پر تنقید کی اور اسے غیر ضروری قرار دیا۔ [5]

علامہ سیف الدین آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے یوں تعریف کی:

الفقه مخصوص بالعلم الحاصل بجملة من الاحکام الشرعیة الفروعیة بالنظر والاستدلال۔ [6]

(فقہ احکام شرعیہ کلیہ سے نظر و استدلال کے ذریعے حاصل ہونے والے مخصوص علم کا نام ہے)

---

[1] التنقیح والتوضیح والتلویح۔ صدر الشریعہ، سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ ص ۲۳۔ ۲۵۔ کراچی نور محمد ۱۳۰۰ھ

[2] التوضیح حاشیہ التلویح۔ حاشیہ نمبر ۵ ص ۲۹، کراچی میر محمد کتب خانہ

[3] التنقیح والتوضیح والتلویح۔ ص ۲۶، کراچی نور محمد ۱۳۰۰ھ

[4] المحصول فی علم الاصول۔ امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، ۱۰/۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

[5] شرح التلویح علی التوضیح لمتن التنقیح۔ ص ۳۳۔ ۳۴، کراچی نور محمد ۱۳۰۰ھ

[6] الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین الآمدی متوفی ۶۳۱ھ، ۹/۱۔ بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء

ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) نے ان کلمات کے ساتھ تعریف کی :

العلم بالاحکام الشرعية العملية من ادلتها التفصيلية بالاستدلال.[1]

(شریعت کے عملی احکام کا ادلہ تفصیلیہ سے استدلال کے ساتھ جاننا فقہ ہے)

یہ تعریف اشاعرہ سے منقول تعریف کی مثل ہے اس میں صرف لفظ "الاستدلال" کا اضافہ ہے اس سے یہ فائدہ ہوا کہ علم اللہ، علم الرسول ﷺ، علم جبرائیل علیہ السلام اور علم عقلاء، اللہ کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ ان کے علم کا حصول بالاستدلال نہیں ہوتا۔

صدر الشریعہ حنفی کی "بالاستدلال" کے اضافہ پر تنقید : صدر الشریعہ حنفی (متوفی ۷۴۷ھ) نے فرمایا : ولا شک انه مکرر (اور بلا شبہ وہ [لفظ الاستدلال] مکرر ہے) وہ اس طرح کہ ادلہ تفصیلیہ سے بھی تو بغیر استدلال علم حاصل نہیں ہوتا تو دوبارہ اس کی تکرار بلا فائدہ ہے۔[2]

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۷۵ھ) نے یہ تعریف کی :

العلم بالاحکام الشرعية العملية المكتسب من ادلتها التفصيلية.[3]

اصول فقہ کے لفظی معنی بتانے کے بعد اس تعریف پر ہم مفصل کلام کریں گے۔

صدر الشریعہ حنفی (متوفی ۷۴۷ھ) نے ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) اور امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) وغیرہ کی تعریفات پر تنقید کرنے کے بعد ان کلمات کے ساتھ فقہ کی تعریف بیان کی :

بل هو العلم بكل احكام الشرعية العملية التى قدظهر نزول الوحى بها والتى انعقد الاجماع عليها من ادلتها مع ملكة الاستنباط الصحيح منها.[4]

(فقہ ان تمام احکام شرعیہ عملیہ کے جاننے کا نام ہے جو بذریعہ وحی ہمارے سامنے ظاہر ہوئے ہوں یا ادلہ شرعیہ سے ان احکام شرعیہ پر صحیح نتائج کا استنباط کرنے کے ملکہ کے ساتھ ظاہر ہوئے ہوں)۔

صدر الشریعہ کی تعریف پر شارح علامہ تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) نے چار اعتراضات کئے اور پھر خود ہی ان کے جوابات بھی دیئے۔[5]

ابن اللحام حنبلی (متوفی ۸۰۳ھ) نے یہ تعریف بیان کی :

العلم بالاحكام الشرعية الفرعيه عن ادلتها التفصيلية بالاستدلال.[6]

اصول فقہ کی اضافی تعریف کے تیسرے جزء "اضافت" کو بیان کرنے کے بعد مذکورہ تعریفات کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

---

[1] کتاب مختصر المنتهى الاصولى۔ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر ابی بکر ابن حاجب مالکی متوفی ۶۴۶ھ ص ۳۔ مصر قاہرہ مطبعہ کردستان العلمیہ ۱۳۲۶ھ

[2] شرح التلويح على التوضيح ص ۲۸۔ کراچی نور محمد ۱۳۰۰ھ

[3] نهاية السول۔ جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، ۲۶/۱ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء شرح البدخشی، محمد بن حسن البدخشی، ۲۵/۱۔ ۲۶۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء

[4] التوضيح، صدر الشريعه، ص ۳۶۔ کراچی نور محمد ۱۳۰۰ھ

[5] التلویح التفتازانی۔ ص ۳۶۔ کراچی نور محمد ۱۳۰۰ء

[6] المختصر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل علی بن محمد بعلی بن عباس بن شیبان البعلی حنبلی، ابن اللحام متوفی ۸۰۳ھ۔ ص ۳۱۔ تحقیق محمد مظہر بقا، مکہ المکرمہ جامعہ الملک عبد العزیز ۱۹۸۰ء۔ ۱۴۰۰ھ

اصول الفقہ کے مابین ''اضافت'' کی مختصر تشریح : یہ ایک ظاہری جزء ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے مابین نسبت سے عبارت ہے۔ کیونکہ جب تک مضاف اور مضاف الیہ میں اضافت نہیں ہوگی ان کو باہمی طور پر مربوط کرکے مطلوبہ معنی حاصل نہیں کیے جاسکتے۔

اضافت اختصاص کا فائدہ دیتی ہے۔ اگر مضاف اسم جامد ہو تو اختصاص مطلق کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً "حجر زید" اور اگر مضاف اسم مشتق ہو تو مضاف کا مضاف الیہ کے ساتھ مشتق کے معنی میں اضافیت کے ساتھ اختصاص کا فائدہ ہوتا ہے، جیسے "غلام زید" میں غلام کو غلامیت کے معنی میں "زید" کے ساتھ اختصاص کا فائدہ ہوا۔

مذکورہ بالا تعریفات کا تحقیقی تجزیہ : فقہ کی تعریف میں معرّفین کہیں احکام کو عملیہ کے وصف کے ساتھ متصف کرتے ہیں اور کہیں فرعیہ وفرعیہ کے ساتھ یہ سب درست ہیں۔ عملیہ اس لئے کہ وہ احکام مکلفین کے اعمال سے متعلق ہوتے ہیں اور فرعیہ اس لئے کہ وہ ان احکام فقہیہ سے متفرع ہوتے ہیں جو اپنی صحت میں اللہ اور اس کی صفات اور اس کے رسول کے لائے ہوئے احکام کے سچ ہونے کے اعتقاد پر موقوف ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے احکام شرعیہ فرعیہ کے استنباط تک توصل حاصل ہوتا ہے۔

موسوعہ جمال ناصر میں "الفقہ عند الاصولیین" کے تحت جو بحث کی گئی ہے اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

''جو کچھ وحی الٰہی سے رسالت مآب ﷺ پر قرآن وسنت میں احکام عملیہ کے بارے میں نازل ہوا کبھی ان احکام عملیہ کی دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہوتی ہے، اس قسم میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس کی صورتوں میں سے ایک صورت تو وہ ہے جو ضروری اور شعائر اسلام سے متعلق ہے۔ مثلاً نماز، زکوۃ، روزہ وحج کا وجوب وغیرہ اور دوسری صورت نظری ہے۔ اس کا حکم بھی نص کی طرح قطعی ہوگا وہ اجماع ہے۔ اگر کسی بارے میں اجماع ہوجائے تو وہ قطعی الثبوت ہے۔ کبھی احکام عملیہ کی دلیل "قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ" ہوتی ہے۔ کبھی "ظنی الثبوت قطعی الد لا لۃ" اور کبھی ظنی الثبوت ظنی الد لا لۃ ہوتی ہے : ان میں سے آخر الذکر تین میں اجتہاد ہوسکتا ہے اور ان سے مستنبط احکام "ظنی" اور "اجتہادی" ہوں گے۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ پیش کی جاسکتی ہے : "وامسحوا برؤسکم"[1] (اور اپنے سر کا مسح کرو)۔ یہ آیت (دلیل) مسح راس کے وجوب کے بارے میں "قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ" ہے اور مسح راس کا حکم قطعی ہے۔ لیکن مسح راس کی مقدار کل یا ربع یا بعض کے بارے میں اس کی دلالت ظنیہ ہے اور کسی بھی مقدار کو اختیار کرنا ظنی اور اجتہادی ہوگا''۔

اصولیین نے فقہ کے اصطلاحی معنی میں اس کے اسمی معنی کے بجائے وصفی کا اعتبار کیا ہے یعنی مسائل واحکام کی معرفت کے بجائے استخراج، تفہیم اور استنباط کو لازم قرار دیا ہے اور پھر متقدمین اصولیین نے بالعموم اور متاخرین نے بالخصوص فقہ کی اصطلاحی تعریف میں وصفی معنی پر خوب بحث کی۔ مختلف ادوار میں مختلف الفاظ کے ساتھ تعریفات کی گئیں، آنے والوں نے کبھی سابقین سے منقول تعریفات کی کبھی تائید، تنقید وحذف واضافہ کیا تو کبھی خود ہی کوئی نئی تعریف کرڈالی۔

---

[1] المائدہ : ٦

سابقین سے منقول تعریفات کے اسالیب کی درجہ بندی : سابقین سے منقولہ تمام تعریفات مندرجہ ذیل تین اسالیب میں سے کسی نہ کسی ایک طرز پر ضرور مبنی ہوتی ہیں۔

پہلا طریقہ : یہ جمہور اصولیین کا طریقہ ہے۔اس کے مطابق فقہ کی تعریف ابوالاسحاق شیرازی شافعی (متوفی ۴۷۶ھ) کے اسلوب پر مبنی ہے جسے انہوں نے اپنی کتاب "اللمع" میں اختیار کیا۔ان کے مطابق تعریف یہ ہے: "ان الفقه معرفة الاحكام الشرعية التى طريقها الاجتهاد" (فقہ احکام شرعیہ کی معرفت کا نام ہے جو اجتہاد سے حاصل ہوتی ہے)۔ دوسروں نے بھی اسی مفہوم کو پیش کرتے ہوئے فقہ کی یہ تعریف کی : "انه العلم بالاحكام الشرعيه العملية بالاستدلال" بعض بالاستدلال کے بجائے "من ادلتها التفصيلية" کہہ دیتے ہیں تو اس تعریف کے مطابق ذوات وصفات کا علم فقہ نہیں ہے، کیونکہ وہ احکام کا علم نہیں ہے اور احکام عقلیہ ،حسیہ، وضعیہ مثلاً حساب، ہندسہ، موسیقی اور نحو وصرف کے احکام کے علم کو فقہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ان کے احکام شرعی نہیں ہیں۔اسی طرح اصول دین اور اصول فقہ کے احکام کے علم کو بھی فقہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ان کے احکام شرعیہ علمیہ ہیں ،عملیہ نہیں اور استدلال کی قید سے علم جبریل علیہ السلام علم رسول اللہ ﷺ اور علم مقلد وغیرہ نکل گئے۔عورتوں، بچوں اور عوام کو صلاۃ وصوم وغیرہ کے وجوب کا جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بغیر استدلال کے ہوتا ہے۔اس لئے وہ بھی فقہ کی تعریف میں داخل نہیں اس اعتبار سے فقہ علم اجتہادی کا نام ہوا اور فقیہ مجتہد کہلاتا ہے۔

دوسرا طریقہ : یہ وہ طریقہ ہے جس کو صدر الشریعہ حنفی نے اصول بزدوی میں منقول تعریف سے کچھ تصرف کے ساتھ تنقیح میں بیان کیا اور ان الفاظ کے ساتھ فقہ کی تعریف کی : "الفقه بانه العلم بكل الاحكام الشرعيه العمليه التى قد ظهر نزول الوحى بها والتى انعقد الاجماع عليها من ادلتها مع الملكة الاستنباط الصحيح منها" اس تعریف کے مطابق فقہ کا معنی اس وقت ثابت ہوگا جب احکام شرعیہ عملیہ کا علم بلاواسطہ اس کے ادلہ سے حاصل ہو، چاہے ادلہ قطعیہ ہوں یا ظنیہ۔

پہلے اور دوسرے اسلوب کی تعریفات میں فرق : پہلے اور دوسرے طریقہ میں فرق یہ ہے کہ دوسرے طریقہ میں پہلے کی طرح علم کے حصول میں استدلال یعنی اجتہاد کی شرط نہیں رکھی گئی بلکہ صدر الشریعہ کے یہاں استنباط صحیح کا ملکہ ہونا ضروری ہے۔اب اس طریقہ کے مطابق فقیہ وہ ہے جس میں اجتہاد کی اہلیت ہو، اگر چہ اس سے اجتہاد کا وقوع نہ ہوا ہو۔

تیسرا طریقہ : یہ وہ طریقہ ہے جس کو صرف ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) نے اپنی کتاب "التحریر" میں اختیار کیا۔ ان کے مطابق احکام شرعیہ کے صرف قطعی علم کا نام فقہ ہے اور احکام مظنونہ کے علم کو فقہ نہیں کہہ سکتے۔

تینوں اسالیب کی تعریفات کا فرق : تینوں اسالیب کے مطابق جو تعریفات کی درجہ بندی کی گئی ہے اس کا فرق اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے :

(۱) پہلے گروہ کے اصولیین نے ظنیات کے علم کو فقہ کہا۔

(۲) آخری گروہ نے کہا کہ فقہ کے علم کا اطلاق صرف قطعیات پر ہوتا ہے۔

(۳) جبکہ دوسرے درمیانی گروہ کے مطابق فقہ شریعت کے قطعی وظنی دونوں طرح کے احکام کے علم کو شامل ہے۔

علامہ ابن عابدین نے ردالمختار میں شرح التحریر سے نقل کیا کہ ایک سے زائد متاخرین نے اس عموم کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہی حق ہے۔اور اس پر سلف وخلف کا عمل ہے مگر شارح نے سلف وخلف کے اس پر عمل ہونے کا جو دعویٰ کیا اس کی واقع میں تصدیق نہیں کی جاسکتی[1]

فقہ کی مجموعی تعریفات کی تاریخی ارتقائی تناظر میں مرحلہ وار درجہ بندی .... فقہ کی تعریف میں جو تبدیلیاں آتی رہیں اور مختلف ادوار میں اُس کی وسعت سے تنگی کی جانب رجحان کے سلسلہ کو تین تاریخی وارتقائی مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا مرحلہ : یہ وہ ابتدائی زمانہ ہے جب فقہ شرع کا مترادف سمجھا جاتا تھا اور ہر اس شئی کی معرفت فقہ کی تعریف میں شامل تھی جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، خواہ اس کا تعلق عقیدہ، اخلاق یا جوارح کے افعال سے تھا۔امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تعریف "معرفة النفس مالها وما عليها" میں اسی وسعت کو مدنظر رکھا۔ان کی علم العقائد پر کتاب "الفقه الاکبر" کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ ان کے نزدیک فقہ تین اقسام پر مشتمل ہوگی، پہلی قسم "الفقه الاکبر" ہے۔جو اعتقادات سے متعلق ہوگی کیونکہ اگر اعتقاد صحیح نہ ہوں تو بدنی اعمال رائیگاں چلے جاتے ہیں۔دوسری قسم "الفقه الاوسط" ہے جس کا قلبی خلوص ونیت سے تعلق ہے کیونکہ جیسی نیت ہوگی ویسا ہی عمل کا ثمرہ ہوگا۔تیسری قسم "الفقه الاصغر" ہے جو ظاہری اعضاء کے اعمال مثلاً رکوع، سجود وغیرہ سے متعلق ہے کیونکہ جب تک ان کا علم اور ان کی درستگی نہیں ہوگی، اعمال صحیح نہیں ہوں گے۔

دوسرا مرحلہ : یہ وہ زمانہ ہے جس میں فقہ کی تعریف میں پائی جانے والی وسعت میں کچھ تخصیص پیدا ہوگی۔علم العقائد کی علیحدہ فن کی حیثیت سے بنیاد پڑگئی اور اسے علم العقائد، علم التوحید، علم الکلام اور علم اصول الدین کے ناموں سے موسوم کیا جانے لگا تو فقہ سے یہ علم خارج ہوگیا۔اس دور میں فقہ کی تعریف اس طرح کی جانے لگی۔

العلم بالاحکام الفرعية الشرعية المستمدة من الادلة التفصيلية .

اس تعریف میں ماسوی الاصلیہ، سب فرعیہ ہیں۔یعنی جو عقائد کے علاوہ ہیں وہ سب فرعیہ ہیں کیونکہ عقیدہ شریعت کی اصل ہے اور ہر شئی کی درستگی کا انحصار اسی کی درستگی پر ہے۔یہ تعریف احکام شرعیہ عملیہ یعنی وہ جو جوارح کے ذریعہ انجام دیئے جاتے ہیں کو اور احکام شرعیہ قلبیہ مثلاً ریا، کبر، حسد، عجب کے حرام ہونے اور تواضع، دوسروں کی بھلائی کے حلال ہونے کو بھی شامل تھی۔

تیسرا مرحلہ : اس دور میں کی گئی تعریفات میں مزید تخصیص پیدا کردی گئی اور آج تک اسی تخصیص پر عمل جاری وساری ہے۔اور اب اس طرح تعریف کی جانے لگی :

---

[1] موسوعہ جمال عبدالناصر فی الفقہ الاسلامی، ۱/۱۰۔۱۱، مصر قاہرہ وزرات الاوقاف ۱۳۸۱ھ

"الفقه هو العلم بالاحكام الشرعية الفرعية العملية المستمدة من الادلة التفصيلية" [1]

اس کے نتیجے میں احکام شرعیہ فرعیہ جن کا تعلق دل سے تھا وہ الگ ہو گئے۔ اور ان کا نام علمِ تصوف یا علمِ اخلاق پڑ گیا۔

اصولِ فقہ کے لفظی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ : اہلِ علم، اصولِ فقہ اور ان کی طرح کے علوم مثلاً فقہ وغیرہ کا اطلاق کبھی ان مسائل کلیہ پر کرتے ہیں جس میں اس کے موضوع کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔ اور کبھی ان کا اطلاق ان کے قواعد کے ادراک یعنی معرفت و تصدیق اور کبھی ان قواعد کے مزاولہ اور کثرت غور و غوض سے حاصل ہونے والے ملکہ استحضار پر کرتے ہیں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کسی بھی علم کی تعریف مذکورہ تین معانی میں سے کسی ایک کے مطابق کی جاتی ہے مگر اصولِ فقہ واحد علم ہے جس کی تینوں معانی کے مطابق تعریف کی گئی ہے۔ اس کی دلائل سے وضاحت مندرجہ ذیل ہے :

امام فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے اصولِ فقہ کی یہ تعریف بیان کی :

اصول الفقه عبارة عن : مجموع طرق الفقه على سبيل الاجمال وكيفية الاستدلال بها وكيفية حال المستدل بها. [2]

سیف الدین الامدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے یہ تعریف کی :

اصول الفقه : هی ادلة الفقه وجهات دلالاتها على الاحكام الشرعية، وكيفية حال المستدل بها، من جهة الجملة لا من جهة التفصيل. [3]

(تجزیہ) : مذکورہ بالا دونوں تعریفیں پہلے معنی کے مطابق ہیں۔

ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف کی :

اماحده لقبا : فالعلم بالقواعد التی يتوصل بها الی استنباط الاحكام الشرعية الفرعية من ادلتها التفصيلية. [4]

(اصول فقہ ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن سے احکامِ شرعیہ فرعیہ کا دلائل سے استنباط کرنا حاصل ہو)۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف کی :

اصول الفقه : معرفة دلائل الفقه اجمالاً وكيفية الاستفادة منها وحال المستفيد. [5]

(اصول فقہ، فقہ کے اجمالی دلائل اور ان سے استفادہ کی کیفیت اور مستفید (مجتہد) کے حال کی معرفت کا نام ہے)

---

[1] موسوعہ الفقہیہ۔ ۱۲/۱۔۱۳ ملخص، کویت وزارۃ الاوقاف الشؤون الاسلامیہ طبع ثانی ۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۳ء

[2] المحصول فی علم الاصول، محمد بن عمر بن الحسین الرازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ۔ ۱/۱۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

[3] الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الآمدی ابو الحسین علی بن ابی علی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱/۱۰، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء

[4] شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب، عضد الدین عبد الرحمٰن بن احمد الایجی شافعی متوفی ۷۵۶ھ، ۱/۱۸، مصر مطبعہ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ

[5] نہایۃ السول، جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۶ھ، ۱/۲۵۔۲۳، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء

ابن حاجب اور قاضی بیضاوی کی تعریفات کا تجزیہ: ابن حاجب اور قاضی بیضاوی کی تعریفیں دوسرے اور تیسرے معنی کے مطابق کی گئی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن حاجب کی تعریف میں علم اور بیضاوی کی تعریف میں معرفت کے الفاظ ہیں۔ دونوں کا اطلاق تصدیق اور اس ملکہ پر ہوتا ہے جس کا اس معنی میں ذکر کیا گیا ہے۔

اصولِ فقہ کی تعریف میں اختلاف کی وجہ: اصولِ فقہ کے لقبی معنی میں اختلاف اس لئے نظر آتا ہے کہ مختلف اصولیین کے پیشِ نظر مذکورہ معانی میں سے کوئی نہ کوئی معنی رہتا تو اس کی روشنی میں وہ تعریفی کلمات کا انتخاب کرتے تو وہ خود بخود دوسرے معنی کے لحاظ سے کی گئی تعریف سے مختلف ہو جاتی اور ان کے نزدیک الفاظ کی یکسانیت سے زیادہ وہ معانی اہم ہوتے جس سے مقصد کا صحیح طور پر اظہار ہو سکتا تھا اسی لئے ایک ہی معنی کی مختلف تعریفات میں بھی الفاظ کے چناؤ میں فرق نظر آتا ہے۔ بہرحال تعریفات میں اختلاف کے باوجود اپنی اپنی جگہ درست ہیں اور معرّفین کی نیت پر کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا اور وہ سب قابلِ احترام ہیں۔

اصولِ فقہ کی لقبی معنی پر اکتفا کرنے کا سبب: کتب اصول کے فقہ کے مطالعہ کے دوران یہ نظر آتا ہے کہ بعض اصولیین نے اپنی کتب میں اصولِ فقہ کے لقبی معنی تو ذکر کئے مگر اس کے اضافی معنی نہیں بتائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جن اصولیین کے پیشِ نظر اختصار تھا انہوں نے طوالت سے بچنے کے لئے صرف لقبی معنی بتانے پر اکتفا کیا اور اضافی معنی اور ہر جزء کی تفصیلات نہیں بتائیں۔ قاضی بیضاوی ان میں سے ہیں جن کے پیشِ نظر اختصار تھا جبکہ دوسری طرف جن اصولیین کا مقصد تفصیل سے بیان کرنا تھا، تو انہوں نے اضافت کے اعتبار سے بھی تعریف کی اور مضاف، مضاف الیہ اور اضافت کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا اور کسی نے صرف مضاف اور مضاف الیہ کو ذکر کیا مگر شہرت کی بناء پر اضافت کو بیان نہیں کیا۔ جیسے صدر الشریعہ نے التنقیح و التوضیح میں ایسا ہی کیا ۔۔۔۔ لہٰذا دونوں طرح کے معرّفین و مؤلفین کا یہ طرزِ عمل درست قرار پایا اور وہ مصیب ٹھہرے۔

اصولِ فقہ کے لقبی و اضافی معنی کے فرق پر ایک طائرانہ نظر.......... اصولِ فقہ کے لقبی و اضافی معنی میں دو طرح سے فرق کیا جا سکتا ہے۔

فرق (۱) : لقبی تعریف اس علم کا لقب و علم ہے جبکہ اضافی معنی موصل الی العلم ہیں۔

فرق (۲) : لقبی تعریف کے تین لازمی اجزاء ہوتے ہیں۔

(۱) دلائل کی معرفت (۲) استفادہ کی کیفیت

(۳) مستفید (مجتہد) کا حال جبکہ اضافی تعریف دلائل خاصہ کا نام ہے۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) سے منقول لقبی تعریف اور اس کی تشریح:

ہم نے اصولِ فقہ کی کئی تعریفیں نقل کی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تعریفات اصولِ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ سب اپنی اپنی جگہ درست ہیں اگرچہ تقریباً ہر نئی تعریف کرنے والے کے ذہن میں سابقین کی تعریف میں کچھ کمی رہ جانے کا

تصور رہتا تھا اس لئے وہ ایک نئی تعریف کر دیتے۔ اس عمل سے اس فن کو نئی تازگی و توانائی ملتی رہی اور مختلف جہتوں سے اس پر غور خوض اور تعبیر و تشریح کے عمل نے اس کے پوشیدہ پہلوؤں کو نمایاں کر دیا۔ اس طرح تعریفیں بھی ارتقائی مراحل سے گزرتی رہیں ان سب پر یہاں تفصیلی کلام مشکل ہے۔ ہم نے قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) سے منقول اصول فقہ کی لقبی تعریف کو شہرت کی بناء پر تشریح کے لئے منتخب کیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ صدر اول اور پندرھویں صدی کے درمیانی زمانے کے اصولی ہیں یعنی انہوں نے نویں صدی ہجری کے آخری زمانے میں وفات پائی اور وہ شاید امام رازی (متوفی ۶۰۶ھ)، سیف الدین آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) اور ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) وغیرہ سے منقول تعریفات کو دیکھ چکے ہوں گے اور پھر اس طرح کی تعریف کی۔ قاضی بیضاوی نے اصول فقہ کی لقبی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"اصول الفقه معرفة دلائل الفقه اجمالا، و كيفية الاستفادة منها و حال المستفيد".

(اصول فقہ، فقہ کے اجمالی دلائل اور ان سے استفادہ کی کیفیت اور مستفید کے حال کی معرفت کا نام ہے)

تعریف کی تشریح:

قولہ "معرفة"............ تعریف میں جنس ہے جو ادلہ، احکام اور ان کے علاوہ کی معرفت سب کو شامل ہے۔ اس میں کثیر معرفت ہے اور وہ جب مفرد کے ساتھ متعلق ہوتی ہے تو متعدی بیک مفعول ہوتی ہے اور اس کا معنی تصور ہوتا ہے جیسے جب "عرفت محمدا" بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے "تصورته" (میں نے اس (محمد) کا تصور کیا) اور لفظ علم زیادہ تر تعلق کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور متعدی بدو مفعول ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کا معنی تصدیق ہوتا ہے۔ مثلاً جب کہا جاتا ہے "علمت ان الله واحد" تو مطلب ہوتا ہے "صدقت بوحدانيته" (میں نے اس کی وحدانیت کی تصدیق کی)۔ کبھی معرفت تعلق کے ساتھ متعدی بدو مفعول ہوگی تو اس وقت اس کا معنی بھی تصدیق ہوگا، مثلاً جب کہا جاتا ہے "عرفت ان الله واحد" تو مطلب ہوتا ہے صدقت (میں نے تصدیق کی) اور کبھی علم مفرد کے ساتھ متعلق ہوتا ہے تو اس وقت اس کا معنی تصور ہوگا جب "علمت محمدا" بولا جاتا ہے تو اس کا معنی "تصورته" ہوتا ہے۔

علم و معرفت میں سے جب کسی کی بھی نسبت حادث کی طرف جاتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ شئ سابق میں مجہول (نامعلوم) تھی مگر جب ان میں سے کسی کی بھی نسبت اللہ رب العزت کی طرف جائے گی تو اس کا معنی یہ نہیں ہوگا کہ شئ سابق میں مجہول تھی۔ مثلاً عام حالات میں جب "محمد عرف المسالة او علمها" (محمد کو مسئلہ کا علم یا معرفت حاصل ہوئی) تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں علم یا معرفت پہلے نہ تھی پھر ہوگئی۔ کیونکہ جب بھی حادث کے ساتھ نسبت ہوگی تو یہی معنی ہوگا۔ اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"والله اخرجكم من بطون امهاتكم لا تعلمون شيئا"[1]

(اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکموں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے)۔

---

[1] النحل: ۷۸

مگر جب کسی نے کہا : "اللہ عالم بکذا "یا "عارف به "تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اسے پہلے سے اس کے بارے میں علم یا معرفت نہ تھی اب ہوئی۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا جمیع اشیاء سے متعلق علم ازلی ہے۔ عالم کا اطلاق اللہ سبحانہ وتعالی پر کیا جاتا ہے مگر عارف کا نہیں، باوجود اس کے کہ "عارف اللہ" کے کہنے کا مطلب بھی "عالم" ہوتا ہے۔ یعنی ہمیشہ سے جاننے والا چونکہ اللہ تعالی کے اسماء توقیفی ہیں اس لئے عالم ہی بولا جائے گا۔

قاضی بیضاوی نے اپنی اس تعریف میں علم کے بجائے معرفت کو کیوں منتخب کیا ؟

شاید انہوں نے اپنی اس تعریف میں علم کے بجائے معرفت کو اس لئے پسند کیا کہ مسائل اصلیہ دو قسم پر ہیں :

(۱) وہ جن سے ذات باری تعالی کا قصد ہوتا ہے جیسے علم کلام کے مسائل۔ اور یہ اس بات کو واجب کرتا ہے کہ دلیل قطعی ہو تو اس طرح تصدیق ظنی نہیں بلکہ قطعی ہو جائے گی۔

(۲) وہ جو مسائل عملیہ کے لئے وسیلہ ہوتے ہیں جیسے علم اصول کے مسائل، تو یہاں تصدیق عام ہوگی خواہ ظنی ہو یا قطعی۔

چونکہ قاضی بیضاوی کے یہاں علم کا اطلاق صرف قطعیات پر ہوتا ہے اور لفظ معرفت کا اطلاق تصدیق پر ہے جو قطعیات وظنیات دونوں کو شامل ہے اس لئے انہوں نے مسائل اصولیہ کے لئے لفظ معرفت کا اسی مناسبت سے استعمال کیا، کیونکہ ان کے یہاں ان مسائل اصولیہ کا قطعی ہونا شرط نہیں ہے۔ مگر جن حضرات نے مسائل اصولیہ کو قطعیات میں شمار کیا انہوں نے لفظ "العلم" کے ساتھ تعبیر کو درست جانا۔ واضح رہے کہ یہاں معرفت سے مطلق ادراک مراد ہے جو تصور و تصدیق دونوں کو شامل ہے۔ لیکن جب اس معرفت کی اضافت دلائل کی طرف کردی اور ان سے مراد مسائل اصولیہ اور قواعد کلیہ ہیں تو تصور خارج ہوگیا، کیونکہ معرفت مفرد کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی بلکہ وہ نسبت کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔

قوله "دلائل" .... دلائل جمع ہے اور اس کی واحد دلیل ہے لغت میں اس کے یہ معنی مذکور ہیں : "یطلق علی ما یستدل به"[1] (جس کے ذریعے استدلال کیا جاسکے) اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں :

"ما یمکن التوصل بصحیح النظر فیه الی مطلوب خبری "[2]

(جس سے مطلوب خبری کی طرف صحیح فکر سے توصل ممکن ہو)

اس تعریف سے ظاہر ہوا کہ دلیل جو قطعیت کا فائدہ دے قطعی ہوگی اور جو ظن کا فائدہ دے ظنی ہوگی۔ پہلی بات کی مثال یہ ہے کہ عالم کے حادث ہونے کی دلالت پر ہم کہیں : العالم متغیر و کل متغیر حادث فالنتیجة : العالم حادث اور دوسری بات کی مثال یہ ہے جیسے بھرے ہوئے بادل دیکھ کر یہ ظن کرلینا کہ بارش ہوجائے گی۔

امام اسنوی شافعی (متوفی ۷۷۲ھ) نے فرمایا :

" اعلم ان التعبیر بالادلة مخرج لکثیر من اصول الفقه کالعمومات وأخبار الاحاد والقیاس والاستصحاب وغیر ذلک ، فان الاصولیین وان سلموا العمل بها ، فلیست عندهم ادلة للفقه بل امارات فان الدلیل عندهم لایطلق الا علی المقطوع به "[3]

---

[1] مختار الصحاح۔ محمد ابن ابی بکر بن عبد القادر الرازی متوفی ۶۰۷ھ، ص ۳۵۴ فصل الدال والذال باب اللام، مصر ، مصطفیٰ البابی الحلبی سنہ ند

[2] ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول ۔ محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، ۵۳/۱، قاہرہ دار الکتبی سنہ ند

[3] نہایۃ السول، جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، ۳۱/۱۔۲۲، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء

(جان لو کہ ادلہ کے ساتھ تعبیر دینے سے بہت سی چیزیں اصول فقہ سے خارج ہو گئیں جیسے عمومات، اخبار احاد، قیاس، استصحاب وغیرہ۔ اکثر اصولیین ان کے عمل کو تسلیم کرتے بھی ہیں تو ان کے نزدیک انہیں فقہ کے ادلہ کا نام نہیں دیا جاتا بلکہ وہ اسے امارات کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک ادلہ کا اطلاق صرف قطعیات پر ہی ہو سکتا ہے۔ مگر جمہور کی بات زیادہ مناسب ہے کہ دلیل کا اطلاق ظنی اور قطعی دونوں پر ہوتا ہے۔

ابو اسحاق شیرازی شافعی (متوفی ۴۷۶ھ) نے فرمایا:

"وقال اکثر المتکلمین لا یستعمل الدلیل الا فیما یؤدی الی العلم فاما فیما یؤدی الی الظن فلا یقال له دلیل وانما یقال له امارة وهذا خطاء لان العرب لا تفرق فی تسمیة بین ما یؤدی الی العلم أو الظن فلم یکن لهذا الفرق وجه"[1]

(بہت سے متکلمین نے کہا کہ لفظ دلیل کا استعمال صرف اس پر ہو سکتا ہے جو علم "قطعی" کے معنی ادا کرے اور جو ظن کے معنی ادا کرے اسے دلیل نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اسے امارات کہتے ہیں۔ مگر ان کی یہ بات غلطی پر مبنی ہے کیونکہ اہل عرب علم اور ظن کے معنی دینے والی اشیاء کے ناموں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ لہذا تفریق کی یہ توجیہ درست نہیں ہے)

شیخ جلال الدین محلی شافعی (متوفی ۸۶۴ھ) نے فرمایا:

"ومعنی الوصول الیه بما ذکر: علمه أو ظنه ....شمل التعریف القطعی کالعالم لوجود الصانع والظنی کالنار لوجود الدخان".[2]

(اور اس کی طرف وصول کے جو معنی علم یا ظن ذکر کئے گئے .... تعریف قطعی کو شامل ہے جیسے عالم کی صانع کے وجود پر دلالت اور ظن کو شامل ہے جیسے دھوئیں کے وجود کی آگ پر دلالت)

شیخ الاسلام زکریا انصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے فرمایا:

"وشمل التعریف الدلیل القطعی .... والظنی".[3]

(اور "الدلیل" کی تعریف قطعی و ظنی دونوں کو شامل ہے)

شیخ محلاوی حنفی (متوفی چودھویں صدی ہجری) نے فرمایا:

"یکون الدلیل الشرعی عندنا نوعین قطعی وهو الکتاب والسنة المتواتر: والاجماع وظنی وهو خبر الاحاد والقیاس".[4]

(ہمارے نزدیک دلیل شرعی دو قسموں پر ہے۔ (اول) قطعی اور وہ کتاب اللہ، سنت متواترہ، اجماع ہیں اور (دوم) ظنی ہے جو خبر احاد اور قیاس پر مشتمل ہے)

---

[1] کتاب اللمع۔ ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۷۶ھ ص ۷، مصر مکتبہ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۹۸۷ء۔ ۱۹۸۸ء

[2] شرح جلال المحلی علی جمع الجوامع۔ جلال الدین محمد بن احمد المحلی الشافعی متوفی ۸۶۴ھ، ۱۲۶/۱۔ ۱۲۷، انڈیا ممبئی مطبعہ اصح المطابع سن ند

[3] غایة الوصول۔ شیخ الاسلام ابو یحیٰ زکریا الانصاری شافعی متوفی ساتویں صدی ہجری ص ۲۰، مصر مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی سن ند

[4] تسهیل الوصول الی علم الاصول۔ محمد عبد الرحمن عبد المحلاوی حنفی چودھویں صدی ہجری کے عالم تھے ص ۱۸، مصر مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۴۱ھ

محمد صالح العثیمین (معاصر) نے فرمایا:

" فالمراد ...."معرفة" العلم والظن لان ادراک الاحکام الفقهية قديكون يقينيا وقديكون ظنيا كما فى كثير من مسائل الفقه".[1]

("معرفۃ" سے مراد علم وظن ہیں۔ کیونکہ فقہ کے بہت سے مسائل میں کبھی احکام کا ادراک یقینی ہوتا ہے اور کبھی ظنی)

قولہ "دلائل الفقہ": امام اسنوی نے فرمایا:

قولـه : "دلائل الفقـه" هو جمع مضاف ، وهو يفيد العموم فيعم الادلة المتفق عليها والمختلف فيها ، وحينئذ فيحترز به عن ثلاثة اشياء ، احدهما : معرفة غير الادلة كمعرفة الفقه ونحوه الثانى : معرفة ادلة غير الفقه كادلة النحو والكلام الثالث : معرفة بعض ادلة الفقه كالباب الواحد من اصول الفقه ولايكون اصول الفقه ولا يسمى العارف به اصوليا ، لان بعض الشئى لايكون نفس الشى ".[2]

("دلائل الفقہ" جمع مضاف ہے اور وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے تو یہ متفق علیہ اور مختلف فیہ دونوں ادلہ کو عام ہوگا اور اس سے تین چیزوں سے احتراز ہوجائے گا۔ (اول) ادلہ کے سوا کی معرفت جیسے فقہ وغیرہ کی معرفت سے اور (دوم) یہ کہ فقہ کے علاوہ دیگر مثلاً نحو وکلام کے ادلہ سے اور (سوم) یہ کہ بعض ادلہ کی معرفت جیسے اصول فقہ کا ایک باب، سے احتراز ہوگیا۔ یوں وہ اصول فقہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے جاننے والے کو اصولی کہا جائے گا۔ کیونکہ کسی چیز کا بعض نفس شی نہیں ہوتا)

معلوم ہوا کہ دلائل فقہ کی طرف جمع مضاف ہیں جو عموم کا فائدہ دیتا ہے تو اس کا معنی "جميع ادلة الفقه" ہوجائیں گے اور اس میں متفق علیہ ادلہ جیسے کتاب وسنت اور مختلف فیہ ادلہ جیسے قول صحابی اور شرائع من قبلنا شامل رہیں گے اور ان کے قول معرفۃ دلائل الفقہ کا مطلب "معرفة الاحوال المتعلقه بهذه الادلة" ہوگا مثلاً مجتہد کا یہ جاننا کہ وہ امر جو قرینہ سے خالی ہو وجوب کا فائدہ دیتا ہے اور نہی جو قرائن سے خالی ہو تحریم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ کہ اجماع حکم قطعی ہے یا ظنی؟ وغیرہ اور اس کے بعد کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ "معرفة دلائل الفقه" سے اس کا تصور مراد لے یعنی وہ یہ تصور کرلے کہ "الکتاب" وہ ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی اس کی تلاوت کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے اور بشر کو اس کی مثل کلام لانے سے عاجز کردیتی ہے اس لئے کہ "تصورات ادلہ" علم اصول فقہ کے مقاصد میں سے نہیں ہیں اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ادلہ کی معرفت سے مراد اس کا حفظ ہے کیوں کہ ادلہ کے حفظ کا اصول سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اصول ان پر موقوف ہیں۔

وقولہ " اجمالا" .... اس بارے میں مندرجہ ذیل اقوال ہیں:

قول اول .... یہ (اجمالا) معرفۃ کا مفعول ہے مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ عرف متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔

قول دوم .... "اجمالا" تمیز ہے جو مضاف سے منقول ہے اور اصل عبارت یہ ہوگی۔ "معرفة اجمال ادلة الفقه" مگر یہ فساد معنی پر مبنی ہے لہٰذا درست نہیں ہے۔

---

[1] الاصول من علم الاصول۔ محمد صالح العثیمین ص ۵، قاہرہ، مکتبۃ السنۃ ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۳ء

[2] نہایۃ السول۔ جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، ۲۱/۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء

قول سوم.......... "اجمالاً" معرفتہ سے حال ہے مگر یہ بھی مبنی برفساد معنی ہے وہ اس طرح کہ اصول سے مراد ادلہ کی اجمالی معرفت مراد نہیں بلکہ ادلہ اجمالیہ کی تفصیلی معرفت ہے۔

قول چہارم.......... قول اصح کے مطابق یہ ادلہ سے حال واقع ہوا ہے۔

عمر بن عبداللہ نے سلم الوصول لعلم الاصول میں فرمایا :

وانما يقال : ان دلائل جمع واجمالاً مفرد وهذا لاضرر فيه، لان اجمالاً مصدر يوصف به الجمع والمفرد وهو هنا بمعنى مجملة كانه قال: معرفة دلائل الفقه مجملة، ومجئ الحال من المضاف اليه فى مثل هذا التركيب جائز لقوله تعالىٰ : (ملة ابراهيم حنيفا) [1]

(اور یہ کہا جائے کہ دلائل جمع ہیں اور اجمالاً مفرد تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اجمالاً مصدر ہے، جو مفرد و جمع ہوتا ہے اور یہاں (اجمالاً) مجمل کے معنی میں ہے گویا کہ فقہ کے مجمل دلائل کی معرفت کہا اور اس طرح کی ترکیب میں مضاف الیہ سے حال آنا جائز ہوتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ملة ابراهيم حنيفا)

اس کی تاویل کی طرف احتیاج کی وجہ سے صاحب جمع الجوامع نے اس سے عدول کیا اور انہوں نے فرمایا :

(اصول الفقه دلائل الفقه الاجمالية) [2]

(اصول فقہ "فقہ" کے اجمالی دلائل ہیں)

اس میں انہوں نے اجمالیہ کو دلالت کا صریح وصف بنایا ہے۔

ادلہ اجمالیہ سے مراد : اس سے مراد ادلہ کلیہ ہیں ان کو "اجمالیہ" اس لئے کہتے ہیں کیونکہ ان کی تفصیل میں جائے بغیر اجمالی طور پر ان کی تعریف کی جاتی ہے۔

ادلہ کی انواع : بالعموم ادلہ کی دو انواع ہیں ادلہ کلیہ اور ادلہ جزئیہ۔

ادلہ کلیہ : یہ وہ ہیں جو کسی حکم معین پر دلالت نہیں کرتے جیسے امر و نہی مطلق۔

ادلہ جزئیہ : یہ وہ ادلہ ہیں جو حکم معین پر دلالت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول (واقیموا الصلوة) [3] اور (ولاتقربوا الزنا) [4] جب ادلہ جزئیہ غیر محصورہ ہوں اور ادلہ کلیہ کے تحت داخل ہوں تو وہ علم اصول کے علاوہ کسی اور فن میں زیر بحث لائے جاتے ہیں کیونکہ اصول فقہ میں تو صرف ادلہ کلیہ کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

امام تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۷۵۲ھ) نے فرمایا :

"ففى الادلة اعتباران، الاعتبار الاول: من حيث كونها معينة، وهذه وظيفة الفقيه وهى الموصلة القريبة الى الفقه، والفقيه قديعرفها بادلتها اذا كان اصوليا، وقد يعرفها بالتقليد،

---

[1] سلم الوصول لعلم الاصول ۔ عمر بن عبداللہ، ۱/۱۲، ال عمران : ۹۵

[2] جمع الجوامع ۔ تاج الدین عبدالوہاب ابن السبکی، ۱/۳۲۔۳۳، ممبئی، مطبع اصح المطابع سن ند

[3] البقرہ: ۴۳ [4] الاسراء: ۳۲

ویتسلمها من الاصول، ثم هو یرتب الاحکام علیها، فمعرفتها حاصلة عنده. والاعتبار الثانی: من حیث کونها کلیة، اعنی یعرف ذلک الکلی المندرج فیها وان لم یعرف شیئا من اجزائها، وهذه وظیفة الاصولی، فمعلوم الاصولی الکلی، ولا معرفة له بالجزی من حیث کونه اصولیا، ومعلوم الفقیه الجزئی ولا معرفة له بالکلی، من حیث کونه فقیها، ولا معرفة له بالکلی الا لکونه مندرجا فی الجزئی المعلوم، واما من حیث کونه کلیا فلا. فالادلة الاجمالیة هی الکلیة، سمیت بذلک لانها تعلم من حیث الجملة لا من حیث التفصیل، وهی توصله بالذات الی حکم اجمالی مثل کون کل مایؤمر به واجبا، وکل منهی عنه حراما ونحو ذلک وهذا لا یسمی فقها فی الاصطلاح" [1]

(ادلہ میں دو اعتبارات ہیں پہلا اعتبار ان کے معین ہونے کی حیثیت سے ہے اور یہ فقیہ کا کام ہے اور وہ ادلہ فقہ کے قریب پہنچانے والے ہیں اور فقیہ کبھی احکام کو ادلہ سے جانے گا اگر وہ اصولی ہے اور کبھی تقلید کے ذریعے جانے گا اور ان احکام کو اصول سے اخذ کرے گا پھر وہ ان احکام کو ادلہ پر مرتب کرے گا تو ان کی معرفت اس کو حاصل ہوگی اور دوسرا اعتبار ان ادلہ کے کلی ہونے کی حیثیت سے ہے میری مراد یہ ہے کہ ان ادلہ کو کلی میں مندرج ہونے کی حیثیت سے جانے گا۔ اگر چہ وہ ان کے اصول واجزاء سے واقف نہیں تھا اور یہ اصولی کا کام ہے وہ اصول کو کلی حیثیت سے جانتا ہے نہ کہ جزی حیثیت سے، جبکہ فقیہ جزی حیثیت سے احکام کے ادلہ کو جانے گا نہ کہ کلی ہونے کے اعتبار سے پس اسے کلی کی معرفت صرف اس قدر ہوگی کہ وہ جزی میں مندرج ہوتے ہیں نہ کہ اس حیثیت سے کہ وہ کلی ہیں ادلہ اجمالیہ کلیہ ہیں اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ اجمالی حیثیت سے جانے جاتے ہیں نہ کہ تفصیلی طور پر اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے حکم اجمالی تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ ہر امر وجوب کے لئے اور نہی حرام کے لئے ہوتی ہے اور اس کا نام فقہ نہیں رکھا جاتا)

"اجمالا" کی قید کا فائدہ.......... اس کے ذکر سے علم خلاف نکل گیا کیونکہ اس میں فقہ کے تفصیلی دلائل کی معرفت مقصود ہوتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان سے احکام کا استنباط ہو سکے بلکہ اس لئے کہ وہ آلہ بن سکے جس کے ذریعے وہ اپنے امام کے نقطہ نظر کا دفاع کر سکے اور اس کے بارے میں کبھی اس کے پاس کوئی مستند دلیل بھی نہیں ہوتی جس سے وہ استدلال کر سکے۔ کیونکہ اگر خلاف مستند دلیل پیش کر کے استدلال کر سکے تو وہ اصولی اور مجتہدانہ حیثیت کا حامل ہو جائے گا خلافی شخص فقہی دلائل اور اس کے احوال کا محقق نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے امام کی بات پر مضبوطی سے قائم رہ کر اس مسئلہ میں اجمالی طور پر اتنا ہی جانتا ہے کہ اس کے امام نے یہی رائے دی اور یہی حکم لگایا ہے اس کے نزدیک اثبات حکم کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے۔

قوله "وكيفية الاستفادة منها"........ بیان کے قول "دلائل" پر عطف ہے تو اس لحاظ سے اس کا معنی "معرفة دلائل الفقه ومعرفة كيفية الاستفادة منها" ہو جائے گا اور "الاستفادة" میں "ال" "مضاف الیہ سے بدل (عوض) ہے اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ فقہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ "الدلیل" ہو، اگر مذکورہ دونوں احتمالی

[1] الابهاج فی شرح المنهاج علی منهاج الوصول الی الاصول للقاضی بیضاوی۔ شیخ الاسلام علی بن عبدالکافی السبکی متوفی ۷۵۶ھ، وولدہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ/۱ ۲۲-۲۳، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴ء

معنی میں سے پہلے معنی کی صورت میں احکام شرعیہ کے ادلہ سے استفادہ کی کیفیت کی معرفت مراد ہوگی اور اس میں "منھا" کی ضمیر (ادلہ) اجمالیہ کے بجائے (ادلہ) تفصیلیہ کے معنی میں ادلہ کی طرف راجع ہوگی۔ کیونکہ احکام ادلہ کلیہ سے نہیں بلکہ ادلہ تفصیلیہ سے مستفاد ہوتے ہیں اور یہاں لفظ "ادلہ" بمعنی اجمالیہ ہوگا اور ضمیر دوسرے معنی یعنی التفصیلیہ کی طرف لوٹے گی .... اور اگر دوسرے احتمال کے مطابق الدلیل کو مضاف الیہ مانا جائے تو اس وقت اس کا معنی "معرفة کیفیة استفادة الدلیل من الادلة" ہوگا۔

الغرض اس ساری بات کا مقصد یہ ہے کہ علم اصول میں ادلہ کے مابین تعارض اور تعارض کے وقت ان میں ترجیح زیرِ بحث ہو، اور احوال ادلہ اس بحث کا ہدف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ ادلہ سے احکام شرعیہ کے استنباط تک توصل حاصل ہوتا ہے۔ اصولی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ادلہ کے مابین تعارض کا عالم ہو اور جمہور کی رائے کے مطابق یہ تعارض ادلہ قطعیہ میں نہیں پایا جاتا، بلکہ ادلہ ظنیہ میں ہوتا ہے۔ ادلہ میں تعارض کے وقت ترجیح کے مقصد کا واضح طور پر اصولی کے سامنے ہونا چاہیے تاکہ ادلہ سے احکام کے استنباط پر متمکن ہو سکے۔

ادلہ میں ترجیحات کے سات طرق ہیں۔ جن کی مدد سے ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہے اور جو راوی کے حال سے متعلق ہیں وہ بیس (۲۰) ہیں۔ روایت کے وقت میں ترجیح، کیفیت رواہ میں ترجیح، خبر کے ورود کے وقت ترجیح، لفظ کے اعتبار سے ترجیح، حکم کے واسطہ سے ترجیح اور امر خارجی کے اعتبار سے ترجیح۔ اسی طرح دلائل فقہ کی معرفت اور ان سے احکام شرعیہ کا استنباط، استدلال کی شرائط کی معرفت پر موقوف ہے۔ جیسے ظاہر پر نص کو اور احاد پر متواتر کو مقدم رکھنا۔

قولہ "وحال المستفید" .... یہ بھی دلائل پر معطوف ہے۔ یہاں لفظ معرفۃ مقدر ہوگا، اب معنی ہوگا۔ "ومعرفة حال المستفید" مجتہد کو مستفید اس لئے کہا گیا کیونکہ وہ دلیل سے حکم تلاش کرتا ہے۔ قاضی بیضاوی نے تعریف میں اس عبارت (وحال المستفید) کا اضافہ اس لئے کیا تاکہ واضح ہو سکے کہ اصول میں مجتہد کے حال اور ان شروط کا ذکر ہوتا ہے جس کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔

شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے فرمایا:

"وحال مستفیدها أی وصفات مستفید جزئیات ادلة الفقه الاجمالیة وهو المجتهد، لانه یستفیدها بالمرجحات عند تعارضها دون المقلد" [1]

(اور اس کے مستفید کا حال یعنی فقہ کے اجمالی ادلہ کی جزئیات سے مستفید ہونے والے کی صفات اور وہ مجتہد ہے کیونکہ وہ مقلد کی بہ نسبت ان میں تعارض کے وقت، وجہ ترجیح جان کر ان سے مستفید ہوتا ہے)

اصولی اور مجتہد کے مابین فرق .... اس مقام پر اصولی و مجتہد کا فرق بھی جان لینا مناسب ہوگا۔ مختصر الفاظ میں فرق مندرجہ ذیل ہے:

[1] غایة الوصول۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی متوفی ساتویں صدی ہجری ص ۲۴۔ مصر، مطبعہ عیسٰی البابی الحلبی سن ند

فرق (۱) : مجتہد ادلہ تفصیلیہ اور ادلہ اجمالیہ دونوں کا عارف ہوتا ہے۔
اصولی صرف ادلہ اجمالیہ کا عارف ہوتا ہے۔

فرق (۲) : مجتہد اجتہاد کی شرائط کو جانتا ہے اور لازماً ان شرائط پر پورا اُترتا ہے۔
اصولی اجتہاد کی شرائط کو جانتا ہے مگر اس کا اہل نہیں۔

فرق (۳) : ہر مجتہد لازمی طور سے اصولی بھی ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر اصولی مجتہد بھی ہو۔

قاضی بیضاوی سے منقول اصول فقہ کی تعریف پر چند اعتراضات و جوابات :

امام اسنوی نے قاضی بیضاوی سے منقول اصول فقہ کی تعریف کی شرح کرنے کے بعد لکھا :
" وهذا الحد ذكره صاحب الحاصل فقلده فيه المصنف ، وفيه نظر من وجوه " [1]
(یہ تعریف صاحب الحاصل نے بیان کی، مصنف نے یہاں ان کی پیروی میں اس کو نقل کیا، اس میں کئی وجوہ سے نظر ہے)

امام اسنوی نے پھر پانچ اعتراضات کئے، ان میں سے چند کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

اعتراض (۱) ....اصول فقہ کی مذکورہ تعریف غیر جامع ہے اس لئے کہ علم اللہ ہر شئی پر محیط ہے۔ " ألا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير " [2] اور علم اصول فقہ بھی جملہ معلوم میں شامل ہے۔ مگر یہاں علم اصول فقہ کی تعریف میں "المعرفة" کے کلمہ سے علم اللہ خارج ہو گیا کیونکہ معرفت کا اطلاق علم پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب شئی سابق میں مجہول تھی پھر حاصل ہوئی ہو۔

امام اسنوی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اصول فقہ کا عالم ہے مگر اس کے علم کو اصول فقہ کے عالم ہونے سے موسوم نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ علم اصول مسائل اور ان کی تصدیق یا ملکہ کے لئے وضع کیا گیا ہے اور یہ سب امور حوادث ہیں۔ اس وجہ سے علم اللہ اصول فقہ کی تعریف میں داخل نہیں ہوگا اور اس سے اس کی شان کبریائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور اللہ کا علم حضوری ہے۔

اعتراض (۲)............ قاضی بیضاوی سے منقول تعریف خطائے صرفی پر مشتمل ہے کیونکہ تعریف میں دلیل کی جمع دلائل مذکور ہے جو جمع غیر قیاسی ہے۔ اس طرح عرب سے نہیں سنا گیا اور قیاس یہ کہتا ہے کہ "دلیل" کی جمع "افعلة" کے وزن پر ہو، کیونکہ وہ اسم جنس ہے اور جب اسم جنس فعیل کے وزن پر ہو تو اس کی جمع "فعائل" نہیں آتی۔

اس اعتراض کے جواب میں اسنوی فرماتے ہیں :

اوّل : دلیل کی جمع دلائل کے وزن پر لانا درست ہے اور یہ اس قبیل سے ہے جس میں "وصید" کی جمع "وصائد" آتی ہے۔

دوم : امام شافعی جو لغت میں حجت مانے جاتے ہیں، انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الام" اور "الرسالہ" میں کئی مواقع پر دلائل بمعنی دلیل ذکر کیا ہے۔ اس لئے مصنف کے یہاں بیان کرنے میں کوئی شئی مانع نہ تھی۔

سوم : دلیل اسم جنس نہیں بلکہ مؤنث کا علم جنس ہے اور حجت ہے اور دلیل کی دلائل کے وزن پر جمع قیاسی ہے جیسے "سعید" کی جمع "سعاد" آتی ہے جو ایک عورت کا نام ہے۔ [3]

---

[1] نهاية السول۔ جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، ۲۴/۱۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء
[2] الملک : ۱۴
[3] نهاية السول۔ امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، ۲۴/۱۔ ۲۵ ملخص

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) سے منقول فقہ کی اصطلاحی تعریف وتشریح :

اصولیین سے منقول فقہ کی کئی تعریفات گزر چکی ہیں اور وہاں ہم نے قاضی بیضاوی سے منقول فقہ کی تعریف بیان کی تھی اور آخر میں اس کی تشریح کا ذکر کیا۔ اس کے انتخاب کی وجوہات وہی ہیں جو ان کی اصول فقہ کی لقبی تعریف کی شرح سے قبل بیان کی گئیں۔ قاضی بیضاوی نے فقہ کی یہ تعریف کی : "العلم بالاحکام الشرعیة العملیة المکتسب من ادلتها التفصیلیة" جس کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

قولہ : "العلم" اس میں "ال" جنس کا ہے اس میں ہر علم شامل ہے خواہ وہ ذات، صفات، افعال یا احکام کا ہو۔ یہاں علم سے مراد مطلقاً ادراک ہے جو علم وظن دونوں کو شامل ہے اس لئے کہ احکام عملیہ تو ادلہ قطعیہ وظنیہ دونوں سے ثابت ہوتے ہیں خواہ نصوص ظنی الدلالہ یا ظنی الثبوت ہو یا نص کے بغیر یہی امارات کے ذریعہ ثابت ہو۔ شارع نے جس کا راستہ مجتہد امام کے سامنے روشن کر رکھا ہوتا کہ وہ ان امارات سے حکم ظاہر کرے۔ احکام فقہیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے احکام کی دلیل ظنی ہے مثلاً صحت نکاح کا ولی کی اجازت پر موقوف ہونا شوافع کے یہاں ایک فقہی حکم ہے[1] جس کی دلیل ظنی ہے اور اس کی بنیاد آنحضرت ﷺ کا فرمان لا نکاح الا بولی ہے۔[2]

یہ حدیث فقہی حکم پر قطعی الدلالہ نہیں کیونکہ یہاں جس طرح شوافع بغیر ولی کی اجازت کے صحت نکاح (انعقاد نکاح) کی نفی کا قول کرتے ہیں اسی طرح یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد کمالِ نکاح کی نفی ہو۔ جیسا کہ احناف وغیرہ کا مسلک ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب "لانکاح کامل الا بولی" ہے۔[3]

اور اس طرح کے معاملات میں احکام کی دلیل ظنی ہونے کی حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ اگر ان معاملات میں احکام کا ثبوت دلالت قطعی پر موقوف ہوتا تو ضرر رحرج واقع ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : "وما جعل علیکم فی الدین من حرج"[4] (اور اس (اللہ) نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی روا نہیں رکھی)۔

قولہ "بالاحکام" : یہ بھی درست ہے کہ اس میں "باء" اصلیہ ہو اور علم بمعنی احاطہ ہو۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ "باء" زائدہ ہو اور چونکہ مصدر معرف بالالف واللام ضعیف العمل ہے اس لئے اس کے معمول پر حرف کا اضافہ کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے عمل کو تقویت ہو جاتی ہے۔ "الاحکام" حکم کی جمع ہے مختلف علوم میں مختلف معنی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

عرف میں اس کا اطلاق "اثبات امر لامر او نفیہ عنہ" پر ہوتا ہے جیسے "ان الشمس مشرقة اولیست مشرقة" مناطقہ کے نزدیک "ادراک الوقوع او عدمه" اور اصولیین کے نزدیک اس کا اطلاق "خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء او التخییر او الوضع" (اللہ کا وہ حکم جس میں مکلفین کو کام کے کرنے یا ترک جانے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو) پر ہوتا ہے۔ الاحکام کی قید سے ذوات کا علم جیسے زید، صفات کا علم جیسے زید کا کالا یا گورا ہونا اور افعال کا علم جیسے زید کے قیام وقعود کا علم، سے احتراز ہو گیا۔

---

[1] الفقہ الاسلامی وادلتہ، وہبہ الزحیلی ۷/ ۸۲۔ ۸۴ بخلص، دمشق، دار الفکر طبع ثالث ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء

[2] سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ ابواب النکاح باب لا نکاح الا بولی۔ مشکوٰۃ المصابیح، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ متوفی ۷۳۷ھ، باب الولی فی نکاح

[3] الفقہ الاسلامی وادلة۔ وہبہ الزحیلی ۷/ ۸۲۔ ۸۴ بخلص، دمشق دار الفکر طبع ثالث ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء [4] الحج : ۷۸

قولہ "الشرعیة" اس قید سے مندرجہ ذیل باتوں کا علم فقہ کی تعریف سے خارج ہو گیا۔

احکام عقلیہ کا علم نکل گیا جس کے حکم میں عقل بغیر حس کی طرف استناد کیے خود مختار ہوتی ہے۔ مثلاً حساب، ہندسہ اور یہ کہ ایک دو کا نصف ہے۔

احکام حسیہ بھی نکل گئے جس میں عقل کے حکم کی استناد حس کی طرف ہوتی ہے جیسے کہ آگ جلانے والی ہے۔

احکام لغویہ بھی خارج ہو گئے، جیسے اس بات کا حکم کہ "ان الفاعل مرفوع و أن المفعول منصوب" (فاعل مرفوع اور مفعول منصوب ہوتا ہے)۔

احکام عادیہ بھی خارج ہو گئے، یعنی وہ احکام جن کا صدور عادت یا تجربہ کی بناء پر ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حکم فلاں معین دوا فلاں معین مرض کے علاج میں مفید ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ احکام عقلیہ حسیہ، لغویہ اور عادیہ احکام فقہیہ میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا حکم شرع کے طریق سے مستفاد نہیں ہوتا۔

احکام شرعیہ عملیہ کے علم سے کتنی مقدار مراد ہے؟ فقہ احکام شرعیہ عملیہ کے علم کا نام ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنے علم کا نام ہے؟ اس کی مقدار کیا ہے؟ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

☆ ممکن ہے کہ قیامت تک ہونے والے مجموع احکام کا علم مراد ہو۔ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حوادثات اور نت نئے مسائل روز بروز پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ان سب کو انسانی علم محیط نہیں ہو سکتا۔

☆ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہر وہ مسئلہ جو مجتہد کی زندگی میں اس کے سامنے پیش آئے اس کا علم مراد ہو، لیکن یہ بھی درست نہیں کیونکہ مجتہدین کی زندگی میں ایسے مسائل پیش آئے جس کے جواب میں انہوں نے "لا ادری" (میں نہیں جانتا) کہا۔ مثلاً امام مالکؒ سے چالیس (۴۰) سوال پوچھے گئے تو چھتیس (۳۶) کے متعلق آپ نے لا ادری فرمایا۔

☆ ممکن ہے کہ کل میں سے بعض معینہ احکام کا علم مثلاً کل مسائل کا ثلث، نصف یا اس سے زیادہ یا کم مراد ہو۔ لیکن یہ بھی درست نہیں کیونکہ جب "مقدار کل" مجہول ہے تو اس کا بعض یا اکثر کیسے متعین ہو سکتا ہے۔

☆ ممکن ہے کہ بعض مطلق احکام مراد ہوں، جیسا کہ فواتح الرحموت میں ہے یہ بھی درست نہیں، کیونکہ پھر تو اس شخص کو بھی فقیہ کہنا درست ہوگا جسے ایک یا دو ادلہ تفصیل سے یاد ہوں، جیسے وجوب صلوٰۃ "اقیموا الصلوٰۃ" سے۔

☆ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ مجتہد ہر مسئلہ کا حل اجتہاد کر کے تلاش کر سکتا ہو۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ علمائے مجتہدین ایسے بھی ہیں کہ زندگی بھر بعض احکام معلوم نہیں کر سکے۔ مثلاً جب امام ابوحنیفہؒ سے مشرکین کی بچپن میں فوت ہونے والی اولاد کے عذاب دیئے جانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے لا ادری فرمایا اور "واللہ لا اکلمہ الدھر" میں دھر سے کتنی مقدار مراد ہے؟ امام ابوحنیفہؒ ساری زندگی اس کا حکم معلوم نہیں کر سکے۔

اس لئے توقف فرمایا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر اجتہاد کر بھی لیا جائے تو غلطی وخطا کا امکان تو باقی رہتا ہے اور بعض حوادث کے احکام ایسے ہوتے ہیں جن میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔

صدر الشریعہ نے التوضیح میں چاروں صورتیں بتا کر ان کا رد کیا جیسا کہ ذکر ہوا مگر علامہ تفتازانی نے مذکورہ بالا موقف رکھنے والے حضرات جیسے ابن حاجب اور اشاعرہ وغیرہ کا ساتھ دیتے ہوئے ان چاروں کو درست قرار دینے کی توجیہ کی اور صدر الشریعہ کا رد کیا جنہوں نے مختلف اصولیین کے مرادی معنی بیان کئے اور پھر ان کا رد کیا تھا۔[1]

وقوله "العمليه": شریعت کے وہ احکام جن کا تعلق عمل سے ہے اسی لئے مکلفین کے افعال فقہ کا موضوع ہیں۔ اس سے احکام شرعیہ اعتقادیہ خارج ہوگئے۔ جیسے علم بوحدانية الله۔ کیونکہ علم التوحید میں اس سے بحث کی جاتی ہے فقہ میں نہیں۔ شریعت کے وہ عملی احکام فقہ میں داخل ہیں جن کا تعلق جوارح ظاہرہ سے ہے۔ مثلاً صلاة وصيام اور حرمة الزنى و السرقة اور جو جوارح باطنہ غیر اعتقادیہ سے متعلق ہیں، جیسے نیت۔

وقوله "المكتسب": یہ مرفوع اور العلم کی صفت ہے جس کا معنی "الحاصل بعد ان لم يكن" (جو نہ ہونے کے بعد حاصل ہوئی)۔ اس وصف سے معلوم ہو گیا کہ فقہ ان احکام کی معرفت کا نام ہے جو ادلہ میں بحث ونظر سے حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لئے علم باری تعالیٰ کو فقہ میں شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ کسی سے مکتسب نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا علم جس کا ذریعہ منصوص منزلہ تھیں وہ بھی فقہ میں شمار نہیں، کیونکہ وہ بحث، نظر اور اجتہاد کے ذریعہ حاصل کیا ہوا نہیں ہے بلکہ وحی کے واسطہ سے ہے۔ "المكتسب" کی احکام پر اس طرح بھی تطبیق کی جا سکتی ہے کہ اس سے وہ احکام جو دین میں ضرورۃ معلوم ہیں۔ مثلاً صوم و صلاة کا واجب ہونا اور قتل کے حرام ہونے کا ادله تفصيليه لقوله تعالىٰ "كتب عليكم الصيام" اور "اقيموا الصلوة" ان کا علم نکل جائے، کیونکہ صرف یہ جان لینا فقہ نہیں کہلائے گا کیونکہ ان کا علم اجتہاد ونظر کے واسطہ سے نہیں حاصل ہوا۔

واضح رہے کہ دو یا تین مسائل کا ادلہ تفصیلیہ سے علم کو فقہ کی تعریف سے خارج کرنے کے لئے امام رازی نے "التى لا يعلم كونها من الدين بالضرورة" (جن کا دین میں سے ہونا بداهة کسی کو معلوم نہیں ہو) اور کسی نے "الاكتساب" اور کسی نے "الاستدلال" وغیرہ کا اضافہ کیا۔

قوله "من الادلة": جار مجرور سے مل کر المکتسب سے متعلق ہو اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ ملائکہ کا علم فقہ سے نکل جائے گا۔ کیونکہ ان کا علم ادلہ سے نہیں بلکہ لوح محفوظ سے مکتسب ہے اور بعض علماء کی رائے ہے کہ "من الادله" کا کوئی فائدہ نہیں، صرف بیان واقعہ کے لئے ذکر کیا گیا۔

قوله "التفصيلية": "التفصيليه" (الجزئیہ) یہ اجمالیہ کا مقابل ہے۔ اصولیین میں سے امام اسنوی نے اور امام رازی نے المحصول میں اور ان کی پیروی میں صاحب الحاصل اور التحصیل نے اس کا یہ فائدہ بتایا کہ مقلد کا علم احکام فقہ سے خارج ہو گیا، کیونکہ مقلد کا علم ادلہ تفصیلہ سے مکتسب نہیں ہوتا بلکہ دلیل اجمالی سے مستفاد ہوتا ہے۔[2]

[1] التوضيح والتلويح ص ۳۴-۳۸ ملخص کراچی، نور محمد اصح المطابع ۱۴۰۰ھ، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت عبد العلی محمد بن نظام الدين الانصارى ۱/۱۱ مصر مطبعہ الامیریہ بولاق سنہ ۱۳۲۲ھ

[2] نهاية السول۔ جمال الدين عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، ۱/۱۱۔۱۳، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء، المحصول فی اصول الفقه، امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، ۱۰/۱

ظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ "التفصیلیۃ" بھی یہاں صرف بیان واقع کے لئے لایا گیا ہے۔ اس سے کسی شی کا احتراز مقصود نہیں ہے اور صرف اس لئے لائے ہیں کہ اصول کی تعریف میں اجمالاً کا مقابل بن سکے۔ ورنہ احکام سے مقلد کا علم تو ان کے قول المکتسب من الادلہ سے پہلے ہی نکل چکا تھا چونکہ مقلد کا علم مجتہد سے ماخوذ ہوتا ہے نہ کہ ادلہ سے۔

فقہ واصول فقہ میں فرق.......... ان دونوں کے اہم فروق مندرجہ ذیل ہیں :

فرق اول : اصول فقہ اس منہج واسس سے عبارت ہے جو اس راستہ کی طرف رہنمائی وتوضیح کرتا ہے جس کی ادلہ سے احکام کے استخراج کے وقت فقیہ پر پابندی لازمی ہوتی ہے اور وہ اس کی روشنی میں ان احکام کو مرتب کر کے قرآن کی سنت پر اور سنت کی دیگر پر تقدیم وغیرہ کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ جبکہ فقہ تو ان مناہج کی تقیید کے ساتھ احکام کا ادلہ سے استخراج کرنے کا نام ہے۔ فقہ کے مقابلہ میں اصول فقہ کی مثال ایسی ہے جیسی کہ تمام علوم فلسفیہ میں علم منطق کو حاصل ہے جو ایک میزان ہے۔ عقل میں پختگی لاتا ہے اور خطائے فکری سے بچاتا ہے۔

فرق دوم : اصول فقہ کا موضوع ادلہ اجمالیہ ہیں۔ اس حیثیت سے کہ ان کے ذریعہ سے احکام کلیہ کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اصولی قیاس اور اس کی حجیت سے متعلق بحث کرتا ہے۔ عام اور اس کی تقیید، امر اور اس کے مدلول وغیرہ اس کا موضوع بحث ہوتے ہیں، جبکہ فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے اس حیثیت سے کہ اس کے لئے احکام شرعیہ ثابت ہیں۔ فقیہ مکلف کی بیع، اجارہ، رہن، صلاۃ اور اس کے صوم وغیرہ سے متعلق بحث کرتا ہے اور ان افعال میں سے ہر فعل کے حکم شرعی کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

فرق سوم : اصول فقہ کے مباحث علم کلام اور لغت عربیہ سے مستمد ہیں۔ جبکہ فقہ ان بعض کلامی مباحث سے مستمد ہے جن کا ادلہ شرعیہ سے تعلق ہے جیسے اس بات کا اثبات کہ جو مصحف کے گتوں کے درمیان ہے وہ کلام اللہ ہے اور اس بات پر براہین کہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتا کہ اس کے ذریعہ تبلیغ کا فریضہ انجام دے سکیں۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عربی لغت میں سے صرف وہی حصہ اصول کے مباحث میں شامل ہے جو اقتضائے الفاظ سے متعلق ہے تو کتاب وسنت اور اُمت کے ارباب حل وعقد کے اقوال سے ادلہ لفظیہ کی دلالت کی معرفت، حقیقت ومجاز، عموم وخصوص، مطلق ومقید منطوق ومفہوم ثبوت کے اعتبار سے لغت کی معرفت پر موقوف ہوتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کی معرفت لغت عربیہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

فقہ اصول کا مدلول ہے اور دلیل کا تصور بغیر مدلول کے درک کے نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ فقہ ادلہ شرعیہ مثلاً کتاب، سنت، اجماع، قیاس کے مباحث سے مستمد ہے۔

فرق چہارم : اصول فقہ کی غایت یہ ہے کہ ادلہ تفصیلیہ پر قواعد کلیہ کی تطبیق کی جائے تا کہ اس سے احکام شرعیہ عملیہ کا استنباط اور مسائل اجتہادیہ میں فقہاء کے مابین پائی جانے والی اختلافی آراء کا موازنہ کر کے ترجیح دی جاسکے۔ جبکہ فقہ میں غور وخوض کی غایت یہ ہوتی ہے کہ دنیا وآخرت میں فوز وسعادت حاصل ہو جو اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کر کے ہی ممکن ہوتا ہے۔

فرق پنجم : حکم اللہ کا خطاب ہے۔ اصول فقہ میں نفس خطاب سے بحث ہوتی ہے جبکہ فقہ میں خطاب کے اثر کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کا حکم خطاب ہے لیکن اس کا نتیجہ خطاب نہیں ہے کیونکہ وہ مجتہد نکالتا ہے اور اس سے حکم اخذ کرتا ہے جیسے حلال وحرام واجب وغیرہ۔

اصولی اور فقیہ کے مابین فرق : فقہ واصول فقہ کے مذکورہ بالا فروق سے اصولی اور فقیہ کا فرق بھی واضح ہو گیا ہے کہ

"اصولی وہ ہے جو ادلہ تفصیلیہ میں اس لئے نظر نہیں کرتا کہ ان میں سے احکام شرعیہ کا استنباط کرے۔ بلکہ اس کا مقصد مجانست ومماثلت رکھنے والے احکام کو یکجا کرنا ہوتا ہے اور وہ ان آیات کو جمع کرتا ہے جن میں شارع کی جانب سے اس کی مثل اوامر وارد ہوئے ہیں۔ وہ بعض کو بعض کے ساتھ ملحق کرتا ہے اور ان میں اجمالی نظر ڈالتا ہے اور اس قسم کا نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ امر مطلق جو قرائن سے خالی ہو وجوب کا فائدہ دیتا ہے ورنہ حسب قرینہ اس کا معنی ہوتا ہے۔ اس کی روشنی میں وہ ایک قاعدہ بناتا ہے اور کہتا ہے "امر الشارع اذا خلاعن القرینۃ أفادالو جوب" اسی طرح نواہی اور عموم خصوص وغیرہ سے متعلق وہ اجمالی نظر ڈال کر قاعدہ بنا دیتا ہے"۔

جبکہ فقیہ ادلہ تفصیلیہ میں اجمالی نہیں بلکہ تفصیلی نظر ڈالتا ہے اور ہر دلیل میں الگ الگ غور کرتا ہے۔ اس کے برعکس اصولی مجموعی نظر ڈال کر قاعدہ بنا دیتا ہے۔ فقیہ ان سے حکم شرعی کا ان قواعد کی مدد سے استخراج کرتا ہے جن کو اصولی نے وضع کیا ہوتا ہے۔

مثلاً جب وہ "اقیموا الصلوۃ" میں غور کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ شارع کا امر مطلق ہے اور قرائن سے خالی ہے اور جب قواعد اصولیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اصولیین نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ شارع کا امر مطلق جو قرینہ سے خالی ہو وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔ اس بنیاد پر فقیہ وجوب صلاۃ پر استدلال کرے گا اور کہے گا قولہ تعالیٰ "اقیمو الصلاۃ" شارع کا حکم ہے اور قرائن سے خالی ہے اور شارع کا ہر وہ حکم جو قرائن سے خالی ہو وجوب کا فائدہ دیتا ہے، لہٰذا نماز واجب ہے۔

فقہ واصول کے فرق کی ایک اور طرح سے توضیح .... قیاس منطقی دو اجزاء سے مرکب ہوتا ہے :

مقدمہ صغرائی		مقدمہ کبریٰ	
موضوع (مبتداء)	محمول (خبر)	موضوع (مبتدا)	محمول (خبر)
اقیمو الصلاۃ	امر	و کل امر	للوجوب
لا تقربوا الزنی	نھی	و کل نھی	للتحریم

وضاحت :

اس کا معنی ہوا کہ "اقیموا الصلوۃ" وجوب کے استفادہ کے لئے اور "لا تقربوا الزنی" تحریم کے فائدہ کے لئے ہے۔ ہم نے دلیل تفصیلیہ سے آغاز کیا اور دلیل اجمالی یا اصولی پر اختتام کیا۔ احناف کا یہی طریقہ ہے۔ وہ مقدمہ صغریٰ سے مقدمہ کبریٰ کی طرف جاتے ہیں جبکہ شوافع اس کے برعکس مقدمہ کبریٰ سے صغریٰ کی طرف جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ دلیل اجمالی سے دلیل تفصیلی کی طرف جاتے ہیں۔

اصول فقہ کو علم اصول فقہ کہنے کی وجہ : اصول فقہ ایک مخصوص علم کا نام ہے۔ اس میں علم اصول کی طرف مضاف کر کے علم اصول فقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ توضیح بیان کے لئے ایسا کیا گیا ہے اور جب توضیح وتبیین مقصود ہو تو ایسا کرنا درست ہوتا ہے۔ مثلاً "شجر الاراک" بولا جاتا ہے۔ حالانکہ بغیر شجر (مضاف) کے صرف "اراک" کے معنی پیلو کا درخت ہوتا ہے۔ شجر کو اراک کی طرف مضاف کرنے کی ظاہرا کوئی ضرورت نہیں تھی مگر وضاحت کی غرض سے ایسا کیا گیا جو کہ درست ہوتا ہے۔

☆☆☆

اصول فقہ کا موضوع اور اس کا تحقیقی تجزیہ

علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ کے احوال سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً انسان کے لئے تفکر جو ذات انسانی کو براہ راست یا بلا واسطہ لاحق ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف غنیٰ کی مثال کو پیش کیا جاسکتا ہے جو امر ذاتی نہیں بلکہ امر خارجی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے جو تجارت ہے۔

اصول فقہ کے موضوع کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

پہلا مذہب : اصول فقہ کا موضوع احکام شرعیہ ہیں، اس حیثیت سے کہ وہ ادلہ کے ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اور وہ احکام شرعیہ تکلیفیہ (وجوب ، حرمت ، ندب، کراھت ، اباحت) ہیں اور وضعیہ (یعنی سببیت ، شرطیت ، مانعیت ، صحت و فساد) ہیں۔ بعض علماء جیسے امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "معیار العقول" میں یہی موضوع بیان کیا ہے۔[1]

تجزیہ : اس قول کا بغور جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ ادلہ تعداد میں زیادہ اور اہم ہیں اور علم میں وہی مقصود ہیں۔ اس میں بھی شک نہیں کہ احکام کے لئے بھی ادلہ "اصل" ہیں۔ ان باتوں کی بناء پر لازم ہو جاتا ہے کہ اصول فقہ کا موضوع احکام کے بجائے ادلہ ہوں۔

دوسرا مذہب : اصول فقہ کا موضوع ادلہ ، ترجیح اور اجتہاد ہیں۔ یہ بعض شافعیہ مثلاً ابن قاسم العبادی کا مذہب ہے۔ ان کی اپنے موقف پر دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ میں ترجیح اور اجتہاد کے عوارض ذاتیہ سے ادلہ کے عوارض ذاتیہ کی طرح بحث کی جاتی ہے لہٰذا دونوں کے مباحث بھی اس علم کا موضوع ہیں۔

تجزیہ : یہ قول درست نہیں ہے، کیونکہ ترجیح پر بحث اس وقت کی جاتی ہے جب ادلہ کے اغراض میں ظاہری تعارض نظر آتا ہو۔ اسی طرح اجتہاد بھی اس وقت زیرِ بحث لایا جاتا ہے جب مجتہد کو ان ادلہ شرعیہ سے احکام کا استنباط کرنا ہوتا ہے تو اجتہاد کا اساسی نہیں بلکہ استطراداً ذکر ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اصولیین علم اصول میں مقلد کے حال سے بحث کرتے ہیں لیکن اس کو مقاصدِ علم اصول میں شمار نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے مباحث تقلید و استفتاء کو کتب اصول میں ذکر نہیں کیا۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترجیح و اجتہاد اصول فقہ کا موضوع نہیں ہیں۔

تیسرا مذہب : اصول فقہ کا موضوع ادلہ و احکام دونوں ہیں۔ یہ صدر الشریعہ اور امام شوکانی کا مذہب ہے۔[2]

تجزیہ :

صدر الشریعہ اور شارح تفتازانی نے اس حوالہ سے جو بحث قلمبند کی اس کا خلاصہ یہ ہے :

---

[1] مقلمہ الاشارہ فی اصول الفقہ للولید باجی۔ عادل احمد عبدالموجود، علی محمد عوض ص ۶۲، الریاض مکتبہ نزار مصطفی الباز طبع ثانی ۱۱۶۸ھ۔ ۱۹۹۷ء

[2] التلویح علی التوضیح ص ۳۵ کراچی، نور محمد ۱۴۰۰ھ، ارشاد الفحول، محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، ۵۴/۱۔ قاہرہ دار الکتبی سن ند

''اصول فقہ کا موضوع ادلہ واحکام ہیں : اس کی دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ کے تمام مباحث ادلہ واحکام کے عوارض ذاتیہ کو ان کے لئے ثابت کرنے کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ ادلہ اس حیثیت سے کہ وہ احکام کو ثابت کرتے ہیں اور احکام اس حیثیت سے کہ ان کو دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے، یعنی ادلہ کا کام اثبات اور احکام کا ثبوت ہے۔ اس فن کے تمام محمولات مسائل از قبیل اثبات اور ثبوت کے ہوں گے اور وہ بھی جن کو اثبات وثبوت میں کچھ دخل ہو''۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصول فقہ کے مسائل میں ادلہ کو بیان کرتے وقت قیاس واجماع کا احکام کے لئے اثبات کیا جاتا ہے، مگر پہلے دو ادلہ قرآن وسنت پر اس طرح بحث نہیں کی جاتی کہ پہلے ان کا احکام سے اثبات کیا جائے، حالانکہ قرآن وسنت دونوں ہی شامل موضوع ہیں۔

اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ فن میں مقصود اصلی ''نظری'' اور ''کسبی'' مسائل ہوتے ہیں جو ثبوت میں دلیل کے محتاج ہوں۔ بدیہی امور ومسائل مقاصد فن میں داخل نہیں ہوتے۔ یہاں کتاب سنت کا حجت ہونا اصولی کی نگاہ میں بمنزلہ بدیہیات کے ہے جو کہ علم کلام میں ثابت اور مشہور ہے۔ اس لئے ان کو اصول فقہ کے مسائل مبحوثہ میں درج نہیں کیا گیا۔ اور جہاں تک قرآن کریم کی قراءۃ شاذہ اور سنت میں سے خبر واحد کے احکام کو ثابت کرنے کا تعلق ہے چونکہ یہ بین اور بدیہی نہیں تھا اس لئے اصولی حضرات نے اس پر بحث نہیں کی۔

ادلہ کو احکام پر مقدم کرنے کی وجہ :

(۱) دلیل حکم کی بہ نسبت مقدم بالذات ہوتی ہے اور اصول فقہ میں ادلہ کی بحث کی بہ نسبت، زیادہ اہم ہے اور ادلہ تعداد میں احکام سے زیادہ بھی ہیں۔

(۲) علم کا اصل موضوع تو ادلہ ہیں احکام سے اصول فقہ کے الحاقی وتبعی مباحث ہونے کی وجہ سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ مقصود اصلی نہیں ہیں بلکہ تبعاً اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔

کیا کسی ایک فن کے متعدد موضوعات ہو سکتے ہیں؟ اصول فقہ کا موضوع ادلہ واحکام دونوں ہوں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی ایک فن کے کئی موضوعات ہو سکتے ہیں۔ اگر جواب میں ہاں کیا جائے اور علم طب کو بطور دلیل پیش کیا جائے کہ اس کے دو موضوع ہیں ایک احوال بدن اور دوسرا احوال ادویہ۔

تجزیہ : کسی فن کے دو موضوعات ہونے والی بات درست معلوم نہیں ہوتی اور جہاں تک اس سلسلے میں طب کی مثال ہے تو واضح رہے کہ طب کا موضوع صرف بدن انسان ہے اور ادویہ سے اس حیثیت سے بحث کی جاتی ہے کہ بعض ادویہ سے بدن انسان صحیح اور تندرست ہو جاتا ہے اور بعض سے مریض بن جاتا ہے تو درحقیقت یہ بھی بدن انسان کے عوارض واصول سے بحث ہوئی نہ کہ احوال ادویہ سے۔

کیا کثرت موضوع کثرت علم پر دلالت کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ طب کا موضوع بدن اور ادویہ ہیں منطق کا موضوع تصور وتصدیق ہیں۔ ان میں تکثر مسائل ہے اور تکثر مسائل[1] اختلاف علم کا موجب نہیں ہوتا۔

---

[1] التوضیح والتلویح ۔ص ۴۶،۴۸ ملخص کراچی نور محمد ۱۳۰۰ھ۔

ادلہ یا احکام میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے والوں کے خلاف دلیل :

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مباحث کا رجوع " احوال ادلہ " کی طرف ہے اور بعض کا رجوع "احوال احکام" کی طرف ہے۔ جب دونوں کے احوال کے ساتھ مباحث متعلق ہیں تو پھر ایک کو موضوع قرار دے کر مقاصد فن میں شمار کرنا اور دوسرے کو صرف لواحق و توابع میں درج کرنا ناانصافی ہے۔ بات صرف اس حد تک ہے کہ مباحث ادلہ تعداد میں زیادہ اور اہم ہیں اور مباحث احکام قلیل تعداد میں ہیں اس لئے دونوں اصالۃ اور استقلالاً موضوع فن ہیں۔ الغرض یہ کہ حکم اور اس کے مباحث اصول فقہ کے مقصودہ مباحث میں شامل ہیں لیکن مباحث حکم مباحث ادلہ سے موخر رہیں گے اور دونوں کا موضوع بننا اس لئے بھی درست ہے کہ ادلہ کا رجوع بالعموم الی الاربعہ ہوتا ہے اور احکام کا الی الخمسہ وجوب ندبت، حرمت، کراہت، اباحت۔

صدر الشریعہ کا یہ قول سابقہ دو اقوال کی طرح ضعیف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم دلیل کا ثمرہ اور کسی بھی شی کا ثمرہ نفس الشی نہیں ہوتا بلکہ اس کے تابع ہوتا ہے۔

چوتھا مذہب : اصول فقہ کے موضوع کے بارے میں راجح قول یہ ہے کہ وہ ادلہ اجمالیہ ہیں وہ اس حیثیت سے کہ ان کے ذریعے سے احکام کلیہ کا اثبات کیا جاتا ہے تاکہ ادلہ تفصیلیہ سے احکام فقہیہ کے استنباط کی کیفیت تک توصل حاصل ہو سکے یہ جمہور کی رائے ہے[1]۔ اس فن میں ادلہ شرعیہ کلیہ اس حیثیت سے مقصود ہوتے ہیں کہ ان سے احکام کو ثابت کیا جاتا ہے اور پھر احکام کے وضعی یا تکلیفی ہونے سے بحث کی جاتی ہے اور اسی طرح متعلقات احکام یعنی حاکم، محکوم علیہ وغیرہ کا علم کے مسائل کے توابع میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ علامہ سیف اللہ آمدی شافعی نے فرمایا۔

وأما موضوع اصول الفقه، فاعلم أن موضوع كل علم هو الشئى الذى يبحث فى ذلك العلم عن احوال العارضة لذاته، ولما كانت مباحث الاصولين فى علم الاصول لاتخرج عن احوال الادلة الموصلة الى الاحكام الشرعية المبحوث عنها فيه واقسامها، واختلاف مراتبها وكيفية استثمار الاحكام الشرعية عنها على وجه كلى كانت هى موضوع علم الاصول[2]۔

(اور جہاں تک اصول فقہ کا موضوع ہے جان لو کہ ہر شئی کا موضوع وہ ہوتا ہے جس میں اس علم کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اور کیونکہ علم اصول میں اصولیین کے مباحث ادلہ کے احوال جو احکام شرعیہ تک موصل ہوں اور ان کے متعلق بحث اور ان کی اقسام اور ان کے ادلہ کے اختلاف مراتب اور ان سے احکام شرعیہ کے استفادہ کی کیفیت کلی اعتبار سے ان سے خارج نہیں ہوتے تو یہی اصول فقہ کا موضوع ہیں)۔

---

1. الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الآمدی متوفی ۶۳۱ھ، ۱/۱۰۔ بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶ء، التقریر و التحبیر، ابن امیر الحاج حنفی متوفی ۸۷۹ھ، ۳۲/۱، ۳۳، مصر مطبعہ الکبریٰ الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ۔
2. الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الآمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ۔ ۱/۱۰۔ بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۶ء۔

فقہ و اصول فقہ کے موضوع میں فرق.......... ان دونوں کے مابین فرق کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے:

مثلاً " اقیموا الصلوة، واتوا الزکوة، کتب علیکم الصیام، وللہ علی الناس حج البیت" ان تمام آیات میں امر وجوب کے معنی میں مشترک ہے تو کہیں گے " الامر للوجوب"۔
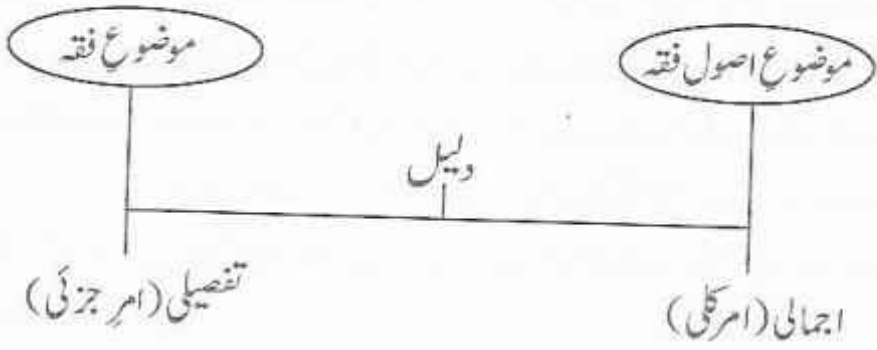
ہر وہ دلیل جو جزء واحد پر کلام کرے مثلاً " اقیموا الصلوة " یہ دلیل ہر امر کے وجوب کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ صرف وجوب صلاۃ کے حکم کو بتاتی ہے۔

دلیل — ظنی: جس پر نص تو ہے مگر مجتہد نے گمان غالب کی بناء پر حکم دیا ہو مثلاً لفظ "قروء" کی تفسیر میں احناف وشوافع کا اختلاف اسی پر دلالت کرتا ہے اگر یہ دلیل قطعی ہوتی تو دونوں کسی صورت ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے۔

دلیل — قطعی: " وامسحوا برؤسکم " یہاں مسح کا حکم دلیل قطعی ہے اس لئے کسی نے بھی نفس مسح کا انکار نہیں کیا مگر چونکہ اس کی مقدار کی تعیین میں دلیل " ظنی " ہے اس لئے اس میں کل یا بعض راس کا اختلاف بھی ہوا ہے۔

☆☆☆

علم اصول فقہ کا استمداد

اصول فقہ تین علوم، علم کلام، علم لغتِ عربیہ اور احکام شرعیہ سے مستمد ہے ہر ایک کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

علم کلام.......... اس سے استمداد کی وجہ یہ ہے کہ اصول فقہ کا موضوع ادلہ سمعیہ اجمالیہ ہیں اس حیثیت سے کہ ان کی جزئیات سے احکام شرعیہ کا اثبات ہوتا ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے یا اصول فقہ کا موضوع احکام ہیں۔اس حیثیت سے کہ ان کا ثبوت بالادلہ ہوتا ہے۔یا ادلہ واحکام دونوں موضوع ہیں جیسا کہ بعض حنفیہ کا مذہب ہے۔ان ادلہ یا علم کی حجیت کا اثبات، احکامِ شرعیہ وغیرہ اللہ کی معرفت اور اس کی صفات اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہوئی وحی پر موقوف ہے۔ ان سب کی معرفت بغیر علم کلام کے کسی دوسرے علم یا فن سے کما حقہ ممکن نہیں ہے۔

علمِ لغت عربیہ.......... لغتِ عربیہ سے استمداد کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وسنت قولیہ اور اقوالِ صحابہ، جمیع اُمت محمدیہ کے ادلہ لفظیہ کی دلالت کی معرفت اس پر موقوف ہے۔ مثلاً حقیقت مجاز، عموم خصوص، اطلاق تقیید، منطوق مفہوم کی معرفت لغت عربیہ کے سوا کسی دوسرے فن سے نہیں ہو سکتی۔

احکامِ شرعیہ.......... اس سے مراد احکامِ شرعیہ کا تصور یعنی حقائق احکام شرعیہ کی معرفت ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے احکام شرعیہ کے اثبات یا نفی کے ہدف تک پہنچا جا سکے۔اسی لئے علامہ امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے فرمایا:

"لا بدأن يكون عالما بحقائق الاحكام ليتصور القصد الى اثباتها ونفيها. وان يتمكن بذلك من ايضاح المسائل بضرب الامثلة وكثرة الشواهد".[1]

"(ضروری ہے کہ وہ حقائق احکام کا عالم ہو، تا کہ ان (احکام شرعیہ) کے اثبات ونفی کے ہدف کو جان سکے اور یہ کہ وہ امثلہ اور کثیر شواہد سے مسائل کی توضیح کرنے پر قادر ہو سکے)"۔

علم اصول فقہ کے تعلم کا حکم

اس علم کا حاصل کرنا دوسرے عالم کی طرح وجوب کفائی ہے۔اُمت کے بعض افراد اس کو سیکھ لیں تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا اور جب کوئی شخص درجہ اجتہاد پر فائز ہو جائے تو اس کے لئے اس علم کا حاصل کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

[1] حوالہ سابق اور شرح العضد، عضد الدین الایجی شافعی متوفی ۷۵۶ھ۔۱/۳۲، ۳۵۔مصر مطبعہ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ

علم اصول فقہ کا فائدہ

اس علم کے بہت سے فوائد ہو سکتے ہیں۔ چند مندرجہ ذیل ہیں :

تاریخی فائدہ.......... اس کے ذریعہ سے متقدمین فقہاء و مجتہدین سے مستنبط، متخرج احکام شرعیہ کے اصول، ان کی کیفیت اور ان کے دقائق معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اُمت کا اپنے شاندار ماضی سے رابطہ مستحکم ہو جاتا ہے۔ اور وہ حال کے لئے اپنے اسلاف کے اصول کی روشنی میں مسائل کا حل اور نتائج حاصل کر لیتے ہیں اور مستقبل کے لئے حکمتِ عملی اور نئے اصول وضع کر لیتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات اُمت کے لئے قلبی سکون و طمانیت کا باعث ہوتی ہے کہ ہمارا حال اپنے ماضی سے مسلسل مربوط ہے۔

علمی و عملی فائدہ.......... اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے دلائل کے ذریعہ احکام کے استنباط و استخراج پر قدرت اور ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ مجتہد کے لئے ہے اور مقلد کے لئے اس کا تاریخی فائدہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ مزید یہ کہ مقلد یہ جان لیتا ہے کہ ائمہ نے جو احکام استنباط کئے ہیں ان کا منبع و ماخذ کیا تھا۔ یہ جان کر اس کو اطمینانِ قلبی حاصل ہوتا ہے اور ترغیب و تحریک پیدا ہوتی ہے جو عمل، اطاعت اور تسلیم و رضا کا سبب بنتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اسے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے۔

اجتہادی فائدہ.......... نئی تحقیق کرنے والوں کے لئے علم اصول فقہ کا حصول بہت ہی زیادہ مفید و معاون ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سابق فقہاء کے اقوال ان میں ترجیح و تخریج کی کیفیت کا علم ہو جاتا ہے جو کہ Personal Law اور Common Law کے لئے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت میں نصوص محدود و متناہی ہیں۔ زمانہ کے تغیرات و حوادث لامحدود اور لامتناہی ہیں اور محدود و متناہی نصوص سے لامحدود و لامتناہی حوادثات کا حل سوائے اجتہاد کے کچھ اور نہیں ہو سکتا اور اجتہاد بغیر قواعد اصول کی معرفت اور بغیر شرعی احکام کی علتوں کے علم اور اس علم میں گہرائی و گیرائی فکر کے نہیں ہو سکتا۔

تقابلی فائدہ.......... عقلی، نقلی اور اصولی دلائل کے بغیر فائدہ مند تقابل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور تقابلِ مذاہب و ادیان عصرِ حاضر کی سب سے بڑی ضرورت و مطالبہ ہے۔ خواہ یہ تقابل مختلف مذاہب کے شرعی میدان میں ہو یا موجودہ قانون کے مقابلہ میں ہو، ہر میدان میں اصولی قواعد پر ہی اعتماد و اعتبار کیا جا سکتا ہے اور اس کے ذریعہ مختلف آراء میں تقابلی موازنہ کر کے کسی دلیل کو قوی یا ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تقابلی مطالعہ کے لئے اصول بہت ضروری ہیں۔ مختلف خطوں کے جغرافیائی و معاشرتی حالات و عوامل بھی تدوین مسائل میں کسی حد تک اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

مثلاً Noel J.Conlson اپنی کتاب "Conflict and Tension in Islamic Jurisprudence" میں عورت کا بغیر ولی کی اجازت کے نکاح درست ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ میں مالکی و حنفی نقطۂ نظر کے تقابلی تجزیہ میں اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ دونوں نقطہ ہائے نظر کی بنیاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیثِ مبارکہ ہی تھیں مگر دونوں ائمہ نے ان احادیثِ مبارکہ سے استنباط فرمایا جو اُن کے ماحول سے زیادہ مطابقت رکھتی تھیں۔ وہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اظہارِ خیال فرماتے ہیں :

In fact the difference has its roots inthe Circumstances of origin of the two earliest schools of law, the Malikis and the Hanafis. Maliki Law developed in the traditionaly Arab Center of Medina. The Social standards it accepted and reflected were naturally those of the patriarchial Arabian tribe in which. Inter alia, the male members of the tribe controlled the marriages of its women. Hanifi law, on the other hand, grew up in the Iraqi Locality of Kufa. Where Persian influcence Predominated (Abu Hanifa himself was of Persian extraction) and where society. In contras to that of Medina, was almost cosmopolitan. In this setting, where the traditional standards of Arabian tribal life had not the same relevance, it was natural that woman sould have a relatively higher status and, in particular, the right to contract her own marriage.[1]

(درحقیقت حنفی و مالکی مکاتبِ فکر فقہ میں بنیادی فرق جغرافیائی حالات و عوامل کا ہے جن میں امام مالک اور امام ابو حنیفہ زندگی گزار رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مالکی فقہ کے مطابق نکاح کے مسئلہ میں عورت کے لئے ولی کی اجازت کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حنفی فقہ کے مطابق ولی کی اجازت ضروری نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس معاملہ میں عورت آزاد ہے۔ دراصل مالکی فقہ کا مرکز مدینۃ النبی ﷺ تھا جہاں قبائلی نظام اپنی سخت قیود کے ساتھ مروّج تھا اور اسی لئے ازدواجی معاملات میں بھی مرد حضرات بااختیار تھے۔ اس کے برخلاف فقہ حنفی کی مرکزیت کوفے میں قائم تھی وہاں کے ماحول میں بڑے پیمانے پر اہلِ فارس کے اثرات اثرانداز تھے۔ ایرانی معاشرے میں عورت کے لئے اتنی سخت قیود نہیں لگائی گئی تھیں اسی بناء پر ان دونوں عظیم ائمہ کی توجیہات میں فرق ہے۔ لازمی طور پر ایسے ماحول و معاشرے سے جہاں عورت اس درجہ حدود و قیود کی پابند نہ تھی اس کو اپنے ازدواجی معاملات میں اس درجہ رعایت دے دینا کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی)۔

ہوسکتا ہے کہ مذکورہ بالا حقائق پرمبنی تجزیہ محض اتفاقی ہو مگر تدوینِ فقہ و مسائل میں کارفرما اصولوں کو مختلف خطوں کے جغرافیائی، معاشرتی و دیگر عوامل و حالات کے تناظر سے بالکل الگ نہیں کیا جاسکتا۔

دینی فوائد............ اصول، شرعی احکام اور اس کے دلائل کو ضبط و محفوظ کرنے کا ایک طریقہ اور ذریعہ ہیں۔ ساتھ ہی ایک مکلف انسان کو دینی احکام پر آمادہ کرنے کا وسیلہ بھی ہوتے ہیں۔ اس موقع پر اہلِ اصول فقہ یہ کہتے ہیں کہ اصول فقہ کا ایک فائدہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت ہے اور یہی معرفت دین و دنیا کی سعادت و کامیابی کی کنجی ہے۔

---

[1] Noel J.Coulson, Coflict and Tension in Isalmic Jurisprudence Pg. 28-29 The University of Chicago Press Chicago London 1969.

خلاصہ بحث :

الغرض علم اصول فقہ ہر مجتہد کے لئے ضروری علوم میں سے ہے۔ ہر مفتی اور ہر اس طالب علم کے لئے جو قضاء وافتاء کا طالب ہو ضروری ہے کہ اس بات سے آگاہی حاصل کرے کہ احکام کہاں سے اور کس طریقہ سے مستنبط کئے جاتے ہیں اور یہ کہ ہمارا حال اپنے ماضی سے کس طرح مربوط ہے۔ مختلف ادوار میں یہ فن کن نشیب وفراز سے گزر کر ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ ایک عالم صرف ائمہ سے احکام کی سماعت پر اکتفا نہیں کر سکتا بلکہ وہ اس بات کا بھی متمنی وخواہاں ہوتا ہے کہ اصل منابع وماخذ تک براہ راست رسائی حاصل کرے اور یہ دیکھے کہ کن ماخذ سے کن اصول کی بنیاد پر کن حالات میں اس کو مستنبط کیا گیا ہے۔۔۔ اور متقدمین نے کن علتوں کو سامنے رکھ کر کن بنیادوں پر اپنے دور کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا، تا کہ وہ ان سے منقول علتوں کو سامنے رکھ کر نئے اصول مرتب کر کے موجودہ دور کے مسائل کا اطمینان بخش حل پیش کر سکے کیونکہ اجتہاد کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہو سکتا جب تک انسان کرۂ ارضی پر آباد ہے۔

☆☆☆

علم اصول فقہ کا واضع

علم اصول فقہ کا واضع کون ہے؟ اس بارے میں تین مشہور آراء ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) اصولِ فقہ کے واضع امام جعفر صادق ؒ (متوفی ۱۴۸ھ) اور ان کے والد امام باقر ؒ ہیں۔

(۲) امامِ اعظم ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) اور ان کے اصحاب اس فن کے واضع ہیں۔

(۳) امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) اس کے واضع ہیں۔

تینوں آراء کا تحقیقی جائزہ :

پہلی رائے .... یہ شیعہ امامیہ کا مسلک ہے کہ امام جعفر صادق اور امام باقر نے سب سے پہلے اصول فقہ کی بنیاد رکھی۔ اور یہ الہام کی ایک صورت تھی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دونوں بزرگوں پر القاء ہوئی تا کہ لوگوں کو صحیح اسلوب پر تعلیم دے سکیں۔ چونکہ ان کا یہ علم الہامی تھا اس لئے ان کو کسی منہاج واجتہاد کی ضرورت نہیں تھی اور ان کا کلام دائمی صواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ اہلِ سنت والجماعت کا اس بارے میں مختلف موقف ہے۔ وہ امام صادق کو مجتہد جانتے ہیں اور مجتہد سے خطا وصواب دونوں باتیں ممکن ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ امام صادق نے اپنی فقہ کے کچھ خاص اصول مقرر کر رکھے تھے مگر ان کو مدون نہیں کیا تھا کیونکہ ان کے زمانہ میں تدوین منہاج کا رواج نہیں تھا بلکہ مسائل واقعی میں افتاء کی حد تک کا معمول تھا۔ ہاں البتہ اہلِ عراق نے مسائل واقعی کے ساتھ متوقع مسائل کا بھی اضافہ کرلیا تھا جس کا نام فقہ تقدیری تھا۔ آیت اللہ الصدر (متوفی ۱۴۰۰ھ) نے فرمایا :

"اعلم ان اول من اسس اصول الفقه وفتح بابه، وفتق مسائله الامام ابو جعفر محمد الباقر، ثم من بعده ابنه الامام ابو عبدالله الصادق، وقد املیا علی اصحابهما قواعده، وجمعوا من ذلک مسائل رتبها المتأخرون علی ترتیب المصنفین فیه بروایات مسندة الیهما متصلة الاسناد، وکتب مسائل الفقه المرویة عنهما بایدینا الی هذا الوقت بحمدالله، منها کتاب اصول آل السید الرسول رتبا علی ترتیب مباحث اصول الفقه الدائرة بین المتاخرین، جمعه السید الشریف الموسوی هاشم بن زین العابدین الخونساری الاصفهانی رضی الله عنه فی نحو عشرین الف بیت کتابة، ومنها الاصول الاصلیة للسید عبدالله العلامة المحدث عبدالله بن محمد الرضا الحسینی، وهذا الکتاب من احسن ماروی ، فیه اصول تبلغ خمسة عشر الف بیت، ومنها الفصول المهمة فی اصول الائمة للشیخ المحدث محمد بن الحسن ابن علی الحر العاملی صاحب کتاب وسائل الشیعة، وحینئذ فقول الجلال السیوطی فی کتاب الأوائل : اول من صنف فی اصول الفقه الشافعی بالا جماع فی غیر محله اِنْ اَرَادَ التاسیس والابتکار، وان اراد التصنیف المتعارف، فقد تقدم علی الامام الشافعی فی التالیف هشام بن الحکم المتکلم المعروف من اصحاب ابی عبدالله الصادق، صنف کتاب الالفاظ ومباحثها،

وهو اهم مباحث هٰذا العلم ثم يونس بن عبدالرحمن مولى آل نقطين صنف كتاب اختلاف الحديث ومباحثه، وهو مبحث تعارض الحديثين، ومسائل التعديل، الترجيح في الحديثين المتعارضين رواه عن الامام موسى الكاظم بن جعفر عليهما السلام، وذكرهما ابو العباس النجاشي في كتابه الرجال والامام الشافعي متأخر عنهما"۔[1]

(جس نے سب سے پہلے اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی اور اس کا دروازہ کھولا اور اس کے مسائل بیان کیے وہ امام ابوجعفر محمد الباقر ہیں اس کے بعد اُن کے صاحبزادہ امام ابوعبداللہ الصادق ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے اس فن کے قواعد اپنے اصحاب کو املا کرادیئے اور ایسے مسائل جمع کیے۔ ان دون بزرگوں سے مروی جو کتب مسائل فقہ ہمارے سامنے ہیں ان میں کتاب اصول آل السید الرسول ہے جسے سید شریف موسوی ہاشم بن زین العابدین خونساری اصفہانی (متوفی ۱۳۱۸ھ) رضی اللہ عنہ نے جمع کیا۔ اسی طرح ایک کتاب "الاصول الاصلیہ" ہے اس کے مؤلف سید عبداللہ العلامہ المحدث عبداللہ بن محمد رضا الحسینی (متوفی ۱۲۴۲ھ) ہیں۔ ایسی ہی ایک اور کتاب "الفصول المهمة في اصول الایمه" ہے اس کے مؤلف شیخ المحدث محمد بن الحسن ابن علی الحر العاملی (متوفی ۱۱۹۹ھ) صاحب کتاب وسائل الشیعہ ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاوائل میں لکھا کہ اصولِ فقہ میں امام شافعی پر بھی مقدم ہشام بن الحکم جو اصحاب امام صادق میں سے ایک ہیں، وہ ہیں پھر یوسف بن عبدالرحمٰن ہیں جنہوں نے امام موسیٰ بن کاظم بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی)۔

شعبان محمد اسماعیل نے سید حسن صدر کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"فالقواعد التي يشير اليها السيد حسن الصدر.......... انما هي من قبيل مناهج الاستنباط، وطرق الاستدلال.......... وهذا كانت موجودة حتى في عصر الصحابة، رضى الله تعالىٰ عنهم اجمعين"۔[2]

(تو وہ قواعد جن کی طرف سید حسن الصدر نے (امام محمد باقر وامام جعفر کے مدون ہونے کا) جو اشارہ کیا وہ تو مناہج استنباط اور طریق استدلال کے قبیل سے ہے۔ یہ دونوں باتیں تو عصرِ صحابہ میں بھی موجود تھیں)

مصطفیٰ سعید الخن نے اپنی کتاب "دراسۃ تاریخیۃ للفقہ واصولہ" میں السید حسن الصدر کا بیان نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"وفي رايي ان عزو البداءة في التصنيف في هذا...... الى غير الشافعي ان هو إلا خرق للاجماع، او قريب من ذالك، من غير برهان واقعي، ولا دليل مقنع"۔[3]

---

[1] الامام الصادق حياته وعصره اراؤه وفقهه، محمد ابوزہرہ۔ ص ۲۶۷، ۲۶۸۔ مطبعہ احمد علی مخیم سنہ ند، علم الاصول تاريخا وتطورا، على الفاضل القائيني النجفي ص ۴۳، ۴۴۔ اس میں الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ مرکز النشر مکتب الاعلام الاسلامی ۱۴۰۵ھ۔ دروس فی علم الاصول، شہید آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمد باقر الصدر ۱/۵۱۔ ۵۲۔ با اختلاف الفاظ قم موسسہ النشر الاسلامی طبع ثانی ۱۴۱۵ھ۔

[2] اصول الفقه نشاته تطوره والحاجة اليه، شعبان محمد اسماعیل۔ ص ۳۵۔ قاہرہ دار الانصار سنہ ند۔

[3] دراسته تاريخيه للفقه واصوله والاتجاهات التي ظهرت فيهما۔ سعید الخن ص ۱۶۴ الشركة المتحدة للتوزيع سنه ند

(اور میری رائے میں اس (فن) میں امام شافعی کے علاوہ کسی دوسرے کے سبقت رکھنے کا دعویٰ اجماع کے خلاف ہوگا یا اس کی مخالفت کے قریب ہوگا جس کی نہ تو کوئی حقیقت میں برھان ہے اور نہ کوئی شافی دلیل)

ابوزہرہ نے اس کلام پر جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

"ان تصریحات سے ہمیں اختلاف نہیں ہے لیکن ہم امام جعفر اور امام موسیٰ کاظم کی کسی تصنیف کا وجود تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے، ان سے جو کچھ مروی ہے وہ غیر مدون املاء کی صورت میں ہے۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ امام صادق اور امام کاظم تفکیر اصول فقہ میں امام شافعی پر سبقت رکھتے تھے تو ہم مان لیں گے۔ البتہ باقاعدہ تصنیف کی صورت میں ان اصولوں کی تدوین میں امام شافعی سبقت رکھتے ہیں اور اس سے ان دونوں آئمہ جلیل کے مرتبہ اور عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ یہ حضرات تالیف و تصنیف کے خوگر نہیں تھے۔ یہ تو بحث و توجیہہ اور تلقین و ارشاد میں مصروف و منہمک رہتے تھے اور ان دونوں حضرات کے زمانے میں تالیف و تصنیف کا کوئی خاص رواج بھی نہیں تھا۔ کسی حد تک تدوین تو تھی لیکن اسے تالیف قرار نہیں دیا جاسکتا اور تدوین مذاکرات واقوال کے سلسلے تو درحقیقت عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم کے عہد میں کام شروع ہو گیا تھا"۔ [1]

اس کے بعد وہ امام سیوطی کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

جہاں تک امام جلال الدین سیوطی کے بیان کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے ہشام بن الحکم اس حیثیت امام شافعی پر سبقت رکھتے ہیں جو انہوں نے فن لفظ پر لکھی تھی اور یونس بن عبدالرحمن امام شافعی پر اس اعتبار سے سبقت رکھتے ہیں کہ انہوں نے ان سے پہلے حدیث پر کتاب لکھی تھی۔ بلا شبہ یہ دونوں موضوعات علم اصول فقہ کا جزو ہیں لیکن مکمل علم نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ مباحث الفاظ کا تعلق علوم لغت سے ہے۔ اسی طرح اختلاف حدیث کی بحث علم حدیث کا جزو ہے لہٰذا ان دونوں کو علم اصول کا مؤسس ماننا مشکل ہے۔ تاسیس کا فریضہ تو امام شافعی نے انجام دیا لیکن تاسیس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ امام شافعی نے جو کچھ لکھ دیا وہ حرف آخر تھا، ان کے بعد کے لوگوں نے اس علم کو اور زیادہ جامع اور مکمل بنایا۔ امام صادق نے اپنا منہاج واستنباط مدون نہیں کیا لیکن ایک طرز بنا دیا تھا۔ مثلاً وہ اس کے قائل تھے کہ دین میں اصل واساس کتاب اللہ ہے جو سنت پر بھی مقدم ہے۔ سنت اگر مخالف قرآن ہو تو ترک کر دی جائے گی۔ الکافی میں ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہر چیز کھول کر بیان کردی ہے۔ اللہ نے کوئی ایسی چیز ترک نہیں کی ہے جس کے جاننے کے بندے محتاج ہوں۔ "الکافی" میں ہشام بن الحکم وغیرہ ابوعبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا : "اے لوگو! میری طرف سے تم تک جو بات آئے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہے تو میں نے کہی ہے اور اگر کتاب اللہ کے مخالف ہے تو وہ میرے اقوال نہیں۔

ان ہدایات سے تین امور پر روشنی پڑتی ہے

(۱) احکام شرعیہ میں اصل قرآن کریم ہے احادیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ قرآن کی طرف لوٹایا جائے گا۔

(۲) علم قرآن عمق نظر کا طالب ہے۔

---

[1] الامام الصادق۔ محمد ابوزہرہ، ص ۳۶۸۔۳۶۹ ملخص

(۳) قرآن سنت پر مقدم ہے۔ وہ سنت پر حاکم ہے، اگرچہ سنت اس کی وضاحت کرتی ہے اور تفسیر بیان کرتی ہے۔ امام صادق نے ناسخ و منسوخ کے بارے میں گفتگو کی اور کہا کہ ناسخ و منسوخ قرآن و سنت دونوں میں ہے۔ ان کا یہی منہاج استنباط ہے جس کا وہ التزام فرمایا کرتے تھے۔[1]

دوسری رائے.......... امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اصول فقہ کے واضع ہیں۔ ابوالوفاء الافغانی نے "اصول السرخسی" کے مقدمہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اصول فقہ کا مدون اوّل قرار دیا اور اصول فقہ پر لکھی گئیں ابتدائی کتب کا ان کی تاریخی ترتیب کے لحاظ سے تذکرہ کیا، جس میں امام شافعی کی الرسالہ کو اس فن پر لکھی جانے والی چوتھی کتاب شمار کیا، وہ فرماتے ہیں :

" وأما اوّل من صنف فی علم الاصول . فیما نعلم . فهو امام الائمة ، وسراج الامة ابو حنیفة النعمان رضی الله عنه حیث بین طرق الاستباط فی "کتاب الرای" له ، وتلاه صاحباه القاضی الامام ابویوسف یعقوب بن ابراهیم الانصاری ، والامام الربانی محمد بن الحسن الشیبانی رحمهما الله ، ثم الامام محمد بن ادریس الشافعی رحمة الله صنف الرسالة".[2]

(اور ہمارے علم کے مطابق امام الائمہ، سراج الامہ ابوحنیفہ نعمان ؒ نے علم الاصول پر پہلی کتاب "کتاب الرای" تصنیف کی جس میں استنباط کے طریقے بیان کئے۔ اس کے بعد آپ کے دو شاگردوں قاضی امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری اور امام ربانی محمد بن الحسن الشیبانی رحمہم اللہ نے اس فن پر کتب تصنیف کیں، پھر امام محمد ادریس شافعی رحمۃ اللہ نے اپنا رسالہ تصنیف کیا)

محقق کی رائے :

ہمارے خیال کے مطابق اصول فقہ پر پہلی کتاب "کتاب الرای" ہے جو امام اعظم کی تصنیف ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حل طلب مسئلہ کا حکم باوجود تلاش کے قرآن و سنت میں صراحتاً نظر نہ آئے تو اجتہاد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اجتہاد رائے کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث معاذ میں رسالت مآب ﷺ نے اسی اسلوب کی تعلیم فرمائی۔ اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہ نے ایک کتاب بنام "کتاب الرای" (آدمی کس طرح اپنی رائے قائم کرے) تصنیف کی۔ مسائل میں رائے کا استعمال کس طرح ہوتا ہے یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی، غالباً ہلاکو نے بغداد پر حملہ کر کے وہاں کے علمی ذخیرے کو دریائے دجلہ میں بہا ڈالا، تو ممکن ہے یہ کتاب انہی تباہ شدہ کتابوں میں ضائع ہو گئی ہو۔ اصول فقہ غالباً اپنے موجودہ مفہوم میں پورے کا پورا اس میں نہیں ہوگا لیکن رائے سے استفادہ کر کے اس کو بدلنا، قانون کا مفہوم معلوم کرنا، اس کی تاویل کرنا وغیرہ غالباً اس میں بیان کئے گئے ہوں گے۔ امام ابوحنیفہؒ نے قانون کو جو خدمات انجام دیں وہ سب پر عیاں ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے صرف تصنیفی خدمات انجام نہیں دیں بلکہ اس رواج کو عام کرنے کے لئے ایک تعلیمی اکیڈمی قائم کی جس میں وہ اپنے شاگردوں میں اجتہاد فکر اور آزادی رائے کی صلاحیت پیدا کر دیتے تھے۔ چنانچہ ہر مسئلہ پر ان کے شاگرد

[1] حوالہ سابق ص ۲۶۹ [2] مقدمہ اصول السرخسی۔ ابوالوفاء الافغانی، ۱/۳، لاہور دار المعارف النعمانیہ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء

آزادانہ اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے اور پھر بحث و مباحثہ، غور و خوض کے بعد رد و قبول ہوا۔ ابن خلکان اور ابن ندیم کے مطابق امام ابو یوسف نے اصول فقہ پر کتاب تالیف کی تھی اور ابن خلکان نے ان کو حنفی مذہب پر اصول کی پہلی کتاب کا مدون مانا ہے [1] غالباً یا اصول فقہ پر ایک الگ تصنیف تھی یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کتاب الرای کی شرح ہو۔ امام ابوحنیفہ نے اپنی کتاب الرای لکھنے کے بعد اس کا درس دیا ہو۔ درس کے دوران شرح ہوئی ہوگی اور اعتراضات بھی ہوئے ہوں گے۔ اس ساری بحث و تشریح کو امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الاصول میں جمع کردیا ہوگا مگر امام ابو یوسف کی یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچ سکی۔

ہم اپنی تائید میں امام ابوحنیفہ کے ایک دوسرے ممتاز شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی کو پیش کرسکتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی تھی جس کا نام "کتاب الاصول" تھا۔ ابن ندیم نے ان کی اس کتاب کا ذکر کیا ہے [2]۔

ابوالحسین المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب "المعتمد فی اصول الفقہ" میں امام محمد شیبانی کی کتاب الاصول کے چند حوالے بیان کئے ہیں۔ مثلاً ابوالحسین لکھتے ہیں، امام محمد شیبانی نے کہا کہ اصول فقہ چار چیزیں ہیں: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس [3]۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ چار باتیں امام محمد شیبانی کی کتاب کا خلاصہ ہیں۔ اس کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے متعدد شاگردوں نے کتاب الرای کی شرح کے طور پر اصول فقہ کی کتابیں لکھی ہوں گی۔

ڈاکٹر حمید اللہ اس موقف کی تائید میں فرماتے ہیں کہ:

> "اس رائے کو قائم کرنے کی ایک وجہ اور بھی ہوسکتی ہے کہ امام ابوحنیفہ کی طرف "کتاب السیر" منسوب ہے۔ اگرچہ سوائے چند اقتباسات کے وہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی لیکن اس نام کی کتابیں کم از کم تین چار شاگردوں نے لکھیں۔ مثلاً امام محمد شیبانی نے "کتاب السیر الصغیر" اور "کتاب السیر الکبیر" کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ دونوں ہم تک پہنچیں۔ امام زفر نے "کتاب السیر" لکھی، اسی طرح ابراہیم الفزاری نے بھی کتاب السیر لکھی جو مخطوطے کی صورت میں موجود ہے۔ جس طرح امام ابوحنیفہ کی کتاب السیر سے متاثر ہوکر اور قانون بین الاقوام کے درس کی بنیاد پر ان کے کئی شاگردوں نے کتاب السیر کے نام سے کتابیں تصنیف کیں۔ اسی طرح شاید کتاب الرای کی تدریس کے سلسلے میں بھی وہی صورت پیش آئی اور ان کے بعض شاگردوں نے اس موضوع پر بھی کتابیں لکھیں۔ ممکن ہے کہ اس کو اصول کا نام بھی خود امام ابوحنیفہ نے دیا ہو۔ مگر واضح رہے کہ کتاب الاصول یعنی علم اصول کی جو کتابیں مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں ان میں ابتدائی تین کتابیں یعنی امام ابوحنیفہ کی کتاب الرای، اور امام ابو یوسف، امام محمد شیبانی کی اصول فقہ پر کتاب ہم تک نہیں پہنچیں۔ جو کتاب ہم تک پہنچی ہے محمد امام محمد شیبانی کے ایک شاگرد امام شافعی کی کتاب ہے۔ ممکن ہے کہ امام ابوحنیفہ کے استادوں نے بھی رائے سے کام لے کر فتوے دیئے ہوں اور سوالوں کا جواب دیا ہو۔ لیکن یہ کہ انہوں نے اس پر کوئی کتاب لکھی تھی اب تک ہمیں اس کا علم نہیں ہوسکا۔ اس لئے ہم نے فرض کیا کہ اصول فقہ پر پہلی کتاب امام ابوحنیفہ کی کتاب الرای ہے [4]۔

---

[1] وفیات الاعیان وابناء الزمان۔ قاضی احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۳۰۳/۱، مصر، مطبعہ المیمینہ احمد البابی الحلبی ۱۳۰۱ھ، کتاب الفہرست، ابن الندیم محمد بن ابو یعقوب شیعی متوفی ۳۸۰ھ ص ۲۵۶، کراچی نور محمد سن ند

[2] کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۵۸

[3] خطبات بہاولپور۔ محمد حمید اللہ ص ۱۲۹، اسلام آباد تحقیقات اسلامی، طبع ثالث ۱۹۹۰ء

[4] حوالہ سابق ص ۱۳۵ تلخیص اور الفاظ کی تغیر کے ساتھ

موفق مکی (متوفی ۵۶۸ھ) نے کتاب مناقب میں طلحہ ابن جعفر سے یہ بات نقل کی ہے کہ :

" ان ابا یوسف اوّل من وضع الکتب فی اصول الفقه علی مذهب ابی حنیفة " [1]

(بلاشبہ ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے مذہب کے اصول فقہ میں پہلی کتاب تالیف کی)

ابن خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں امام ابو یوسف سے متعلق لکھا کہ :

" واول من وضع الکتب فی اصول الفقه علی مذهب ابی حنیفة واملی المسائل ونشرها وبث علم ابی حنیفة فی اقطار الارض ." [2]

(سب سے پہلے ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر اصول فقہ میں کتب تالیف کیں اور مسائل املا کروائے اور مختلف ملکوں میں امام ابوحنیفہ کے علم کو پھیلایا)

مذکورہ باتوں کی روشنی میں ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ اصول فقہ پر پہلی کتاب امام ابوحنیفہ کی کتاب "الرای" ہوگی۔ اگر چہ وہ ہم تک نہیں پہنچی یا ان کے اصحاب کو اس فن کی تدوین میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔

تیسری رائے.......... امام شافعی اس فن کے مدوّن اول ہیں۔ اس بارے میں علماء کے چند اقوال مندرجہ ذیل ہیں :

امام رازی (متوفی ۶۰۶ھ) نے فرمایا :

" اتفق الناس علی ان اول من فی هذا العلم (ای اصول الفقه) الشافعی ، وهو الذی رتب ابوابها میز بعض اقسام من بعض ، وشرح مراتبها فی القوة والضعف". [3]

(لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے اس علم (اصول فقہ) میں امام شافعی نے تصنیف کا آغاز کیا اور انہوں نے اس کے ابواب مرتب کئے۔ اس کی بعض اقسام کو بعض سے جدا کیا۔ قوۃ وضعف کے اعتبار سے اس کے مراتب کی تشریح کی)

علامہ بدرالدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) نے اپنی کتاب " البحر المحیط " میں ایک فصل بعنوان " اول من صنف فی اصول الفقه " لکھی۔ وہ اس میں فرماتے ہیں :

" الشافعی رضی الله عنه اول من صنف فی اصول الفقه فیه کتاب الرسالة ". [4]

(امام شافعی ؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی اور وہ تصنیف "کتاب الرسالہ" ہے)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا :

" لم نکن نعرف الخصوص والعموم حتی ورد الشافعی ". [5]

(ہم امام شافعی کے تشریف لانے تک عموم وخصوص کو نہیں جانتے تھے)

---

[1] مناقب الامام ابی حنیفہ۔ موفق بن احمد مکی متوفی ۵۶۸ھ، ۳۳۵/۲، کوئٹہ مکتبہ اسلامیہ ۱۴۰۷ھ

[2] تاریخ بغداد۔ حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۳۳۵/۱۴۔۳۴۶، بیروت ، دار الکتب العلمیہ سن ند

[3] کتاب مناقب الامام شافعی، ابو عبداللہ محمد بن عمر الرازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ ص ۵۵، مصر المکتبہ العلامیہ سن ند

[4] البحر المحیط۔ امام زرکشی بدرالدین بہادر بن عبداللہ شافعی متوفی ۷۹۴ھ، ۱۸/۱، مصر دار الکتبی سن ند [5] حوالہ سابق

ابومحمد جوینی (متوفی ۴۳۸ھ) نے شرح الرسالہ میں فرمایا:

"لم يسبق الشافعي احد في تصانيف الاصول ومعرفتها". [1]

(اصول کی تصانیف اور اس کی معرفت میں کسی نے امام شافعی پر سبقت نہیں لی)

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے اپنے مقدمہ میں لکھا:

"وكان اول من كتب فيه الشافعي رضى الله عنه أملى فيه رسالته المشهورة تكلم فيها في الاوامر والنواهي والبيان والخبر والنسخ وحكم العلة المنصوصة من القياس. [2]

(اس فن میں تالیف کا کام سب سے پہلے امام شافعی نے کیا۔ انہوں نے تصنیف الرسالہ میں اوامر ونواہی، بیان، خبر، نسخ اور قیاس سے منصوص علت کا حکم وغیرہ جیسے امور بیان کئے)

ابوزہرہ نے فرمایا:

"والحق ان الشافعي رتب أبو اب هذا العلم وجمع فصوله، ولم يقتصر على مبحث دون مبحث بل بحث في الكتاب، وبحث في السنة وطرق اثباتها ومقامها من القرآن. وبحث الدلالات اللفظية فتكلم في العام والخاص والمشترك والمجمل والمفصل، وبحث في الاجماع وحقيقته وناقشه علمية لم يعرف ان احدا سبقه بها، وضبط القياس، وتكلم الاستحسان، وهٰكذا استرسل في بيان حقائق هذا العلم مبوبة مفصلة، وهو بهٰذا لم يسبق أو على التحقيق لم يعلم الى الان ان احد سبقه ....". [3]

(حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی نے اس علم کے ابواب مرتب فرمائے اور فصول یکجا کئے۔ انہوں نے کسی ایک بحث یا چند بحثوں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ قرآن، سنت، اثبات، سنت کے طریقے، قرآن کے مقابلے میں حدیث کا مقام پر بحثیں کیں اور لفظی دلالتوں پر بحث کرتے ہوئے عام خاص مشترک مجمل مفصل پر گفتگو فرمائی۔ اجماع اور اس کی حقیقت پر ایسی علمی بحثیں کیں جس کی نظیر کسی دوسرے کے یہاں نہیں ملتی۔ قیاس کے اصول منضبط کئے اور استحسان پر کلام فرمایا......... اس طرح امام شافعی نے اس علم کے مباحث کو ابواب اور فصول کی صورت میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس سلسلے میں ان پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے یا محتاط الفاظ میں کہا جائے کہ محقق طور پر اب تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کسی نے ان سے پہلے یہ کام انجام دیا)

ابوزہرہ نے مزید لکھا:

"ولا غرابة في أن يكون البحث في فروع الفقه وتدوينها متقدما على تدوين اصول الفقه، لأنه اذا كان علم اصول الفقه موازين لضبط الاستنباط ومعرفة الخطا من الصواب فهو علم

---

[1] حوالہ سابق

[2] مقدمہ ابن خلدون۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۴۵۵، بغداد مکتبۃ المثنی سن ند

[3] اصول الفقہ۔ محمد ابوزہرہ ص ۱۶، قاہرہ دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

ضابط ، والمادة هي الفقه ، وكذلك الشأن في كل العلوم الضابطة ، فالنحو متأخر عن النطق بالفصحى ، والشعراء كانوا يقولون الشعر موزونا قبل أن يضع الخليل بن أحمد ضوابط العروض ، والناس كانوا يتجادلون ويفكرون قبل أن يدون أرسطو علم المنطق ، ولقد كان الشافعي جديرا بأن يكون أول من يدون ضوابط الاستنباط فقد أوتي علمًا دقيقا باللسان العربي ، حتى عدفي صفوف الكبار من علماء اللغة ، وأوتي علم الحديث فتخرج على أعظم رجاله ، واحاط بكل أنواع الفقه في عصره ، وكان عليما باختلاف العلماء من عصر الصحابة الى عصره ، وكان حريصا كل الحرص على أن يعرف أسباب الخلاف ، والوجهات المختلفة التي تتجه اليها أنظار المختلفين وبهذا وبغيره توافرت له الأداة لأن يستخرج من المادة الفقهية التي تلقاها الموازين التي توزن بها آراء السابقين وتكون أساسا لاستنباط الاحقين ، يراعونها فيقاربون ولا يباعدون ، فبعلم اللسان استطاع أن يستنبط القواعد لاستخراج الاحكام الفقهية من نصوص القرآن والسنة ، وبدراسته في مكة التي يتوارث فيها علم عبد الله بن عباس الذي سمي ترجمان القرآن عرف الناسخ والمنسوخ ، وباطلاعه الواسع على السنة وتلقيه لها عن علمائها وموازنتها بالقرآن استطاع أن يعرف مقام السنة من القرآن ، وحالها عند معارضة بعض ظواهرها لظواهر القرآن الكريم ، وقد كانت دراسته لفقه الرأي وللمأمور من آراء الصحابة أساسا لما وضعه من ضوابط للقياس ، وهكذا وضع الشافعي قواعد للاستنباط ولم تكن في جملها ابتداعا ابتدعه ، ولكنها ملاحظة دقيقة لما كان يسلكه الفقهاء الذين اهتدى بهم من مناهج استنباطهم لم يدونونها ، فهو لم يبتدع منهاج الاستنباط ولكن له السبق في أنه جمع أشتات هذه المناهج التي اختارها ، ودونها في علم مترابط الأجزاء ، في ذلك مثل أرسطو في تدوينه لمنطق المشائين ، فما كان عمله فيه ابتداعا لأصل المنهاج ، بل كان أبداعه في ضبط المنهاج هذا هو نظر الجمهور من الفقهاء في تقرير هم الأسبقية للشافعي في تدوين ذلك العلم ، ولا أحد منهم يخالف في ذلك .[1]

ترجمہ : ”یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ فقہی جزئیات کی بحث وتحقیق اور ان کی تدوین اصول فقہ کی تدوین سے پہلے وجود میں آ چکی تھی اس لئے کہ علم اصول فقہ استنباط احکام کو منضبط کرنے اور اجتہاد واستنباط میں خطاء وصواب کی معرفت کے قواعد کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ ایک منضبط کرنے والا علم ہے۔ اور فقہ کی زمین سے ہی یہ اصول نمودار ہوتے ہیں۔ یہی حال ان تمام علوم کا ہے جو آلے اور ضوابط کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ فن نحو کی تدوین سے پہلے لوگ فصیح وبلیغ عربی بولتے تھے۔ خلیل بن احمد کے فن عروض وضع کرنے سے پہلے شعراء موزوں اشعار کہتے تھے۔ اسی طرح ارسطو کے علم منطق کی ایجاد سے قبل بھی لوگ بحث ومناظرہ اور غور وفکر کیا کرتے تھے......... امام شافعی اس کے بجا طور پر مستحق تھے کہ قواعد استنباط کی تدوین میں انہیں اولیت حاصل ہوئی، اس لئے کہ عربی زبان وادب پر ان کی بہت گہری نظر تھی۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۴۔۱۵

حتی کہ ان کا شمار ممتاز ترین علماء لغت میں کیا گیا۔ علم حدیث کا بھی وافر حصہ ان کو عطا ہوا تھا۔ اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین سے انہوں نے یہ علم حاصل کیا تھا اور اپنے دور میں فقہ کی تمام قسموں پر ان کی ہمہ گیر نظر تھی۔ وہ عہد صحابہ سے لے کر اپنے دور تک کے علماء کے اختلافی مسائل و آراء سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ ہمیشہ اس کی بھرپور کوشش کرتے رہتے تھے کہ اختلاف آراء کے اسباب اور ان علماء کے پیش نظر رہنے والے مختلف نقطہائے نظر کے بارے میں پوری واقفیت حاصل کریں .... ان جیسے اسباب کی بناء پر آپ اس بات کے اہل ہوئے کہ موجودہ فقہی ذخیرہ کو سامنے رکھ کر ایسے اصول بنائیں جن کی روشنی میں علماء سابقین کی آراء کا بھی جائزہ لیا جا سکے اور ان اصولوں کی رعایت سے آئندہ زمانہ کے فقہاء کی آراء میں قربت پیدا ہو اور فاصلے کم ہو جائیں .... چنانچہ لغت و زبان پر کامل قدرت رکھنے کی وجہ سے آپ نے قرآن وسنت کے نصوص سے احکام فقہیہ کے استنباط و استخراج کے قواعد وضع فرمائے۔ مکہ مکرمہ جہاں ترجمان القرآن حضرت ابن عباس کا علم منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا وہاں حصول علم کے بعد آپ کو ناسخ و منسوخ کا علم ہوا۔ اسی طرح احادیث نبویہ کے وسیع مطالعہ، محدثین کرام سے ان کی روایت اور قرآن سے ان کا موازنہ کرنے کے بعد آپ کو یہ معلوم ہوا کہ سنت کا مقام قرآن کے مقابلہ میں کیا ہے اور اگر بعض حدیث کا ظاہر کسی آیت قرآنی کے ظاہری مفہوم سے متعارض نظر آ رہا ہو تو کیا حکم ہوگا۔ اہل الرائے کی فقہ اور صحابہ کرام کی منقول آراء کا گہرا مطالعہ قیاس کے بارے میں امام شافعی کے وضع کردہ قواعد ضوابط کی اساس ہے اور اس طرح آپ کے ہاتھوں استنباط کے قواعد وضع کرنے کا کام انجام پایا۔ یہ سارے کے سارے قواعد آپ کے ایجاد کردہ نہیں تھے بلکہ فقہائے سابقین کے غیر مدون مناہج استباط کا گہرا مطالعہ کر کے امام شافعی نے یہ قواعد وضع کئے۔ لہٰذا اصول فقہ جس منہج استنباط کا نام ہے وہ امام شافعی کی اختراع نہیں ہے، لیکن انہیں اس طور پر یہ سبقت ضرور حاصل ہے کہ انہوں نے ان متفرق مناہج استنباط میں جو کچھ پسند کیا اسے یکجا کر دیا اور ایک مربوط علم کی صورت میں ان مناہج کو مدون کیا۔ علم اصول فقہ کی تدوین کے سلسلے میں امام شافعی کا بھی مقام ہے جو مشائین کی منطق وضع کرنے کے بارے میں ارسطو کا ہے، ارسطو نے اصل طریقے ایجاد نہیں کئے تھے بلکہ ایجاد شدہ طریقوں کو منضبط کرنے کا کام انجام دیا تھا۔ لہٰذا جمہور فقہاء کا یہ قول کہ امام شافعی کو اس علم کی تدوین میں اوّلیت حاصل ہے اس سے اس قسم کی اوّلیت مراد ہے جو اُوپر مذکور ہوئی اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے"۔

تینوں آراء کا تاریخی تناظر میں تحقیقی جائزہ :

ہماری رائے میں امام اعظم ابوحنیفہ ہی اصول فقہ کی مدون اوّل ہیں۔ ہم اس پر تفصیل سے اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں اور ان کے مدون اوّل ہونے پر دلائل بھی دے چکے ہیں۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ آیت اللہ صدر نے امام جعفر صادق اور امام باقر سے متعلق جو بیان دیا ہے اس میں واقع الفاظ "وقد املیا علی اصحابھما قواعدہ" سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے قواعد اپنے اصحاب کو املاء کروائے تھے نہ کہ خود کوئی تصنیف لکھی تھی اور جہاں تک امام شافعی کی اوّلیت سے متعلق ابوزہرہ کا بیان ہے تو اس میں بھی انہوں نے کہا ہے کہ محقق طور پر اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے ان سے پہلے یہ کام انجام دیا۔ ابوزہرہ کی ذاتی رائے میں ایسا ہے ورنہ در حقیقت ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ابوالوفا الافغانی کی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اور ان کے اصحاب نے اصول پر کتب لکھی تھیں۔ ابن ندیم

ذہن میں آتی ہے تو اس پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ گہرے غور وفکر کے بعد عمیق تر حقائق کے پیش نظر حکم دیا جائے۔ چنانچہ استحسان سے کام لینے والے حنفی ائمہ محض ظاہری حالات کو کافی نہیں سمجھتے اور ایک عمیق تر سبب معلوم کر کے اس کی بنیاد پر احکام دیتے ہیں"[1]۔

فقہائے مالکیہ نے بھی امام شافعی کے منہاج کو قبول کیا اور امام شافعی سے اختلاف کرتے ہوئے اصول فقہ میں اہل مدینہ کے اجماع استحسان ومصالح مرسلہ کا بھی اضافہ کیا۔ امام شافعی نے ان تینوں کو باطل قرار دینے کی کوشش کی، ساتھ ہی مالکیہ نے ذرائع وسد ذرائع کو بھی اصول فقہ میں شامل کیا۔ اس طرح انہوں نے امام شافعیؒ سے منقول اصولوں کو کہیں کچھ اختلاف اور کہیں کچھ اضافہ کے ساتھ قبول کیا۔ الغرض چاروں مذاہب کے فقہاء نے امام شافعی کے ثابت کردہ چاروں ادلہ کتاب سنت اور اجماع وقیاس سے اختلاف نہیں کیا اور یہ متفق علیہ مصادر قرار پائے جبکہ ان پر کیا گیا اضافہ شوافع اور دیگر اکثر فقہاء کے مابین محل اختلاف رہا۔ فقہاء شافعیہ نے امام شافعی کے ان مقرر کردہ اصولوں کی تشریح وتفصیل اور توضیح کا کام کیا جس کی وجہ سے فقہی اجتہاد کے طویل دورانیہ میں ان اصولوں کی نشوونما، ترقی، تفصیل وتوضیح اور تعبیر وتشریح جاری رہی جبکہ غیر شافعی اصولیین نے یہ خدمات انجام دینے کے ساتھ بعض اصولوں کے اضافہ کئے اور ان کی بھی توضیح وتشریح کی۔

تقلیدی دور میں اصول فقہ کی تدوین کے طریقے ور رجحانات :

امام شافعی نے جس کام کا آغاز کیا تھا اس کا سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور "اصول الفقه" کے عنوان سے ایک عظیم الشان سرمایہ تیار ہو گیا چنانچہ امام احمد بن حنبل نے "کتاب السنة" کتاب" العلل "کتب" الناسخ والمنسوخ" لکھ کر اس کام کو آگے بڑھایا تقلید کے دور میں اصول بے شک نشوونما پاتے رہے۔ اہل علم نے اصول فقہ کی تدوین کے سلسلہ میں جو طریقے اختیار کئے ان میں سے تین بالخصوص قابل ذکر ہیں ۔ ایک طریقہ "علمائے متکلمین" کا ہے۔ دوسرا "علمائے حنفیہ" کا اور تیسرا "متاخرین اهلِ علم" کا ہے ان میں سے پہلا طریقہ خالص نظریاتی قسم کا تھا جس میں نظری مباحث کو غلبہ حاصل رہا ۔ دوسرا طریقہ فروع سے متاثر تھا اور اس کو اصول حنفیہ کے نام سے پکارا گیا کیونکہ علمائے احناف ہی نے سب سے پہلے اپنے مذہب کے دفاع اور ضبط فروع کے لئے اسے اختیار کیا تھا چنانچہ اس طریق سے انہوں نے اپنے مذہب کے لئے جامع اصول کا استنباط کیا۔ جبکہ تیسرے طریقہ میں پہلے اور دوسرے طریقہ کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

اصول فقہ کی تدوین کا پہلا طریقہ : اس طریقہ کا نام "اصول الشافعیه" یا "اصول متکلمین" ہے اور یہ طریقہ خالص طور پر نظری تھا جس میں کسی مذہبی اعتبار کے بغیر قواعد کی تحقیق وتنقیح پر زور دیا جاتا تھا بلکہ قواعد کی ادلہ سے توثیق کی جاتی تھی جو قاعدہ بھی دلیل کے لحاظ سے قوی تر ہوتا اسے اختیار کر لیا جاتا چنانچہ بعض شافعی علماء نے امام شافعی سے اصول میں اختلاف کیا مگر فروع میں ان کے متبع رہے مثلاً امام شافعی اجماع سکوتی کو حجت تسلیم نہیں کرتے مگر علامہ امدی (متوفی ۶۳۱ھ) مسلکاً شافعی ہونے کے باوجود اپنی کتاب "الاحکام" میں اس کو حجت مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں :

---

[1] خطبات بہاولپور، محمد حمید اللہ ص ۱۳۵، پاکستان اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی طبع ثالث ۱۹۹۰ء

" اجماعاً سکوتیا وهو حجة مغلبة علی النظر "[1]

(اجماع سکوتی ظنی حجت ہے)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کی حجیت کو مانتے ہیں اگرچہ غیر سکوتی سے اسے کم درجہ پر رکھتے ہیں اور اسے حدیث احاد کی طرح ظنی خیال کرتے ہیں۔

شیخ ابوزہرہ فرماتے ہیں :

"والاتجاه الذی سمی اصول الشافعین او اصول المتکلمین کان اتجاها نظریا خالصا، لان عنایة الباحثین فیه متجهة الی تحقیق القواعد وتنقیحها من غیر اعتبار مذهبهم، بل یریدون انتاج اقوی القواعد سواء اکان یؤدی الی خدمة مذاهبهم او لا یؤدی" [2]

(اصول شافعیہ یا اصول متکلمین کے نام سے جو رخ معروف ہوا وہ خالص نظریاتی رُخ تھا اور اس رخ پر کام کرنے والوں کی توجہ اپنے مذہب کی رعایت کے بغیر صرف قواعد کی تحقیق اور ان کی تنقیح پر رہی ان کی کوشش یہ رہی کہ قوی اور مضبوط قواعد وضع کئے جائیں خواہ ان سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو)۔

شیخ محمد خضری (متوفی ۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں :

" فاما المتکلمون فانه کان رایهم فی البحث علی طریقة علم الکلام وتقریر الاصول من غیر التفات الی موافقة فروع المذاهب او مخالفتها ایاها" [3]

(متکلمین دوران بحث اپنی رائے طریقہ علم کلام کے مطابق پیش کرتے ہیں اور فقہی مذاہب کے موافقت ومخالفت سے قطع نظر کرتے ہوئے اصول بیان کرتے ہیں)

پہلے خالص نظریاتی طریقہ تدوین میں بعض متکلمین کی شمولیت اور اس کے اثرات :

مباحث کے اس طریقہ میں متکلمین میں سے معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ بھی شامل ہو گئے۔ ان میں سے اشاعرہ وماتریدیہ یہ دونوں فرقے چوتھی صدی ہجری میں ظہور پذیر ہوئے جو معتزلہ کے ساتھ جدل و پیکار میں مشغول رہے یہ لوگ معتزلہ کی طرح دلائل عقلیہ کے ساتھ فقہاء محدثین کی طرف سے جواب دیتے تھے۔ اشاعرہ کا گروہ ابوالحسن الجبائی معتزلی کے شاگرد ابوالحسن اشعری (متوفی ۳۲۱ھ بعدہ) کی طرف منسوب ہے جو پہلے معتزلی تھے بعد میں شافعی مسلک اختیار کر لیا تھا ساری زندگی عراق میں گزاری اور ماتریدیہ کا گروہ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے شاگرد ابومنصور ماتریدی (متوفی ۳۳۲ھ) کے متبعین تھے اور وہ اصول فقہ میں "کتاب الجدل" کے بھی مصنف تھے متکلمین کسی کی تقلید کے بغیر بحث کرتے اور تحقیق سے کام لیتے اس لئے اس طریقہ کا نام "طریقہ متکلمین" پڑ گیا۔

متکلمین کی شمولیت کے اثرات کا جائزہ : اس میدان اصول فقہ میں متکلمین کی شمولیت اور ان کے طریقہ بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرضی نظریات کی طرح اصول میں اضافہ ہو گیا اور بہت سے فلسفیانہ مباحث و پہلو پیدا ہو گئے جن کا فقہی

---

[1] الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین امدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ/۲۳۳، ۲۳۵ بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ

[2] اصول الفقہ، محمد ابوزہرہ ص ۱۹، قاہرہ ، دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

[3] اصول الفقہ، شیخ محمد الخضری متوفی ۱۳۴۶ھ ص ۷، قاہرہ ، دار الحدیث سن ند

لحاظ سے عمل کے ساتھ کچھ تعلق نہ تھا مثلاً اس پر تو متفق تھے کہ عبادات کے تمام احکام معلل ہیں مگر عقلی حسن وقبح میں اختلاف کرنے لگے حالانکہ فقہ اور طریق استنباط کا اس کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہ تھا اور یہ کہ تکلیف معدوم جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ امدی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"وكشف الغطاء عن ذلك انا لا نقول بكون المعدوم مكلفا بالاتيان بالفعل حالة عدمه بل معنى كونه مكلفا حالة العدم قيام الطلب القديم للرب تعالى "۔[1]

(اس مسئلہ سے پردہ اس طرح اُٹھ سکتا ہے کہ ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ کوئی شخص معدوم مکلف ہوسکتا ہے حال عدم میں مکلف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ طلب ذات خداوندی کے ساتھ قائم ہے)۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے مباحث خالص فلسفی مباحث ہیں جن پر کسی طریق استنباط کی بنیاد نہیں ڈالی جاسکتی کیونکہ معدوم کی طرف خطاب ہی نہیں ہوسکتا اور یہ اتنی بدیہی چیز ہے کہ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اس پہلے طریقہ میں غیر فقہی فلسفیانہ بحث کی دوسری مثال میں بھی علامہ امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) کی کتاب "الاحکام" سے مندرجہ ذیل اقتباس کو پیش کیا جاسکتا ہے :

"اما قبل النبوة، فقد ذهب القاضي ابوبكر، واكثر اصحابنا وكثير من المعتزلة إلى انه لايمتنع عليهم، المعصية كبيرة كانت اوصغيرة، بل ولايمتنع عقلا إرسال من أسلم وامن بعد كفره، وذهبت الروافض إلى امتناع ذلك كله منهم قبل النبوة، لان ذالك مما يوجب هضمهم في النفوس واحتقارهم، والنفرة عن اتباعهم، وهو خلاف مقتضى الحكمة من بعثة الرسل، ووافقهم على ذالك اكثر المعتزلة إلا في الصغائر. والحق ماذكره القاضي، لانه لاسمع قبل البعثة يدل على عصمتهم عن ذالك "۔[2]

(قبل از نبوت انبیاء کی عصمت کے متعلق قاضی ابوبکر اور ہمارے اکثر اصحاب اور بہت سے معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ان سے کسی کبیرہ یا صغیرہ گناہ کا ارتکاب ممتنع نہیں ہے۔ بلکہ عقلاً یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے کفر سے توبہ کرنے اور مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نبی بنا کر مبعوث فرمائے، روافض معصیت کے ارتکاب کو قبل از نبوت ممتنع سمجھتے ہیں کیونکہ اگر انبیاء قبل از نبوت کسی گناہ کے مرتکب ہوں تو لوگ انہیں حقارت سے دیکھیں گے اور ان کے اتباع سے نفرت کریں گے اور یہ بات بعثت رسل کی حکمت کے خلاف ہے اکثر معتزلہ بھی روافض کے ہم نوا ہیں مگر وہ صغائر کا ارتکاب جائز سمجھتے ہیں لیکن قاضی کا مذہب برحق ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی سماعی دلیل نہیں ہے جس سے قبل از نبوت عصمت کا ثبوت ملتا ہو)۔

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب "المنخول" میں "الفصل الثاني في حقيقة العلم وحده" کے تحت اور امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے اپنی کتاب "ارشاد الفحول" میں "المقصد الثاني" کی

---

[1] الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین امدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱/۱۰، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ

[2] حوالہ سابق ۱/۱۱۹-۱۲۰

"البحث الثالث فی عصمت الانبیاء" کے تحت اس قسم کی فلسفیانہ ومنطقیانہ بحثیں کی ہیں جن کا علم اصول فقہ سے کوئی تعلق نہیں ہے[1]۔

پہلے طرز تصنیف (اصول الشافعیہ) کو اختیار کرنے والے کلامی مذاہب :

"اصول الشافعیہ" یا "اصول متکلمین" کے طرز تصنیف سے کئی مذاہب متاثر اور منسلک ہوئے۔ معتزلہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، اشاعرہ، اباضیہ، شیعہ[2] وغیرہ مذاہب کلامیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ بعد میں حنابلہ سلفیہ نے معتزلہ واشاعرہ دونوں مذاہب سابقہ کی مخالفت کی۔

اس طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات :

☆ نظر وجدل کی آزادی ہوتی ہے۔

☆ مسائل کی منطقی تحقیق اور عقلی استدلال پر زور دیا جاتا ہے۔

☆ اپنے ائمہ مسالک کی طرفداری اور تعصب سے اجتناب پر زور دیا جاتا ہے۔

☆ صرف احکام فقہیہ میں غور وخوض پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ علم کلام کے بعض مسائل عقلیہ کو بھی اصول فقہ کے ضمن میں موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔ مثلاً عصمت انبیاء قبل نبوت اور تحسین وتقبیح کے عقلی یا شرعی ہونے میں غور وفکر۔

☆ اس طریقے کے علماء کے پیش نظر یہ بات تھی کہ اصول الفقہ کے قواعد کو مستحکم اور قوی ترین شکل میں مدون کرنے کے لئے لفظی الجھاؤ سے اجتناب کیا جائے۔

طریقہ اصول الشافعیہ یا اصول متکلمین کی بعض اہم وبنیادی کتابیں :

۱۔ التقریب والارشاد فی ترتیب طرق الاجتہاد۔ قاضی ابوبکر محمد بن الطیب باقلانی مالکی (متوفی ۴۰۳ھ) بعد میں امام باقلانی نے "ارشاد التوسط" اور "ارشاد الصغیر" کے نام سے "التقریب والارشاد" کا اختصار لکھا۔

امام سبکی فرماتے ہیں :

> وھو اجل کتب الاصول ' والذی بین ایدینا منه المختصر الصغیر ' ویبلغ اربعة مجلدات'
> ویحکی اَن اصله کان فی اثنی عشر مجلدا ولم نطلع علیه "[3]

(یہ اصول کے موضوع پر سب سے عظیم کتاب ہے ہمارے سامنے کتاب الارشاد الصغیر کا نسخہ ہے جو چار مجلدات میں ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب بارہ جلدوں میں تھی اور ہمیں وہ کتاب مل نہیں سکی)۔

۱۔ المنخول من تعلیقات الاصول، ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ ص ۲۸ وما بعدہ، دمشق دار الفکر ۱۴۰۰ھ۔ ارشاد الفحول، امام الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ ۱/ ۱۵۹۔ ۱۶۴ المقصد الثانی فی السنۃ، البحث الثالث فی عظمت الانبیاء، تحقیق شعبان محمد اسماعیل، دار الکتبی سن ند

۲۔ تحریر المسائل، مرتضیٰ گیلانی (مولد ۱۲۹۵ھ۔ ۱۹۱۶ھ) ص ۱۲۰، طہران مطبوعاتی عطائی ۱۳۷۷ھ

۳۔ مقدمہ المنخول من تعلیقات الاصول للغزالی محمد حسن ہیتو ص ۷، دمشق دار الفکر طبع ثانی ۱۴۰۰ھ

قاضی باقلانی کی مذکورہ کتاب کا امام الحرمین (متوفی ۴۷۸ھ) نے "تلخیص" کے نام سے اختصار لکھا :

۲۔ العمد : قاضی عبدالجبار معتزلی (متوفی ۴۱۵ھ)۔

۳۔ شرح الکفایہ : قاضی ابوالطیب طاہر بن عبداللہ الطبری شافعی (متوفی ۴۵۰ھ)۔

۴۔ القواطع : ابن السمعانی ابوالمظفر منصور بن احمد بن عبدالجبار بن احمد التمیمی حنفی ثم شافعی (متوفی ۴۵۰ھ)۔

ابن سبکی نے ان الفاظ کے ساتھ اس کتاب کی تعریف کی :

لا اعرف في اصول الفقه أحسن من كتاب القواطع ولا أجمع [1]

(اصول فقہ میں کتاب القواطع سے بہتر مجموعہ کتاب میرے علم میں نہیں ہے)۔

۵۔ العدہ فی اصول الفقہ : قاضی ابویعلی محمد بن الحسین الفراء البغدادی حنبلی (متوفی ۴۵۸ھ)۔

۶۔ المعتمد فی اصول الفقہ : ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب بصری معتزلی (متوفی ۴۷۳ھ)۔ یہ قاضی عبدالجبار معتزلی (متوفی ۴۱۵ھ) کی کتاب "العمد" کی شرح ہے جو بقول ابن خلدون اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتب میں سے ایک ہے۔

۷۔ اللمع : ابواسحاق شیرازی شافعی (متوفی ۴۷۶ھ) کی تالیف ہے جس کی انہوں نے خود شرح بھی لکھی۔

۸۔ التبصرۃ فی اصول الفقہ : ابواسحاق شیرازی (صاحب اللمع)۔

۹۔ تذکرۃ العالم والطریق السالم : ابونصر احمد بن جعفر بن الصباغ شافعی (متوفی ۴۷۷ھ)۔

۱۰۔ البرہان : امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک الجوینی شافعی (متوفی ۴۷۸ھ) یہ اشعری مذہب کی طرف مائل تھے ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) نے ان سے متعلق لکھا :

" اعلم المتاخرين من اصحاب الامام الشافعي على الاطلاق " [2]

(وہ متاخرین اصحاب امام شافعی میں سے علی الاطلاق سب سے بڑے عالم تھے)۔

۱۱۔ المستصفی حجۃ الاسلام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۵۰۵ھ)۔

۱۲۔ شفاء الغلیل فی بیان مسالک التعلیل امام غزالی (ایضاً)۔

۱۳۔ المنخول من تعلیقات الاصول امام غزالی (ایضاً)۔

آخر الذکر دونوں کتابیں "المستصفی" سے پہلے کی تصنیفات ہیں۔

۱۴۔ روضۃ الناظر وجنۃ المناظر : موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی شافعی (۶۲۰ھ)۔

---

[1] طبقات الشافعیہ الکبری، تاج الدین السبکی متوفی ۷۷۱ھ، قاہرہ دار احیاء الکتب العربیہ

[2] وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۲/۱۶۷ مصر مطبعہ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ

مذکورہ بالا کتابوں کا نچوڑ چار کتابوں کو بیان کیا جاتا ہے جنہیں اب مراجع کی حیثیت حاصل ہے اور بعد کی تقریباً تمام کتابیں ان سے مستفاد ہیں وہ چار کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ العمد : قاضی عبدالجبار معتزلی۔ ۲۔ المعتمد : ابوالحسین بصری معتزلی۔

۳۔ البرهان : امام الحرمین جوینی شافعی۔ ۴۔ المستصفی : حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی۔

پھر ان چاروں کے مضامین کو مندرجہ ذیل دو علماء نے یکجا کیا۔

امام فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے کتاب "المحصول" میں اور سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں ان چاروں کی تلخیص کی پھر تاج الدین ارموی (متوفی ۶۵۶ھ) نے امام رازی کی "المحصول" کا خلاصہ لکھا اور اس کا نام کتاب "الحاصل" رکھا۔ جو قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) کی کتاب "منهاج الوصول" کا ماخذ ہے۔ دوسری طرف ابوعمرو عثمان ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) نے امدی کی "الاحکام" کا خلاصہ لکھا اور اس کا نام "منتهی السول والامل الی علمی الاصول والجدل" رکھا۔ "المحصول" اور "الاحکام" کی تالیف نے کتب متقدمین سے کافی حد تک مستغنی کردیا کیونکہ ان دونوں میں چاروں کتابوں کے مضامین کو توسیع کے ساتھ جمع کردیا گیا تھا۔

اصول فقہ کی تدوین کا دوسرا طریقہ : اصول فقہ کی تدوین کا دوسرا طریقہ حنفی مکتبہ فکر کے علماء کا ہے۔ اس طریقہ میں علماء نے قواعد اصول کا اس طرح مطالعہ شروع کیا کہ ان سے فروعی مسائل کی تائید ان کے استنباط کی تصحیح اور ان سے مدافعت کا کام لیا جائے یہ طریقہ دراست حنفی طریقہ کے نام سے اس لئے مشہور ہوا کیونکہ علماء احناف ہی نے یہ راستہ اختراع کرکے اس پر تدوین کا آغاز کیا۔ اس طریقہ تحریر میں اصول وقواعد ائمہ فقہاء سے منقول فروع اور جزئیات کے تابع ہوتے ہیں۔ یعنی فقہاء ان قواعد کو بیان کرتے ہیں جو ان کے فقہاء سے منقول جزئیات سے مطابقت رکھتے ہوں اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ اس فقہی مسلک کے ائمہ نے ایسی اصولی کتب نہیں تالیف کیں جن سے ان کے طریقہ استنباط اور منہاج کی توضیح ہوتی ہو۔ اس لئے بعد کے فقہاء کے لئے ضروری ہوگیا کہ وہ ائمہ سے منقول فروعی مسائل اور جزئیات کو مدنظر رکھ کر قواعد وضع کریں یا ان اصولوں کو بتائیں جو ان کے ائمہ مسلک کے استدلال میں برسبیل تذکرہ آگئے ہیں۔

حنفی مسلک کے اصول خود ائمہ مسلک کے وضع کردہ نہیں ہیں ان کی اصول پر کتب ہم تک نہیں پہنچ سکیں یہ تدوین بعد میں ہوئی مگر یہ بات طے ہے کہ ان سے اکثر اصول کی ائمہ فقہا کے اقوال میں رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے اور ان اصولوں کی ترتیب وتدوین بعد میں آنے والے فقہاء نے کی ہے۔

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں :

"الا أن كتابة الفقهاء ، اى الاحناف ، فيها أمس بالفقه وأليق بالفروع لكثرة الامثلة منها والشواهد وبناء المسائل فيها على النكت الفقهيه فكان لفقهاء الحنفية فيها اليد الطولى من الغوص على النكت الفقهية والتقاط هذه القوانين من مسائل الفقه ما امكن"[1]

[1] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۴۵۵، بغداد مکتبۃ المثنی سن ند

(فقہائے احناف کا طرزِ بحث زیادہ ملا ہوا ہے اور استنباط فروع کے لئے زیادہ معین و مددگار ہے، کیونکہ وہ ہر مسئلہ کے ذیل میں امثلہ و شواہد پیش کر کے اس کی وضاحت تام کرتے ہیں، پھر ساتھ ساتھ فقہی نکات بھی حل کرتے جاتے ہیں .... فقہائے حنفیہ کو نکاتِ فقہ کی گہرائیوں تک پہنچنے کی بے نظیر مہارت حاصل ہے اور مسائل فقہ سے اصول فقہ کے قواعد خوب نکالتے ہیں"۔

ابوزہرہ فرماتے ہیں :

" فكانت دراسة الاصول على ذلك النحو صورة لينا بيع الفروغ المذهبيه وحججها ".[1]

"اصول کا اس طور پر مطالعہ ان کے مذہب کے فروغ اور دلائل پر قیاس کرنے کی ایک صورت تھا"۔

عبدالوہاب خان (متوفی ۱۳۷۵ھ) فرماتے ہیں :

" ورائدهم فى تحقيق هذه القواعد الاحكام التى استنبطها ائمتهم بناء عليها لامجرد البرهان النظرى ".[2]

"اور ان کے قائدین ان قواعد احکام کی تحقیق میں اپنے ائمہ سے مستنبط مسائل پر بنا کرتے ہیں ان کا انداز تحقیق صرف نظری نہیں ہوتا"۔

اصول شافعیہ اور اصول حنفیہ میں فرق و امتیاز .... دونوں طریقوں میں فرق و امتیاز کی بنیاد یہ ہے کہ شافعیہ استنباط کا منہاج مقرر کرتے ہیں اور پھر اسی منہاج کی استنباط و استدلال میں پیروی کو اپنے اُوپر لازم کرتے ہیں۔

جبکہ حنفی اسلوب میں استنباط و استدلال کی یہ صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے مسلک کی جزئیات کو مدنظر رکھ کر قواعد اصول کی اس طور پر تشکیل کرتے ہیں کہ ان سے فقہی جزئیات کو تائید حاصل ہو جاتی ہے۔

"طریقہ اصول حنفیہ" کی مثال سے توضیح .... حنفی فقہاء سے ایک اصولی قاعدہ " ان المشترک لاعموم له "[3] (ایک وقت میں مشترک کے تمام معانی مراد نہیں لئے جاسکتے)۔

منقول ہے اسی قاعدہ اصولیہ کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ :

" وقال محمد اذا اوصى لموالى بنى فلان ولبنى فلان موال من اعلى وموال من اسفل فمات بطلت الواصية فى حق الفريقين لاستحالة الجمع بينهما وعدم الرجحان ".[4]

(اور امام محمد نے فرمایا کہ جب ایک شخص نے بنی فلاں کے موالی کے لئے وصیت کی کہ فلاں قبیلے کے موالی کو میری طرف سے یہ دے دو اور مر گیا۔ قبیلے کے موالی اُوپر کے درجہ میں بھی ہوں اور نیچے کے درجہ میں بھی ہوں تو بوجہ عدم تعین ایک معنی اور عدم ترجیح کے فریقین کے حق میں وصیت باطل ہو جائے گی)۔

---

[1] اصول الفقہ محمد ابوزہرہ ص ۲۱، قاہرہ دار الفکر العربی ۱۳۱۷ھ ۔ ۱۹۹۷ء

[2] علم اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف متوفی ۱۳۷۵ھ ص ۱۸، کویت دار القلم طبعہ عشرون ۱۳۶۱ھ

[3] احسن الحواشی علی اصول الشاشی ص ۱۰ حاشیہ ۳ ملتان مکتبہ امدادیہ سن ند

[4] اصول الشاشی، نظام الدین الشاشی ص ۱۰، ملتان مکتبہ امدادیہ سن ند

اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مشترک اپنے جمیع معنی کے ساتھ ایک وقت میں مراد نہیں ہو سکتا اب چونکہ یہ متعین نہیں کہ وصیت کس کے حق میں کی گئی اور قاعدے کے مطابق دونوں معنی مراد بھی نہیں لئے جا سکتے لہٰذا اس وصیت کو باطل قرار دیا۔

اب اس قاعدہ اصولیہ " ان المشترک لاعموم لہ" کو متر رکر دینے کے بعد دوسری جگہ ان کا عمل اس کے مطابق نہیں رہتا بلکہ مذکورہ قاعدہ اصولیہ سے متصادم نظر آتا ہے اگر کسی نے قسم کھا کر کہا " لا اکلمہ مولاک " (میں تیرے مولا سے بات نہیں کروں گا) یہاں مولا کا لفظ آزاد کرنے والے اور آزاد غلام میں مشترک ہے اب اگر وہ ان دونوں "مولیٰ" میں سے کسی سے بھی بات کرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی [1]۔ حالانکہ یہاں بھی تو مشترک میں عموم ہے اور یہ قاعدہ مذکورہ سے متضاد حکم ہے اب حنفی فقہاء اس تناقض کو رفع کرنے کے لئے کچھ اضافہ کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں "ان المشترک عموم لہ اذا وقع بعد نفی " [2] (مشترک کا عموم نفی میں جائز ہے)۔

المختصر یہ کہ دوسرے مقام میں " مولاک " نفی (لا) کے بعد آیا ہے اس لئے اس میں عموم مراد لیا جا سکتا ہے اور وصیت والی مثال میں عموم اثبات کے بعد آیا ہے تھا اس لئے وہاں مشترک میں عموم (آقا و غلام دونوں کے لئے) جائز نہیں مانتے۔

حنفی طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات :

مذکورہ بالا اسلوب کی اگرچہ بظاہر افادیت کم محسوس ہوتی ہے لیکن فقہی بصیرت کو نشو نما دینے میں یہ طریقے زیادہ موثر ہیں کیوں کہ :

☆ اس طرز کے تحت اصول اجتہاد فقہی بصیرت کے تابع رہتے ہیں اور ایسے مستقل قواعد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جن کا دیگر قواعد سے موازنہ کیا جا سکتا ہے اور موازنہ کی مدد سے عقل زیادہ بہتر قواعد کی جانب رہنمائی حاصل کر لیتی ہے۔

☆ اس اسلوب کے تحت اصول و قواعد عملی تطبیق سے جدا محض نظریاتی مبحث نہیں رہتے بلکہ ضوابط و کلیات کی حیثیت میں جزئیات اور فروع پر منطبق ہوتے ہیں اس طرح تطبیق سے ان کلیات اور ضابطوں میں مزید استحکام اور قوت پیدا ہوتی ہے۔

☆ اصول کے اس طریقے پر مطالعہ سے فقہی تقابلی مطالعہ تشکیل پاتا ہے کیونکہ عملاً اس طریقے میں موازنہ جزئیات سے نہیں ہوتا بلکہ ان پر مشتمل کلیات اور اصول میں ہوتا ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فقہ کا طالب علم فقہ کی جزئیات پر ارتکاز توجہ کرنے کے بجائے متعدد جزئیات کا ان کلیات کے تحت جائزہ لیتا ہے جو انہیں منضبط کرتی ہے۔

☆ تحقیق و مطالعہ کے اسلوب سے تخریج و تفریع کی تربیت حاصل ہو جاتی ہے اور اس ذہنی تربیت کی مدد سے پیش آمدہ جزئی مسائل کے حکم کا استنباط سہل ہو جاتا ہے جو ائمہ فقہاء کے دور میں موجود نہیں تھے نیز یہ کہ ان نئے پیش آمدہ

---

1. حوالہ سابق
2. مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی، حکیم نجم الغنی رامپوری متوفی ۱۹۳۲ ص ۵۱، کراچی میر محمد کتب خانہ سن ند

مسائل کا حل ائمہ کی آراء اقوال کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ یہ حل بھی انہی اصول وقواعد کے تابع ہے جو ائمہ فقہاء کے مدنظر تھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے فقہاء ائمہ مذاہب سے منقول آراء پر اکتفاء کئے بغیر ان میں توسع اور اضافہ کرتے رہتے ہیں۔[1]

حنفی طریقہ تدوین کے مطابق لکھی جانے والی اصول فقہ کی بعض اہم وبنیادی کتب :

۱۔ ماخذ الشرائع : امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی (متوفی ۳۳۰ھ) یہ اس اسلوب کی پہلی کتاب ہے۔

۲۔ اصول الکرخی : عبیداللہ بن الحسین الکرخی (متوفی ۳۴۰ھ) اس میں ۳۹ قواعد / اصول بیان کئے گئے ہیں جن پر فقہ حنفی کا مدار ہے۔

۳۔ الفصول فی الاصول (اصول الجصاص) : ابوبکر احمد بن علی الجصاص رازی (متوفی ۳۷۰ھ) یہ ابوالحسن کرخی کے شاگرد تھے۔ شاید ان کی یہ کتاب احکام القرآن کا مقدمہ ہے۔

۴۔ تقویم الادلۃ : ابوزید عبید (عبد) اللہ بن عمر الدبوسی حنفی (متوفی ۴۳۰ھ)

۵۔ تاسیس النظر : ابوزید عبیداللہ بن عمر بن عیسیٰ دبوسی (متوفی ۴۳۰ھ)

۶۔ اصول البزدوی : فخر الاسلام علی ان محمد بن الحسین البزدوی (متوفی ۴۸۲ھ یا ۴۸۳ھ) علاء الدین بن عبدالعزیز البخاری (متوفی ۷۳۰ھ) نے "کشف الاسرار" کے نام سے اس کی ایک عمدہ شرح تالیف کی جو مشہور ہے۔

۷۔ اصول السرخسی : ابوبکر محمد بن احمد السرخسی (متوفی ۴۹۰ھ)

۸۔ المنار : ابوالبرکات عبداللہ بن احمد معروف بہ حافظ الدین النسفی حنفی (متوفی ۷۱۰ھ) متاخرین کی کتب میں سے ایک عمدہ کتاب ہے جو برصغیر پاک وہند کے مدارس میں متداول ہے اس پر ملاجیون کی شرح بھی مشہور شروح میں سے ہے۔

حنفی طریقہ تدوین کو اختیار کرنے والے مختلف فقہی مذاہب کے اصولیین :

اصول کی کتابوں کی تالیف کا حنفی منہج صرف احناف کے یہاں نظر نہیں آتا بلکہ اس طریقہ پر شافعی، مالکی اور حنبلی مسالک کے اصولیین نے بھی کتب تالیف کیں ان کے لئے اس میں کشش کا سبب اس طریقہ میں پائی جانے والی وہ افادیت اور تاثیر تھی جو اس کی امتیازی خصوصیات میں بیان کی گئیں ہیں۔ اپنی بات کی تائید کے لئے مختلف فقہی مسالک کے چند اصولیین اور ان کی کتب کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں جنہوں نے حنفی منہج کے مطابق اپنی کتب تالیف کیں۔

۱۔ تخریج الفروع علی الاصول : شہاب الدین محمود بن احمد زنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ) انہوں نے اپنی اس تصنیف میں الدبوسی حنفی اصولی کے طرز تحریر کو اپنایا اور ان کی طرح ابواب فقہ کے ہر باب کی جزئیات بیان کرکے ان اصولوں کی توضیح کی جن کے تحت یہ جزئیات مستنبط ہوتی ہیں۔

---

[1] اصول الفقہ محمد ابوزہرہ ص ۲۲۔۲۳، قاہرہ دارالفکر العربی ۱۳۱۷ھ

۲۔ تنقیح الفصول علی الاصول : علامہ قرافی مالکی (متوفی ۶۸۴ھ) نے اپنی اس تصنیف میں مالکی مذہب کے اصول اسی حنفی فقہی منہج پر منضبط کئے ہیں۔

۳۔ شیخ الاسلام عبدالسلام حنبلی (متوفی ۶۵۲ھ) اوران کے بیٹے شہاب الدین عبدالحلیم (متوفی ۶۸۲ھ) اوران کے پوتے تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام (متوفی ۷۲۸ھ) آل تیمیہ کے ان تینوں حنبلی شیوخ نے بھی اس اسلوب پر اپنی کتب تالیف کیں۔

۴۔ ابن قیم جوزی حنبلیؒ (متوفی ۷۵۱ھ) نے بھی اس نہج کو اپنایا۔

۵۔ التمهيد في تخريج الفروع على الاصول علامہ اسنوی شافعیؒ (متوفی ۷۷۲ھ) نے مذہب شافعی کے اصول اسی طریقہ پر تالیف کئے۔ ابوزہرہ لکھتے ہیں :

"من هذا يتبين ان طريق الحنفية بعد ان استقامت استخدامها كثيرون غيرهم من الاخذين بمذاهم الائمة الاربعة، بل الامر تجاوز الائمة الى مذاهب الشيعة الامامية والزيدية، فانهم في اصول الفقه عندهم قد نهجو في كثير منها على منهاج الحنفية يستنبطون الاصول التي توزن بها الفروع عندهم، وان كانو اقد كتبوا على منهاج المتكلمين في كثير من الاحيان، وذلك لان المعتزلة كانوا كثيرين فيهم، وهم كانو اعلى منهاج المتكلمين"[1]

(اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حنفی طریقہ کے باقاعدہ حیثیت اختیار کر لینے کے بعد مذاہب اربعہ میں سے بہت سے حضرات نے اس کو اپنایا صرف یہی نہیں بلکہ مذاہب شیعہ امامیہ اور زیدیہ نے بھی اس کو اپنایا اور ان میں سے بہت سوں نے اصول فقہ میں فروع سے اصول کے استنباط کے حنفی منہج کو اختیار کیا اگرچہ ان میں سے بہت نے منہاج متکلمین پر بھی لکھا اور یہ اس لئے ہوا کہ متکلمین طرز کو اختیار کرنے والے بہت سے علما معتزلی تھے)۔

اصول فقہ کی تدوین کا تیسرا طریقہ :

اصول فقہ کی تدوین کا تیسرا طریقہ "علماء متاخرین کا طریقہ تدوین" کہلاتا ہے۔ اس میں چاروں فقہی مکاتب فکر کے اہل علم و فضل شامل ہیں اس میں علمائے علم الکلام اور علمائے حنفیہ کے طریقوں کے درمیان مطابقت و جمع کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی فقہی اصول و قواعد کی مدلل تحقیق کر کے انہیں فروعات فقہیہ پر منطبق کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے اس منہج پر اصول فقہ کی کتب تالیف کرنے کا آغاز ساتویں صدی ہجری میں ہوا۔

متاخرین کے طریقہ تدوین کی بعض اہم کتب :

۱۔ بديع النظام الجامع بين كتابي البزدوي والاحكام : مظفر الدین احمد بن علی البغدادی معروف بابن الساعاتی حنفی (متوفی ۶۹۴ھ) ابن الساعاتی نے اپنی اس کتاب میں حنفی عالم فخر الاسلام بزدوی اور شافعی عالم سیف الدین

---

[1] حوالہ سابق ص ۲۳

الامدی دونوں کے اسلوب کو جمع وتطبیق کرنے کی کوشش کی اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے فقہی اسلوب پر لکھی گئی کتاب "اصول البزدوی" اور کلامی اسلوب کی کتاب "الاحکام" کے مضامین کو اپنی تصنیف میں جمع کیا۔

۲۔ تنقیح الاصول اور اس کی شرح التوضیح : عبد (عبید) اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ حنفی معروف بہ صدر الشریعہ الاصغر (متوفی ۷۴۷ھ) نے "التنقیح" میں امام بزدوی حنفی کی "الاصول" ابوبکر رازی شافعی کی "المحصول" اور ابن حاجب مالکی کی "منتھی السول والامل" کے مضامین کو یکجا کیا اور پھر خود ہی "التوضیح" کے نام سے اس متن کی شرح لکھ ڈالی۔ بعد میں سعد الدین التفتازانی حنفی متوفی ۷۹۱ھ) نے "التلویح" کے نام سے اس پر حواشی لکھے۔

۳۔ مفتاح الوصول الی بناء الفروع علی الاصول : ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی التلمسانی (متوفی ۷۷۱ھ)

۴۔ جمع الجوامع : عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی شافعی (متوفی ۷۷۱ھ) یہ کتاب تقریباً سو کتابوں کا نچوڑ ہے جس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں کیا اور کہا کہ : (انه جمعه) من زهاء مائة مصنف [۱] اس پر کثرت سے شروح وحواشی وغیرہ لکھے گئے امام جلال الدین محلی شافعی (متوفی ۸۶۴ھ) نے اس پر دو شرحیں یا حاشیے تالیف کئے۔ بدالدین زرکشی شافعی (متوفی ۷۹۴ھ) نے بھی "تشنیف المسامع" کے نام سے اس کی شرح لکھی۔

۵۔ القواعد والفوائد الاصولیه : ابوالحسن علاء الدین معروف بہ ابن اللحام حنبلی (متوفی ۸۰۳ھ)

۶۔ التحریر فی اصول الفقه : کمال الدین محمد بن عبدالواحد معروف بہ ابن الھمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) ان کے ایک شاگرد محمد بن امیر الحاج حنفی (متوفی ۸۷۹ھ) نے "التقریر والتحبیر" کے نام سے اس کی شرح لکھی دیگر شارحین میں محمد بن امین معروف بہ امیر بادشاہ بھی شامل ہیں جنہوں نے "تیسیر التحریر" تالیف کی۔

۷۔ مرقاۃ الوصول الی علم الاصول : محمد بن مزامرز المعروف مولانا خسرو حنفی (متوفی ۸۸۵ھ)

۸۔ مسلم الثبوت : محب اللہ بن عبدالشکور بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ) اس کتاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ متاخرین علماء کے اصول فقہ کے طریقہ تدوین پر لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے زیادہ دقیق اور جامع کتاب ہے اس میں ابن الھمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) کی "التحریر" اور تاج الدین السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) کی "جمع الجوامع" کے انتہائی ایجاز واختصار کے باوجود بڑے واضح اور سہل انداز میں فقہی اصول بیان کئے گئے ہیں [۲]۔ اس پر متعدد شروح لکھی گئیں مشہور شروح میں بحر العلوم عبدالعلی کی "فواتح الرحموت" بھی شامل ہے۔

۹۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من الاصول : محمد بن عبداللہ الشوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)۔ برصغیر کے مشہور عالم نواب صدیق حسن متوفی (۱۳۰۷ھ) نے "حصول المامول من علم الاصول" کے نام سے اس کی تلخیص کی۔

۱۔ جمع الجوامع، تاج الدین عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ، ۱/۲۵، بمبئی اصح المطابع سنہ ندارد

۲۔ مفتاح السعادہ، مولی احمد بن مصطفی المعروف طاش کبری زادہ متوفی ۹۶۲ھ، ۲/۵۳-۶۲، حیدرآباد دکن، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۵۶ھ

اصول فقہ کی تصانیف میں عام طور پر استنباط کے اصول وقواعد کی تشریح اور شریعت کے دلائل کے بیان اوران سے احکام کے اخذ کے بیان کو زیادہ اہمیت حاصل رہی اور مقاصد ومصالح شریعت کے بیان اور اخذ واستنباط کے عمل میں مصالح شریعت کی رعایت پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ آٹھویں صدی ہجری کے ابواسحاق الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) نے "الموافقات فی اصول الشریعہ" تالیف کی جس میں انہوں نے اصول شریعت اور اجتہاد کے مناہج بیان کرنے کے ساتھ شریعت کے مصالح ومقاصد کو زیادہ شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا اور بڑے مدلل انداز میں حکم التشریع پر کلام کیا بعض حضرات نے اس طرز پر تالیف میں ان کی سبقت کا قول کیا ہے۔ اس بارے میں ہم ان کی کتاب کے تحقیقی تجزیہ پر گفتگو کریں گے۔

بعد کے ادوار میں دیگر علوم کی طرح علم اصول فقہ بھی انحطاط وغفلت کا شکار ہوگیا مسلمانوں کے دور زوال میں علماء نے علوم شرعیہ کو زندہ رکھنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ قدماء کی تصانیف پر شروح، حواشی، مختصرات، تعلیقات، اوران کے نظم وغیرہ کو کافی سمجھا اور پھر اس کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا جو صدیوں تک جاری رہا۔ تکرار سے بچنے کے لئے یہاں صرف اشارہ کر رہے ہیں ان مصنفین کی مؤلفات اصولیہ پر تاریخی وتحقیقی تجزیہ کے تحت اللہ کی توفیق وعنایت سے اپنی استطاعت کے مطابق تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

آج کے دور میں ان کتب کی مختلف سطحوں پر جامعات میں تحقیق کا کام جاری ہے اگر ہمیں علم ہوسکا تو اس کا ذکر بھی تحقیقی جائزہ میں کریں گے۔ البتہ دور جدید میں مصر، شام، لبنان، سعودی عرب میں علم اصول فقہ پر کام ہوا اور بعض نہایت عمدہ اور معیاری کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں شیخ محمد الخضری (متوفی ۱۳۴۶ھ) کی "اصول الفقہ" اور "تاریخ التشریع الاسلامی" اور علامہ محمد عبدالرحمٰن المحلاوی کی کتاب "تسهيل الوصول الى علم الاصول" اور شیخ عبدالوہاب خلاف (متوفی ۱۳۷۵ھ) کی کتاب "علم اصول الفقه" اور حسن احمد خطیب کی کتاب "فقه الاسلام" اور عمر بن عبداللہ کی "سلم الوصول لعلم الاصول" اور علی حسب اللہ کی "التشريع الاسلامی" اور شیخ محمد ابوزہرہ کی "اصول الفقه" اور محمد سعید رمضان البوطی کی "ضوابط المصلحة فی الشريعة الاسلامية" اور ڈاکٹر وھبہ الزحیلی کی "نظرية الضرورة الشرعية" اور مصطفیٰ احمد الزرقاء کی "المدخل" خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ لبنان کے مشہور عالم اور قانون داں صبحی المحمصانی نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ "فلسفة التشريع فی الاسلام" "مقدمه فی احياء علوم الشرعية" اور "الاوضاع التشريعية فی الدول العربية" المحمصانی کی عمدہ کوششوں کا ثمر ہیں۔

☆☆☆

فصل سوم

عہدِ رسالت مآب ﷺ عہدِ خلافتِ راشدہ اور عہدِ بنو اُمیہ میں اصول فقہ کا نشأ وارتقاء

عہد رسالت مآب ﷺ میں اصول فقہ (۱ھ۔۱۱ھ)

عہد رسالت مآب ﷺ میں جن مسائل میں کوئی نص قرآن میں موجود نہ ہوتی تو آپ ﷺ کا حکم سب کے لئے واجب الاطاعت ہوتا اور کسی اختلاف کا اشتباہ نہ رہتا تھا کیونکہ صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی اس تعلیم کی پابندی کرتے تھے جس میں انہیں حکم دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"وما کان لمومن و لا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم" [۱]

(نہ کسی مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرمادے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار رہو اپنے اس معاملہ میں)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما" [۲]

(اے مصطفیٰ ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان پھوٹ پڑا پھر اپنے نفسوں میں تنگی نہ پائیں اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور دل وجان سے تسلیم کر لیں)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف ضرورت پیش آنے پر سوالات کرتے اور فرضی مسائل سے متعلق بحث نہیں کرتے کیونکہ کثرت سوال سے منع فرمایا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"یایها الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوکم" [۳]

(اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر تمہارے لئے ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں)

امام بخاری ومسلم نے اپنی صحیحین میں اس بارے میں آپ ﷺ کا توضیحی ارشاد نقل کیا کہ آپ نے فرمایا :

"اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سال عن شی لم یحرم علی المسلمین فحرم علیهم من اجل مسالته" [۴]

---

[۱] الاحزاب : ۳۶ [۲] النساء : ۶۵ [۳] المائدہ: ۱۰۱

[۴] صحیح بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، کتاب الاعتصام، باب مایکرہ من کثرة السوال، صحیح مسلم، مسلم بن حجاج بن مسلم متوفی ۲۶۱ھ، باب توقیرہ ﷺ وترک اکثار السوالہ عما لا ضرورة الیه

(مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں کی گئی تھی لیکن اس کے سوال کرنے کے باعث حرام کردی گئی)

اسی طرح صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

" مانهيتكم عنه فاجتنبوه وما امرتكم به فاتوا منه مااستطعتم فانما اهلک الذين من قبلكم كثرة مسائلهم واختلافهم على انبيائهم " [1]

(جس کام سے میں تم کو روکوں اس سے اجتناب کرو اور جس کام کا تم کو حکم دوں اس کو اپنی استطاعت کے مطابق کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ بکثرت سوال کرنے اور اپنے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے)۔

شاہ ولی اللہؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے اس صورتحال کو ان الفاظ میں بیان فرمایا :

" اعلم ان رسول الله ﷺ لم يكن الفقه في زمانه الشريف مدونا، ولم يكن البحث في الاحكام يومئذ مثل بحث هو لاء الفقهاء حيث يبينون باقصى جهد هم الاركان والشروط والاداب كل شي ممتازا عن الاخر بدليله. ويفرضون الصور من صنائعهم، ويتكلمون على تلک الصور المفروضة. ويحدون مايقبل الحد. ويحصرون مايقبل الحصر، الى غير ذالک. اما رسول الله عليه وسلم فكان يتوضا فيرى اصحابه وضوء ه فياخذون به من غير ان يبين هذا ركن وذلک ادب. وكان يصلي فيرون صلا ته فيصلون كما راوه يصلي وحج فرمق الناس حجة ففعلوا كما فعل. وهذا كان غالب حاله ﷺ ولم يبين ان فروض الوضوء ستة او اربعة ولم يفرض انه يحتمل ان يتوضا انسان بغير موالاة حتى يحكم عليه بالصحة والفساد الا ماشاء الله. وقلما كانو ايسأ لونه عن هٰذه الا شياء. عن ابن عباسؓ قال : مارايت قوما كانوا خيرا من اصحاب رسول الله ﷺ ماسالوه الا عن ثلاث عشرة مسالة حتى قبض كلهن في القران، منهن، يسئلونک عن الشهر الحرام قتال فيه، ويسئالونک عن المحيض، قال: ماكانو ا يسالون إلا عما ينفعهم قال ابن عمر رضي الله عنه : لا تسال عمالم يكن فاني سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يلعن من سال عمالم يكن قال القاسم : انكم تسالون عن اشياء ماكنا نسال عنها. وتنقرون عن اشياء ماكنا نسال عنها، وتنقرون عن اشياء ماكنا ننقر عنها، وتسالون عن اشياء ماادري ماهي، ولو علمنا هاما حل لنا ان نكتمها عن عمر بن اسحاق قال: لم ادركت من اصحاب رسول الله ﷺ ممن سبقني منهم، فما رايت قوماً ايسر يسرة ولا اقل تشديدا منهم وعن عبادة بن نسي الكندي: سئل عن امراة ماتت مع قوم ليس لهاولي فقال: ادركت اقواما ماكانوا يشددون تشديد كم ولا يسالون مسائلكم اخرج هذه الاثار الدارمي. وكان رسول الله ﷺ يستفتيه الناس في الوقائع فيفتيهم، وترفع اليه القضايا فيقضي فيها، ويرى الناس يفعلون معروفا فيمدحه، او منكر

[1] صحیح مسلم، امام مسلم، كتاب الفضائل، باب توقيره وترک اكثار سواله عمالا ضرورة اليه

فینکر علیہ ، وما کل ما افتی بہ مستفتیا عنہ وقضی بہ فی قضیہ او انکرہ علی فاعلہ کان فی الاجتماعات "[1]

ترجمہ : (جان لو کہ رسول خدا ﷺ کے عہد میں احکام فقہ جمع نہیں ہوئے تھے اور جیسے فی زمانہ فقہاء ہر مسئلہ میں بحثیں کرتے ہیں ایسے مباحث بھی نہ تھے۔ فقہاء نہایت کوشش سے ارکان وشروط ہر شئے کے آداب دوسروں سے جدا جدا مع دلائل کے بیان کرتے ہیں نئی نئی صورتیں فرض کرتے ہیں اور ان صور مفروضہ میں گفتگو کرتے ہیں جو چیزیں قابل تعریف ہیں ان کی تعریفیں کرتے ہیں جو قابل حصر ہیں ان کو حصر کرتے ہیں اور ایسے ہی ان کے اور کام ہیں اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں صحابہ آپ کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور اس کا طریقہ سیکھ لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اس کی تشریح نہیں فرماتے تھے کہ یہ امر رکن اور وہ مستحب ہے ایسے ہی آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے تھے اور صحابہ آپ کو جیسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے ویسے ہی خود بھی نماز پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حج کیا اور لوگوں نے بھی ویسے ہی آپ کی طرح اعمال حج ادا کئے۔ اکثر یہ حالت رسول خدا ﷺ کی تھی۔ اس کی تفصیل اور تشریح کچھ نہ تھی کہ وضو کے فرائض چھ ہیں یا چار ہیں یہ فرض نہیں کیا گیا تھا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی شخص بغیر موالات کے وضو کرلے اور اس وقت وضو کے رہنے یا نہ رہنے کا حکم کیا جائے الا ماشاء اللہ۔ صحابہ اس قسم کے امور کو بہت کم دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے صحابہ رسول خدا ﷺ سے کسی قوم کو بہتر نہیں پایا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات تک صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے جو کہ قرآن میں مذکور ہیں ان مسائل میں سے یہ ہیں کہ لوگ تجھ سے ماہ حرام میں لڑنے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے اس مہینہ میں لڑنا برا امر ہے۔ ''ویسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر'' اور تجھ سے حیض کا حال دریافت کرتے ہیں ''ویسئلونک عن المحیض'' حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ صحابہ وہی امور دریافت کیا کرتے تھے جو مفید ہوں حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کا قول ہے کہ وہ امور مت دریافت کرو جو ابھی تک ہوئے نہ ہوں اس لئے کہ میں نے حضرت عمر ﷺ سے سنا ہے کہ خدا اس شخص پر لعنت کرے جو ایسے امور دریافت کرے جو ابھی تک وقوع میں نہ آئے ہوں۔ قاسم کا قول ہے تم ایسے امور دریافت کیا کرتے ہو اور ایسے امور کی تفتیش کرتے ہو جن کی ہم تفتیش نہ کیا کرتے تھے تم وہ امور دریافت کرتے ہو جن کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں اور اگر ہم ان کو جانتے تو ان کا چھپانا ہم کو جائز نہ تھا۔ عمر بن اسحٰق سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول خدا میں جن سے ملا ہوں ان کی تعداد ان سے زیادہ تھی جو مجھ سے پہلے گزر چکے تھے میں نے کسی قوم کو نہیں پایا جن کی روش میں آسانی زیادہ اور سختی کم ہو۔ عبادۃ بن بسر کندی سے روایت ہے ان سے اس عورت کا حال دریافت کیا گیا جو ایک قوم کے ساتھ مرگئی تھی اور اس کا ولی نہ تھا انہوں نے کہا میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں جو تمہاری طرح سختی نہیں کرتے تھے۔ تمہارے مسائل کو وہ دریافت نہیں کیا کرتے تھے ان تمام آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے واقعات کے متعلق لوگ دریافت کیا کرتے تھے آپ اس کا جواب دے دیا کرتے تھے وہ لوگوں کو کوئی اچھا کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے ان کی تعریف کرتے تھے اور اگر برا کام کرتے ہوئے ان کو دیکھتے تھے تو اس کی برائی بیان فرما دیا کرتے تھے اور اکثر فتویٰ اور فیصلہ کرنے کا یا غلط کام کرنے والے کی تنبیہ کرنے کا کام مجلسوں میں ہی ہوا کرتا تھا)۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، ۱/۳۳۳ باب اسباب اختلاف الصحابۃ و التابعین فی الفروع، شیخ غلام علی سنز کراچی سندھ

تو اس طرح بنیادی مسائل میں وہ جس طرح سرکار دو عالم ﷺ کو عمل کرتے دیکھتے عمل کرتے جزئیات وفروعات پر بحث کرنے اور زیادہ تعمق وتدقیق کی ان کو فرصت اور ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کے سامنے جہاد اور دیگر مہمات عظیمہ کی وجہ سے پیچ در پیچ مسائل رہتے جس میں ان کی زندگی کے بیشتر اوقات صرف ہوتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ احکام شرعیہ ایک دفعہ میں ہی نازل نہیں ہوئے اور قواعد اصول فقہ بھی منزل من اللہ ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن سے اس اصول کا علم حاصل ہوا کہ متاخر متقدم کو منسوخ کر دیتا ہے اور مطلق کو مقید پر محمول کرنا مثلاً "عتق رقبة" اور پھر "رقبة مؤمنة" وغیرہ اور یہ کہ جب منفعت مضرت پر غالب ہو تو منفعت پر عمل ہوگا وغیرہ۔

مکہ میں تو صرف عقیدہ اور تثبیت عقیدہ کی تعلیمات اور ان کی توضیح تھی جبکہ مدینہ میں قواعد تشریع کی وضاحت کی گئی مکہ میں لوگ کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے بات سننا ہی ان کو گوارا نہیں تھی اس لئے وہاں صرف توحید ونماز والی آیات نازل ہوئیں تھیں کہ وہ سنیں۔ مگر قواعد اور نظام مدینہ میں ترتیب پائے مگر ان کا نام اصول فقہ نہیں رکھا گیا تھا۔

مضرت منفعت پر غالب ہونے کی وجہ سے شراب کی تدریجی حرمت :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"ومن ثمرات النخيل والاعناب تتخذون منه سكرا ورزقا حسنا"[1]

(اور ہم تمہیں پلاتے ہیں) کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم اس سے میخوارس اور پاک رزق بناتے ہو)۔

پھر ارشاد فرمایا :

"فيهما اثم كبير ومنافع للناس"[2]

(ان دونوں (شراب، جوئے) میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لئے)

پھر ارشاد فرمایا :

"لاتقربوا الصلوة وانتم سكرٰى"[3]

(اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو)

اور پھر آخر میں ارشاد فرمایا :

"انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطن"[4 (الف)]

(یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں)۔

امام ابو جعفر احمد الطبری نے اپنی کتاب "الرياض النضرة فى مناقب العشرة" میں ان آیات کے شان نزول سے متعلق جو بیان کیا ہے اس سے شرب خمر کی تدریجی حرمت کی کیفیت زیادہ واضح ہوجاتی ہے وہ فرماتے ہیں :

"ان عمر كان حريصا على تحريم الخمر فكان يقول : اللهم بين لنا فى الخمر فانها تذهب المال والعقل ، فنزل قوله تعالىٰ : (يسالو نك عن الخمر و الميسر) الاية، فدعا رسول الله ﷺ عمر فتلا ها عليه فلم يرفيها بيانا فقال : اللهم بين لنا فى الخمر بيانا شافيا، فنزل :

---

[1] النحل : ٦٧ [2] البقرہ : ٢١٩ [3] النساء : ٤٣ [4] (الف) المائدہ : ٩٠

(یایھا الذین امنو ا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰری) الایۃ ، فدعا رسول اللہ ﷺ عمر فتلاھا علیہ فلم یرفیھابیانا ثم قال: اللھم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا، فنزل : یایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر الایۃ، فدعار سول اللہ ﷺ عمر فتلاھا علیہ فقال عمر عند ذلک : انتھینا "[1]

(حضرت عمرؓ تحریم خمر کے شدت سے متمنی تھے اور فرمایا کرتے اے اللہ شراب کے سلسلہ میں کچھ نازل فرمایا جو مال اور عقل دونوں کو برباد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان" یسالونک عن الخمر والمیسر "الایہ کا نزول ہوا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو بلایا اور اس آیت کی ان کے سامنے تلاوت کی مگر حضرت عمرؓ کو تسلی نہیں ہوئی اور فرمانے لگے : اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں شافی بیان نازل فرما تو اس پر آیت" یا یھا الذین امنو الا تقربو االصلوٰۃ وانتم سکٰرٰی "کا نزول ہوا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو بلا کر یہ آیت سنائی تو ان کو تسلی نہیں ہوئی اور فرمانے لگے اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں شافی بیان نازل فرما تو اس پر آیت" انما الخمر و المیسر "الایہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو بلا کر یہ آیت سنائی تو انہوں نے فرمایا: بس اب یہ بیان ہمارے لئے کافی ہے)

قرآن کریم کے مطلق کو سرکار دو عالم ﷺ نے مقید فرمایا :

چور مرد اور عورت کے بارے میں جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا : "والسارق والسارقۃ فاقطعو ا ایدیھما "[2] اس آیت مبارکہ میں لفظ "ید" مطلق ہے جس کا اطلاق انگلیوں کے پورے سے بازو تک ہوتا ہے جیسے سورۂ یوسف میں صرف انگلیاں کاٹ لینے پر فرمایا گیا: "وقطعن ایدیھن "[3] (اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے) اور سورۃ مائدہ میں فرمایا: "وایدیکم الی المرافق "[4] اس میں کہنیوں تک پر ہاتھ کا اطلاق کیا گیا شاید سائل نے آیت سرقہ میں مطلق حکم کو دیکھ کر قطع ید کے وقت استفسار کیا ہوگا کہ وہ کہاں سے قطع کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سارق کا ہاتھ گٹھوں سے کاٹنے کا حکم بیان کر کے قرآن کے مطلق کو مقید فرما دیا بیہقی میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ :

"انہ کان یقطع السارق من المفصل "[5]

(آپ ﷺ چور کا ہاتھ گٹھوں سے کاٹا کرتے تھے)

آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی اس تقیید پر عمل کیا نافع نے ابن عمر سے روایت کیا کہ :

"ان النبی ﷺ وابابکر وعمرو عثمان کانو یقطعون السارق من المفصل "[6]

(حضور ﷺ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ و عثمانؓ چور کے ہاتھ گٹھوں سے کاٹا کرتے تھے)

اسی طرح آیت سرقہ میں واقع لفظ" قطع "کا اطلاق ہاتھ زخمی کر لینے پر بھی ہوتا ہے جیسے" وقطعن ایدیھن "کی وضاحت میں گزرا یہی وجہ تھی کہ بعض دوسرے مذاہب میں چور کے ہاتھ کو کاٹ کر الگ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ہتھیلی پر

---

[1] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ، ابو جعفر احمد المحب الطبری ۱/۲۹۶ بیروت دار الکتب العلمیہ سندند

[2] المائدہ : ۳۸ [3] یوسف : ۳۱ [4] المائدہ : ۶

[5] اعلاء السنن، ظفر احمد عثمانی تھانوی ۱۱/۶۶۸، فصل فی کیفیۃ القطع، باب قطع سقیع الیمین من المفصل، اس باب میں اس بارے میں مختلف طرق سے روایات جمع کی گئی ہیں۔ [6] حوالہ سابق

ایک چیر الگا دیا کرتے تھے اور اسی لئے قاضی کی عدالت میں جب کوئی گواہی دیتا تو وہ اپنی ہتھیلی پھیلا کر قسم کھاتا تاکہ جج یہ دیکھ لے کہ یہ سزا یافتہ تو نہیں ہے آپ ﷺ نے سارق کا ہاتھ گٹھوں سے بالکل جدا کر کے اس لفظ قطع میں پائے جانے والے دوسرے اطلاقات کو ختم کر دیا۔

قرآنی احکام میں عموم کی تخصیص :

جہاں سرور دو عالم ﷺ نے عمومی احکام میں تخصیص یا استثناء کر دیا ان کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

ا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صرف حالت جنگ میں نماز قصر کرنے کی اجازت دی ارشاد ربانی ہے "فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا" [1] (اگر تم کفار کے حملے کے خوف کی وجہ سے نماز قصر کرلو تو کوئی حرج نہیں) لیکن آپ ﷺ نے ہر سفر شرعی میں قصر کو واجب کر دیا خواہ حالت امن ہو یا جنگ [2]۔

۲۔ قرآن مجید بیٹی، ازواج اور چچا کے لئے ترکہ سے معین حصص کے ساتھ میراث کی ادائیگی کو فرض قرار دیا لیکن آپ نے اپنے ترکہ میں ورثاء کو حصص دینے سے منع فرمایا [3]۔

۳۔ قرآن نے ہر نماز کے لئے الگ الگ وقت معین کئے ہیں ارشاد ربانی ہے: "ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا" [4] (ہر نماز (الگ الگ) وقت معین میں فرض کی گئی ہے) لیکن آپ ﷺ نے دوران حج عرفات میں ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کرنا فرض کیا۔ [5]

۴۔ قرآن کریم نے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم کی ہے۔ ارشاد ہوا : "استشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتن" [6] (دو مردوں کو گواہ بناؤ یا ایک مرد اور دو عورتوں کو) لیکن آپ ﷺ نے خزیمہ بن ثابت کی اکیلی تنہا گواہی کو کافی قرار دیا [7]۔

۵۔ قرآن کریم نے ہر مسلمان مرد کو اپنی پسند کی چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی اور فرمایا : "فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع" [8] مگر آپ نے حیات فاطمہ میں حضرت علی کو ابو جہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیا اور وجہ یہ بتائی کہ : "واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ وبنت عدو اللہ مکانا واحدا ابدا" [9] (واللہ رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کا کبھی ایک مکان میں ایک ساتھ کبھی اجتماع نہیں ہو سکتا)۔

---

[1] النساء، ۱۰۱۔ [2] صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا۔
[3] صحیح بخاری، امام بخاری کتاب الجھاد باب فرض الخمس۔ [4] النساء : ۱۰۳
[5] صحیح بخاری، امام بخاری کتاب المناسک، باب الجمع بین الصلاتین بعرفۃ۔ [6] البقرۃ : ۲۸۲
[7] سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق متوفی ۲۷۵ھ کتاب القضاء، باب اذا علم الحاکم صدق شھادۃ الواحد یجوز لہ ان یقضی بہ
[8] النساء : ۳ [9] سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب النکاح باب ما یکرہ ان یجمع بینھن من النساء

۶۔ قرآن کریم نے وضو میں پیروں کے دھونے کو فرض قرار دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے : " یایھا الذین امنو ا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین" [1] لیکن حدیث نے پیروں کے دھونے کی جگہ موزوں پر مسح کو بھی جائز قرار دیا[2]۔

۷۔ قرآن کریم نے حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونے سے بالعموم منع فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا : " ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا " [3] لیکن حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے علاوہ حضرت علی کو بھی حالت جنابت میں مسجد میں داخلے کی اجازت دی اور حضرت علیؓ سے فرمایا: " یا علی لایحل لا حد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک "[4]

بعض عمومی احکام میں تخصیص کی احادیث صحیحہ سے مثالیں :

۱۔ میت پر نوحہ کرنا منع ہے لیکن جب حضرت ام عطیہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں آل فلاں نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی اب میرے لئے ان پر نوحہ کرنا ضروری ہے تو آپ ﷺ نے ان کو ان کے لئے نوحہ کرنے کی اجازت دے دی۔[5]

۲۔ چھ ماہ کے بکرے کی قربانی بالعموم جائز نہیں لیکن آپ نے حضرت ابو بردہ بن نیاز ؓ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی۔[6]

۳۔ مسجد نبوی میں کسی کے گھر کے (چھوٹے) دروازے کی اجازت نہیں لیکن حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو دروازہ رکھنے کی اجازت دے دی۔[7]

۴۔ حرم مکہ کے درختوں کو کاٹنا بالعموم منع ہے لیکن حضرت ابن عباس ؓ کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے اذخر کاٹنے کی اجازت دے دی۔[8]

۵۔ ہر عورت کے شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن سوگ کرنا لازم ہے لیکن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیس پر یہ سوگ معاف فرما دیا۔[9]

۶۔ مہر شرعی کا کم از کم دس درہم از قبیل مال ہونا ضروری ہے لیکن ایک صحابی کی ناداری کی وجہ سے صرف تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا۔[10]

---

1. المائدہ : ۶ 2. صحیح بخاری۔امام بخاری، کتب الوضوء ، باب المسح علی الخفین 3. النساء : ۴۳
4. جامع ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ متوفی ۲۷۹ھ، ابواب المناقب ، باب مناقب علی بن ابی طالب
5. مسند امام احمد بن حنبل ۵/۸۵، بیروت مکتب اسلامی ۱۳۹۸ھ۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز
6. صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الاضاحی، باب قول النبی لابی بردۃ ضح بالجذع من المعزولن تجزی عن احد بعدک
7. صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب المناقب باب قول النبی سدو الابواب الاباب ابی بکر
8. صحیح بخاری، کتاب العلم باب کتابۃ العلم 9. شرح الزرقانی علی المواہب، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ ۳۲۵/۵، بیروت دار المعرفہ طبع ثانی ۱۳۹۳ھ 10. سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی التزویج علی العمل یعمل

۷۔ ایک صحابی وصحابیہ کا باہمی رضامندی سے بغیر کسی مہر کے نکاح فرمادیا۔[۱]

۸۔ روزہ کے کفارہ کو صدقہ کرنا واجب ہے لیکن ایک صحابی کے لئے ناداری کی وجہ سے روزہ کے کفارہ کو خود انہیں کے لئے کھانا جائز کردیا۔[۲]

۹۔ دوسال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے بالعموم رشتہ رضاعت ثابت نہیں ہوتا لیکن حضرت سالم کو بلوغت کے بعد جوانی میں سہلة بنت سہیل نامی ایک صحابیہ کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور حضرت سہلہ کو ان کی رضاعی ماں بنادیا۔[۳]

۱۰۔ مردوں کے لئے ریشم بالعموم حرام فرمایا لیکن حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن کو خارش کی بنا پر ریشم پہننے کی اجازت دی۔[۴]

۱۱۔ مردوں کے لئے سونا بالعموم حرام کردیا لیکن حضرت براء بن عازب کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی۔[۵]

۱۲۔ بغیر جہاد کے کسی کو مال غنیمت سے حصہ نہیں ملتا لیکن حضرت عثمان کو حضرت رقیہ (آپ ﷺ کی صاحبزادی) کی تیمارداری میں مشغول رہنے کی بناء پر غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔[۶]

۱۳۔ قاضی کے لئے تحائف لینا بالعموم جائز نہیں لیکن حضرت معاذ بن جبل کو تحائف لینے کی اجازت دیدی۔[۷]

۱۴۔ رمی جمرات کے دوران منیٰ میں رات گزارنا ضروری ہے لیکن بنو عباس، و بنو ہاشم کے ذمہ زمزم کا پانی پلانے کی خدمات تھیں اس لئے آپ نے انہیں ان ایام میں رات کو منیٰ سے جانے کی اجازت دے دی۔[۸]

۱۵۔ نکاح کے لئے کم از کم دس درہم مہر ضروری ہے لیکن حضرت اُم سلیم کے لئے صرف ابوطلحہ کے اسلام کو مہر قرار دیا۔[۹]

الغرض یہ کہ بے شمار مثالیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ عموم میں تخصیص کا درس عہدِ رسالت مآب ﷺ سے ملتا ہے اور ان کے پیچھے کچھ نہ کچھ اصول کارفرما تھے جس سے دین کی جامعیت و وسعت اس میں پائی جانے والی لچک اور مزاج کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ رسالت مآب ﷺ کی قانون ساز شخصیت ہونے کے حوالے سے فقہاء کرام کے چند اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

علامہ شعرانی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں :

"إن للشارع أن يبيح ماشاء لقوم ويحرمه على قوم اخرين "[۱۰]

(شارع ﷺ کے لئے یہ جائز ہے کہ کچھ لوگوں کے لئے کسی چیز کو جائز کردیں اور دوسروں پر وہ چیز حرام فرمادیں)۔

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی التزویج علی العمل یعمل

۲۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الصوم، باب اذجاء فی رمضان ولم یکن له شئی فتصدق علیه فلیکفر

۳۔ صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب الرضاع ۴۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب اللباس باب مایر خص للرجال من الحریر للحکة

۵۔ المصنف، ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، ۲۸۱/۸، کراچی ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ

۶۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان

۷۔ شرح الزرقانی علی المذھب، علامہ محمد عبدالباقی الزرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، ۳۲۸/۵ بیروت دار المعرفہ طبع ثانی ۱۳۹۳ھ ۸۔ حوالہ سابق

۹۔ حوالہ سابق ۱۰۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، علامہ الوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، ۵/۱۱، مصر مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۹ھ

علامہ نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

"للشارع علیه السلام أن یخص من العموم ماشاء"[1]

(شارع علیہ السلام کے لئے جائز ہے کہ عمومی احکام میں جس چیز کو چاہیں خاص فرمالیں)۔

علامہ وشتانی مالکی (متوفی ۸۲۸ھ) اور علامہ سنوسی (متوفی ۸۹۵ھ) نے بھی امام نووی کے اس قول کو نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے۔[2]

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۲۵ھ) فرماتے ہیں:

"ان المرجع فی الاحکام انما هوالی النبی صلی الله علیه وسلم وانه قدیخص بعض امته بحکم ویمنع غیره منه ولو کان بغیر عذر"[3]

(احکام کا رجوع نبی کی ذات مقدسہ کی طرف ہوتا ہے۔ بعض اوقات آپ اُمت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے ہیں اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرمادیتے ہیں خواہ عذر نہ ہو)۔

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

"عدائمتنا من خصائصه علیه الصلوٰة و السلام انه یخص من شاء بماشاء"[4]

(ہمارے ائمہ نے رسول اللہ کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ جس شخص کو چاہیں جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں)۔

علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

"ان النبی مفوض فی شرح الاحکام"[5]

(نبی ﷺ کی طرف احکام کی مشروعیت سپرد کر دی گئی ہے)۔

نواب صدیق حسن بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:

"ومذهب بعضے آنست که احکام مفوض بود بوئے صلی الله علیه وسلم هرچه خواهد و بر که خواهد حلال وحرام گرداند... وبعضے گویندبا جتهاد گفت واول اصح واظهرست"[6]

---

[1] شرح مسلم، علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، ۱/۳۰۲، کراچی، نور محمد اصح المطابع طبع ثانی ۱۳۷۵ھ

[2] اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم، علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفۃ الوشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، ۳/۵۷۱، بیروت دارالکتب العلمیہ، مکمل اکمال الاکمال، ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی متوفی ۸۹۵ھ، ۳/۵۷۱، بیروت دارالکتب العلمیہ سن ند [3] فتح الباری شرح صحیح البخاری، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ۱۰/۱۶، کتاب الاضاحی، السعودیہ ادارت البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد سن ند

[4] مرقات، ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، ۲/۳۲۳، ملتان مکتبہ امدادیہ ۱۳۹۲ھ [5] نیل الاوطار، شیخ محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، ۶/۳، مصر مکتبۃ الکلیات الازھریہ طبعہ جدیدہ ۱۳۹۸ھ [6] مسک الختام شرح بلوغ المرام، نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ۲/۵۱۲-۵۱۳، بھوپال مطبعہ شاہجہانی ۱۳۱۰ھ

(بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور ﷺ کے سپرد ہیں جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال وحرام فرمادیں۔۔۔
بعض کہتے ہیں کہ آپ اجتہاد سے کہتے تھے پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے)۔

فقہاء کے ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام شریعت کو بیان کرنا ان کو مقرر کرنا ان کی تحلیل وتحریم اور عمومات شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل تھا۔

اسلامی قانون کا شعوری ارتقاء :

کسی بھی قسم کی گفتگو سے پہلے یہاں یہ جان لینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی اسلامی قانون کے حوالے سے بات کی جاتی ہے تو تصور یہ ابھرتا ہے کہ شاید اسلام کی آمد کے ساتھ ہی عرب معاشرہ کے سارے رسم ورواج اور ان کے مروج قوانین پر صرف اس لئے پابندی لگادی گئی کہ وہ قبل از اسلام کے تھے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے اس کی وضاحت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی قانون کے دو ارتقائی مراحل تھے قبل از بعثت اور بعد از بعثت پہلا مرحلہ غیر شعوری تھا جبکہ بعد از بعثت کا مرحلہ شعوری تھا اور یہ سوال کہ جب اسلام ہی نہیں تھا تو اسلامی قانون کی بات کیسے ممکن ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی نیا قانونی نظام کسی معاشرہ میں ایک دم نہیں آجاتا' بلکہ اس سوسائٹی کا پہلے سے جو قانون ورواج ہوتا ہے اس کو بنیاد بنا کر قانون سازی کی جاتی ہے اس کی اچھی باتوں کو اپنایا جاتا ہے۔ خراب کو یا تو بالکل ختم کردیا جاتا ہے یا ان میں ترمیم کرکے کچھ کمی وبیشی کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ اسلام نے بھی اپنی آمد کے بعد یہی کیا۔ قبل از اسلام کے ان رائج قوانین کو جو اسلامی رُوح (Sprit) کے خلاف ومتصادم نہ تھے ان کو قبول کیا اور جو اسلامی روح کے خلاف تھے ان کو یا تو بالکل سرے سے ختم کردیا یا انہیں کچھ ترمیم واصلاح کے بعد کمی وبیشی کے ساتھ قبول کیا۔ اپنے اس موقف کی حمایت میں اشارۃً چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا کو اسلام نے باقی رکھا اور اس کی توثیق میں آیت " والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما " نازل ہوئی۔ "البينة على المدعى واليمين على من انكر " کے قاعدے کو تسلیم کرتے ہوئے باقی رکھا۔ حطیم میں کعبہ کی قسم کھانے کے عمل کو باقی رکھا جو آج تک ہوتا ہے۔ ادنیٰ قبیلہ اگر اعلیٰ قبیلہ کا کوئی شخص ماردیتا تو اس کے بدلے میں دو افراد قصاص میں قتل کرتے اسلام نے اس کی اصلاح کی اور فرمایا۔ " ان النفس بالنفس "[1] (ایک جان کے بدلہ میں ایک جان) اسی طرح قاتل کے بدلے قصاص میں قاتل قبیلہ کے کسی بھی فرد مثلاً اس کے بھائی وغیرہ کو قتل کردیا جاتا تھا اسلام نے اس میں یہ اصلاح کردی کہ " ولا تزر وازرة وزر اخرىٰ "[2] اس کا مطلب ہے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی ہر شخص اپنے کیئے کا خود ذمہ دار ہے۔

قبل از اسلام ہر شخص جائیداد کا مالک نہیں بن سکتا تھا، مگر اسلام نے ہر شخص کے لئے ملکیت کو ثابت کیا۔ ورثہ کا تصور تھا لیکن عورتوں اور بچوں کو اس حق سے محروم رکھا جاتا تھا اسلام نے سب کے حصے مقرر کردیئے۔ وصیت کے ذریعے ساری جائیداد کسی کو بھی دینے کا اختیار تھا مگر اسلام نے اس کو محدود کردیا اور صرف ۱/۳ تک کے لئے اس کو درست قرار دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ وارث کے حق میں وصیت نہیں یعنی وہ بلا وصیت اپنے اپنے حصوں کے حقدار ہیں، وٹہ سٹہ کی صورت میں مہر ادا نہیں کرتے اسلام نے اس کو مہر کی ادائیگی کے فرض کے ساتھ جائز سمجھا۔

---

[1] المائدہ : ۴۵ [2] فاطر: ۱۸ ، الاسراء : ۱۵

خرید وفروخت کی بعض صورتیں جنہیں اسلام نے باقی رکھا۔ بیع مقایضہ (BARTER SYSTEM) اور بیع صرف (EXCHANGE OF MONEY) وغیرہ کو باقی تسلیم کیا۔ بیع سلم جو بیع کی اسلام میں ایک استثنائی صورت ہے قبل از اسلام عرب معاشرہ میں رائج تھی۔ اسلام نے اس کو باقی رکھا۔ بیع سلم کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عام قاعدہ کے مطابق معدوم کی بیع ناجائز ہوتی ہے لیکن بعض معاملات مثلاً جوتا بنوانے، فرنیچر بنوانے وغیرہ میں اس کی اجازت ہے کہ چیز موجود نہیں اور دیکھی بھی نہیں مگر اس کی قیمت مقرر کر لینا اور پھر خرید و فروخت کر دینا۔

تو اس طرح ان چند مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے اس وقت کے مروجہ قوانین و رسم و رواج کو صرف اس لئے کہ وہ پہلے کے تھے مسترد نہیں کیا بلکہ ان کو اصولوں کی کسوٹی میں پرکھا اور جانچا ان میں سے جو اسلامی روح سے متصادم و متضاد تھے ان کو مسترد کیا جو اس کے موافق تھے ان کو قبول کیا کہیں ترمیم و اصلاح کے بعد ان کو قبول کیا۔ ان سب باتوں سے اسلام کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے کہ ہر شئی ایک نظام و اصول سے مربوط ہے۔

مدنی دور میں قانون سازی : حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد سے اسلامی قانون سازی کے ایک شعوری ارتقاء کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس کا باقاعدہ آغاز مکہ المکرمۃ سے مدینہ المنورۃ ہجرت کے سفر سے ہوتا ہے۔ ۲۳ تا ۱۱ھ، میں جب مدینۃ المنورۃ کو پہلی اسلامی ریاست بننے کا شرف حاصل ہو گیا تو یہیں اسلامی قانون کی بنیاد پڑی۔ قانونی مسائل سے متعلق آیات کا نزول ہوا اور اس زمانہ کی احادیث مبارکہ سے قانونی مسائل کا احاطہ ہوتا ہے۔ جب بھی سوالات ہوتے تو اس کی ایک صورت یہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبریل آپ کو تعلیم مل جاتی مثلاً "یسئلونک عن الخمر، یسئلونک عن الیتامٰی" وغیرہ اور جن کے سوالات نہیں کئے۔ مثلاً "تحاور کما" الخ ان کے بھی جوابات دیئے۔ جبریل امین نے اسی لئے آپ ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور بھی کیا۔

اصول فقہ کے ضوابط اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بواسطہ جبریل تعلیم فرمائے اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ ضوابط تعلیم فرما دیئے اور پھر ان سے منتقل ہوتے ہوئے سلسلہ بہ سلسلہ ہم تک پہنچے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام سارا دن تو آپ ﷺ کے پاس نہیں بیٹھے رہتے تھے اور بعض بہت دور دراز سے آکر مسلمان ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ضوابط قواعد و اصول تعلیم فرما دیا کرتے جن کی مدد سے وہ رہنمائی حاصل کرتے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی اور آپ ﷺ سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی اجازت دی اور آپ کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام نے اجتہاد کیا ان کے اجتہاد کے روئیداد آپ ﷺ کے سامنے پیش بھی ہوئیں آپ نے ان کو سُنا اور پسند بھی کیا اور اجتہاد بغیر الات اجتہاد یعنی اصول کے نہیں ہو سکتا امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب "المنخول" میں فرمایا۔ "ولا بدمن اصول الفقه فلا استقلال للنظر دونه"[1] (اور اصول فقہ کا جاننا ضروری ہے کہ بغیر اس کے اجتہاد ممکن نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا ہوئی :

اہل علم کے نزدیک یہی راجح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا ہوئی۔ اسی لئے بعض قضایا میں آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا اور پھر اس سلسلہ کو صحابہ تک منتقل فرما دیا۔ علامہ امدی شافعیؒ (متوفی ۶۳۱ھ) نے اسی سیاق میں فرمایا :

---

[1] المنخول من تعلیقات الاصول، محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، ص ۴۶۲، دمشق، دار الفکر طبعہ ثانیہ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء

"وشاورهم في الامر[1] والمشاورة انما تكون فيما يحكم فيه بطريق الاجتهاد، لا فيما يحكم فيه بطريق الوحي، وروى الشعبي اَن كان رسول الله يقضي القضية وينزل بعد ذلك بغير ما كان قضى به، فيترك ما قضى له على حاله، ويستقبل ما نزل به القران"[2]

(وشاورهم في الامر: مشاورت اس میں ہوتی ہے جس میں اجتہاد کے ذریعہ سے حکم لگایا جاتا ہے اور جس بارے میں وحی ہو اس میں اجتہاد نہیں ہوتا اور شعبی نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نزاعات کے فیصلے فرماتے ہیں اور بعد میں اس فیصلے کے خلاف وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اپنے فیصلے پر قائم رہتے اور مستقبل میں اس وحی کی روشنی میں فیصلہ فرماتے)۔

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں ان سے اجتہاد کا وقوع ہوا :

چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اجتہاد فرمایا۔

۱۔ نو ہجری میں پیش آنے والے غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کا عذر بیان کیا تو اس موقع اللہ تعالیٰ نے "عفا الله عنك لم اذنت لهم حتى يتبين لك الذين صدقوا وتعلم الكاذبين"[3] (درگزر فرمایا اللہ نے تجھ سے (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دی تھی انہیں یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ پر وہ لوگ جنہوں نے سچ کہا اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو)۔

امام عبداللہ بن احمد نسفی حنفی (متوفی ۷۰۱ھ) نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا :

وفيه دليل جواز الاجتهاد للانبياء عليهم السلام لانه عليه السلام انما فعل ذلك بالاجتهاد[4]

(اور اس میں انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ انہوں نے یہ اجتہاد کے ذریعہ کیا تھا۔)

۲۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اس بارے میں مختلف آراء تھیں بعض کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کو فدیہ (زر) لے کر رہا کر دیا جائے جس کو قبول کر لیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

"ما كان لنبي أن يكون له اسرىٰ حتىٰ يثخن في الارض تريدون عرض الدنيا والله يريد الاخرة والله عزيز حكيم لو لا كتب من الله سبق لمسكم فيما أخذتم عذاب عظيم فكلوا مما غنمتم حلالاً طيباً"[5]

(نبی کے زمین میں غلبہ حاصل کر لینے تک جنگی قیدی اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں ہے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لئے) آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور دانا ہے۔ اگر پہلے سے حکم الٰہی نہ ہوتا (کہ خطاء اجتہادی معاف ہے) تو ضرور بڑی تنبیہ پہنچتی بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے سو کھاؤ جو تم نے حلال (اور) پاکیزہ غنیمت حاصل کی ہے

[1] آل عمران : ۱۵۹
[2] الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الامدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ ۳/۱۴۰۔۱۴۱، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۶ء
[3] التوبہ: ۴۳
[4] تفسیر المدارک المسمی بمدارک التنزیل وحقائق التاویل، عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ ۱/۲۲۵، کراچی قدیمی کتب خانہ سند
[5] صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب ربط الاسير و حبسه وجواز المن عليه، الانفال: ۶۷۔۶۹

ملا جیون حنفی (متوفی ۱۱۳۰ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"انما وقع هذه المصلحة منكم بسبب اجتهاد كم ورايكم ...... وحكمه أنه لايعذب احدا بالعمل بالا جتهاد"[1]

(اے نبی ﷺ) "یہ جو مصلحت تمہارے اجتہاد اور رائے کے سبب سے واقع ہوئی...... اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا گیا ہے اس لئے کسی کو بھی سزاوار نہیں ٹھرایا جائے گا"۔

اس کے بعد ملا جیونؒ اس سے نکلنے والے ثمرہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"فعلم من هذا جواز الا جتهاد فيكون حجة على منكرى القياس"[2]

(اس سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بات منکرین قیاس کے لئے ایک واضح دلیل ہے)

امام نسفی (متوفی ۷۰۱ھ) اس آیت کی تفسیر میں سیاق وسباق سے وضاحت کے بعد فرماتے ہیں:

"وفيما ذكر من الاستشارة دلالة على جواز الاجتهاد فيكون حجة على منكرى القياس"[3]

(اور اس آیت میں جو مشاورت کا ذکر کیا گیا ہے اجتہاد کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور یہ بات منکرین قیاس کے لئے حجت ہے)

امام ابوجعفر احمد الطبری نے اس واقعہ کو مختلف طرق سے بیان کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ:

"وفى هذه الا حاديث دليل على انه ﷺ كان يحكم باجتهاده"[4]

(اور ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ حضور ﷺ اپنے اجتہاد کے ذریعے سے فیصلے فرمایا کرتے تھے)

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن مکہ کی شان بیان فرماتے ہوئے سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

"حرم الله مكة لم تحل لاحد قبلى ولا تحل لا حد بعدى احلت لى ساعة من نهار لا يختلى خلاها ولا يعضد شجرها ولا ينفر صيدها ولا تلتقط لقطها الا المعرّف فقال العباس الا الاذخر لصاغتنا وقبور نا فقال الاالا ذخر"[5]

(اللہ نے مکہ کی سرزمین پر دوسروں کے غلبے کو حرام فرمادیا مجھ سے قبل اور بعد کسی کے لئے حلال نہیں میرے لئے اس گھڑی میں حلال کردی گئی کوئی اس کی زمین پر قبضہ نہ کرے اور نہ کوئی اس کے درخت کو کاٹے اور نہ کوئی اس کے شکار کو بھگائے اور نہ کوئی اس کی پڑی چیز اٹھائے مگر یہ کہ اعلان کرنے والا حضرت عباس نے عرض کیا سوائے اذخر کے جو ہمارے جانوروں اور قبور کے لئے ہے تو آپ نے اذخر کا استثناء فرمایا)

---

[1] التفسیرات الاحمدیہ، ملا جیون حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ ص ۳۳۵ [2] حوالہ سابق ص ۳۳۶

[3] تفسیر المدارک المسمی بمدارک التنزیل وحقائق التاویل عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ ۱/۶۰۰، کراچی قدیمی کتب خانہ سن ند

[4] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ابوجعفر احمد المحب الطبری ۲/۲۹۰، بیروت دار الکتب العلمیہ سن ند

[5] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، کتاب الجنائز، باب الاذخر والحشیش فی القبر، کتاب المناسک باب فضل مکۃ وبنیانہا، کتاب البیوع باب ماقیل فی الصواغ، (الفاظ کے اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم، کتاب الحج باب تحریم مکۃ وتحریم صیدھا...... (اس میں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ حدیث مذکور ہے)

علامہ آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا:

"ومعلوم ان الوحی لم ینزل علیه فی تلک الحالة. فکانت الاستثناء بالاجتهاد"[1]

(جاننا چاہیے کہ حضور ﷺ کا یا استثناء فرمانا اجتہاد کے ذریعہ تھا کیونکہ اس وقت وحی کا نزول نہیں ہوا تھا)

۴۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا:

"قال اتی رجل النبی ﷺ فقال له: ان اختی نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبی ﷺ لو کان علیها دین اکنت قاضیه قال نعم قال فاقض الله فهوا حق بالقضاء"[2]

(ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ وفات پاگئی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر اس کے اوپر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتے؟ عرض کی ہاں۔ فرمایا: تو اسے بھی ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے)۔

اس حدیث مبارک سے بھی اجتہاد کے وقوع کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے اس میں دلیل اور اصول بیان فرما کر ذہن میں آنے والے شکوک وشبہات کو بھی دور فرمادیا اور طریقہ اجتہاد تعلیم فرمادیا۔

۵۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ لوگوں نے عرض کیا:

"یارسول الله، ذهب اهل الدثور بالاجور، یصلون کما نصلی ویصومون کما نصوم ویتصدقون بفضول اموالهم، قال اولیس قد جعل الله لکم ماتصدقون به؟ ان بکل تسبیحة صدقة، وکل تکبیرة صدقة، وکل تحمیدة صدقة، وکل تهلیلة صدقة، وامر بمعروف صدقة، ونهی عن منکر صدقة، وفی بضع احدکم صدقة، قالو یارسول الله أیاتی احدنا شهوته ویکون له فیها اجر؟ قال ارایتم لو وضعها فی حرام اکان علیه وزر؟ فکذلک اذا وضعها فی الحلال کان له اجر"[3]

(یارسول اللہ مالدار زیادہ اجر لے گئے وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے کثیر مال سے صدقہ کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کردی ہے وہ جس سے تم صدقہ کرتے ہو؟ بیشک ہر تسبیح صدقہ ہے، اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر صدقہ ہے اور تمہارا مباشرت کرنا صدقہ ہے انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ایا کسی کو شہوت آئے تو اس کی تکمیل میں اس کے لئے اجر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ اگر کوئی اس حالت میں حرام کر بیٹھے تو کیا اس پر گناہ نہیں ہوگا؟ تو اس طرح اگر اس نے حلال طریقہ اختیار کیا تو اس میں اس کے لئے اجر ہے)

۶۔ ابوداؤد نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

---

[1] الاحکام فی اصول الاحکام، الآمدی ۴/۳۱۲، بیروت دار الفکر ۱۳۶۷ھ

[2] صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب من مات وعلیہ نذر

[3] اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ ۲/۳۴۰، بیروت دار الفکر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ء

"هششت يوما فقبلت وانا صائم ، فاتيت النبي ﷺ فقلت : صنعت اليوم امرا عظيماً فقبلت وانا صائم فقال رسول الله ﷺ ارأيت لو مضمضت من الماء وانت صائم ؟ قلت لا باس قال فمه" [1]

(ایک دن میں خوش ہوا میں نے اس حالت میں بوسہ لیا کہ میں روزہ دار تھا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آج میں نے ایک بڑا کام انجام دیا میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ اگر تم روزہ کی حالت میں کلی کرو تو کیا ہوگا؟ اس نے عرض کیا کوئی حرج نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا بس یہاں بھی کوئی بات نہیں)

۷۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ :

"ان رجلا اتى النبي ﷺ فقال : يا رسول الله ولد لي غلام اسود ، فقال هل لك من ابل ؟ قال نعم ، قال ما الوانها ؟ قال حمر ، قال هل فيها من اورق ؟ قال نعم ؟ قال فانى ذلك ؟ قال لعله نزعه عرق ، قال : فلعل ابنك هذا نزعه عرق" [2]

(ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ میرے گھر کالا سیاہ لڑکا پیدا ہوا ہے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ جواب دیا۔ ہاں فرمایا کہ ان کے رنگ کیا ہیں عرض گزار ہوا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں دریافت فرمایا کہ کیا ان میں سے کوئی سیاہی مائل بھی ہیں۔ جواب دیا ہاں فرمایا یہ کہاں سے ہوا؟ عرض کی شاید کسی رگ نے اسے کھینچ ہو فرمایا : شاید تمہارے بیٹے کو بھی کسی رگ نے اسی طرح کھینچ ہو)

ان وقائع سے جہاں آپ ﷺ کے اجتہاد فرمانے پر دلالت ہوتی ہے وہاں یہ بھی احتمال رہتا ہے کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی حکم سے مطلع فرمادیا جاتا ہو۔ مگر اجتہاد وقیاس پر اس وقت صراحت ہوجاتی ہے جب آپ سائل سے فرماتے ہیں کہ فلاں حکم کی نظیر فلاں پر قیاس کرلو اور عقل سلیم اس بات کا تقاضا کرتی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ قیاس واجتہاد کے ذریعے سے بھی حکم تک توصل فرماتے تھے اور قیاس حکم تک رسائی حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے جب کہ وہ شروط صحیحہ کے ساتھ کیا جائے۔

صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی طرف سے اجتہاد کی اجازت، تعلیم اور اس کا وقوع :

سرور کونین ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں صحابہ کرام کو اجتہاد کی اجازت اور تعلیم عطا فرمائی اور ان کی تربیت فرمائی اور آپ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور آپ تک اس کی اطلاع بھی پہنچی۔ مسائل کی تحقیق واسلوب میں آپ ﷺ کی مشہور احادیث میں سے ایک حدیث معاذ ہے جس کو ترمذی کے علاوہ ابوداؤد اور امام احمد وغیرہ نے بھی روایت کیا۔ اسلامی قانون کے ماخذ ومصادر کے سلسلے میں جو احادیث آتی ہیں ان میں سے یہ اہم ترین ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن کا منصب قضا سپرد کرتے وقت تعلیماً ارشاد فرمایا :

(ا) "كيف تقضى اذا عرض لك قضاء ؟ قال اقضى بكتاب الله فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله قال فان لم تجد فى سنة رسول الله قال اجتهد راى ولا الو (اى)

---

[1] سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب الصیام باب القبلۃ للصائم
[2] صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بنفی الولد صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب اللعان، کتاب الاعتصام باب من شبہ اصلا معلوما باصل مبین قد بین اللہ حکمہا لیفہم السائل

اقصر فی اجتهادی ، فضرب رسول الله علی صدره وقال الحمد الله الذی وفق رسول رسول الله لما برضی رسول الله "[1]

(اگر تمہارے سامنے کوئی حل طلب مسئلہ پیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تمہیں کتاب اللہ میں نہ ملے تو عرض کیا پھر سنت رسول سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں سنت رسول میں بھی نہ ملے تو عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینہ پر دست اقدس پھیرا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس سے اس کا رسول خوش ہوتا ہے)۔

حدیث مبارکہ کی روشنی میں نکلنے والے نتائج :

ہر علمی و دینی مسئلہ کا حل سب سے پہلے کتاب اللہ میں تلاش کیا جائے۔ اگر پوری صلاحیت سے تلاش کے باوجود بھی کوئی حکم میسر نہ آسکے تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کیا جائے۔ اگر حل باوجود تلاش کے سنت رسول میں بھی نہ مل سکے تو پھر کتاب وسنت کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے۔ بہ الفاظ دیگر اجتہاد کی گنجائش صرف ان معاملات میں ہے جس میں کتاب وسنت خاموش ہیں۔

حدیث معاذ میں سنت کے بعد اجماع کے ذکر نہ ہونے کی وجہ :

اس حدیث میں سنت کے بعد اجماع امت کا ذکر نہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں اجماع منعقد نہیں ہو سکتا تھا۔ اجماع صرف اسی صورت میں ماخذ قانون ہے جب نبی ﷺ موجود نہ ہوں۔

حدیث معاذ کے الفاظ " فان لم تجد" سے قرآن کے ناکافی ہونے پر استدلال اور اس کا جواب :

سرکار دو عالم ﷺ کے ارشاد "فان لم تجد" (اگر تم نہ پاؤ) سے قرآن وحدیث کے ناکافی ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں۔ کیونکہ حدیث میں فان لم یکن (اگر نہ ہو) نہیں ہے اور قرآن میں اپنی کوشش کے باوجود کوئی شئی تلاش نہ کر سکنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قرآن میں نہیں ہے۔ "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی"[2] (آج میں نے تم پر دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں) آیت مبارکہ اس بارے میں واضح ہے کہ قرآن کامل و کافی ہے۔ لیکن کوئی مسئلہ انسانی ذہن کسی وقت استنباط نہ کر سکے تو اجتہاد کرے اس کو قرآن کے نامکمل ہونے سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اور دوسری بات یہ ہے کہ "الیوم اکملت" الخ والی آیت میں قرآن حدیث واجتہاد تینوں شامل ہیں کیونکہ قرآن میں ہے : "من یطع الرسول فقد اطاع الله "[3] (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور رسول ﷺ کی تعلیم ہے کہ قرآن میں نہ ملے تو سنت رسول ﷺ میں تلاش کرو اور یہاں بھی نہ مل سکے تو اجتہاد کرو)۔

(۲) اسی طرح خاتم الانبیاء نے ایک اور موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود کو اسلوب تحقیق تعلیم فرمائے اور فرمایا :

---

۱ الترمذی، امام ترمذی، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی یقضی ۲ المائدہ: ۳ ۳ النساء: ۸۰

"اقض بالکتاب والسنة اذا وجدتهما فان لم تجد الحکم فیهما اجتهد رایک"[1]

(جب تم قرآن وسنت میں کوئی حکم پاؤ تو اس کے مطابق فتویٰ دو مگر جب کوئی حکم ان دونوں میں نہ پاؤ تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو)

(۳) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے دریافت کیا:

"الامر ینزل بنالم ینزل فیه قرآن ولم تمض فیه منک سنة قال: اجمعوا العالمین من المؤمنین فاجعلوه شوری بینکم ولا تقضوا فیه برای واحد"[2]

(اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس پر قرآن میں کوئی حکم موجود نہ ہو اور نہ ہی آپ کی کوئی سنت معلوم ہو؟ (تو ہم کیا کریں) حضور ﷺ نے فرمایا ایسی حالت میں مومنوں میں سے اہلِ علم کو جمع کرو ان کے مابین مشاورت کرو اور کسی ایک شخص کی ذاتی رائے پر فیصلہ نہ کرو)

(۴) صحیح مسلم وابن ماجہ وغیرہ میں عمرو ابن العاص سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران، واذا حکم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر"[3]

(حاکم نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور درست کیا تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر غلط فیصلہ کیا تو ایک اجر ملتا ہے) اور یہ فرمان آپ ﷺ اور بعد کے زمانے کے لئے عام ہے۔

(۵) صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"نزل اهل قریظة علی حکم سعد بن معاذ، فارسل النبی ﷺ الی سعد فاتی علی حمار، فلما دنا من المسجد قال للانصار: قوموا الی سیدکم او خیرکم، فقال: هؤلاء نزلوا علی حکمک فقال: تقتل مقاتلهم وتسبی ذراریهم، قال قضیت بحکم الله، وربما قال بحکم الملک"[4]

(بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر قلعہ سے نکل آئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کو بلوایا وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آپ کے پاس آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے انصار سے کہا اپنے سردار یا اپنے افضل شخص کی طرف کھڑے ہو جاؤ پھر فرمایا: یہ لوگ تمہارے فیصلے پر قلعہ سے نکلے ہیں حضرت سعد بن معاذ نے کہا ان میں سے جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیجئے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیجئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور کبھی کہا تم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا)۔

---

[1] فلسفۃ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۱۳۶ھ بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء

[2] اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، ۶۵/۱، بیروت دار الفکر ۱۳۹۷ھ

[3] سنن ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، ابواب الاحکام، باب الحاکم یجتهد فیصیب الحق، صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب الاقضیة باب لبیان اجر الحاکم اذا اجتهدوا اصاب واخطا

[4] صحیح مسلم امام مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب جواز القتال من نقض العهد وجواز انزال اهل الحصن علی حکم حاکم عدل اهل لحکم

(٦) غزوہ احزاب کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا :

" لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظة "[1]

(دیار بنی قریظہ سے پہلے کوئی نماز عصر ادا نہ کرے)

اور راستے میں جب عصر کا وقت آ گیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ دیار بنی قریظہ سے پہلے ہم نماز نہیں پڑھ سکتے اور کچھ صحابہ نے کہا کہ ہم تو پڑھ لیں گے۔ آپ ﷺ کے سامنے جب اس کا ذکر آیا تو دونوں فریق میں سے کسی سے بھی آپ ﷺ نے باز پرس اور تنبیہ نہ فرمائی۔

اس حدیث کی روشنی میں نکلنے والے نتائج :

اداء عصر کے لئے صحابہ کرام کے موقف الگ الگ تھے ایک فریق نے ظاہر لفظ اور باصطلاح احناف "عبارۃ النص" پر عمل کیا اور دوسرے فریق نے نص کے مخصوص معنی کا استنباط کیا اور رسول کریم ﷺ نے دونوں کو درست قرار دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں موقف صحیح ہیں اور ظاہر نص پر عمل کے علاوہ مضبوط دلائل کے ساتھ معانی و مفاہیم کا استنباط کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ صحیح علم اور مطلوبہ صلاحیت پائی جائے۔ فریق ثانی نے اس حکم سے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصود صرف تیز رفتاری اور عجلت ہے اس لئے انہوں نے دیار بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز عصر پڑھنے کو جب کہ وہ سبب تاخیر نہ ہو حکم رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہیں سمجھا۔

شیخ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) اور شیخ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) نے لکھا کہ فقہاء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ کس فریق کا عمل زیادہ صحیح اور بہتر تھا کسی نے کہا کہ افضل فریق وہ ہے جس نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور رسول اکرم ﷺ کے اس حکم کی بجا آوری میں سبقت حاصل کر لی کہ نماز اپنے وقت پر پڑھو اور کسی نے کہا کہ افضل وہ ہے کہ جس نے دیار بنی قریظہ جلد پہنچنے کے لئے نماز موخر کر دی۔[2]

مگر ہماری رائے یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کسی فریق کے عمل پر اظہار ناراضگی نہیں فرمایا اور آپ کے سامنے ہی دونوں کے صحیح ہونے کا فیصلہ بھی ہو گیا تو اس معاملہ میں زیادہ غور و خوض بحث و مباحثہ مناسب نہیں ہے۔

(٧) حضرت ابو سعید الخدری ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا :

"خرج رجلان فی سفر، فحضرت الصلاة ولیس معهما ماء، فتیمما صعیداً طیباً فصلیا، ثم وجدا الماء فی الوقت، فاعاد احدهما الوضوء والصلوٰة، ولم یعد الاٰخر، ثم اتیا رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکرا ذلک له، فقال للذی لم یعد: اصبت السنة. ای الشریعة الواجبة. واجزاتک صلاتک، وقال للذی توضا واعاد: لک الاجر مرتین".[3]

---

[1] صحیح البخاری، امام بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق و هی الاحزاب

[2] اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ ۲۰۳/۱ وما بعدھا، بیروت دار الفکر ۱۳۹۷ھ، رفع الملام عن ایمۃ الاعلام، ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ ص ۲۵، مطبعہ السنۃ المحمدیہ ۱۳۷۸ھ

[3] سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب المتیمم یجد الماء بعد ما یصلی فی الوقت

(دو آدمی سفر پر نکلے راستے میں نماز کا وقت ہو گیا ان کے پاس پانی نہیں تھا تو دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر نماز کے وقت میں انہیں پانی مل گیا ان میں سے ایک نے پانی سے دوبارہ وضو کیا اور نماز دہرائی جبکہ دوسرے نے ایسا نہیں کیا جب وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے اعادہ نہ کرنے والے صحابی سے مخاطب ہو کر فرمایا تم نے سنت کو پورا کیا یعنی واجب کی ادائیگی میں جلدی کی اور تمہاری نماز درست ہے اور جنھوں نے اعادہ کیا تھا ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تمہارے لئے دو اجر ہیں)

(۸) امام احمد نے حنش بن معتمر سے اور انہوں نے حضرت علی ؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

"بعثنی رسول اللہ ﷺ الی الیمن، فانتھینا الی قوم قد بنوا زبیۃ للاسد، فبینماھم کذلک یتدافعون اذ سقط رجل فتعلق بآخر، ثم تعلق الرجل با خر حتی صاروا فیھا اربعۃ، فجرحھم الاسد فانتدب لہ رجل بحربۃ فقتلہ، وماتوا من جراحتھم کلھم، فقام اولیاء الاول الی اولیاء الاخر فاخرجوا السلاح لیقتتلوا فاتاھم علی رضوان اللہ علیہ علی تفیئۃ ذلک، فقال: تریدون ان تقتلوا ورسول اللہ ﷺ حی؟ انی اقضی بینکم قضاء ان رضیتم بہ فھو القضاء، ولا حجز بعضکم عن بعض حتی تاتوا النبی ﷺ فیکون ھو الذی یقضی بینکم، فمن عدا بعد ذلک فلا حق لہ، اجمعوا من قبائل الذین حفروا البئر ربع الدیۃ وثلث الدیۃ ونصف الدیۃ والدیۃ کاملۃ، فللاول ربع الدیۃ لانہ ھلک من فوقہ ثلاثۃ، وللثانی ثلث الدیۃ، وللثالث نصف الدیۃ، وللرابع الدیۃ کاملۃ، فابوا ان یرضوا، فاتوا النبی ﷺ وھو عند مقام ابراھیم، فاقصوا علیہ القصۃ، فقال: انا اقضی بینکم، واحتبی فقال رجل من القوم: ان علیا قضی فینا فقصوا علیہ القصۃ فاجاز رسول اللہ ﷺ"[1]

(حضور ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا ہم اس قوم کی طرف پہنچ گئے کہ انہوں نے شیر کے شکار کے لئے گڑھا کھودا تھا اس حالت میں کہ وہ لڑائی کر رہے تھے ان میں سے ایک گرا، گرنے والے ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا پھر دوسرے گرنے والے نے تیسرا پکڑا یہاں تک کہ چار ہو گئے اور چاروں کو شیر نے زخمی کر دیا پھر کسی سے آلۂ قتل منگوا کر اسے قتل کر ڈالا چاروں زخموں کی وجہ سے مر گئے تو پہلے کے ورثا دوسرے کے ورثا کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ان کو قتل کرنے کے لئے اسلحے نکال لئے تو حضرت علی رضوان اللہ علیہ اجمعین آ پہنچے اور کہا تم لوگ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں لڑائی جھگڑے کا ارادہ رکھتے ہو اس معاملے میں میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا اگر تم راضی ہو تو قبول کر لینا اور اگر تم میں سے کسی کو یہ فیصلہ منظور نہ ہو تو حضور ﷺ کے پاس چلا جائے تو وہ فیصلہ فرمائیں اور جو اس کے بعد بھی فیصلہ نہیں مانے گا تو یہ بات ٹھیک نہیں ہوگی آپ نے فرمایا وہ قبائل جنھوں نے یہ کنواں کھودا تھا ان سے ربع دیت اور ثلث دیت اور نصف دیت اور کامل دیت تو پہلے کے لئے ربع دیت ہے کیونکہ وہ تین کی وجہ سے ہلاک ہوا اور دوسرے کے لئے ثلث دیت ہے اور تیسرے کے لئے نصف دیت ہے اور چوتھے کے لئے کامل دیت ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ ماننے سے انکار کیا اور حضور ﷺ کے پاس آ گئے وہ مقام ابراہیم پر تھے ان کے سامنے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں قوم کے ایک آدمی نے حضرت علی کے فیصلے کے قصے کو بیان کیا تو حضور ﷺ نے اس کی تائید فرمائی)

---

[1] المسند الامام احمد بن حنبل ۱/۱۶۷۔۱۶۹، حدیث ۵۷۳ تحقیق صدقی محمد جمیل العطارہ بیروت دار الفکر طبع ثانی ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء

(۹) حضرت عمر بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا :

" احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسل فاهلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکرو اذلک لرسول الله ﷺ فقال یا عمر وصلیت باصحابک وانت جنب فاخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت الله یقول ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیماً فضحک رسول الله ﷺ ولم یقل شیئاً "[۱]

(غزوہ ذات السلاسل کے موقع پر ایک سرد رات میں مجھے احتلام ہوا اگر میں غسل کرتا تو ہلاکت کا خطرہ تھا اس لئے تیمم کر کے جماعت سے نماز پڑھ لی میرے ساتھیوں نے جب نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ عمرو! حالت جنابت ہی میں تم نے جماعت سے نماز پڑھ لی میں نے صورت حال بیان کی اور یہ آیت پڑھی " ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیماً "[۲] اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ مسکرانے لگے اور کچھ نہیں فرمایا)

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے چونکہ حضرت عمر بن العاص کا اجتہاد قواعد شرعیہ پر مشتمل تھا اس لئے آپ ﷺ کا غصہ تبسم میں بدل گیا۔

استنباط واستخراج مسائل کی صلاحیت رکھنے والے صحابہ اجتہاد کے اہل تھے :

یہاں یہ بات بیان کرنا مناسب ہے کہ اجتہاد اور اس کے نتائج کی عظمت واہمیت کے پیش نظر صرف وہی صحابہ کرام یہ خدمات انجام دیتے جو اپنے اندر استنباط واستخراج مسائل کی مکمل صلاحیت پاتے بصورت دیگر جب کسی صحابی کی اس قسم کی غلطی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آتی تو آپ ناپسند فرماتے اور اس کی اجازت نہ دیتے۔ مثلاً حضرت جابر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں :

"خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجر فشجه فی راسه ثم احتلم فسال اصحابه فقال أهل تجدون لی رخصة فی التیمم قالوا مانجدلک رخصة وانت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ اخبر بذلک فقال قتلوه قتلهم الله الا سالوا، اذلم یعلموا فانما شفاء العی السوال انما کان یکفیه ان یتیمم ویعصر علی جرحه خرقه ثم یمسح علیها ویغسل سائر جسده "[۳]

(ہم لوگ ایک سفر میں تھے ہمارے ایک ہم سفر کے سر پر پتھر لگا اور سر پر زخم ہوا پھر اس کو احتلام ہو گیا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میں تیمم کر سکتا ہوں تو سب نے کہا کہ نہیں جب تم پانی پر قدرت رکھتے ہو تو تیمم کی رخصت نہیں یہ جواب سن کر انہوں نے غسل کر لیا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ہم جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور انہیں حادثہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اسے مار ڈالا۔ اللہ ہلاک کرے۔ تم جب جانتے نہیں تو کیوں نہ

---

[۱] سنن ابی داود، الامام ابوداؤد، کتاب الطهارة ، باب اذا خاف الجنب البرد ایتیمم   [۲] النساء : ۲۹

پوچھ لیا؟ لاعلمی وجہالت کا علاج تو سوال ہی ہے اسے تیمم ہی کافی تھا۔ یا زخم پر ایک ٹکڑا لپیٹ کر اس پر مسح کر لیتے اور بقیہ سارے بدن پر پانی ڈال لیتے)

حدیث کی روشنی میں نکلنے والا نتیجہ : رسول اللہ ﷺ نے بغیر علم کے فتویٰ دینے والوں کی زجر وتوبیخ فرمائی اور انہیں گویا اپنے بھائی کا قاتل سمجھا اور وضاحت سے بتلا دیا کہ جس چیز کا علم نہ ہو اسے دریافت کر لینا ضروری ہے بغیر سمجھے ہوئے فتویٰ دینا اس کا حل نہیں۔

عہدِ رسالت میں اجتہاد کی تشریعی حیثیت :

کیا عہدِ رسالت میں اجتہاد مصادر تشریع میں سے ایک مصدر تھا؟ باوجود اجتہاد کا جواز اور آپ ﷺ سے اس کا وقوع ثابت ہونے کے اور صحابہ کو اس کی اجازت اور حیات طیبہ میں صحابہ سے اس کا وقوع ثابت ہونے کے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ حیات رسالت مآب میں یہ مصادر تشریع میں سے ایک اساسی مصدر نہیں تھا۔ ہاں البتہ چند ایک مواقع پر مصدر رہا کیونکہ حضور ﷺ کا اجتہاد حق سے موافقت رکھتا تو وحی سے اس کی تائید نازل ہو جاتی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وحی اس معاملہ میں صحیح سمت کی طرف رہنمائی کر دیتی اور صحابہ کرام کے اجتہاد کا مرجع آپ ہوتے اور اللہ کی کتاب ہوتی۔

اس بحث سے مندرج چند باتیں نمایاں ہوئیں :

عہدِ رسالت ﷺ میں مسلمانوں کا رجوع الی الکتاب والسنّت تھا۔

آپ ﷺ کی وفات پر قرآن کریم محفوظ مکتوب تھا لیکن سنت محفوظ اور اس کا کچھ حصہ مکتوب تھا۔

صحابہ آپ ﷺ سے صرف پیش آنے والے سوالات کرتے تھے فرضی سوالات نہیں پوچھتے۔

عہدرسالت ﷺ میں اجتہاد کو سوائے چند ایک مقامات کے مصادر تشریع کا اساسی مصدر ہونا شمار نہیں کر سکتے۔

اجتہاد کی اجازت تھی لیکن ان صحابہ اکرام کو جن کو استنباط واستخراج کا ملکہ تھا۔

مختلف طرح سے غور وفکر کے نتیجے میں صحابہ کے اجتہادات میں فرق پیدا ہو جاتا تھا۔

حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر صحابہ میں اختلاف اور اس کا اجتہادی حل :

آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کے مابین بہت سے امور میں اختلاف ہوتا تھا مگر آپ ﷺ تک پہنچ کر ختم ہو جاتا تھا جب یہ فضا حضور ﷺ کے سامنے تھی تو آپ کے بعد ان میں اختلاف کیوں نہ ہوتا اور ان کے حل کا طریقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اجتہاد کی صورت میں اپنے صحابہ کو تعلیم فرمایا تھا۔ اور وہ صحابہ اختلاف کے اصول وآداب کے بھی تربیت یافتہ تھے حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر بعض اہم اختلافات پیدا ہو جانے اور ان میں اجتہاد کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ حقیقت وفاتِ نبی ﷺ میں حضرت عمر کا اجتہاد اور اختلاف :

حضور ﷺ کے انتقال کے بعد سب سے نمایاں اختلاف آپ ﷺ کی حقیقت وفات کے سلسلے میں ہوا۔ سید: عمر بن خطاب ؓ کا اس بات پر اصرار تھا کہ آپ کی وفات نہیں ہوئی اور یہ محض منافقین کی طرف سے پھیلائی ہوئی خبر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جب "وما محمد الا رسول " الخ[1] اور "انک میت وانهم میتون "[2] (بے شک تمہیں بھی موت آئے گی اور انہیں بھی مرنا ہے) آیتیں تلاوت کیں۔ تو ان کو سنتے ہی حضرت عمر کے ہاتھ سے تلوار اور ساتھ ہی وہ خود بھی زمین پر گر پڑے آپ ﷺ کی وفات کا یقین آ جانے پر ابوبکر کی تلاوت کردہ آیات کے بارے میں کہا کہ بخدا گویا کہ میں نے انہیں کبھی پڑھا ہی نہیں۔[3] ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں مجھ سے فرمایا: ابن عباس آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت میں نے جو کہا تھا اس کا سبب کیا تھا؟ میں نے کہا امیر المومنین میں نہیں جانتا آپ ہی زیادہ جان سکتے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ "وکذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا "[4] (اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل و افضل امت بنایا تا کہ لوگوں پر تم گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں)۔ بخدا! جب میں اسے پڑھتا تو خیال ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت میں اسی طرح باقی رہیں گے تا کہ اس کے آخری عمل کی بھی شہادت دیں اسی نے مجھ سے وہ بات کہلوائی جو میں نے کہی۔[5]

گویا کہ حضرت عمر فاروق نے آیات کریمہ کے معانی میں اجتہاد کیا اور یہ سمجھا کہ اس سے شہادت دینا مراد ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ اُمت کے آخری فرد تک رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ اسی طرح ظاہری حالت میں بھی باقی رہیں گے۔

تدفین رسول کے مسئلہ پر صحابہ میں اختلاف :

صحابہ کے مابین تدفین رسول کہاں کی جائے کے مسئلے پر بھی اختلاف ہوا کسی نے مسجد نبوی میں اور کسی نے ان کے اصحاب کے ساتھ تدفین کی رائے ظاہر کی حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: "ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض " (ہر نبی کی تدفین وہیں ہوئی جہاں اس کی رُوح قبض ہوئی) یہ سن کر صحابہ کرام نے اس بستر کو اٹھایا جس پر آپ کا انتقال ہوا تھا اور وہیں زمین کھود کر قبر بنا دی سیرت ہشام کے الفاظ ہیں: " فرفع فراش رسول الله ﷺ توفی علیه، فحفر له تحته "[6]

خلافت رسول کے مسئلہ پر اختلاف : صحابہ میں اس بات پر اختلاف پیدا ہو گیا کہ خلافت مہاجرین میں پیدا ہو یا انصار میں؟ خلیفہ ایک ہو یا متعدد؟ اس کی صلاحیتیں کیسی ہونی چاہیے؟ بحیثیت امام و حاکم مسلمین رسول اللہ ﷺ جیسی ہی کچھ صلاحیتیں ہوں یا ان سے کم اور مختلف؟ پس منظر یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے اصل باشندے اور آبادی کے اعتبار سے بھی

---

[1] آل عمران: ۱۴۴ [2] زمر: ۳۰ [3] سیرت ابن هشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام ۴/ ۳۳۵ تلخیص، تعلیق و حاشی محمد محی الدین عبد الحمید قاہرہ مطبعہ حجازی [4] البقرہ: ۱۴۳ [5] سیرت ابن ہشام ابو محمد عبد الملک بن ہشام ۴/ ۳۳۱ [6] حوالہ سابق ۴/ ۳۴۳

اکثریت رکھنے والے انصار بھی خلافت کے امیدوار تھے ۔انہوں نے مہاجرین کو پناہ دی، ان کی مدد کی، ایسا کوئی انصاری نہیں تھا جس کا مہاجر بھائی نہ ہو اور جس کے اس پر احسانات نہ ہوں اور مہاجر بھی خلافت۔ کے امیدوار تھے۔ اگر مسئلہ خلافت پر قرآن وسنت رسول ﷺ کی کوئی نص یا واضح حکم ہوتا تو اس کا فیصلہ سب کو قبول ہوتا اور اختلاف ختم ہو جاتا لیکن کوئی ایسی چیز پہلے سے موجود نہ تھی اس لئے سوائے اس کے کوئی ایسی صورت نہ تھی کہ کوئی ایسا مقتدر اور با اثر شخص سامنے آئے جو حکمت ومہارت کی ساری خوبیوں سے مزین ہو اور ادابِ اختلاف سے واقف ہو عقلی سطح پر بھی ایسی معقول اور پر سکون گفتگو کر سکے جو فریقین کے درمیان اچھے جذبات واحساسات پیدا کر سکے جس سے دوریاں سمٹ جائیں اور سارے بحران سے بطریق احسن نکلا جا سکے اور پھر بالآخر سب کے سب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے پر صدق دل سے راضی ہو گئے۔ اس طرح صحابہ کرام نے اس اختلاف کو دور کر لیا۔[1]

☆☆☆

[1] حوالہ سابق م/ ۳۳۵۔۳۳۶ ملخص

عہد خلافت راشدہ میں اصول فقہ

(۱۱ھ.........۴۱ھ)

عہد ابوبکر میں مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا اجتہاد :

حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت خلافت کے بعد بعض تو مسلم قبائل مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب وغیرہ جیسے مدعیان نبوت کے تابع بن گئے کچھ قبائل نے نماز اور زکوٰۃ ہی سے انکار کر دیا اور کچھ نے صرف ادائیگی زکوٰۃ روک دی اور انہوں نے آیت مبارکہ : '' خذمن اموالهم صدقة تطهر هم وتزكيهم بهاوصل عليهم ان صلوتك سكن لهم والله سميع عليم ''[1] (ان کے مال سے تم زکوٰۃ لو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے لئے دعائے خیر کرو تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا، جانتا ہے) سے اور تاویل فاسد کی کہ شریعت میں زکوٰۃ صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو ادا کی جا سکتی ہے کیونکہ تحصیل زکوٰۃ اس کی تطہیر و تزکیہ اور دعا کا خطاب صرف آپ ﷺ ہی سے تھا۔ حالانکہ یہ خطاب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلیفہ و نائب کو شامل تھا کیونکہ معاشرے کی تنظیم و نگرانی اقامت حد، زکوٰۃ کی مستحقین تک ترسیل وغیرہ نبی کے بعد نائبین کو منتقل ہوتی رہے گی۔

حضرت ابوبکر ؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا فیصلہ کیا تا کہ وہ توبہ کر کے ادائیگی زکوٰۃ پر آمادہ ہو جائیں۔ خلیفہ اول کے اس موقف اور حضرت عمر فاروق ؓ جو ابتداء مانعین زکوٰۃ سے جنگ جائز نہیں سمجھتے تھے ان دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوا جس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ: جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے بعض اہل عرب کے کفر و عصیان کا مسئلہ در پیش ہوا تو حضرت عمر ؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے : ''امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا : لااله الا الله فمن قالها فقد عصم من ماله ونفسه الا بحقه وحسابهم على الله تعالى'' تو جب یہ لوگ لااله الا الله پڑھ کر اس دنیا میں اپنے جان و مال کی امان پا چکے ہیں تو پھر آپ ان سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر ؓ نے اس کا جواب دیا۔ بخدا! میں نماز، زکوٰۃ کے درمیان تفریق کرنے والوں سے جنگ کروں گا اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اگر وہ بکری کے بچہ کو بھی روک دیں جنھیں رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے جب بھی میں ان سے جنگ کروں گا حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ؓ کا شرح صدر دیکھ کر میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق اور صحیح ہے۔[2]

تفسیر طبری میں ابن وھب سے روایت ہے کہ ابن زید نے کہا : '' افترضت الصلاة والزكوٰة جميعا لم يفرق بينهما فقرقافان تابوا واقاموا الصلوٰة واتوا الزكوة فاخوانكم في الدين وابى ان يقبل الصلاة الا بالزكاة وقال رحم الله ابا بكر ما كان افقه''[3] (نماز اور زکوٰۃ دونوں فرض ہیں ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں اور

---

[1] التوبہ ۱۰۳:
[2] صحیح بخاری، امام بخاری، كتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ
[3] تفسیر الطبری، ابوجعفر محمد جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ ۱۰/۶۲

پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی :" فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین"[1] پھر اگر وہ توبہ کریں نماز پڑھیں زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اس طرح بغیر زکوٰۃ کے نماز کی قبولیت اس نے رد فرمادی اور انہوں نے کہا : اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق پر رحمتوں کی بارش برسائے وہ کتنے بڑے فقیہ تھے) اس میں نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرنے والوں سے جنگ پر اصرار کی طرف اشارہ ہے۔

اس کی روشنی میں نکلنے والے نتائج کا تجزیہ :

حضرت عمرؓ اور ان کے ہم خیال اصحاب نے حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا کہ محض شہادتین کا اعلان کر کے اسلام قبول کر لینے سے ہی جان و مال کی امان اور اس سے جنگ حرام ہو جاتی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حدیث کے اس ٹکڑے " الا بحقها " پر توجہ مرکوز کی اور زکوٰۃ کو ایسا حق مال سمجھا جس کے انکار اور عدم ادائیگی پر اصرار سے جان و مال کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے۔ بہت سی آیات و احادیث میں نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ بیان کیا گیا جس سے آپ نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ بلا تفریق دونوں کا حکم یکساں ہے۔ منکر صلوٰۃ کی طرح منکر زکوٰۃ بھی مرتد ہے لہذا منکرین سے جنگ لڑنی چاہئے۔ یہی وہ صحیح اجتہاد ہے جس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ کے ارتداد اور ان سے جنگ کو اس وقت تک فرض قرار دیا جب تک وہ توبہ کر کے ادائیگی زکوٰۃ قبول نہ کر لیں اور بڑے صحابہ کرام کو آپ نے مطمئن و راضی کیا۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا شرعی مسائل کی تحقیق میں اسلوب :

"عن میمون بن مهران قال : كان ابو بكر الصديق اذا ورد عليه حكم نظر فى كتاب الله تعالىٰ فان وجد فيه مايقضى به قضى به ، وان لم يجد فى كتاب الله نظر فى سنة رسول اللهﷺ ، فان وجد مايقضى به قضى به، فان اعياه ذلک سال الناس هل علمتم ان رسول الله ﷺ قضى فيه بقضاء ؟ فربما قام اليه القوم فيقولون: قضى فيه بكذا و كذا، وان لم يجد سنة سنهاالنبى ﷺ جمع رئوساء الناس فاستشارهم ، فاذا اجتمع رايهم على شى ء قضى به و كان عمر يفعل ذلک، فاذا اعياه ان يجد ذلک فى الكتاب والسنة سال: هل كان ابو بكر قضى فيه بقضاء؟ فان كان لابى بكر قضاء قضى به ، والا جمع الناس واستشارهم ، فاذا اجتمع رايهم على شى ء قضى به "[2]

(میمون بن مہران نے روایت کیا کہ "حضرت ابوبکر کے پاس اگر کوئی جھگڑا پیش ہوتا تو کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے اگر اس میں پا لیتے تو اس کے مطابق فریقین کے درمیان فیصلہ فرماتے اور اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور اس بارے میں حضورﷺ کی سنت معلوم ہوتی تو سنت کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر سنت رسولﷺ میں اس کو پانے سے عاجز آجاتے تو لوگوں میں سے اکابر و فضل افراد کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے اگر ان کی رائے کسی معاملہ میں متفق ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے حضرت عمر بھی اسی طرح کیا کرتے تھے......)

---

[1] التوبہ : ۱۱
[2] اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ ۱/۶۲، بیروت دار الفکر ۱۳۹۷ھ

حکم شرعی کی دریافت میں حضرت ابوبکرؓ کا مشاورت پر عمل :

حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھا کہ ابن شہاب نے قبیصہ بن ذویب سے روایت کیا کہ :

"ان الجدة جاء ت الی ابی بکر تلتمس ان تورث فقال ما اجد لک فی کتاب اللہ شیئاً وما علمت ان رسول اللہ ﷺ ذکر لک شیئاً ثم سال الناس فقال المغیرة حضرت رسول اللہ ﷺ یعطیھا السدس فقال لہ ھل معک احد فشھد محمد بن مسلمة بمثل ذلک فانفذہ لھا ابو بکر رضی اللہ عنہ "[1]

(ایک دادی حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئی جس کی خواہش تھی کہ اس کو میراث میں سے حصہ ملے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ قرآن میں تو تیرا حصہ مذکور نہیں ہے اور نہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ معلوم ہوا ہے پھر آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تو مغیرہ اُٹھے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ سے اس کا چھٹا حصہ سنا ہے تو فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی گواہ ہے تو محمد بن مسلمہ نے اسی طرح کی گواہی دی تو ابوبکرؓ نے اس کو نافذ کردیا)۔

عہد فاروقی میں مسائل کی تحقیق کا شرعی اسلوب :

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے عہد میں جو بڑے بڑے کام انجام پائے ان کی داغ بیل حضرت ابوبکرؓ نے ڈالی تھی۔[2] عہد فاروقی دس سال چھ ماہ چار دن پر مشتمل ہے آپ کے اس دور خلافت میں ایک وسیع علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا اسلامی سلطنت کی حدود اربعہ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶ میل، مشرق کی جانب ۱۰۸۷ میل، جنوب کی جانب ۴۸۳ میل اور مغرب کی جانب جدہ تک پھیل گئی تھیں۔ اس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ خوزستان، آرمینیہ، آذربیجان، فارس، خراسان اور کرمان جس میں کچھ حصہ بلوچستان کا بھی تھا شامل تھے۔[3]

دور صحابہ میں حدود سلطنت میں روز بروز توسیع ہو رہی تھی اس لئے امور مملکت میں وسعت کے ساتھ نئے مسائل کا پیش آنا فطری اور لازمی امر تھا اور چونکہ قرآن وسنت میں اصول تو تمام تر موجود تھے لیکن جزئیات کا احاطہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی ضروری تھا اس لئے اجتہاد ضروری اور لازمی قرار پایا۔ بعض مفتوحہ ممالک اپنے تمدن وتہذیب کے لحاظ سے نہایت ترقی یافتہ تھے اس لئے وہاں ایسے جدید قوانین بنانے پڑے جن سے اہلیان عرب نا آشنا تھے ان کے پیچیدہ مالی مسائل کو ہم آج کے دور کے انشورنس وبینکنگ کے مسائل کے نام سے تعبیر کرسکتے ہیں، فوج، فتوحات، رعایا کے ساتھ حاکموں کے برتاؤ، تعلقات، طریقہ حکومت، مسلم وغیر مسلم پر ٹیکس لگانے، شادی بیاہ کے بہت سے ایسے مروج طریقے وہاں نظر آنے لگے جو انہیں معلوم نہیں تھے۔ جرائم وغیرہ بھی بالکل نئے طرز پر دیکھے گئے۔

مختصراً یہ کہ بہت سے داخلی وخارجی حالات ان کے سامنے بالکل نئے طریقہ سے آئے خلفاء راشدین کو ایک بڑی اہم انسانی ذمہ داری سے عہد براہونا پڑا اور قرآن وسنت نبوی نے ماضی، حال ومستقبل کے تمام فروعی مسائل کو طے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی متوفی ۷۴۸ھ ۲/۱، دار الاحیاء التراث الاسلامی سندھ

[2] تاریخ الخلفاء، جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ ص ۵۱ مفہوم، مصر مطبعہ المیمنیہ ۱۳۰۵ھ

[3] الفاروق، شبلی نعمانی ص ۱۸۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور

نہیں کر دیا بلکہ حیات انسانی میں پیش آنے والے بہت سے مسائل کو وقت کے لحاظ سے امیر وقت کے اجتہاد پر چھوڑ دیا جنہیں قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی رائے وعقل سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے اصول فقہ میں اس کا نام قیاس ہے چنانچہ صحابہ کرام نے اس اصول کو مدنظر رکھا اور جن چیزوں میں کتاب وسنت سے کوئی نص نہ مل سکی اس میں انہوں نے قیاس سے اجتہاد کیا کیونکہ سرکار دوعالم ﷺ نے انہیں شرعی مسائل کے حل کے لئے یہی اسلوب تعلیم فرمایا تھا۔

شرعی مسائل کے حل میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلوب :

حضرت عمر خود بھی فقیہہ تھے مگر اس کے باوجود وہ اکثر مسائل کو عموماً صحابہ کی مجلس میں پیش کرتے تھے اور ان پر نہایت آزادی کے ساتھ بحثیں ہوتیں۔ حضرت عمر کے اس طریقہ کار کی تفصیلات کتب آثار میں ملتی ہیں۔ مثلاً غسل جنابت کی ایک خاص صورت میں صحابہ میں اختلاف تھا حضرت عمر نے مہاجرین وانصار کو جمع ہونے کا حکم دیا چنانچہ سب کے سامنے وہ مسئلہ پیش کیا گیا تمام صحابہ نے ایک رائے پر اتفاق کیا۔ لیکن حضرت علی اور حضرت معاذ مخالف رہے۔ پھر ازواج مطہرات سے اس پر فیصلہ طلب کیا اور انہوں نے جو فیصلہ دیا حضرت عمر نے اسی کو نافذ وجاری کردیا۔[1]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجتہادات : حضرت عمر ان صحابہ میں سے ہیں جنہیں اجتہاد کا ملکہ حاصل تھا اور رسول پاک ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ نے اجتہاد فرمایا۔ آپ کی رائے کے مطابق کئی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن وحدیث میں نصوص کی غیر موجودگی میں اور بعض مرتبہ تو احادیث کے ہوتے ہوئے تبدیلی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اجتہاد کیا اور نئے طریقے جاری کئے۔ کئی مواقع پر ان کی رائے حضور ﷺ کے فرمان وارادہ سے مختلف ہوتی تھی مثلاً جب آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر نے کہا : آپ منافق کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں[2] قیدیان بدر کے معاملہ میں ان کی رائے بالکل مختلف تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ دب کر صلح کیوں کریں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تبدیلی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے طریقے جاری کئے اور رائے پر عمل کیا مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی خلافت میں وہ لونڈیاں جن سے اولاد پیدا ہوچکی ہو خریدی اور بیچی جاتی تھیں آپ نے اس رواج کو بالکل روک دیا، جنگ تبوک میں حضور ﷺ نے جزیہ کی فی کس مقدار ایک دینار مقرر کی تھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف ممالک میں مختلف شرحیں مقرر کیں۔ عہد رسالت ﷺ میں شراب نوشی کی سزا کی کوئی خاص حد مقرر نہیں تھی آپ نے اسی (۸۰) کوڑے مقرر کر دیئے۔

بعض کے مطابق حضرت عمر کا یہ عمل رسول کریم ﷺ کی اس حدیث پر مبنی تھا جس میں آپ نے فرمایا : " انما انا بشر اذا امرتکم بشی من دینکم فخذوه واذا امرتکم بشی من رای فانما انا بشر "[3] (میں ایک آدمی ہوں جب میں کوئی دینی حکم دوں تو تم لوگ اس کے پابند ہو اور جب میں اپنی رائے سے کسی بات کا حکم دوں تو میں ایک

---

[1] فقہ عمر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص ۲۲، ۲۳ اور ۲۱۲ لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ طبع دوئم ۱۹۶۰ء
[2] صحیح البخاری، امام بخاری، کتاب الجنائز باب مایکرہ من الصلوۃ علی المنافقین والاستغفار للمشرکین
[3] مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل اول

آدمی ہوں)۔اسی طرح آپ ﷺ نے کھجور کے درختوں کی نر و مادہ کی تقسیم کی تحقیق کے بعد فرمایا: " انتم اعلم بامور دنیا کم "[1] (تم لوگ دنیوی معاملات میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہو)

بعض حضرات نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مختلف الرائے ہونے کی یہ توجیہ پیش کی:

تجزیہ : حضرت عمر جانتے تھے کہ ان معاملات میں حضور ﷺ کے اقوال وافعال تشریعی حیثیت نہیں رکھتے اس لئے اپنی مختلف رائے کا اظہار کیا۔ ورنہ تو کسی صورت فرمان نبوی میں کمی وبیشی اور اس کے خلاف نہیں ہوسکتا تھا جبکہ شیخ احمد خفاجی اور ملا علی قاری دونوں نے قاضی عیاض کی کتاب "الشفا" کی شرح میں حدیث مبارکہ "انتم اعلم بامور دنیا کم" کے معنی ومفہوم پر بحث کی ہے۔وہ دونوں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر انصاری صحابہ بھروسہ، صبر اور تامل سے کام لیتے تو آئندہ کچھ برسوں میں بہت فائدہ مند ہوتا۔ انصاری صحابہ فوری فائدہ چاہتے تھے تو آپ ﷺ نے ایک طرح سے ناراض ہو کر فرمایا تھا۔اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی کسی کو کوئی فائدہ مند بات بتائے اور دوسرا انتظار کئے بغیر کوئی نقصان بتانے لگ جائے تو کہا جاتا ہے کہ تم جانو، تمہارا کام جانے۔اس طرح آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دنیاوی معاملات کو خوب جانتے ہو جو چاہو کرو[2] اور شیخ خفاجی اور ملا علی قاری کی توجیہ ہی زیادہ مناسب، موزوں اور بہتر ہے۔متعدد معاملات میں سرور کونین ﷺ نے حضرت عمر کی رائے کو اختیار کیا اور بعض مواقع پر وحی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی۔مثلاً اسیران بدر، ازواج مطہرات کے حجاب، منافق کی نماز جنازہ وغیرہ۔

حضرت عمر نے مخصوص حالات میں قرآنی احکامات کا التوا کیا:

رسول اکرم ﷺ کی تربیت اور صحابہ کے فطری کمال ذہانت کی وجہ سے ان میں قوت اجتہاد کا کافی سرمایہ موجود تھا اس لئے مزاج شریعت سے واقفیت اور حقیقت شناسی کی بناء پر بعض مخصوص حالات میں کچھ عرصہ کے لئے احکامات قرآنی کو ملتوی کر دیا۔ مثلاً حضرت عمر نے دوران جنگ کسی مسلمان پر حد جاری نہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ابو محجن ثقفی کو شرب خمر پر حد جاری نہیں کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے زمانہ میں چور کا ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم دیا۔اسی طرح قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں نے ان کا اونٹ چرا لیا ہے۔ حضرت عمر نے تحقیق واقعہ کے بعد کثیر بن صلت کو چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا لیکن جب کثیر بن صلت ہاتھ کاٹنے جانے لگے تو واپس بلا لیا اور اس کے بعد غلاموں کے مالک عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ سے کہا: "بخدا اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم غلاموں سے کام لیتے ہو اور پھر انہیں اس حد تک بھوکا مارتے ہو کہ خدا کی حرام کی ہوئی چیزیں ان کے لئے حلال ہو جاتی ہیں تو میں ضرور ان کے ہاتھ کٹوا دیتا" اس کے بعد مزید فرمایا: "خدا کی قسم! اگر میں نے ان کے ہاتھ نہیں کٹوائے تو میں تم پر ایسا تاوان ضرور ڈالوں گا جس سے تمہیں تکلیف ہوگی اس کے بعد اونٹ کے مالک مزنی سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ کتنی قیمت میں تم سے خریدا جا سکتا تھا جواب دیا چار سو درہم میں

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعاً دون ماذكره ﷺ من معايش الدنيا على سبيل الرای

[2] نسیم الریاض فی شرح شفا القاضی عیاض علامہ احمد شہاب الدین الخفاجی، شرح الشفا لعلی القاری، ص ۲۲۳ ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، سن ند

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن حاطب سے کہا تم انہیں آٹھ سو درہم دو اور چوری کرنے والے غلاموں پر حد معاف کردی کیونکہ حاطب نے انہیں بھوکا مار کر چوری پر مجبور کیا تھا۔[1]

شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب "فقہ عمر" میں اور علامہ شبلی نعمانی نے "الفاروق" میں اور محمد حسین ھیکل نے "عمر فاروق اعظم" میں اجتہادات عمر کے تحت ایسی متعدد مثالیں پیش کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا اجتہاد کسی اصولی قاعدے پر مبنی ہوتا تھا۔

علامہ شبلی کی رائے میں حضرت عمر نے سب سے پہلے قیاس کیا :

قیاس مصادر اصول فقہ میں سے ایک مصدر شمار ہوتا ہے۔ جزئیات کے فیصلے کے لئے قیاس شرعی سے کام لیا جاتا ہے ائمہ اربعہ قیاس کے شرعی مصدر ہونے پر متفق تھے اس سے متعلق شبلی نعمانی فرماتے ہیں :

"عام لوگوں کا خیال ہے کہ قیاس کے موجد معاذ بن جبل ہیں ان لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو ان سے استفسار فرمایا کہ کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے گا تو کیا کرو گے انہوں نے کہا کہ قرآن مجید سے جواب دوں گا اور اگر قرآن و حدیث میں وہ صورت مذکور نہ ہوگی تو اجتہاد کروں گا"۔[2]

لیکن اس سے یہ استدلال نہیں ہوسکتا کہ ان کی مراد قیاس سے تھی۔ اجتہاد قیاس پر منحصر نہیں ابن حزم اور داؤد ظاہری وغیرہ سرے سے قیاس کے قائل نہ تھے حالانکہ مجتہد کا درجہ رکھتے تھے اس مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرتے تھے۔

مسند دارمی میں یہ سند مذکور ہے کہ :

"حضرت ابوبکر کا معمول تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے قرآن میں وہ صورت مذکور نہ ہوتی تو حدیث سے جواب دیتے حدیث بھی نہ ہوتی تو اکابر صحابہ کو جمع کرتے اور ان کے اتفاق رائے سے جو امر قرار پاتا اس کے مطابق فیصلہ کرتے"۔

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک مسائل کے جواب میں قرآن مجید، حدیث اور اجماع سے کام لیا جاتا تھا قیاس کا وجود نہیں تھا"[3]

وہ اپنی بات کی تائید میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے ابوموسیٰ اشعری کو بھیجی گئی تحریر کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں قیاس کی صاف ہدایت کی گئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قیاس کی مثال سے وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اصول فقہ کی کتابوں میں قیاس کی یہ تعریف لکھی ہے:" تعدية الحكم من الاصل الى الفرع لعلة متحدة" (اصل کے حکم کو فرع تک پہنچانا کسی ایسی علت کی وجہ سے جو دونوں میں مشترک ہو) مثلاً آنحضرت ﷺ نے گیہوں، جو وغیرہ نام لے کر فرمایا ان کو برابر برابر دو، برابر سے زیادہ لوگے تو سود ہو جائے گا۔ اس مسئلہ میں قیاس اس طرح جاری ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے گو چند خاص اشیاء کے نام لئے، لیکن یہ حکم ان تمام اشیاء میں جاری ہوگا جو ایک جیسی مقدار اور نوعیت

---

[1] عمر فاروق اعظم محمد حسین ہیکل ۲/۲۹۳-۲۹۴، القاہرہ مطبعہ مصر شرکہ مساہمہ مصریہ ۱۳۶۳ھ

[2] الفاروق۔ شبلی نعمانی ص ۳۴۷، لاہور مکتبہ رحمانیہ سنہ ند [3] حوالہ سابق ص ۳۴۸

رکھتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو سیر بھر کر چونا دے اور اس سے اس قسم کا چونا سوا سیر یا عمدہ قسم کا لے تو سود ہو جائے گا۔
اصولین کے نزدیک قیاس کے لئے مقدم دو شرطیں ہیں :

(۱) جو مسئلہ قیاس سے ثابت کیا جائے وہ منصوص نہ ہو یعنی اس کے بارے میں کوئی خاص حکم موجود نہ ہو۔

(۲) مقیس اور مقیس علیہ میں علت مشترک ہو۔

حضرت عمر کی تحریر میں ان دونوں شرطوں کی طرف اشارہ بلکہ تصریح موجود ہے پہلی شرط کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے : ''مما لم یبلغک فی الکتاب'' دوسری شرط ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے ''واعرف الامثال والاشباہ ثم قس الامور'' ان مہمات اصول کے سوا حضرت عمر نے استنباط احکام اور تفریع مسائل کے اور بہت سے قاعدے مقرر کئے جو آج ہمارے علم اصول فقہ کی بنیاد ہیں..... حضرت عمر نے استنباط مسائل کے اصول قائم کئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر مسائل انہوں نے صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر کے بحث و مباحثہ کے بعد طے کئے اور بعض مواقع پر جو انہوں نے تقریریں کیں ان پر غور کرنے سے بہت سے اصول بنتے ہیں اکثر مسائل میں متناقض روایتیں یا ماخذ استدلال موجود ہوتے تھے اس لئے ان کو فیصلہ کرنا پڑتا تھا کہ کس کو ترجیح دی جائے کس کو ناسخ اور کس کو منسوخ مانا جائے کس کو عام اور کس کو خاص ٹھہرایا جائے کس کو موقت اور کس کو مئوبد مانا جائے اس طرح نسخ تخصیص و تطبیق وغیرہ کے متعلق بہت سے اصول قائم ہو گئے۔[1]

حضرت عمر سے منقول بہت سی ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے اصول فقہ کے بہت سے کلیات منضبط ہوسکتے ہیں۔ فقہ و اسلامی اصول پر بحث کرنے والے بیشتر مئولفین اس خط کا ضرور ذکر کرتے ہیں جو حضرت عمر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا یہ خط اسلامی ادب میں مختلف ناموں سے معروف ہے مثلاً کتاب ''سیاست القضاء وتدبیر الحکم، کتاب السیاسۃ اور رسالۃ القضاء'' وغیرہ ۱۴ھ تا ۱۷ھ شہر بصرہ کو بسایا گیا تھا۔ اس کے پہلے والی اور قاضی عتبہ بن غزوان تھے۔ حضرت عمر ﷛ نے ابو موسیٰ اشعری کو ۱۷ھ تا ۲۱ھ اور پھر دوبارہ ۲۲ھ تا ۲۹ھ وہاں کا والی مقرر کیا[2] ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے بھی اپنے مقدمہ میں اشارہ کیا ہے ابن قیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں اس خط کی پوری تفصیل درج کی ہے۔ صرف متعلقہ حصہ ہم نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

ابن قیم جوزی حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

سفیان بن عیینہ نے ادریس ابو عبداللہ بن ادریس کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ وہ (ادریس) سعید بن ابی بردہ کے پاس گئے اور ان سے اس خط کا تذکرہ کیا جو حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا اور جسے ابو موسیٰ نے ابو بردہ کے حوالے کر دیا تھا ابو بردہ چند خطوط نکال کر لائے جس میں وہ خط بھی شامل تھا جو حضرت عمر ﷛ نے ابو موسیٰ کو لکھا تھا......
اس خط کی موضوع سے مختلف عبارات بروایت جعفر بن برقان بن معمر البصری مندرجہ ذیل ہے :

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۲۸۔۳۲۹

[2] معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر (جزائر الخلیج العربی الفارسی) نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی ہجری کے عالم) ص ۹۶ ملخص تحقیق محمد حمیداللہ، پاکستان اسلام آباد مجمع بحوث الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ۔۱۹۷۳ء

"اما بعد : فان القضاء فريضة محكمة ، وسنة متبعة فافهم اذا ادلى اليك ...... ثم الفهم الفهم فيما ادلى اليك مما ورد عليك مما ليس فى قرآن ولا سنة ، ثم قايس الامور عند ذلك واعرف الامثال ، ثم اعمد فيما ترى الى احبها الى الله واشبهها بالحق ...... والسلام عليك ورحمة الله "[1]

(اچھی طرح سمجھ لو کہ قضا ایک اہم فریضہ ہے جو سنت کے مطابق بجالانا ضروری ہے...... جس مسئلے کے متعلق تمہارے دل میں شبہ پیدا ہوا اور کتاب اللہ اور سنت نبوی میں اس کا ذکر نہ ہو تو اس پر خوب غور وفکر کرو پھر اس کی مثالوں اور نظیروں کو دیکھو۔ اس کے بعد قیاس سے کام لو اور جو قیاس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سنت کے زیادہ قریب ہو اس کے مطابق حکم صادر کرو.......... والسلام علیک ورحمۃ اللہ)

علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب ''اعلام الموقعین'' میں اس خط پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اسے اسلامی نظامِ عدلیہ کی بنیاد اور علماء وفضلاء، فقہاء اور قضاۃ کے لئے بہترین دستور العمل قرار دیا۔ ابن فرحون مالکی (متوفی ۷۰۰ھ) نے بھی اپنی کتاب '' تبصرة الحكام '' میں لکھا ہے کہ اس خط میں نہایت جامعیت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ فقہا کو اپنے فیصلوں میں کن کن امور کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے اور اپنے لئے کیا راہِ عمل متعین کرنی چاہئے۔ ابن فرحون نے اس خط کا جو متن اپنی کتاب میں درج کیا ہے وہ ابن قیم کے متن سے کسی حد تک مختلف ہے۔[2]

حضرت عمر کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کو بھیجے گئے خط کے بارے میں بعض اختلافی آراء :

اس خط کے مندرجات ظاہری مذہب کے اصول سے مطابقت نہیں رکھتے کیونکہ ان کے نزدیک قیاس جائز نہیں اور اس خط سے قیاس کے جواز کی تصریح ہوتی ہے اس لئے علماء ظاہر یہ اس خط کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ محمد بن محمد بن عرنوس نے اپنی کتاب " تاريخ القضاء فى الاسلام" میں اس خط کی تاریخی حیثیت اور اس کے مندرجات پر بحث کی اور کہا کہ ان دونوں اعتبار سے یہ خط درست نہیں ہے۔

ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں :

"لم نجد قط احداً من الصحابة كلمة نصح تدل على الفرق بين راى ماخوذ عن شبه لما فى القرآن والسنة وبين غيره من الاراء الافى رسالة مكذوبة عن عمر "[3]

(سوائے حضرت عمر کی طرف منسوب کئے گئے جھوٹے رسالے کے ہم کبھی بھی کسی صحابی سے یہ بات نہیں پاتے جو قرآن وسنت وغیرہ کے مشابہ نظائر پر قیاس کرنے پر دلالت کرتی ہوں)

اس خط کے بارے میں مستشرقین کی آراء :

بعض مستشرقین اس خط کو درست تسلیم نہیں کرتے۔

---

[1] اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ ۱/۸۵-۸۶، بیروت دار الفکر ۱۳۹۷ھ

[2] تبصرة الحکام فی اصول الاقضیة ومناہج الاحکام ، ابوعبداللہ محمد بن فرحون الیعمری مالکی ۱/۲۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۳۰۱ھ

[3] الاحکام فی اصول الاحکام ، حافظ ابی محمد علی ابن حزم اندلسی الظاہری متوفی ۴۵۶ھ تحقیق احمد محمد شاکر ۶/۴۰-۴۱، کراچی جامعہ ابی بکر طبع ثانی ۱۳۹۸ھ

JOSEPH SCHACHT نے لکھا :

The Instruction which the caliph Umar is alleged to have given to Kadi's, too are a product of the Third century of islam. [1]

شاخت کے اس بیان کے مطابق یہ رسالہ تیسری صدی ہجری کے لوگوں کی اختراع ہے حالانکہ اس قول کی کوئی بنیاد نہیں۔ جمعیۃ الانجیل کے سربراہ اور آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں لغت عربیہ کے اُستاد D. S.MARGOLIOUTH نے اپنے مقالہ "Omar's instructions to the cadi" میں اور پھر ان کے بعد EMILETYAN نے اپنے اس موضوع پر پی ایچ ڈی کے مقالہ Islam'Organisation Judiciairies en pays d' میں اس خط پر شدید تنقید اور اعتراضات کیے اور اسے غلط قرار دیا۔ [2]

معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر کے محقق محمد حمید اللہ نے ان بے بنیاد اعتراضات کے تفصیل سے جوابات دیئے اور اس کتاب میں تقریباً ۳۵ مستند طرق واسانید سے اس کی صحت کو درست ثابت کیا ہے معمر بن راشدی بصری (متوفی ۱۵۳ھ) امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) نے الموطا کی کتاب الاقضیہ میں امام ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں محمد بن حسن الشیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) نے کتاب الاصل میں کتاب الصلح کے تحت عبدالرزاق بن ہمام (متوفی ۲۰۱ھ) نے اپنی مصنف میں ابوعبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ) نے کتاب ادب القاضی میں اور دیگر بہت سے علماء نے کثرت اور تواتر کے ساتھ اس خط کا تذکرہ کیا ہے۔ [3]

مذکورہ حقائق کی بناء پر ہم جمہور کا ساتھ دینے پر مجبور ہیں کہ ابو موسیٰ کے نام محولہ بالا خط حضرت عمرؓ کا ہی لکھا ہوا ہے۔

عراق کی مفتوحہ اراضی کی تقسیم سے نکلنے والا اصول :

حضرت عمر کے دور میں جب سوادِ عراق کی زمین فتح ہوئی تو صحابہ کے مابین شدید اختلاف پیدا ہوا اور ان زمینوں کے مستقبل کے انتظام و بندوبست کے بارے میں دو نقطہ ہائے نظر سامنے آئے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

اوّل : بعض حضرات کی رائے تھی کہ ان مفتوحہ زمینوں کو فاتحین میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بعض مفتوحہ زمینیں تقسیم فرمائی تھیں۔

دوم : بعض دوسرے حضرات جن میں خود حضرت عمر بھی شریک تھے یہ رائے رکھتے تھے کہ ان زمینوں کو تقسیم نہ کیا جائے بلکہ ان کو ان کے سابق مالکان کے ہی قبضہ میں رہنے دیا جائے جن کی حیثیت مزارع کی ہو۔ زمین کی مالک اسلامی ریاست قرار پائے اور مزارعین سے جزیہ اور خراج وصول کیا جائے جو سرکاری خزانہ کے لئے آمدنی کے مستقل ذرائع ہیں

---

1. An Introduction to Islamick Law, Joseph Shchacht, Pg. 16, 1964

2. Omar's Instructions to the Cadis, D. S.Margoliouth (In' Jars, London, 1990, Pg. 30) 26

بحوالہ معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر نعمان بن محمد بن العراق محقق محمد حمید اللہ ۱۰۹-۱۱۴ ملخص، اسلام آباد، مجمع البحوث الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء

3. معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی کے ہجرہ عالم) الملحق الاول ص ۱۰۱-۱۹۹ تحقیق محمد حمید اللہ، پاکستان اسلام آباد، مجمع البحوث الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء

اور دونوں نقطہ ہائے نظر کے حضرات نے بڑے شدومد سے اپنے اپنے موقف کی تائید میں دلائل دیئے اور یہ ساری بحث ایک ماہ تک جاری رہی اس کے کچھ اشارے مختصر طور پر امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الخراج میں بیان کئے۔[1]

اس بحث میں شریک حضرت عمر نے اپنے موقف کے دفاع و وضاحت میں فرمایا :

"وقد رایت ان حبس الارضین بعلوجها واضع علی اهلها الخراج، وفی رقابهم الجزیته یئودونها، فتکون فیاً للمسلمین المقاتلته و ذریته ولمن یاتی بعدهم، ارایتم هذه المدن العظام، الشام والجزیرة والکوفة ومصر، لابدلها من ان تشحن بالجیوش وادرار العطاء علیهم ،فمن این یعطی هولاء اذا قسمت الارضون والعلوج ؟ "...[2]

(میری رائے یہ ہے کہ میں ان زمینوں کو ان کے کارندوں سمیت روک رکھوں ان پر کام کرنے والوں پر خراج اور ان کی اپنی ذات پر جزیہ عائد کردوں جس کو یہ لوگ ادا کیا کریں۔ اس طرح یہ زمین مسلمان مجاہدین ان کی اولاد اور بعد والوں کے لئے ایک ذریعہ آمدنی بن جائیں گی۔ آخر آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بڑے بڑے علاقے، شام، عراق، کوفہ اور مصر موجود ہیں جہاں بڑی بڑی فوجیں رکھنا پڑتی ہیں۔ اگر یہ زمین کارندوں سمیت تقسیم کردی گئیں تو پھر ان لوگوں کی تنخواہیں کہاں سے دی جائیں گی؟)

اس سے نکلنے والا نتیجہ : اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اپنی رائے کی تائید اور دفاع میں مصلحت ملکی کا اصول مدنظر رکھا جو اصول فقہ کا ایک بنیادی اصول ہے جس پر بہت سے فقہی قواعد کی اساس ہے۔

مئولفۃ القلوب کا حصہ بند کرنے سے نکلنے والا اصول :

حضرت عمرؓ نے علت کے بدل جانے پر اجتہاد کے ذریعے مئولفۃ القلوب کا حصہ بند کردیا۔ مئولفۃ القلوب کو بیت المال سے اس مقررہ حصہ میں سے جو باقاعدہ روزینہ مل رہا تھا اور جو قرآن سے ثابت تھا حضرت عمر نے اپنے دور میں موجود ان مئولفۃ القلوب کو یہ حصہ دینا بند کردیا اور یہ کہ وہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ روزینہ حاصل کر رہے تھے۔[3]

روزینہ بند کردینے کے پیچھے کارفرما اصول :

حضرت عمرؓ نے قرآن کے ظاہر کے بجائے اس کی علت کو دیکھا اور وہ یہ تھی کہ جس وقت اسلام کمزور تھا اس وقت ان لوگوں کو روزینہ اس لئے دیا جاتا تھا کہ ان کے شر سے بچا جا سکے لیکن جب اسلام مضبوط ہوگیا اور مسلمانوں نے قوت و شوکت حاصل کرلی تو اب ان لوگوں کو دینے کی وجہ نہ رہی مزید یہ کہ قرآن نے بعض متعین اور مقررہ لوگوں کو اس حصہ میں سے دینے کا حکم نہیں فرمایا۔

قحط کے زمانے میں حد کا نفاذ نہ کرنے کے پیچھے کارفرما اصول :

حضرت عمر نے اجتہاد کے ذریعے قحط کے زمانے میں چوری کی حد کا نفاذ موقوف کرکے تعزیری سزا جاری فرمائی۔ اس اجتہاد کی حکمت یہ تھی کہ شریعت میں حد سرقہ جاری کرنے کی شرط یہ ہے کہ چور چوری کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہو۔

---

[1] کتاب الخراج، امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ، ص ۲۵ و ما بعدھا، مصر مطبعہ السلفیہ طبع ثالث ۱۳۸۲ھ
[2] حوالہ سابق، ص ۲۷
[3] عمر فاروق اعظم، محمد حسین ہیکل، مترجم حبیب اشعر، ص ۶۷۹ ملخص، لاہور میری لائبریری سن ندارد

رت عمر نے محسوس کیا کہ قحط کا ہونا لوگوں کے لئے ایک ایسی اضطراری مجبوری کی حالت ہے جس کے تحت آدمی چوری پر
ر ہوسکتا ہے اور اس طرح اضطراری کیفیت شبہ کے زمرہ میں آتی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ادروا الحدود
شبہات''[1] (حدود کو شبہ کی بناء پر ساقط کردیا کرو)۔

م کی چوری پر حد نافذ نہ کرنے کے پیچھے کارفرما اصول :

موطا امام مالک میں سائب بن یزید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی اپنے ایک غلام کو حضرت عمرؓ کے
لے گئے اور ان سے کہا :

"اقطع يد غلامي هذا، فانه سرق، فقال له عمر : ماذا سرق ؟فقال سرق مراة لامراتي ثمنها ستون درهما، فقال عمر : ارسله فليس عليه قطع، خادمكم سرق متاعكم "[2]

(میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیجئے کیونکہ اس نے چوری کی ہے حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ چرایا کیا ہے؟ کہا میری بیوی کا آئینہ چرایا جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے حضرت عمر نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ تمہارے ہی خادم نے تمہارا مال چرایا ہے)

فیصلے سے نکلنے والا اصول : سرقہ کے لئے ضروری ہے کہ سارق کو مال مسروقہ میں کسی طرح کا حق نہ ہو۔

ء میں اصل اباحت ہونے کی مثال :

موطا امام مالک میں یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب کا بیان ہے کہ :

"ان عمر بن الخطاب خرج في ركب ، فيهم عمر و بن العاص حتى وردوا حوضا فقال عمرو بن العاص لصاحب الحوض هل ترد حوضک السباع؟ فقال عمر بن الخطاب يا صاحب الحوض لاتخبرنا فانا نرد على السباع، وترد علينا "[3]

(حضرت عمرؓ چند سواروں کے ساتھ نکلے جن میں حضرت عمرو بن العاص بھی تھے یہاں تک کہ وہ ایک حوض پر پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص نے حوض کے مالک سے پوچھا کیا تمہارے حوض پر درندے بھی پانی پینے آتے ہیں؟ حضرت عمر نے حوض والے سے کہا کہ یہ بات ہمیں نہ بتانا کیونکہ کبھی ہم درندوں سے پہلے اور کبھی وہ ہم سے پہلے آتے ہوں گے)

ے نکلنے والے اصول :

اشیاء میں اصل اباحت ہے۔
ظاہر حالت اگر صحیح ہے تو تفحص اور جستجو پر ہم مکلف نہیں ہیں۔

---

[1] الاحکام السلطانیہ، علی بن محمد الماوردی متوفی ۴۵۰ھ، ص ۲۲۵ مصر مصطفی البابی الحلبی ۱۳۸۰ھ، مشکوٰۃ المصابیح کتاب الحدود فصل ثانی میں الفاظ
ں "ادرء والحدود عن المسلمين ماستطعتم" اسے حوالہ ترمذی ذکر کیا
[2] موطا امام مالک، مالک بن انس بن مالک متوفی ۱۷۹ھ، کتاب الحدود مالاقطع فيه [3] حوالہ سابق باب الطهور للوضوء

ایک اور مثال سے توضیح : موطا امام مالک میں خالد بن اسلم سے روای ہے کہ :

"ان عمر بن الخطاب افطر ذات يوم في رمضان في يوم ذي غيم، و رای انه قدامسی و غابت الشمس ، فجاء ه رجل فقال يا امير المؤمنين، طلعت الشمس فقال عمر : الخطب يسير وقد اجتهدنا "[1]

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ابر والے دن رمضان کا روزہ افطار کرلیا ان کا خیال تھا کہ شام ہوگئی اور سورج غروب ہوگیا پس ایک آدمی نے آکر بتایا کہ اے امیر المؤمنین! سورج نکل آیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تلافی آسان ہے ہم نے اجتہاد کیا تھا)

امام مالک نے فرمایا "الخطب اليسير" سے مراد قضا ہے آگے اللہ بہتر جانتا ہے چونکہ محنت کم ہے اس لئے کہ اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لیں۔

اس کے علاوہ بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد اور قیاس سے کام لیا اور ان کے اجتہادات کی روشنی میں بہت سے اصول نکلے جو اصول فقہ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔

دیگر صحابہ کرام بھی اجتہاد میں اصول استنباط پیش نظر رکھتے :

صحابہ کے دور میں جس طرح فقہ وجود میں آچکی تھی اسی طرح اصول کی نشوونما کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح دوسرے صحابہ کرام بھی اجتہاد کے موقع پر اصول استنباط پیش نظر رکھتے تھے مثلاً حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جن سے ان کے اجتہاد اور اس میں اصول پیش نظر ہوتا تھا اس کا پتہ چلتا ہے۔

مئے نوشی کی حد کے لئے صحابہ کے مختلف استدلالات اور پیش نظر اصول استنباط :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ میں شراب نوشی کی کوئی طے شدہ اور متعین سزا نہیں تھی شراب نوشی کے مجرم کو بلا تحدید و تعیین کے سزائے ضرب دی جاتی تھی اور مسجد میں سزا سنا کر حاضرین سے کہا جاتا تھا کہ ہاتھوں، مکوں اور جوتوں سے مجرم کو مناسب سزا دے دیں بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑوں کی سزا بھی دی جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانے تک عمل درآمد ہوتا رہا۔ پھر ایک مرحلہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ شراب نوشی کے واقعات زیادہ ہونے لگے ہیں اور بالخصوص ان اقوام میں جو فتوحات کے نتیجہ میں نئی نئی اسلام میں داخل ہو رہی تھیں ایسے لوگ آئے دن پکڑے جا رہے تھے جو بار بار شراب نوشی کا ارتکاب کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال کبار صحابہ کرام کے سامنے مشورہ کے لئے پیش کی اور تجویز کیا کہ شراب نوشی کی سزا بڑھانی چاہئے اس پر بحث و مباحثہ ہوا اور بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے سب نے اتفاق کرلیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرز استدلال : حضرت علی کا طرز استدلال یہ تھا کہ مئے نوش ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان کا شعور و احساس ختم ہوجاتا ہے اور اس کی عقل جاتی رہتی ہے اس عقل و شعور سے خالی نشہ کی حالت میں انسان ہذیان

---

[1] حوالہ سابق كتاب الصيام، باب ماجاء في قضاء رمضان والكفارات

شروع کر دیتا ہے عین ممکن ہے کہ ہذیان بکنے کی صورت میں وہ ایسے الفاظ بھی کہہ دے جو قذف (تہمت) کے الفاظ ہوں اس لئے قرآن کریم میں بیان کردہ قذف کی سزا (اسی کوڑے) کو جرم مے نوشی کی بھی سزا متعین کر دی جائے حضرت علی کا فرمان ہے: "انه اذا شرب هذى، واذا هذى افترى فيجب ان يحد كما يحد القاذف"[1] (جب وہ شراب پئے گا تو لازماً ہذیان بکے گا اور جب ہذیان بکے گا تو افتراء پردازی بھی کرے گا لہٰذا اس کو وہ سزا دی جائے جو قذف کرنے والے (یعنی افتراء پردازی کرنے والے کو دی جاتی ہے) چنانچہ حضرت علی کے استدلال کو قبول کرتے ہوئے صحابہ کرام کے اتفاق سے حضرت عمرؓ نے شراب نوشی کی حد ۸۰ کوڑے مقرر کر دی۔

اس استدلال میں حضرت علی نے مندرجہ ذیل دو قواعد کلیہ پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی:

حضرت علی نے واضح طور پر دو ایسے قواعد کلیہ پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی جنھوں نے بعد میں بہت آگے چل کر واضح شکل اختیار کی یعنی حکم بالمآل اور سد ذریعہ بالفاظ دیگر فقہ کا یہ اصول کہ معاملات کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرتے وقت محض ان کی ابتدائی اور ظاہری صورت ہی کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ بالآخر ان سے کیا نتیجہ مرتب ہوتا ہے چونکہ مے نوشی میں نشہ کی کیفیت قذف کو بھی منتج ہو سکتی ہے اس لئے اس ذریعہ کا سد باب کرتے ہوئے جو مآل (انجام) کا حکم ہے وہ اس صورت پر عائدہ منطبق کر دیا جائے۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا طرز استدلال:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس موقع پر استدلال کیا کہ قرآن وسنت کی متعین کردہ حدود میں سب سے کم حد قذف ہے اس لئے کم ترین حد کی سزا کو اس جرم مے نوشی کی حد قرار دے دیا جائے۔[3]

ایک اور مسئلہ میں صحابہ کی مشاورت اور حضرت علی کے اجتہاد پر عمل:

حضرت عمر نے ایک عورت جس کا شوہر غائب تھا اور اس کے یہاں لوگوں کی آمد و رفت تھی جسے آپ نے روکا اور اُسے بلا بھیجا۔ قاصد نے عورت سے جا کر کہا چل کر حضرت عمرؓ کو جواب دو۔ اس نے کہا ہائے تباہی! عمر سے کیا مطلب؟ اور پھر ان کی طرف جب چلی تو خوف وگھبراہٹ سے راستے ہی میں دردزہ شروع ہوا اور وہ ایک گھر میں داخل ہوگئی جہاں اس نے ایک بچہ جنم دیا۔ بچہ رویا اور چیخ کر وہیں مرگیا۔ حضرت عمرؓ نے اصحاب رسول ﷺ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ بعض نے کہا آپ پر کچھ نہیں آپ ادب سکھانے اور نظام درست رکھنے والے حکمراں ہیں۔ حضرت علیؓ خاموش تھے تو حضرت عمرؓ نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر ان حضرات نے صحیح رائے ظاہر کی تو ان کی رائے غلط ہے۔ اگر آپ کی رضامندی کے لئے ایسا کیا تو وہ آپ کے خیر خواہ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کا خون بہا

---

[1] موطا امام محمد، امام محمد، باب "الحد فى الشراب" الفاظ کے کچھ اختلاف سے۔ اعلام الموقعین ۱/۲۱۱۔ اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیہ فی اختلاف الفقہاء، مصطفی سعید الخن ص ۱۲۱، بیروت مؤسسۃ الرسالۃ طبعہ ثالثۃ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۲ء

[2] اصول الفقہ، محمد ابوزھرہ ص ۱۲

[3] فقہ اسلامی کا تاسیسی پس منظر، ساجد الرحمٰن صدیقی ص ۴۸، اسلام آباد شریعہ اکیڈمی ۱۹۹۲

آپ کے اُوپر ہے کیونکہ آپ ہی کی وجہ سے اس نے خوفزدہ ہو کر بچہ جن دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ خون بہا اس کی قوم میں تقسیم کر دیا جائے۔[1]

حضرت عمر نے امیر المؤمنین ہوتے ہوئے بھی حضرت علی کی صائب رائے قبول فرمائی اور ان کے اجتہاد پر عمل کیا۔ جب کہ دوسرے اصحاب کی رائے میں آپ کے لئے چھٹکارا تھا۔

حاملہ کی عدت کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا استدلال :

سورۃ البقرہ میں ایسی عورتوں کی عدت جن کے شوہر وفات پا جائیں چار ماہ دس دن بیان ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ''والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا''[2] (اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار ماہ دس دن انتظار کریں) مگر سورۃ الطلاق میں حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل بیان ہوئی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود جب کوفہ کے قاضی تھے تو ان کی عدالت میں ایک حاملہ خاتون کا مقدمہ آیا جس کا شوہر وفات پا چکا تھا اس کی عدت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود نے سورۃ الطلاق جس کو دورِ صحابہ و تابعین میں سورۃ نساء صغریٰ بھی کہا جاتا تھا، کی آیت ''واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن''[3] (اور حاملہ عورتوں کی مدت معینہ (یعنی عدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے) آپ نے ان آیات سے استدلال کر کے یہ فیصلہ سنایا کہ :

مذکورہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن نہیں بلکہ تا وضع حمل ہے وہ جتنی بھی مدت پر مشتمل ہو سب کی سب عدت ہی ہوگی۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: '' أن الایۃ فی سورۃ النساء القصری واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن نزلت بعد الایۃ التی فی سورۃ البقرۃ والذین یتوفون منکم ''[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود کے استدلال سے نکلنے والا اصول :

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ میں یہ واضح کیا کہ بعد میں نازل ہونے والا حکم پہلے نازل ہونے والے حکم کے لئے ناسخ ہوتا ہے یا یہ کہ نئی شرائط، حدود و قیود کے اضافہ کے ذریعہ اس کی تخصیص کر دیتا ہے۔ لہٰذا ہر سابقہ حکم اور فیصلہ کو بعد کے فیصلہ و حکم کی روشنی میں پڑھنا سمجھنا اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ قانون کی تعبیر و تشریح کا وہ اصول ہے جس کو اسلامی قانون بلکہ دنیا کے سارے ہی قوانین تسلیم کرتے ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا : ''اتجعلون علیھا التغلیظ ولا تجعلون لھا الرخصۃ''[1] (سختی کا پہلو کیوں روا رکھتے ہو رخصت کا پہلو کیوں اختیار نہیں کرتے)۔

گویا حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس مسئلہ میں یہ اصول بھی بیان فرمایا کہ اسلامی شریعت رخصت اور سہولت کے پہلو کے ترجیح دینے کو بہ نظر استحسان دیکھتی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات، باب دیۃ الجنین ووجوب الدیۃ فی قتل الخطا

[2] البقرہ : ۲۳۴ [3] الطلاق : ۴

[4] کشف المغطا عن وجہ الموطا حاشیہ علی الموطا، اشفاق الرحمٰن ص ۵۳۰، کتاب الطلاق باب عدۃ الطلاق متوفی عنہا زوجہا صحیح البخاری کتاب التفسیر باب والذین یتوفن منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا

الغرض ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام قرآن کی نصوص اور ارشادات نبوت کی تصریحات سمجھنے کا طبعی سلیقہ اور ملکہ رکھتے تھے اور وہ بخوبی واقف تھے کہ قرآن اور سنت نبوی میں کون سی تعبیرات عام وارد ہوتی ہیں اور ان کی کہاں اور کس انداز میں تخصیص یا تقیید وارد ہوتی ہے کس کلام کا محل اور اطلاق کیا ہے۔ امور استنباط اور مناہج اجتہاد کی تدوین نہ ہونے کے باوجود بھی وہ ان اصولوں کا فطری طریقے پر اطلاق کرتے تھے یعنی وہ صراحتاً اصول بیان کر کے استنباط و اجتہاد نہیں کرتے تھے مگر ان کے سامنے اصول و مناہج رہتے تھے اور ان کا اجتہاد اصول و قواعد کی روشنی میں ہوتا تھا۔

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں :

"ثم نظرنا فی طرق استدلال الصحابة والسلف بالكتاب والسنة، فاذا هم يقيسون الاشباه بالاشباه منها ويناظرون الامثال بالامثال .... فان كثيرا من الواقعات بعده صلوات الله وسلامه عليه لم تندرج فی النصوص الثابتة فقاسوها بماثبت والحقوها بما نص عليه، بشروط فی ذلک الالحاق، تصحح تلك المساواة بين الشبيهين، او المثلين، حتى يغلب على الظن ان حكم الله تعالىٰ فيهما واحد وصار ذلک دليلا شرعيا باجماعهم عليه، وهو القياس "[2]

(پھر جب ہم نے صحابہ کرام اور سلف صالحین کے قرآن و سنت سے استدلال کے طریقوں پر غور کیا تو دیکھا کہ وہ نئے مسائل کو ان کے ہم مثل و مشابہ مسائل پر قیاس کرتے ہیں ...... نبی اکرم ﷺ کے بعد کتنے ہی واقعات ایسے پیش آئے جو ثابت شدہ نصوص کے دائرہ میں نہیں آتے تھے انہوں نے ایسے غیر منصوص مسائل پر کچھ ایسی شرطوں کی بنیاد پر قیاس کیا جن سے دونوں طرح کے واقعات کا ہم مثل و مشابہ ہونا متعین ہوجاتا ہو اور یہ ظن غالب ہوجاتا ہو کہ ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ہی حکم ہوگا یہ طریقہ استدلال صحابہ کرام کے اجماع سے ایک دلیل شرعی قرار پایا جسے قیاس کہتے ہیں)

امام الحرمین الجوینی شافعی (متوفی ۴۷۸ھ) فرماتے ہیں :

"ونحن نعلم قطعا، ان الوقائع التی جرت فيها فتاوىٰ علماء الصحابة واقضيتهم تزيد على المنصوصات ، زيادة لا يحصرها عد، ولا يحويها حد ، فانهم كانوا قايسين فی قريب من مائة سنة، والوقائع تترى، والنفوس الى البحث طلعة، وما سكتوا عن واقعة صائرين الىٰ انه لانص فيها، ...... وعلى قطع نعلم انهم ماكانوا يحكمون بكل ما يعن لهم، من غير ضبط وربط، وملاحظة قواعدة متبعة عندهم"[3]

(ہمیں قطعیت کے ساتھ یہ بات معلوم ہے کہ جن حوادث و واقعات میں صحابہ کرام کے فتاویٰ اور فیصلے صادر ہوئے وہ قرآن وحدیث کے منصوصات سے بہت زیادہ بلکہ بےحد و بے شمار ہیں۔ صحابہ کرام تقریباً ایک صدی تک ایسے مسائل میں قیاس کرتے رہے واقعات آئے دن پیش آتے اور یہ حضرات ان واقعات کے بارے میں احکام شرعیہ کی تحقیق کرتے یہ لوگ کسی

[1] كشف المغطا عن وجه المؤطا حاشيه على المؤطا كتاب الطلاق باب عدة المتوفى عنها زوجها اذا كان حاملا

[2] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن ابن خلدون، ص ۳۵۳ بغداد، المثنیٰ سنہ ند

[3] البرھان، امام الحرمین الجوینی متوفی ۴۷۸ھ، فقرہ ۱۱۷، مکتبہ امام الحرمین طبع ثالثہ ۱۴۱۲ھ

واقعہ پر حکم لگانے سے محض اس لئے خاموش نہیں رہے کہ اس سے متعلق نص وارد نہیں ہے..... اسی طرح یہ بھی یقینی امر ہے کہ یہ حضرات پیش آمدہ مسائل پر کیفما اتفق اور اصول وقواعد کی رعایت کے بغیر احکام جاری نہیں کرتے تھے)

ڈاکٹر علی شامی نشار تحریر فرماتے ہیں کہ :

"وفی الحقیقة ان تاریخ وضع المنهج الاصولی یذهب الی عهد ابعد من عصر الشافعی بکثیر، بحیث لایجب ان نلتمسه فقط عند علماء الاحناف فی السنوات التی تسبق عصر الشافعی، بل فی عصر الصحابة انفسهم ولدی الکثیر ین من فقهائهم وعن هئولاء اخذت معظم القوانین التی یحتاج الیها فی استفادة الاحکام، فابن عباس وضع فکرة الخاص والعام، وذکر عن بعض الصحابة الاخرین فکرة المفهوم"[1]

(واقعہ یہ ہے کہ اصولی منہج کو وضع کرنے کی تاریخ امام شافعی کے عصر سے بہت پرانی ہے چنانچہ ہمیں یہ اصولی منہج نہ صرف ان علماء احناف کے پاس ملتا ہے جن کا دور امام شافعی سے چند سال پرانا ہے بلکہ خود عہد صحابہ میں اور بہت سارے فقہاء صحابہ کے یہاں ملتا ہے اور استنباط احکام کے قوانین کا ایک بڑا حصہ صحابہ کرام سے منقول ہے حضرت ابن عباس نے خاص اور عام کا نظریہ پیش کیا بعض دیگر صحابہ کرام سے مفہوم کا نظریہ مذکور ہے)

شیخ ابوزہرہ فرماتے ہیں :

"فاذا کان استنباط الفقه ابتداً بعد رسول الله ﷺ فی عصر الصحابة، فان الفقهاء من بینهم کابن مسعود، وعلی بن أبی طالب، وعمر بن الخطاب، ماکانوا یقولون أقوا لهم من غیر قید ضابط"[2]

(حضور ﷺ کے بعد جب صحابہ کرام کے زمانے میں فقہ کے استنباط کا کام شروع ہوا تو فقہاء صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب اور عمر بن خطاب قواعد وضوابط کی رعایت کے بغیر نئے پیش آمدہ مسائل میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتے تھے)۔

☆☆☆

---

[1] مناہج البحث عند مفکری الاسلام علی شامی نشار ص ۶۶ بحوالہ التنظیر الفقہی، جمال الدین عطیہ دوحہ مطبعہ ندہ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء

[2] اصول الفقہ، محمد ابوزہرہ ص ۱۲ قاہرہ، دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

عہد بنو اُمیہ میں اصول فقہ

(۴۱ھ ۔ ۱۳۲ھ)

عہد تابعین میں اصول فقہ : (اجتہاد و استدلال)

صحابہ کرام کے مذکورہ اسلوب اجتہاد و استدلال کو تابعین نے آگے بڑھایا اور جیسے جیسے اسلامی احکام پر غور و خوض ہوتا رہا اصول و قواعد اور ان کے مابین پائے جانے والے فروق کی وضاحت ہوتی چلی گئی اس سلسلے کو آگے بڑھانے میں قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کے اسلوب بیان اور طرز استدلال نے بنیادی رہنمائی فراہم کی۔ عمومی کلیات کو جزئی مثالوں کے ضمن میں بیان کرنے کا جو بالخصوص قرآنی اور بالعموم نبوی اسلوب رہا اس کے مطابق ملتے جلتے احکام پر غور وفکر اور تدبر کرنے سے ان جزئی احکامات میں جاری وساری عمومی اصول اور ان کی پشت پر کارفرما قواعد کلیہ کا پتہ چلتا ہے اس معاملہ میں قرآن کا اسلوب استقرائی ہے۔

یہاں یہ بات اہم ہے کہ پہلے ان ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کو دریافت کیا جائے جو کسی ایک عمومی اصول یا قاعدہ کلیہ کے تحت آتے ہوں ان ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کا اصطلاحی نام "الاشباہ و الامثال" یا "الاشباہ و النظائر" ہے اپنے اس خاص فنی مفہوم میں سب سے پہلے یہ اصطلاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس خط میں ملتی ہے جو انہوں نے عدالتی پالیسی اور نظام قضاء کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا تھا غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کے بعد ہی اس پورے علم کا نام علم الاشباہ والنظائر ہو گیا جس میں استقراء و تدبر کے اس عمل سے کام لے کر شریعت کے عمومی اصولوں اور قواعد کلیہ کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

دوسری صدی ہجری کے وسط تک اصول فقہ پر کام کی رفتار کا جائزہ :

دور صحابہ کے آخری زمانہ سے لے کر دوسری صدی ہجری کے وسط تک کی سو سالہ مدت میں اس میدان میں کتنا اور کیا کام ہوا اس موضوع پر کوئی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے تاہم اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں قریب قریب ہر قابل ذکر فقیہ نے اس سرگرمی میں حصہ لیا اور بہت سے اصولوں کی دریافت میں بعد والوں کے کام کو آسان بنایا لیکن اس سو سالہ دور میں قواعد فقہیہ کے بجائے زیادہ زور قواعد اصولیہ پر رہا۔ امام شافعی کی شہرہ آفاق کتاب 'الرسالة' کو بغور پڑھا جائے تو اس کے پس منظر میں موجود اصولی بحثوں اور قانونی اختلافات کی وہ ساری بنیادیں صاف محسوس ہو جاتی ہیں جن کے بارے میں ایک صحیح نقطہ نظر کو منقح اور واضح کرنے کے لئے امام صاحب نے یہ کتاب لکھی۔

ابوزہرہ اس عہد میں کام کی رفتار کا ان الفاظ کے ساتھ جائزہ پیش کرتے ہیں :

"حتى اذا انتقلنا الى عصر التابعين وجدنا الاستنباط يتسع لكثرة الحوادث ولعكوف طائفة من التابعين على الفتوى كسعيد بن المسيب وغيره بالمدينة، وكعلقمة وابراهيم النخعي

بالعراق، فان هولاء كان بين ايديهم كتاب الله وسنة رسول ﷺ وفتاوى الصحابة، وكان منهم من ينهج منهاج المصلحة ان لم يكن نص، ومنهم من ينهج منهاج القياس، فالتفريعات التى كان يفرعها ابراهيم النخعى وغيره من فقهاء العراق كانت تتجه نحو استخراج علل الاقيسة وضبطها والتفريع عليها، بتطبيق تلك العلل على الفروع المختلفة، وهنا نجد المناهج تتضح اكثر من ذى قبل، وكلمااختلفت المدارس الفقهية كان الاختلاف سببا فى ان تتميز مناهج الاستنباط فى كل مدرسة "[1]

(عہد صحابہ کے بعد جب ہم تابعین کے عہد کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ محسوس کرتے ہیں کہ تابعین کے دور میں اجتہاد واستنباط کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا ہے ایک تو اس لئے کہ نئے نئے واقعات کی کثرت ہوگئی دوسرے اس لئے بھی ایک جماعت فتویٰ کے لئے گویا وقف ہوگئی تھی مثلاً مدینہ میں سعید بن المسیبؒ وغیرہ، عراق میں حضرت علقمہؒ اور ابراہیم نخعیؒ وغیرہ ان حضرات کے سامنے تین مصادر تھے کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام کے فتوی ان میں سے بعض وہ حضرات تھے جو نص موجود نہ ہونے کی صورت میں مصلحت شرعی کو بنیاد بنا کر حکم شرعی کا استنباط کرتے تھے اور بعض دیگر حضرات قیاس کی راہ اپناتے تھے۔ چنانچہ فقہاء عراق میں سے حضرت ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کے اجتہادات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قیاس کی علتوں کا استخراج اور انہیں منضبط کر کے ان علتوں کو مختلف جزئیات پر منطبق کرتے تھے اس دور میں استنباط کے اصول وقواعد پہلے سے بہت ہی زیادہ واضح اور منقح ہو کر سامنے آگئے اور فقہی اسکولوں میں جس قدر اختلاف ہوتا اتنا ہی فقہی اسکول کے مناہج استنباط الگ الگ نکھر کر سامنے آئے)

عہد تابعین کے بعد اصول فقہ میں کام کی رفتار :

ابوزہرہ فرماتے ہیں :

"فاذا تجاوزنا عصر التابعين ووصلنا الى عصر الائمة المجتهدين نجد المناهج تتميز بشكل اوضح، ومع تميز المناهج تتبين قوانين الاستنباط وتظهر معالمها، وتظهر على السنة الائمة فى عبارات صريحة واضحة دقيقة، فنجد اباحنيفة، مثلا يحد منهاج استنباطه بالكتاب، فالسنة ففتاوى الصحابة ياخذ مايجمعون عليه، وما يختلفون فيه يتخير من آرائهم ولا يخرج عنها، ولا ياخذ براى التابعين لانهم رجال مثله، وتجده يسير فى القياس والاستحسان على منهاج بين، حتى لقد يقول عنه تلميذه محمد بن الحسن الشيبانى : كان اصحابه ينازعونه فى القياس فاذا قال استحسن لم يلحق به احد، ومالك رضى الله عنه، كان يسير على منهاج اصول واضح، فى احتجاجه، بعمل اهل المدينة، وتصريحه بذلك فى كتبه ورسائله، وفى اشتراطه مااشترطه فى رواية الحديث، وفى نقده للاحاديث نقد الصير فى الماهر، وفى رده لبعض الآثار المنسوبة للنبى ﷺ لمخالفة المنصوص عليه فى القرآن اوا لمقرر المعروف من قواعد الدين، كرده خبر " اذا ولغ

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۳

الكلب في اناء احدكم غسله سبع" وكرده خبر خيار المجلس، وكرده خبر اداء الصدقة عن المتوفى، وكذلك كان ابو يوسف في كتاب الخراج وفي رده على سير الاوزاعي يسير على منهاج بين واضح، منهاج اجتهاده "[1]

(تابعین کے عہد کے بعد جب ہم ائمہ مجتہدین کے عہد کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ یہ مناہج تابعین کے عہد کے مقابلہ میں زیادہ واضح ترشکل میں ایک دوسرے سے ممتاز ہوجاتے ہیں اور مناہج استنباط کے متمیز ہونے کے ساتھ ساتھ استنباط کے قوانین اور اس کی علامتیں نہایت اُجاگر ہوجاتی ہیں اور ائمہ مجتہدین کی زبان پر صریح واضح اور فنی عبارتوں میں یہ مناہج اور قوانین واشگاف ہوتے ہیں......... امام ابوحنیفہ کے نزدیک مصادر استنباط کی ترتیب اس طرح تھی پہلے قرآن پھر حدیث پھر صحابہ کرام کے متفقہ فتاویٰ اگر صحابہ کرام کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو کسی بھی ایک صحابی کی رائے کو ضرور اختیار فرماتے سب سے ہٹ کر اپنی کوئی رائے نہیں رکھتے البتہ تابعین کے اقوال کو اس بناء پر ترک فرما دیتے کہ وہ آپ کے ہم مرتبہ لوگ تھے قیاس اور استحسان کے باب میں آپ کا ایک واضح نہج تھا آپ کے خاص شاگرد امام محمد فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ قیاس کے باب میں کھل کر آپ سے بحث ومباحثہ کرتے لیکن جب آپ دلیل استحسان پیش کرتے تو سب لوگ خاموش ہوجاتے۔ امام مالک نے بھی ایک واضح اصولی نہج اپنایا ہے۔ اہل مدینہ کے عمل کو آپ نے حجت قرار دیا اپنی کتابوں اور رسائل میں اس کی صراحت فرمائی روایت حدیث کے سلسلے میں مخصوص شرطیں لگائیں۔ ایک ماہر صراف کی طرح روایتوں کو پرکھا حضور ﷺ کی جانب بعض منسوب روایتوں کو کسی نص قرآنی یا دین کے کسی معروف بنیادی قاعدہ سے متعارض ہونے کی بناء پر رد کردیا۔ چنانچہ آپ نے حدیث "اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم غسلہ سبعا" اسی طرح خیار مجلس والی حدیث اور میت کی طرف سے اداء صدقہ والی حدیث کو اسی بناء پر رد فرمایا اسی طرح امام ابو یوسف بھی کتاب الخراج میں اور الرد علی سیر الاوزاعی میں ایک واضح نہج پر چلتے نظر آتے ہیں)

اس کے بعد امام شافعی تشریف لائے اور انہوں نے فقہ مدینہ، فقہ عراق، فقہ مکہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے کچھ قواعد وضع کئے جن سے اجتہاد میں خطاء وصواب کا پتہ چل سکے یہی قواعد آج اصول فقہ کے نام سے معروف ہیں اور پھر آپ نے حافظ وفقیہ عبدالرحمٰن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ) کی درخواست پر اپنے خاص شاگرد ربیع بن سلیمان کو مطلوبہ مباحث املاء کرائے انہیں مباحث کا مجموعہ "الرسالۃ" کے نام سے موسوم ہے۔ جو امام شافعی کی مشہور تصنیف کتاب "الام" کے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز (۶۰ھ۔۱۰۱ھ)[2]

مصر میں پیدا ہوئے علم وفتاویٰ میں شہرت پائی، آپ امام، فقیہ ومجتہد تھے تابعین کی کثیر تعداد نے آپ سے استفادہ نقل کیا امام جلال الدین السیوطی نے امام ذہبی کے حوالے سے تحریر کیا: " وتفقه حتى بلغ رتبة الاجتهاد "[3] (انھوں نے تفقہ حاصل کیا یہاں تک کہ اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچے)۔

---

[1] حوالہ سابق

[2] ابو حفص عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم الاموی القرشی (۶۸۰ء/۷۲۰ء)

[3] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ، جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ۱/۱۳۲، مصر مصطفیٰ آفندی سن ند

ابن شہاب الزہری (۵۱ھ۔۱۲۴ھ) [1]

مشہور مجتہدین اور اہل فتویٰ میں آپ کا شمار ہوتا تھا ابن خلکان نے لکھا :

"احد الفقهاء والمحدثين والاعلام التابعين بالمدينة ...... وروى عنه جماعة من الائمةمنهم مالک بن انس، سفيان بن عيينه ، سفيان بن ثوری......" [2]

(مدینہ کے ممتاز فقہاء محدثین وتابعین میں سے ایک تھے...... آپ سے ائمہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ان میں مالک بن انس ، سفیان بن عیینہ ، سفیان بن ثوری...... شامل ہیں)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے اعمال کو ابن شہاب سے متعلق لکھا تھا :

"عليكم بابن شهاب فانكم لاتجدون احدااعلم بالسنة الماضية منه" [3]

(تم پر ابن شہاب کی اتباع لازم ہے کیونکہ تم ان سے زیادہ کسی کو سنت رسول ﷺ کا عالم نہیں پاؤ گے)۔

☆☆☆

---

[1] محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن الحارث ابن زہرہ القرشی الزہری

[2] وفیات الاعیان وانباء لزمان ابناء قاضی احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۵۳۱/۱ مصر، مطبعہ المیمنیہ، احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ

[3] حوالہ سابق

فصل چہارم

عہدِ عباسی کے اصولیین کا تعارف اوران کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ

(عہدِ عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک)

اس فصل میں آغاز عہدِ عباسی سے چوتھی صدی تک کے اصولیین کا تعارف اوران کی اصول فقہ پر خدمات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ دولت عباسیہ میں اصول فقہ پر کافی کام ہوا۔ صبحی محمصانی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا : " ازدهر علم الاصول فی صدر الدولة العباسية "[1] (دولت عباسیہ کے شروع میں علم اصول پر کام کی رفتار میں اضافہ ہو گیا تھا)۔

دوسری صدی ہجری میں علمی ودینی حالت پرایک سرسری نظر :

بنوامیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد کے مصر میں قتل اور السفاح کے خلیفہ ہوجانے کے ساتھ اس دور کا خاتمہ ہوجاتا ہے جس کی بنیاد حضرت امیر معاویہ ﷛ نے رکھی تھی[2]۔ بنوامیہ کے چودہ خلفاء نے تقریباً اکیانوے (۹۱) برس تک حکمرانی کی۔ چھٹے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور ہر لحاظ سے سنہری تصور کیا جاتا ہے۔ امن وامان دوبارہ بحال ہوگیا تھا۔ انہوں نے حضرت علی ﷛ کی شان میں ممبروں پر برملا گستاخی کرنے کی جاہلانا رسم کا خاتمہ کیا، وہ لوگوں کے مصالح کی طرف متوجہ ہوئے، قرآن وسنت سے اسلامی علوم کی تعلیم وتعلم کی رجحان سازی کی، عوام الناس دین کے سرچشموں میں فقہ وفہم حاصل کرنے لگے۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہدایت پر پہلی بار باقاعدہ سرکاری سطح پر حدیثِ رسول ﷺ کو جمع کرنے کا کام شروع کیا۔

اُموی حکومت کے خاتمہ پر عبدالرحمن بن معاویہ عباسیوں کے چنگل سے بچ کر ۱۳۸ھ میں اندلس پہنچ گئے، پھر وہاں امیر بن گئے۔ عبدالرحمن الداخل کے نام سے شہرت پائی۔ قرطبہ فتح کرکے سرزمین اندلس کو وسعت دی۔ یہ وہ وقت تھا جب عباسی خلیفہ منصور کا نام ممبروں پر لیا جاتا تھا۔ منصور کا لقب صقر قریش تھا۔ الداخل نے خطبے سے منصور کا نام نکلوادیا۔ اندلس اوراس کے آس پاس کے علاقوں کی خودمختاری کا اعلان کردیا۔ بالفاظ دیگر الداخل کی اندلس آمد سے بنواُمیہ کی تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

۱۷۲ھ میں الداخل کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ہشام جانشین بنے اور پھر اُموی حکمرانوں نے ۴۲۸ھ تک اسپانیا، پرتگال، مراکش اور تیونس تک فتوحات حاصل کرلیں۔ تعلیم وتعلم کے فروغ کے لئے ضروری اقدامات کئے۔

---

[1] فلسفۃ التشریع فی الاسلام صبحی ص ۱۰۸، بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء

[2] محاضرات تاریخ الامم الاسلامیۃ (الدولت العباسیہ) محمد شیخ محمد الخضر ی بک ص ۶ ملخص، مصر مکتبۃ تجاریہ الکبری طبعہ عاشر سنہ ند

علماء، آئمہ و مجتہدین کی مجلسوں میں مناظرے مباحثے بھی ہوتے۔ فقہ، اصول فقہ، حدیث سمیت متعدد موضوعات زیر بحث آتے۔ اس کے نتیجے میں اصول فقہ پر بھی خاص توجہ مرکوز کی جانے لگی اور مختلف انداز سے اس پر کام ہونے لگا۔ اصول وفقہ میں خدمات کے حوالے سے اس صدی کے چند نمایاں نام مندرجہ ذیل ہیں :

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب۔ مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی، امام زفر، امام مالک بن انسؒ اور ان کے اصحاب۔ مثلاً عبداللہ بن وہبؒ، عبدالرحمٰن بن قاسم، امام شافعی اور ان کے اصحاب۔ مثلاً بویطی، مزنی اور ربیع، امام لیث بن سعد اور ان کے اصحاب۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل وغیرہ کا اسی زمانہ میں ظہور ہوا۔

اس صدی میں مختلف علوم وفنون میں بالخصوص فقہ واصول میں تالیفات کا رواج پڑ گیا تھا۔ امام ابو یوسف نے کتاب "الخراج" لکھی جس میں مملکت اسلامیہ کے مالی نظام کی پیچیدگیوں کو سلجھایا۔ اس کے مصادر و موارد پر کلام کیا۔ امام ابو یوسف نے یحییٰ بن خالد البرمکی کے لئے "الجوامع" تالیف کی۔ اس میں لوگوں کے اختلاف وآراء کو بیان کیا۔ محمد بن حسن الشیبانی نے فقہ، اصول وحدیث پر کتب تالیف کیں۔ امام ابوحنیفہ کی تالیف میں سے سوائے "الفقہ الاکبر فی علم الکلام" اور "العالم والمتعلم" (اختلافی) کے ہم تک کوئی کتاب نہیں پہنچی۔ مگر ابوزید دبوسی نے اپنی کتاب "تاسیس النظر" میں امام ابوحنیفہ کے اصولی مبادیات کو جمع کیا ہے جس سے ان کی اصول وفقہ میں راسخ علمی دمہارت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے اور جو بھی فقہ واصول میں ان کے شاگردوں کی کتب سے قواعد واصول اور منہج سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ درحقیقت امام ابوحنیفہ سے ہی مستفاد ہوگا۔ امام مالک نے فقہی انداز میں حدیث کی کتاب "موطا امام مالک" تالیف کی۔ امام شافعی نے "الرسالۃ القدیمہ" تالیف کیا جو اصول فقہ میں ہے۔ اس دور میں خلفاء وامراء کی دلچسپی بھی تالیفات کے رجحان کے فروغ کا سبب بنی۔ وہ علماء ومؤلفین کی خدمات کو سراہتے، انعامات، ہدایات اور عہدے دیتے، ان کی اس علم دوستی کے نتیجے میں ہم اس دور کے اکابر ائمہ کی عمدہ مؤلفات پاتے ہیں جو دین وعلم کے ہر باب پر محیط وجامع ہیں۔ ان حالات نے مختلف دینی جماعتوں کو ابھرنے کا سامان مہیا کیا۔ تین دینی جماعتیں خاص طور پر جنم پاتی ہیں :

۱۔ قدریہ : جن کا نظریہ یہ تھا کہ انسان اپنے ارادہ کا خود خالق ہے، جو چاہے کرسکتا ہے۔ اس دور کے مشہور قدریین میں معبد الجہنی اور غیلان دمشقی وغیرہ ہیں، جنہیں بالترتیب حجاج بن یوسف اور ہشام بن عبدالملک نے قتل کروایا۔

۲۔ جبریہ : ان کا نظریہ یہ تھا کہ انسان مجبور محض ہے، اس کو اپنے ارادہ وعمل میں کوئی اختیار نہیں۔

۳۔ معتزلہ : قدریہ وجبریہ کے اضمحلال کے اثر سے "معتزلہ" وجود میں آئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کی، خلق قرآن کا قول کیا، عقل کو نص پر مقدم جانا، مسلمانوں کی آراء وعقائد سے الگ ہوجانے کی بناء پر ان کا نام معتزلہ پڑ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ واصل ابن عطا اور عمرو ابن عبید نے امام حسن بصری کے حلقہ درس سے ایک مسئلہ کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں کے اختلاف کی بناء پر علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ معتزلہ کا خیال ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مومن۔ وہ دونوں

منزلوں کے درمیان ہے۔ دولت عباسیہ میں خاص طور پر مامون ومعتصم کے دور میں اس فرقے نے خوب نشو ونما پائی اور اثر ورسوخ حاصل کیا۔

مستشرق بروکلمان لکھتا ہے: ویعتبر واصل ابن عطاء تلمیذ الحسن (البصری) اوّل المعتزلہ وقد اجتذب ملعبہ عمر بن عبید الذی کان اشد عداوۃ للعلویۃ من واصل نفسہ[1]

تیسری صدی ہجری میں علمی ودینی حالت پر ایک سرسری نظر۔

عراق میں بدستور سلطنت عباسیہ قائم ہے اور مزید کئی علاقے بھی زیر نگیں آ چکے ہیں۔ دوسری طرف اندلس میں بدستور اموی حکمران ہیں۔ مراکش میں "ادارسہ" اور تیونس میں "اغالبہ" دونوں اندلسی حکومت کے مقابل ہیں خراسان میں دولت صفاریہ، بخارا میں "سامانیہ" اور مصر میں "طولون" کا ظہور ہوتا ہے۔ زمینی فتوحات وتوسیعات کے نتیجے میں علمی ترقی اور ان دونوں کے مابین علمی مسابقت میں تیزی آ جانا ایک فطری بات تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس صدی میں بھی کئی نمایاں نام سامنے آئے جن میں سے چند اصولیین یہ ہیں۔ ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور مریسیہ مرجیہ جماعت کے سرگردہ بشر بن غیاث المریسی، نظامیہ جماعت کے بانی ''ابراہیم نظام'' کا تعلق بھی اس تیسری صدی ہجری سے تھا۔ امام شافعی نے بغداد سے مصر واپسی پر اصول فقہ میں ایک مکمل کتاب بنام "الرسالۃ الجدیدہ" تالیف کی جو انہوں نے تیسری صدی ہجری کے آغاز میں لکھی تھی۔

عراق کی مذہبی وسیاسی حالت پر ایک طائرانہ نظر:

مامون رشید مسند خلافت پر بیٹھنے سے پہلے ہی خلق قرآن کا قائل تھا۔ اس مسئلہ میں بحث ومباحثہ بھی کرتا تھا لوگوں کو اس مسلک کی دعوت دیتا تھا لیکن کبھی شدت کا اظہار نہیں کیا نہ دلوں کو ٹٹولتا اور نہ کبھی مخالف عقیدہ کے لوگوں کو اذیت پہنچائی۔ مگر زندگی کے آخری ایام میں اس نے ابتلاء وایذا رسانی کا کام شروع کر دیا مگر رئیس المعتزلہ احمد بن داؤد اس کا حقیقی محرک تھا جس نے مامون کی طرف سے علماء کو خطوط لکھے تا کہ قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں ان کا نظریہ جان کر مخالفین کو ایذاء پہنچائے۔ امام احمد بن حنبل کو بھی اس اذیت سے دوچار ہونا پڑا اور یہ خطوط احمد بن داؤد نے ایسی حالت میں لکھے جب مامون زندگی وموت کی کشمکش میں گرفتار تھا۔ چنانچہ اس نے اس میں وہ زبان ولب ولہجہ استعمال کیا جن سے مخالفین کو آزمائش میں ڈال کر حرص پوری کر سکے۔ مامون کے انتقال کے ساتھ معتصم تخت نشین ہو کر ۲۱۸ھ تک حکومت کرتا رہا معتزلہ کی مدد سے وہ مامون کی پیروی کرتا رہا اور امام احمد بن حنبل پر ابتلاء کا سلسلہ اس دور میں بھی جاری رہا۔ آپ پر کئے گئے مظالم کی نہ صرف غیر معتزلہ نے مخالفت کی بلکہ بعض معتزلہ مثلاً جاحظ وغیرہ بھی اس پر خاموش نہ رہ سکے۔ ۲۲۷ھ میں واثق اور ۲۳۲ھ میں متوکل تخت نشین ہوئے جنہوں نے مامون اور معتصم کے برعکس اہل سنت کو پسند کیا، ان کے خیالات کی ترویج واشاعت میں اعانت ومدد کی اور معتزلہ کی مخالفت کی۔[2] بشر المریسی اور ابراہیم نظام دونوں اہل سنت کے شدید مخالف تھے اور جدید آراء کے داعی تھے جو سلف صحابہ وتابعین سے معارض تھیں مگر مامون ومعتصم کے ساتھ قربت کی وجہ سے ان کو فروغ حاصل ہوا تھا اور تقویت ملی تھی۔

---

[1] تاریخ الشعوب الاسلامیہ، کارل بروکلمان ۲/۳۵ بیروت، دار العلم للملایین طبع ثانی ۱۹۵۳

[2] ابن حنبل حیاتہ وعصرہ، آراءہ وفقہہ، محمد ابو زہرہ ص ۴۴۔۴۵۔۴۷۔۴۸ تلخیص دار الفکر العربی سن ند

تیسری صدی ہجری کے چند نامور اصولیین :

ابن صداقہ حنفی انہوں نے کتاب "اثبات القیاس وخبر واحد" تالیف کی۔ اصبغ مالکی مصری نے اصول فقہ پ
کتاب لکھی امام شافعی کے تلامذہ مثلاً بویطی، مزنی نے متعدد کتب تالیف کیں شافعی مسلک کے فروغ میں نمایا
خدمات انجام دیں۔ ظاہری مذہب کے بانی داود ظاہری سرزمین عراق سے اُبھرے کئی غیر ملکی دورے کئے اپنے مذہب
کی تائید وفروغ میں کئی کتب تالیف کیں بہت سے علماء نے ان سے استفادہ کیا لیکن متبعین کی کمی کے باعث پانچو
صدی ہجری تک یہ مذہب تقریباً ختم ہوگیا اگرچہ بعد میں ابن حزم ظاہری نے اس مذہب پر کتاب "المحلی" تالیف
کر کے اسے زندہ کرنے کی کوشش کی[1]۔ اتنے سارے جید علماء ائمہ ومجتہدین اور مختلف مذاہب کے مابین مسابقت ک
رجحان کی موجودگی میں یقیناً علمی مناظرے ومباحثے یقیناً منعقد ہوتے ہوں گے جس کی وجہ سے تصنیف وتالیف ک
میدان میں بھی تیزی آگئی ہوگی اور دیگر علوم وفنون کی ترقی کے ساتھ فقہ واصول فقہ میں بھی آراء وتالیفات کے کام م
اضافہ ہونا ایک یقینی بات ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں علمی ودینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

اندلس میں ۳۱۷ھ میں عبدالرحمن الداخل نے اُموی خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا اپنے آپ کو امیر المومنین کہل
شروع کیا اپنے نام کے سکے جاری کروائے۔ مصر میں دولت "اخشیدیہ" اُبھری جو منتقل ہو کر فاطمیین کے پاس چلی
عراق میں "بنو بویہ" کا ظہور ہوتا ہے عراق میں عباسی خلفاء کی گرفت کمزور پڑ گئی افغانستان میں دولت "غزنویہ" اور شا
میں "الحمدانیہ" وجود میں آجاتی ہیں۔ ایک عالمی تبدیلی کے آثار رونما ہونے لگے مگر اس کے باوجود بغداد ومصر اہم
مراکز تھے۔ علماء، ادباء، شعراء، ومؤلفین کی ایک بڑی تعداد کا تعلق اس دور سے ہے۔ اندلس خراسان اور فارس میں
علماء کی بڑی تعداد نے علم کی سربلندی کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ مثلاً ابن سریج، ابوالحسن اشعری، اسحاق شاشی، قاضی
الفرج، ابوالحسن کرخی اور ابوبکر جصاص ودیگر اسی صدی کے اکابرین میں نمایاں ہیں[2]۔

اس فصل میں ہم تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ اصولیین کا مختصر تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات ا
جہاں ضروری ومناسب ہوگا وہاں تحقیقی تجزیہ بھی پیش کریں گے۔ جس سے اصول فقہ کے تاریخی تصور اور مختلف ادوار
کام کی رفتار ونوعیت کی صحیح تصویر کی عکاسی ہو جائے گی اختصار کی غرض سے ہم یہاں صرف اصولیین کے مختصر نام اور تار
ولادت ووفات ہجری کے بیان پر اکتفاء کریں گے جبکہ نام سے متعلق تفصیلات حواشی میں بیان کی جائیں گی۔

ابن ابی لیلیٰ (۷۴ھ/ ۱۴۸ھ)[3]

کوفے کے قاضی، فقیہ ومفتی رہے ابن خلکان نے لکھا :

---

[1] الفتح المبین فی طبقات الاصولیین، عبداللہ المصطفیٰ المراغی ۱/۱۲۲۔ ۱۲۵ الفاظ کے حذف واضافہ وتغیر کے ساتھ بیروت محمد امین دمج سنہ ند

[2] وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۱/۱۳۰ مصر مطبعہ المیمنیہ، احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ

[1] محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بن بلال الانصاری الکوفی (۶۹۳ء/ ۷۶۵ء) کوفے میں وفات پائی

"کان محمد ...... من اصحاب الرای وتولی القضاء بالکوفة واقام حاکما ثلاث و ثلاثین سنة ولی لبنی امیه ثم لبنی العباس و کان فقیها مفتیا"[1]

(محمد ...... اصحاب الرای میں سے تھے بنو امیہ و عباسیہ کے ادوار میں تینتیس برس تک کوفے کے قاضی رہے، وہ فقیہ و مفتی بھی تھے)

امام اعظم ابو حنیفہؒ (۸۰ھ/۱۵۰ھ)

زندگی کے باون سال اُموی خلافت اور اٹھارہ برس عباسی دور میں گزارے۔ اُموی خلافت کا عہد شباب اور تنزلی وانحطاط کا زمانہ آپ نے دیکھا۔ عباسی خلافت کا وہ دور بھی آپ کی نظر سے گزرا جب فارس میں خفیہ طور پر اس کی دعوت کا آغاز ہوا۔ جب فارس و خراسان تقریباً عباسیوں کے زیر نگین آ گیا اور عراق فتنوں اور خطروں سے پُر ہو گیا۔ عباسی لشکر دارالخلافہ پر حملہ کر کے اُمویوں کا خاتمہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے تو امام ابو حنیفہ وہاں سے مکہ معظمہ آ گئے۔ چھ برس مکہ مکرمہ میں مقیم رہنے کے بعد منصور کے عہد خلافت (۱۳۶ھ میں) بغداد واپس آ گئے۔ منصور کی طرف سے بغداد کے منصب قضاء کی پیش کش ٹھکرانے کی پاداش میں معتوب کئے گئے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے اصول اور مناہجِ استنباط :

اصول اور مناہجِ استنباط میں آپ کی کسی تدوین کی موجودگی کا ہمیں علم نہیں ہو سکا اور امام ابو حنیفہؒ سے کوئی روایت بالواسطہ تلامذہ و دیگر فقہاء مروی نہیں جس سے ان کی تفصیلات کا پتہ چل سکے۔ اب تک جو اصول مدون ہوئے وہ احکام فرعیہ کے مجموعوں سے ماخوذ ہیں اور ان میں باہم ربط پیدا کرنے کے لئے معرض وجود میں آئے ہیں ان مدونہ اصول کو بعد میں فروع کے اصول کی حیثیت دے دی گئی۔ مثلاً امام ابو الحسن کرخی[2] اور امام دبوسی[3] کے دونوں رسالوں اور فخر الاسلام البزدوی[4] کی کتاب میں جو اصول موجود ہیں خواہ وہ فرعی احکام کے قواعد سے متعلق ہوں یا مذہب حنفی کے طریق استنباط سے، امام ابو حنیفہؒ یا ان کے رفقائے عظام کسی سے بھی مروی نہیں بلکہ بانیانِ مذہب حنفی کے ان فروعات سے مستنبط ہیں جو ان سے ماثور و منقول ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حنفی مسلک کے اصول و مناہج کی پہچان، ان فروعات منقولہ سے اصول کا استنباط کرنا ان کی باہمی تطبیق اور ان میں صحت کو ملحوظ رکھنا بڑا دشوار کام ہے۔

اصولی قاعدوں کی امام اعظم کی طرف بلاواسطہ نسبت اور ان کی حیثیت :

بعض مقامات پر اصول بزدوی وغیرہ میں اصولی قاعدوں کی نسبت بلاواسطہ امام ابو حنیفہؒ یا ان کے رفقاء کی طرف کر دی جاتی ہے مثلاً عام اور اس پر متفرعہ مسائل کی بحث میں امام بزدوی کہتے ہیں کہ عام بھی خاص کی طرح قرآن و حدیث دونوں میں "قطعی الدلالة" ہوتا ہے حنفی علمائے اصول کا یہی نظریہ ہے امام بزدوی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اسی کے قائل تھے چنانچہ لکھتے ہیں :

---

[1] وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، قاضی احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۱/ ۳۵۱

[2] ابو الحسن عبید اللہ بن حسین (متوفی ۳۴۵ھ)

[3] ابو زید عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ دبوسی (متوفی ۴۳۵ھ)

[4] ابو الحسن علی بن محمد بن الحسین فخر الدین ابو الحسن علی بن محمد البزدوی (متوفی ۴۸۶ھ)

"والدليل على ان الملازب هو الذى مكينا ان ابا حنيفة رحمة الله قال ان الخاص لايقضى على العام بل يجوز ان ينسخ الخاص به مثل حديث العرنين فى بول مايو كل لحمه"[1]

(اس بات کی دلیل کہ مذہب یہی ہے جو ہم نے بیان کیا امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ہے کہ خاص عام پر قاضی نہیں ہوسکتا بلکہ ممکن ہے عام خاص کو منسوخ کردے جیسے حلال مویشیوں کے بول کے بارے میں عرینہ والوں کی حدیث)

بزدوی اس اصل کو فروعات مرویہ پر مبنی بتانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کو براہ راست امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاص عام کو ختم نہیں کرسکتا بلکہ عام خاص کو منسوخ کرسکتا ہے۔

محققین کی آراء:

شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی تحقیق کے مطابق یہ نسبت یا اس طرح کی نسبت امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف درست نہیں وہ لکھتے ہیں:

"لا تصح بها رواية عن ابى حنيفة وصاحبيه"[2]

(ان کو ابوحنیفہ اور ان کے دونوں اصحاب سے مروی بتانا درست نہیں)

ابوزہرہ نے امام ابوحنیفہؒ سے منقول اقوال کی حیثیت پر جو بحث کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

"امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب نے اقوال نقل کئے ہیں وہ دلیل سے عاری ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ قول ایک اثر منقول، خبر مشہور، صحابی کا فتویٰ یا تابعی کی رائے پر ختم ہوتا ہو۔ ان اقوال میں یہ بھی مذکور نہیں ہوتا کہ امام نے کیسے یہ قیاس کیا؟ اور اگر استحسان ہے تو وہ کس اصول پر مبنی ہے؟ البتہ امام ابو یوسفؒ کی کتابوں میں کس حد تک یہ چیزیں موجود ہیں، لیکن ان کی تعداد قلیل ہے۔ بلاشبہ ایسے اقوال ہمیں امام ابوحنیفہؒ کی پہچان حاصل کرنے سے بہت دور پھینک دیتے ہیں جو اپنے عصر کے مشہور ترین ماہر قیاسیات تھے اور جن پر مخالفوں نے قیاس آرائی میں اغراق و مبالغہ کی تہمت دھری۔ یہاں تک کہ آپ کو سنت کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دینے والے خیال کیا جاتا تھا اور یہ کہ اس طرح انہوں نے اسلامی مجتہد کے شایان شان طریق سے تجاوز کیا اور یہ خیال اس لئے پیدا ہوا کہ امام محمدؒ کی کتابوں میں کوئی شاذ ہی ایسا قیاس ملتا ہوگا جس کی علت مذکور ہو اور اس کے استنباط و اطراد کی تفصیلات موجود ہوں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے وہ استحسانات کہاں گئے! جن کے متعلق عام طور سے مشہور ہے کہ تلامذہ ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ آپ کی قوت مدرکہ اور فطانت و فراست کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ البتہ جب امام قیاس کرتے تو تلامذہ ان کے قیاس میں جدل و مناظرہ سے کام لیتے تھے۔ بلاشبہ یہ ایسے خلاء ہیں جنہیں ہم پورا کرنے کے خواہش مند تھے تاکہ فقہ حنفی کی عمارت تکمیل پاسکتی۔ ہاں البتہ آپ کے اصحاب و تلامذہ کے جانشینوں نے دلائل سے اعتناء کیا اور شرعی احکام میں استخراج قیاسات، وجوہ استحسان اور احکام عرف کے بیان کرنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ لیکن ہم کامل وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا بیان کردہ استدلال امام ابوحنیفہؒ کے ذہن کی پیداوار اور آپ کے منہاج اثبات احکام کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ امام صاحب نے

---

[1] اصول ۱/۲۷ البزدوی ابوالحسن علی بن محمد بن حسین البزدوی ۱/۲۹۱، کراچی صدف پبلیکیشنز سن ندارد
[2] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۳ء) ۱/۱۶۰، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ ۱۳۵۲ھ

بہت سے پیش آمدہ مسائل میں قیاس واستحسان سے فتوے دیئے تھے، لیکن ان کے بعد ان کے تلامذہ کو جب ان قیاسی یا استحسانی فتاوی کی تائید میں کچھ احادیث مل گئیں تو ان سے مسائل قیاسیہ واستحسانیہ کو مدلل کردیا گیا اور قیاس واستحسان کا تذکرہ چھوڑ دیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے اور امام ابوحنیفہ کی تفکیر میں ایک بُعد سا پیدا ہوگیا"۔[1]

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے منسوب اصول وقواعد کے بارے میں شاہ ولی اللہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" میں فرماتے ہیں :

"انی وجدت اکثر هم یزعمون ان بناء الخلاف بین ابی حنیفه و الشافعی علی هٰذا الاصول المذکورة فی کتاب البزدوی ونحوه وانما الحق ان اکثرها اصول مخرجة علی قولهم وعندی ان المسائلة القائلة بان الخاص مبین ولا یلحقه البیان وأن الزیادة نسخ وأن قطعی العام کالخاص وأن لاترجیح بکثرة الرواة وانه لایجب العمل بحدیث غیر الفقیه اذا انسد باب الرای ولا عبرة بمفهوم الشرط والوصف اصلا وأن موجب الامر هوالوجوب البتة، والمثال ذلک اصول مخرجة علی کلام الائمة وانها لاتصح بها روایة عن ابی حنیفة وصاحبیه وانه لیست المحافظة علیها والتکلف فی جواب مایرد علیها من صنائع المتقدمین فی استباطهم کما یفعله البزدوی وغیره".[2]

(اکثر لوگ اس زعم کا شکار ہیں کہ ابوحنیفہ شافعی کا اختلاف بزدوی وغیرہ کی کتابوں میں ذکر کردہ اصولوں پر مبنی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ اصول زیادہ تر ان کے اقوال سے متخرج ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ قاعدہ کہ "خاص واضح ہوتا ہے اور اسے بیان کرنے کی حاجت نہیں" یا یہ کہ زیادۃ علی کتاب اللہ نسخ کا حکم رکھتی ہے یا یہ کہ "عام خاص کی طرح قطعی ہوتا ہے" یا یہ کہ "کثرت روایات موجب ترجیح نہیں" اور یہ کہ "غیر فقیہ راوی کی حدیث پر عمل کرنا ضروری نہیں، جبکہ حدیث پر عمل کرنے سے قیاس کا خلاف آتا ہو" اور یہ اصول کہ "شرط اور وصف کا مفہوم معتبر نہیں" یا یہ کہ "امر وجوب کے لئے ہوتا ہے"۔ مذکورہ بالا جملہ اصول وقواعد ائمہ کے کلام سے متخرج ہیں اور کسی روایت میں یہ ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے منقول نہیں ہیں۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان قواعد کی پابندی اور ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات دینے میں تکلف سے کام لینا، جیسا کہ بزدوی کا انداز ہے متقدمین کا شیوہ ہرگز نہیں تھا)

شاہ ولی اللہ مندرجہ بالا بیان کو اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں بھی لائے ہیں[3]۔ پھر ان قواعد کے ائمہ مذہب سے منقول نہ ہونے پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ اس قاعدہ "غیر فقیہ راوی کی روایت خلاف قیاس ہو تو اس پر عمل نہیں کرنا چاہئے" پر عمل ترک کردیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

"ویکفیک دلیلا علی هذا قول المحققین فی مسئلة لایجب العمل بحدیث من اشتهر بالضبط والعدالة دون الفقه اذا انسد باب الرای کحدیث المصراة ان هذا مذهب عیسیٰ بن

---

[1] ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقہہ، محمد ابوزہرہ ص ۱۹۳۔۱۹۴، تلامیذ ابی حنیفۃ نقلہ۔ فقہہ، دار الفکر العربی طبع ثالث ۱۹۶۰ء

[2] الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ شاہ ولی اللہ ص ۶۱، دہلی مطبعہ مہا کاشی سنہ ندارد

[3] حجۃ اللہ البالغۃ۔ شاہ ولی اللہ، ا/ ۲۰۱، ادارہ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۵۲ھ

ابان واختاره كثير من المتاخرين وذهب الكرخي وتبه كثير من العلماء الى عدم اشتراط فقه الراوى لتقدم الخبر على القياس وقالوا لم ينقل هذا القول عن اصحابنابل المنقول عنهم ان خبر الواحد مقدم على القياس الاترى انهم عملوا بخبر أبى هريرة فى الصائم اذا اكل أو شرب ناسيا وان كان مخالفا للقياس حتى قال ابو حنيفه لو لا الرواية لقلت بالقياس "[1]

(ان قواعد کے آئمہ مذہب سے منقول نہ ہونے پر محققین کا یہ قول کافی ہے کہ قاعدہ کہ ایک راوی جو ضبط وعدالت میں معروف ہو مگر فقہ میں شہرت نہ رکھتا ہو اس کی وہ روایت واجب العمل نہیں جس سے رائے وقیاس کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ جیسے حدیث مصراۃ (وہ بکری جس کا دودھ کئی روز سے دوہا نہ گیا ہو)۔ یہ عیسیٰ بن ابان کا مذہب ہے اور بہت سے متاخرین اس کے قائل ہیں لیکن کرخی اور بہت سے علماء کے نزدیک روای کا فقیہ ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ حدیث بہرحال قیاس سے مقدم ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ قول ہمارے اصحاب سے منقول نہیں کہ ایسی روایت کو ترک کر دیا جائے بلکہ خلاف ازیں ان کا قول یہ ہے کہ خبر واحد قیاس سے مقدم ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ "جب روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا" پر عمل کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث قیاس کے مخالف ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: اگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نہ ہوتی تو میں قیاس پر عمل کر کے روزہ کے ٹوٹ جانے کا حکم دیتا)

شاہ ولی اللہ کے بیان کی روشنی میں ابوزہرہ کی تحقیق کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

"مندرجہ بالا بیانات سے بلاشبہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جن قواعد کا احناف، مذہب حنفی کے اصولوں کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں یا اپنے آئمہ کے استنباط کا مبنیٰ قرار دیتے ہیں وہ ان کے ائمہ کے وضع کردہ نہیں ہیں تاکہ یہ کہا جا سکے کہ وہ ان اصول کے واضع تھے اور ان کی اساس پر استنباط کرنے کے پابند تھے، بلکہ یہ اصول ان متاخرین علماء کے وضع کردہ ہیں جو امام حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے بعد پیدا ہوئے، جو ایسے قواعد کے استنباط کی طرف متوجہ ہوئے کہ جن کے مطابق مذہب حنفی کے فروعات کو ایک ضابطہ میں لا سکیں۔ پس یہ وضع کردہ "اصول" "فروع" کے بعد وجود میں آئے۔ لیکن اس کے باوجود کہ یہ اصول متاخرین کے استنباط کردہ تھے اور ائمہ وتلامذہ سے منقول نہیں ہیں تین امور کی طرف اشارہ اور حقائق کو اصل رنگ میں بیان کرنا ضروری ہے"۔

ا۔ اگرچہ امام ابوحنیفہؒ سے استنباط کے اصول تفصیلاً منقول نہیں ہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ استنباط کرتے وقت کچھ اصول ضرور آپ کے پیش نظر ہوں گے۔ اگرچہ آپ نے انہیں مدون نہیں کیا جس طرح کہ فروعات کو آپ نے ایک جگہ جمع نہیں کیا کیونکہ ان منتشر اور متنوع فروعات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے جو بے انتہا فکری ربط وضبط نظر آتا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ چند قواعد کے پابند ہوں گے اور کبھی ان کی حدود وجوانب سے تجاوز نہ کرتے ہوں گے۔ باقی رہا ان کو مدون نہ کرنا تو اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ ایسے اصول موجود ہی نہ تھے۔ کیونکہ آپ کے تلامذہ نے جو فروعات آپ سے روایت کئے ہیں وہ کب آپ نے مدون کئے تھے۔ اور اگر آپ کے اصحاب وتلامذہ نے آپ سے یہ اصول روایت نہیں کئے تو اس کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں کہ فی الواقع ملحوظ بھی نہ تھے۔ انہوں نے آپ کے مسائل کے دلائل بھی سارے کہاں ذکر کئے ہیں بلکہ بہت کم دلائل نقل کر سکے ہیں۔

[1] الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ شاہ ولی اللہ ص ٦٣، دہلی ذیلی مطبعہ مہا کاشی سندھ

امام ابو یوسفؒ کی کتب کو دیکھئے جب وہ امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کے باہمی اختلافات کا ذکر کرتے ہیں تو دلائل سے صرف نظر کرتے ہیں۔ جیسے آپ کی کتاب "اختلاف ابی حنیفۃ و ابن ابی لیلیٰ" اور "الرد علی سیر الاوزاعی" میں یا "کتاب الخراج" میں جہاں امام ابو یوسف اپنا اور امام ابو حنیفہ یا دیگر آئمہ کا اختلاف ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح امام محمدؒ کی اکثر کتابیں بھی دلائل کے ذکر سے تو خالی ہیں مگر بسا اوقات استنباط کا منہج صاف جھلکتا نظر آتا ہے۔

۲۔ جن علماء نے یہ اصول مدونہ استنباط کئے جیسے امام بزدوی وغیرہ۔ انہوں نے انہیں ائمہ مذہب ہی سے منقول اقوال و فروعات سے ان کو ڈھونڈ نکالا تھا پھر ان اصول و قواعد کو ائمہ مذہب کی طرف منسوب کر دیا بلکہ بعض دو ایسے فروعات کا بھی ذکر کر دیتے ہیں جو اس قاعدے کے صحیح النسبۃ ہونے کی دلیل ہوتی یا یا الفاظ صحیح تر ان فروع سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں قاعدہ فروع سے احکام استنباط کرتے وقت ائمہ کے پیش نظر تھا اور جہاں وہ ائمہ کی جانب منسوب فروعات کا تذکرہ نہیں کرتے۔ تو وہ حنفی مذہب کے بعض فقہاء کے آراء و افکار ہوتے ہیں جیسے کرخیؒ وغیرہ۔ لیکن ان کا تعلق زیادہ تر نظری امور سے ہوتا ہے عملی سے نہیں، یا بہت ہی کم۔ بنا بریں ہم اصول فقہ حنفیہ کو دو قسموں تقسیم کر سکتے ہیں :

پہلی قسم کے وہ اصول ہیں جو آئمہ حنفیہ کی جانب منسوب ہیں۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے انہیں استنباط کرتے وقت ملحوظ رکھا۔ اسی سلسلہ میں وہ ایسی فروع کا ذکر کرتے ہیں جو صحت قاعدہ پر دلالت کرتی ہیں یا یا الفاظ صحیح تر ان کی صحت نسبت معلوم ہوتی ہے یعنی یہ کہ ان کی نسبت آئمہ کی طرف درست ہے۔

دوسری قسم کے اصول ہیں حنفی فقہاء کی آراء مثلاً ثقہ و ضابطہ غیر فقیہ راوی کی روایت کو مخالف قیاس ہونے کی وجہ سے قبول نہ کرنے کے بارے میں عیسیٰ بن ابان کی رائے (جس کو ایک اصولی قاعدہ بنا لیا گیا)۔

امام ابو حنیفہؒ کے افکار و نظریات کے تفصیلی اصولوں کا مطالعہ کرتے وقت قسم اول کا اہتمام ضروری ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوگا کہ مثلاً فلاں قاعدہ کہاں تک فروعات پر حاوی ہے۔ ہمارا اعتماد اس بارے میں ان کتابوں پر ہوگا جن میں ایسے اصول مذکور ہیں۔ اس ضمن میں اصول فخر الاسلام بزدوی سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس پر کسی دوسری کتاب کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

۳۔ اگرچہ امام ابو حنیفہؒ سے استنباط کے تفصیلی قواعد منقول نہیں ہیں تاہم استدلال کے قواعد عامہ ان سے ضرور مروی ہیں۔ کتب مناقب اور آپ کی سیرت و سوانح پر مشتمل کتب میں ان سرچشموں کی تفصیلات مذکور ہیں جن سے آپ نے اپنی فقہی پیاس بجھائی۔ ان دلائل کے ذکر و بیان میں آپ کے متواتر اقوال موجود ہیں۔ اگرچہ مجمل ہیں اور ان میں تفصیلات درج نہیں ہیں، بلاشبہ ان اصول کی دراست کے وقت جن پر امام صاحب کا استنباط مبنی تھا۔ ان ادلہ فقہیہ کی طرف توجہ دینا بھی ضروری ہے جنہیں آپ نے ذکر فرمایا ہے [1]۔

قواعدِ قیاس کی تدوین میں امام ابو حنیفہؒ کا کردار :

امام ابو حنیفہؒ قیاسِ فقہی کے امام تھے۔ جو نصوص کے پوشیدہ گوشوں سے علل الاحکام ڈھونڈ نکالتے تھے۔ پھر ان کے حکم میں عموم پیدا کرتے۔ علل و نصوص میں معارضہ میں ایسی عادلانہ تطبیق کرتے کہ نہ نص سے دور ہٹتے اور نہ قیاس کو ہاتھ سے

[1] ابو حنیفہ حیاتہ و عصرہ آراؤہ و فقہہ۔ محمد ابو زہرہ، ص ۲۳۲۔۲۳۳، الاصول التی بنی علیہا ابو حنیفہ فقہہ دار الفکر العربی، طبع ثالث ۱۹۶۰ء

جانے دیتے۔ جب کسی موقع پر قیاس ناساز گار ہوتا تو اس مسئلے میں استحسان کی طرف رجوع کرتے اور اس سے آگے نہ بڑھتے۔ وہ قیاس کی قباحت کو ان مقامات میں دُور کر دیتے جہاں وہ موزوں نہ ہوتا اس کے عموم کو باقی رکھتے اور اس کے تلازم کو زائل کر دیتے۔ امام ابوحنیفہ سے کہیں منقول نہیں کہ آپ نے قیاس کے بارے میں کچھ بتایا ہو۔ آپ نے یہ کام اپنے تلامذہ پر چھوڑ دیا مگر انہوں نے سوائے قیاس کے قوانین مرتب کرنے کے سب کچھ مرتب کر دیا۔ لیکن واضح رہے کہ بلاشبہ امام ابوحنیفہ اپنے قیاسات میں خاص قواعد کی پابندی کرتے تھے۔ استخراجِ علل میں بھی آپ ایک فکری نظام کا التزام قائم رکھتے تھے جو آپ کے پیشِ نظر رہتا۔

بہرحال چونکہ امام ابوحنیفہؒ قیاس کے اصول وقواعد کو ترتیب نہ دینے پائے تھے۔ اس لئے جب حنفی فقہ کے مجتہدین کا دور آیا تو انہوں نے آپ سے منقول فروع سے ایسے جامع روابط استنباط کئے جن سے احکام میں ربط وضبط پیدا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ان ضوابط سے بھی تعرض کیا جن کو قیاسات میں امام ابوحنیفہؒ پیشِ نظر رکھتے تھے۔ تاہم چند ایسے قواعد کا ذکر بھی کیا جن کی پابندی سے آپ آزاد تھے۔ فروع منقولہ سے استخراجِ اصول کرنے والے مجتہدین نے قیاس کے جو قوانین مستنبط کئے ہیں انہیں تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ قیاس سے استنباط کردہ اکثر فروع پر منطبق ہوتے ہیں اور جن قواعد میں فقہائے حنفیہ نے امام شافعیؒ سے ان کے اصولوں میں مناقشہ کیا ہے ان میں علتوں کی ایسی تصویر کھینچ دی ہے جن پر احکام ماثورہ ٹھیک منطبق ہو گئے اور جہاں یہ انطباق درست نہیں بیٹھ سکا وہاں بڑی مضبوطی اور باریک بینی سے ان کی وجہ تخلف بیان کر دی ہے۔ فخر الاسلام کے بیان کردہ احکامِ علل اور ضوابطِ قیاس ہی امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کی اصلی تصویر ہیں۔

زفر بن ہذیل (۱۱۰ھ۔۱۵۸ھ)[1]

امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہ کر فقہ الرائے حاصل کی رائے کا غلبہ پایا۔ حنفیہ کے آئمہ مجتہدین میں سے ایک ہیں۔ آپ قیاس واجتہاد میں بلند مقام رکھتے۔ ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) نے لکھا:

"كان من اصحاب الحديث ثم غلب عليه الراى وهو قياس".[2]

(اصحاب حدیث میں سے تھے پھر رائے کا ان پر غلبہ ہو گیا اور وہ قیاس ہے)

خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہ واصحاب کا تقابل کرتے ہوئے لکھا۔ جعفر بن لیس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام مزنی کے پاس تھا تو:

"فوقف عليه رجل فساله عن اهل العراق فقال له: ماتقول في ابى حنيفة؟ فقال سيدهم قال فابو يوسف؟ قال اتبعهم للحديث، قال فمحمد بن الحسن قال اكثرهم تفريعًا قال فزفر؟ قال أحدّهم قياسا".[3]

---

[1] زفر بن الہذیل بن قیس بن سلیم بن قیس (۷۲۸ء۔۷۷۳ء)

[2] وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱/۱۹۰، مصر، المطبعہ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ

[3] تاریخ بغداد۔ ابوبکر احمد بن علی خطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۱۴/۲۴۶ (۵۵۸ھ)، بیروت دار الکتب العلمیہ سن ند

(ایک شخص امام مزنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا : "ابوحنیفہؒ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے"؟ امام مزنی کہا "اہل عراق کے سردار" اس نے پھر پوچھا "اور ابو یوسفؒ کے بارے کیا ارشاد ہے"؟ امام مزنی بولے "وہ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں"۔ اس شخص نے پھر کہا اور "امام محمدؒ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ مزنی فرمانے لگے، "وہ تفریعات میں سب پر فائق ہیں"۔ وہ بولا، اچھا تو "زفرؒ" کے متعلق فرمایئے"؟ امام مزنی بولے : وہ قیاس میں سب سے زیادہ تیز ہیں")

اصول میں آپ کی آراء :

اصول میں آپ کی آراء میں سے بعض مذہب ابوحنیفہؒ کے خلاف ہیں ان سے چند یہ ہیں وہ فرماتے ہیں :

"الاصل عندی أن الخلاف فی صفة الماذون فیه معتبر فاذا أذن شخص لآخر فی تطلیق زوجته طلقة رجعیة ، فاوقع الماذون له طلقة بائنة ، لم یقع الطلاق اصلا ، لأنه خالف الصفة التی اذن له فیها وقال ابو حنیفة وأبو یوسف ومحمد یقع الطلاق رجعیا "[1]

(میرے نزدیک اصل ہے کہ صفت ماذون میں خلاف کا اعتبار ہوتا ہے اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دینے کا اختیار کسی دوسرے شخص کو دیا اور اس نے طلاق بائن دے دی تو اصلاً طلاق واقع نہیں ہوگی چونکہ اس صفت میں اختلاف پیدا ہو گیا جس کی اجازت دی گئی تھی۔ جبکہ ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے نزدیک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی)

اسی طرح ان کی ایک رائے یہ بھی ہے :

"ان المرأة اذا ادعت علی زوجها ، انه طلقها تطلیقة بائنة ، وأقامت شاهدین ، شهد احد هما بانه طلقها بائنا ، وشهد الاخر بأنه طلقها طلاقا رجعیا ، ردت شهادتهما ، ولم یثبت الطلاق کما قال زفر، ویقول الثلاثة تقبل شهادتهما علی طلقة رجعیة"[2]

(اگر کوئی عورت دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے طلاق بائن دی اور دو گواہ بھی پیش کرے، ان میں سے ایک طلاق بائن کی اور دوسرا طلاق رجعی کی شہادت دے اور ان دونوں کی شہادت رد کر دی جائیں گی اور طلاق کا وقوع ثابت نہیں ہوگا اسی طرح امام زفر نے فرمایا ہے مگر (ان کے سوا) تینوں (امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد) نے فرمایا کہ ہم ان دونوں کی شہادت طلاق رجعی کے طور پر مان لیں گے)

مؤلفات :

ابن ندیم نے کہا کہ انہوں نے کتب تالیف کیں[3] مگر ان کے اسماء وفنون نہیں بتائے، شاید ان میں باقاعدہ اصول فقہ پر بھی الگ سے کوئی کتاب ہو۔

---

[1] الفتح المبین فی طبقات الاصولیین۔ عبداللہ مصطفیٰ المراغی، ۱/۱۰۷، بیروت محمد امین درج سنہ ندارد
[2] حوالہ سابق
[3] کتاب الفهرست۔ ابن الندیم ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب اسحاق الوراق شیعی متوفی ۳۸۵ھ ص ۲۵۶ (فی اخبار ابوحنیفہ واصحابہ)، کراچی نور محمد سنہ ندارد
[4] ابوعبداللہ مالک بن انس ثم مالک بن ابی عامر بن عمرو الاصبحی المدنی (۷۱۲ء۔ ۷۹۵ء)، مدینۃ المنورۃ میں وفات پائی

امام مالک (۹۳ھ۔۱۷۹ھ)[1]

مذہب مالکی کی تدوین اور اصول : امام مالک نے ولید بن عبد الملک اُموی کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ ہارون رشید عباسی کے زمانے میں وفات پائی۔ امام مالک کا مذہب کس طرح مدون ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے فقہ پر دو کامل اور جامع کتابیں تالیف کیں۔ یہی دونوں ان کے مذہب کی اصل ہیں۔ پہلی کتاب "المـوطـا" اور دوسری "المدونة الکبریٰ" ہے جن کا تعارف مندرجہ ذیل ہے :

الموطا : یہ امام مالک کی تصنیف ہے۔ مختلف روایتوں سے اس مجموعہ کی نسبت امام صاحب تک مستند ہے۔ اس میں صحیح احادیث، اخبار، آثار صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ جمع کئے ہیں اور اپنی رائے پیش کی۔ اگر چہ یہ حدیث و آثار کی کتاب ہے لیکن اس کا لب لباب فقہ ہے۔ یہ کتاب ان طرق اور اصول پر مشتمل ہے جو امام مالک حدیث پرکھنے، راویوں کے جانچ اور اپنی فقہی رائے دینے میں استعمال کرتے ہیں اور یہ کتاب ان اصولوں پر مشتمل ہے جن کو وہ استنباط کے طریقوں اور اپنی فقہ کے استدلال میں استعمال کرتے تھے۔

المدونہ : اس کتاب کو امام مالک نے خود تو نہیں لکھا جس طرح مؤطا کو لکھا، وہ ان کے بعد ہی لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کی تالیف کا سبب کیا تھا؟ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ امام مالک کے بعض شاگردوں نے امام محمدؒ (شاگرد ابوحنیفہ) کی کتابیں دیکھیں اور ان کا مطالعہ کیا تو ارادہ کیا کہ امام مالکؒ کے فتوے بھی ان کے مسائل کی طرح بنائے جائیں اس کا تذکرہ دوسرے ساتھیوں سے بھی کیا ان لوگوں نے ان مسائل کے متعلق امام مالک سے روایت کئے ہوئے ایسے فتوے نہیں پائے اور نہ ان لوگوں کو امام مالکؒ کے شاگردوں سے روایت کئے ہوئے ایسے فتوے ملے جن میں امام مالکؒ کے فقہ کی روشنی میں قیاس کرکے اجتہاد کیا ہو۔ تو پھر اس قسم کے فتوے ترتیب دیئے گئے اور ان کا نام مـدونة الـکبـریٰ ہوگیا۔ انہیں سحنونؒ نے روایت کیا تھا۔ اس کا کتاب میں امام مالک کی آراء بالنص کو جمع کیا۔ اور اسے بھی جمع کیا ہے جس کا استنباط امام مالک کے فتاویٰ سے صحیح سمجھا گیا۔ اس اعتبار سے یہ مذہب مالکی کی صورت ہے جس کی انہوں نے روایت کی یا جیسا کہ اصحاب امام مالک نے سمجھا، وہ لوگ جو امام کے طریقے پر چلے اور جنہیں مالکی رائے میں اجتہاد کی فضیلت حاصل تھی چونکہ مدونہ اس طریقہ سے لکھی گئی ہے اور اسے مذہب مالکی کے علماء میں قبولیت عام حاصل ہوئی اس لئے ان لوگوں کو حق پہنچتا ہے جو بعد میں آئے کہ وہ اس اطمینان کا سبب معلوم کریں۔

جہاں تک مالکی مذہب کے اصول کی تدوین کی بات ہے جنہیں امام مالک نے اپنے استنباط کے وقت منضبط کیا تو ہم دیکھتے ہیں کہ امام مالک نے اپنے اصول پر کوئی نص صریح واضح اور مرتب شکل میں پیش نہیں کی۔ جیسا کہ ان کے بعد ان کے شاگرد امام شافعی جب وہ اپنی فقہ کے اصول استنباط مرتب کرنے بیٹھے تو نص قطعی پیش کی ہے لیکن اس کے باوجود پڑھنے والا جو مؤطا کا بغور مطالعہ کرتا ہے اتنی استطاعت حاصل کر لیتا ہے کہ وہ امام مالک کے اصول پہچان لے۔ وہ اصول جنہیں وہ اپنے مسلک کے اجتہاد میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر چہ ایک ایک کرکے گناتے نہیں ہیں۔ اسی طرح "المدونۃ" کا مطالعہ بھی متلاشی پر بہت کچھ واضح کر دیتا ہے۔ پھر یہ کہ امام مالکؒ نے جو رسائل اپنے ہمعصر مجتہدین کو لکھے ان میں وہ اصول کو بیان کرتے ہیں۔

---

[1]

جیسا کہ اس بات کی شہادت "رسالہ اللیث" میں ہے جو امام مالک کو لکھا گیا تھا ان دونوں بڑے زبردست اماموں میں اصول استنباط پر بحث چھڑ گئی تھی۔ اگرچہ یہ تمام ماخذ اصول مالک سے پردے اٹھاتے ہیں لیکن اس میں اشارے ہیں پوری تعبیر نہیں ہے۔ یہ اشارے واضح اور روشن بھی نہیں ہیں بلکہ مجمل ہیں۔ اگرچہ ان میں ابہام بھی نہیں ہے اسی لئے ان اصولوں کے تعارف کے وقت ہم انہی پر انحصار نہیں کرتے بلکہ یہ ضروری ہے کہ ہم ان علماء کے اقوال سے بھی تائید حاصل کریں جنہوں نے امام مالک کے بعد ان اصولوں کی معرفت میں عمر بسر کی ہے۔

فقہائے مدینہ اور فقہائے عراق کے طریقہ استنباط میں فرق :

اہل مدینہ اپنے اکثر استنباط میں اثر پر اعتماد کرتے ہیں اور عراقی علماء کی فقہ میں رائے کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ امام مالک نے جو طریقہ رائے اختیار کیا وہ ایسا نہیں جو امام ابوحنیفہؒ، ان کے اصحاب اور تمام اہل عراق نے اختیار کیا۔ امام مالک بیک وقت حدیث میں بلند مقام کے حامل اور فقیہ الرائے بھی تھے۔ امام مالک حدیث کا درس دیتے اور اصول فقہ جسے انہوں نے کتاب وسنت سے مخصوص کر لیا تھا اس سے اگر مقابلہ کرتے تو وہ حدیث کی ضعف روایت سے بھی فیصلہ کرتے اور ساتھ اس عمل کی بھی مطابقت دیکھتے جس پر اہل مدینہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے قریبی زمانے میں عمل پیرا تھے۔ رائے میں ان کا مسلک فقہائے عراق کے مسلک کی طرح نہیں تھا بلکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ جس باب میں قرآن وسنت اور آثار صحابہ موجود نہیں ہیں وہ ان میں مصالح پیش نظر رکھتے۔ اس لحاظ سے ان کے نزدیک مصلحت قیاس کرنے کا شرعی ضابطہ ہے جب قرآنی نص نہیں ہوتی یا تحریم کے لئے سنت موجود نہیں ہوتی یا آثار صحابہ بھی نہیں ہوتے تو وہ مصلحت کو شرع اسلامی سمجھتے ہیں اور قرآن وسنت کو مصالح عام سے قریب کرتے ہیں۔

ابوزہرہ حدیث وفقہ کی کتاب "الموطا" سے مثالیں دے کر ان کے فقہی استنباط پر یوں روشنی ڈالتے ہیں :

"هذه مثلة سقناها، ومنها تستبين ان المؤطا كتاب فقه، وحديث، وان الاحاديث التى ذكرت فيه المقصود من سوقها هو استنباط قضا يا الفقه من نصوصها، وتخريج الاحكام على مقتضاها، وانه لم يقتصر على الاحاديث يرويها ويستنبط منها، بل يذكر اقضية الصحابة، ويحكم بمتضاها يختار من بينها مايراه انسب، واصلح فى المسالة التى يستفتى فيها، ويذكر الامر المجتمع عليه فى المدينة، و تشير الى احكام القضاة بها، ويقيس مالم يجدله حكما على ماعلم من اقضية الصحابة وقد عاينت كيف قاس حال المفقود التى تعتعد زوجته عدة الوفاة بعد باربع سنين، ثم تتزوج على حال غائب الذى طلق زوجته وعلمت بالطلاق ولكنه راجعها فى العدة، ولم تعلم، فتزوجت، ومن كل هذا يتبين أن المؤطا كتاب يحكى مسلك مالك فى الاستنباط ادق حكاية، ولكنه يحكيه فى استنباط الفروع، ولا يبين قواعد الاصول بينا كاملا، وقد استنبطها المالكية فى الفقه من بعد". [1]

---

[1] مالک حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقہہ، محمد ابوزہرہ۔ ص ۲۲۴۔ قاہرہ مکتبہ الانجلو المصریہ، طبعہ ثانیہ سنہ

''(یہ مثالیں جو ہم نے بیان کیں ان سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مؤطا فقہ کی کتاب ہے اور حدیث کی بھی کتاب ہے لیکن احادیث جو اس میں بیان کی گئی ہیں ان کے لانے سے یہ غرض ہے کہ ان سے فقہی فیصلے کا استنباط کیا جائے اور ان سے دلیل حاصل کی جائے اور ان کے مقتضاء کے موافق احکام کی فرعیں اور شاخیں نکالی جائیں۔ امام صاحب صرف احادیث کی روایتوں پر انحصار نہیں کرتے۔ نہ صرف انہی سے استنباط کرتے ہیں بلکہ صحابہ کے فیصلے بیان کرتے ہیں اور ان کے موافق حکم لگاتے ہیں اور ان میں سے وہ رائے پسند کرتے ہیں جسے زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں، جسے اس مسئلہ میں مصالح سے زیادہ قریب پاتے ہیں۔ پھر اس سلسلہ میں مدینہ کے اجماع کا بھی ذکر فرماتے ہیں اور اس سلسلہ میں وہاں کے قاضیوں کے فیصلوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں صحابہ کے فیصلوں کا علم نہیں ہوتا تو قیاس کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھ ہی لیا کہ کس طرح قیاس کیا اس مفقود کے حال پر کہ جس کی بیوی نے وفات کی عدت پوری کر لی اور اس پر چار سال بھی گزر چکے تھے۔ پھر قیاس کیا اس غائب کے حال پر کہ عورت نکاح کر لیتی ہے۔ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی طلاق کا بیوی کو علم تھا اور شوہر نے بیوی کی طلاق کی مدت میں رجعت کر لی اور رجعت کا بیوی کو علم نہیں ہوا اور اس نے نکاح کر لیا۔ اس تمام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مؤطا ایسی کتاب ہے جس میں ادق مسائل کے سلسلہ میں امام مالک کے استنباط کرنے کا مسلک معلوم ہوتا ہے لیکن وہ اسے فروع کے استنباط کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔ اصول کے قواعد کا کامل بیان نہیں کرتے ہیں۔ پھر بعد میں مالکیوں نے اس سے استنباط کر کے اصول وقواعد مرتب کیے ہیں)''۔

مالکی فقہ کے اصول کی تدوین میں امام مالک کے کردار پر ابوزہرہ کی بحث کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

امام مالکؒ نے جن اصولوں پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی انہیں مدون نہیں کیا تھا اور جن اصول سے انہوں نے فروع کے احکام کا استخراج کیا انہیں منضبط نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے خود کو اصولوں کا پابند رکھا تھا۔ وہ اس معاملہ میں اپنے معاصر ابوحنیفہ کی طرح تھے اور اپنے شاگرد امام شافعی کی طرح نہیں تھے جنہوں نے استنباط کے لئے اصول مدون کئے اور انہیں ضبط میں لائے اور ان کے اعتبارات واسباب بیان کر دیئے اور استدلال میں ان کا مقام بنا دیا۔ لیکن امام مالک نے اگرچہ استنباط کے لئے فقہی اصول کا ذکر نہیں کیا لیکن بعض فتووں، مسئلوں اور احادیث کی تدوین میں ان کی طرف اشارہ ضرور کر دیا۔ یہ احادیث خواہ مسند متصل مسندہ ہوں یا منقطعہ مرسلہ اور بلاغات ہوں۔ اگرچہ انہوں نے اپنے مسلک ومنہاج کی وضاحت نہیں کی اس سے مدافعت نہیں کی اور لینے کے اسباب منضبط نہیں کئے لیکن وہ ان چیزوں کی طرف متوجہ رہے۔

مثلاً مؤطا سے ہم پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ مرسل، منقطعہ اور بلاغات کو قبول کرتے ہیں لیکن ان کے لینے کی وجہ نہیں بیان کرتے ہیں اس لئے کہ وہ اس زمانہ میں ان کی اسناد کی ضرورت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے وہ اس بات پر اپنی کافی توجہ مبذول کرتے تھے کہ کون حدیث بیان کرتا ہے اور اس کے متعلق وہ کافی تسلی حاصل کرتے تھے۔ لہٰذا بیان کرنے والا ثقہ عقل مند اور فقیہ ہے تو سلسلہ کی ضرورت نہیں۔ امام مالک نے اہل مدینہ کے عمل کو لینے کو بھی تصریح کر دی ہے اور اس کے اسباب ودلائل پر روشنی ڈالی ہے۔ مؤطا قیاس کو قبول پر مشتمل ہے جیسا کہ آپ ان کا قیاس زوجہ مفقود کے سلسلہ میں دیکھ چکے ہیں کہ جب اس کا شوہر واپس لوٹا اس کے بعد کہ اس کی زوجہ مطلقہ نے جسے ابھی طلاق دی تھی، نکاح کر لیا اور پھر

رجعت کرلی۔ اور عورت کو صرف طلاق کا علم تھا اور رجعت کرنے کی خبر نہیں تھی، لہٰذا اس حال میں اس نے نکاح کرلیا۔ اسی طرح آپ موطا میں دیکھیں گے انہوں نے تصریح کی ہے یا استنباط کے اصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگرچہ ان اصول کی توضیح اور توجیہ موجود نہیں ہے وہ قیاس اور اس کے مراتب میں علت کے ضابطے بیان نہیں کرتے ہیں اور نہ اس کی قسم کی تفصیل ملتی ہے۔

مذہب مالکی کے فقہاء نے فقہ میں وہی کام کیا جو مذہب حنفی کے فقہاء نے کیا تھا انہوں نے فروع کو دیکھا ان کی تحقیق کی اور ان سے ان اصول کا استخراج کیا جن سے اس عظیم مذہب کے استنباط کا طریقہ مقرر ہو سکتا ہے۔ اور ان استنباط کئے ہوئے اصول کو اصول مالک کے نام سے مدون کیا۔ مثلاً کہتے ہیں، امام مالک اس بات میں مفہوم مخالف لیتے ہیں۔ طرز خطاب سے ظاہر ہوتا ہے، ظاہر قرآن سے اور کہتے ہیں علی العموم ایسا اور ایسا اور حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ امام مالک کے اقوال نہیں ہیں کہ ان سے چلے آرہے ہوں ان کی ان سے روایت کی گئی ہو بلکہ یہ ان فروع سے نکالے گئے ہیں جو امام مالک سے پہنچی ہیں۔ ان کے تفصیلی دلائل انہی کے سلسلہ میں بیان کردیئے گئے ہیں، فقہاء ان کے بعد بیان کردیتے ہیں اس کے سوائے استدلال ممکن نہیں ہے۔

ہمارے لئے ضروری نہیں ہے کہ ہم ان اصولوں کو مان لیں کہ یہ امام مالک کے مذہب کے اصول ہیں اس لئے کہ ان علماء کی کوششیں ان میں صرف ہوتی ہیں۔ نہ یہ مناسب ہے کہ ہم ان اصولوں کو رد کردیں اس لئے کہ وہ امام مالک سے ہمیں نہیں پہنچے ہیں۔ لیکن ہم پر یہ ضرور فرض ہے کہ جو امام مالک کے ثابت شدہ اقوال ہیں اور تصریحات ہیں ان سے جو متفق و موافق نہ ہوں انہیں رد کردیں اور قبول نہ کریں یا جو بعض فروع پر تو منطبق ہوتے ہیں اور اکثر پر منطبق نہیں ہوتے انہیں قبول نہ کریں۔ ہم تمام اصول میں جو علماء نے بنائے ہیں اور اس میں کوشش کی ہے، یہی طریقہ اختیار کریں گے۔ ہم ان سے محض اس وجہ سے انکار بھی نہیں کریں گے کہ اس میں امام صاحب کا اثر ثابت نہیں ہوا ہے بلکہ ہم اس وقت رد کریں گے جب کہ ان کے ہم تک پہنچے ہوئے اقوال کے خلاف ہو۔

لہٰذا جو بات علماء کے نزدیک مقرر اور ثابت ہے وہ قبول کرنے اور اعتبار کرنے کے قابل ہے جب تک اس کے خلاف دلیل ثابت نہ ہوجائے۔ اگر ایسا ہو تو ہم انکار کردیں گے اس لئے اس کے بطلان پر دلیل ہوگی، محض انکار سے کام نہیں چلے گا۔ اس لئے کہ جو بات علماء نے قبول کی بنا سے ان کا قبول کرنا ہی مستند بنا دیتا ہے اور ان کے قبول کرلینے کی وجہ سے ظاہرا صحت کی دلیل موجود ہوگئی۔ یہ تمام اصول ثبوت کے ساتھ مالکیوں کے علم اصول کی کتابوں میں یا شرحوں میں جو انہوں نے موطا پر حاشیئے لکھے ہیں، ان میں سب موجود ہیں۔ یہ علماء ہر قاعدہ میں کہہ دیتے ہیں امام مالک کی یہ رائے ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے فروع سے حاصل کیا ہے۔ آپ عراقیوں کو دیکھیں گے کہ وہ کتاب التنقیح میں قاعدہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ امام مالک کی رائے بیان کرتے ہیں جمہور کے موافق ہے یا مخالف ان آراء کے مجموعہ سے مذہب مالکی کے اصول مدون ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کی نسبت اس جلیل القدر امام کی طرف ہے اور اس نسبت کی قوت ہے۔ اس میں شک نہیں انہی پر مالکیوں کے اقوال کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور یہی ہیں کہ ان پر ان مذہب کے متقدمین اور متاخرین کی تخریج اور استنباط قائم ہے، ان سے نتائج نکالے گئے ہیں[1]۔

---

[1] حوالہ سابق

امام ابو یوسف حنفی (۱۱۳ھ/۱۸۲ھ)[1]

آپ نے امام ابو حنیفہ کی صحبت میں رہ کر فقہ کی تعلیم حاصل کی مگر کئی مواقع پر اپنے استاد امام ابو حنیفہ کی رائے سے اختلاف بھی کیا اور اس پر دلائل پیش کیے۔ کتاب "اختلاف ابی حنیفة وابن ابی لیلی" میں آپ نے وہ مسائل مع دلیل و برہان جمع کیے جن میں امام ابو حنیفہ اور قاضی ابن ابی لیلی کا اختلاف تھا۔ ان میں سوائے چند ایک مقام کے آپ نے امام ابو حنیفہ " کا ساتھ دیا۔ آپ سے کئی کتب منسوب کی جاتی ہیں ہم صرف ان کے اصول منہج کو جاننے کے لیے صرف "کتاب الخراج" کو زیر بحث لا رہے ہیں۔

کتاب الخراج : یہ قاضی ابو یوسف کا ایک خط ہے جو خلیفہ ہارون رشید کے نام ارسال کیا۔ اس میں انہوں نے حکومت کے مالی وسائل و ذرائع آمدنی کی تفصیلات ذکر کیں۔ ان کا زیادہ اعتماد قرآنی دلائل، احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاوی پر ہے۔ احادیث روایت کر کے ان سے علل کا استنباط اور صحابہ کے ان پر عمل کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے اقوال سے ان کے افعال کا مبنی نکالتے ہیں اور جب قیاس و رائے میں صحابہ سے اختلاف کرتے ہیں تو اسے علل پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ آپ کے بعض قیاسات جب حضرت عمرؓ کی رائے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں تو وہ خود ہی اپنے قیاس پر فرضی اعتراض وارد کر کے اس کا مدلل اور تسلی بخش جواب دیتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل مثال میں وہ ایک فرضی اعتراض کا جواب اس طرح دیتے ہیں :

"قيل لابي يوسف : لم رايت ان يقاسم أهل الخراج ما أخرجت الأرض من صنوف الغلات، وما أثمر النخل والشجر والكرم على ماقد صنعته من المقاسمات، ولم تردهم الى ما كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه وضعه على ارضهم ونخلهم وشجرهم وقد كانوا بذلك راضين وله محتملين، فقال ابو يوسف : ان عمر رضي الله تعالىٰ عنه راى الأرض في ذلك الوقت محتملة لما وضع عليها، ولم يقل حين وضع عليها ما وضع من الخراج ان هذا الخراج لازم لأهل الخراج وحتم عليهم ولايجوز لي ولمن بعدى من الخلفاء ان ينقص منه ولا يزيد فيه ، بل كان فيما قال لحذيفة وعثمان حين اتياه بخبر ما كان استعملهما عليه من ارض العراق "لعلكما حملتما الأرض مالاتطيق" دليل على انهما لو أخبره انها لا تطيق ذلك الذى حملته من اهلماه لنقص مما كان جعله عليهم من الخراج ، وانه لو كان ما فرضه وجعله على الارض حتمالا يجوز النقص منه ولا الزيادة فيه ماسالهما عما سالهما عنه من احتمال اهل الأرض او عجزهم وكيف لايجوز النقصان من ذلك والزيادة فيه وعثمان بن حنيف يقول مجيباً لعمر رضي الله تعالىٰ عنه حملت الأرض امراً هي له مطيقة، ولو شئت لاضعفت على الارض اوليس قد ذكر انه قد ترك فضلا لو شاء ان ياخذه؟ وحذيفة يقول مجيباً لعمر رضي الله تعالىٰ عنه ايضا: وضعت على الأرض أمراً هي له محتملة وما فيها كثير فضل".[2]

---

[1] قاضی القضاۃ۔ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری (۷۳۱ء/۷۹۸ء)

[2] کتاب الخراج۔ امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ۔ ص ۸۴، ۸۵۔ مصر۔ مطبعہ السلفیہ طبع ثالث ۱۳۸۲ھ

''(ابو یوسف سے دریافت کیا گیا کہ اہلِ خراج کی اراضی سے حاصل شدہ غلے اوران کے پھل دار درختوں مثلاً کھجور، انگور اور دیگر اشجار کے پھلوں میں آپ جو ایک مخصوص تقسیم کے قائل ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے حضرت عمرؓ کی پیروی کرتے ہوئے وہی خراج کیوں نہیں لیا جو حضرت عمرؓ نے اہلِ خراج کی اراضی، کھجوروں اور درختوں پر مقرر کیا تھا جب کہ اہلِ خراج اس پر راضی تھے اور بخوشی اسے برداشت کرتے تھے۔ ابو یوسف نے جواب دیا: ''حضرت عمرؓ کو بخوبی معلوم تھا کہ جو خراج اس زمین پر مقرر کیا گیا ہے وہ اس کی حیثیت سے زیادہ نہیں اور زمین اسے برداشت کرنے کے قابل ہے۔ آپؓ نے خراج مقرر کرتے وقت یہ نہیں فرمایا تھا کہ اہلِ خراج کے لئے ہمیشہ یہ ادائیگی ضروری ہے اور مجھے اور میرے جانشینوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس میں کمی بیشی کر سکیں۔ بلکہ سرزمینِ عراق میں آپ کے عامل حذیفہؓ اور عثمانؓ جب وہاں کی بہترین پیداوار لے کر آئے تو آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ''شاید تم نے اس زمین پر اتنا خراج مقرر کیا ہے جسے وہ برداشت کرنے کے قابل نہیں''۔ حضرت عمرؓ کے الفاظ اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ اگر آپ کے عامل اعتراف کر لیتے کہ زمین خراج کی اتنی بھاری رقم کو برداشت نہیں کر سکتی تو آپ ضرور اسے کم کر دیتے۔ اور اگر آپ کو مقرر کردہ خراج قطعی اور حتمی ہوتا اور اس میں کمی بیشی کا امکان نہ ہوتا تو آپ ان سے ہرگز نہ پوچھتے کہ زمین قابلِ برداشت ہے یا نہیں؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اس میں کمی یا اضافہ کا احتمال نہ ہو۔ جب عثمان بن حنیفؓ حضرت عمرؓ کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں، ''زمین کے لئے یہ خراج قابلِ برداشت ہے اور اگر میں چاہوں تو اسے دُگنا کر دوں''۔ کیا عثمانؓ یہ ذکر نہیں کر رہے کہ ان کا مقرر کردہ خراج حدِ اعتدال سے زائد نہیں؟ اور اس میں اضافہ کا امکان ہے۔ حذیفہ حضرت عمرؓ کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں، ''میں نے زمین پر جو خراج مقرر کیا ہے وہ اسے برداشت کر سکتی ہے اور اس میں کوئی زیادتی نہیں)''۔

یہ پوری کتاب امام ابو یوسفؒ کی تصنیف ہے اور اس میں دوسرے فقہاء کی روایات کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ وہ بہت سے مسائل میں ابو حنیفہؒ سے اپنا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔ امام ابو یوسف جب بھی امام ابو حنیفہ کی رائے بیان کرتے ہیں تو اسے دلیل و برہان سے مؤید کرتے ہیں اور قیاس و استحسان کی وجہ بھی بتا دیتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل مسئلہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے درمیان اختلاف ہے۔ وہ اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

وقد كان ابو حنيفة رحمة الله عليه يقول: من احيا ارضا مواتا فهي له اذا اجازه الامام، ومن أحيا أرضا مواتا بغير اذن الامام فليست له وللامام ان يخرجها من يده ويصنع فيها ماراى من الاجارة والاقطاع وغيره ذلك، قيل لابي يوسف ماينبغي لابي حنيفة ان يكون قد قال هذا الا من شئي لان الحديث قد جاء عن النبي انه قال "من أحياء أرضا مواتا فهي له" فبين لنا ذلك الشئي ،فانا نرجوان تكون قد سمعت منه في هذا شئياً يحتج به قال ابو يوسف : حجته في ذلك ان يقول : الا حياء لايكون الا باذن الامام أرأيت رجلين ارادا كل وحد منهما ان يختار موضعاً واحداً وكل واحد منهما منع صاحبه، ايهما أحق به؟ أرأيت ان اراد رجل ان يحيى ارضا ميتة بفناء رجل وهو مقران لاحق له فيها فقال : لاتحيها فانها بفنائي وذلك يضرني، فانما جعل ابو حنيفة اذن الامام في ذلك فصلا بين الناس، فاذا اذن الامام في ذلك لانسان كان له ان يحيها، وكان ذلك الاذن جائز صحيحا. واذا منع الامام احداً كان ذلك المنع جائزاً ولم يكن بين الناس المنزاع في الموضع الواحد ولا الضرار فيه مع اذن الامام ومنعه وليس ماقال ابو حنيفة يرد الاثر انما رد الاثر ان يقول: وان احياها باذن الامام

فلیست لہ فاما من یقول ھی لہ فھذا اتباع الاثر ولکن باذن الامام لیکون اذنہ فصلا فیما بینھم من خصوماتھم واضرار بعضھم ببعض قال ابو یوسف : اما انا فاری اذا لم یکن فیہ ضرر علی احد ولا لاحد فیہ خصومۃ ان اذن رسول اللہ ﷺ جائز الی یوم القیامۃ فاذا جاء الضرر فھو علی الحدیث "ولیس لعرق ظالم حق"۔[1]

اس اختلافی مسئلہ کا سیاق........ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بے آباد زمین کو آباد کرنا چاہے تو اس کے لئے حاکم وقت کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسف نے اسے ضروری نہیں سمجھتے کیونکہ آباد کرنے والا اس زمین کا مالک ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ آباد کردہ زمین کی ملکیت کے لئے حاکم کی اجازت کو شرط قرار دیتے ہیں۔ امام ابو یوسف دونوں نقطہ نظر مع دلائل و براہین ان الفاظ سے ذکر فرماتے ہیں :

امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے۔ "جو شخص بنجر زمین کو آباد کرتا ہے وہی اس کا مالک ہے بشرطیکہ حاکم وقت کی اسے اجازت ہو اور جو بلا اجازت آباد کرے وہ اس کا مالک نہیں اور خلیفہ کو حق حاصل ہے کہ وہ اس سے لے لے اور جو چاہے اس میں کرے، کسی کو اجارہ پر دے دے یا اس کی جاگیر بنادے۔ ابو یوسف سے کہا گیا کہ حدیث میں تو آتا ہے کہ جو بنجر زمین کو آباد کرتا ہے وہی اس کا مالک ہے اور امام ابو حنیفہ اس میں اذنِ امام کی شرط لگاتے ہیں تو حضرت کا قول بھی کسی دلیل پر مبنی ہوگا؟ ہمیں یہ ضرور بتایئے۔ امید ہے کہ آپ نے امام سے ان کی حجت و برہان سنی ہوگی۔ ابو یوسفؒ نے کہا "ابو حنیفہؒ" کی دلیل یہ ہے کہ آبادی امام کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں۔ دیکھئے دو شخص ایک خاص جگہ کو آباد کرنا چاہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے حق میں مانع ہے، آپ بتایئے کس کو حق دار قرار دیں گے؟ اور دیکھئے اگر کوئی شخص بے کار پڑی ہوئی زمین کو آباد کرنا چاہتا ہے جو دوسرے کسی آدمی کے صحن میں واقع ہے حالانکہ اسے اعتراف ہے کہ اس زمین پر اسے کوئی حق حاصل نہیں۔ اب دوسرا شخص کہتا ہے کہ اسے آباد نہ کیجئے کیونکہ یہ میرے صحن میں واقع ہے اور اس سے مجھے تکلیف ہوگی۔ ایسے مواقع پر امام ابو حنیفہؒ نے اذنِ امام کو فیصل قرار دیا ہے۔ جب وہ اجازت دیدے گا تو وہ اس زمین کو آباد کرنے کا مجاز ہوگا اور امام کا یہ اذن بالکل بجا اور درست ہوگا اور اگر روک دے گا تو یہ روکنا بھی غلط نہ ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امام کی اجازت یا عدم اجازت کی صورت میں لوگوں میں ایک جگہ کے بارے میں نہ جھگڑے اٹھیں گے نہ ضرر کی نوبت آئے گی۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کے قول سے حدیث کی تردید نہیں ہوتی۔ تردید تب ہوتی اگر ابو حنیفہؒ یہ کہتے کہ اگر امام کی اجازت سے آباد کرے تب بھی وہ اس کی ملکیت نہیں ہوتی اور جب وہ کہتے ہیں کہ وہ اس کی ملک ہو جاتی ہے تو یہ حدیث کی پیروی ہے نہ کہ تردید یا مخالفت۔ انہوں نے اذنِ امام کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ امام کی اجازت باہمی تنازعات اور ضرر کی صورت میں فیصلہ کن ثابت ہو لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ خصومت کا اندیشہ نہ ہو اور کسی کو ضرر بھی نہ پہنچتا ہو تو نبی اکرم ﷺ نے آبادکاری کی جو عام اجازت دی تھی وہ تا روزِ قیامت موجود ہے (لہٰذا اذنِ امام کی حاجت نہیں)۔ جب ضرر کی صورت رونما ہوگی تو حدیث نبوی پر عمل کیا جائے گا کہ ظالم کو کوئی حق حاصل نہیں ہے"۔ غرضیکہ اسی طرح امام ابو یوسفؒ جہاں بھی اپنے اُستاد کا اختلاف بیان کرتے ہیں وہاں تفصیلاً ان کے دلائل ذکر کر دیتے ہیں بشرطیکہ مقام محتاجِ تفصیل ہو جیسا کہ بنجر زمین کے مسئلہ میں۔ کیونکہ آپ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ آپ کے اُستاذ نے حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کے مفہوم کو اذنِ عام کی قید لگا کر محدود و مقید کر دیا اور جہاں تفصیل کی ضرورت نہیں ہوتی وہاں اجمال سے کام لیتے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اختلاف کا ذکر کرنے میں امام ابو یوسف کا طرزِ بیان ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے)

[1] حوالہ سابق

آپ کی ایک کتاب "الجوامع" ہے جو آپ نے یحییٰ بن خالد کے لئے تصنیف کی۔ یہ چالیس کتابوں پر مشتمل ہے اس میں انہوں نے لوگوں کے اختلاف اور قابلِ عمل رائے کا ذکر کیا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے: "وهو اول من وضع الكتب في اصول الفقه على مذهب ابى حنيفة"[1] (اور وہ پہلے شخص میں جنہوں نے مذہب ابی حنیفہ میں اصول فقہ پر کتب تالیف کی ہیں)۔

محمد بن حسن الشیبانی حنفی (۱۳۱ھ۔۱۸۹ھ)[2]

فقیہ اور اصولی تھے۔ ابتدائی طور پر امام اعظم سے اکتساب فیض کیا، تکمیل امام ابو یوسف کے پاس کی۔ علاوہ ازیں امام ثوری اور امام اوزاعی سے بھی علمی استفادہ کیا۔ عراقی فقہ (فقہ حنفی) کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد امام مالک کی خدمت میں تین برس تک مقیم رہ کر ان کی فقہ، حدیث، روایات اور ان کے افکار و آراء اخذ کئے۔ ہارون رشید کے دور میں منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ: ابن خلکان نے لکھا: "وصنف الكتب الكثيرة النادرة"[3] (انہوں نے کئی نادر کتب تصنیف کیں)۔ ابن ندیم نے اصول فقہ پر ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔[4]

عبدالرحمن بن قاسم مالکی (۱۳۲ھ۔۱۹۱ھ)[5]

یہ امام مالک کے ان شاگردوں میں سے تھے جن کے مصر میں مالکی فقہ کی اشاعت میں نمایاں کردار ہے اور فقہ مالکی کی تدوین میں بہت بڑا حصہ ہے۔ ابوزہرہ نے انہیں اصحاب ابی حنیفہ میں امام محمد بن حسن سے تشبیہ دی ہے۔ لوگ فتاوی و مسائل مالک میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ ان کی بعض آراء امام مالک کی آراء سے مختلف ہیں[6]۔ تقریباً بیس برس تک امام مالک کی خدمت میں رہ کر فقہ حاصل کی۔ امام مالک سے حصول علم میں ابن وہب کے بعد انہی کا مرتبہ ہے۔ مالکی مسلک کی ایک اہم کتاب "المدونة" ہے، اس کی تالیف میں نمایاں حصہ لیا۔ یہ کتاب سولہ جلدوں میں چھپ کر منظر عام آ چکی ہے۔

عبداللہ بن وہب مالکی (۱۲۵ھ۔۱۹۷ھ)[7]

تقریباً تیس برس تک امام مالک کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا۔ امام مالک انہیں فقیہ مصر اور مفتی کے لقب سے یاد کرتے۔ ان کی وجہ سے مالکی مسلک مصر اور بلاد مغرب میں پھیلا[8]۔ ۱۶۹ھ میں امام مالک کے پاس آئے تھے اور ان کی

---

1. وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ۔ ۳۰۳/۲، مصر مطبعة الميمنيه احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ
2. ابوعبداللہ محمد بن حسن الشیبانی (۷۴۸ء۔۸۰۴ء)۔ عراق میں ولادت ووفات ہوئی
3. وفیات الاعیان۔ ابن خلکان، ۴۵۴/۱
4. کتاب الفہرست ابن ندیم۔ ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب اسحاق الوراق شیعی متوفی ۳۸۵ھ ص ۲۵۸، کراچی نور محمد سن ندارد
5. ابوعبداللہ عبدالرحمن بن القاسم بن خالد المصری المالکی (۷۴۹ء۔۸۰۶ء)، مصر میں مدفون ہیں
6. دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۳۹۵/۱۸ لاہور، دانش گاہ پنجاب
7. عبداللہ بن وہب بن مسلم القرشی المصری
8. دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)۔ ۳۹۴/۱۸ لاہور، دانش گاہ پنجاب

تقریباً تیس کتابیں مدون کیں[1]۔ لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری وغیرہ آپ کے تلامذہ ہیں۔ مالکی مذہب کے فقیہ و مجتہد تھے۔ ان کی بعض آراء امام مالک کے مذہب کے خلاف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ پر الگ سے کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا، ہاں البتہ ان کی فقہ میں مؤلفات ہیں جن میں اجتہاد کے منہج کو اختیار کیا ہے اور وہ قواعد اصولیہ پر مبنی ہیں۔[2]

الجوزجانی حنفی (متوفی ۲۰۰ھ بعدہ)[3]

خراسان سے بغداد منتقل ہو کر امام محمد و امام ابو یوسف و دیگر سے تعلیم حاصل کی "الفوائد البھیۃ" میں ہے : "اخذ الفقه عن محمد و كتب مسائل الاصول و الامالي"[4] (امام محمد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اصولی مسائل و امالی تحریر کئے)۔

مراغی نے لکھا :

"وقال ابن أبي حاتم : كتب عنه أبي وسئل عنه؟ فقال : كان صدوقا . وقد كتب أبو سليمان مسائل الاصول والأمالي".[5]

(ابن حاتم نے کہا کہ میرے والد نے ان سے نقل کیا۔ ان سے سوال کیا گیا تو کہا : کہنے والے نے سچ کہا اور سلیمان نے مسائل الاصول اور امالی لکھے تھے)

امام شافعی (۱۵۰ھ۔۲۰۴)[6]

جمہور کے مطابق غزہ (شام) میں ولادت ہوئی، سلسلہ قریشی ہے۔ دس برس کی عمر میں مکہ آئے، تعلیم حاصل کی پھر مدینہ آ کر امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ والی یمن آپ کو حجاز مقدس سے یمن لے گیا اور وہاں کے ایک علاقہ کا عامل بنا دیا۔ ظلم و سفاکیت سے روکنے پر وہ امام شافعی کا دشمن بن گیا اور علویوں کی حمایت کرنے کا الزام لگا کر امام شافعی سمیت دس افراد کو ہارون رشید کے پاس بغداد روانہ کر دیا جس میں سے نو قتل کر دیئے۔ امام شافعی اپنی قوت بیان و استدلال اور امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۱۹۸ھ) کی سفارش پر چھوڑ دیئے گئے۔ اس وقت امام شافعی ۳۴ برس کے تھے۔ تقریباً دو سے تین سال تک امام محمد کی صحبت میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس مکہ لوٹ آئے اور نو سال تک مکہ ہی میں مقیم رہے۔ ۱۹۵ھ میں دوسری مرتبہ دو سال کے لئے بغداد آ گئے۔ اسی سال قیام کے دوران آپ نے عبد الرحمن بن مہدی کی درخواست پر "الرسالۃ" تصنیف کیا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ "الرسالۃ" کا مقام تصنیف مکہ تھا مگر عراق سے عبد الرحمن مہدی کو بھیجا گیا تھا۔ ۱۹۸ھ میں تیسری بار ایک ماہ کے لئے بغداد آئے اور یہاں سے ۱۹۹ھ میں مصر پہنچے۔ وہاں ۵۴ سال کی عمر میں ۲۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔[7]

---

[1] حوالہ سابق [2] الفتح المبين ، فی طبقات الاصوليين۔ عبد اللہ المصطفیٰ، المراغی، ۱۹۹/۱۔۱۲۰، بیروت محمد امین درج سند

[3] ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی متوفی ۲۰۰ھ بعدہ، بغداد میں وفات پائی

[4] الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ۔ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی ہندی (۱۲۶۴ھ۔۱۳۰۴ھ) ص ۲۱۶، کراچی مطبوعہ خیر کثیر سن ند

[5] الفتح المبین۔ المراغی، ۱۲۶/۱

[6] ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن الشافعی (۷۶۷ء۔۸۲۰ء)، غزہ (شام) میں ولادت اور مصر میں وفات پائی

[7] الشافعی، حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقہ۔ محمد ابو زہرہ ص ۲۰۔۲۶ تلخیص مصر، قاہرہ دار الفکر العربی طبع ثانیہ (۱۳۶۷ھ۔۱۹۴۸ء)

آراء کی تکوین واعلان میں امام شافعی کے ادوار : امام شافعی کی آراء کی تکوین واعلان کے سلسلہ میں تین ادوار ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) وہ دور جس کا تعلق مکہ سے تھا۔

(۲) وہ دور جو دوسری مرتبہ بغداد آمد سے شروع ہوا۔

(۳) وہ دور جو مصر پہنچنے پر شروع ہوا۔

امام شافعی کی دوسری مرتبہ بغداد آمد اور ان کی افکار وآراء کی ترویج واشاعت پر کرابیسی (متوفی ۲۶۶ھ)[1] کا بیان ہے کہ :

"ما كنا ندرى ما الكتاب ولا السنة ولا الاجماع ، حتى سمعنا الشافعي يقول : الكتاب والسنة والاجماع ".[2]

(ہمیں نہیں معلوم تھا کتاب کیا ہے اور نہ ہم سنت واجماع سے واقف تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے (امام) شافعی کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ کتاب ہے، یہ سنت ہے، یہ اجماع ہے)

ابوثور[3] کہتے ہیں کہ جب امام شافعی بغداد آئے تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ فرما رہے تھے :

"ان الله تعالىٰ قد يذكر العام ويريد به الخاص ويذكر الخاص ، ويريد به العام ، وكنا لا نعرف هذه الاشياء ، فسألنا عنها ، فقال ان الله تعالىٰ يقول ان الناس قد جمعوا لكم والمراد ابوسفيان وقال "يايها النبي اذا طلقتم النساء ، فهذا خاص والمراد عام . وهذا كلام في اصول ما كانوا يعلمون به قبل الشافعي ".[4]

(اللہ تعالیٰ کبھی عام ذکر کرتا ہے اور مراد خاص لیتا ہے اور کبھی خاص ذکر کر کے عام مراد لیتا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ ہم نے کہا ذرا وضاحت فرمائیے تو انہوں نے کہا : اللہ تعالیٰ کے کلام "ان الناس قد جمعوا لکم" میں ناس عام ہے اس سے ابوسفیان مراد ہے اور آیت مبارکہ "یایها النبی اذا طلقتم النساء" میں حکم خاص مگر مراد عام ہے اور یہ اصول میں کلام ہے، لوگ امام شافعی سے قبل نہیں جانتے تھے)

امام شافعی جب دوسری مرتبہ بغداد تشریف لائے تو ہمعصر فقہاء اور ان کے متبعین کے افکار وآراء بلکہ صحابہ وتابعین تک کو اصول کی کسوٹی پر پرکھنے لگے تھے۔ اور اس اصول سے جو بات مطابقت رکھتی تھی اس کو ترجیح دیتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ صحابہ کرام کے مسلک کے خلاف بھی گئے، نیز امام ابوحنیفہ ابن ابی لیلیٰ، واقدی اور اوزاعی کے خلاف بھی وہ آراء مختلفہ کو سامنے رکھ کر اس اصول کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو رائے ان اصول سے قریب تر ہوتی اسے اختیار کر لیتے اور اگر کسی کی رائے بھی اس اصول پر منطبق نہیں ہوتی سب کو ترک کر دیتے ہیں اور نئی رائے قائم کر لیتے ہیں۔

---

[1] ابوعلی الحسین بن علی الکرابیسی البغدادی متوفی ۲۶۶ھ

[2] الشافعی، حیاته وعصره وآراؤه وفقهہ، محمد ابوزہرہ ص ۱۲۵، دار الفکر العربی طبعہ ثانیہ ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۴۸ء

[3] ابوثور، ابراہیم بن خالد (ابی) الیمان الکلبی البغدادی شافعی (۸۶۰ء۔ ۸۵۴ء) ۱۷۰ھ۔ ۲۴۰ھ

[4] الشافعی، حیاته وعصره وآراؤه وفقهہ۔ محمد ابوزہرہ ص ۱۲۵، مزید مثالوں کے لئے ص ۱۹۴۔ ۱۹۵

مصر میں الرسالہ کی تجدید کی وجہ : مصری دور آپ کے فکری نمو کی تکمیل اور آراء فقہیہ کی پختگی کا دور ہے۔ یہاں آپ نے نئی چیزیں، عرف، حضارت، آثار تابعین دیکھے۔ اپنی سابقہ آراء کو اپنے تجربہ، پختگی سن اور نئے شہر سے حاصل ہونے والی معلومات کی روشنی میں پھر سے پرکھا۔ فنِ اصول میں جو "الرسالة" لکھا تھا اُسے حذف واضافہ کے ساتھ دوبارہ قلمبند کیا اور فروع میں بھی جو آراء تھیں ان کا جائزہ لے کر بعض سے رجوع کر لیا اور بعض نئی آراء قائم کیں۔

امام شافعی کا اصول تالیف وتصنیف : سب سے پہلے وہ مبادی ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے استنباط کے لئے وضع کئے تھے، پھر مسائلِ مختلف فیہا کا تذکرہ کرتے تھے پھر سنت رسول ﷺ اور اختلافات صحابہ کو زیر بحث لاتے ہیں اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد ان آراء میں سے جس رائے کو صحیح خیال کرتے اُسے مرجح قرار دیتے ہیں۔ امام شافعی تالیف کے بعد برابر تحقیق وتمحیص کرتے رہتے تھے اور کتبِ قدیمہ کو نئے قالب میں ڈھالتے رہتے۔ چنانچہ آپ کا "رسالة جديدة" بھی درحقیقت تحقیق وتمحیص مزید اور جدید حذف واضافہ کے ساتھ رسالہ قدیمہ کا خلاصہ ہے۔ امام شافعی کی مؤلفات دو قسم پر ہیں :

(۱) وہ مؤلفات جو براہ راست امام شافعی کی طرف منسوب ہیں، جو لفظی ومعنوی دونوں اعتبار سے آپ کی کتب ہیں۔

(۲) وہ مؤلفات جو امام شافعی کے اصحاب کی طرف منسوب ہیں، اور وہ درحقیقت امام شافعی کی تلخیص ہیں۔ مثلاً "مختصر البويطي" اور "مختصر المزني" وغیرہ "الام" اور "الرسالة" کا تعلق پہلی قسم کی کتب سے ہے، جسے امام شافعی نے خود تالیف کیا۔ اکثر علماء کی رائے کے مطابق "الرسالة الجديدة"، "الام" سے جداگانہ چیز ہے۔ کیونکہ الرسالہ کا موضوع اصول فقہ ہے اور "الام" کا موضوع صرف "فقه" ہے۔ امام شافعی نے "الرسالة" کا خاص نام "الكتاب" رکھا تھا۔

علم اصول فقہ کا واضع ومدون : ایک رائے یہ ہے کہ امام شافعی ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے علم اصول فقہ کی بنیاد ڈالی ہاں البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ انہوں نے اپنی تصنیف وتالیف کے ذریعہ علم اصول فقہ کی بنیادوں کو مضبوط کیا، نئی تازگی وتوانائی بخشی۔ ان سے قبل فقہاء وراست، شریعت اور اس کے فہم واغراض ومقاصد کے بارے میں کوئی مدون مرسومہ اصول نہیں رکھتے تھے۔ صرف اپنے ملکات اور دلائل پر اعتماد کرتے تھے۔ علماء سے میل جول اور فقہاء سے مناظرے کرنے کے بعد امام شافعی منظر عام پر آئے اور انہوں نے حدود ورسوم کے اصول وضع کئے۔ قواعدِ موازین منضبط کئے۔

امام فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ)، امام شافعی کی تدوینِ اصول فقہ میں اوّلویت یوں بیان کرتے ہیں :

"واعلم ان نسبة الشافعي الى علم الاصول كنسبة ارسطا طاليس الى علم المنطق كنسبة الخليل بن احمد الى علم العرض وذلك لان الناس كانوا قبل ارسطو يستدلون ويعترضون بمجرد طباعهم السليمة لكن ما كان عندهم قانون مخلص فى كيفية ترتيب الحدود والبراهين فلا جرم كانت كلمتهم مشوشة ومضطربة مجرد الطبع اذا لم يستغني بالقانون الكلي قل ما افلحه فلما رأى ارسطا طاليس ذالك اعتزل عن الناس مدة مديدة ثم استخرج علم المنطق ووضع للخلق بسببه قانونا كليا يرجع اليه في معرفة ترتيب الحدود والبراهين وكذلك لشعراء كانوا قبل الخليل بن احمد ينظمون اشعار او كان اعتماد هم على مجرد الطبع فاستخرج الخليل علم العروض فكان ذلك قانونا كليا في معرفة مصالح الشعر في

مفاسده فكذلك هاهنا الناس كانوا قبل الامام الشافعي رضي الله يتكلمون في مسائل اصول الفقه يستدلون ويعترضون ولكن ما كان لهم قانون كلي مرجوع اليه في معرفة دلائل الشريعة وفي كيفية معارضاتها وترجيحاتها فاستنبط الشافعي رحمه الله تعالىٰ علم اصول الفقه ووضع للخلق قانونا كليا يرجع اليه في معرفة مراتب أدلة الشرع فثبت نسبة الشافعي الى علم الشرع كنسبة ارسطا طاليس الى علم العقل فلما اتفق الخلق على ان استخراج علم المنطق درجة عاليه لم يتفق لاحد مشاركة ارسطا طاليس فيه فكذا هاهنا وجب يعترفوا الشافعي رضي الله عنه بسبب وضع هذا العلم الشريف بالرفعة والجلالة والتميز على سائر مجتهدين بسبب هذه الدرجة الشريفة ". [1]

(علم اصول فقہ کی نسبت شافعی کی طرف ایسی ہی ہے جیسی منطق کی ارسطو کی طرف یا خلیل کی عروض کی طرف۔ کیونکہ ارسطو سے قبل استدلال واعتراض کا مدار صرف طبع سلیم پر تھا۔ کوئی ایسا قانون موجود نہ تھا جو حدود و براہین کی کیفیت ترتیب کو واضح کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خیالات وکلمات مضطرب نظر آتے تھے۔ کیونکہ اگر کوئی قانون کلی مددگار نہ ہو تو صرف عقل سلیم کامیاب نہیں کر سکتی۔ ارسطو نے یہ کیفیت دیکھی تو ایک عرصہ دراز تک لوگوں سے الگ گوشہ سکون میں جا بیٹھا اور پھر علم منطق کے تحفے لے کر نمودار ہوا اور دنیا کے لئے ایک قانون کلی بنادیا۔ جس کے بعد ترتیب حدود و براہین کی معرفت آسان ہوگئی۔ اسی طرح خلیل سے پہلے شعراء شعر تو کہتے تھے لیکن صرف اپنی طباع پر بھروسہ کرتے تھے۔ خلیل نے یہ دیکھ کر علم عروض کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح شعر کے مصالح اور مفاسد کے لئے ایک قانون کلی عالم وجود میں آگیا۔ اسی طرح شافعی سے پہلے اصول فقہ پر علماء وفقہاء گفتگو تو کرتے تھے استدلال واعتراض سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن دلائل شرعی کی معرفت کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا قانون کلی نہیں تھا جس سے بروقت ضرورت رجوع کیا جاسکے اور معارضات وترجیحات کی کیفیت کا اندازہ کیا جاسکے۔ چنانچہ امام شافعی نے علم اصول فقہ وضع کیا اور دنیا کے سامنے ایسا قانون کلی رکھ دیا کہ ادلہ شرع کے مراتب کی معرفت آسان تر ہوگئی۔ پس جس طرح دنیا یہ مانتی ہے کہ استخراج منطق اتنا بڑا کارنامہ ہے جس میں ارسطو کا کوئی حریف نہیں۔ اس طرح دنیا کو یہ بھی ماننا چاہئے کہ شافعی رضی اللہ عنہ نے علم اصول فقہ وضع کرکے اسے رخصت کرکے اسے رفعت وجلالت کی انتہا پر پہنچادیا اور اس لئے وہ جملہ مجتہدین سے ممتاز ہوگئے)

امام شافعی نے استنباط کے اصول وضع کرکے علم فقہ کو ایک اصولی اور فنی حیثیت دیدی۔ ورنہ اس سے قبل علم فقہ [ج]زوی قضایا فرضی جزئیات تک محدود تھا۔

[ا]صول فقہ کی تدوین سے امام شافعی کے پیش نظر مندرجہ ذیل دو باتیں تھیں :

۱۔ آراء صحیحہ اور غیر صحیحہ کے مابین امتیاز کے لئے میزان قرار دیا جائے۔ چنانچہ امام شافعی نے اس کسوٹی پر امام مالک اور اہل عراق کی آراء کا موازنہ کیا، سیر اوزاعی اور دوسرے فقہاء کی آراء کو جانچا۔

۲۔ اس علم کی حیثیت ایک قانون کلی کی ہے۔ جس کے احکام جدیدہ کے استنباط کے وقت مراعاۃ ضروری ہے۔ چنانچہ امام شافعی نے اپنے آپ کو اس کا پوری طرح پابند بنالیا۔ اس لئے یہ اصول شافعی مذہب کے اصول قرار پائے۔

---

[1] کتاب مناقب الامام الشافعی، امام فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ ص ۵۶۔ ۵۷، مصر، المکتبہ العلامیہ سنند

شافعی کے نظری و عملی اصول پر ابو زہرہ کی بحث کا خلاصہ :

"امام شافعی کے اصول بیک وقت نظری اور عملی ہیں۔ وہ فرضی صورتوں کے ریگستانوں میں صحرا نوردی نہیں کرتے بلکہ امور واقعہ کو ضبط میں لاتے ہیں۔ مثلاً ناسخ و منسوخ کی بحث میں وہ نسخ کے قواعد کو ان مسائل سے ثابت کرتے ہیں۔ جن میں آنحضرت ﷺ کی احادیث یا صحابہ کے آثار و فتاویٰ سے نسخ ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح عموم و خصوص کے مباحث میں ان آیات اور احادیث سے استفادہ کرتے تھے ہیں جو ان کے سامنے موجود ہیں۔ وہ براہ راست شریعت کے سرچشموں میں غوطہ زنی کرتے ہیں۔ ان کی تہہ تک پہنچ کر کلیات کے موتی نکالتے ہیں، حتیٰ کہ قیاس بھی اپنے اسالیب میں نصوص و عبارات کے معانی کا پابند ہو جاتا ہے۔ پھر صرف قاعدہ کلیہ کے بیان پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کے مصادر اور جن فتاوائے صحابہ اور احادیث ماثورہ سے ان کی تائید ہوتی ہے وہ سامنے رکھ دیتے ہیں کہ یہ قاعدہ کیسے بنایا گیا اور کہاں سے لیا گیا، پھر جب دلائل سے وہ قاعدہ ثابت ہو جاتا ہے تو چند فروع جو اس قاعدہ پر مبنی ہوتے ہیں بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ قواعد قواعد مجردہ یا صور ذہنیہ نہیں رہتے بلکہ زندہ اصول کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے قواعد میں آپ کو ذہنی صورتیں نظر نہیں آئیں گی۔ مثلاً تکلیف کے لئے قدرت شرط ہے یا نہیں۔ بغیر مقدور کے مکلف بنانا جائز ہے یا نہیں۔ قبل از عمل نسخ ممکن ہے یا نہیں وغیرہا مباحث سے کوئی بحث بھی ان کے قواعد میں موجود نہیں ہے بلکہ ان کے تمام بحث و واقعات سے مستمد ہیں۔ کیونکہ امام صاحب ہمیشہ امور عملیہ کو سامنے رکھتے تھے۔ خیالی اور فرضی صورتوں کے پیچھے نہیں دوڑتے تھے۔ مثال کے طور پر ہم دو چیزیں پیش کرتے ہیں :

جہاں کہیں کتاب و سنت سے کوئی نص موجود ہو وہاں امام شافعی اجماع کو حجت مانتے ہیں کیونکہ ایسے موقع پر اس کی حجت دلیل سے ثابت ہو چکی ہے۔ مگر وہ اصل معنی میں اجماع کو متعذر خیال کرتے ہیں اور جب اجماع سے ان پر حجت پیش کی جاتی ہے تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اور تصریح کرتے ہیں کہ اجماع کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ وہ صرف اصول فرائض میں اجماع کو تسلیم کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے اجماع کو سماعت پر مبنی قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ کسی مفروضہ کی بنا پر آنحضرت ﷺ سے روایت کا تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کے لئے نقل و حکایت کا ہونا ضروری ہے۔

اقوال صحابہ کے مراتب کی تعیین کرتے ہوئے وہ یہ قاعدہ بناتے ہیں کہ جو قول کتاب و سنت سے اقرب ہوگا اسے اختیار کیا جائے گا۔ اگر بلحاظ قرب کے سب مساوی ہوں تو خلفائے راشدین کے قول کو ترجیح دیتے ہیں مگر ہوتا یہ ہے کہ جب بھی مختلف اقوال ان کے سامنے پیش آتے ہیں تو تطبیق کے وقت ایک نہ ایک قول کا انتخاب کر لیتے ہیں جو کتاب و سنت سے اقرب ہوتا ہے ورنہ اسے دوسرے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خلیفہ کا قول اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً بھائیوں کے مقابلہ میں دادا کی میراث کے مسئلہ میں وہ حضرت ابو بکر صدیق کے قول پر زید بن ثابت کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

قواعد ضابطہ کے استخراج میں وہ اپنے عملی اتجاہ اور تطبیق کی وجہ سے قیاس کی حقیقت واضح کرنے کے لئے صرف [illegible] اور اس کی اقسام کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور علل کا استخراج مجتہد پر چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ علت کے ضوابط [illegible] استخراج، قوت درجات کے عموم، خصوص وغیرہ کے متعلق کچھ بھی ذکر نہیں کرتے، کیونکہ یہ امور مجتہد سے متعلق ہیں۔

نیز اس کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی اس اجتہاد کے ضوابط وضع کرتے تھے جو ان کے دور میں رائج تھا۔ علت کے مسلک اور مذکورہ طریق پر اس کی دراست یہ ایک فلسفیانہ طریقہ بحث ہے جو اس وقت کے فقہاء کے مابین رائج تھا وہ اوصاف کے قرب وبعد کی معرفت مجتہد پر چھوڑ دیتے تھے اور لطف یہ ہے کہ امام شافعی کے بعد علمائے اصول نے علت کے طریقِ استخراج اور اس کے ضوابط وضع کرنے میں غور وخوض کیا ہے مگر اس کی تطبیق کے وقت باہم اختلاف کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی ضابطہ وضع نہیں کر پاتے۔ قیاس کے سلسلہ میں امام شافعی نے اگرچہ زیادہ مفصل بحث نہیں کی تاہم ان کا یہی کارنامہ بہت بڑا ہے کہ انہوں نے قیاس کے ضابطے مقرر کر کے اسے ممتاز کر دیا ہے اور اس کے اقسام کی تحدید کر دی ہے۔[1]

امام شافعی کے اصولِ فقہیہ کی موافقت ومخالفت میں علماء کے گروہ :

اصولِ فقہیہ کی اجمالی موافقت کرنے والے مندرجہ ذیل دو گروہ ہیں :

(۱) احناف (۲) حنابلہ

مخالفت کرنے والے مندرجہ ذیل دو گروہ ہیں :

(۱) اباضیہ (۲) شیعہ امامیہ

امام شافعی کے طریقِ استنباط سے اتفاق کرنے والے علماء :

ایک گروہ متبعین امام شافعی کا ہے جنہوں نے آپ کے اصول کی مکمل پیروی کی۔

۱۔ پہلا گروہ علمائے احناف کا ہے جو اجمالی طور پر تو ان طرقِ استنباط کے موافق ہیں جو "الرسالۃ" میں مذکور ہیں مگر تفصیلات میں قدرے مختلف ہیں۔ مثلاً یہ کہ عموم کی تخصیص اخبار آحاد سے جائز ہے یا نہیں وغیرہ۔ متبعین کی کچھ تفصیل علمائے مالکیہ کا طریقۂ استنباط بھی امام شافعی کے اصول سے ملتا جلتا تھا۔ مگر علمائے حنفیہ کی بہ نسبت وہ امام شافعی سے زیادہ اختلاف کرتے تھے۔ حتیٰ کی تفصیلات سے گزر کر وہ بعض اصولِ عام میں بھی اختلاف کرتے تھے۔ مثلاً علمائے مالکیہ عمل اہل مدینہ کو حجت مانتے تھے مگر امام شافعی اس کے سخت مخالف تھے اور کتاب "الام" میں بہت سے مقامات پر اس کی تردید کر چکے ہیں۔

۲۔ انہیں علماء میں سے حنابلہ تھے۔ جنہوں نے امام شافعی کے اصول کو مانا۔ لیکن وہ اجماع صحابہ کے سوا دوسرے اجماع کے قائل نہ تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے امام شافعی سے ظاہراً اصل میں اختلاف تو کیا لیکن امام شافعی کے نزدیک اس مسئلہ کی جو روح تھے اس سے دُور نہیں ہوئے۔ امام شافعی اگرچہ اسے حجت مانتے ہیں لیکن وہ اس کے کسی زمانہ یا کسی مسئلہ میں وجود سے انکار کرتے ہیں۔ جب ان سے ان کا مناظر اجماع سے دلیل پیش کرتا ہے تو وہ اس کے تحقق اور وجود کو متعذر سمجھتے ہیں اور اصول فرائض کے سوا کسی مسئلہ میں اجماع کا اعتراف نہیں کرتے۔ لہٰذا امام شافعی اور امام احمد کے مابین اجماع کی حقیقت میں کوئی بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے۔

---

[1] الشافعی۔ محمد ابوزہرہ ۳۳۱۔۳۳۳

طریق استنباط سے اختلاف والے علماء :

۱۔ اسی طرح کچھ گروہ ایسے بھی تھے جنہوں نے امام شافعی سے اصول استنباط میں اختلاف کیا۔ مثلاً اباضیہ، فقہائے مسلمین کے اجماع سے انکار کرتے ہیں اور اپنے فرقے کے اجماع کو معتبر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جمہور مسلمین ان کی نظر میں گمراہ ہیں اور اہل ضلالت کی رائے معتبر نہیں ہوا کرتی۔ یہ نظریہ دراصل ان کے سیاسی نظریئے پر مبنی ہے یا مرتکب کبیرہ کے بارے ان کی جو رائے ہے اس پر اس کی بنا ہے۔ باوجودیکہ یہ لوگ معنی اجماع میں جمہور مسلمین سے اختلاف رکھتے تھے مگر مبداء قیاس کے قائل تھے۔ کتاب وسنت کو ماننے میں وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ صرف بعض احادیث کے قبول کرنے میں انہیں اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وہی نوعیت ہے جو کہ مذاہب اربعہ کے مابین پائی جاتی ہے۔

۲۔ اب رہا شیعہ امامیہ کا گروہ تو اگرچہ خلافت کے متعلق بہت سی احادیث کا انکار کرتا ہے مگر کتاب وسنت کو مجموعی حیثیت سے مانتا ہے۔ انہوں نے استنباط فقہی کو اپنے ائمہ کے استنباط کے دائرے میں محدود کیا ہے اور کتاب و سنت کے بعد ائمہ کے اقوال ان کے نزدیک حجت ہیں۔ بلکہ یہ لوگ اپنے امام وصی کے سوا کسی کی رائے اور اجتہاد کو نہیں مانتے اور نہ ان کے قول کے مقابلہ میں کسی دلیل کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ وہ ادلہ کو صرف اس وقت مانتے ہیں جب امام موجود نہ ہو امام کی موجودگی میں وہ دلیل کے قائل نہیں ہیں بلکہ امام کی تقلید کو واجب سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ کو غیر منصوص علم سے بھی حصہ ملا ہے یعنی وہ علم جس کا آنحضرت ﷺ نے اظہار نہیں کیا تھا۔

اصولِ شافعی کی مکمل کی پیروی کرنے والے علماء :

یہ وہ لوگ ہیں جو امام شافعی کے براہ راست شاگرد تھے یا شاگردوں کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اجتہاد و استخراجِ احکام میں امام شافعی کا منہاج اختیار کیا اور وہ امام شافعی کے اصول کی وضاحت کرتے رہے اصول اور طرق استنباط میں ان کے متبع رہے۔

مؤلفات :

کتاب الام .... اس میں ان لوگوں کا رد بھی کیا جو سنت سے دلیل لانے کے منکر تھے۔ جیسے بعض علماء بصرہ اور ان کا بھی جو خبر احاد سے احتجاج کے قائل نہیں تھے بلکہ صرف اس حدیث کو قبول کرتے تھے جو متواتر ہو امام شافعی نے مضبوط دلائل سے ان کا رد کیا۔ امام شافعیؒ ان لوگوں کا بھی رد کرتے ہیں جو قیاس کو خبر آحاد پر ترجیح دیتے تھے یا بعض احاد حدیثوں کو قرآن کے "عام حکم" کے سلسلہ میں ناقابلِ قبول خیال کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے ان پر بھی تنقید کی ہے جو آثارِ صحابہ کو احاد حدیثوں پر ترجیح دیتے تھے۔ ان مباحث کو ہم مختلف مقامات پر بٹا ہوا دیکھتے ہیں۔ مثلاً کتابِ مالک اور فقہ العراقیین یا الرد علیٰ سیر الاوزاعی، اس میں ہمیں استحسان کے ابطال کے سلسلہ میں بعض دلچسپ اور کارآمد چیزیں ملتی ہیں۔ اس مسئلہ میں امام شافعی، مالکیوں اور عراقیوں دونوں کا رد کرتے ہیں بلکہ ان تمام لوگوں کا رد کرتے ہیں جو استدلالِ فقہی میں نص سے تجاوز کر جاتے ہیں یا نص پر حمل کرنے کے سلسلہ میں راہِ صواب سے ہٹ جاتے ہیں۔ امام شافعی کی کتاب الام کے سوا کوئی کتاب ایسی مثال پیش نہیں کرتی جس کے مطالعہ سے پڑھنے والا اس عصر کے اجتہاد اور خاص طور پر

اس زمانہ کی فقہی کیفیتوں اور صورتوں کا صحیح اندازہ کر سکے۔ صرف یہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں موافق و مخالف ہر طرح کے دلائل، ان کی تائید و تنقید کے سلسلہ میں تفصیلی مواد مل سکتا ہے۔ یہ کتاب (الام) صرف یہی نہیں کہ اپنے زمانہ کی روحِ فکری کی معنوی طور پر آئینہ دار ہے بلکہ اس کی شکل وصورت کی وضاحت بھی بڑی خوبی سے کرتی ہے۔ اس میں ہمیں ان مناظروں کی داستانیں بھی ملتی ہیں جو امام شافعی اور ان کے مدمقابل لوگوں کے مابین ہوئیں۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ دور بحث وجدل اور فکری آویزش، نیز تکمیل علوم دینیہ کا دور تھا۔ اس میں ہمیں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو سنت کا انکار کرتے ہیں۔ ایسے بھی جو خبر آحاد سے احتجاج کے قائل نہیں۔

"الرسالۃ" اور "الام" سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ناقد کی حیثیت سے اختلافِ صحابہ کا مطالعہ کیا تھا۔ بلاشبہ اس دراست سے انہیں ناسخ ومنسوخ کا علم حاصل ہوا اور رائے کا ایک بڑا حصہ ان کے ہاتھ لگ گیا جس سے صحابہ کرام اخذ کرتے تھے۔ شریعت کے مرای اور مجموعہ احکام کا فہم حاصل ہوگیا۔ غالباً اسی وجہ سے وہ مجتہد کے لئے یہ شرط لگاتے تھے کہ وہ اختلافِ صحابہ کا عالم ہو کیونکہ ان کے اختلاف کی دراست نے ہی انہیں بہت سے اصول سمجھائے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے تلامذہ آرائے صحابہ اور آرائے مختلفہ کی دراست عمیقہ کی جلوہ فرمائی ان میں محسوس کرتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے علم اختلاف میں امام شافعی کو اُمت کا فیلسوف شمار کیا ہے۔

امام شافعی نے فقہ "اہل الرائے" سے واقفیت حاصل کی۔ وہ لوگ قیاس پر بہت زور دیتے تھے مگر اس کے قواعد و ضوابط مرتب نہیں کر پائے تھے حتیٰ کہ ان فقہاء میں بہت بڑا مقام حاصل کر لیا اور وہ قیاس کی بڑی سرعت سے معرفت حاصل کر لی۔ قیاس کے ساتھ انہیں اس قدر تعلق پیدا ہوگیا تھا کہ وہ بے تکلف قیاس کے ساتھ حکم لگاتے تھے گویا وہ ان کی فطرت میں رچ بس چکا تھا۔ امام شافعی نے ان لوگوں کی فقہ پر بھی عبور حاصل کیا پھر فقہ "اہل الحدیث" سے اس کا موازنہ اور معارضہ کر کے قیاس کے ضابطے مقرر کئے اگرچہ ان ضابطوں سے "اہل الرائے" کلی طور پر متفق نہ تھے۔

"اختلاف مالک"، "ابطال الاستحسان" اور "جماع العلم" میں امام شافعی کا منہج :

ابوزہرہ فرماتے ہیں :

"فلقد وجدنا الشافعي رضی الله عنه يخالفه في كتابه "اختلاف مالک" في كثير من الامور اخذبها مالک، وخالف عن بينة بعض المرويات من الاحاديث، ووجدنا في كتابه "ابطال الاستحسان" يشتد على المالكية وغيرهم في اعتماد هم على الراى الذى لم يكن اساسه قياسا قد حمل فيه على لانص ووجدناه في كتابه "جماع العلم" يحمل على المالكية في اخذهم بعمل اهل المدينة، وتركهم بعض المروى، وهكذا وليس ذلک كله الا على اساس ان مالكا رضی الله عنه مع انه المحدث الراوى الفاحص الناقد كان فقيها قد اكثر من الراى، وجعل له اعتباراً ومكاناً".[1]

[1] مالک حیاتہ وعصرہ۔ ارائوہ وفقہہ، محمد ابوزہرہ۔ ص ۴۲۔ قاہرہ مکتبۃ الانجلو المصریہ، طبع ثانیہ سنہ ندد

(امام شافعیؒ اپنی کتاب اختلاف مالک میں اکثر معاملوں میں جو امام مالک ہی سے لئے ہیں ان سے اختلاف کرتے ہیں اور ان کی روایت کی بعض احادیث سے بھی اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی نے اپنی کتاب "ابطال استحسان" میں مالکیہ وغیرہ پر اس بات پر حملہ کیا ہے کہ انہوں نے ایسی رائے پر اعتماد کیا جس کی بنیاد قیاس پر نہیں تھی اور اس لحاظ سے گویا شافعی نے نص پر حملہ کیا ہے۔ ہم نے امام شافعی کی کتاب جماع العلم میں یہ بھی دیکھا کہ وہ مالکیہ اس بات پر بھی حملہ کرتے ہیں کہ مالکیہ اہلِ مدینہ کے عمل کو لیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بعض روایتیں چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سب کچھ اس بنیاد پر ہے کہ مالک باوجود محدث، راوی، ناقد حدیث اور تلاش کرنے والے فقیہ بھی تھے، رائے پر کثرت سے عمل کیا ہے)۔

امام شافعی کی تصانیف میں اس کے علاوہ "الرد علی سیر الاوزاعی" بھی ہے اور یہ سب تنقیدی تصانیف ہیں اور ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے انداز و بیان میں جدل و مناظرہ کے رجحان کا غلبہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بعض نے اس شدت سے متاثر ہو کر امام شافعی کے مسلک کو چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کر لیا جیسے داؤد ظاہری وغیرہ۔ ابوزہرہ کے بیان سے بھی اس بات کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا :

"...... ابو سلیمان داؤد بن خلف الاصفهانی وقد كان من الشافعيه وقد تلقى الفقه الشافعيه على اصحاب الشافعي. ثم ترك مذهب الشافعي واختار لنفسه ذلك المذهب الذى لا يعتمد الا على النص، وقد رفض من اصول الشافعي القياس، كما رفض الشافعي الاستحسان، وقد قيل له لم تركت مذهب الشافعي فقال قرأت كتاب ابطال الاستحسان للشافعي، فوجدت كل الادلة التى يبطل بها الاستحسان تبطل القياس".[1]

(...... ابوسلیمان داؤد بن خلف الاصفہانی شافعیہ میں سے تھے اور اصحابِ شافعی سے فقہ حاصل کی مگر بعد میں شافعی مذہب چھوڑ کر اپنا مستقل مذہب اختیار کر لیا جو کہ صرف نصوص پر مبنی تھا۔ اصول شافعی میں قیاس کا انکار کیا جس طرح امام شافعی نے استحسان کا انکار کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم نے امام شافعی کا مذہب کیوں ترک کر دیا؟ تو فرمانے لگے کہ میں نے امام شافعی کی کتاب "ابطال الاستحسان" کا مطالعہ کیا تو اس میں مَیں نے یہ دیکھا کہ جتنے دلائل انہوں نے استحسان کے باطل کرنے میں پیش کئے ان سے قیاس بھی باطل ہو جاتا ہے)۔

معلّٰی بن منصور رازی (متوفی ۲۱۱ھ)[2]

انہوں نے امام ابو یوسف (متوفی ۱۹۲ھ) سے ان کی فقہ، اصول اور کتب روایت کیں۔[3]

ابن سعید الاصمعی (۱۲۳ھ/۲۱۵ھ)[4]

اصولِ فقہ پر انہوں نے ایک کتاب تالیف کی تھی جس کا نام "اجناس فی اصول الفقہ" تھا۔[5]

---

[1] الشافعی، حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقہہ، محمد ابو زہرہ۔ ص ۳۲۹۔ مصر، قاہرہ، دار الفکر العربی طبع ثانی ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ء
[2] ابو یعلی معلّٰی بن منصور رازی۔ بغداد میں وفات پائی
[3] کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ اخبار ابی یوسف کے ضمن میں بیان کیا۔ ص ۲۵۶، ۲۵۷
[4] ابن سعید عبدالملک ابن قریب الاصمعی [5] ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۵/۲۶۳۔ دار الفکر ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۲ء

بشر بن غیاث المریسی حنفی / معتزلی (۱۳۸ھ / ۲۱۸ھ)[۱]

فقیہ و متکلم اور امام ابو یوسف کے خاص تلامذہ میں سے تھے اصول میں ان کی آراء ہیں جو اصول کی مرجع کتب میں موجود ہیں[۲]۔

ابن صدقہ حنفی (متوفی ۲۲۰ھ)[۳]

محمد بن حسن شیبانی کے تلامذہ میں سے ہیں، فقیہ تھے دس برس تک بصرہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) کتاب اثبات القیاس[۴] (۲) کتاب خبر الواحد[۵] (۳) کتاب اجتہاد والرای[۶]

نظام معتزلی (۱۸۵ھ / ۲۲۱ھ)[۷]

معتزلی ائمہ میں سے تھے۔ فقہ واصول میں ان کی آراء ملتی ہیں۔ چند یہ ہیں کہ انہوں نے اجماع کی حجیت اور احکامِ شرعیہ میں سے قیاس کا انکار کیا، قضاء کو عدم واجب مانا، نیت کے ساتھ بھی طلاق لکھ کر دینے سے واقع نہیں ہوتی، صلاۃ تراویح جائز نہیں ہے۔

کتاب "النکت" تالیف کی۔ اس میں اجماع کی عدم حجت پر کلام کیا، صحابۂ کرام پر طعن کیا اور ہر ایک کی طرف عیب منسوب کیے[۸]۔

عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (متوفی ۲۲۱ھ)[۹]

امام مالک کی فقہ، اصول اور مؤطا کو ان سے روایت کیا[۱۰]۔

۱۔ ابوعبدالرحمن، بشر بن غیاث بن ابی کریمۃ المریسی المعتزلی البغدادی العدوی (۷۵۵ء / ۸۳۳ء)۔ بغداد میں وفات پائی۔

۲۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا۔ ۲/ ۳ (۲۳۳) المملکۃ العربیہ السعودیہ جامعہ ام القری سلسلہ بحوث الدراسات الاسلامیہ (۲۲)، ہدیۃ العارفین باشا بغدادی اسماعیل۔ ۵/ ۱۳۲

۳۔ ابوموسیٰ عیسیٰ بن ابان بن صدقہ۔ متوفی ۸۳۵ء۔ بصرہ میں انتقال ہوا۔

۴۔ کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۸، ہدیۃ العارفین۔ ۵/ ۱۲۰۸، ایضاح المکنون، اسماعیل باشا محمد امین بن میریم سلیم البابانی۔ البغدادی ۳/ ۲۳، دار الفکر ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء

۵۔ کتاب الفہرست ابن الندیم، ص ۲۵۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۸۰۶ ۶۔ حوالہ سابق

۷۔ ابواسحق ابراہیم بن سیار بن حانی البصری (۸۰۱ء / ۸۳۶ء)۔ بصرہ میں انتقال ہوا۔

۸۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین، المراغی۔ ۱/ ۱۳۱، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۶/ ۹۷۔ ۹۸ (۳۱۳۱) ۸۔ حوالہ سابق

۹۔ ابوعبدالرحمن، عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب الحارثی۔

۱۰۔ کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۱، اصحاب مالک الذین اخذوا عنہ ورو وامنہ۔

اصبغ مالکی مصری (متوفی ۲۲۵ھ)[1]

فقیہ، محدث، مفتی مصر اور جدل و مناظرہ میں کمال رکھنے والے شخص تھے۔ ان کے دادا نافع حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جس دن امام مالک کا انتقال ہوا، اصبغ اسی دن مدینہ میں وارد ہوئے۔ امام مالک کے تلامذہ سے اکتساب فیض کیا۔ ابن الماجشون کے نزدیک وہ مصر میں، مالکی فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اصولِ فقہ میں کتاب الاصول تالیف کی[2]۔

البویطی الشافعی (متوفی ۲۳۱ھ یا ۲۳۲ھ)[3]

امام شافعی کے قیامِ مصر کے زمانہ میں ان سے جو کچھ سنا تھا اُسے ایک کتاب کی صورت میں مرتب کر لیا جس کا نام "المختصر" رکھا۔ امام شافعی کے خاص شاگرد تھے۔

آراء و مؤلفات اصولیہ............ ان کی اصول میں آراء ہیں۔ جو ان کی تالیف سے باخبر ہوگا وہ ان آراء کو اس میں پائے گا۔ آپ کی بہت سی مؤلفات ہیں انہی میں سے المختصر الکبیر، المختصر الصغیر اور کتاب الفرائض ہیں۔ یہ کتب اگرچہ فقہ میں ہیں مگر ان میں بویطی نے بحث و استنباط کے طرق میں قواعد اصولیہ کی پابندی کی ہے[4]۔

ابن سماعہ تمیمی حنفی (متوفی ۲۳۳ھ)[5]

امام محمد بن حسن کے شاگرد ہیں، فقیہ اور بغداد میں قاضی تھے۔ ابن ندیم نے لکھا: **ولہ کتب مصنفۃ واصول فی الفقہ**[6]۔

ابوثور شافعی (۱۶۴ھ/ ۲۴۱ھ)[7]

امام شافعی کے اصحاب میں سے تھے اور ان کے اقوالِ قدیمہ کے ناقل ہیں۔

ابن ندیم شیعی معتزلی (متوفی ۳۸۵ھ) نے لکھا:

"اخذ عن الشافعی وروی عنہ وخالفہ فی اشیاء واحدث لنفسہ مذھبا اشتقہ من مذھب الشافعی...... واکثر اھل اذربیجان وارمینیۃ یتفقھون علی مذھبہ".[8]

(انہوں نے (امام) شافعی سے اخذ (علم) کی ان سے روایت کی اور کئی چیزوں میں ان (کے مذہب) کی مخالفت کی اور مذہب شافعی سے مشتق مذہب بنایا...... اکثر اہلِ آذربائیجان اور ارمینیا ان کے مذہب کی فقہ کے ماننے والے تھے)

---

1. ابوعبداللہ اصبغ بن الفرج بن سعید بن نافع المصری، متوفی ۸۴۰ء۔ مصر میں وفات پائی۔
2. دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) ۹۵/۱۸ مالکیہ، الفتح المبین، المراغی ۱۴۴/۱، ۱۴۵، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا، ۲۱۲/۱
3. ابو یعقوب یوسف بن یحیٰ المصری البویطی الشافعی، متوفی ۸۴۶ء۔ بغداد میں وفات پائی۔
4. تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۲۹۹/۱۴، وما بعدھا (۷۶۱۳)، کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۵، ۲۶۶، الفتح المبین، المراغی، ۱۴۷/۱، ۱۴۸، طبقات الشافعیہ، ابن ہدایۃ اللہ، متوفی ۱۰۱۴ھ۔ ص ۴۔ مطبعہ بغداد ۱۳۵۶ھ
5. ابوعبداللہ محمد بن سماعہ التمیمی
6. کتاب الفہرست ابن الندیم۔ ص ۲۵۸، ۲۵۹۔ فی اخبار ابی حنیفہ واصحابہ العراقیین
7. ابوثور ابراہیم بن خالد بن (ابی) الیمان الکلبی البغدادی (۷۸۶ء/۸۵۴ء)
8. کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۶۵۔ فی اخبار الشافعی واصحابہ، تاریخ بغداد، ابن خطیب بغدادی ۶/ ۶۵ وما بعدھا (۳۱۰۰)

ابن العماد حنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے شذرات الذھب میں لکھا :

"ولم یقلدا حداً...... وعمل اولا مذھب اھل الرای حتی قدم الشافعی العراق وصحبه فاتبعه وھو غیر مقلد لاحد".[1]

(کسی کی تقلید نہیں کرتے...... اولاً حنفی مذہب پر چلتے تھے۔ پھر جب امام شافعی عراق آئے تو اُن کی صحبت اور اتباع اختیار کی مگر وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے)

اصول میں ان کی آراء :

ان کی اصول میں آراء ہیں۔ مثلاً "المسودة فی اصول الفقه" میں ان کی یہ رائے نقل کی گئی ہے :

"العموم اذا دخله التخصیص بشئی فھو حجة فیما عداه، نص علیه فی مواضع، وبه قالت الشافعیة، واختارت الجوینی، حکی عن المعتزلة والاشعریة انه یصیر مجازا، ولا یحتاج به والیه ذھب عیسی بن ابان وابو ثور".[2]

احمد بن حنبل (۱۶۴ھ۔۲۴۱ھ)[3]

فقیہ ومحدث تھے۔ امام احمد بن حنبل نے فقہ واصول میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی جسے ان کے مذہب کی اصل واساس قرار دیا جا سکے۔ اور نہ ہی اپنے فقہی افکار وآراء کی اشاعت پسند کی اور نہ ہی اپنے تلامذہ کو امام ابوحنیفہ کی طرح املا کرائیں۔ اب یہ جاننے کے لئے کہ فقہ حنبلی کے اصول کیا ہیں؟ ان کے اصول وضوابط کیا ہیں؟ اب صرف آپ کے تلامذہ کے کام پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ امام احمد نے فقہ کے بعض موضوعات پر کچھ تحریریں چھوڑی ہیں۔ مثلاً "مناسک کبیر"، "مناسک صغیر" اور نماز پر ایک چھوٹا سا رسالہ۔ مگر یہ رسائل موضوع سے متعلق ایسے ابواب ہیں جن میں رائے، قیاس اور فقہی استنباط نہیں ہے بلکہ صرف رسول اللہ ﷺ کے عمل کی اتباع اور نصوص شرعیہ کا فہم ہے۔ یہ رسائل حدیث ہی پر مشتمل ہیں اگرچہ ان کا موضوع فقہ سے متعلق ہے۔ مذہب حنبلی کو جاننے کے لئے ان کے اصول استنباط مختصراً پیش کئے جارہے ہیں۔

فقہ حنبلی کے اصولِ استنباط :

حافظ ابن القیم جوزی حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) اپنی کتاب اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں : امام احمد نے اپنی فقہ کی بنیاد مندرجہ ذیل پانچ چیزوں پر رکھی تھی :

۱۔ نصوص...... پہلی چیز جس پر امام احمد انحصار کرتے ہیں وہ نص ہے۔ جب آپ کو نص مل جاتی ہے تو اس کے بموجب فتویٰ دیتے ہیں اور کسی دوسری چیز کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ نص کو صحابۂ کرام کے فتاویٰ پر بھی وہ مقدم رکھتے ہیں۔

---

[1] شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، ابوالفلاح عبدالحی بن العماد الحنبلی، متوفی ۱۰۸۹ھ، قاہرہ مکتبہ القدسیہ ۱۳۵۰ھ

[2] المسودة فی اصول الفقه، مجدالدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر، متوفی ۶۵۲ھ، شہاب الدین ابوالمحاسن عبدالحلیم بن عبدالسلام، متوفی ۶۸۲ھ، شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن حلیم، متوفی ۷۵۱ھ، جمع وتبیض، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد بن عبدالغنی الحنبلی الحرانی الدمشقی، متوفی ۷۴۵ھ، ص ۱۱۶، بیروت دارالکتاب العربی سن ند۔

[3] ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن حلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ (۷۸۰ء/۸۵۵ء)

حافظ ابن القیم نے ایسی بہت سی مثالیں دی ہیں جہاں نص کے مقابلے میں امام احمد نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کو نظر انداز کیا۔ انہی میں سے ایک مثال یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول کہ ''غیر مسلم کی میراث مسلمان کو ملنی چاہئے''، کے بارے میں حدیث مانع کے پیش نظر انہوں نے رد کر دیا۔

اس مثال سے پیدا ہونے والا اشکال اور اس کا جواب :

اس مثال میں یہ خدشہ وارد ہو سکتا ہے کہ امام احمد نے نص مجرد کے مقابلے میں نہیں بلکہ ایک صحابی کے مقابلے میں دوسرے صحابی کا قول ترک کر دیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول جمہور صحابہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے خلاف تھا۔ لہٰذا امام احمد نے نص مجرد کے مقابلہ میں صحابی کا فتویٰ ترک نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے صحابی کا فتویٰ قبول کر لیا جو نص سے محکم تھا۔ اقوال صحابہ میں اختلاف کی صورت میں وہ ترجیح کے اصول پر عمل کیا کرتے تھے۔

اور دوسری مثال یہ ہے کہ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے، اس کی عدت (چار مہینہ دس دن کے بجائے) سبیعہ اسلمیہ کی حدیث کی رُو سے وضع حمل ہے۔ امام احمد کا فتویٰ اسی پر ہے۔ اس کے لئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول انہوں نے ترک کر دیا ہے کہ ایسی حاملہ عورت کی عدت اقصی الاجلین ہے۔ (اقصی الاجلین کا مطلب ہے یعنی چار ماہ دس دن کے اندر اندر بچہ پیدا ہو جائے تو چار ماہ دس دن عدت ہوگی، اگر اس عدت کے اندر اندر بچہ پیدا نہ ہوا تو عدت وضع حمل تک ہوگی)۔

۲۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاوے .... فقہ امام احمد بن حنبل کی دوسری اصل صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاوے ہیں۔ اگر انہیں کسی صحابی کا فتویٰ مل جاتا تھا اور اس فتوے کے خلاف کوئی دوسرا فتویٰ ان کے علم میں نہیں ہوتا تھا تو اس پر اکتفا کرتے تھے۔ ایسے فتوے کو وہ اجماع نہیں قرار دیتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کی عادت، تعبیر و تشریح میں احتیاط تھی لہٰذا ایسے موقع پر، فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اسے دفع کرتی ہو۔ ایسے ہی مسائل میں غلام کی گواہی قبول کرنے کا فتویٰ بھی ہے۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام احمد ان سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، مجھے کسی ایسے صحابی کا علم نہیں ہے جو غلام کی شہادت نہ قبول کرتا ہو۔ حافظ ابن القیم فرماتے ہیں :

> ''امام احمد جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسی صورت سے دوچار ہوتے تھے تو عمل، رائے اور قیاس کسی طرح سے بھی اس کے خلاف نہیں جاتے تھے''۔

۳۔ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کی صورت میں فیصلہ .... حافظ ابن القیم نے امام احمد کے جن اصول خمسہ کا ذکر کیا ہے ان کی ایک اصل یہ بھی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں صحابہ مختلف الرائے ہوتے تھے تو ان میں سے وہ قول قبول کر لیتے تھے جو کتاب و سنت سے قریب تر ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو سکتی تو ان کا اختلاف ذکر کر دیتے۔ لیکن کسی صورت صحابہ کے اقوال سے خروج نہ فرماتے۔

۴۔ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف .... فقہ احمد کی چوتھی اصل یہ ہے کہ وہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو قبول کر لیتے تھے۔ اگر مسئلہ زیر بحث میں کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو تو ایسی صورت میں مرسل اور ضعیف حدیث کو وہ قیاس پر ترجیح دیتے۔ یاد رہے کہ یہاں ''حدیث ضعیف'' سے مراد باطل اور منکر حدیث نہیں ہے جس کی سند میں کوئی متہم روای ہو، جو قابل حجت نہ ہو سکتا ہو۔

بقول حافظ ابن القیم اس اصل کو دوسرے بہت سے علماء بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ اس کی نسبت انہوں نے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سب کی طرف کی ہے۔

۵۔ قیاس............ پانچویں اصل جس کا حافظ ابن القیم نے ذکر کیا ہے، قیاس ہے۔ یعنی اگر کسی مسئلے میں امام احمد کو نص نہ ملتی، نہ کسی صحابی کا قول دستیاب ہوتا اور نہ کوئی مرسل یا ضعیف حدیث ہاتھ آتی تو قیاس سے کام لیتے تھے۔ لیکن قیاس کا استعمال وہ شدید اور خاص ضرورت ہی کی صورت میں کرتے تھے۔ [1]

یہ ہیں وہ اصول خمسہ جن کا ذکر حافظ ابن القیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین کے شروع میں کیا ہے۔ لیکن اگر حنابلہ کی کتب اصول کا نظر غائر سے مطالعہ کیا جائے اور حافظ ابن القیم کی متفرق اور مختلف کتابوں کو پیش نظر رکھا جائے تو ان اصول میں حذف و اضافہ ہوسکتا ہے۔ مثلاً پہلی اصل یہ ہے کہ نص سے مراد صرف کتاب نہیں بلکہ کتاب و سنت دونوں ہیں۔ امام احمد بھی امام شافعی کی طرح نص بول کر دونوں کو مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ سنت کتاب کی شارح اور اس کے اجمال کی تفصیل کرتی ہے۔ لہٰذا کتاب و سنت کا قطعاً ایک ہی مرتبہ ہے۔ اسی طرح دوسرے اصل میں تیسرے کا اور پہلے اصل میں چوتھے کا تداخل ممکن ہے۔ اگرچہ ابن القیم کے بیان کردہ طریقے میں بعض مصلحتیں ضرور ہیں لیکن وہ اصل کو مانع نہیں۔ اس طور پر ابن القیم کے بیان کردہ اصول اب چار ہی رہ جاتے ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) کتاب (۲) سنت (۳) فتاویٰ صحابہ (۴) قیاس

ان اصولوں پر جو مزید اضافہ ہوسکتا ہے، وہ یہ ہیں:

(۱) استصحاب (۲) مصالح مرسلہ (۳) سدِ ذرائع

کتب حنابلہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام احمد اجماع کو حجت مانتے تھے، بشرطیکہ وہ واقع ہو چکا ہو اور کسی ایسے معین .... میں ہو جس کے بارے میں اب تک اجماع نہ ہوا ہو۔ امام شافعی، امام ابو یوسف اور خود امام احمد کا مسلک اس بارے میں یہی ہے۔ امام احمد کے قیاس سے کام لینے کی وجہ سے حنبلی فقہاء نے بھی خود قیاس سے کام لیا اور ضروریات زمانہ نے ان کو مجبور کر دیا کہ فتاویٰ صحابہ اور منصوص پر قیاس کریں اور فتویٰ دیں۔ امام احمد کے اقوال سے تخریج کریں اور یہ کام بغیر قیاس کے ممکن نہ تھا۔ لہٰذا وہ اس طریقے پر چلے۔ انہوں نے اجتہاد بھی کیا اور استنباط سے بھی کام لیا اور اجتہاد بالرائی کی صورتوں مثلاً استصحاب، مصالح مرسلہ اور استحسان وغیرہ سے بھی کام لیا۔

علمائے حنابلہ کی اصول فقہ میں کتب .... یہاں چند اہم کتب مختصراً ذکر کی جارہی ہیں۔ ان کے اصل مقام پر تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے حنابلہ نے اصول فقہ کے سلسلہ میں متعدد بلند پایہ اور مفید کتابیں لکھیں ہیں۔ ان میں علی بن محمد ابن عقیل البغدادی (متوفی ۵۱۳ھ) ابویعلی محمد بن الحسین الفراء (متوفی ۴۵۸ھ)، ابوالخطاب محفوظ بن الحسین البغدادی (متوفی ۶۹۵ھ)، نجم الدین طوفی، ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد جلیل ابن قیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے اصولِ فقہ پر کئی کتابیں لکھیں۔ اس علم کے قواعد مرتب کرنے اور ان کی توضیح و تشریح

---

[1] اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ ابن قیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، تحقیق طٰہٰ عبدالرؤف سعد، ۱/۲۹۔۳۳، بیروت دار الجیل

کرنے میں کافی جدوجہد کی۔ اور قیاس پر خصوصیت کے ساتھ قلم اٹھایا اور پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور محقق ابن قیم نے فقہ اسلامی کی اس شاخ قیاس پر بہت زیادہ تفصیل اور تکمیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ اس معاملہ میں دونوں سلف کے مسلک پر گامزن رہے اور انہی کے نقشِ قدم کی روشنی میں آگے بڑھے اور قیاس کے سلسلہ میں امام احمد سے جو فروع منسوب تھے انہیں نقل کیا۔ ان کی چھان بین کی، ان کی توضیح و تشریح کی، اس سلسلہ میں انہوں نے صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ کے منہج کی عام طور پر اور امام احمد کے مناہج کی خاص طور پر وضاحت کی۔ متاخرین علمائے حنابلہ نے متفرق فروع و جزئیات کو مختلف ابواب میں منتشرہ صورت میں دیکھا تو ان تمام اشباہ و نظائر کو جمع کیا۔ آسانی و سہولت کے لئے متحد الفکر مسائل کے لئے علیحدہ علیحدہ عنوان کے قاعدے اور کلیات بنا دیئے۔ جس سے ایک واضح صورت نمایاں ہوئی۔ چنانچہ قواعد و ضوابط پر بہت سی کتب میں سے چند قابلِ ذکر یہ ہیں:

نجم الدین الطوفی نے "القواعد الکبری" اور "القواعد الصغری" تالیف کیں اور حافظ ابن رجب (متوفی ۷۹۵ھ) علاؤ الدین علی بن عباس البعلی الحنبلی معروف بہ ابن اللحام (متوفی ۸۰۳ھ) کی کتابیں بھی اس فن پر اہمیت کی حامل ہیں۔

حسین الکرابیسی (متوفی ۲۴۵ھ) [1]

محدث، فقیہ، اصولی، متکلم تھے۔ امام سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے لکھا: " تفقه اولا علی مذهب اهل الرای ثم تفقه للشافعی " [2] ابن خطیب (متوفی ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں لکھا:

" وله تصانیف کثیرة فی الفقه وفی الاصول تدل علی حسن فهمه وغزارة علمه ". [3]

(فقہ و اصول میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں جو ان کے حسن فہم اور کثرت علم پر دلالت کرتی ہیں)

اسماعیل بن یحییٰ المزنی شافعی (۱۷۵ھ۔۲۶۴ھ) [4]

یہ بہت بڑے عالم و فقیہ و مجتہد تھے۔ حسنِ بیان ان کی خصوصیت تھی۔ میدانِ جدل میں حریف کو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ مذہب شافعی سے متعلق بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً المختصر الکبیر والمختصر الصغیر وغیرہ۔ امام شافعی کی کتاب الام کا اختصار بھی کیا، المراغی نے لکھا:

" وله آراء کثیرة معتبرة فی الاصول . ومن تصفح کتب المزنی التی الفها وجد فیها من الآراء ما یدل علی تمکنه فی علم الاصول ، وتبحره فی ایراد الأدلة والاستنباط ". [5]

(ان کی بہت سی آراء ہیں جن پر علم الاصول میں اعتبار کیا گیا ہے اور جو المزنی کی مؤلفات کی ورق گردانی کرے گا وہ ان آراء کو پالے گا جو ان کے اصول فقہ میں تمکن پر اور ادلہ و استنباط کے لانے میں تبحر پر دلالت کرتی ہیں)

---

[1] ابوعلی حسین بن علی بن یزید الکرابیسی متوفی ۸۵۹ء

[2] طبقات الشافعیہ الکبریٰ۔ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی طب عبدالکافی السبکی (۷۲۷ھ۔۷۷۱ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو محمود الطناحی۔ ۱۱۷/۲۔۱۲۶ قاہرہ دار احیاء الکتب العربیہ سن ند،

[3] تاریخ بغداد، ابن خطیب بغدادی، ۶۴/۸ (۴۱۳۹) معجم الاصولیین محمد مظہر بقا، ۷۵/۲۲ (۲۱۰)

[4] ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل بن عمرو بن اسحاق المزنی (۷۹۱ھ۔۸۷۸ھ) مصر میں ولادت و وفات ہوئی

[5] الفتح المبین۔ المراغی، ۱۵۶/۱۔۱۵۸

مؤلفات اصولیہ :

ا۔ الامر والنهي على مذهب الشافعي۔[1] ۲۔ کتاب القیاس۔[2]

داؤد الظاہری (۲۰۲ھ۔۲۷۰ھ)[3]

فقیہ، مجتہد، محدث اور حافظ تھے۔ بغداد کی ریاستِ علم ان پر ختم ہوتی تھی۔ کتاب وسنت کی ظاہری نصوص پر عمل کرنے اور تاویل، قیاس ورائے سے کام نہ لینے کی بناء پر "جماعت ظاہریہ" کہلاتے ہیں۔ داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہری، ۲۰۲ھ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اسحاق راہویہ اور ابوثور سے علم حاصل کیا۔ امام شافعی کے زبردست حامی تھے۔ ان کی مدح وثنا میں دو کتابیں لکھیں۔ بغداد میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا۔ وہ ایک جداگانہ فقہ کے بانی تھے، جس کی بنیاد انہوں نے ظواہر کتاب وسنت پر رکھی۔ وہ اس وقت تک ظاہری احکام شرع کے پابند رہتے جب تک کتاب وسنت کی کسی دلیل یا اجماع سے یہ ثابت نہ ہو کہ ظاہری حکم مراد نہیں، بلکہ بعض کی عدم موجودگی کی صورت میں وہ اجماع پر عمل کرتے اور قیاس کو بالکل نظر انداز کر دیتے۔ ان کا قول ہے کہ عموم کتاب وسنت سے ہر مسئلہ کا جواب نکل آتا ہے۔ متعدد کتب ان کی تصانیف ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے نصف تک لوگ ان کے فقہ کی اتباع کرتے رہے۔ انہوں نے بہت سے مسائل میں جمہور کی مخالفت کی ہے۔ اس امر پر علماء کا اجماع ہے کہ ظواہر نصوص سے احتجاج کرنے والے داؤد بن علی ہیں۔

خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں :

"وهو اول من أظهر انتحال الظاهر، ونفى القياس في الاحكام لا ، واضطر اليه فعلا ، فسماه دليلا"۔[4]

(داؤد پہلے شخص تھے جنہوں نے ظواہر نصوص سے احتجاج کیا۔ قولاً قیاس کی نفی کی اور فعلاً اسے اپنانے پر مجبور ہوئے۔ اس کا نام انہوں نے دلیل رکھا)

مؤلفاتِ اصولیہ :

ا۔	کتاب ابطال القياس	۵۔	كتاب خبر الواحد
۲۔	كتاب الخبر الموجب للعلم	۶۔	كتاب الحجة
۳۔	كتاب الخصوص والعموم	۷۔	كتاب المفسر والمجمل
۴۔	كتاب الاجماع	۸۔	ابطال التقليد[5]

---

[1] معجم الاصولیین۔ محمد مظہر، ۲۷۲/۱۔۲۷۳

[2] معجم الاصولیین۔ محمد مظہر بقا، ۲۷۳/۱ میں بحواله البحر المحيط للزركشي (خ)، ۱۲/۱ اب مذکور ہے

[3] ابوسلیمان داؤد بن علی بن داؤد بن خلف الاصبہانی (۸۱۶ھ۔۸۸۳ء)، کوفہ میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی

[4] تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۳۷۴/۸ (۴۴۷۲)

[5] کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۷۱۔۲۷۲، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۶۹/۸ (۴۴۷۳)، الفتح المبین المراغی، ۱۵۹/۱۔(۱۶۱)

ابن ندیم اور ابن خطیب کے مطابق مذکورہ بالا کتب کے علاوہ ''کتاب الاصول'' بھی تالیف کی تھی۔ المراغی نے الفتح المبین میں ان کی صرف چھ کتب " بحذف کتاب الاجماع ، ابطال التقلید اور کتاب الاصول"[1] بیان کی ہیں۔ اسی طرح تاج الدین السبکی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں: " ثم وقفت لداؤد رحمة الله علیه اوراقا یسیرة، سماها الاصول "[2] اور پھر السبکی نے ان اوراق میں سے چند عبارتیں نقل کیں ہیں۔ ابوداؤد الظاہری کا مذہب تقریباً پانچویں صدی ہجری تک قائم رہنے کے بعد متبعین کی کمی کے باعث ختم ہوگیا۔ اگرچہ ابن حزم ظاہری نے اندلس میں اس مذہب کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔ کتاب "المحلی" تصنیف کی اور اصول میں بھی کتاب لکھی۔

ابن ندیم نے اصحاب داؤد کا ذکر کیا۔ ان میں سے مندرجہ ذیل اصحاب کی اصول میں کتب کا ذکر کیا ہے:

۱۔ ابوبکر محمد بن داؤد (یہ داؤد کے صاحبزادے ہیں)۔ .... کتاب " الوصول الی معرفة الاصول"

۲۔ ابوسعید الرقی .... کتاب " الاصول" جو سو کتابوں پر مشتمل ہے

۳۔ حسن بن عبید ابوسعید الشہر بانی .... کتاب " ابطال القیاس"

۴۔ ابوالطیب ابن خلال .... کتاب " ابطال القیاس"۔ کتاب " نعت الحکمة فی اصول الفقه"

۵۔ ابواسحاق، ابراہیم بن احمد بن الحسن الرباعی بغداد سے مصر آئے، وہیں انتقال ہوا .... کتاب " الاعتبار فی ابطال القیاس"

ابن الجنید الشیعی (متوفی ۳۸۱ھ)[3]

شیعہ امامیہ کے اکابر میں سے ہیں۔ آپ نے "الافهام لاصول الاحکام" تالیف کی[4]

اسماعیل بن اسحاق القاضی مالکی (۲۰۰ھ/۲۸۲ھ)[5]

فقیہ، قاری، مصری، اصولی، محدث، ادیب اور نحوی تھے۔ اصول میں بھی ایک کتاب تالیف کی[6]

ابوصالح الجتانی (متوفی ۲۹۰ھ)[7]

کتاب ''اصول الفقہ'' تالیف کی[8]

ابوبکر الظاہری (متوفی ۲۹۷ھ)[9]

انہوں نے ''کتاب الوصول الی معرفة الاصول'' تالیف کی[10]

۱۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۷۱-۲۷۲، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۶۹/۸ (۴۴۷۳)، الفتح المبین المراغی، ۱۵۹/۱ (۲۱)

۲۔ طبقات الشافعیة الکبری۔ تاج الدین السبکی ۲۸۴/۲ (۲۹۶) ۳۔ ابوعلی الاسکافی محمد بن احمد بن الجنید البغدادی الشیعی

۴۔ حدیة العارفین، اسماعیل باشا بغدادی، ۵۱/۶

۵۔ ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن یزید الازدی (۸۱۵ء/۸۹۵ء)

۶۔ حدیة العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۲۰۷/۵۔ الفتح المبین، المراغی ۱۶۲/۱

۷۔ ابوالصالح منصور بن اسحاق بن احمد بن ابی جعفر الجتانی ۸۔ حدیة العارفین اسماعیل باشا بغدادی ۴۷/۶

۹۔ ابوبکر محمد بن داود بن علی بن خلف الاصبہانی البغدادی الظاہری ۱۰۔ کتاب الفہرست، ابن الندیم فی اخبار داود و اصحابہ ص ۲۷۲۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ ۲۰۱۲/۲۔ حدیة العارفین اسماعیل باشا بغدادی، ۲۶/۶

سعد القیر وانی (متوفی ۳۰۰ یا ۴۰۰ ھ) [۱]

فقیہ، اصولی، مصری، نحوی تھے تقلید کی مذمت کرتے اور کہتے ہیں :

"هو من نقص العقول وانحطاط الهمم"

(وہ تقلید عقول میں کمی اور عزم و حوصلے میں پستی کا نام ہے)

انہوں نے کتاب " المقالات فی الاصول " تالیف کی [۲]

حسن بن قاسم طبری (متوفی ۳۰۵ ھ) [۳]

ان کی صحیح تاریخ وفات ۳۵۰ھ معلوم ہوتی ہیں اس لئے ان کا وہیں تعارف پیش کیا جائے گا۔

ابن برہان فارسی (متوفی ۳۰۵ ھ) [۴]

انہوں نے ''الذخیرة فی اصول الفقه'' تالیف کی [۵]

ابن سریج الشافعی (۲۴۹ھ۔ ۳۰۶ ھ) [۶]

امام مزنی ابو القاسم الانماطی اور الزعفرانی کے شاگرد تھے وہ اپنے وقت کے شیخ الشافعیۃ تھے۔ انہوں نے مذہب شافعیہ کی تشریح، اختصار و نشر و اشاعت میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ شیراز میں قاضی رہے۔ السبکی نے ابو عاصم العبادی کا یہ قول نقل کیا کہ : "ابن سريج شيخ الاصحاب ومالك المعاني، وصاحب الاصول والفروع والحساب" آپ کی مؤلفات کی تعداد چار سو ۴۰۰ تک بیان کی جاتی ہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الرد علی ابن داؤد فی ابطال القیاس ۲۔ الفقیه فی الاصول [۷]

زکریا بن یحیی الساجی الشافعی (۲۲۰ھ/ ۳۰۷ھ) [۸]

امام مزنی اور ربیع بن سلیمان کے تلامذہ میں سے تھے بصرہ کے شیخ المحدثین اور مذہب شافعی کے ایک بلند پایہ عالم تھے ابوالحسن اشعری نے آپ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔

۱۔ سعد بن محمد بن صبیح، ابو عثمان الغسانی القیر انی القیر وانی متوفی ۹۱۳ء الفتح المبین، المراغی ۱/ ۲۱۴ اس میں تاریخ وفات ۴۰۰ھ مذکور ہے

۲۔ ھدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا البغدادی ۵/ ۵۸۳، ۵/ ۳۸۳۔ الفتح المبین المراغی ۱/ ۲۱۴ معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۲/ ۱۲۰ (۳۵۶)

۳۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۱/ ۱۳۰ مصر مطبعہ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ

۴۔ احمد بن حسین معروف بہ ابن برہان فارسی ۵۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ ۱/ ۸۲۵

۶۔ ابو العباس احمد بن عمر بن سریج البغدادی (۸۶۳ / ۹۱۸ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی

۷۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱، ۱/ ۱۷، ۱۸ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/ ۱۲۱۲۔ تاریخ بغداد، خطیب البغدادی ۴/ ۲۸۷۔ ۲۹۰ (۲۰۲۲)۔ طبقات الشافعیۃ الکبری، تاج الدین سبکی ۳/ ۲۱۔ ۳۹ (۸۵)۔ الوافی بالوفیات، صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی ۷/ ۲۶۰۔ ۲۶۱ (۳۲۲۳) دار النشر فرانز شتایز بقیسبادن ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء، الفتح المبین، المراغی ۱/ ۱۶۵، ۱۶۶، معجم الاصولیین، مظہر بقا ۱/ ۱۸۳، ۱۸۴ (۱۳۳)

۸۔ ابو یحیی الساجی، زکریا بن یحیی بن عبد الرحمن بن بحر بن عدی بن عبد الرحمن البصری (۸۳۵ / ۹۲۰ء) بصرہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ.........فقہ وخلافیات میں کتاب تالیف کی جس کا نام "اصول فقہ" رکھا یہ ابوابِ فقہ پر محیط ہے خلافیات میں یہ ان کی کتاب الکبیر کا اختصار ہے۔ اس کے مقدمہ میں مندرجہ ذیل ائمہ کے مسائل میں اختلاف کو بیان کیا گیا ہے۔ امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، ابن ابی لیلی، عبداللہ بن حسن العنبر ی، امام ابو یوسف، امام زفر بن الھذیل، محمد بن عبداللہ بن شبرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، سفیان الثوری، ربیعہ بن ابی الزناد، یحی بن سعید القطان، ابوعبید القاسم بن سلام اور ابوثور۔ [1]

ابن المنذر الشافعی (متوفی ۳۰۹ھ) [2]

آپ کا شمار مذہب شافعی کے ان مجتہدین میں ہوتا ہے جو جمیع قواعدِ اصولیہ میں اپنے امام کی پیروی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ابن السبکی نے کہا:

"المحمدون الاربعة: محمد بن نصر المروزی، ومحمد بن جرير الطبری: ومحمد بن خزيمه و محمد بن المنذر: من اصحابنا. وقد بلغوا درجة الاجتهاد المطلق. ولم يخرجهم ذلک عن كونهم من اصحاب الشافعی المخرجين على اصوله، المتمذهبين بمذهبه، ولوفاق اجتهادهم اجتهاده". [3]

(ہمارے اصحاب میں چار افراد محمد بن نصر المروزی، محمد بن جریر طبری، محمد بن خزیمہ اور محمد بن المنذر قابل تعریف ہیں۔ اور وہ سب اجتہادِ مطلق کے درجہ کو پہنچے اور ان کے اجتہاد کرنے نے ان کو شافعی رہنے، اصولِ شافعی کی پیروی کرنے سے خارج نہیں کر دیا۔ اگرچہ ان کا اجتہاد امام شافعی کے اجتہاد سے بہتر ہی کیوں نہ ہوتا)۔

ابن ذہبی نے کہا:

"وكان لا يقلد احداً". [4]

(وہ [ابن المنذر] اجتہاد میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے)

مؤلفاتِ اصولیہ:

۱۔ کتاب اثبات القیاس ۲۔ کتاب الاجماع [5]

ابن خلکان نے کہا "كتاب الاجماع وهو صغير" (کتاب الاجماع ایک مختصر حجم کی کتاب ہے)۔ [6]

---

[1] الفتح المبین۔ المراغی، ۱/۱۶۷

[2] ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری متوفی ۳۲۱ھ مکہ میں وفات پائی، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ۲/۱۳۸۵ میں ۳۱۰ھ یا ۳۱۸ھ تاریخ وفات ذکر کی ہے۔ [3] الفتح المبین۔ المراغی، ۱/۱۶۸، ۱۶۹

[4] تذکرۃ الحفاظ، ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ۔ ۱۳۴۷ء) ۲/۷۸۳، بیروت دار احیاء التراث العربی سن ند

[5] کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۶۹۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ۔ متوفی ۱۰۶۷ھ۔ ۲/۱۳۸۵۔ تذکرۃ الحفاظ، امام الذہبی، ۲/۷۸۲

[6] وفیات الاعیان، ابن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، ۱/۴۹۱

اسماعیل النوبختی امامی (۲۳۷ھ/۳۱۱)[1]

شیعی مذہب کے عظیم متکلم اور مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نقض رسالة الشافعي ۲۔ نقض اجتهاد الرأى على ابن الراوندى

۳۔ كتاب الخصوص والعموم ۴۔ كتاب ابطال القياس[2]

ابوالقاسم الکعبی معتزلی (متوفی ۳۱۹ھ)[3]

طائفہ معتزلہ کے رئیس ہیں۔ اصول فقہ میں آپ کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا البتہ اصول میں آپ کی آراء ہیں جو کتب اصولیہ میں موجود ہیں۔ مثلاً علامہ امدی شافعی متوفی نے اپنی کتاب ''الاحکام'' میں الاصل الثانی کی پانچویں فصل "في المباح وما يتعلق به من المسائل" میں "المسالة الثانيه" میں ان کی رائے نقل کی :

"اتفق الفقهاء والاصوليون قاطبه على أن المباح غير مامور به، خلافا لكعبى واتباعه من المعتزلة، فى قولهم انه لامباح فى الشرع، بل كل فعل يفرض فهوواجب".[4]

(جمیع فقہاء واصولیین کا اس پر اتفاق ہے کہ مباح غیر مامور بہ ہے۔ اس بارے میں الکعبی کا اختلاف ہے جو معتزلہ کی موافقت میں ہے جن کا قول ہے کہ شرع میں کوئی فعل مباح نہیں بلکہ ہر فعل جو ضروری قرار دیا جاتا ہے (اس پر عمل) واجب ہے)۔

اس کے چند سطور بعد ان کی دلیل کا ذکر ہے۔

اسی طرح علامہ امدی "الاصل الرابع" کے باب الثانی (فی التواتر) کے المسالة الثانية میں خبر تواتر سے حاصل علم کے ضروری ونظری ہونے میں ان کی رائے بیان کرتے ہیں :

"اتفق الجمهور من الفقهاء والمتكلمين من الاشاعرة والمعتزلة على ان العلم الحاصل عن خبر التواتر ضرورى وقال الكعبى وابو الحسين البصرى من المعتزلة والدقاق من اصحاب الشافعى انه نظرى".[5]

(اشاعرہ ومعتزلہ کے جمہور فقہاء و متکلمین اس پر متفق ہیں کہ خبر تواتر سے حاصل علم ضروری ہے مگر معتزلہ میں سے الکعبی اور ابوالحسین بصری اور اصحاب الشافعی میں سے دقاق کہتے ہیں کہ وہ نظری ہے)۔

---

[1] اسماعیل بن علی بن اسحاق بن الفضل بن ابی سہل بن نوبخت البغدادی (۸۵۱ء۔۹۲۳ء)

[2] الذريعة الى تصانيف الشيعة، شيخ آقا بزرگ الطهرانى ۲۹/۱، ۶۷/۷، ۱۷۵، ۱۷۶، ۲۸۵/۲۴۔ بیروت دار الاضواء الطبعة الثالثه سنہ ندارد، مجلة الفكر الاسلامى ايران العدد ۲۵، ۲۶۔ ص ۵۱، ۵۲

[3] ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود الکعبی البلخی، متوفی ۹۲۹ء، بلخ میں وفات پائی۔ کشف الظنون میں ان کا نام احمد بن عبداللہ مذکور ہے، تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے اور ابن کثیر نے بدایہ والنہایہ میں ۳۱۷ھ بتائی ہے۔

[4] الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد الامدی، متوفی ۶۳۱ھ، ۸۹/۱۔ بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

[5] حوالہ سابق

ابو ہاشم الجبائی المعتزلی (۲۴۷ھ / ۳۲۱ھ)[1]

شیوخ معتزلہ میں سے ہیں۔ معتزلہ کے طائفہ "البهشمية" کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ اصول فقہ میں ان کی خاص آراء ہیں۔ مختلف علوم پر بہت سی کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ كتاب الاجتهاد ۲۔ كتاب العدة ۳۔ كتاب تذكرة العالم

اصول میں آپ کی آراء میں سے ہے :

"ان امتثال الامر لايوجب الاجزاء، وقال الجمهور انه يوجب الاجزاء، بمعنى عدم وجوب القضاء، واستدل الجبائي بوجوب المضي في الحج الفاسد، مع وجوب قضائه، وقال: ان الاجزاء عند امتثال الامر يستفاد من عدم دليل يدل على الاعادة لا من امتثال الامر نفسه"۔[2]

ابوالحسن الاشعری (۲۶۰ھ / ۳۲۴ھ)[3]

ان کے فقہی مذہب کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ فقہائے شافعیہ ان کو شافعی اور فقہائے مالکیہ ان کو مالکی بتاتے ہیں۔ زیادہ قریب قیاس یہ بات ہے کہ وہ مجتہد فی المذہب تھے۔ اختلاف روایات کے ساتھ آپ پچاس سے دو سو کتب کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اثبات القياس ۲۔ كتاب اختلاف الناس في الاسماء والاحكام

۳۔ كتاب الخاص والعام[4]

اسحاق الشاشی حنفی (۲۴۴ھ / ۳۲۵ھ)[5]

فقیہ واصولی تھے۔ مصر تشریف لائے اور اس کے بعض علاقوں میں قاضی رہے، حنفی مسلک کے پیروکار تھے۔ مصر کے مشہور اور بڑے عالم اور ثقہ فقہاء میں سے تھے اور محمد بن حسن کی "الجامع الكبير" زید بن اسامہ عن ابی سلیمان الجوزانی سے روایت کیا کرتے تھے۔[6]

۱۔ ابو ہاشم، عبدالسلام بن محمد بن عبدالوہاب بن سلام بن خالد بن حمران بن ابان الجبائی (۸۶۱ء / ۹۳۳ء) بغداد میں وفات پائی۔

۲۔ کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص۲۲۲، الفتح المبین، المراغی، ۱/ ۱۷۳، ۱۷۴۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲/ ۲۰۴ (۴۳۸)

۳۔ علی بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبداللہ (۸۷۴ء / ۹۳۶ء) بصرہ میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ الفتح المبین، المراغی، ۱/ ۱۷۵، ۱۷۶

۵۔ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الشاشی الخراسانی (۸۵۸ء / ۹۳۶ء) مصر میں وفات پائی۔

۶۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، محی الدین ابی محمد عبدالقادر بن ابی الوفاء محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفی المصری، متوفی ۷۷۵ھ، ۱/ ۱۳۶، ۱۳۷، "باب من اسمه اسحاق" کراچی میر محمد کتب خانہ سن ند۔ الفوائد البهية في تراجم الحنفية، ابوالحسنات محمد عبدالحئی لکھنوی ہندی، متوفی ۱۳۰۴ھ، کراچی مکتبہ خیر کثیر سن ند

اصول الشاشی کس نے تالیف کی ؟

یہ کتاب بلادِ ہندو پاکستان میں برس سے زائد عرصہ سے متداول ہے اور مدارس قدیمہ میں اصول فقہ پر پڑھائی جانے والی پہلی کتاب ہے۔ اس کے مصنف کے بارے میں ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں جو مظہر بقا نے اپنی کتاب معجم الاصولیین کے مقدمہ میں جمع کر دیئے ہیں :

☆ اس کتاب کے مصنف اسحاق بن ابراہیم، ابو یعقوب الخراسانی الشاشی (متوفی ۳۲۵ھ/۹۳۶ء) ہیں۔

اس کو المراغی نے الفتح المبین (۱/۱۷۷) میں بحوالہ التوفیقات الالہیۃ، معجم البلدان ۵ (صفحہ مذکور نہیں) اور الجواھر المضیئۃ۔ جلد ا (صفحہ مذکور نہیں) نقل کیا۔ اور بروکلمان نے (۱/۱۷۴)، الجواھر المضیئہ ۱/۱۳۶، اور الفوائد البہیۃ ص ۴۲ نقل کیا مگر صاحب الجواھر المضیئۃ (۱/۱۳۶) اور صاحب الفوائد البہیۃ (ص ۴۳) دونوں نے اسحاق بن ابراہیم الشاشی کے حالات بتائے مگر اصول میں ان کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا۔

☆ اس کے مصنف احمد بن محمد بن اسحاق، ابو علی، نظام الدین الشاشی (متوفی ۳۴۴ھ/۹۵۵ھ) ہیں۔

یہ کتاب اس نسبت کے ساتھ بیروت سے سنہ ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء میں طبع ہو چکی ہے اور کتاب کی ان کی طرف نسبت کے لئے الجواھر المضیئۃ (۱/۲۶۲) اور الفوائد البہیۃ (ص ۳۱) اور تاریخ بغداد (۴/۳۹۲) اور شیرازی کی طبقات الفقہاء (ص ۱۴۳) کے حوالے دیئے گئے ہیں مگر درحقیقت ان میں سے کسی نے بھی نہیں لکھا کہ ان کی اصول فقہ میں کوئی کتاب ہے اور ہدیۃ العارفین (۱/۶۲) میں بغدادی نے ان کی سوانح میں لکھا کہ ان کی کتاب " الخمیس فی اصول الدین اعنی اصول الفقه " ہے اور کتاب "الخمیس" وہی کتاب "اصول الشاشی" ہے اسی طرح الفوائد البہیۃ ص ۲۴۴ میں مذکور ہے۔

☆ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا نام بدر الدین الشاشی الشروانی ہے، جو تقریباً ۷۵۲ھ یا ۸۵۲ھ میں زندہ تھے۔ اس بروکلمان (۱/۱۷۴) نے فہرس پشاور کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

☆ اس کے مصنف کا نام ابو بکر محمد بن احمد بن الحسین بن عمر (متوفی ۵۰۷ھ۔ ۱۱۱۴ء) فخر الاسلام سے ملقب اور المستظھری سے معروف ہیں۔ لندن میں فہرس المکتبہ الہندیہ کے مصنف نے یہی کہا، اس کا نمبر یہ ہے ۲/۲۰۵۔ ۲۰۶ نمبر (۱۴۳۹) مگر اس کے مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ "اصول الشاشی" حنفی اصول فقہ کی کتاب ہے۔ حالانکہ کتاب کے افتتاحی مقدمہ "والسلام علی ابی حنیفة واحبابه" سے یہی ظاہر ہے۔ اور مستظہری شافعی تھے۔ مولانا عبدالحئیؒ نے الفوائد البہیۃ (ص ۲۴۴۔ ۲۴۵) میں ان کا یہی مسلک بتایا ہے اور شافعیہ میں دو حضرات الشاشی سے مشہور ہیں ان میں سے ایک ابو بکر محمد بن علی القفال الکبیر الشاشی (متوفی ۳۶۶ھ یا ۳۶۳ھ) ہیں جو اصول الفقہ پر ایک کتاب کے مصنف بھی ہیں اور دوسرے فخر الاسلام محمد بن احمد بن الحسین الشاشی (متوفی ۵۰۷ھ) ہیں جو المستظھری سے معروف ہیں۔

☆ اس کتاب کے مصنف نظام الدین الشاشی ہیں جو ساتویں صدی کے علماء میں سے ہیں۔ صاحب "حدائق الحنفیة" نے یہی کہا اور بروکلمان (۱/۱۷۴) نے فہرس بانکی پوری سے بھی یہی نقل کیا ہے، مصنف اصول الشاشی اپنی کتاب کی پہلی فصل کے لئے نص پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں : " وروی ابن الصباغ وهو من سادات اصحاب الشافعی

فی کتابہ المسمی [الشامل]" الخ ابن الصباغ کی وفات ۴۷۷ھ میں ہوئی، اس پر گولڈزیہر نے توجہ دلائی (بروکلمان ۱/۴۷۱) اس لئے مؤلف اسحاق بن ابراہیم کی تاریخ وفات میں شک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ گولڈزیہر کو اس کتاب کی نسبت اسحاق بن ابراہیم الشاشی کرنے میں شک نہیں، بلکہ صرف تاریخ وفات میں شک ہے۔

لیکن دوسری طرف بروکلمان کو اس بات کا یقین ہے کہ یہ کتاب اسحاق بن ابراہیم الشاشی (متوفی ۳۲۵ھ) کی نہیں ہے اور خود بھی دو قول ذکر کیے، لیکن کسی کی تعیین نہیں کی۔ ایک قول مصنف فہرس پشاور کا ہے کہ اس کے مصنف بدرالدین الشاشی ہیں اور دوسرا قول صاحب حدائق الحنفیة کا ہے کہ نظام الدین الشاشی ہیں۔

☆ ایک قول یہ بھی ہے کہ استاذ العلماء حمید الدین الشاشی (متوفی ۷۸۱ھ) مراد ہیں۔ مکتبہ راجھستان ٹونک (۷۸۳/۲) کی فهرس المخطوطات العربية سے بھی پتہ چلتا ہے۔

مظہر بقا مذکورہ بالا اقوال پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں : میرے خیال کے مطابق اصول الشاشی جو اسحاق بن ابراہیم الشاشی کی طرف منسوب ہے وہ اصول الشاشی متداول کے علاوہ کوئی دوسری کتاب ہے۔ کیونکہ اسحاق بن ابراہیم ابو یعقوب الخراسانی (متوفی ۳۲۵ھ) کی اصول الشاشی کا ایک خطی نسخہ مکتبہ دیال سنگھ لاہور پاکستان میں نمبر ۵۳۳ کے تحت موجود ہے اس میں آغاز یوں ہے :

ابتدائیہ : "أما بعد حمد الله على نواله والصلاة على رسوله محمد واله" الخ

اور اس کا اختتام اس طرح ہے : "ومعنى الافراد أن يعتبر كل مسمى بانفراده، ليس معه غيره تمت".
اس کا ایک اور نسخہ نمبر ۱۲۷ کے تحت موجود ہے۔

ابتدائیہ : "حمد الله على نواله والصلوة على رسوله محمد واله" الخ

اختتامیہ : "ليس معه غيره، والله اعلم بالصواب، واليه المرجع والمآب"

اب اصول الشاشی متداول مطبوع کے ابتدائی واختتامی کلمات ملاحظہ کیجئے :

ابتدائیہ : "الحمد الله الذى اعلى منزلة المؤمنين بكريم خطابه" الخ

نہائیہ : "فقال ما بال اسمک، لاخمس فيه؟ قال : لانه كالماء فلاخمس فيه والله تعالى اعلم بالصواب"

اب جب اصول الشاشی منسوب اسحاق الشاشی اور اصول الشاشی متداول کے مابین ابتدائیہ اور اختتامیہ کا اختلاف واضح ہو گیا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ ایک عنوان "اصول الشاشی" پر دو علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں اور اسی طرح ہم "اصول الشاشی" میں ابن الصباغ المتوفی سنہ ۴۷۷ھ کا ذکر پاتے ہیں۔ اس طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم کی کتاب ہو جن کا انتقال ۳۲۵ھ میں ہوا۔[1]

---

[1] معجم الاصوليين۔ محمد مظہر بقا، مقدمۃ الکتاب ص ۱۱-۱۴ ملخص

اصول الشاشی متداول کا مصنف کون ہے ؟

عبدالحی لکھنوی الفوائد البہیۃ (ص ۲۴۴) میں کہتے ہیں : الشاشی سے دو مذہبوں کے جلیل القدر دو امام مشہور ہوئے، ایک حنفی (المذہب) ابو علی احمد بن محمد بن اسحاق .... پھر کہا کہ ایک دوسرے شاشی بھی ہیں جن کا ذکر گزر چکا ہے اور وہ ابو ابراہیم اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ بہر حال اصول میں اصول الشاشی کی جو کتاب ہمارے زمانے میں متداول و مشہور ہے اس کا آغاز یوں ہے :

" الحمد الله الذی اعلی منزلة المؤمنین بکریم خطابه ". الخ

حاجی خلیفہ ملا کاتب چلپی نے اس کتاب کو "کتاب الخمیس" کے نام سے لکھا ہے اور مصنف کے نام نظام الدین الشاشی تحریر کیا اور وجہ تسمیہ یہ نقل کی کہ تصنیف کے وقت مصنف کی عمر پچاس سال تھی۔ صاحب الفوائد البہیة نے احمد بن محمد ابا علی الشاشی اور اسحاق بن ابراہیم الشاشی کا ذکر کیا، لیکن اس کتاب کی نسبت ان دونوں میں سے کسی کی طرف بھی نہیں کی۔ اس کے برخلاف اس کو نظام الدین الشاشی کی طرف منسوب کیا اور اس کو کشف الظنون سے نقل کیا ہے۔ مگر مظہر بقا کا کہنا ہے کہ انہیں یہ حوالہ کشف الظنون میں نہیں ملا اور جو صاحب الفوائد البہیة" اور پھر صاحب "حدائق الحنفیة" نے کہا ہے وہ درستگی سے زیادہ قریب ہے کہ اصول الشاشی کے مصنف نظام الدین ہیں جو ساتویں صدی کے علماء میں سے ہیں ، واللہ اعلم بالصواب۔ ان مذکورہ بالا باتوں کے باوجود یہ کتاب بلاد ہند و پاکستان میں متداول ہے۔

اصول الشاشی کی شروح :

۱۔ المعدن : صفی اللہ بن نصیر الہندی کی شرح ہے اور مقدمہ المعدن میں لکھا ہے :

" قد شرحه کثیر من الرجال ، واشتغل بحله جم غفیر من مهرة ارباب الکمال "

(بہت سے اشخاص نے اس کی شرح لکھی اور ماہرین ارباب کمال میں سے جم غفیر اس کے حل میں مشغول رہا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصول الشاشی کہ بہت سی شروح لکھی گئی ہوں گی مگر ہم ان سے واقف نہیں ہیں۔

۲۔ مولی محمد بن الحسن الخوارزمی القراہی معروف بہ شمس الدین الشاشی متوفی ۷۸۱ھ نے بھی اس کی ایک شرح لکھی۔

اصول الشاشی پر حواشی :

۱۔ فصول الغواشی : شیخ الہ داد الجونپوری حنفی (متوفی ۹۲۳ یا ۹۳۲ھ) اس کے مصنف ہیں۔

۲۔ فصول الحواشی لاصول الشاشی : یہ مولوی عین اللہ کی تصنیف ہے یہ کتاب ۱۳۰۲ھ میں دہلی سے چھپی۔ بروکلمان نے ۱/۱۷۴ میں " فصول الحوادث " کا نام تحریر کیا جو ان کا سہو ہے۔

۳۔ حصول الحواشی علی اصول الشاشی : یہ حاشیہ شیخ محمد حسن کا ہے، جس کی کنیت ابو الحسن بن محمد السنبھلی ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۳۰۲ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

۴۔ عمدة الحواشي على اصول الشاشي : شیخ فیض الحسن گنگوہی، یہ کتاب بیروت سے ۱۴۰۲ھ میں چھپ چکی ہے۔

۵۔ احسن الحواشي على اصول الشاشي : شیخ برکت اللہ لکھنوی، دہلی سے طبع ہوئی۔

۶۔ عمدة الحواشي على اصول الشاشي : عباس قلی خان (۱۳۰۵ھ میں زندہ تھے) اصل کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔[1]

اس کتاب کی اُردو شروح بھی لکھی جا چکی ہیں، ان میں چند مشہور مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ مزیل الغواشي : نجم الغنی خان رامپوری (۱۸۵۹ء۔۱۹۲۳ء) کراچی میر محمد سن ند۔ اُردو زبان میں یہ ایک عمدہ شرح ہے۔ بعد میں آسانی اور سہولت کے لئے اس کتاب میں کچھ تبدیلی کر کے اور عبارت متن کے ٹکڑے کر کے ایک سوالیہ، جوابیہ انداز میں ڈھال کر متن اور عبارت کو الگ الگ بیان کر کے اس کو " معلم الاصول شرح اصول الشاشي" ملتان مکتبہ شرکت علمیہ سے طبع کیا گیا۔ اس کو اسحاق صدیقی نے اس ترتیب پر مرتب کیا۔

۲۔ خلاصة الحواشي : محمد ابرہیم کراچی میر محمد

بہر حال نظام الدین الشاشی نے اس کتاب میں احناف و شوافع کے اکثر اختلافی مسائل کو اصول کے ماتحت نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے، طرزِ بیان مختصر مگر واضح ہے۔

ابن الاخشيد معتزلی (۲۷۰ھ۔۳۲۶ھ)[2]

طائفہ معتزلہ کے فاضل، زاہد و صالح تھے۔ اصول میں آپ کی یہ کتب ہیں :

۱۔ کتاب الاجماع ۲۔ کتاب المعونۃ (نامکمل)[3]

ابن الخلال قاضی ۔معتزلی (متوفی ۲۳۱ تقریباً)[4]

مذکورالذکر " ابن الاخشید" کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے "کتاب الاصول " تالیف کی۔[5]

الاصطخری الشافعی (۲۴۴ھ۔۳۲۸ھ)[6]

فقیہ اور اصولی تھے۔ اصول فقہ میں آپ کی آراء میں جو کتب اصولیہ میں ملتی ہیں وہ مشہور و معتبر ہیں۔ اسی لئے بطور حوالہ پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً امدی نے "الاحکام" میں جب اس بارے میں کہ حضور ﷺ نے جن افعال میں ہمیشگی اختیار کی اور

---

[1] حوالہ سابق۔ ص ۱۴۔۱۶ تلخیص اور ۲۷۶/۱۔۲۷۷ (۲۲۲)

[2] ابوبکر احمد بن علی بن محور (مجور) الاخشاد البغدادی المعتزلی (۸۸۳ء۔۹۳۸ء)

[3] کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۲۰۔۲۲۱، ہدیۃ العارفین اسماعیل باشا بغدادی ۶۰/۵

[4] ابوعمر احمد بن محمد بن حفص الخلال البصری، بصرہ میں ولادت ہوئی

[5] کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۱۲۱۔۱۲۲

[6] ابوسعید حسن بن احمد بن یزید بن عیسیٰ بن الفضل بن بشار (۸۵۸ء۔۹۴۰ء)، بغداد میں وفات پائی، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۲۶۸/۷۔۲۷۰

وہ افعال اُمت کے حق میں وجوب پر دلالت کرنے والے قرینے سے خالی بھی ہوں تو اس بارے میں اصولیین کے مختلف طبقوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ ان کی رائے کا بھی ذکر کرتے ہیں اور انہوں نے کہا : ”حضور ﷺ نے جن افعال کی ادائیگی میں مواظبت اختیار کی اور وہ وجوب پر دلالت کرنے والے قرینہ سے بھی خالی ہوں تو ابن سریج الاصطخر، ابن ابی ہریرہ، ابن خیران، حنابلہ اور معتزلہ میں سے ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ وہ افعال ان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُمت کے حق میں واجب کی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ ان کی حیثیت ندب و اباحت کی ہے۔[1]

ابو بکر الصیر فی الشافعی (متوفی ۳۳۰ھ) [2]

ابن خلکان نے لکھا :

"کان من اجلة الفقهاء اخذ الفقه عن ابی العباس بن سریج واشتهر بالحذق فی النظر والقیاس وعلم الاصول وله فی اصول الفقه کتاب لم یسبق الی مثله" [3]

(جلیل فقہاء میں سے تھے۔ ابوالعباس بن سریج سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور نظر، قیاس اور علم اصول میں مہارت میں شہرت پائی اور ان کی اصول فقہ میں کتاب ہے جس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی)

اس کے بعد ابن خلکان ابوبکر القفال کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"وحکی ابوبکر القفال فی کتابه الذی صنفه فی الاصول ان ابا بکر الصیر فی اعلم الناس بالاصول بعد الشافعی". [4]

(ابوبکر القفال نے اپنی اصول پر کتاب میں بیان کیا ہے کہ ابوبکر الصیر فی امام شافعی کے بعد سب سے زیادہ اصول کا علم رکھنے والے تھے)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب البیان فی دلائل الاعلام علی اصول الاحکام

۲۔ شرح لرسالة الشافعی ۳۔ کتاب فی الاجماع [5]

قاضی ابو الفرج مالکی (متوفی ۳۳۱ھ) [6]

فقیہ اصولی ولغوی تھے۔ طرسوس، انطاکیہ، المصیصہ، الشعور میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ گھڑسواری کے فن میں بھی مہارت تھی۔ اصول فقہ پر انہوں نے "کتاب اللمع" تالیف کی۔[7]

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین الآمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱/۱۲۲، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ

۲۔ ابوبکر الصیر فی محمد بن عبداللہ البغدادی متوفی ۹۴۱ھ، مصر میں وفات پائی، طبقات الشافعیہ، ابن ہدایۃ اللہ ص ۱۸

۳۔ وفیات الاعیان۔ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱/۳۵۸ ۴۔ حوالہ سابق

۵۔ کتاب الفهرست۔ ابن الندیم شیعی متوفی ۳۸۵ھ ص ۲۶۷، ایضاح المکنون، اسماعیل باشا بغدادی ۳/۶، ۴۷۶، الفتح المبین، المراغی ۱/۱۸۰

۶۔ ابوالفرج۔ عمرو (عمر) بن محمد بن عمرو، اللیثی البغدادی متوفی ۹۳۲ھ بصرہ میں ولادت وفات ہوئی

۷۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۵۳، ہدیۃ العارفین اسماعیل باشا بغدادی ۵/۷۸۱

محمد ابن البرماوی الشافعی (متوفی ۸۳۱ھ)[1]

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ الفیہ فی اصول الفقہ

۲۔ النبذة الفية فی اصول الفقهيه یہ ان کی اپنی کتاب " الفية فی اصول الفقه "کی شرح ہے۔اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے۔

" الحمد الله شرح الصدور بكتابه المبين ذكر فيه نظم ما جمعه خاليا عن الخلاف و الدلائل ".[2]

ابو منصور ماتریدی حنفی (متوفی ۳۳۳ھ)[3]

امام المتکلمین تھے اور امام الہدیٰ سے معروف تھے۔سمرقند کے محلّہ کی طرف نسبت سے ماتریدی کہلاتے تھے۔آپ نے کتاب" ماخذ الشرائع فی اصول الفقه "تالیف کی۔[4]

محمد بن جعفر الصیر فی الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ)[5]

فقیہ تھے۔اصول پر مؤلفات یہ ہیں :

۱۔ دلائل الاحکام علی اصول الاحکام
۲۔ شرح رسالة لامام الشافعی[6]

محمد بن احمد الاسوانی الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ)[7]

اصول فقہ میں کتاب "جمل الاصول الدالۃ علی الفروع" تالیف کی۔[8]

نظام الدین الشاشی حنفی (متوفی ۳۴۴ھ)[9]

ابوالحسن الکرخی سے تفقہ حاصل کیا اور ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ تدریس کی اور ان کے اصحاب کو تعلیم دی۔انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "اصول الشاشی" تالیف کی۔[10] اس پر اسحاق الشاشی حنفی (متوفی ۳۲۵ھ) کے تحت تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔

۱۔ شمس الدین محمد ابن البرماوی الشافعی

۲۔ کشف الظنون۔حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ، ۱/۱۵۷

۳۔ ابو منصور الماتریدی محمد بن محمد متوفی ۹۴۴ھ

۴۔ کشف الظنون ۔حاجی خلیفہ ۱۵۷۳/۲، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۳۶/۶، مفتاح السعادہ، مولیٰ احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبریٰ زادہ متوفی ۹۶۴ھ ۲۱/۲۔۲۲، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن ہند ۱۳۵۶ھ

۵۔ محمد بن جعفر بن احمد بن یزید الصیر فی ابو بکر المطیر ی البغدادی الشافعی

۶۔ ھدیۃ العارفین ۔اسماعیل پاشا بغدادی ۴۷/۶

۷۔ ابو رجاء محمد بن احمد بن الربیع بن سلیمان الاسوانی المصری

۸۔ ھدیۃ العارفین ۔اسماعیل پاشا بغدادی ۴۸/۶

۹۔ ابو علی احمد بن محمد بن اسحاق متوفی ۹۵۵ھ

۱۰۔ تاریخ بغداد۔خطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۳۹۲/۴ (۲۲۸۳)، بیروت دار الکتب العلمیہ سن ند

ابن القاص الطبری الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ)[1]

قاص قصہ سنانے، وعظ ونصیحت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ آپ کے والد اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ ابن القاص سے مشہور ہیں۔ بقول ابن خلکان یہ بھی کہا گیا کہ یہ طرسوس میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

حاجی خلیفہ نے ان کی ایک کتاب "التلخیص فی الفروع" ذکر کرنے کے بعد کہا کہ یہ اصول وفروع دونوں پر مشتمل کتاب ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :

"التلخیص فی الفروع .... وهو مختصر ذكر في كل باب مسائل منصوصة ومخرجة ثم امور اذهبت اليها الحنفية على خلاف قاعدتهم وهو اجمع كتاب في فن للاصول والفروع على صغر حجمه ...."[2]

(التلخیص فی الفروع ایک مختصر ہے، جس کے ہر باب میں مسائل منصوصہ اور مخرجہ بیان کئے گئے ہیں پھر وہ امور جن میں حنفیہ اپنے قاعدہ کے خلاف گئے ہیں، اس ایک کتاب کے صغیر الحجم ہونے کے باوجود انہوں (مصنف) نے فن اصول وفروع (دونوں) اس کتاب میں جمع کردیئے ہیں)

پھر حاجی خلیفہ نے اس کی مندرجہ ذیل شروح کا ذکر کیا :

۱۔ امام ابوبکر محمد (بن علی) القفال الشاشی (متوفی ۳۶۵ھ) نے شرح لکھی۔

۲۔ ابوعلی حسین بن شعیب معروف بہ ابن السنجی (متوفی ۴۳۰ھ) نے شرح لکھی۔ یہ ایک بڑی شرح ہے مگر نایاب ہے۔

۳۔ ابوعبداللہ محمد بن الحسن الاسترابادی معروف بہ ختن "الختن" الشافعی (۳۸۶ھ) نے ایک مجلد میں اس کی شرح لکھی[3]۔ السبکی نے کہا : "ولہ مصنف فی اصول الفقہ" .... (آپ نے اصول میں بھی کتاب تالیف کی)[4]

البزدعی الخارجی (متوفی ۳۴۰ھ)[5]

آذربائیجان کے تحت علاقوں میں سے ایک علاقہ کی طرف نسبت سے بزدعی کہلاتے ہیں خارجی علماء میں سے تھے۔ انہوں نے کتاب "الجامع فی الاصول" تالیف کی۔[6]

۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد ابن یعقوب الطبری متوفی ۹۴۶ء، ابن القاص سے معروف تھے، تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ وفیات الاعیان لابن خلکان، ۱۸/۱ میں تاریخ وفات ۳۳۶ھ بھی بیان کی گئی ہے۔ طوسوس میں وفات پائی

۲۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ، ۴۷۹/۱ ۳۔ حوالہ سابق

۴۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ عبدالوہاب سبکی ۵۹/۳ (۱۰۵) معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۸۱/۱۔۸۲ (۵۲)

۵۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ البزدعی ۶۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ، ۶۲/۱

ابراھیم الخالد آبادی (متوفی ۳۴۰ھ)[1]

فقیہ، اصولی تھے۔ اللباب میں لکھا ہے: ''امام الدین فی زمانہ صنف فی الاصول........''[2]

ابو اسحاق المروزی الشافعی (متوفی ۳۴۰ھ)[3]

ابن سریج کے بعد ریاست شافعیہ آپ پر ختم ہوتی تھی۔ عمر کے آخری زمانہ میں مصر منتقل ہو گئے۔ مجلس شافعی میں درس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ حدیث کے ستر ائمہ آپ کے مشرب و مجلس سے سیراب ہو کر دنیا میں پھیل گئے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ العقول فی معرفۃ الاصول ۲۔ کتاب "الخصوص والعموم"[4]

ابو الحسن الکرخی حنفی (۲۶۰ھ۔۳۴۰ھ)[5]

امام ابو جعفر طحاوی اور امام داود ظاہری ان کے ہم عصر نامور فقہاء ہیں۔ ان جلیل القدر آئمہ کی موجودگی میں امام کرخی کو ان کے اہل زمانہ نے اس دور کے سب سے بڑے حنفی فقیہ کے طور پر تسلیم کیا۔ امام کرخی کے تلامذہ میں ابوبکر الرازی جصاص (۳۷۰ھ) بھی شامل ہیں جو احکام القرآن کے بھی مصنف ہیں۔ یوں تو امام کرخی نے بہت سے رسالے اور کتب تالیف کیں جن میں ایک کتاب " رسالۃ اصول فقہ " بھی ہے جو "اصول الکرخی" سے مشہور ہے۔ یہی کتاب یہاں زیر بحث ہے۔

کتاب "اصول الکرخی" کا تحقیقی تجزیہ........ یہ کتاب قدیم حنفی فقیہ امام الکرخی کے مرتب کردہ ۳۹ قواعد و ضوابط، اصول اور فقہی کلیات پر مشتمل ہے جو ان کی رائے میں فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ ان میں سے کچھ اصول تو ایسے عمومی کلیات کی حیثیت رکھتے ہیں جو فقہ اسلامی کا مجموعی سرمایہ قرار دیئے جا سکتے ہیں اور کچھ اصول ایسے ہیں جو محض طرز استدلال اور اسلوب اجتہاد کے مطابق فقہی مسائل کا حل کرنے اور فقہی احکام کی علت چلانے میں ہی کارآمد ہو سکتے ہیں۔ دوسری قسم کے اصول میں بعض ایسے اصول بھی ہیں جن کو کسی قدر شدید تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا اور مختلف حنفی فقہاء نے ان کے دفاع میں بہت سے دلائل اور اعتراضات بھی پیش کئے۔ مولانا عبد القدوس ہاشمی کے بیان کے مطابق ۳۹ میں سے ۳۶ کلیات وہ ہیں جن کے ماتحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں اور ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فقہ کے جزئی مسائل کس طرح کلیات کے ماتحت آتے ہیں اور یہ کہ کسی خاص صورت حال پر حکم فقہی کی تطبیق میں کلیات فقہ سے کس طرح استفادہ کیا جاتا ہے اور وہ کیا اصول ہوتے ہیں جن کے تحت استخراج مسائل کئے جاتے ہیں۔[6]

---

[1] ابراہیم بن محمد بن الخالد آبادی المروزی متوفی ۹۵۱ء، بغداد سے مصر منتقل ہو گئے تھے۔

[2] معجم الاصولیین۔ مظہر بقا، ۱/۶۲ (۳۴) [3] ابو اسحاق ابراہیم بن احمد متوفی ۹۵۱ء، مصر میں وفات پائی

[4] کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۶۶، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۵

[5] ابو الحسن الکرخی عبید اللہ بن الحسین بن دلال بن دلہم (۸۷۴ء۔۹۵۲ء)، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۱۰/۳۵۳۔۳۵۵ (۵۵۰۷)

[6] اصول الکرخی۔ امام عبید اللہ بن الحسین الکرخی، مترجم عبد الرحیم اشرف بلوچ، مقدمہ عبد القدوس ہاشمی ص ۳، اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی سنہ ۱۴۰۲ھ

اصول الکرخی کے شارح .... چھٹی صدی ہجری کے ایک نامور حنفی فقیہ امام نجم الدین ابو حفص عمر النسفی (متوفی ۵۳۷ھ) کرخی کے ان اصول کی مختصراً تشریح کی۔ انہوں نے ہر قاعدہ کے تحت ایک یا چند اصولی امثلہ نظائر و شواہد پیش کر کے ان اصول کی افادیت بڑھادی۔ مثلاً اصول الکرخی میں پہلی اصل یہ ہے :

" الأصل أن ماثبت باليقين لا يزول بالشك " [1]

(جو بات یقین سے ثابت ہو چکی ہو وہ شک سے زائل نہیں ہو سکتی)

امام النسفی نے اس اصل کی تشریح میں فرمایا :

" من مسائله ان من شک فی الحدث بعد ما تیقن بالوضوء لم ینقض وضوءه " [2]

(اس اصل سے بہت سے جزئی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص کو یقین کے ساتھ یہ یاد ہے کہ اس نے وضو کر لیا تھا اس کے بعد اسے یہ شک ہوتا ہے کہ شاید اس کا وضو کسی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے تو اس صورت میں اس کا وضو باقی ہے۔ باوضو ہونے کا یقین جب تک قائم ہے وضو ٹوٹنے کا شک اسے زائل نہیں کر سکتا)

اصول الکرخی کا دوسرا اصول :

" الاصل أن الظاهر يدفع الاستحاق ولا يوجب الاستحقاق " [3]

(ظاہری صورت حال استحقاق کو دفع کر سکتی ہے لیکن کوئی استحقاق پیدا نہیں کر سکتی)

امام النسفی اس اصل کی تشریح میں فرماتے ہیں :

" من مسائله ان من كان في يده دار فجاء رجل يدعيها ...... لا يستحق الشفعة ما لم يثبت ان هذه الدار ملكه . " [4]

(اس اصل سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک شخص ایک مکان پر قابض ہے کسی دوسرے شخص نے اس مکان پر ملکیت کا دعویٰ کیا تو اس شخص اول کا ظاہری قبضہ مدعی کے حق کو دفع کر سکتا ہے، لیکن اس قبضہ سے اسے حق شفعہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک دلائل سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مکان حقیقۃً اسی کی ملکیت ہے)

مصطفیٰ احمد الزرقاء کے نزدیک کلیات کی تعداد :

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقاء کے مطابق ۳۹ کلیات میں سے ۳۷ وہ ہیں جن کے تحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :

"والظاهر ان الكرخي قد اخذ القواعد التي جمعها ابو طاهر الدباس واضاف اليها، فقد جاءت جموعة الكرخي بسبع وثلاثين قاعدة......" [5]

(اور ظاہر یہ ہے کہ کرخی نے ابو طاہر دباس کے جمع کردہ قواعد کو لے کر ان پر اضافہ کیا اور اس طرح ۳۷ قواعد کا مجموعہ مرتب کر دیا)۔

---

[1] اصول الامام الکرخی، ابوالحسن الکرخی، ص ۱۱۔ کراچی میر محمد کتب خانہ سنہ ۱۹۸۶ء

[2] حوالہ سابق میں احمد النسفی کی امثلہ بھی ساتھ ساتھ حاشیہ میں مذکور ہیں۔ [3] حوالہ سابق [4] حوالہ سابق

[5] القواعد الكلية ماخوذة من المدخل الفقهي العام الى الحقوق المدنية (مجموعہ قواعد الفقہ کا ساتواں رسالہ) مصطفیٰ احمد الزرقاء الباب الاول، الفصل الثانی، ص ۱۰۔ لمحة تاريخية عن القواعد الاصولية کراچی میر محمد ۱۹۸۶ء

وہ اس کے بعد لکھتے ہیں :

"ویری الناظر فی قواعد الامام الکرخی هذه ان بعضها فیها لیس من قبیل القواعد بالمعنی الذی حددنا القاعدة، وانما هو من قبیل الافکار التوجیهیة لرجال المذهب فی تعلیل المسائل، کقول الکرخی مثلاً فیها: الاصل: ان کل آیة تخالف قول اصحابنا فانها تحمل علی النسخ او علی الترجیح او علی التاویل من جهة التوفیق" [1]

(ناظر امام کرخی کے قواعد میں یہ دیکھتا ہے کہ ان میں سے بعض قواعد بالمعنی اس قبیل سے نہیں جسے قاعدہ کی تعریف میں ہم نے بیان کیا اور وہ تو مسائل کی علت بتانے میں مذہب کے اشخاص کے افکار کی توجیہ بیان کرنے کے قبیل سے ہیں۔ مثلاً ان میں سے امام کرخی کا یہ قول: "اصل یہ ہے کہ ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو تو اس کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ منسوخ ہے یا کسی اور دلیل کو اس پر ترجیح حاصل ہے یا اس میں ایسی تاویل کی جائے کہ اس آیت میں اور ہمارے اصحاب کے قول میں موافقت پیدا ہو جائے")

اصول الکرخی کا یہ اُنیسواں اصول تھا جس کے بارے مصطفیٰ احمد زرقاء کی رائے پیش کی گئی۔ اگرچہ اس کے اور اس جیسے دو ایک دوسرے اصول کی جو تعبیر و تشریح حنفی علماء کرتے آئے ہیں وہ قابل اعتراض نہیں اور اصول کی تطبیق کی وہ مثالیں جو علامہ ابو حفص النسفی نے پیش کیں کسی اعتراض کی گنجائش رہنے نہیں دیتی ہیں لیکن اس کے ظاہری الفاظ میں کسی نہ کسی تردد کی گنجائش رہتی ہے۔ مثلاً اسی مذکورہ بالا اصل کے مسائل بطور مثال پیش کرتے ہوئے ابو حفص النسفی فرماتے ہیں :

"قال من مسائله ان من تحری عند الاشتباه واستدبر الکعبة جاز عندنا لان تاویل قوله تعالیٰ فولوا وجوهکم شطره......" [2]

(اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اشتباہ کے وقت تحری کر کے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز ادا کی تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول "فولوا وجوهکم شطره" [3] کی تاویل یہ ہے کہ جب تمہیں بوقت اشتباہ جس رُخ پر تمہاری تحری ہو اس کی سمت معلوم ہو)

نسخ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "وللرسول ولذی القربی" [4] اس آیت سے ذوی القربیٰ کا حصہ مالِ غنیمت سے ثابت ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

ترجیح کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا" [5] تو اس آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حاملہ متوفی عنہا زوجہا پر مشتمل ہے کہ وہ اپنی عدت چار ماہ دس دن گذرنے سے قبل صرف وضع حمل سے ختم نہیں کر دے گی۔ کیونکہ آیتِ کریمہ عام ہے ہر متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں چاہے وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول "واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن" [6] اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کی عدت (مقررہ)

1۔ حوالہ سابق۔ ص ۱۰، ۱۱ 2۔ حوالہ سابق۔ ص ۱۸ 3۔ البقرہ: ۱۵۰
4۔ الحشر: ۵۹ 5۔ البقرہ: ۲۳۴ 6۔ الطلاق: ۴

مہینے گزرنے سے قبل وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جائے کیونکہ یہ عام ہے اور متوفی عنہا زوجہا اور غیر متوفی عنہا زوجہا سب پر مشتمل ہے لیکن ہم نے اس آیت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی بناء پر ترجیح دی کہ یہ آیت اس پہلی آیت کے بعد نازل ہوئی تھی۔ لہٰذا اس نے اسے منسوخ کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں مدتوں کو احتیاط کی بناء پر جمع کر دیا کیونکہ تاریخ مشتبہ ہے۔

اسی طرح تیسواں اصول بھی قابل غور ہے جس کے ظاہری الفاظ ہیں :

"الاصل ان کل خبریجئی بخلاف قول اصحابنا فانه یحمل علی النسخ او علی انه معارض بمثله ثم صار الی دلیل اخرا وترجیح فیه بما یحتج به اصحابنا من وجوه الترجیح او یحمل علی التوفیق وانما یفعل ذلک علی حسب قیام الدلیل فان قامت دلالة النسخ یحمل علیه وان قامت الدلالة علی غیرہ صرنا الیه"۔[1]

(ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اسے منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ (قول اصحاب) اپنے ہم مثل سے معارض ہے پھر ان وجوہ ترجیح میں سے کوئی اور ایسی دلیل یا مبہ ترجیح لائی جائی گی جن کے ساتھ ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) حجت قائم کرتے ہیں یا اس کی تطبیق کی جائے گی اور دلیل قائم ہونے کی مناسبت سے ہی ایسا کیا جائے گا۔ لہٰذا اگر نسخ کی دلیل قائم ہو جائے تو اسے منسوخ سمجھا جائے گا اور اگر دلیل کسی اور پر قائم ہو جائے تو ہم اس کی طرف رجوع کریں گے)

اس کے ظاہری الفاظ میں تردد کی گنجائش ہے مگر علامہ نسفی نے تطبیق کی بھی کچھ مثالیں دی ہیں ان سے اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اگرچہ شاید اس ظاہری الفاظ کے تردد سے بچنے کی خاطر مصطفیٰ احمد الزرقاء نے ۳۹ کلیات میں سے ۳۷ کو اور مولانا ہاشمی نے ۳۶ کو شمار کیا جن کے تحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں یعنی مولانا ہاشمی نے اصل کتاب کے تین کلیات اور استاذ زرقاء نے دو کلیات کو شمار نہیں کیا۔

بہرحال ایک آدھ ایسے مختلف فیہ اصول کی موجودگی سے کتاب کی قدر و قیمت میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی اور امام کرخی کو قواعد اصول فقہ پر پہلی کتاب کے مصنف ہونے کا شرف حاصل رہتا ہے۔ امام کرخی نے اس کتاب میں ۳۹ کلیات جمع کئے بعض حضرات ان میں سے دو یا تین اصولوں کو شامل نہیں کرتے جو بقول ان کے حنفیت کی زائد از ضرورت تائید و مدافعت پر مبنی ہیں۔ ان کلیات میں غالباً عراق کے فقہائے اہل الرائے کے امام اور کرخی کے ہم عصر امام ابو طاہر الدباس کے مرتب کردہ سترہ قواعد بھی شامل ہیں لیکن قطعیت کے ساتھ یہ یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ امام کرخی کے ان ۱۳۹ اصول میں سے وہ سترہ قواعد کون سے ہیں جو امام ابو طاہر دباس کے مرتب کردہ ہیں[2]۔ امام کرخی نے اپنے ان ۱۳۹ اصول کو چھوٹے چھوٹے فقروں میں بیان کیا ہے امام کرخی کے ان چند اصول سے حنفی فقہاء اور قضاۃ نے خوب استفادہ کیا نہ صرف یہ کہ استخراج مسائل میں ان سے مدد و استفادہ کیا بلکہ انہوں نے اپنے افکار، مطالعہ اور ذہانت سے کرخی کے اصول و کلیات میں کافی اضافے کئے۔ ان اضافوں میں ایک بہت اہم اضافہ " کتاب الاشباہ و النظائر " کا ہے جسے علامہ ابن نجیم المصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے تالیف کیا۔ ابن نجیم کی اس کتاب میں فقہی مسائل کے استخراج کے لئے

1۔ اصول الامام الکرخی۔ ابو الحسن الکرخی حنفی (متوفی ۳۴۰ھ) ص ۱۸۔۱۹ کراچی میر محمد کتب خانہ سنہ ۱۹۸۶ء

2۔ عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر حموی غمز۔ ص ۱۴ میں ان سترہ قواعد کی تفصیل موجود ہے، انڈیا، مطبعہ منشی نول کشور سنہ ند

بڑی قیمتی کلیات درج ہیں جن کی تعداد امام کرخی کی ان چند کلیات سے زیادہ ہے لیکن اس صورت حال میں بھی اولیت کا شرف انہی کو حاصل رہے گا کہ انہوں نے مسائل فقہیہ کے اصول وکلیات بنا کر تیار کر لئے جن پر بعد کے زمانے کے لوگوں نے غور وفکر اور اضافے کئے۔ مگر یہ بھی ذہن میں رہے کہ بعد کی صدیوں میں ان کلیات کی عبارت کی شکل تبدیل کر دی گئی اور اس کی وہ شکل من وعن باقی نہیں رکھی گئی جن کو امام کرخی نے مرتب کیا تھا۔

مثلاً مجلة الاحكام العدلية میں جو ۱۰۰ اصول دیئے گئے ہیں ان میں سے صرف دفعہ ۴۲ ایسی ہے جس کی عبارت جزوی طور پر اصول کرخی کی اصل الاول سے ملتی ہے ورنہ باقی سب اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے مجلّہ میں موجود ہیں لیکن ان الفاظ اور عبارتوں میں نہیں جو امام کرخی نے پیش کیں۔ مجلۃ الاحکام کے اردو ترجمہ عبد القدوس ہاشمی اور مفتی امجد العلی نے کیا ان میں سے اول الذکر علماء اکیڈمی مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور سے ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء میں شائع ہوا جبکہ دوسرا ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ایک ملخص ترجمہ محمد سلیم دہلوی نے کیا جو مفتن دکن پریس، حیدر آباد دکن سے ۱۳۰۱ھ میں چھپ چکا ہے۔ اس کے تین انگریزی تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں جو لندن، نکوشیا اور یروشلم سے بالترتیب ۱۹۸۹ء، ۱۹۸۱ء اور ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئے۔

ابوبکر الصبغی الشافعی (۲۵۸ھ-۳۴۰ھ)[۱]

نیشاپور میں شیخ الشافعیۃ تھے۔ فقہ، حدیث واصول میں واسع العلم امام تھے۔ السبکی نے لکھا: احد الائمة الجامعين بين الفقه و الحديث، بچاس برس سے زائد عرصہ تک فتوی دیتے رہے، فقہ وحدیث میں عظیم کتب تالیف کیں۔[۲]

ابو بکر بر دی الخارجی (متوفی ۳۴۰ھ/۳۵۰ھ تقریبا)[۳]

عالم، فقیہ اصولی تھے۔ ابن ندیم نے لکھا:

"رايته فی سنة اربعين و ثلثمائه، و كان بى انسا يظهر مذهب الاعتدال، و كان خارجيا واحد فقهائهم، وقال لی، ان له فی الفقة عدة كتب وذكر بعضها؟...... كتاب الاحتجاج على المخالفين، كتاب الجامع فی اصول الفقه......"[۴]

(میں نے ان کو ۳۴۰ھ میں دیکھا تھا اور مجھ سے انس ومحبت رکھتے، مذہب اعتزال کا اظہار کرتے مگر خارجی تھے اور ان کے فقہاء میں سے تھے اور مجھ سے کہا کہ فقہ میں میری کئی کتب ہیں ان میں سے بعض بعض کا ذکر کیا .... کتاب الاحتجاج علی المخالفین، کتاب الجامع فی اصول الفقه......)

۱۔ ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب النیشاپوری معروف بہ الصبغی الشافعی (۸۷۱ء-۹۵۱ء)

۲۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب بن علی طب عبد الکافی السبکی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) تحقیق عبد الفتاح محمد الحلو، محمود الطناحی ۹/۳ قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ سنہ ند، ۹/۳، معجم الاصولیین، ۹۵/۱-۹۶ (۶۳)

۳۔ ابوبکر محمد بن عبد اللہ البردعی متوفی ۹۶۱ء

۴۔ کتاب الفہرست، ابن الندیم، ص ۲۹۳۔ الفتح المبین، المراغی، ۱۹۵/۱، میں ان کی تاریخ وفات ۳۵۰ھ مذکور ہے۔

محمد بن سعید القاضی الشافعی (متوفی ۳۴۳ھ)[1]

خوارزم سے بغداد جاکر ابو اسحاق المروزی اور ابوبکر الصیرفی جیسے افاضل علماء سے استفادہ کیا پھر واپس خوارزم آگئے اور تدریس، تذکیر اور مختلف علوم میں تصانیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اصول فقہ میں "کتاب الھدایۃ" تالیف کی یہ ایک عمدہ نافع کتاب ہے۔ خوارزم کے علماء میں یہ کتاب متداول تھی اور وہ اس سے نفع حاصل کرتے[2]۔

القشیری مالکی (۲۶۴ھ تقریباً ۳۴۴ھ)[3]

مصر کے قاضی رہے۔ مصر آمد سے قبل عراق کے گرد ونواح میں بھی قاضی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

امام سیوطی نے فرمایا : "ابو الفضل القشیری البصری المالکی صاحب التصیف فی الفروع والاصول"[4]۔

حاجی خلیفہ نے بھی امام سیوطی کے اسی قول کو نقل کیا[5]۔ آپ کی اصول پر ان کتب کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ کتاب القیاس ۲۔ ماخذ الاصول ۳۔ کتاب اصول الفقہ[6]

ابن أبی ھریرہ الشافعی (متوفی ۳۴۵ھ)[7]

بغداد میں قاضی رہے۔ اصول فقہ میں آپ کی آراء ہیں جو کتب اصولیہ میں نقل کی گئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :

(۱) "قولہ بتحریم الافعال الاختیاریۃ کا کل الفاکھۃ ونحوھا قبل البعثۃ، لان الاباحۃ حکم شرعی ولا یثبت الا بالشرع ولایاتی الشرعی الا منطویق الرسول"۔

(۲) "ان الامر المطلق للتراخی لا للفور"۔

(۳) "ان فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کان علی جھۃ القربۃ ولم یکن بیان لمجمل او امتثالا لامر بل ابتداء فھو علی الوجوب"[8]۔

۱۔ ابوبکر محمد بن سعید بن محمد بن عبداللہ بن ابی القاضی الخوارزمی، متوفی ۹۵۴ء، خوارزم میں انتقال ہوا۔ ۲۔ الفتح المبین، المراغی، ۱۹۱/۱

۳۔ ابوالفضل، بکر بن محمد بن العلاء بن محمد بن زیاد بن الولید (۸۷۷ء/۹۵۵ء)، بصرہ میں ولادت اور مصر میں وفات ہوئی۔

۴۔ کتاب حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاھرہ، جلال الدین السیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ۳۱۲/۱، " ذکر من کان بمصر من فقہاء المالکیہ" مصر، مصطفیٰ آفندی سن ندارد۔

۵۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، ۲۳۳/۵

۶۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، ۲۳۳/۵۔ الدیباج المذھب فی معرفۃ اعیان علماء المذھب، ابراھیم بن نور الدین المعروف بہ ابن فرحون مالکی، متوفی ۷۹۹ھ، ص ۱۲۵، ۱۲۶۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء، الفتح المبین، المراغی، ۱۹۱/۱

۷۔ ابوعلی الحسن بن الحسین معروف بہ ابن ابی ہریرہ، متوفی ۹۵۶ء، بغداد میں وفات پائی۔

۸۔ تاریخ بغداد، خطیب البغدادی، ۲۹۸/۷، ۲۹۹ (۳۸۰۸) البدر الطالع، محاسن من بعد قرن السابع، محمد بن الشوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، ۱۹۷/۱۔ ۱۹۸ (۱۲۷) بیروت دار المعرفہ سن ندارد۔ الفتح المبین، المراغی، ۱۹۳/۱، معجم الاصولیین، مظہر بقا، ۳۱/۲ (۲۷۲)

ابو الولید القرشی الشافعی (۲۷۷ھ/۳۴۹ھ)[1]

محدث، حافظ اور فقیہ تھے انہوں نے امام شافعی کے "الرسالة" کی ایک عمدہ شرح لکھی[2]۔

حسین (حسن) بن قاسم شافعی (متوفی ۳۵۰ھ)[3]

ابوعلی بن ابی ہریرہ (متوفی ۳۴۵ھ) وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ بغداد کے شیوخ الشافعیۃ میں سے تھے۔ اپنے شیخ کی وفات کے بعد ان کی مسند سنبھالی۔ تاریخ بغداد میں ہے: "(صنف) کتابا فی اصول الفقه"، (انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی)[4]۔

محمد بن عبداللہ البردعی الخارجی (متوفی ۳۵۰ھ)

ان کی تاریخ وفات ابن ندیم نے ۳۴۰ھ تقریباً بتائی ہے، تفصیلات کے لئے وہاں رجوع کریں۔

احمد الفارسی شافعی (متوفی ۳۵۰ھ)[5]

متقدمین کبار ائمہ شافعیہ میں سے ہیں، ابن سریج سے تفقہ حاصل کیا۔ انہوں نے اصول فقہ میں "الذخیرة" نامی کتاب تالیف کی[6]۔

علی بن موسیٰ القمی حنفی (متوفی ۳۵۰ھ)

مشہور فقہائے عراقیین اور افاضل علماء و مصنفین میں سے ہیں۔ کتب شافعی اور ان کی تحقیق پر کلام کیا۔ انہوں نے "کتاب اثبات القیاس والاجتہاد و خبر الواحد" تالیف کی[7]۔

---

[1] ابوالولید حسان محمد بن احمد بن ہارون القرشی الاموی النیشاپوری الشافعی (۸۹۰ء/۹۶۰ء)

[2] معجم الاصولیین، مظہر بقا، ۲/۳۳ (۲۶۱)

[3] ابوعلی حسین بن قاسم الطبری الشافعی متوفی ۹۶۱ء، بغداد میں وفات پائی۔ ان کے نام اور سن وفات میں اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان ۱/۱۳۰ میں اس اختلاف کو یوں بیان کیا: "رایت فی عدة کتب من طبقات الفقهاء ان اسمه الحسن کما هو ههنا ورایت الخطیب فی تاریخ بغداد قدعده فی جملة من اسمه الحسین"، اس طرح تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے ۳۰۵ھ کہا مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ تقریباً اکثر مؤرخین نے ان کے حالات میں لکھا کہ انہوں نے ابن ابی ہریرہ سے درس لیا اور ان کی وفات کے بعد اس کی مسند پر بیٹھے۔ ابن ابی ہریرہ کا انتقال ۳۴۵ھ میں ہوا اس لئے ۳۵۰ھ تاریخ وفات کا قول درست لگتا ہے۔ تاریخ بغداد ۸/۸۷ (۴۱۸۱) سے اسی پر اتفاق معلوم ہوتا ہے۔

[4] تاریخ بغداد ۸/۸۷ (۴۱۸۱)، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/۱۳۰

[5] احمد بن الحسن (الحسین) بن سہل الفارسی، متوفی ۹۶۱ء

[6] ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/۶۵، اس میں "الذخیرہ فی اصول الفقه" کو بھی آپ کی تصنیف بتایا ہے اور تاریخ وفات ۳۶۱ھ بتائی۔ معجم الاصولیین۔ مظہر بقا ۱/۱۰۵ (۷۱)

[7] ابوالحسن علی بن موسیٰ القمی الحنفی، کتاب الفہرست ابن الندیم۔ ص ۲۶۰

ابن القطان شافعی (متوفی ۳۵۹ھ)[1]

ابن سریج اور ان کے بعد ابواسحاق المروزی سے تفقہ حاصل کیا۔ فقہ واصول میں کمال حاصل تھا، کبار ائمہ شافعیہ میں سے مجتہد فی المذہب تھے۔ خطیب بغدادی نے لکھا: "ولہ مصنفات فی اصول الفقہ و فروعہ"[2] (اور ان کی اصول فقہ و فروع میں مصنفات ہیں)۔

حسین النجار حنبلی (متوفی ۳۶۰ھ یا ۳۵۸ھ)[3]

ابوالحسن بشار اور ابومحمد البربھاری کے اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے اصول و فروع پر کتب تصنیف کیں[4]۔

ابن برھان الشافعی (متوفی ۳۶۱ھ)

حاجی خلیفہ نے ان کی تاریخ وفات ۳۶۱ھ بتائی اور اصول فقہ پر ان کی کتاب کا ذکر کیا۔ مگر اکثر نے تاریخ وفات ۳۵۰ھ ذکر کی ہے اس لئے وہاں اس کو بیان کیا جا چکا ہے۔

ابو حامد المرروزی الشافعی (۳۶۲ھ)[5]

فقیہ اصولی ہیں۔ ابواسحاق المروزی سے تفقہ حاصل کیا۔ ابن خلکان نے لکھا: "صنف فی اصول الفقہ" مگر کتاب کا نام نہیں بتایا۔ ابن ندیم نے نام بھی ذکر کیا اور لکھا کہ ان کی ایک تصنیف "کتاب الاشراف فی اصول الفقہ" ہے[6]۔

ابو بکر القفال الکبیر الشاشی الشافعی (۲۹۱ھ/۳۶۵ھ)[7]

فقہ، کلام، اصول، لغت وادب میں اپنے زمانے میں ممتاز تھے۔ عراق، شام، خراساں وحجاز کے علمی اسفار کئے۔ ماوراءالنہر کے ان علاقوں میں جہاں مذہب ابوحنیفہ پھیل چکا تھا اور اپنی جڑیں مضبوط کر چکا تھا وہاں مذہب شافعی کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علمی حیات کے اوائل میں مذہب اعتزال کی جانب جھکاؤ رکھتے تھے بعد میں مذہب اہل السنت والجماعت کی طرف رجوع کر لیا۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ شرح الرسالۃ للامام شافعی ۲۔ کتاب فی اصول الفقہ[8]

مزید تفصیلات کے لئے تاریخ وفات ۳۳۵ھ کے تحت بھی دیکھئے، کیونکہ ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

---

[1] ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد، متوفی ۹۶۹ء [2] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۴/۳۶۵ (۲۲۲۹)

[3] حسین بن عبداللہ، ابوعلی النجار الصغیر البغدادی متوفی ۹۷۱ء

[4] شذرات الذھب۔ عبدالحی بن العماد الحنبلی ۳/۳۶۔۳۷، معجم الاصولیین ۲/۶۹ (۳۰۳)

[5] قاضی احمد بن بشر بن عامر بشر العامری متوفی ۹۷۲ء

[6] کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۶۸ (اسماء من روی عن الشافعی واخذ عنہ)، وفیات الاعیان، ابن خلکان، ۱/۱۸۔۱۹

[7] ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل القفال الکبیر الشاشی متوفی ۹۷۶ء (تفصیلات کے لئے ۳۳۵ھ تاریخ وفات میں دیکھئے) شاش میں ولادت و وفات ہوئی۔

[8] وفیات الاعیان۔ ابن خلکان، ۱/۳۵۸۔۳۵۹، الفتح المبین، المراغی، ۱/۲۰۱۔۲۰۲

احمد الطوابیقی الشافعی (متوفی ۳۶۸ھ)[1]

محدث وفقیہ تھے۔ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[2]

ابراھیم بن احمد الظاھری (متوفی ۳۷۰ھ)[3]

ابن ندیم نے اصحاب داؤد ظاہری میں ان کا ذکر کیا۔ مذہب ظاہریہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے "کتاب الاعتبار فی ابطال القیاس" تالیف کی۔[4]

ابو بکر الجصاص حنفی (۳۰۵ھ۔ ۳۷۰ھ)[5]

امام کرخیؒ کے شاگرد تھے۔ امام الجصاص کی مؤلفات مذہب حنفی کی مختصرات کی شروح وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ وہ اس بات کا کمال رکھتے تھے کہ مذہب حنفی کی مختصرات کی ایسی جامع شروح کریں جو مسائل فقہ واصول کی مشکلات کے حل میں ایک اساسی مرجع ہوں۔ آپ کی تالیفات امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب مثلاً محمد بن حسن الشیبانی اور ان کے بعد کے حنفی اصحاب مثلاً الکرخی وغیرہ کی شروح پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفصول فی الاصول" تالیف کی۔

کتاب "الفصول فی الاصول" کا تحقیقی تجزیہ :

علم اصول فقہ پر آپ کی کتاب کا نام "اصول الفقه" یا "الفصول" ہے یہ ان کی آخری تالیف ہے جو "احکام القرآن" سے قبل کی ہے۔ بلکہ یہی آخری کتاب بھی ہو سکتی ہے اگر یہ درست تسلیم کر لیا جائے کہ "احکام القرآن" اور "اصول الفقه" دونوں ایک کتاب ہیں اور "اصول الفقه"، "احکام القرآن" کا مقدمہ ہے۔ جصاص نے "احکام القرآن" کے مقدمہ میں اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور شاید یہ بات درست بھی ہو، کیونکہ "احکام القرآن" کا کامل فہم اصول فقہ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس بات سے ان کی مراد یہ ہو کہ بظاہر تو دو الگ الگ کتابیں ہیں مگر مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر کتاب واحد کے حکم میں ہے۔ امام جصاص نے مقدمہ احکام القرآن میں ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا کہ کتاب "اصول الفقه" احکام القرآن کا مقدمہ ہے :

"قد قد منافی صدر هذا الکتاب مقدمه تشتمل علی ذکر جمل مما لایسع جهله من اصول التوحید وتوطئة لما یحتاج الیه من معرفة طرق استنباط معانی القرآن واستخراج دلائله واحکام الفاظه وما تتصرف علیه انحاء کلام العرب والأسماء اللغویة والعبارات الشرعیة اذ کان اولی العلوم بالتقدیم معرفة توحید الله وتنزیهه عن شبه خلقه وعما نحله المفترون من ظلم عبیده والآن حتی انتهی بنا القول الی ذکر احکام القرآن ودلائله"۔[6]

---

[1] ابوالحسین احمد بن عبداللہ بن محمد اسماعیل الطوابیقی متوفی ۹۷۸ء [2] معجم الاصولیین۔ مظہر بقا، ۱/ ۱۵۷ (۱۰۹)

[3] ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن حسن الربائی الداودی الظاہری، مصر میں وفات پائی

[4] کتاب الفهرست۔ ابن الندیم ص ۲۷۲، فی اخبار داود واصحابہ، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۶/۵

[5] ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص (۹۱۷ء۔ ۹۸۰ء) المراغی نے لکھا کہ صاحب کشف الظنون کو ان کے نام میں اضطراب ہے کبھی ان کو محمد ابن احمد کبھی ابن علی اور کبھی احمد بن علی بتاتے ہیں۔ مگر آخری نام درست ہے۔ خطیب بغدادی اور ابن ندیم نے اسی پر اعتماد کی اور دونوں کا عہد جصاص سے نسبتاً قریب ہے۔

[6] احکام القرآن۔ ابوبکر جصاص الرازی، مقدمہ احکام القرآن، ۱/ ۵، تحقیق محمد الصادق قمحاوی، بیروت دار احیاء التراث العربی ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۵ء

اس مقدمہ کی پہلی سطر قابلِ غور ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ (ہم اس کتاب کے شروع میں مقدمہ پیش کر چکے ہیں ....جو ان جمل کے ذکر پر مشتمل ہے............) شاید اس مقدمہ سے مراد کتاب ''اصول الفقہ'' ہے۔ محمد الصادق قمحاوی نے ''احکام القرآن'' پر جو تحقیق پیش کی اس میں بھی مذکور ہے............ وہ فرماتے ہیں :

" المراد بهذه المقدمة الكتاب الذى الفه في اصول الفقه "

(اس مقدمہ سے مراد وہ کتاب ہے جو انہوں نے اصول فقہ پر تالیف کی)

اصول الفقہ و احکام القرآن کے آخری تصنیف ہونے پر دو تائیدات :

☆ جصاص ''اصول لفقہ'' میں کثرت سے مسائلِ فقیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آہستگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں کیونکہ ان کی تفصیلات ان کی مختصرات کی شروح میں مندرج ہوتی ہیں جو اس بات کا ثبوت معلوم ہوتی ہیں کہ سب سے بعد کی تصنیف ہے۔

☆ جصاص ''احکام القرآن'' میں جن مسائلِ اصولیہ کو پیش کرتے ہیں ان کی تفصیل کو صرف ''اصول الفقہ'' میں مندرج کرتے ہیں مگر دوسری طرف جب وہ شروح و مختصرات میں مسائلِ اصولیہ، فقیہ یا تفسیریہ پیش کرتے ہیں تو ان میں ''اصول لفقہ'' یا ''احکام القرآن'' سے کچھ نقل نہیں ہوتا اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ آخری زمانے کی تالیف ہے۔[1]

کتاب ''اصول الفقہ'' کی امتیازی خصوصیت :

ابوبکر جصاص نے یہ کتاب اپنے شیخ الکرخی (متوفی ۳۴۰ھ) کی وفات کے بعد تالیف کی۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں اپنے شیخ کی آراء کا ذکر کرتے ہیں تو کئی مواقع پر اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً اس کتاب کے تیسرے باب (فی معنی المجمل) کی پہلی فصل میں فرماتے ہیں :

" وقد كان شيخنا ابوالحسن الكرخى رحمة الله يقول مرة في قوله تعالىٰ : السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما ".[2]

اور اسی طرح وہ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :

" انه (من المجمل) لا يصح الاحتجاج بعمومه ".[3]

اس کے علاوہ متعدد مقامات پر وہ "كان شيخنا" اور "رحمة الله" کے الفاظ کے ساتھ اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے ہیں[4]۔ "قد" اور "كان" ماضی کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر شیخ زندہ ہوتے تو یوں کہنا مناسب ہوتا : "ورأى شيخنا كذا" یا "يقول شيخنا كذا"۔

مذکورہ باتوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ امام جصاص کی آخری تالیف ہے جو اپنے شیخ کرخی کی وفات کے بعد مسند حنفی پر جلوہ افروز ہونے کے بعد لکھی اور یہ آپ کی حیات علمی کی تکمیل یعنی ۳۷۰ھ کے قریب کا زمانہ ہے اور یہ کتاب ''اصول الفقہ'' اس اعتبار سے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ یہ علمی اسفار و تجربات کا نچوڑ ہے۔

---

[1] حوالہ سابق [2] المائدہ : ۳۸ [3] اصول الفقہ المسمی بالفصول فی الاصول۔ احمد بن علی الرازی الجصاص، ۱/ ۶۸ تحقیق مقدمہ عجیل جاسم النشمی، کویت وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴ء [4] حوالہ سابق، ۱/ ۶۸۔ ۷۷، ۷۳، ۱۰۱

کتاب "اصول الفقہ" کے ماخذ ومصادر :

امام جصاص نے اس کتاب کے مضمون میں جن مصادر سے مدد لی ہوگی وہ دو ہو سکتے ہیں :

۱۔ جصاص کے شیوخ اور ان کی کتب۔

۲۔ وہ اصولی کتب جو ان کے زمانے میں دستیاب ہوں گی۔

۱۔ **جصاص کے شیوخ وکتب**.......... امام جصاص نے کئی علمی سفر کئے۔ مثلاً اھواز، نیشاپور، رَی، بغداد وغیرہ میں وہاں کے اصولیین، فقہاء، محدثین وغیرہ سے اصول، فقہ وحدیث کا علم سیکھا۔ امام کرخی سے فقہ واصول کی تعلیم حاصل کی۔ جصاص کی مؤلفات فقہ حنفی کے فروغ کی دقائق کے ساتھ ساتھ وسیع علمی وفقہی سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔ جس سے ہر مسئلہ میں مذہب حنفی کے اصول وضع کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

۲۔ **کتب اصولیہ ودیگر کتب جن سے استفادہ کیا**.......... وہ اپنے زمانے کی کتب اصولیہ اور دیگر فنون کی کتب سے بالعموم اور اپنے اصحاب کی مؤلفات سے بالخصوص مستفید ہوئے۔ مثلاً وہ اپنی اس کتاب میں محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب "الجامع الکبیر" سے بعض اصولی مسائل نقل کرتے ہیں۔ مثلاً "باب القول فی تخصیص العموم بالقیاس" میں نقل کرتے ہیں :

"قال محمد (بن الحسن) فی الجامع الکبیر لو قال رجل (لرجل) ان اغتسلت فعبدی حر .... وقال عنیت غسلا من جنابۃ .... لم یصدق فی القضاء ولا فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ"۔[1]

(امام) محمد (بن الحسن) نے جامع کبیر میں فرمایا : اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا، اگر تم نے غسل کیا تو میرا غلام آزاد ہے.......... اور کہا کہ اس سے میری مراد غسل جنابت تھی)

امام جصاص اس سے نکلنے والے اصولی مسئلہ کو یوں بیان فرماتے ہیں :

"ولو کان قال : ان اغتسلت غسلا .... صدق فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ لأن الغسل .... الذی نوی تخصیصھا مذکورۃ فی لفظہ فصلحت نیۃ التخصیص فیھا"۔[2]

اور الشیبانی کی اس کتاب نے انہیں اس قدر متاثر کیا کہ اس کی شرح لکھ ڈالی۔ وہ اصولی مسائل میں اپنے شیخ کرخی کے بعد عیسیٰ بن ابان سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں، جس کا اظہار اس کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ جس میں بکثرت سے ان کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض اصولی مسائل نقل کرتے ہیں مثلاً جصاص کہتے ہیں : "وقد قال عیسی بن ابان رحمۃ اللہ فی الحجج الصغیر"۔[3] اور اس طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں : "وقال (عیسی) فی الحجج الکبیر"۔[4]

۱۔ حوالہ سابق۔ ۱/۲۳۶ "باب القول فی تخصیص العموم بالقیاس"۔

۲۔ حوالہ سابق۔ ۱/۲۳۶۔۲۳۷ ۳۔ حوالہ سابق۔ ۱/۱۵۶ ۴۔ حوالہ سابق۔ ۱/۱۵۸

امام جصاص کا امام شافعی کی کتاب ''الرسالۃ'' پر مناقشہ.......... جصاص امام شافعی کے ''الرسالہ'' سے اچھی طرح مطلع نظر آتے ہیں اور بعض جگہ خصوصاً باب ''البیان'' میں ان سے مناقشہ میں سخت اسلوب اختیار کیا ہے اور بیان کی تقسیم میں امام شافعی سے مناقشہ کیا ہے۔ جصاص نے اس کتاب میں بہت سے اعتراضات پیش کئے ہیں اور ان کے خود ہی جوابات دیئے۔ اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ان تمام کتب سے مطلع تھے جن سے یہ اعتراضات وادلہ نقل کئے، یا یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تائید اور تقویت کی غرض سے خود اعتراضات کرتے ہوں اور ان کے جوابات دے کر ذہنِ انسان میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازلہ کرتے ہوں۔

کتاب ''الفصول للجصاص'' کی امام سرخسی اور بزدوی کے واسطہ سے نقل کے رجحان کی وجہ :

پانچویں صدی ہجری سے تقریباً آٹھویں صدی ہجری تک اصولیین ''الفصول للجصاص'' کو امام سرخسی و بزدوی کے واسطہ سے نقل کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جصاص کی ''اصول الفقہ'' ان کے دور میں نادر و کمیاب رہی ہوگی، کیونکہ ان کے بعد مؤلفین اصول فقہ میں سے اکثر اس کتاب کی طرف اشارہ تو کرتے مگر تقریباً سب ہی اصول السرخی کے حوالے سے نقل کرتے اور اس نقل پر اعتماد بھی کیا گیا۔ بزدوی نے ''کشف الاسرار'' میں اس سے کافی نقل کیا۔ السرخسی (متوفی ۴۹۰ھ) نے اپنے ''اصول'' میں جصاص کے بعض نسخوں کی موجودگی کا اشارہ کیا ہے اور ان میں سے بعض سے جصاص کی آراء بھی نقل کیں۔ مثلاً السرخسی اپنی کتاب میں کہتے ہیں :

''وھکذار ایتہ فی النسخ من کتابہ''.[1]

(اور میں نے اسی طرح ان (جصاص) کی کتاب کے بعض نسخوں میں دیکھا)

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری تک اس کتاب کے بعض نسخے پائے جاتے ہوں گے اور پھر اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک کے عرصہ میں یہ نسخے یا تو غائب رہے یا تقریباً نہ ہونے کے برابر تھے۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو البزدوی (متوفی ۴۸۲ھ)، عبدالعزیز البخاری (متوفی ۷۳۰ھ)، صدر الشریعہ (متوفی ۷۴۷ھ) اور ان کا طبقہ ضرور بلاواسطہ نقل کرتا۔ مگر ان کو یہ نسخے دستیاب نہیں ہوئے ہوں گے، اس لئے انہوں نے کتاب الجصاص سے نقل میں اصول السرخسی پر اعتماد و انحصار کو غنیمت جانا۔ کتاب ''الفصول فی الاصول'' حوادثِ زمانہ کا شکار رہی اور اس کتاب کے بعض اوراق جو ''مقدمۃ الکتاب'' اور ''مبحث العام'' کے اجزاء سے تھے ساقط و مفقود ہو گئے۔

''احکام القرآن'' کے مقدمہ سے اشارہ ملتا ہے کہ ''اصول الفقہ'' احکام القرآن کا مقدمہ ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ احکام القرآن کے مقدمہ میں ''اصول الفقہ'' کے جن مشتملات پر محیط ہونے کا اشارہ کیا ہے ہم وہ سب کچھ آپ کی اس ''اصول الفقہ'' نامی کتاب میں پاتے ہیں۔ مثلاً ''مقدمہ احکام القرآن'' میں جصاص قواعد لغویہ کی معرفت کی کیفیت پر کلام کرتے ہیں جس کی بنا پر مجتہد نصوص کی قرآن وسنت سے تفسیر کی تعیین کرتا ہے۔ جس کا نام ''طرق استنباط الاحکام'' ہے۔[2] اگر ''اصول الفقہ'' کتاب کو ایک علیحدہ کتاب مانا جائے تو پھر اس کا مقدمہ وہ ہوگا جسے جصاص کتاب کے آغاز میں لائے۔ وہ فرماتے ہیں :

---

[1] اصول السرخسی۔ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی متوفی ۴۹۰ھ، ۱/۱۲۵، تحقیق ابوالوفا الافغانی، دار المعارف النعمانیہ ۱۳۰۱ھ

[2] اصول الفقہ۔ ابوبکر جصاص ۳/۳۰ کچھ حذف و تغیر کلمات کے ساتھ۔

امام جصاص کا امام شافعی کی کتاب "الرسالۃ" پر مناقشہ .... جصاص امام شافعی کے "الرسالہ" سے اچھی طرح مطلع نظر آتے ہیں اور بعض جگہ خصوصاً باب "البیان" میں ان سے مناقشہ میں سخت اسلوب اختیار کیا ہے اور بیان کی تقسیم میں امام شافعی سے مناقشہ کیا ہے۔ جصاص نے اس کتاب میں بہت سے اعتراضات پیش کئے ہیں اور ان کے خود ہی جوابات دیئے۔ اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ان تمام کتب سے مطلع تھے جن سے یہ اعتراضات و ادلہ نقل کئے، یا یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تائید اور تقویت کی غرض سے خود اعتراضات کرتے ہوں اور ان کے جوابات دے کر ذہنِ انسان میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ کرتے ہوں۔

کتاب "الفصول للجصاص" کی امام سرخسی اور بزدوی کے واسطہ سے نقل کے رجحان کی وجہ :

پانچویں صدی ہجری سے تقریباً آٹھویں صدی ہجری تک اصولیین " الفصول للجصاص " کو امام سرخسی و بزدوی کے واسطہ سے نقل کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جصاص کی "اصول الفقہ" ان کے دور میں نادر و کمیاب رہی ہوگی، کیونکہ ان کے بعد مؤلفین اصول فقہ میں سے اکثر اس کتاب کی طرف اشارہ تو کرتے مگر تقریباً سب ہی اصول السرخی کے حوالے سے نقل کرتے اور اس نقل پر اعتماد بھی کیا گیا۔ بزدوی نے "کشف الاسرار" میں اس سے کافی نقل کیا۔ السرخسی (متوفی ۴۹۰ھ) نے اپنے "اصول" میں جصاص کے بعض نسخوں کی موجودگی کا اشارہ کیا ہے اور ان میں سے بعض سے جصاص کی آراء بھی نقل کیں۔ مثلاً السرخسی اپنی کتاب میں کہتے ہیں :

" وھکذا رایتہ فی النسخ من کتابہ "[1]

(اور میں نے اسی طرح ان (جصاص) کی کتاب کے بعض نسخوں میں دیکھا)

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری تک اس کتاب کے بعض نسخے پائے جاتے ہوں گے اور پھر اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک کے عرصہ میں یہ نسخے یا تو غائب رہے یا تقریباً نہ ہونے کے برابر تھے۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو البزدوی (متوفی ۴۸۲ھ)، عبدالعزیز البخاری (متوفی ۷۳۰ھ)، صدر الشریعہ (متوفی ۷۴۷ھ) اور ان کا طبقہ ضرور بلاواسطہ نقل کرتا۔ مگر ان کو یہ نسخے دستیاب نہیں ہوئے ہوں گے، اس لئے انہوں نے کتاب الجصاص سے نقل میں اصول السرخسی پر اعتماد و انحصار کو غنیمت جانا۔ کتاب "الفصول فی الاصول" حوادثِ زمانہ کا شکار رہی اور اس کتاب کے بعض اوراق جو "مقدمة الکتاب" اور "مبحث العام" کے اجزاء سے تھے ساقط و مفقود ہوگئے۔

"احکام القرآن" کے مقدمہ سے اشارہ ملتا ہے کہ "اصول الفقہ" احکام القرآن کا مقدمہ ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوسکتی ہے کہ احکام القرآن کے مقدمہ میں "اصول الفقہ" کے جن مشتملات پر محیط ہونے کا اشارہ کیا ہے ہم وہ سب کچھ آپ کی اس "اصول الفقہ" نامی کتاب میں پاتے ہیں۔ مثلاً "مقدمہ احکام القرآن" میں جصاص قواعدِ لغویہ کی معرفت کی کیفیت پر کلام کرتے ہیں جس کی بنا پر مجتہد نصوص کی قرآن و سنت سے تفسیر کی تعیین کرتا ہے۔ جس کا نام "طرق استنباط الاحکام" ہے[2]۔ اگر "اصول الفقہ" کتاب کو ایک علیحدہ کتاب مانا جائے تو پھر اس کا مقدمہ وہ ہوگا جسے جصاص کتاب کے آغاز میں لائے۔ وہ فرماتے ہیں :

---

[1] اصول السرخسی۔ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی متوفی ۴۹۰ھ، ۱/۱۲۵، تحقیق ابوالوفا الافغانی، دار المعارف النعمانیہ ۱۴۰۱ھ

[2] اصول الفقہ۔ ابوبکر جصاص ۳/۳۰ کچھ حذف و تغیر کلمات کے ساتھ۔

" اما بعد حمد الله ، والصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم : فهذه "فصول وأبواب في اصول الفقه " تشمل على معرفة طرق استنباط معانى القرآن واستخراج دلائله ، وأحكام الفاظه ، وما تتصرف عليه أنحاء كلام العرب ، والاسماء اللغوية ، والعبارت الشرعيه ، الله نسأل التوفيق لما يقربنا اليه ، ويزلفنا لديه ، انه ولى ذلك والقادر عليه " [1]

كتاب "الفصول" کی بعض ساقط یا مفقودہ نصوص .... حوادث زمانہ کا شکار بننے کے باعث اس کی بعض نصوص ساقط یا مفقودہ ہو گئیں۔ اس بارے میں عجیل جاسم النشمی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ "مبحث عام" سے مندرجہ ذیل نصوص ساقط یا گم شدہ ہیں :

۱۔ عام کی تعریف
۲۔ کیا لفظِ عموم کئی معانی کو شامل ہوتا ہے؟
۳۔ کیا لفظِ عموم احکام میں حقیقت ہوتا ہے ؟
۴۔ عام کا موجب قطعی ہے یا غیر قطعی ؟

ہر ایک کا دلائل کے ساتھ مختصراً تحقیقی جائزہ مندرجہ ذیل ہے :

۱۔ عام کی تعریف :

امام دبوسی اور سرخسی نے جصاص سے عام کی یہ تعریف نقل کی ہے :

" ان العام ما ينتظم جمعاً من الاسامي او المعاني " [2]

"وضاحت" : اور پھر اس نقل کے بعد اس کو غلط قرار دیا اور کہا : "وكان هذا منه غلطا في العبارة دون المذهب" [3]۔ اسی طرح امام کرخی نے بھی اس تعریف پر اعتراض کر کے اس کو غلط مانا اور جصاص کو اس سے بری الزمہ قرار دیا۔ مگر ان کے برعکس اسی پانچویں صدی ہجری کے ایک اور مشہور عالم صدر الاسلام ابوالیسر [4] (متوفی ۵۴۲ھ) اپنی کتاب "اصول الفقہ" میں اس تعریف کو جصاص کی طرف منسوب ثابت کرتے ہیں مگر اس میں سہو کا احتمال بھی مانتے ہیں اور عبدالعزیز البخاری نے اس تعریف کو صحیح قرار دیا ہے۔ [5]

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ تعریف جو ابوزید دبوسی اور سرخسی نے جصاص کی طرف منسوب کیں وہ ہمارے یہاں مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ بھی گمان نہیں کر سکتے کہ ان دونوں حضرات نے یہ غلط منسوب کر دیا ہوگا۔ امام النسفی نے ذکر کیا کہ جصاص ان میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ : "بان المعاني لها عموم " [6] امام سرخسی نے تو خود اشارہ کیا کہ " هكذا رايته في بعض النسخ " (میں نے خود اسی طرح بعض نسخوں میں دیکھا ہے)۔ شاید یہ کوئی دوسرا نسخہ جس میں المعانی کی قید نہ ہو۔

---

[1] حوالہ سابق ۴/۴۰

[2] اصول السرخسی ۔ ۱/۱۲۵، تقویم الادلۃ فی اصول الفقہ ، قاضی ابوزید دبوسی بحوالہ الفصول فی الاصول ، الجصاص ، ۱/۳۱ مذکور ہے۔

[3] تقویم الادلہ ۔ الدبوسی ۲/۱۵۲، کشف الاسرار امام بزدوی ، ۱/۳۶، الفصول فی الاصول ، الجصاص ، ۱/۱۳ او دیکھئے۔

[4] احمد بن محمد ابوالیسر صدر الاسلام بن عبدالکریم البزدوی ۔ کبار علمائے حنفیہ میں سے تھے۔

[5] کشف الاسرار بزدوی ۔ ۱/۳۶ وما بعدھا بحوالہ الفصول للجصاص ۱/۳۳

[6] كشف الاسرار للنسفی ۔ ۱/۱۱۱ بحوالہ الفصول للجصاص ۱/۳۲

۲۔ لفظ العموم ھل یتناول المعانی؟ کیا لفظ عموم کئی معانی کو شامل ہوتا ہے؟

امام سرخسی نے جصاص کا قول نقل کیا : "ان اطلاق لفظ العموم حقیقة فی المعانی والاحکام کما ھو فی الاسماء والالفاظ ویقال : عمھم الخوف وعمھم الخصب ، باعتبار المعنی فی غیر ان یکون ھناک لفظ "[1] امام سرخسی نے جصاص کے اس کلام کو خطا قرار دیا اور کہا کہ اس بارے میں مذہب حنفیہ یہ ہے : "انہ لاعموم للمعانی حقیقة ، وان کان یوصف بہ مجازا"[2] جبکہ ابن حاجب صاحب الثبوت اور قاضی دبوسی عموم میں معانی کے قائلین میں سے ہیں۔[3]

۳۔ لفظ العموم ھل ھو حقیقة فی الاحکام؟ (کیا لفظ عموم احکام میں حقیقت ہوتا ہے؟)

اس بارے میں سرخسی سے جصاص کا یہ قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا :

"وقد بینا قبل ذلک ان العموم یصح اطلاقہ فی الاحکام مع عدم اللفظ فیہ ، وذلک نحو قولہ تعالیٰ" یایھا النبی اذا طلقتم النساء "[4] فافتتح الخطاب بذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، والمراد سائر من یملک الطلاق للعدة ، وقال تعالیٰ : لئن اشرکت لیحبطن عملک [5] وقولہ تعالیٰ : ولا تکن للخائنین خصیما "[6] والمراد سائر المکلفین ".

موجودہ کتاب میں سے یہ نص ساقط ہے اور یہ مذہب حنفی کے خلاف ہے۔ اس کے باوجود بھی انہوں نے جصاص سے اس میں مناقشہ نہیں کیا اور بزدوی، عبدالعزیز بخاری اور نسفی نے جصاص کے اس قول کو نقل کیا اور سرخسی کی طرح سکوت اختیار کیا۔[7]

۴۔ موجب العام ھل ھو قطعی ام غیر قطعی؟ (عام کا موجب قطعی ہے یا غیر قطعی؟)

اس بارے میں جصاص کی رائے موجودہ کتابوں میں نہیں ملتی۔ مگر اصول کی دیگر کتب میں اس مسئلہ میں جصاص کی رائے منقول ہے، مثلاً عبدالعزیز البخاری، اصول البزدوی کی شرح میں لکھتے ہیں :

---

1. اصول السرخسی ۔۱/۱۲۵
2. اصول السرخسی۔۱/۱۲۵۔۱۲۶
3. حاشیہ سلم الوصول بشرح نہایۃ السوال، شیخ محمد بخیت المطیعی ۲/۳۱۲۔ الاحکام الامدی ۲/۵۳، ارشاد الفحول، الشوکانی ۱۱۲ کشف الاسرار البزدوی ۱/۳۳ کشف الاسرار ۱/۱۱۰ بحوالہ الفصول فی الاصول ، الجصاص ۱/۳۳
4. الطلاق : ۱
5. الزمر : ۶۵
6. النساء : ۱۰۵
7. الفصول فی الاصول ، ابو بکر جصاص ۱/۳۵

"اختلف أرباب العموم في موجب العموم، فعند الجمهور من الفقهاء والمتكلمين منهم موجبه ليس بقطعي، وهو مذهب الشافعي، واليه ذهب الشيخ ابو منصور ومن تابعه من مشايخ سمرقند، وعند عامة مشايخنا العراقيين منهم ابو الحسن الكرخي و ابو بكر الجصاص موجبه قطعي كموجب الخاص، وتابعهم في ذلك القاضي، الامام ابو زيد الدبوسي وعامة المتاخرين، منهم الشيخ البزدوي".[1]

(اصحاب عموم کا موجب عموم میں اختلاف ہے۔ان میں سے جمیع رفقہاء متکلمین کے نزدیک اس کا موجب قطعی نہیں ہے اوروہ مذہب شافعی ہے اوراسی کی طرف شیخ ابومنصوراور مشائخ سمرقند گئے اور مشائخ عراقیین میں سے ابوالحسن کرخی اورابوبکر جصاص کے نزدیک اس کا موجب خاص کے موجب کی طرح قطعی ہے اوراس کی پیروی قاضی،امام ابوزید دبوسی اور عام متاخرین میں سے شیخ بزدوی نے کی)۔

سعیداللہ قاضی نے "الفصول فی الاصول" کے "ابواب الاجتہاد والقیاس" پر تحقیق پیش کی۔وہ اس میں لکھتے ہیں :

"والمخطوطة في ايدينا، الفصول في الاصول في الحقيقة اول كتاب في اصول الفقه الحنفي، الفه ابو بكر الجصاص، وهذا هو جديد بالتقدير".[2]

(اور "الفصول فی الاصول" کا مخطوط جو ہمارے ہاتھ میں ہے درحقیقت حنفی اصول فقہ میں پہلی کتاب ہے جسے ابوبکر الجصاص نے تالیف کیا اوراسی لئے لائق قدروتحسین ہے)

وہ مزید لکھتے ہیں :

"كما اني قارنت هذه المخطوطة مع بعض العبارات الجصاص في احكام القران......
فما وجدت فيهما اى فرق الا في بعض الكلمات فقط".

(میں نے اس کے مخطوطہ کا "احکام القران" کی بعض عبارات سے تقابل کیا چونکہ "اصول الجصاص"، "احکام القران" کا مقدمہ ہے۔جس کا ذکر جصاص نے "احکام القران" کے مقدمہ میں بھی کیا اور کثیر عبارات نقل کیں تو میں نے ان دونوں (کی عبارات) کے مابین سوائے چند کلمات کے کوئی فرق نہیں پایا)

علامہ کوثری نے مقالات کوثری میں اور علامہ محمد یوسف بنوری نے علامہ کوثری کی کتاب "فقه اهل العراق وحديثهم" کی اضافت میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے...... ابن قیم نے اپنی کتاب "اعلام الموقعين" میں اصول جصاص کی عبارات نقل کی ہیں میں نے ان عبارات کا اس مخطوطہ کی عبارت سے موازنہ کیا تو مجھے ان دونوں میں سوائے بعض کلمات کے کوئی فرق نہیں لگا۔[3]

---

[1] کشف الاسرار،البزدوی،۱/۲۹۱،۱/۳۰۴،کشف الاسرار نسفی،۱/۱۹۴،اصول السرخسی،۱/۱۳۲،بحوالہ الفصول ۳۶۔۳۷

[2] الفصول فی الاصول،ابوبکر جصاص،"ابواب الاجتہاد والقیاس" تحقیق سعیداللہ قاضی۔ص ۲۔لاہور المکتبہ العلمیہ ۱۹۸۱ء

[3] حوالہ سابق۔ص ۳

ابو عبداللہ الشیرازی الشافعی (متوفی ۳۷۱ھ)

امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے پھر امیرانہ زندگی ترک کر کے زہد اختیار کیا، بڑے صوفی تھے۔ ابوالحسن اشعری بھی ان کے اساتذہ میں سے تھے اور شیخ الاشعریہ قاضی ابوبکر باقلانی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ تقریباً سو برس عمر پائی۔ اہلِ زمانہ میں اس قدر محبوب و مقبول تھے کہ سو مرتبہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

مؤلفاتِ اصولیہ......... انہوں نے "الفصول فی الاصول" تالیف کی[1]۔

ابو الحسن التمیمی الحنبلی (۳۱۷ھ۔۳۷۱ھ)[2]

فقیہ، اصولی، اور فرضی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ تحسیں حج ادا کیے۔ ابن خطیب نے لکھا: "و له تصنیف فی الفرائض وفی الاصول"[3]۔ (ان کی اصول و فرائض میں مصنفات ہیں)۔

ابوبکر الابھری المالکی (۲۸۹ھ۔۳۷۵ھ)[4]

زاہد و ثقہ تھے۔ بغداد میں قاضی القضاۃ کا منصب پیش کیا گیا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ مذہب مالکی کے رئیس و عظیم سرمایہ تھے۔ مخالفین اور ناقدین کا ادلہ و احکام کے دلائل سے شافی رد کرتے۔ جامع منصور میں ساٹھ برس تک تدریس و فتویٰ نویسی کی۔ ابوبکر السجستانی آپ کے شیخ ہیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ ابن ندیم نے کہا کتاب فی اصول "الفقہ" اور اسماعیل پاشا نے ہدیۃ العارفین میں لکھا کہ انہوں نے کتاب "الاصول فی الفقہ" تالیف کی۔ ۲۔ کتاب "اجماع اھل المدینۃ"[5]۔

الخلال بصری (متوفی ۳۷۷ھ) انہوں نے "کتاب الاصول" تالیف کی[6]۔

الصاحب بن عباد الشیعی (۳۲۵ھ۔۳۸۵ھ)

انہوں نے اصولِ فقہ میں "نھج السبیل فی الاصول" تالیف کی[7]۔

ابو القاسم الصمیری الشافعی (متوفی ۳۸۶ھ)

اصولِ فقہ میں کتاب "القیاس والعلل" تالیف کی[8]۔

---

[1] ابوعبداللہ محمد بن حنیف بن اسفکشاد الشیرازی، متوفی ۹۸۱ء، مفتاح السعادہ، طاش کبری زادہ، ۲/۱۷۶۔۱۷۷، شذرات الذہب، ابن العماد حنبلی، ۳/۷۶۔۷۷، الفتح المبین، المراغی، ۱/۲۰۶۔۲۰۷

[2] ابوالحسن عبداللہ بن حارث بن اسد التمیمی الحنبلی ۹۲۹ء۔۹۸۲ء) [3] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ، ۱۰/۳۶۱

[4] محمد بن عبداللہ بن محمد بن صالح بن عمر التمیمی الابہری (۹۰۱ء۔۹۸۵ء) بغداد میں وفات پائی۔

[5] کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۳، ھدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، ۶/۵۰، الفتح المبین، المراغی، ۱/۲۰۸، ۲۰۹

[6] ابوعمر احمد بن محمد بن حفص القاضی الخلال البصری، ھدیۃ العارفین، ۵/۶۸

[7] ابوالقاسم اسماعیل بن ابی الحسن عباد ابن العباس بن عباد الصاحب الطالقانی الشیعی، ھدیۃ العارفین، ۵/۲۰۹

[8] ابوالقاسم عبدالواحد بن الحسین بن محمد قاضی الصمیری۔ بغداد میں سکونت اختیار کی، الفتح المبین، المراغی، ۱/۲۱۰

ابن ابی زید القیروانی المالکی (۳۱۰ھ۔۳۸۶ھ) [1]

انہوں نے نثر و نظم کے ذریعے اپنے مذہب کی پُر زور حمایت کی اور غالباً وہ سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے اصول فقہ وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔ اسی لئے وہ مالکِ اصغر کہلاتے تھے اور اب تک انہیں مسائل دین میں سند مانا جاتا ہے۔ آپ کے اساتذہ نہ صرف افریقہ میں تھے بلکہ مشرق میں بھی بے شمار تھے جن سے انہوں نے سفرِ مکہ کے دوران استفادہ کیا تھا۔

مؤلفات اصولیہ.......... ان کی تیس تصانیف ہیں جن کا ذکر ان کے سوانح نگار کرتے ہیں۔ ان میں سے صرف تین کتابیں اب تک باقی ہیں۔ ان میں سے ایک اصولِ فقہ پر بھی کتاب ہے جس کا نام "الرسالة" ہے۔ مالکی اصول فقہ کا خلاصہ ہے جس کی تکمیل ۳۲۷ھ۔ ۹۳۹ء میں ہوئی۔ یہ رسالہ کئی بار قاہرہ سے طبع ہو چکا ہے [2]۔

المعافی النهروانی القاضی الجریری (۳۰۵ھ۔۳۹۰ھ) [3]

محمد بن جریر الطبری کے مذہب پر تفقہ حاصل کیا اس لئے جریری کہلائے۔ محمد بن اسحاق ابن الندیم کے معاصر ہیں اپنے زمانے کے سب سے زیادہ علم رکھنے والے شخص تھے۔ فقیہ، ادیب، شاعر، اصولی، نحو و لغت کے امام تھے۔ مذہب ابن جریر الطبری کے مجتہد تھے۔

مؤلفات اصولیہ.......... ابن ندیم نے ان کے اصول فقہ پر دو کتابوں کا ذکر کیا ہے جب کہ کشف الظنون میں ان کی صرف ایک کتاب (پہلی) کا ذکر ہے۔

۱۔ "كتاب التحرير والنقر (المنقر) في اصول الفقه"

۲۔ "كتاب الحدود والعقود في اصول الفقه" [4]

ابو نصر الفارابی (متوفی ۳۹۳ھ) [5]

ترک تھے، شہر فاران سے تعلق رکھتے تھے۔ لغہ و ادب میں امام اور کلام و اصول میں ید طولی رکھتے، حضر پر سفر کو ترجیح دیتے اور دنیا بھر کا سفر کیا، عراق، حجاز خراسان گئے۔ نیساپور میں قیام کیا، تدریس و تالیف کی خدمات انجام دیں یاقوت حموی نے ان کا تقریباً پندرہ صفحات میں تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے:

"وهو امام في علم اللغة والادب...... وهو...... من فرسان الكلام في الاصول، وكان يؤثر السفر على الحضر، ويطوف الآفاق". [6]

1۔ ابو محمد عبداللہ بن ابی زید عبدالرحمٰن المالکی النفری ۹۲۲ء یا ۹۲۳/ ۹۹۶ء۔ قیروان میں ولادت و وفات ہوئی۔

2۔ دائرۂ معارف اسلامیہ، ۱/ ۳۱۵، دانش گاہ پنجاب۔

3۔ ابو الفرج المعافی بن زکریا بن یحیٰ بن حمید بن حماد النہروانی القاضی الجریری (۹۱۷ء۔ ۹۹۹ء) معروف بہ ابن طراری

4۔ کتاب الفہرست، ابن الندیم، ص ۲۹۲۔ ھدیۃ العارفین اسماعیل باشا بغدادی، ۶/ ۴۶۳۔

5۔ ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھری الفارابی، متوفی ۱۰۰۳ء۔

6۔ لسان المیزان، شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ حرف (الف) ۱/ ۴۰۰، ۴۰۱ (۱۲۵۸)، حیدر آباد دکن مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۹ھ۔ معجم الادباء، یاقوت حموی، متوفی ۱۲۲۹ھ۔ بیروت دار التراث العربی ۶/ ۱۵۱۔۱۵۵ (۲۲)، معجم الاصولیین، مظہر بقا، ۱/ ۲۵۸، ۲۵۹ (۲۰۳)

اسماعیل الاسماعیلی الشافعی (۳۲۳ھ۔۳۹۶ھ)[1]

محدث، فقیہ، اصولی، متکلم اور عربی زبان کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ......... اصول فقہ میں "تهذیب النظر" تالیف کی۔ اسماعیل باشا نے "هدية العارفين" میں اس کتاب کا نام لئے بغیر ان الفاظ کے ساتھ ان کی اس کتاب کا تعارف کرایا: "كتاب كبير في اصول الفقه" (ان کی اصول فقہ میں ایک ضخیم کتاب ہے)[2]۔

ابن مجاهد الطائی المتکلم مالکی (متوفی ۴۰۰ھ تقریباً)[3]

متکلم، اصولی، فقیہ اور نظار تھے، کئی علوم پر دسترس رکھتے۔ اصحاب ابو الحسن اشعری میں سے ہیں۔ انہوں نے اصول میں مذہب مالکی پر کتاب تالیف کی[4]۔

سعد القیروانی المالکی (متوفی ۴۰۰ھ)[5]

فقیہ، اصولی، نحوی اور ممتاز فقہاء میں سے تھے، تقلید کی مذمت کرتے اور کہتے: "هو من نقص العقول، وانحطاط الهمم" (اور وہ (تقلید) نقص عقلی اور کم ہمتی کا نام ہے)۔ اصول میں انہوں نے کتاب "المقالات في الاصول" تالیف کی[6]۔

ابوالحسن القرشی (متوفی ۴۰۰ھ بعدہ)[7]

انہوں نے اصول میں کتاب "الرد على اهل القياس" تالیف کی[8]۔

---

[1] ابواسعد، اسماعیل بن احمد بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن العباس، الاسماعیلی الجرجانی الشافعی۔

[2] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۰۹/۶ (۳۳۵۴)، الوافی بالوفیات، صفدی ۱۱۱/۹، معجم الاصولیین، مظہر بقا، ۲۵۶/۱ (۱۹۹)۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۲۰۹/۵۔

[3] ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن یعقوب بن مجاہد الطائی المالکی، متوفی ۱۰۰۹ء۔ اصلاً مصری تھے اور بغداد میں مقیم تھے۔

[4] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۴۳/۱ (۲۶۱)، الفتح المبین ۲۱۳/۱۔

[5] ابوعثمان سعد بن محمد بن صبیح الغسانی القیروانی، متوفی ۱۰۰۹ء۔

[6] الفتح المبین، ۲۱۴/۱۔

[7] ابوالحسن علی بن عبداللہ بن عمران القرشی المخزومی المیمونی الشعی سے مشہور تھے۔

[8] ایضاح المکنون، ۵۵۵/۳۔

فصل پنجم

عہدِ عباسیہ کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی جائزہ

(پانچویں صدی کے آغاز سے سلطنتِ عباسیہ کے زوال تک)

دینی اور سیاسی صورت حال کا مختصر جائزہ :

یہ زمانہ خاص خاص مذاہب کی پابندی اور ان کی تائید اور مناظرہ وجدال کی اشاعت کا زمانہ ہے مغرب (اندلس) میں عبدالرحمن ناصر اموی پہلے ہی دولت عباسیہ کی کمزوری دیکھ کر امیر المومنین کا لقب اختیار کر چکے تھے۔ مشرق سے ال سلجوق حرکت میں آئے اور فتح کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو کچل ڈالا۔ مثلاً خراسان میں دولت غزنویہ کی غزنی ریاستوں کو شکست دی اور تمام مشرق پر قابض ہو گئے اور بغداد میں اس وقت بنو عباس کا صرف نام تھا اور تمام اختیارات پر دولت بنی بویہ کی حکمرانی تھی سلاجقہ نے ان کی حکومت کا خاتمہ کر کے اختیارات کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مگر بنی عباسیہ کے نام کو باقی رہنے دیا اور ان کے قائم مقام رہ کر کام کرتے رہے اور پھر بغداد کے مغربی حصہ پر تسلط حاصل کرنے کے بعد وہ جزیرہ اور وسط ایشیاء پر قابض ہو گئے پھر انہوں نے فاطمین سے ملک شام لے لیا اور سوائے مصر اور اس کے عقب میں واقع بلادِ مغرب کے تمام اسلامی ممالک میں ان کا قبضہ ہو گیا۔

اندلس میں نہضتِ علمی کا دور دورہ تھا اور وہاں پر اٹھنے والی علمی تحریک نے مغرب تک کو بھی اپنی علمی افکار سے منور کر دیا تھا۔ ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) اور ابو الولید باجی (متوفی ۴۵۰ھ) اسی زمانہ کے علماء ہیں جب اندلس میں اموی خلافت مستحکم و وسیع ہوئی تو اس کے ساتھ ہی بہت سے علماء نے اپنے علوم کی نشر و اشاعت اور اموی خلفاء کی علم دوستی کی بناء پر یہاں کا رُخ کیا۔ علم کی ترویج و اشاعت کا سہرا عبدالرحمن ناصر کے سر ہے جو پچاس برس (۳۰۰ھ۔۳۵۰ھ) تک حکمران رہا اور پھر اس کے بیٹے الحکم نے عباسی خلیفہ مامون کی طرح ترویج علم پر خصوصی توجہ مرکوز کی۔ مشرقی ممالک سے علماء و کتب منگوائیں، لائبریریاں قائم کیں۔ ۴۲۲ھ میں فوج نے ہشام المعتد باللہ کو تخت خلافت سے اُتار دیا اور وہ "لاردہ" نامی مقام کی طرف بھاگ گیا اور ۴۲۸ھ میں اسی جگہ فوت ہوا۔ اس کے فوت ہونے کے ساتھ ہی کرہ ارض سے اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب اندلس میں خلافت کا شیرازہ بکھر گیا اور طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا۔ عربی، عجمی اور بربر رؤساء اور امراء اندلس کی جانب چل پڑے اور اس کے حصے بخرے کر کے آپس میں تقسیم کر لئے مصر میں فاطمین خلفاء امیر المؤمنین کہلوائے۔ ۳۶۱ھ میں جامعۃ الازہر کی بنیاد انہوں نے رکھی تاکہ شیعہ اساتذہ و فلاسفدان کے مذہب کی باطنی تعلیم کے مرکز کے طور پر وہاں اپنا مشن جاری رکھ سکیں۔ ازہر کے فارغ التحصیل تربیت یافتہ شیعہ مختلف شہروں میں مذہب کی اشاعت کرتے۔

دوسری طرف سلاجقہ کی جماعت کے منتشر ہوتے ہی دوسری ترکی حکومت قائم ہوگئی جو دولت اتابکیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ مشرق و مغرب میں پھیل گئے ان ہی کی نسلوں میں سے ایک شخص محمود نورالدین کے ہاتھوں مصر کی دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا اور مصر میں دوبارہ عباسیوں کا غلبہ ہوگیا۔ اس کے بعد محمود نورالدین کے سپہ سالار صلاح الدین یوسف ابن ایوب کی حکومت قائم ہوگئی لیکن چھٹی صدی کے آخر میں مشرق اقصیٰ میں خوارزم شاہ کی حکومت قائم ہوگئی اور بغداد کے قریب تک آپہنچی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں چنگیز خان کی قیادت میں مغلوں کا سیلاب اُمڈ آیا اور ساتویں صدی کے شروع میں ان کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو انہوں نے گرا ڈالا۔ چنگیز خان کو پوری امید تھی کہ آخر کار پوری دنیا اس کے اور اس کی اولاد کے زیر نگین آجائے گی اس لئے اس نے پوری دنیا کو چار حصوں میں اپنے چار لڑکوں کے درمیان تقسیم کردیا۔ جوجی، چغطائی اور اوکدائی اور تولی خان اور پھر ایک بیٹے کو مغربی حصہ دریا تک دے دیا اور دوسرے کو مشرقی حصہ چین تک دے دیا اور شمال اپنے تیسرے بیٹے کو دیا اور اپنی اصلی سلطنت اپنے بیٹے چغطائی کو دے دی اور اس نے یہ حساب لگایا کہ اس کے بیٹے اقصیٰ مشرق میں سواحل چین تک اور اقصیٰ مغرب میں بحر روم کے سواحل تک کے مالک بن جائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد ہی چنگیز خان کا پوتا ہلاکو خان بغداد میں اس کی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا جو عالم اسلام کا دارالخلافہ تھا۔ اس نے آخری عباسی خلیفہ مستعصم کو ۲۰/ محرم ۶۵۶ھ کو قتل کردیا اور تمام ہلاکت و بربادی کے بعد بغداد ایک ایسی حکومت کا دارالسلطنت بن گیا جس کا بظاہر کبھی کوئی آسمانی مذہب نہیں تھا جس کے قوانین ہلاکو کے دادا چنگیز خان نے وضع کیے ہوئے تھے جو کاسہ کے نام سے مشہور تھے۔

اس زمانے میں مصر میں دولت ایوبیہ کا خاتمہ ہوچکا تھا اور ان کی جگہ صالح نجم الدین کی مدد سے ترکی نسل کے غلاموں نے لے لی تھی۔ چنانچہ ان کے چوتھے بادشاہ ملک ظاہر بیبرس بندقداری نے عباسیوں کی نسل میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلی جو اس کے زمانے میں مصر سے آیا تھا اور اس کو عباسی خلیفہ تسلیم کیا اس خلیفہ نے اس کو مصر اور اس کے ملحقات کا بادشاہ بنادیا اور اسی وقت سے بغداد کی جگہ قاہرہ نے لے لی جس میں ایک برائے نام عباسی خلیفہ تھا اور سلطان تھا جو صاحب حکم تھا جیسا کہ بنی بویہ اٰل سلجوق کے زمانہ میں بغداد کا حال تھا[1]۔

سقوطِ دولتِ عباسیہ کے بعد اسلامی دنیا کی حالت پر ایک نظر:

۱۔ غرناطہ (اندلس) میں دولت بنی نصر قائم تھی جس کی بنیاد محمد الغالب باللہ بن نصر نے رکھی۔ (۶۲۹۔۶۷۱ھ)

۲۔ شمالی افریقہ میں دولت موحدین تھی جو ابو حفص عمر المرتضیٰ ابن اسحاق بن ابی یعقوب یوسف بن عبدالمومن نے قائم کی تھی۔ (۶۴۶ھ۔۶۶۵ھ)

۳۔ جزائر میں دولت زیانیہ تھی یغمراسن بن زیان اس کے مؤسس تھے جو بانی وطن بھی تھے۔ (۶۴۳ھ۔۶۸۱ھ)

۴۔ تونس میں دولت حفصیہ قائم تھی ابو عبداللہ محمد المستنصر باللہ ابی زکریا یحیٰ بن عبدالواحد بن ابی حفص اس کے روح رواں تھے۔ (۶۴۷ھ۔۶۷۵ھ)

---

[1] محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، (الدولۃ العباسیہ) محمد الخضری بک۔ ص۴۷۴، ۴۷۵۔ ملخص، مصر، مکتبہ تجاری الکبری سنہ ندتاریخ التشریع الاسلامی، شیخ محمد الخضری بک۔ ص۲۳۳، ۲۳۵۔ ملخص، مصر المکتبہ التجاریہ الکبری طبع تاسعہ ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء۔

۵۔ مراکش میں دولت مرینیہ تھی جو ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق کے دم سے قائم ہوئی۔ (۶۵۶ھ۔۶۷۵ھ)

۶۔ مصر میں دولت ممالیک البحریہ تھی۔ منصور نور الدین علی ابن المعز عزالدین ایبک اس کے بانی تھے۔ (۶۵۵ھ۔۶۵۸ھ)

۷۔ یمن میں دولت رسولیہ تھی جس کے روح رواں مظفر بن یوسف بن منصور عمر بن علی بن رسول تھے۔ (۶۴۷ھ۔۶۷۴ھ)

۸۔ صنعاء میں ائمہ زیدیہ المتوکل شمس الدین احمد کی حکومت تھی۔ (۶۵۶ھ۔۶۸۰ھ)

۹۔ روم میں سلاجقہ رکن الدین قلیج ارسلان رابع کی حکومت تھی۔ (۶۵۵ھ۔۶۶۶ھ)

۱۰۔ ماردین میں دولت ارتقیہ قائم تھی جس کے بانی نجم الدین غازی سعید تھے۔ (۶۳۷ھ۔۶۵۸ھ)

۱۱۔ فارس میں دولت اتابکیہ سلغریہ قائم تھی ابوبکر بن سعد بن زنگی بن موودو اس کے بانی تھے۔ (۶۴۳ھ۔۶۵۸ھ)

۱۲۔ بلورستان میں دولت اتابکیہ ہزار سپیہ قائم تھی۔ وکلاء بن ہزار سب اس کے بانی تھے۔ (۶۵۰ھ۔۶۵۷ھ)

۱۳۔ کرمان میں دولت قتلغ خان تھی جس کے بانی قتلغ خاتون تھے۔ (۶۵۵۔۶۸۱) [۱]

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ علمی حالات ان انقلابات میں سیاسی حالات کے تابع نہ رہے بلکہ وہ ترقی کرتے رہے خصوصاً مشرق میں سلجوقیوں کے زمانے میں مصر اور فاطمی حکومت کے زمانے میں بڑے بڑے علماء اور مفکر پیدا ہوئے اور شریعت اسلامی میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے البتہ اس کا اعتراف ضروری ہے کہ شریعت میں استقلال کی روش سیاسی ضعف کی وجہ سے کمزور ہوتی گئی اور وہ روح عالیہ جو ائمہ اربعہ، داؤد بن علی، محمد بن جریر طبری اور ان کے ساتھیوں میں کام کر رہی تھی اس میں، بجز معمولی اثرات کے کچھ باقی نہ رہا امام ابو حنیفہ نے اپنے اسلاف سے متعلق کہنا سیکھا تھا کہ وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں اور وہ روح جو امام مالکؒ میں کام کر رہی تھی۔ بجز رسول اللہ ﷺ کے کوئی ذات ایسی نہیں کہ جس کے قول کو ہم قبول کریں یا رد کریں اور ان کے غیروں میں بھی جو روح کام کر رہی تھی جس کی بناء پر وہ اس قسم کے اقوال کرتے ان کی جگہ وہ روح آ گئی جس کو ہم روحِ تقلید کا نام دیتے ہیں [۲] تو اس طرح چوتھی صدی ہجری کے وسط سے اجتہاد کا جو سایا آہستہ آہستہ سمٹنا شروع ہوا تھا وہ تقلید کے غلبہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور مجتہد علماء میں واضح کمی نظر آنے لگتی ہے۔

پانچویں و چھٹی صدی ہجری کے اصولیین کے مراکز:

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے چند مشہور اصولیین اور ان کی خدمات کے مراکز مندرجہ ذیل ہیں جہاں سے انہوں نے علمی تحریک کو پروان چڑھایا اور اصول فقہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

☆ ابو اسحاق اسفرائینی شافعی۔ ان کی عملی تحریک اسفرائین اور نیشاپور میں رہی جو بلادِ فارس میں ہے۔

۱۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، شیخ محمد الخضری بک۔ ص ۴۸۳۔

۲۔ تاریخ التشریع میں الاسلام، شیخ محمد الخضری بک محمد۔ ص ۲۳۵، ۲۳۶ ملخص، مصر المکتبۃ التجاریۃ الکبری طبع تاسعہ۔ ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء

☆ ابوعمر الطلمنکی مالکی اندلس میں پیدا ہوئے وہاں سے قرطبہ، مصر، مر.. ، مرسیہ اور سرقسطہ آئے ان تمام مقامات پر علم کی شمع روشن کرتے رہے۔

☆ ابوزید دبوسی حنفی نے بخاری کے قریب ایک گاؤں میں نشوونما پائی ان کی علمی تحریک کے مراکز سمرقند و بخاری تھے۔

☆ ابن حزم ظاہری نے اندلس کے دارالخلافہ قرطبہ میں نشوونما پائی اور انہیں حلقوں میں اپنے مذہب کی ترویج واشاعت کی وہ ابتداء شافعی مسلک رکھتے تھے پھر مذہب ظاہری اختیار کرلیا۔

☆ ابوالولید باجی مالکی کا تعلق اندلس کے ایک شہر بطلیوس سے تھا۔ حجاز، بغداد، دمشق، موصل ومصر کے علمی اسفار کئے اور پھر واپس باجہ لوٹ آئے اور ان اسفار میں وہ فروغ علم میں برابر کوشاں رہے۔

☆ ابواسحاق شیرازی شافعی نے شیراز میں آنکھ کھولی بغداد جاکر تعلیم و تعلم، تصنیف وتالیف میں مصروف ہوئے وہیں وفات پائی۔

☆ امام الحرمین جوینی شافعی کا نیشاپور سے ظہور ہوا حجاز، مکہ ومدینہ تشریف لے گئے بغداد کا بھی سفر کیا زندگی کے آخری ایام نیشاپور میں خدمت علم میں گزارے۔

☆ علی بن محمد البزدوی حنفی نے سمرقند، نسف اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں شہرت پائی وہاں علمی ذوق وشوق بیدار کیا اصول فقہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

تقلیدی رجحان کی عکاسی پر دو کتابوں کے اسالیب سے مثالیں :

۱۔ ابوزید دبوسی حنفی نے اصول فقہ پر کتاب " تاسیس النظر "میں ان اصول پر کلام کیا جس میں امام ابوحنیفہ وصاحبین کا امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف کا امام محمد سے، امام ابوحنیفہ وامام محمد کا امام ابویوسف سے، امام ابویوسف کا امام محمد سے، امام محمد وامام حسن بن زیاد اللولوی کا امام زفر سے، حنفی ائمہ فقہ امام ابویوسف، امام محمد وزفر کا امام مالک سے، حنفی ائمہ امام محمد زفر، حسن بن زیاد کا قاضی ابن ابی لیلی سے اور حنفی ائمہ کا امام شافعی سے اختلاف ذکر کیا.......... اس مثال سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اس قسم کے رجحانات میں اضافہ ہو چکا تھا۔

۲۔ امام الحرمین جوینی شافعی کی اصول فقہ پر مشہور کتاب " الورقات " اسی دور کی تصنیف ہے وہ اپنی اس کتاب میں حقیقت مجاز، اس کی انواع، کتاب وسنت، قیاس اور اس کی اقسام، استصحاب، مفتی ومستفتی کی شروط پر بحث سے فارغ ہونے کے بعد تقلید واجتہاد کے بیان پر اپنی کتاب کا اختتام کرتے ہیں اس میں فرماتے ہیں " لیس للعالم ان یقلد" (عالم کے لئے تقلید کرنا مناسب نہیں ہے) اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات بہت عام ہوتی جارہی تھی۔

چھٹی صدی ہجری کے چند اصولیین اور ان کے علمی مراکز پر ایک طائرانہ نظر:

حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی، عبداللہ بطلوسی مالکی، ابوالحسن ابن زاغونی حنبلی، صدرالشہید حنفی، ابن رشد حفید مالکی، ابن جوزی حنبلی اس صدی کے ممتاز اصولیین تھے۔

☆ امام غزالی کا موطن خراسان (طوس) تھا مگر ان کی علمی سرگرمیاں نیشاپور، بغداد، حجاز، شام، دمشق، بیت المقدس، مراکش وغیرہ میں نظر آتی ہیں۔

☆ بطلیوسی اندلس میں پیدا ہوئے، بلادِ اندلس میں ان کی سرگرمیاں نمایاں رہیں۔

☆ زاغونی نے عراق میں خدمات انجام دیں۔

☆ صدر الشہید کی علمی سرگرمیاں سمرقند، بخاری اور ماوراء النہر جیحون میں نمایاں ہیں۔

☆ ابن رشد حفید بلادِ مغرب میں شہرت رکھتے: " بداية المجتهد ونهاية المقتصد " کے بھی مؤلف ہیں اس کتاب میں احکام فرعیہ جو کتاب وسنت اور اجماع سے مستدل ہیں اس پر سیر حاصل بحث کی۔

اصولیین کا تعارف وخدمات :

ابوالقاسم اسماعیل البیھقی (متوفی ۴۰۲ھ)[1]

اصول میں اپنے وقت کے امام تھے۔

مؤلفات اصولیہ.......... انہوں نے اصول فقہ میں " الینابیع " نامی کتاب لکھی جو کثیر الفوائد ہے۔[2]

ابوعبداللہ الوراق حنبلی (متوفی ۴۰۳ھ)[3]

سلطان اور عوام میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے حنابلہ کے مدرس، فقیہ ومفتی تھے۔

مؤلفات اصولیہ.......... انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[4]

قاضی ابوبکر الباقلانی المالکی (متوفی ۴۰۳ھ)[5]

اصولی، متکلم تھے۔ مذہب اہل السنّت کے متکلمین میں سے تھے اور اشعری طریقہ سے وابستہ تھے اور امام الاشاعرۃ کے مرتبہ پر فائز تھے۔ ابن خلکان نے لکھا :

" وانتهت اليه الرياسة في مذهبه وكان موصوفا بجودة الاستنباط "

(ان کے مذہب کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی، استنباط کی عمدہ صلاحیت رکھنے کی صفت سے متصف تھے)

---

1. شمس الائمہ ابوالقاسم اسماعیل بن حسین بن عبداللہ البیہقی متوفی ۱۰۱۲ء
2. الطبقات السنیہ ۱۸۳/۲ (۴۹۲)، معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ ۲۶۳/۲ دمشق المکتبہ العربیہ ۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۷ء، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱۵۸/۱ (۲۰۲) مکۃ المکرمہ جامعہ ام القری سن ند۔
3. ابوعبداللہ حسن بن حامد بن علی بن مروان الوراق متوفی ۱۱۰۲ء مکہ کے قریب وفات پائی۔
4. تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۳۰۳/۷ (۳۸۱۶)، بیروت دار الکتب العلمیہ سن ند، الفتح المبین، المراغی ۲۲۰/۱، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۳۹/۲ (۲۷۰)
5. ابوبکر محمد بن الطیب بن محمد بن جعفر بن القاسم باقلانی البصری، بغداد میں وفات پائی، الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ ۱۷۲/۱ (۱۸۰۹)، مکۃ المکرمہ مصطفیٰ احمد الباز ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۳ء۔

ابن کثیر کے مطابق یہ اپنی زندگی کے طویل عرصہ اس وقت تک نہیں سوتے جب تک بیس صفحات نہیں لکھ لیتے جس کی وجہ سے بہت سی کتب تصنیف ہو گئیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ امالی اجماع اهل المدینه : ۲۔ المقنع فی اصول الفقه[1]

۳۔ التمهید فی اصول الفقه[2]

حسن نیشاپوری الشافعی (متوفی ۴۰۵ھ)[3]

اصول فقہ ولغت عربیہ میں کمال رکھتے تھے۔ طریق صوفیہ پر چلتے اپنے زمانے کے زاہد اور عالم تھے مذہب شافعی القفال اور الحصیری وغیرہ سے حاصل کیا۔[4]

ابن فورک الشافعی الاشعری (متوفی ۴۰۶ھ)[5]

فقیہ، متکلم، اصولی، ادیب نحوی، واعظ تھے۔ عراق میں اقامت اختیار کی وہاں علی بن حسن الباحلی سے اشعری مذہب کی تعلیم حاصل کی تکمیل تعلیم کے بعد رے اور نیشاپور آئے جہاں امیر ناصر الدولہ ابوالحسن نے ان کے لئے مدرسہ تعمیر کروایا وہیں تدریس انجام دی۔ اصول فقہ، اصول الدین اور معانی القران پر تقریباً سو کتابیں تصنیف کیں۔ ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے کہ انہوں نے الکعبی کی اصول میں کتاب " اوائل الادلة " کی شرح لکھی۔

اصول میں آراء...... الاسنوی نے منہاج البیضاوی کی شرح کرتے ہوئے ان کی آراء نقل کی ہیں۔ سیف الدین الامدی نے الاحکام میں اور ابن السبکی نے جمع الجوامع میں ان کی آراء نقل کیں۔ ان کے علاوہ دیگر اصولیین نے بھی ان کی آراء نقل کی ہیں۔[6]

ابوحامد الاسفرائینی الشافعی (۳۴۴ تا ۴۰۶ھ)[7]

فقیہ اصولی ہیں، اپنے زمانہ کے امام تھے۔ مسجد عبداللہ بن المبارک میں تدریس وافتاء کے لئے بیٹھے تو آپ کا حلقہ درس تشنگان علم سے بھرا رہتا جن کی تعداد چار سو سے سات سو تک ہوتی۔ ابن خطیب نے لکھا کہ لوگ کہتے ہیں " لوراه الشافعی لفرح به" (اگر امام شافعی انہیں دیکھ لیتے تو ضرور خوش ہوتے)۔

۱۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۲۸۱/۱، مصر مطبعۃ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ، الفتح المبین، المراغی ۲۲۲/۱-۲۲۳۔

۲۔ کشف القناع المرنی عن مہمات الاسامی والکنی، بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵/ھ، ص ۳۵۷۔ فہرست الکتب السعودیہ جامعۃ الملک عبدالعزیز ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳ء۔ ۳۔ ابوعلی حسن بن علی الدقاق نیشاپوری متوفی ۱۰۱۵ء۔ ۴۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۳/۴۷ (۲۷۸)۔

۵۔ ابوبکر محمد بن الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی متوفی ۱۰۱۵ء، غزنہ میں وفات اور نیشاپوری میں تدفین ہوئی۔ الاعلام بوفیات الاعلام الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ۲۷۵/۱ (۱۸۲۵)۔ ۶۔ ھدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۶۵/۶ دار الفکر ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء وفیات الاعیان ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۴۸۲/۱، مصر مطبعۃ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ، الفتح المبین، المراغی ۲۲۶/۱۔

۷۔ ابوحامد احمد بن ابوطاہر محمد بن احمد (۹۵۵ء/۱۰۱۵ء) بغداد میں وفات پائی الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۲۷۳/۱ (۱۸۲۰)۔

مؤلفات اصولیہ اور آراء..........آپ نے اصول فقہ پر کتاب تصنیف کی مگر وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ اصول فقہ کی کتب میں آپ کی آراء و اقوال ملتے ہیں جن پر بہت سے مسائل میں اعتماد کیا گیا ہے۔[1]

احمد الخزاعی الشیعی (۴۰۶ھ تک زندہ تھے)

رے میں وارد ہوئے تھے فقیہ و محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ..........انہوں نے اصول میں کتاب "المفتاح" تالیف کی۔[2]

عبدالواحد بن محمد المقدسی حنبلی (متوفی ۴۰۶ھ)

فقیہ، اصولی اور واعظ تھے رحبہ اور شام کے علمی اسفار کیے۔

مؤلفات اصولیہ..........ابویعلی حنبلی نے طبقات الحنابلہ میں لکھا:

"وله تصنيف في الفقه والوعظ والاصول"[3]

(فقہ، وعظ اور اصول میں ان کی تصنیف ہیں)

احمد بن شاکر القطان الشافعی (متوفی ۴۰۷ھ)

اصول فقہ میں "كتاب المطارحات" تالیف کی۔[4]

احمد بن المحاملی الشافعی (۳۶۸ھ۔۴۱۵ھ)

مؤلفات اصولیہ..........انہوں نے اصول میں کتاب "تحرير الادلة" تالیف کی۔[5]

قاضی القضاۃ عبدالجبار المعتزلی (۳۵۹ھ۔۴۱۵ھ)[6]

فقیہ، اصولی، متکلم، مفسر اور اپنے زمانے کے اصول میں مذہب معتزلہ کے امام تھے۔ فروع میں مذہب شافعی سے اخذ کرتے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمر رضا کحالہ نے لکھا "كان مقلداً الشافعي في الفروع وعلى رأس المعتزلة في الاصول"۔

---

[1] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۳۶۸/۳۔۳۶۹ (۲۲۳۹)، وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، الفتح المبین، المراغی ۲۲۱/۱۔۲۲۵، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱۹۶/۱ (۱۴۴)۔

[2] احمد بن الحسین بن احمد الخزاعی النیشاپوری الشیعی ۱۰۱۵ء تک زندہ تھے معجم الاصولیین۔ مظہر بقا ۱۱۰/۱ (۷۶)۔

[3] ابوالفرج عبدالواحد بن محمد الشیرازی المقدسی، بغداد میں وفات پائی، طبقات الحنابلہ، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلیٰ ۲۲۸/۲، ۲۲۹ (۶۸۵) بیروت دارالمعرفہ سنہ ندارد۔

[4] ابوعبداللہ محمد بن احمد بن شاکر القطان المصری، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۰/۶، الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ۲۷۵/۱ (۱۸۲۷)۔

[5] احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الضبی ابوالحسن بن المحاملی (۹۴۸ء/۱۰۲۴ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی۔ الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ ۲۸۰/۱ (۱۸۶۳)، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱۹۷/۱ (۱۴۵)۔

[6] قاضی القضاۃ عماد الدین ابوالحسن عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار بن احمد بن الخلیل بن عبداللہ الاسد آبادی الہمذانی (۹۷۰ء/۱۰۲۵ء) بغداد میں وفات پائی، الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۲۷۹/۱ (۱۸۵۶) اس میں تاریخ وفات ۴۱۴ھ مذکور ہے۔

صاحب الرسالۃ المستطرفۃ نے لکھا :

"ذی التصانیف السائرۃ وذکرہ شائع فی الاصول".

(بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور اصول میں ان کا ذکر شائع ہے)۔

ان کا شمار بصرہ کے معتزلہ اور اصحاب ابی ہاشم میں ہوتا ہے ابوالحسن بصری آپ کے شاگرد تھے۔ اصول فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تالیف کیں۔

۱۔ "العمد" : یہ کتاب اصول فقہ کا ایک موسوعہ ہے اس کتاب میں ادلہ لاتے ہیں۔ اعتراضات کے رد میں مختلف طریقوں سے جوابات لاتے ہیں۔ اس کتاب کی بدولت ان بہت سی اصولیین کی آراء محفوظ ہوگئی ہیں جن کی کتب ناپید ہوچکی ہیں" العمد" اصول فقہ پر آپ کی پہلی کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی کتاب "المغنی" میں شامل "کتاب الشرعیات" سے بہت سا مواد شامل کیا ہے۔ علم الکلام میں اس کتاب "المغنی" کو بیس سال کی طویل جدوجہد کے بعد مکمل کیا جو تیرہ ہزار اوراق اور بیس ضخیم جلدوں پر محیط تھی۔ اس کی تالیف کا آغاز ۳۶۰ھ میں کیا اور اختتام ۳۸۰ھ میں ہوا۔ اس کی چودہ جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں" العمد" اصول فقہ کے تمام ابواب پر مشتمل پہلی کتاب تسلیم کی جاتی ہے اور جو کتب اساسیہ میں شمار ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قاضی عبدالجبار کے ایک ہمعصر ابوبکر محمد بن الطیب الباقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) نے بھی فن اصول فقہ کے جمیع ابواب پر مشتمل ایک کتاب لکھی تھی اب وہ مفقود ہے۔ اس کی تلخیص امام الحرمین نے کی جو موجود ہے[1]۔ امام بدرالدین زرکشی شافعی (متوفی ۷۹۴ھ) اصولیین اور ان کی کتب کو تاریخی تناظر میں پیش کرتے ہوئے قاضی باقلانی مالکی (متوفی ۴۰۳ھ) اور قاضی عبدالجبار معتزلی کی خدمات کو ان الفاظ سے سہراتے ہیں :

"وجاء من بعده ای الشافعی .فبینوا واوضحوا وابسطوا وشرحوا حتی جاء القاضیان قاضی السنة ابوبکر بن الطیب[2] وقاضی المعتزلة عبدالجبار ،فوسعا العبارات ،وفکاالاشارات ، وبینا الاجمال ،ورفعاالاشکال ".[3]

(اور جو امام شافعی کے بعد آئے انہوں نے اس (علم کی شرح وبسط کے ساتھ تبیین وتوضیح کی یہاں تک کہ دو قاضی، قاضی السنۃ ابوبکر بن الطیب اور قاضی المعتزلہ عبدالجبار آئے۔ ان دونوں حضرات نے عبارات کو توسع بخشا، اشارات کو کھولا اور اجمال کی تفصیل بیان کی اور اس میں پائے جانے والے اشکال کو دور کیا)۔

---

[1] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۱/۱۱۳، تاریخ طبری حوادث سنہ ۳۸۵، الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ، شیخ محمد جعفر الکتانی متوفی ۱۳۴۵ھ، ص ۱۳۱ کراچی نور محمد کتب خانہ ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء، معجم الادباء، یاقوت حموی (۱۱۷۹ھ۔ ۱۳۰۹ھ) ۲۹۹/۶ بیروت دار احیاء التراث العربی سنہ، معجم المولفین، رضا کحالہ ۸/۵۷۔

[2] ابوبکر محمد بن طیب بن محمد القاضی ابوبکر الباقلانی البصری المالکی الاشعری متوفی ۴۰۳ھ۔

[3] البحر المحیط، بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی الشافعی متوفی ۷۹۴ھ ۵/۱، مصر دار الکتب سنہ ند۔

العمد پر تحقیق :

اس کے تین ابواب الاجماع والقیاس والاجتہاد پر محمد جمال الطوانی (تطوان۔المغرب) نے تحقیق پیش کی اور دراسات اسلامیہ میں دراسات علیا میں ڈپلومہ حاصل کیا[1]۔اسی طرح قاضی عبدالجبار کی کتاب "العمد" کے دوسرے نصف پر دکتور،عبدالحمید زنید کی تحقیق جاری ہے۔[2]

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے عبدالجبار معتزلی کی اصول فقہ پر اساسی کتاب کا نام العہد بتایا ہے[3]ہو سکتا ہے کہ یہ ایک الگ کتاب ہو جو "العمد" سے بھی پہلے تالیف کی ہو اور اس کی شرح ابوالحسین بصری نے کی ہو جوان کے شاگرد ہیں۔اس کتاب کی اہمیت وافادیت سے بلا شبہ انکار نہیں پھر بھی ابوالحسین بصری معتزلی نے "المعتمد" کے مقدمہ میں "العمد" کے عیوب بتائے۔وہ کہتے ہیں کہ عبدالجبار کی کتاب "العمد" کی میں نے شرح لکھی اب اس کے بعد "المعتمد" کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"أني سلكت في "الشرح" مسلك الكتاب في ترتيب أبوابه وتكرار كثير من مسائله، وشرح أبواب لاتليق باصول الفقه من دقيق الكلام".[4]

(شرح (العمد) میں میں نے کتاب کے ابواب کی ترتیب کے طریقے کو اختیار کیا باوجود اس کے کہ کثیر مسائل میں تکرار تھا اور کئی ابواب کی شرح دقت کلام کے باعث اصول فقہ کے لائق نہیں تھی)

۲۔ النهاية : اس کتاب کو قاضی عبدالجبار نے شرعیات میں شامل کر دیا تھا ابوالحسین بصری نے "المعتمد" میں دو مقامات پر اس سے استفادہ کیا ہے۔[5]

۳۔ الشرح یا شرح العمد : ابوالحسین بصری نے اپنی کتاب "المعتمد" میں تقریباً چالیس مقامات پر اس سے نقل کیا ہے،اور وہ ان الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں :

"قال قاضي القضاة في الشرح".[6]

۴۔ الدرس : ابوالحسین اپنی کتاب "المعتمد" میں "الدرس" کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "قال قاضي القضاة في الدرس" (قاضی القضاۃ نے "الدرس" میں کہا) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ قاضی القضاۃ کی "الدرس" نامی کتاب تھی اس میں کہا۔یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ دوران تعلیم "الدرس" میں کہا اور وہیں سے سن کر نقل کر لیا ہو۔[7]

---

[1] معجم الاصولیین،مظہر بقا ۱۵۵/۲ (۳۹۰)۔ [2] حوالہ سابق۔

[3] مقدمہ ابن خلدون،عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ،ص ۴۵۵ھ،بغداد مکتبۃ المثنی س ن د۔

[4] المعتمد فی اصول الفقہ،ابوالحسین محمد بن الطیب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ۔۱۰۴۴ء) ۳/۱،تقدیم شیخ خلیل المیس،بیروت لبنان دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء۔

[5] تحقیق مقدمہ علی شرح العمد لابی الحسین معتزلی،عبدالحمید بن علی ابوزنید ۴۲/۱،مدینۃ المنورہ مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔

[6] شرح العمد،ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی متوفی ۴۳۶ھ،۴۲/۱۔تحقیق و دراسۃ عبدالحمید علی ابوزنید،مدینہ المنورۃ مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔ [7] حوالہ سابق۔

ابو عمر الطلمنکی المالکی (متوفی ۴۲۹ھ)[1]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے علم قرآت کے ماہر تھے۔ قرطبہ، مصر اور حجاز مقدس کے علمی سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب "الوصول الی معرفۃ الاصول" تالیف کی۔[2]

ابن رامین البغدادی الشافعی (متوفی ۴۳۰ھ)[3]

بصرہ میں مقیم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : "فصول فی الاصول" آپ کی تالیف ہے۔[4]

ابو زید دبوسی الحنفی (متوفی ۴۳۰ھ)[5]

اکابر فقہائے حنفیہ میں سے ہیں ابو جعفر الاستروشنی سے تفقہ حاصل کیا۔ امام کرخی کی طرح امام ابو زید دبوسی نے بھی امام ابو حنیفہ کے اصول کو محور گفتگو بنایا اور ان پر بحث کی۔ مختلف مسائل میں امام ابو حنیفہ کے اجتہادات کے پس پردہ کارفرما اصول وکلیات بیان کئے۔ امام ابو زید دبوسی اپنے زمانہ کے بہت بڑے نامور حنفی فقیہ تھے فقیہانہ استدلال اور قانونی بصیرت میں ضرب المثل مانے جاتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا :

"وهو اول من وضع علم الخلاف وابرزه الى الموجود"۔[6]

(انہوں نے ہی سب سے پہلی علم الخلاف (یا علم اختلاف الفقہاء) کی بنیاد ڈالی اور اس کو باقاعدہ ایک منفرد علم کی حیثیت عطا کی)

مگر مؤرخ ابن خلکان کی رائے سے اتفاق مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ خود اختلاف الفقہاء کے عنوان سے تقابلی مطالعہ قانون پر کم از کم دو اہم کتابیں ایسی ہیں جو امام دبوسی سے قبل لکھی گئیں اور ہم تک پہنچیں۔ ان میں سے ایک امام ابن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی "اختلاف الفقهاء" ہے جس کا ایک حصہ مستشرق جوزف شاخت شخص نے ۱۹۳۲ء میں لائیڈن ہالینڈ سے شائع کیا تھا۔ دوسری امام ابو جعفر الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی "اختلاف الفقهاء" ہے جس کی ایک جلدی ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی کی تحقیق سے ۱۹۷۱ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے شائع ہو چکی ہے۔ ان حوالوں کی روشنی میں دبوسی کو اس علم کا موجد تو نہیں بلکہ مدون مانا جا سکتا ہے۔ انہوں نے فقہی اختلافات کی تہ میں پائے جانے والے اصولی اور قواعدی اختلافات کی نشاندہی کی اور قواعد کو الگ الگ مرتب کیا جن سے تقابلی مطالعہ قانون کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

---

[1] ابو عمر الطلمنکی احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی عیسیٰ المعافری القرطبی الاندلسی متوفی ۱۰۳۸ء اندلس ولادت ووفات ہوئی، الاعلام بوفیات الاعلام الذہبی ۲۸۷/۱ (۱۹۱۸)۔

[2] الفتح المبین، المراغی ۲۳۱/۱، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا، ۲۱۷/۱۔۲۱۸ (۱۹۳)۔

[3] امام نورالدین عبدالوہاب ابن محمد بن عمر بن محمد البغدادی معروف بابن رامین متوفی ۱۰۳۹ء، بصرہ میں مقیم تھے۔

[4] ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۶۳۷/۵۔

[5] ابو زید عبداللہ بن عمر بن عیسیٰ القاضی الدبوسی متوفی ۱۰۳۹ء، بخاری میں وفات پائی، الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ۲۸۸/۱ (۱۹۲۳)۔

[6] وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ۔ ۲۵۳/۱۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تاسیس النظر ۲۔ الاسرار فی الاصول و الفروع

۳۔ الانوار فی الاصول ۴۔ تقویم الادلۃ فی الاصول

کتاب تاسیس النظر کا تحقیقی تجزیہ :

اس کتاب میں ابوالحسن الکرخی اور ابوبکر جصاص کے بیان کردہ مضامین کو قدرے تفصیل کے ساتھ لیا گیا ہے اور حنفی فقہاء کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے اصول کے ضمن میں مسائل جزئیہ کو تفریعات اور فقہی نکات پر مشتمل قواعد اور مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ دبوسی نے اس کتاب کو مندرجہ ذیل نو اجزاء میں تقسیم کیا :

۱۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے دو نامور شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن الشیبانی کے مابین فقہی اختلافِ آراء کی اساس کو بیان کیا ہے۔ اس حصہ میں وہ قواعد واصول مذکورہ ہیں جن سے امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے نقطہ نظر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

۲۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

۳۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں امام ابو یوسف نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

۴۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کے مابین پائی جانے والی اختلافی آراء کے اصول وقواعد بیان کئے۔

۵۔ تین حنفی ائمہ امام محمد، امام حسن بن زیاد اللؤلوی (اصل کتاب سے ایک نام ساقط ہے) ان کی فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں ان سے ان کے ایک اور نامور ساتھی امام زفر نے اختلاف کیا ہے۔

۶۔ حنفی ائمہ فقہ (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر وغیرہ) کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں امام مالک نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

۷۔ تین حنفی ائمہ فقہ (امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد) کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کے نامور معاصر قاضی ابن ابی لیلیٰ (متوفی ۱۴۸ھ) کی آراء واقوال سے اختلاف کیا ہے۔

۸۔ مذکورہ بالا حنفی ائمہ فقہ کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں انہوں نے امام محمد بن ادریس الشافعی کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔

۹۔ متفرق اختلافی اقوال و آراء کے اصول وقواعد۔

ان نو اجزاء میں سے ہر ایک جز کو مختلف ابواب کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باب میں اس موضوع سے متعلق یا اس سے ملتے جلتے اُمور سے متعلق اصول وکلیات بیان کئے گئے ہیں ہر اصل اور کلیہ کی مثالیں اور تطبیقی نظائر بھی دی گئی ہیں تاکہ قانون کی منشاء ومراد واضح ہو سکے۔ امام دبوسی نے "اصل" کا لفظ عمومی مفہوم میں استعمال کیا ہے جس میں قواعد ضوابط اور اصول سب شامل تھے[1]

[1] تاسیس النظر، ابوزید عبید (عبید) اللہ بن عمر الدبوسی حنفی متوفی ۴۳۰ھ، ص ۲۔۳، کراچی سعید کمپنی ۱۴۰۱ھ۔

۱۔ الاسرار فی الاصول والفروع :

اس کتاب کے بارے میں حاجی خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس کا آغاز انہوں نے " الحمد للہ رب العالمین " سے کیا ہے۔[1]

۲۔ الانوار فی الاصول :

حاجی خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک مختصر ہے، جس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : " الحمد اللہ الذی اعلی منزلۃ المؤمنین " ۔ الخ[2]

۳۔ تقویم الادلۃ فی الاصول :

حاجی خلیفہ نے کہا کہ یہ کتاب ایک مجلد میں ہے اس کا آغاز : الحمد للہ رب العالمین الخ سے ہوا ہے اور امام فخر الاسلام علی بن البزدوی حنفی (متوفی ۴۸۲ھ) نے اس کی شرح بھی لکھی ہے اور یہ ایک عمدہ شرح ہے اور یہ علمائے حنفیہ میں بہت معتبر سمجھی جاتی ہے ۔ابوبکر محمد بن حسین بن محمد الارسابندی الحنفی (متوفی ۵۱۲ھ) نے اس کا اختصار کیا۔ جس کا نام مختصر تقویم الادلۃ للدبوسی ہے اور ابو جعفر محمد بن الحسین الحنفی نے اس کا اختصار کیا ہے۔[3]

جامع ازھر کے کلیہ اصول الشرعیہ والقانون کی لائبریری میں اس پر چند تحقیقات :

۱۔ اس پر صبحی محمد جمیل کا تحقیقی مقالہ نمبر (۳۰۶) پر موجود ہے۔

۲۔ اسی طرح "الاسرار فی الاصول والفروع فی تقویم ادلۃ الشرع" پر محمد العواطلی (العواطعی) کا تحقیقی مقالہ موجود ہے، جس کا نمبر (۱۲۶۴) ہے۔

ابوالحسن البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ)[4]

ائمہ معتزلہ میں سے ایک امام ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المعتمد ۲۔ زیادات المعتمد ۳۔ کتاب القیاس الشرعی

۴۔ غرر الادلۃ فی اصول الفقہ ۵۔ تصفح الادلۃ فی اصول الفقہ ۶۔ شرح العمد

---

[1] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱/۸۴، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/۶۴۸، کشف القناع عن مہمات الاسامی والکنی، بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، ص ۴۸۳، جدہ ملک عبدالعزیز ۱۴۰۵ھ۔

[2] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱/۱۹۶،۱۸۳، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/۶۴۸۔

[3] کشف القناع عن مہمات الاسامی والکنی، بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، ص ۷۷ جدہ ملک عبدالعزیز ۱۴۰۵ھ، کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱/۴۶۷، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/۶۴۸، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۱۰۹۔

[4] ابوالحسین محمد بن علی الطیب البصری متوفی ۱۰۴۴ء، بصری میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی ۔تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۳/۱۰۰، (۱۰۹۶)، الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۱/۲۹۲ (۱۹۴۹)۔

(۱) **کتاب المعتمد کا تحقیقی تجزیہ :** اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتب میں سے ایک کتاب " المعتمد "[۱] ہے امام رازی نے " المحصول " میں اور آمدی نے " الاحکام " میں اس کو بھی مختصر کیا بلکہ امام رازی تو کتب اربعہ میں سے المستصفی اور المعتمد کے حافظ بھی تھے۔ یہ کتاب معتزلہ کی آراء واستدلال کے مصادر میں سے ایک ہے اس میں ماضی کے اصولیین کی ایک بڑی جماعت کی آراء کو منضبط کرلیا گیا ہے ان کے ادلہ کو بیان کیا اور ان پر تنقید کی۔اس کتاب میں اصول فقہ کے موضوع کو ایک ترتیب نو سے مرتب کیا گیا ہے شرح العمد میں پائے جانے والے تکرار سے اجتناب برتا ہے۔" مقدمة المعتمد" کی یہ عبارت وجہ تالیف کو بیان کرتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں :

"والذی دعانی الی تالیف هذا الکتاب فی اصول الفقه بعد شرحی کتاب العمد للقاضی عبدالجبار ، واستقصاء القول فیه ، انی سلکت فی الشرح مسلک الکتاب فی تریب ابوابه . وتکرار کثیر من مسائله وشرح ابواب لا تلیق باصول الفقه من دقیق الکلام .... فاحببت أن اؤلف کتابا، مرتبة ابوابه غیر مکررة، واعدل فیها عن ذکر مالا یلیق باصول الفقه من دقیق الکلام .... وایضا فان القاری لهذه الابواب فی اصول الفقه ، وان کان عارفا بالکلام فقد عرفها علی اتم استقصاء ولیس یستفید من هذه الابواب شیئا . وان کان عارف بالکلام ، صعب علیه فهمها ، وان شرحت له ....فکان الاولی حذف هذه الابواب من اصول الفقه "[۲]

(قاضی عبدالجبار کی " کتاب العمد" کی شرح لکھنے کے بعد جس بات نے مجھے کتاب " المعتمد " لکھنے کی طرف متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ اس کتاب (العمد) کی ترتیب ابواب اور بہت سے مسائل میں تکرار تھا اور کئی ابواب میں پیچیدہ قسم کا کلام شامل کیا گیا تھا جو اصول فقہ کے لائق نہیں تھا اس کے باوجود میں نے اس کی شرح کرتے وقت اسی (صاحب کتاب کے) طرز کو پیش نظر رکھا۔۔۔ میں نے چاہا کہ ایسی کتاب تالیف کروں جس میں بلا تکرار ابواب مرتب کئے گئے ہوں اور ان باتوں سے پرہیز کروں جو دقت کلام کے باعث اصول فقہ میں زیر بحث لائے جانے کی شایان شان نہیں ہیں۔۔۔اور یہ بھی ہے کہ اصول فقہ کا قاری اگر علم کلام کا عارف ہے تو وہ اس کی گہرائی سے پہلے ہی واقف ہے اس کے لئے یہ استفادہ کی باعث نہیں ہوگا اور اگر وہ علم کلام کا عارف نہیں ہے تو اس کی شرح کر بھی دوں تو اس کے فہم پر گرانی کا باعث ہوگا۔۔۔لہٰذا ان ابواب کا اصول فقہ سے حذف کرنا ہی بہتر تھا)۔

اس سے ظاہر ہوا کہ " المعتمد " میں انہوں نے بعض ان مسائل کو حذف کرنا بہتر جانا جن کا تعلق اصول فقہ سے کم اور مقدمات کلامیہ سے زیادہ تھا اسی طرح انہوں نے کچھ مسائل کا اضافہ بھی کیا جو " العمد " میں نہیں پائے گئے تھے۔ابوالحسین بصری اصول فقہ کے تقریباً تمام موضوعات کو ہی زیر بحث لائے ہیں اور اس میں تحلیل علمی کے منہج کو اپنایا اور کھل کر مناقشہ کیا ،

---

۱ کشف القناع عن مبہمات الاسامی والکنی، بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ)،ص ۳۸۵، جدہ ملک عبدالعزیز ۱۴۰۵ھ۔
۲ المعتمد فی اصول الفقه، ابوالحسین بصری معتزلی متوفی ۴۳۶ھ، ۱/۳ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء۔

حسن وقبح کے بارے میں ان کے خیالات معتزلی عقائد کی طرح ہیں وہ حسن وقبح کی بحث کو اصول فقہ میں شامل تصور کرتے ہیں اور اس کا ربط پیدا کرنے کی خواہش اور کوشش کرتے ہیں۔ مختلف آراء واقوال پیش کرتے ہیں خاص طور پر قاضی عبدالجبار کی آراء واقوال نقل کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد اپنے مذہب کی تائید اور تقویت پہنچانا ہوتا ہے۔ کثرت سے ادلہ لاتے ہیں مخالفین کے ادلہ کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ لمبی گفتگو کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں "الکلام فی الاوامر" میں ان کی گفتگو تقریباً ایک سو چھبیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے[1]۔ اپنی اور دوسروں کی رائے سے برابری کی بنیاد پر استدلال کرتے ہیں تقلیدی اسلوب سے اجتناب کرتے ہیں ان کا اسلوب اجتہادانہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ کئی مرتبہ معتزلہ کی بھی مخالفت کر جاتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے " باب فی العموم اذا تعقبه تقیید بشرط، او استثناء، او صفة ،اوحکم ...." کے مسئلہ میں انہوں نے کیا[2]۔ بہر حال بلاشبہ یہ کتاب ان کی عمدہ تالیفات وخدمات میں سے ایک اہم کتاب شمار کی گئی ہے جو فن اصول فقہ کا قابل فخر علمی سرمایہ ہے۔

کتاب " المعتمد " کے بارے میں ابن خلدون کی رائے ہے وہ کہتے ہیں :

" کتاب العمد لعبد الجبار و شرحه المعتمد لابی الحسین البصری ":[3]

(العمد عبدالجبار کی کتاب ہے اور " المعتمد " اس کی شرح ہے جو ابوالحسین بصری کی تالیف ہے)

مگر ہمیں ابن خلدون کی اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ "العمد" عبدالجبار معتزلی کی کتاب ہے اور المعتمد اس کی شرح ہے کیونکہ " المعتمد " اب چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کسی کتاب کی شرح نہیں ہے بلکہ ایک مستقل علیحدہ کتاب ہے۔ اور المعتمد کے مقدمہ سے جو عبارت ہم اُوپر نقل کر چکے ہیں اس سے بھی اس کتاب کے علیحدہ تصنیف ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

" المعتمد " کے بارے میں ابوالخطاب الکلوذانی فرماتے ہیں :

" ان المعتمد مختصر العمد ".[4]

(المعتمد (دراصل) " العمد " کا اختصار ہے)

مگر ہمیں اس رائے سے بھی اتفاق نہیں کیونکہ دونوں کتابوں کے ابواب کی ترتیب اور مسائل ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں اور دونوں میں مسائل کی کمی بیشی بھی پائی جاتی ہے۔

فوادسزگین نے اپنی کتاب تاریخ التراث العربی میں " المعتمد " کو اصول الدین کی کتاب بتایا ہے[5] مگر یہ بات بھی درست معلوم نہیں ہوتی۔

"المعتمد" کے اثرات کا مختصر جائزہ :

یہ کتاب بعد کے لکھنے والوں خصوصاً معتزلی اصولیین پر مسلسل اثر انداز ہوتی رہی بلکہ اس کتاب نے ان کے لئے ایک اساس وبنیاد کی فراہمی کا کام کیا۔ مثلاً ابوالخطاب الکلوذانی اپنی کتاب " التمہید " کے مضامین میں اسی " المعتمد " کی

---

1. حوالہ سابق، الاکلام فی الاوامر، ۱/۳۷-۱۶۴۔
2. حوالہ سابق، ۱/۲۸۳۔
3. مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۴۵۵، بغداد مکتبہ المثنی سن ند۔
4. التمہید، ابوالخطاب الکلوذانی ۱/۶۹-۷۹، بحوالہ تحقیقی مقدمہ علی شرح العمد لابی الحسین ص ۱۹، مدینہ المنورہ، المکتبہ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔
5. تاریخ التراث العربی، فوادسزگین ۱/۳/۶۸، مکتبہ آیۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی لعامہ قم، ایران طبع ثانیہ ۱۴۱۲ھ (۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء)۔

ترتیب وطریقہ کو اپناتے ہیں اور ساتھ ہی ابوالحسین بصری اور ان کے شیخ عبدالجبار کی آراء کو "المعتمد" کا حوالہ دیئے بغیر اسی طرح نقل کردیتے ہیں، حاجی خلیفہ فرماتے ہیں :

"(المعتمد) وهو كتاب كبير ومنه اخذ فخر الدين الرازي كتاب المحصول وللقاضي ابي يعلى محمد بن (الحسين) الفراء الحنبلي "[1]

(وہ "المعتمد" ایک بڑی کتاب ہے فخرالدین رازی نے کتاب "المحصول" اسی سے اخذ کی اور قاضی ابویعلی محمد بن (الحسین) الفراء الحنبلی (متوفی ۴۵۸ھ) نے بھی اس سے اخذ کیا)

کشف الظنون کے حاشیہ میں یہ تحریر درج ہے کہ : " وهو (المعتمد) شرح العمد للقاضي عبدالجبار وزاده عليه اشياء كثيرة "ولي الدين"[2] (وہ (المعتمد) قاضی عبدالجبار کی العمد کی شرح ہے اور اس پر ولی الدین نے بہت سی باتوں کا اضافہ کیا ہے)۔

(۲) زیادات المعتمد : یہ ایک مختصر ضخامت کی کتاب ہے جس کا صرف ایک نسخہ ہے جو قسطنطنیہ میں واقع " لا له لي " نامی لائبریری میں محفوظ ہے۔اس میں اصول فقہ کے ان مسائل کو شامل کیا جو " المعتمد " میں بیان نہیں کئے گئے تھے اور وہ مسائل حقیقت ومجاز ،اوامر ونواہی سے متعلق بعض مسائل مثلاً الواجب المخير ،اقتضاء الامر الفور ،واقتضاء النهي کو بیان کیا ان کے علاوہ بعض ان دوسرے مسائل کو بھی بیان کیا جو عموم، خصوص، افعال رسول ﷺ کی حجیت ،نسخ ،اجماع اور اخبار سے متعلق تھے۔

(۳) کتاب القیاس الشرعی : یہ کتاب "المعتمد" سے قبل کی تالیف ہے مگر اسے بعد میں المعتمد میں شامل کردیا گیا اس کتاب کے نسخے کو قسطنطنیہ کی " لا له لي " نامی لائبریری سے حاصل کرکے "المعتمد" کے ساتھ طبع کردیا گیا۔ مطبوعہ کتاب میں اس کتاب کے پہلے صفحہ پر تحریر کردیا گیا ہے :وقد صنفه قبل كتاب المعتمد ،كما يظهر من الاشارات العديدة اليه في كتاب المعتمد[3]۔ یہ کل بیس صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔

(۴) غرر الادلة في اصول الفقه[4]

(۵) تصفح الادلة في اصول الفقه[5]

یہ کتاب دو مجلدات میں ہے، علامہ بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) نے اپنی کتاب کشف القناع میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے مذکورہ بالا دونوں کتب کی موجودگی اور ان کے مشتملات کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہوسکا۔

(۶) شرح العمد : یہ ابوالحسین کی اصول فقہ پر پہلی تالیف ہے، جو انہوں نے اپنے شیخ عبدالجبار کی زندگی میں ہی تالیف کرلی تھی اس کے علاوہ مزید دو کتب "المعتمد" اور "کتاب القیاس الشرعی" بھی ان کی زندگی میں تالیف کیں۔

---

[1] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱۷۳۲/۲۔ [2] حوالہ سابق۔

[3] المعتمد فی اصول الفقہ ،ابوالحسین بصری معتزلی متوفی ۴۳۶ھ ۴۴۲/۲ ،بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔

[4] ھدیۃ العارفین ،اسماعیل پاشا بغدادی ۶۹/۶۔

[5] کشف القناع المرنی عن مہمات الاسامی والکنی ،بدرالدین ابی محمود بن عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۴۸۵ ،جدہ جامعہ ملک عبدالعزیز ۱۴۰۵ھ۔

اس پہلی کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ ابوالحسین بصری اپنے شیخ عبدالجبار کی آراء کی نقل واعتماد میں وہی معاملہ رہا جو امام غزالی کا اپنے شیخ امام الحرمین کے ساتھ ان کی پہلی اصولی تصنیف "المنخول" میں تھا جہاں وہ اپنے شیخ کی آراء کو کثرت سے نقل کرتے ہیں اور وہ اسی محور پر رہتے ہیں اسی طرح ابوالحسین کا بھی یہی حال نظر آتا ہے۔ مگر جب امام غزالی اپنی ایک مستقل شخصیت بنا لیتے ہیں تو "التھذیب" اور پھر المستصفی میں ان کا اسلوب آزادانہ نظر آتا ہے جس میں وہ خود اپنی آراء بھی پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ابوالحسین بعد کی تصانیف میں آزاد نظر آتے ہیں جس میں وہ اپنی بھی آراء پیش کرتے ہیں۔

شرح العمد میں وہ اپنے شیخ کا ذکر کرتے وقت اطال اللہ بقاءہ (اللہ ان کی عمر دراز فرمائے) کے الفاظ لاتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کی زندگی میں تالیف کی تھی۔ ابوالحسین نے العمد کی شرح میں جس منہج کی پیروی کی اسے المعتمد کے مقدمہ میں اس وقت بیان کیا جہاں وہ العمد اور شرح العمد کی موجودگی میں ایک اور کتاب "المعتمد" کی تالیف کرنے کی وجہ وضرورت بتاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں تکرار تھا اور غیر متعلق ابواب تھے وغیرہ وغیرہ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ ان خامیوں کو دور کر کے ایک اور کتاب تصنیف کی جائے اور چونکہ "شرح العمد" میں اسی کے ابواب وترتیب وغیرہ کی رعایت ملحوظ رکھی گی جس کی وجہ سے شرح بھی عیوب ونقائص سے بچ نہ سکی۔ ہم اس مقدمہ کا ذکر "المعتمد" کے تعارف میں کر چکے ہیں۔ فواد سزگین نے فہارس مکتبہ الفاتیکان پر اعتماد کرتے ہوئے اس کتاب (شرح العمد) کے نام میں تردد کا اظہار کیا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل تین نام گنوائے ہیں:

۱۔ الخلاف بین الشیخین۔ ۲۔ الاختلاف فی اصول الفقه۔ ۳۔ العمد[1]

درست بات یہ ہے کہ "العمد" اور شرح العمد دو علیحدہ کتابیں ہیں دونوں کے مؤلفین بھی جدا جدا ہیں، شاید اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہوئی کہ کتاب "شرح العمد" میں وہ اسلوب پایا جاتا ہے جو شیخ عبدالجبار کا "المغنی" میں عمومیت کے ساتھ اور کتاب "الشرعیات" میں خصوصیت کے ساتھ ہے جس میں وہ ہمیشہ لفظ "شیخنا" سے ابوعلی الجبائی، ابوہاشم الجبائی اور علی ابوعبداللہ البصری مراد لیتے ہیں اور بہت سی جگہوں پر ابوالحسن الکرخی بھی مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح ابوالحسین "شرح العمد" میں ان چاروں کی آراء کو ہر مسئلہ میں کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ جب ناظر اس شرح میں یہ دیکھتا ہے کہ اس میں شیخ عبدالجبار کی تمام آراء بغیر کمی وبیشی، تبدیلی ونقص کے من وعن موجود ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ ان ہی کی شرح ہے۔ اگر بنظر غائر وتحقیق دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں الگ الگ مؤلف کی کتابیں ہیں۔ مثلاً

۱۔ اس شرح میں ابوالحسین، قاضی عبدالجبار کے اشعار کی شرح نہیں کرتے یہ شارحین کی عادت ہوتی ہے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اگر قاضی عبدالجبار خود شرح کرتے تو ضرور ان کی بھی شرح کرتے۔

۲۔ اور اسی طرح دوران شرح وہ ہر مسئلہ کے آغاز میں "قال" اور "کان یقول" کے الفاظ لاتے ہیں جس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی علیحدہ کتاب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

---

[1] تاریخ التراث العربی، فواد سزگین ۱/۱۴۳،۸۳ بحوالہ تحقیق مقدمہ علی شرح العمد لابی الحسین بصری ۲۲۔

کتاب کی انفرادیت اُجاگر کرنے والے چند اُمور :

۱۔ " شرح العمد " اصول فقہ کے تمام ابواب پر محیط پہلی کتاب کی شرح ہے جس میں مسائل اوران کے ادلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ان پر اعتراضات اوران کے عقلی ونقلی جوابات دیئے گئے ہیں یہ کتاب مدارس اصولیہ کے ایک معتزلی مدرسہ کی کتاب ہے جو عقل کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ دیگر مدارسِ اصولیہ نے بھی اس کتاب سے استفادہ کیا، یہ کتاب دلائل عقلیہ اور نقلی واصولی مناقشات کے حوالے سے بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔

۲۔ اس کتاب کی بدولت ان علماء واصولیین کی آراء واقوال محفوظ ہو گئے جن کی کتاب حوادثِ زمانہ کی نذر ہو کر ناپید ہو گئیں۔

۳۔ " شرح العمد " اصولِ فقہ کی ان دیگر کتب کے مقابلہ میں زیادہ ثقہ ہے جن سے معتزلہ اصولیین کی آراء، اقوال واستدلال نقل کئے جاتے ہیں اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ ابوالحسین خود مذہبا معتزلی تھے اور دوسرا یہ کہ ان کا زمانہ کبار معتزلہ اصولیین سے دوسروں کے مقابلہ میں اقرب ترین تھا اس لئے بھی کہ یہ خود بلا واسطہ ان سے ان کے اقوال وآراء کے ناقل تھے۔

مختلف مذاہب کے وہ علماء جن کے اقوال اس میں محفوظ ہیں :

ابتداءً یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس کتاب میں تین رؤساء معتزلہ کی آراء کو نہایت اہتمام سے بیان کیا جاتا ہے۔ وہ ابوعلی الجبائی، ان کے صاحبزادہ ابوہاشم، ابوعبداللہ البصری اور ساتھ ہی ابوالحسن کرخی کی رائے کو بھی اہمیت دیتے ہیں جو مذہبا حنفی ہیں۔

معتزلہ شیوخ جن کی آراء محفوظ ہوئیں :

جعفر بن حرب، جعفر بن مبشر، بشر المریسی، عبیداللہ بن الحسن العنبری، ابوالہذیل العلاف، محمد بن زید الواسطی، محمد عثمان شجاع البلخی، عباد بن سلیمان، النظام، الجاحظ، موسیٰ بن عمران، ابواسحاق ابراہیم بن عباس، قاضی القضاۃ عبدالجبار۔

بعض متقدمین شوافع جن کے اقوال محفوظ ہوئے : الصیر وفی، ابن سریح ابو حامد المروزی، المزی۔

بعض اہل الظواہر جن کی آراء محفوظ ہو : النہبانی، المغربی، داؤد، القاشانی۔

بعض حنفی علماء جن کی آراء ذکر ہوئیں : عیسیٰ بن ابان، سفیان بن سحبان، محمد ابن الحسن، ابو یوسف۔[1]

"المعتمد" اور "شرح العمد" کے مستفیدین : ابوالحسین بصری کے بعد متکلمین طرز پر لکھنے والوں نے "شرح العمد" اور "المعتمد" سے خوب استفادہ کیا ابن خلدون نے "المعتمد" کو اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتب میں شامل کیا ہے وہ لکھتے ہیں :

" وکان من احسن ما کتب فیه المتکلمون کتاب البرهان لامام الحرمین والمستصفی للغزالی وهما من الاشعریة وکتاب العمد لعبدالجبار وشرحه المعتمد لابی الحسین البصری وهما من المعتزلة وکانت الاربعة وقواعد هذا الفن"۔[2]

۱۔ شرح العمد، ابوالحسین بصری معتزلی متوفی ۴۳۶ھ، مدینۃ المنورہ، المکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔

۲۔ مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۴۵۵، مکتبۃ المثنی بغداد۔ سن ندارد

شاید قاضی ابوبکر الباقلانی کی کتاب التقریب ابن خلدون تک نہیں پہنچی ورنہ وہ کتاب بھی امام الحرمین، امام غزالی، ابواسحاق الشیرازی اور فخر الدین الرازی کی کتب کی طرح مدرسہ اشعریہ کی اساسی ہوتی۔

شیخ عبدالجبار کی العمد اور ابوالحسین بصری کی شرح العمد کے پہلے مستفید تو وہ (ابوالحسین) خود ہیں جو المعتمد میں ۱۸۰ مقامات پر کسی نہ کسی حوالہ سے ان کا ذکر لاتے ہیں یعنی کبھی ان (شیخ عبدالجبار) کی رائے، کبھی ان کا استدلال اور کہیں مخالف کے رد میں ان کا ذکر لاتے ہیں۔ المعتمد میں کبھی العمد کا حوالہ دے کر نقل لاتے ہیں اور کبھی بغیر "العمد" کا ذکر کئے اس میں سے نقل کرتے ہیں۔ صرف ۸ مقامات پر "العمد" کا نام دیا ہے۔[1]

بعد کے لوگوں میں سے ابوالخطاب الکلوذانی نے اپنی کتاب "التمهيد" میں ابوالحسین بصری اور ان کے شیخ عبدالجبار کی آراء سے استفادہ کیا مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ان دونوں کی کون سی کتب سے انہوں نے استفادہ کیا۔ وہ سولہ مقامات میں قاضی القضاۃ عبدالجبار کا اور اکیس مقامات میں ابوالحسین بصری کا نام بھی لیتے ہیں۔[2]

امام الحرمین جوینی اپنی کتاب البرهان میں دو مقامات میں عبدالجبار بن احمد کا نام ذکر کرتے ہیں۔ ایک جگہ "العمد" اور دوسری جگہ "شرح العمد" کے حوالے سے۔[3] اسی طرح ابن النجار نے "شرح الكوكب المنير" میں خاص طور پر دوسرے جزء میں ان دونوں کی آراء کو چند مواقع پر نقل کیا ہے۔[4]

اسی طرح شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن القرافی (متوفی ۶۸۴ھ) نے اپنی کتاب "نفائس الاصول فی شرح المحصول" میں "شرح العمد" سے چھ مقامات پر اکیس مرتبہ اور بارہ مقامات میں "المعتمد" سے اور دو مقامات میں "العمد" سے نقل و استفادہ کیا ہے۔[5]

اور سب سے زیادہ استفادہ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی الشافعی نے اپنی کتاب "البحر المحيط" میں کیا جس میں "المعتمد" سے ۳۷ مقامات سے استفادہ کیا اور قاضی عبدالجبار کا ۲۱ مرتبہ حوالہ ذکر کیا۔[6]

الشریف مرتضیٰ الشیعی (۳۵۵ھ۔۴۳۶ھ)[7]

انہوں نے کتاب "الذخيرة في الاصول" تالیف کی۔[8]

حسین الصمیری (۳۵۱ھ۔۴۳۶ھ)[9]

کبار فقہاء میں شمار کئے گئے ہیں۔

---

[1] شرح العمد، ابوالحسین بصری معتزلی متوفی ۴۳۶ھ ۱/ ۶۷، مدینۃ المنورہ، مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔
[2] حوالہ سابق ۱/ ۲۸۔
[3] البرهان فی اصول الفقه۔ امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی متوفی ۴۷۸ھ ص ۲۱۵، فقرہ ۱۳۰۔ ۱۱۵۶ فقرہ ۱۸۶۔ مکتبہ امام الحرمین طبعہ ثالثہ ۱۴۱۳ھ۔
[4] شرح العمد، ابوالحسین بصری معتزلی متوفی ۴۳۶ھ ۱/ ۲۸۔
[5] حوالہ سابق۔
[6] حوالہ سابق ۱/ ۲۸، ۲۹۔
[7] ابوالقاسم علی بن ابی احمد الحسین بن موسیٰ ابن محمد بن موسیٰ بن جعفر الشریف، مرتضیٰ موسوی البغدادی الشیعی العلوی، تاریخ بغداد ۱۱/ ۴۰۲ (۶۲۸۸) اور الاعلام بوفیات الاعلام میں اس طرح مذکور ہے علی بن الحسین بن موسیٰ الحسینی الموسوی۔
[8] ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۵/ ۶۸۸۔
[9] ابوعبداللہ حسین بن علی بن محمد بن جعفر القاضی الصمیری (۹۶۲، ۱۰۳۵ء)۔

مؤلفاتِ اصولیہ.........انہوں نے کتاب " مسائل الخلاف فی اصول الفقه " تالیف کی۔ اس پر راشد بن علی بن راشد الحای نے تحقیق کی اور جامع الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سے ۱۴۰۴ھ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

کتبِ اصول فقہ میں ان کی آراء نقل کی گئی ہیں۔ مثلاً آل ابن تیمیہ کی معتبر کتاب "المسودة" میں ان کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا "زعم القاضی الصمیری الحنفی أن ..."۔[1]

ابن المشش القرطبی المالکی (۳۵۸ھ۔۴۳۶ھ)[2]

مؤلفاتِ اصولیہ.........انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی جو نو اجزاء پر مشتمل تھی۔[3]

ابو محمد جوینی (متوفی ۴۳۸ھ)

امام الحرمین ابی المعالی عبد الملک بن عبد اللہ صاحب البرهان فی اصول الفقه کے بیٹے اور شاگرد تھے امام شافعی کی کتاب "الرسالة" کی شرح لکھی۔[4]

ابوالولید حسان نیشاپوری (متوفی ۴۳۹ھ)

انہوں نے امام شافعی کی کتاب "الرسالة" کی شرح لکھی۔[5]

ابراہیم التونسی القیروانی (متوفی ۴۴۳ھ)[6]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے، ان کی عمدہ شروح اور تعالیق ہیں۔[7]

ابوالفتح الرازی الشافعی (متوفی ۴۴۷ھ)[8]

فقیہ، اصولی، مفسر اور محدث تھے۔ بغداد میں ابو حامد الاسفرائینی سے تفقہ حاصل کیا۔ یہاں تک کہ مذہب میں امام ہو گئے۔ اپنے شیخ ابو حامد کی وفات کے بعد ان کی جگہ مسندِ تدریس سنبھالا۔

مؤلفاتِ اصولیہ.........السبکی نے طبقات الوسطیٰ میں لکھا :

۱۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۸/۸۷۔۹۷ (۴۱۶۳)، الفوائد البہیہ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۶۷، المسودہ فی اصول الفقہ، مجد الدین، شہاب الدین، شیخ الاسلام ص ۲۶۰، بیروت، دار الکتاب العربی۔ الجواہر المضیہ، محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی متوفی ۷۷۵ھ، ۱/۲۱۴۔

۲۔ عبدالملک بن احمد بن محمد ابن عبدالملک بن الاصبغ القرشی ابو مروان القرطبی مالکی، ابن المشش سے معروف تھے۔

۳۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/۶۲۵۔ ۴۔ ابو محمد الجوینی، عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف الطائی السنبسی، الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ۱/۲۹۲ (۱۹۵۱) تحقیق مقدمہ علی البرہان للجوینی، عبدالعظیم محمد الدیب، ص ۲۹ مکتبہ امام الحرمین طبعہ ثالثہ ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲ء۔ ۵۔ ابوالولید حسان نیشاپوری متوفی ۴۳۹ھ (شارح رسالہ)۔

۶۔ ابو اسحاق ابراہیم بن حسن بن اسحاق التونسی القیروانی متوفی ۱۰۵۱ء، قیروان میں وفات پائی۔ ۷۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۱/۲۸ (۸)۔

۸۔ ابوالفتح سلیم بن ایوب بن سلیم الرازی متوفی ۱۰۵۵ء، جدہ کے قریبی ساحل بحر القلزم میں ڈوب کر وفات پائی، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/۳۰۹۔

" وله في اصول الفقه كتاب وقفت عليه ".

(اور ان کی اصول فقہ میں کتاب ہے جس سے میں واقف ہوں)

اسی طرح طبقات کبریٰ کے حاشیہ میں بھی مذکور ہے۔[1]

ابوالطیب الطبری الشافعی (۳۴۸ھ۔۴۵۰ھ)[2]

فقیہ، اصولی، جدلی تھے تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) اور ابو اسحاق الشیرازی نے آپ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ایک سو دو برس عمر پائی آخری عمر تک حافظہ میں کمی اور عقل میں خلل پیدا نہیں ہوا اور نہ فہم میں فتور پیدا ہوا بلکہ دوسرے فقہاء کی طرح فتویٰ دیتے۔ بغداد کو وطن بنایا وہیں درس و تدریس کی اور فتویٰ دیتے" کرخ" میں وفات تک قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ.........صاحب ہدیۃ العارفین نے لکھا:

" ويقال له في الاصول والمذهب والخلاف والجدل كتب كثيرة".[3]

(کہا جاتا ہے کہ اصول، فقہ خلاف اور جدل میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں)

شذرات الذہب میں ہے:

" وصنف في الخلاف والفقه والاصول والجدل كتبا كثيرة ليس لاحد مثلها ".[4]

(انہوں نے خلاف، فقہ اصول اور جدل میں بہت سی کتب تصنیف کیں، جو اپنی مثال آپ تھیں)

عبدالجبار الاِسکاف (متوفی ۴۵۲ھ)[5]

فقیہ، اصولی، متکلم اور اپنے زمانے کے افاضل فقہاء و متکلمین میں سے تھے۔ امام الحرمین الجوینی سے اصول کی تعلیم حاصل کی اور ان کے طریقہ کے مطابق سند فراغت پائی۔

مؤلفات اصولیہ.........انہوں نے اصول فقہ، جدل اور اصول الدین میں کتب تصنیف کیں۔[6]

---

[1] معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱۳۲/۲ (۳۵۹)۔

[2] ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر بن عمر الطبری (۹۶۰ء/۱۰۵۸ء) طبرستان میں ولادت اور بغداد میں وفات ہوئی۔

[3] ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۴۲۹/۵

[4] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳۵۸/۹۔۳۶۰ (۴۹۳۶)، شذرات الذہب، ابن العماد حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ، ۲۸۴/۳، مصر مکتبۃ القدسی ۱۳۵۰ء، الفتح المبین، المراغی ۲۳۸/۱۔۲۳۹، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱۳۸/۲، ۱۳۹ (۳۸۳)۔

[5] ابوالقاسم، عبدالجبار بن علی بن محمد بن حسکان الاسفرائینی الاسکاف متوفی ۱۰۰۶ء۔

[6] ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۴۹۹/۵، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱۵۷/۲۔۱۵۸ (۳۹۲)۔

الماوردی الشافعی (۳۶۴ھ-۴۵۴ھ) [1]

فقیہ واصولی تھے بغداد میں ابوحامد الاسفرائینی بھی آپ کے شیوخ میں سے ہیں خصوصیات کے ساتھ مذہب شافعی کے اصول وفروع میں ید طولیٰ رکھتے۔ کئی شہروں میں قاضی رہے۔ اجلہ علماء کی ایک جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

مؤلفات اصولیہ.......... اصول فقہ، حدیث، تفسیر، سیاستہ، اورادب وغیرہ میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ [2]

ابوالقاسم البکری المالکی (متوفی ۴۵۴ھ) [3]

اندلس میں بلسنیہ سے تعلق تھا، فقیہ اصولی اور اہل النظر والاحتجاج تھے۔ حصول علم وحج کے لئے شرق بعید کا سفر کیا شہر بلسنیہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ.......... المراغی نے لکھا :

"له مؤلفات حسنة في هذا الباب".

(ان کی اس موضوع پر عمدہ مؤلفات ہیں) [4]

ابن حزم ظاہری (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) [5]

فقیہ، مفسر، محدث، اصولی، متکلم، منطقی، ادیب، شاعر اور مؤرخ تھے۔ ابن حزم، ظاہری فقہ کے ترجمان تھے انہوں نے داؤد اصبہانی کی فقہ کو از سر نو زندہ کیا۔ اسے فقہی شاہرہ پر گامزن کیا اس میں وسعت پیدا کی اس کے فروعات کی تائید میں دلائل دیئے۔ زبردست دلائل و براہین سے مخالفین کا رد کیا۔ ظاہری فقہ کے نظریات کی تائید میں بعض آئمہ کے اقوال سے استشہاد کیا۔ ابن حزم نے ابتداء میں فقہ شافعی کا مطالعہ اور اس پر عمل شروع کیا مگر وہ شافعی فقہ کے ساتھ زیادہ نہ چل سکے۔ پھر ظاہری فقہ کے امام شیخ داؤد اصبہانی کی طرح جو امام شافعی کے شاگرد تھے صرف نصوص کتاب وسنت کی طرف دعوت دینے لگے ان کا نظریہ یہ تھا کہ اوامر ونواہی وہی ہیں جو نصوص وآثار سے ثابت ہیں۔ امر ونہی کی عدم موجودگی میں استصحاب الحال کے مطابق احکام ثابت ہوں گے۔ ابن حزم بھی وہی کہتے تھے جو داؤد ظاہری نے کہا کہ امام شافعی نے استحسان کے بطلان پر جو دلائل دیئے ہیں انہیں سے قیاس کا ابطال ہوتا ہے۔

ابن حزم کے اصولی منہج کا تحقیقی تجزیہ :

ابن حزم نے فقہی اصول وضع کیے اور امام شافعی کی طرح اپنے طرز استنباط اور طریق اجتہاد کو اپنے وضع کردہ اصول میں محدود و محصور رکھا اور ان کے ذکر وبیان میں طوالت سے کام لیا یہ اصول انہوں نے اپنی مشہور کتاب " الاحکام فی

---

[1] ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری (۹۷۷ء/۱۰۷۵ء) بصرہ میں ولادت اور بغداد میں وفات ہوئی۔

[2] الفتح المبین، المراغی، ۱/۲۳۰، ۲۳۱۔

[3] ابوالقاسم خلف بن احمد بن بطال البکری متوفی ۱۰۶۲ء، اندلس سے تعلق رکھتے تھے۔

[4] الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۸۵، الفتح المبین، المراغی ۱/۲۳۲، معجم المولفین ۴/۱۰۳، معجم البلدان یاقوت حموی ۲/۲۷۹۔

[5] ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف (۹۹۴ء/۱۰۶۴ء) اندلس میں ولادت ووفات ہوئی، الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان، الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ۱/۳۰۳ (۲۰۲۸)۔

اصول الاحکام" میں بیان کئے۔اس کبیر الحجم کتاب کے پہلو بہ پہلو آپ نے ظاہری فقہ کے قواعد میں ایک مختصر کتاب بھی تحریر کی۔وہ قیاس واستحسان کو تسلیم نہیں کرتے اوران پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔انہوں نے مسائل میں اجتہاد کیا فروعات کو جانچا فقہی مسائل کو مختلف شاخوں میں تقسیم کیا ان کے اجتہاد میں ایک طرح کا استنباط بھی پایا جاتا ہے مگر وہ صرف نصوص واثار کو اپنے اجتہاد کی اساس قرار دیتے ہیں۔انہوں نے اصول وضع کرنے کے بعد ان کی روشنی میں فروعات اخذ کیں نتائج وثمرات نکالے۔وہ تقلید اور احتجاج بالرائے کو نہیں مانتے تھے تقلید کی مذمت کرتے ہوئے اپنی کتاب "المحلی" میں فرماتے ہیں۔

" لایحل لاحد أن یقلد احدالاحیا ولامیتا وعلی کل أحد من الاجتهاد حسب طاقته".[1]

(کسی شخص کے لئے کسی زندہ یا فوت شدہ آدمی کی تقلید کرنا جائز نہیں ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق اجتہاد کر سکتا ہے)

اسی طرح تقلید کی مذمت میں مزید فرماتے ہیں :

" والمجتهد المخطی افضل عندالله تعالیٰ من المقلد المصیب هذا فی اهل الاسلام خاصة،واماقی غیر اهل الاسلام فلا عذر للمجتهد المستدل و لاللمقلد، وکلاهما هالک، برهان هذا ذکرناه انفا بالاسناد من قول رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اجتهد الحاکم فأخطأ فله اجر وذم الله التقلید جملة فالمقلد عاص والمجتهد ماجور".[2]

(حق تک پہنچ جانے والے مقلد سے غلطی کرنے والا مجتہد اللہ کے ہاں زیادہ افضل ہے اور یہ اہل اسلام کا خاصہ ہے اور لیکن غیر اہل اسلام کے ہاں نہ تو استدلال کرنے والے مجتہد معذور ہے اور نہ ہی مقلد اور وہ دونوں برباد ہیں اور اس پر ہم نے حضور ﷺ کے قول سے سند کے ساتھ دلیل پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر حاکم اجتہاد کرے اور غلطی کرے اس کے لئے ایک اجر ہے اور اللہ تعالی نے کلیۃ تقلید کی مذمت فرمائی تو مقلد گناہ گار ہے اور مجتہد کو اجر دیا جاتا ہے)

ظاہریہ کے منہج کا ائمہ اربعہ کے منہج سے تقابل :

ابن حزم کا طرز استنباط ائمہ اربعہ کے مناہج سے مختلف تھا۔ظاہری ظواہر کتاب وسنت پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے علل تلاش نہیں کرتے تاکہ دیگر مسائل کو ان پر قیاس کیا جائے جیسا کہ ائمہ اربعہ کی فقہ کا ایک مخصوص انداز ہے اور ان ہی اصولوں پر ان کی فقہ مبنی ہے۔اس کے برعکس فقہائے اربعہ نصوص کو پڑھ کر ان سے احکام اخذ کرتے ہیں پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نصوص سے علت کا استخراج کرتے ہیں اور جہاں وہ علت پائی جاتی ہے وہاں وہی حکم جاری کر دیتے ہیں اس طرح علت میں عموم پیدا ہو جاتا ہے اور جہاں نص نہیں ہوتی وہاں بھی اس کا حکم جاری کر دیا جاتا ہے اس کی صورت اس فقہی قیاس کی ہو جاتی ہے جس پر فقہائے اربعہ کا تعامل ہے۔

جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عام لوگوں کو ہمیشہ تقلید کرنا چاہئے ان کی تردید کرتے ہوئے اپنی کتاب " النبذ" میں فرماتے ہیں :

---

[1] المحلی ،ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری متوفی ۴۵۶ھ ۶۶/۱،مسئلہ نمبر ۱۰۳،تحقیق احمد محمد شاکر،القاہرہ مکتبۃ دارالتراث سن ند۔

[2] حوالہ سابق ۶۹/۱ مسئلہ نمبر ۱۰۸۔

" فنقول لمن اجاز التقليد للعامي : أخبرنا من تقلد ؟ فان قال عالم مصر قلنا، فان كان في مصر عالما مختلفان، كيف يصنع؟ اياخذ أيهما شاء؟ فهذا دين جديد، وحاش الله أن يكون حكمان مختلفان في مسئلة واحدة، حرام حلال معاً،من عند الله تعالى ، ثم العجب كله : أن يكون فرض للعامي الذى مقامه بالأندلس تقليد مالك،وباليمن تقليد الشافعي ،وبخراسان تقليد أبي حنيفة وفتاويهم متضادة،أهذا دين الله تعالىٰ منه؟ فو الله ماأمر الله تعالى بهذا قط بل الدين واحد ،وحكم الله تعالىٰ قدبين لنا: (ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيراً)ولكن العامي والأسود المجلوب من غانة ومن هو مثلهم اذا أسلم،فقد عرف بلاشک ماالاسلام الذى دخل فيه، وأنه أقربالله أنه الاله ، لااله غيره ،وأن محمداً رسول الله اليه، وأنه قد دخل في الدين الذي أتى به محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم" [1]

(جو بھی ایک عام شخص کو تقلید کی اجازت دیتا ہے ہم اس سے دریافت کریں گے کہ وہ کس کی تقلید کرے؟ اگر وہ جواباً کہے کہ اپنے شہر کے عالم کی تقلید کرے تو ہم دریافت کریں گے اگر اس کے شہر میں دو مختلف الخیال عالم ہوں تو پھر کیا کرے؟ آیا دونوں میں جس کی چاہے تقلید کرے؟ یہ تو ایک نیا دین ہوا، آخر ایک ہی دین میں ایک مسئلہ میں دو مختلف حکم کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایک حرام اور ایک حلال اور لطف یہ کہ دونوں خدا کی طرف سے ہوں۔ پھر یہ امر موجب حیرت ہے کہ اندلس کے عوام پر امام مالک کی تلقید فرض ہو یمن میں امام شافعی کی تقلید اور خراسان میں امام ابوحنیفہ کی، حالانکہ ان کی فتاویٰ ایک دوسرے کی ضد ہیں، کیا یہ خدا کا دین ہے؟ بخدا اس نے یہ حکم ہرگز نہیں دیا بلکہ دین ایک ہے، خدا کا حکم بھی ایک ہے، قرآن میں ارشاد ہوتا ہے " ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً" (اگر قرآن کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں وہ بڑا اختلاف پاتے)۔ مگر وہ عامی اور سیاہ فام غلام جسے غانہ (افریقی ملک) سے لایا گیا ہو اور اس کی نظیر و مثیل کوئی شخص مشرف باسلام ہو جائے وہ بخوبی جان لے گا کہ وہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اور اس نے اس ذات کا اقرار کر لیا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں، وہ شخص بلاشبہ اس دینِ اسلام میں داخل ہو گیا جسے آنحضورﷺ لائے تھے۔)

ابن حزم کے فقہی اصول :

ابن حزم کے مطابق چار اصول ایسے ہیں جن کے بغیر کوئی شرعی حکم معلوم نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ قرآن کریم۔

۲۔ حدیث رسولﷺ جو در اصل خدا کی جانب سے ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے راوی قابل اعتماد ہوں یا حدیث متواتر ہو۔

۳۔ علمائے اُمت کا اجماع۔

۴۔ ان میں سے کوئی دلیل جس میں صرف ایک ہی احتمال پایا جاتا ہو۔[2]

ابن حزم، قیاس و استحسان کو باطل قرار دیتے ہیں اور اجتہاد بطریق ذرائع کو بھی نہیں مانتے۔

---

[1] النبذ فی اصول الفقہ، ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، تحقیق احمد الحجازی السقا ص ۷۳ قاہرہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء۔

[2] الاحکام فی اصول الاحکام، ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ ص ۱/ ۷۱ تحقیق احمد محمد شاکر کراچی جامعہ ابی بکر الاسلامیہ ۱۴۰۸ھ۔

مؤلفات اصولیہ.........ابن حزم اپنی تصانیف میں جدلی طرز استدلال کو اختیار کرتے ہیں آپ ایک ایک کر کے مخالف کے دلائل پیش کرتے ہیں پھر ان کی تردید کرتے ہیں۔ اپنے دعوے کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے مخالف کے دعوے کا ابطال کرتے ہیں، پھر جدل کے مراتب میں سے اس مرتبہ کو اپناتے ہیں جس میں مخالف فریق کے اقوال ہی سے اس کی تردید کی جاتی ہے۔ ابن حزم نے فقہ کے اصول وفروع میں بڑی قابل قدر کتابیں تصنیف کیں ان تصانیف میں آپ نے داؤد بن علی ظاہری فقہاء اور دیگر ظاہری مسلک کو پیش نظر رکھا۔ حدیث، فقہ، اصول، ملل وادیان، تاریخ، علم الانساب، ادب اور مخالفین کی تردید میں تقریباً چار سو کتابیں تالیف کیں جو ایک اندازہ کے مطابق اسی ہزار (۸۰،۰۰۰) اوراق پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

ا۔ الاحکام لاصول الاحکام یا الاحکام فی اصول الاحکام

۲۔ مسائل اصول الفقہ ۳۔ مراتب الاجماع ۴۔ النبذ فی اصول الفقہ الظاہری

۵۔ ابطال القیاس والرای والاستحسان والتقلید والتعلیل

مسائل اصول الفقہ :

اس نام سے ان کی ایک مختصر تصنیف مصر میں ابن الامیر الصنعانی اور القاسمی کے حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب اصول فقہ سے متعلق چند اقتباسات پر مشتمل ہے جنہیں محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی نے ابن حزم کی کتاب "المحلی" کے مقدمہ سے منتخب کیا تھا اور جن کے ساتھ انہوں نے اپنی توضیحات وتشریحات بھی شامل کردی ہیں۔ یہی رسالہ "مجموعۃ رسائل فی اصول التفسیر" اور اصول الفقہ مرتبہ جمال الدین القاسمی مطبوعہ دمشق ۱۳۳۱ھ کے صفحہ ۲۷ تا ۵۶ پر اور مجموعہ الرسائل مطبوعہ المنیر یہ قاہرہ ۱۳۴۳ھ/۱۳۴۶ھ کی جلد اول کے صفحہ ۷۷ تا ۹۹ پر موجود ہے۔[1]

مراتب الاجماع :

ان کی ایک تصنیف اس نام سے بھی محفوظ ہے۔[2]

النبذ فی اصول الفقہ الظاہری :

اس کتاب کا تاریخی نام " النبذۃ الکافیۃ فی اصول احکام الدین " ہے۔ یہ کتاب احمد حجازی السقا کی تقدیم، تحقیق وتعلیق کے ساتھ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء میں مکتبہ الکلیات الازہریہ، حسین محمد امبابی قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔[3]

ابطال القیاس والرای والاستحسان والتقلید والتعلیل :

جب یہ کتاب مخطوطہ کی صورت میں تھی تو سب سے پہلے گولڈزیہر (GOLDZIHER) نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا۔ اس کتاب میں ابن حزم نے اپنے اس نظریہ کی پُر زور حمایت کی ہے کہ فقہی استنباط کی ان

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱/۴۹۳، کچھ الفاظ کے حذف کے ساتھ، لاہور دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ۔ ۱۹۷۱ء۔

[2] حوالہ سابق ۱/۴۹۳۔

[3] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱/۲۱، ھدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۵/۶۹۰، کشف القناع المرنی، بدرالدین عینی ص ۴۸۹۔

جزئیات کو جن کی بنیاد قرآن وحدیث پر نہیں ہے رد کردینا ضروری ہے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب سعید الافغانی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء میں مطبعہ جامعہ دمشق سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔[1]

احمد البیہقی شافعی (۳۸۴ھ۔۴۵۸ھ)[2]

فقیہ، محدث اور اصولی تھے، ابو عثمان صابونی اور حاکم ابو عبداللہ النیشاپوری آپ کے اساتذہ تھے۔ حصول علم کے لئے بغداد، خراسان اور حجاز مقدس کے سفر کئے علامہ ذہبی نے لکھا:

لوشاء البیہقی أن یعمل لنفسہ مذہبا یجتہد فیہ لکان قادر اعلی ذلک لسعۃ علومہ ومعرفتہ بالاختلاف"

(اگر بیہقی چاہتے تو اپنے لئے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دیتے اس میں اجتہاد کرتے تو وہ وسعت علمی اور اختلافات کی معرفت رکھنے کی بناء پر ضرور قادر ہو جاتے)

امام الحرمین جوینی نے فرمایا:

"مامن شافعی الاولشافعی علیہ منۃ الاالبیہقی فان لہ علی الشافعی منۃ لتصانیفہ فی نصرۃ مذہبہ واقاویلہ".

(شوافع میں سے بیہقی کا امام شافعی پر احسان ہے کہ انہوں نے کثرت تصانیف سے ان کے مذہب اور نظریات کی مدد کی)

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ "کتاب الخلافیات" اس میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے مابین اختلافی مسائل کو جمع کیا اور پھر ایک مخصوص اصولی طریقہ کے مطابق ان کی توضیح وتشریح کی۔

۲۔ رسالۃ الی ابی محمد الجوینی۔ ۳۔ ینابیع الاصول۔[3]

قاضی ابویعلی حنبلی (۳۸۰ھ۔۴۵۷ھ)[4]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے۔ حاکم عبداللہ نیشاپوری آپ کے شیخ تھے۔ جبکہ مؤلف تاریخ بغداد، ابو ہبۃ اللہ شیرازی آپ کے شاگرد تھے۔ ان کے زمانہ میں علم کی ریاست حنابلہ ان پر ختم ہوتی تھی۔

---

۱ دائرہ معارف اسلامیہ ا/۲۸۵۔۲۹۵۔ لاہور دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ۔ ۱۹۷۱ء

۲ ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ، حافظ بیہقی النیشاپوری الخسر وجردی (۹۹۴/۱۰۶۶ء)۔ نیشاپور میں ولادت ووفات ہوئی تذکرۃ الحفاظ، الذہبی ۳/۱۱۳۲ (۱۰۱۴)۔ ۳ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۲۰۵۱، ایضاح المکنون، اسماعیل پاشا بغدادی ۴/۷۸، الفتح المبین مراغی ا/۲۳۹۔۲۵۰، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ا/۱۱۳، ۱۱۴ (۷۸)۔

۴ یعلی محمد بن الحسین بن محمد بن خلف بن احمد بن الفراء البغدادی (۹۹۰/۱۰۶۵ء) تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۲/۲۵۶ (۷۳۰)۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ العدة فی اصول الفقه ۔ یہ ۵ جلدوں میں احمد بن علی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

۲۔ مختصر العدة ۔ ۳۔ الکفایة فی اصول الفقه ۔ ۴۔ مختصر الکفایة[1]

ابراہیم السروی (۳۵۸ھ۔۴۵۸ھ)[2]

بغداد میں ابوحامد الاسفرینی سے تفقہ حاصل کیا منصب قضاء پر فائز رہے تدریس و افتاء کی خدمت انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : السبکی نے کہا :

"له تصانيف كثيرة في المذهب، والخلاف والاصول والفرائض".[3]

(فقہ خلاف، اصول اور فرائض میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔)

ابوحاتم القزوینی الشافعی (متوفی ۴۶۰ھ)[4]

ہدیۃ العارفین میں صاحب عقد المذہب کے حوالے سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا اصول اور خلاف میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں کتاب "تجريد التجريد" اور "كتاب الحيل" بھی شامل ہیں۔[5]

ابوفضل ثابت الشیعی (متوفی تقریباً ۴۶۰ھ)[6]

منهاج الرشادة فی الاصول آپ کی تصانیف میں سے ایک ہے۔[7]

محمد بن حسن الطوسی الشیعی (۳۵۸ھ۔۴۶۰ھ)

طائفہ امامیہ کے شیخ تھے نجف میں وارد ہوئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب العدة فی الاصول ۔ ۲۔ منتهى السول فی شرح الفصول ۔[8]

عبدالرحمٰن الفورانی (۳۸۸ھ۔۴۶۱ھ)[9]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے۔ ابوبکر القفال کے کبار تلامذہ میں سے تھے۔

---

[1] الفتح المبین، المراغی ۱/۲۴۵۔ [2] ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن موسیٰ بن ہارون المطہری (۹۶۹ء/۱۰۶۶ء)۔

[3] معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا/۶۳ (۳۵)۔

[4] ابوحاتم محمود الحسن بن محمد بن یوسف بن الحسن بن محمد بن عکرمہ بن مالک الانصاری الطبری۔

[5] ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۴۰۲۔ [6] ابوالفضل ثابت بن عبداللہ بن ثابت الیشکری۔

[7] ایضاح المکنون، اسماعیل باشا بغدادی ۴/۵۸۶۔ [8] ابوجعفر محمد بن حسن بن علی الطوسی الشیعی، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۲۔

[9] ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن فوران الفورانی المروزی (۹۹۸ء/۱۰۶۹ء) خراسان (مرو) میں وفات پائی۔ الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۱/۳۰۵ (۲۰۴۲)۔

مؤلفات اصولیہ : ابن خلکان نے لکھا :

"وصنف في الاصول والمذهب والخلاف ....".

(اور انہوں نے اصول، مذہب اور خلاف ۔۔۔ میں کتب تصنیف کیں۔) [1]

حسین المروزی الشافعی (متوفی ۴۶۲ھ) [2]

فقیہ و اصولی تھے۔ ابوبکر القفال المروزی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : ابن خلکان نے لکھا : "صنف في الاصول والفروع والخلاف"۔ [3]

حمزہ الدیلمی الشیعی (متوفی ۴۶۳ھ) [4]

فقیہ و اصولی تھے۔ المرتضی اور المفید کے کبار تلامذہ میں سے تھے اور المرتضی کے تو خاص الخواص تھے۔

مؤلفات اصولیہ........انہوں نے کتاب " التقريب في اصول الفقه " تالیف کی۔ [5]

الخطیب البغدادی (۳۹۲ھ۔۴۶۳ھ) [6]

ابن خلکان نے لکھا :

" وكان فقيها فغلب عليه الحديث والتاريخ ".

(اور وہ فقیہ تھے مگر ان پر حدیث اور تاریخ کا زیادہ غلبہ تھا)۔

رضا کحالہ نے ان کو اصولی بتایا ہے۔ مذہب شافعی پر تفقہ حاصل کیا، مشہور کتاب تاریخ بغداد کے مصنف ہیں "الفقيه والمتفقه" بھی تالیف کی۔ [7]

عبدالکریم القشیری (۳۷۶ھ۔۴۶۵ھ) [8]

صوفی، مفسر، فقیہ، محدث، متکلم اور دیگر کئی علوم کے ماہر تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم امام بکر بن فورک سے حاصل کی اور اس میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " الفصول في الاصول " تالیف کی۔ [9]

---

1. وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱/۲۷۶، ۲۷۷۔
2. حسین بن محمد بن احمد ابو علی المروزی القاضی متوفی ۱۰۷۰ء۔
3. معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲/۷۹ (۳۱۳)۔
4. حمزہ بن عبدالعزیز السلار الدیلمی الشیعی (ابو یعلی) متوفی ۱۰۷۱ء۔
5. معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۲/۸۵ (۳۱۹) بحوالہ اعیان الشیعہ ۷/۱۷۰، روضات الجنات ۲/۳۷۰ (۳۳۳)۔
6. ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی خطیب بغدادی (۱۰۰۲ء/۱۰۷۱ء) بغداد میں وفات پائی۔
7. وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱/۲۷ مصر مطبعہ المیمنیہ، احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰، معجم المؤلفین ۲/۳، معجم الادباء ۳/۱۳۔۴۵ (۲)۔
8. عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد النیشاپوری (۹۸۶ء/۱۰۷۳ء)، نیشاپور میں وفات پائی۔
9. ہدیۃ العارفین ۶/۶۰۷۔۶۰۸۔

ابوالمظفر الاسفرائینی شافعی (متوفی ۴۷۱ھ)[1]

فقیہ، اصولی، مفسر اور محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں بھی آپ نے کتاب تصنیف کی۔[2]

ابوالولید الباجی مالکی (۴۰۳ھ۔۴۷۴ھ)[3]

فقیہ، اصولی، محدث، متکلم، مفسر، ادیب، شاعر تھے۔ حصول علم کے لئے بغداد، دمشق، موصل، مصر وغیرہ کا سفر کیا وہاں کے جید علماء سے علم سیکھا۔ موصل میں فقہ و اصول کی تعلیم وہاں کے قاضی ابوجعفر السمنانی سے حاصل کی تیرہ برس تک حصول مقصد میں سرگرم رہنے کے بعد واپس باجہ لوٹ کر علمی و عملی میدان میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے لگ گئے۔ بعض بلاد اندلس کے قاضی بھی رہے۔ المراغی نے ابن حزم کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: "لم یکن للمذهب المالکی بعد القاضی عبدالوهاب الاابو الولید الباجی" (قاضی عبدالوہاب کے بعد سوائے ابوالولید باجی کے مذہب مالکی میں کوئی (عالم، مناظر) نہ تھا)۔ مختلف فنون پر تیس کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ احکام الفصول فی احکام الاصول[4]۔ یہ کتاب عبدالمجید ترکی کی تحقیق سے ۱۴۰۷ھ میں چھپ چکی ہے۔

۲۔ کتاب الحدود۔ یہ نزیہ حماد کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۲ھ میں چھپ چکی ہے۔

۳۔ کتاب الاشارۃ۔ ایک طرح سے یہ احکام الفصول کا اختصار ہے، یہ کتاب مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض سے عادل احمد الموجود اور علی محمد عوض کے تحقیق کے ساتھ ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء میں دوسری مرتبہ شائع ہوئی۔ اس سے قبل ۱۳۵۱ھ میں تونس سے شرح الورقات پر شیخ ہدہ السوسی کے حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی تھی۔ اسی طرح یہ کتاب ابن حزم الاندلسی متوفی ۴۵۶ھ "قصیدہ فی اصول فقہ الظاہریۃ" کے ساتھ مصطفیٰ الوضیفی اور مصطفیٰ ناجی کے مساعدت سے مرکز احیاء التراث ادبا و تراث المغربی رباط سے بھی شائع ہو چکی ہے۔[5]

کتاب "الاشارۃ" کے شارحین :

۱۔ ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر الثقفی الجیانی غرناطی مالکی متوفی ۷۰۸ھ۔[6]

۱؎ ابوالمظفر، شاہ بور بن طاہر بن محمد الاسفرائینی متوفی ۱۰۷۸ء۔

۲؎ الفتح المبین، المراغی ۱/۲۵۱، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲/۱۳۹ (۳۸۳) انہوں نے بحوالہ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۰۱ (۱۹۹) اور طبقات ابن قاضی شہبہ ۱/۲۶۱ ذکر کیا۔

۳؎ ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث التجیبی الاندلسی الباجی (۱۰۱۲ء/۱۰۸۱ء) اندلس میں ولادت و وفات پائی۔ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی ۳/۱۱۷۸ (۱۰۲۷)۔

۴؎ کشف القناع، بدرالدین عینی، ص ۴۸۹۔

۵؎ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا، بغدادی ۵/۳۹۷، الدیباج، ابن فرحون مالکی ص ۱۹۷۔۲۰۰، الفتح المبین، المراغی ۱/۲۵۲۔

۶؎ الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۰۶، الفتح المبین، المراغی ۲/۱۰۷،۱۰۸۔

۲۔ احمد بن ابراہیم بن الزبیر بن محمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی مالکی متوفی ۷۰۸ھ[1]

۳۔ ابوالعباس احمد بن عبدالرحمن الیزلیطنی مالکی متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ یا ۸۹۸ھ المراغی نے لکھا : " و (شرح) الارشادات للباجی فی الاصول " (انہوں نے باجی کی اصول میں کتاب الارشادات کی شرح لکھی)۔ حالانکہ باجی کی الارشادات کے نام سے اصول میں کوئی کتاب نہیں شاید کاتب کی غلطی سے الاشارۃ کے بجائے الارشادات ہوگیا ہو۔[2]

ابواسحاق الشیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ)[3]

فقہ،اصول وحدیث میں امام تھے۔بغداد جاکر ابوحاتم القزوینی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔خلق کثیر نے ان کے علم سے استفادہ کیا۔ان سے مروی ہے کہ جب وہ خراسان گئے تو وہاں انہوں نے اپنے تلامذہ واصحاب ہی کو قاضی،مفتی اور خطیب کے عہدوں پر فائز دیکھا،مشہور کتاب "طبقات الفقہاء" کے بھی مصنف ہیں۔خلیفہ مقتدی بأمراللہ کے یہاں ان کی بہت قدر ومنزلت تھی،نظام الملک نے ان کی تدریس کے لئے جس مدرسہ کو تعمیر کروایا تھا خلیفہ مقتدی بأمراللہ نے شیرازی کی وفات پر ان کے غم میں اسے بند کرنے کا حکم دے دیا تھا۔شیرازی نے بہت سی کتابیں تصنیف وتالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) **اللمع** : یہ کتاب جن بنیادی ابواب پر مشتمل ہے وہ خبر،اجماع،قیاس،استحسان،استصحاب،ادلہ،تقلید،افتاء، اجتہاد ہیں۔کتاب کا پہلا جزء قرآن اور دوسرا اصولی قضایا مثلاً امر،نہی،عموم،خصوص،ظاہر،تاویل،ناسخ و منسوخ پر مشتمل تھا۔یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے،قاہرہ سے ۱۳۲۶ھ،۱۳۴۷ھ/۱۹۲۹ء،۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء میں چھپی اور بیروت سے ۱۴۰۵ھ میں عبدالرحمن المرعشلی کی تحقیق اور صدیقی غماری کی تخریج احادیث کے ساتھ چھپی۔اسی طرح مکتبہ الکلیات الازہریہ اور دارالندوۃ الاسلامیہ،بیروت سے سید محمد بدرالدین النعسانی الحلبی کی تصحیح کے ساتھ ۱۹۸۷ء۔۱۹۸۸ء شائع ہوئی۔[4]

(۲) **شرح اللمع یا الوصول الی مسائل الاصول** : شیرازی کی یہ شرح عبدالمجید ترکی کی تحقیق کے ساتھ دارالغرب اسلامی،بیروت سے دوجلدوں میں ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء میں چھپ چکی ہے اس کے علاوہ علی بن عبدالعزیز بن علی العمیرینی کی تحقیق کے ساتھ تین مجلدات میں بھی چھپ چکی ہے اس کا تعارف ومنہج تحقیقی جائزہ میں پیش کیا جائے گا۔[5]

۱۔ الفتح المبین،المراغی ۲/۲۰۰۔ ۲۔ حوالہ سابق ۳/۴۴۔

۳۔ جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ (۱۰۰۳-۱۰۸۳ء) شیراز میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون،حاجی خلیفہ ۱/۳۳۹،۲/۱۵۶۲،ہدیۃ العارفین،اسماعیل پاشا بغدادی ۵/۸،کشف القناع المرنی،بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۴۹۴،الفتح المبین،المراغی ۱/۲۵۵۔۲۵۷۔

۵۔ کشف القناع المرنی،بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۴۹۴،جدہ،جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء طبقات الشافعیہ،عبدالرحیم الاسنوی شافعی (جمال الدین) شافعی متوفی ۷۷۲ھ/۲/۷۔۸ (۶۷۲) بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

کتاب اللمع کے شیرازی کے علاوہ شارحین :
(تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ) مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن عبدالقاہر بن محمد بن یوسف البغدادی شافعی متوفی ۵۶۷ھ معروف بہ ابن الخشاب انہوں نے نامکمل شرح لکھی۔[1]

۲۔ کمال الدین مسعود بن علی العنسی متوفی ۶۰۴ھ۔[2]

۳۔ عبداللہ ابن اسعد الوزیری الیمنی متوفی ۶۱۳ھ تقریباً انہوں نے غایۃ الطلب والمامول فی شرح اللمع فی الاصول کے نام سے شرح لکھی۔[3]

۴۔ عبداللہ العکبری حنبلی متوفی ۶۱۶ھ نے المتبع فی شرح اللمع تالیف کی۔[4]

۵۔ موسیٰ بن احمد بن یوسف الیمنی شافعی متوفی ۶۲۰ھ۔[5]

۶۔ ضیاء الدین ابوعمر عثمان بن عیسیٰ الھذبانی الکردی متوفی ۶۲۲ھ نے دو جلدوں میں شرح لکھی۔[6]

۷۔ قاضی احمد بن مقبل بن عثمان العلھی العدنی متوفی ۶۳۰ھ نے "شرح مشکل اللمع" تالیف کی۔[7]

۸۔ سلیمان بن شعیب بن خضر البحیری القاہری متوفی ۹۱۲ھ۔[8]

۹۔ شیخ یحییٰ بن امان المکی نے "نزھۃ المشتاق" کے نام سے شرح لکھی جو ۱۳۲۷ھ میں قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

(۳) التبصرۃ فی اصول الفقہ : یہ کتاب دارالفکر، دمشق سے ۱۹۸۳ء میں محمد حسن ہیتو کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے اور اس کا طویل مقدمہ بعنوان "الامام الشیرازی حیاتہ وآراؤہ الاصولیہ" علیحدہ کتاب کی صورت میں دمشق سے ۱۹۸۰ء میں چھپ چکا ہے۔[9]

حاجی خلیفہ نے کہا کہ ابوالفتح عثمان بن جنی نے اس کی شرح لکھی تھی[10] مگر عبدالمجید ترکی نے شرح اللمع میں اس کی نسبت کی صحت میں شک کیا ہے اور کہا کہ ابن جنی کا انتقال امام شیرازی کی ولادت سے پہلے ۳۹۲ھ/۱۰۰۱ء میں ہوا ساتھ یہ بھی لکھا کہ السبکی کو بھی یہی مغالطہ شرح کی نسبت کے بارے میں ہوا تھا۔[7] صاحب معجم الاصولیین نے لکھا کہ سبکی کے حوالے سے یہ بات ان کو طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں نہیں ملی۔[11]

۱۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۱۵۶۲، ھدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/۴۵۵۔

۲۔ ایضاح المکنون ۴/۱۴۲، اسماعیل باشا بغدادی ۴/۴۱۰۔

۳۔ ایضاح المکنون ۴/۱۴۲، ھدیۃ العارفین ۵/۴۵۸۔

۴۔ ھدیۃ العارفین ۵/۴۵۹۔

۵۔ ایضاح المکنون ۲/۴۱۰، ھدیۃ العارفین ۶/۴۷۹۔

۶۔ کشف الظنون ۲/۵۱۶۲، ھدیۃ العارفین ۵/۴۵۴، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۳/۴۲ (۱۸)۔

۷۔ ایضاح المکنون ۴/۴۱۰۔

۸۔ الفتح المبین، المراغی ۳/۶۷، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲/۱۶۲ (۳۶۱)۔

۹۔ کشف القناع المرنی، بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۱۴۳۔

۱۰۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱/۱۵۶۲/۲،۹۲۳۔

۱۱۔ تحقیقی مقدمہ علی شرح اللمع للشیرازی، عبدالمجید ترکی ص ۵۴، دارالغرب الاسلامی ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء۔

(۴) کتاب القیاس : محقق الملخص فی الجدل، محمد یوسف اخوند جان نیازی نے اس کتاب کا ذکر کیا کہ شیرازی نے خود تین مرتبہ اس کتاب کا ذکر شرح اللمع کے باب "الکلام علی معنی الخطاب وھو القیاس" باب فساد الوضع وفساد لا اعتبار' اور باب القلب میں کیا۔ محقق نیازی نے یہ بھی کہا کہ کتب فہارس، طبقات و تراجم وغیرہ میں اس کتاب کے ذکر میں ان کو کوئی لغزش نہیں ہوئی ہے۔[۱]

(۵) الحدود والحقائق فی الاصول[۲]

(۶) المختصر فی اصول مذھب الشافعی

ادلۃ : الحمد للہ حق حمدہ وصلاۃ علی محمد خیر خلقہ وعلی الہ وصحبہ[۳]

(۷) الملخص فی الجدل

الملخص فی الجدل کا تحقیقی تجزیہ :

"النظر" کا لفظ تین انواع پر مشتمل ہوتا ہے اصول فقہ میں اس کا نام جدل ہے فروع فقہ میں خلافیات اور مناظرہ کی شروط وقواعد میں اس کا استعمال "اداب البحث" کہلاتا ہے۔ اس تفریق کے باوجود خلافیات جس کا تعلق فروع فقہ سے ہوتا ہے اس میں اصول فقہ کے "الجدل" پر گفتگو کر لی جاتی ہے اور اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ الجدل میں خلافیات کو زیر بحث لایا جائے۔ امام شیرازی اپنی اس کتاب "الجدل" میں خلاف کے مسائل کو ایک ایک کر کے پیش کرتے ہیں اور ان سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اپنے مذہب یا ذاتی رائے کو ترجیح دیتے ہیں مخالفین کی آراء کا بھرپور انداز سے بطلان کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ قرآن کریم اور اس کی تاویل کے قضایا مثلاً عموم، خصوص، امر، نہی، ناسخ ومنسوخ، حدیث اور اس کے طرق کی نقل، اس کی صحت کے اثبات، اجماع اور اس کے اثبات ونفی میں کلام کرتے ہیں، مثلاً ان کے حجیت شرعیہ ہونے اور اس کا نظریہ اور اس میں اکابر ومجتہدین کی آراء ونظریات اور جن کے ذریعے اجماع منعقد ہوتا ہے وغیرہ۔ آخر میں قیاس کے ارکان اصل، فرع، حکم اور علت پر بحث کرتے ہیں۔ اصول اربعہ اساسیہ کے ساتھ دیگر اصول مبہمہ مثلاً استحسان الاستصحاب اور الاستصلاح کو بھی زیر بحث لاتے ہیں۔

محمد یوسف اخوند جان نیازی نے اس پر تحقیق کی اور جامعہ ام القری سے ۱۴۰۷ھ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔[۴]

(۸) المعونۃ فی الجدل : یہ کتاب الملخص فی الجدل کی تلخیص ہے جو عبدالمجید ترکی کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں طبع ہو چکی ہے۔[۵]

---

[۱] حوالہ سابق اس میں محقق "الملخص" اخوند جان نیازی کے حوالہ سے مذکور ہے تحقیق مقدمہ علی شرح اللمع عبدالمجید ترکی ص ۶۳۔

[۲] معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱/۴۱۔ [۳] حوالہ سابق۔

[۴] حوالہ سابق، کشف القناع المرنی، بدرالدین عینی ص ۴۹۳، تحقیق مقدمہ علی شرح اللمع، عبدالمجید ترکی ص ۶۱، ۱۳۲، حوالہ سابق۔

[۵] تحقیق مقدمہ علی شرح اللمع، عبدالمجید ترکی ص ۵۷-۵۹، تلخیص اور اس میں فہرس مخطوطات المکتبہ الوطنیہ پیرس ص ۸۶،۱۷۰، ۷ کے حوالہ سے مذکور ہے۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ۲/۲۰۱۴۔

کتاب الوصول الی مسائل الاصول یا شرح اللمع کا تحقیقی تجزیہ :

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر " الوصول الی معرفۃ الاصول " کے نام سے کیا اور اسی نام کی ایک اور کتاب کو ابوبکر محمد بن داؤد الظاہری متوفی ۲۹۴ھ۔ ۹۰۷ء کی طرف منسوب کیا۔ ڈی سلان نے فہرس مخطوطات المکتبۃ الوطنیۃ پیرس میں لکھا کہ یہ کتاب کلام اور اصول دین میں ہے اور وہ ان پر گفتگو کے دوران مذہب شافعی کے اصول فقہ اور طریقہ جدلیہ پر بحث کرتے ہیں۔ اس کتاب کی " القسم الثانی " ہم تک پہنچی جو مندرجہ ذیل رئیسی ابواب پر مشتمل ہے۔ الخبر ، الاجماع ، القیاس ، الاستحسان ، الاستصحاب ، الادلۃ ، التقلید ، الفتیا ، الاجتہاد ، الاختلاف جہاں تک اس کے " الجزء الاول " کا تعلق ہے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ قرآن سے متعلق ہوگا اور ان تمام قضایا پر مشتمل ہوگا جسے اصولی اس مقام پر زیر بحث لاتے ہیں مثلاً امر ، نہی ، عموم ، خصوص ، ظاہر ، تاویل ، ناسخ و منسوخ۔

باوجود اس کے کہ صرف حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو ان کی طرف منسوب کیا ہے مگر دیگر کی تائیدات سے اس کی تصدیق ہوجاتی ہے اور اس کی نسبت میں کسی قسم کا شک نہیں رہتا۔ مثلاً وہ اس کتاب کے فقرہ ۲۶۳ اور ۳۳۰ میں اپنی کتاب التلخیص یا ملخص کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں :

"ذکرت فی التلخیص فی الجدل" (میں نے التلخیص فی الجدل میں اس کا ذکر کیا ہے)

یا " ذکرت ذلک فی الملخص " (میں نے اسے " الملخص " میں ذکر کیا ہے)

شرح اللمع یا الوصول کا زمانہ تالیف :

شیرازی نے ابوالطیب طبری متوفی ۴۵۰ھ/ ۱۰۵۸ء سے زانوئے تلمذ طے کیا اور الاصول میں کم از کم چودہ مرتبہ ان کی آراء کو نقل کیا اور دوسروں کی آراء پر ان کی رائے کو ترجیح دی۔ وہ اس کتاب کے فقرہ ۱۹۳ اور ۳۶۹ میں بالترتیب کہتے ہیں :

سمعت القاضی اباالطیب یقول (میں نے ابوطیب کو کہتے ہوئے سنا)

سمعت القاضی اباالطیب رحمہ اللہ (میں نے ابوطیب رحمہ اللہ کو کہتے سنا)

ان اقوال سے اندازہ ہوتا ہے انہوں نے اس کتاب کو اپنے شیخ طبری (متوفی ۴۵۰ھ) کی وفات کے بعد تالیف کیا ہوگا۔

شرح اللمع الوصول میں شیرازی کا اسلوب :

"کتاب الوصول مذہب شافعی کے اصول فقہ اور طریقہ جدلیہ پر تصنیف ہے۔ اس میں ان کا اسلوب یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے مسائل کو الگ کر کے ان کی تفصیل لاتے ہیں اور پھر سب سے پہلے اپنی رائے اور پھر اس سے متعلق تمام مشہور آراء پیش کر دیتے ہیں پھر مخالفین کی آراء پیش کر کے دلائل نقلیہ قرآن ، سنت اقوال صحابہ و تابعین سے اور پھر دلائل عقلیہ سے ان کا بطلان ثابت کرتے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف وہ آراء مخالفہ زیادہ تر معتزلہ کی ہوتی ہے۔ نیز اشاعرہ ، مالکیہ ، حنفیہ ظاہریہ کی آراء مخالفہ کا بھی رد کرتے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف وہ بالعموم آراء شافعیہ اور بالخصوص اپنے استاد ابوالطیب طبری کی آراء کی پرزور تائید و حمایت کرتے ہیں اور جب مذہب شافعی میں ہی آراء کا اختلاف ہوتا ہے تو اس رائے کو ترجیح دے کر مختار قرار دیتے ہیں جو اقرب الی السنۃ ہوتی ہے یا جسے وہ درست سمجھتے ہیں۔

اس کتاب پر طائرانہ نظر ڈالنے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ کتاب تعبیر وتشریح میں بعض مطول کتابوں سے عمدہ ہے۔ اس میں وہ قرآن وحدیث سے مستمرہ ومتواصل استشہاد میں حریص نظر آتے ہیں یہی بات ان کو اہل سنت وحدیث اور جماعت میں شامل رکھتی ہے اور اس میں ان کی بقا کی ضامن ہے۔ یہ کتاب اگرچہ اصول فقہ میں ہے لیکن اس میں "طریقۃ النظر" پر اعتماد کیا گیا ہے۔ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ "النظر" تین انواع پر مشتمل ایک جامع لفظ ہے اصول فقہ میں مستعمل ہو تو اس کا نام جدل ہے فروع فقہ میں خلافیات اور مناظرہ کی شروط وقواعد میں اس کا نام "آداب البحث" ہے۔[1]

ابن الصباغ الشافعی (۴۰۰ھ۔ ۴۷۷ھ)[2]

فقیہ، اصولی و متکلم تھے فقہ و اصول میں خاص کمال حاصل تھا، ثقہ مانے جاتے یہاں تک کہ بعض نے ان کو ابواسحاق الشیرازی پر فوقیت دی۔ قاضی ابوالطیب الطبری سے تفقہ حاصل کیا، مدرسہ نظامیہ کے پہلے مدرس ہیں، نظام الملک نے نظامیہ کی تعمیر ابواسحاق الشیرازی کے لئے کروائی ان کے انکار کے سبب انہوں نے بیس دن تدریس کی پھر مسلسل اصرار پر ابواسحاق الشیرازی نے مسند سنبھال لی۔ ابن سبکی نے ابوالوفاء بن عقیل حنبلی کا قول نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

"لم ادرک فیمن رایت وحاضرت من العلماء علی اختلاف مذاھبھم من کملت له شرائط الاجتھاد المطلق الاثلاثۃ: ابایعلی بن الفراء وابا الفضل الھمذانی الفرضی وابا نصر بن الصباغ".

(مختلف مذاہب کے جن علماء کو میں نے دیکھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں سے کسی کو بھی شرائط اجتہاد مطلق پر پورا اترتے نہیں پایا سوائے ابویعلی بن الفراء، اور ابوالفضل ہمذانی الفرضی اور ابونصر الصباغ کے)۔

مؤلفات اصولیہ:

۱. العمدۃ فی اصول الفقہ

۲. تذکرۃ العالم والطریق السالم فی الاصول[3]

امام الحرمین الجوینی الشافعی (۴۱۹ھ۔ ۴۷۸ھ)[4]

فقیہ، اصولی، متکلم اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ اپنے والد شیخ ابومحمد الجوینی اور قاضی حسین سے تفقہ حاصل کیا استاد ابوالقاسم الاسکاف الاسفرائینی سے علم الاصول کی تعلیم حاصل کی۔ طغرل بیگ سلجوق کے وزیر عمید الملک الکندری نے

---

۱ تحقیقی مقدمہ علی شرح اللمع، عبدالمجید ترکی ص ۵۷۔۵۹، تخیص اور اس کی مہر س مخطوطات المکتبہ الوطنیہ پیرس ص ۷۰۱۶، ۸۶ کے حوالہ سے مذکور ہے۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ۲/۲۰۱۳۔

۲ ابونصر عبدالسید بن محمد بن عبدالواحد بن احمد ابن الصباغ (۱۰۱۰/۱۰۸۳ء) بغداد میں ولادت ووفات ہوئی۔

۳ الفتح المبین، المراغی ۱/۲۵۸۔۲۵۹، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲/۲۰۵۔۲۰۶ (۳۳۹)۔

۴ امام الحرمین عبدالملک بن ابو عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد ابن حیویہ الجوینی (۱۰۲۸/۱۰۸۵ء) نیشاپور میں ولادت ووفات ہوئی۔

جب اشاعرہ وغیرہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور منبروں سے مذمت کروائی تو آپ ترک وطن کر کے بغداد چلے گئے۔ وہاں سے ۴۵۰ھ/ ۱۰۵۸ء میں حجاز مقدس پہنچے، مکہ معظمہ اور مدینہ المنورۃ میں چار سال تک درس دیتے رہے اسی وجہ سے ان کا اعزازی لقب امام الحرمین پڑ گیا بعد میں نظام ملک کے دور میں دوبارہ نیشا پور آئے اور مرتے دم تک وہاں مدرسہ نظامیہ میں پڑھاتے رہے جس کا نام بغداد کے مشہور مدرسہ کے نام پر مدرسہ نظامیہ رکھا۔[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البرهان ۲۔ الورقات ۳۔ تلخيص الغريب والارشاد فی اصول الفقه
۴۔ التحفة فی الاصول[2] ۵۔ الشامل فی الاصول[3]

کتاب " البرهان " کا تحقیقی جائزہ :

امام الحرمین اپنی اس کتاب کا آغاز "مقدمات الكتاب" سے کرتے ہیں جس میں مبادیات علم اصول فقہ بیان کرتے ہیں اور ہر اس شخص کے لئے اس منہج کی پیروی کو لازمی قرار دیتے ہیں جو فنون علوم کے کسی فن میں گہرائی کا ارادہ رکھتا ہو وہ کہتے ہیں :

حق على كل من يحاول الخوض فی فن من فنون العلوم :

(ا) أن يحيط بالمقصود منه. (ب) وبالمواد التی يستمد منها ذلک الفن.

(ج) " وحقيقته وحده ان امكنت عبارة سديدة على صناعة الحد، وان عسر فعليه ان يحاول الدرك بمسالک التقاسيم ".[4]

(فنون علوم کے کسی فن میں گہرائی حاصل کرنے کے لئے ان (مندرجہ ذیل) باتوں کا جاننا ضروری ہے کہ اس فن کے مقصود منہ کا احاطہ، اور اس میں جن مواد سے استمد ادکیا گیا ہے (ان کا بھی احاطہ) اور اسی کی حقیقت و تعریف اگر آسان و سہل عبارت میں ممکن ہو تو بیان کرے اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر ہو تو تقاسیم کے مسالک پر درک کی بھرپور کوشش کرے)۔

اس طریقہ کو اپنانے کو وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں :

" كى يكون الاقدام على تعلمه مع حظ من العلم الجملی بالعلم الذی يحاول الخوض فيه ".[5]

(تا کہ اس علم کی بابت (ابتداء میں ہی) اجمالاً جان جائے جس کے بارے میں گہرائی اور غور خوض کا ارادہ کیا گیا ہے۔)

آپ اسی منہج کی اپنی اس کتاب میں پیروی کرتے ہوئے اصول فقہ کی تعریف اس کے مصادر اور مقصود منہ کو ذکر کرتے ہیں اور پھر دیگر مقدمات لاتے ہیں احکام شرعیہ کی تعریف پیش کرتے ہیں۔ معتزلہ کے اس شبہ پر مناقشہ کرتے ہیں جس میں انہوں نے " تقبیح " و تحسین اور اس کا ادراک عقلی یا شرعی ان سب کو اصول فقہ کی بحث میں شامل

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۷/ ۵۴۱، لاہور دانش گاہ پنجاب، ۱۳۹۱ھ۔ ۱۹۷۱ء۔
[2] هدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی، ۵/ ۶۲۵۔ [3] حوالہ سابق۔
[4] البرہان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوینی متوفی ۴۷۸ھ، ۱/ ۸۳، مکتبہ امام الحرمین ۱۳۹۹ھ۔ [5] حوالہ سابق۔

کردیا پھر منعم کا شکر اور وجوب شکر پر معتزلہ سے مناقشہ کر کے ان کے مذہب کا فساد ذکر کیا کیوں کہ انہوں نے اس کا وجوب عقلی مانا ہے۔ اس کے بعد تکلیف اور اس کا معنی اور مکلف کون ہے اور "مالا یجوز التکلیف بہ" کو ذکر کیا اور علوم اور اس کے مدارک[1] (درجات) اور عقول کے مدارک (درجات)[2] کو بیان کیا۔ اس طرح امام الحرمین نے ایک نیا اسلوب عطا کیا کہ ابتداء ہی میں عقل کے بارے میں مقبول قول پیش کر دیا کیونکہ عقل ہی علوم کے حقائق تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد علم کی سابقین سے منقول تعریفات پیش کر کے اس کا فساد بیان کیا اور پھر کہا کہ علم کی کوئی حتمی تعریف ممکن ہی نہیں۔ پھر جہل، ظن، شک، اور تقلید کا فرق بیان کیا، علم اور عالم کے حال کو بیان کیا۔ معترض مشکک اور اس کا موقف بیان کیا علم کے معنی کی وضاحت کی پھر علوم کے مدارک اور وسائل پر کلام کیا اس کو ایک فصل کے تحت لا کر علوم میں سابقین کی آراء کو پیش کیا اور ان کے مطالعہ غور و غوض سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ :

"أن الحق بعید نازح عن ھذہ المسالک".[3]

(بے شک (اس بارے میں) حق ان مسالک سے بہت دور ہے)۔

پھر ایک فصل کے تحت صرف یہ بیان لائے کہ عقل ہی جن کا ادراک کر سکتی ہے اور سمع ہی جن کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ جن کا ادراک دونوں (عقل و سمع) کر سکتے ہیں ساتھ ہی ان میں سے ہر ایک کی انواع بیان کیں۔

آخر میں یہ مقدمات اس فصل پر ختم ہوتے ہیں :

"یشتمل علی مقدار من مدارک العقول تمس الحاجۃ الیہ فی مسائل الاصول".[4]

اس فصل میں واضح کیا کہ ہر شئی میں عقل کا تفوق درست نہیں بلکہ بعض اشیاء کا درک اور تنفذ عقل پر موقوف ہوتا ہے اور بعض کا نہیں، وہ فرماتے ہیں :

"أن العقول لا تجول فی کل شئی بل تقف فی اشیاء وتنفذ فی اشیاء".

البرھان کے بنیادی موضوعات کا مختصر تعارف

امام الحرمین ان مقدمات سے فراغت پانے کے بعد کتاب کے اصل موضوعات یعنی اصول الفقہ اور اس کے ادلہ کی طرف آتے ہیں اختصار کے ساتھ ہم ان کو بیان کرتے ہیں۔

اول۔ البیان : کتاب کی اس قسم میں بیان کے مسائل کو ابواب اور فصول میں پیش کیا بیان سے مراد الکتاب والسنۃ ہے اس کے بعد بیان کو عقلی اور سمعی کی طرف تقسیم کر دیا۔ "کتاب البیان" میں اوامر ونواہی کے مسائل، مطلق و مقید، عام و خاص کو بیان کیا "افعال الرسول" اور ان کے شرعی حجت ہونے پر کلام کیا۔ تاویل کے طریقے بیان کئے پھر اخبار پر ایک مکمل باب باندھا جس میں خبر متواتر کی شروط اور عمل کے وجوب میں خبر واحد کے مفید ہونے اور روایت و رواۃ اور ان کی صفات، جرح و تعدیل وغیرہ پر کلام کیا۔

---

[1] حوالہ سابق فقرہ : ۳۶ وما بعدھا۔ [2] حوالہ سابق فقرہ : ۵۵ وما بعدھا۔
[3] حوالہ سابق فقرہ : ۵۳۔ [4] حوالہ سابق فقرہ : ۵۴ وما بعدھا۔

ثانیاً۔ الاجماع : اس میں اجماع کے وقوع کے بارے میں نظریات پر بحث کرتے ہوئے اس کے ممکن الوقوع ہونے کا ذکر کیا مگر کہا :

" ولکنه فی زمننا لیس بهین ".[1]

(اور لیکن وہ (اجماع) ہمارے زمانے میں آسان نہیں ہے)

وہ اجماع کی بحث کو مندرجہ ذیل چار فنون میں سمیٹتے ہیں :

(ا) اجماع کرنے والی کی تعداد وصفات :

اجماع میں عوام کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن ارباب حل وعقد کا اعتبار ہے اور اصحاب الاصول کے اجماع کے بارے میں اختلاف ہے امام الحرمین کا موقف ہے کہ " أن لا اعتبار بهم "[2] (ان (اصحاب الاصول) کا اجماع معتبر نہیں)۔ امام الحرمین نے یہاں قاضی کی مخالفت کی ہے وہ اصحاب الاصول کے اجماع کو معتبر مانتے ہیں۔[3] مجمعین کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے امام الحرمین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ :

" انه یجوز ان ینحط عددهم عن عدد التواتر، بل یجوز شغور الزمان عن العلماء، فاما ان یکون اجماع المنحطین عن مبلغ التواتر حجة ، فهذا لا یرضاه، فان ماخذ الاجماع یستند الی طرد عادة ".[4]

(اگر اجماع کرنے والوں کی تعداد تواتر سے کچھ کم ہے تو بھی اجماع جائز ہے بلکہ مختلف زمانے کے علماء کا بھی اجماع جائز ہے اور اس میں زیادہ کمی ہو تو وہ عادت کے خلاف ہونے کی بناء پر درست نہیں ہوگا۔)

اجماع کرنے والوں کے اوصاف کے بارے میں ان کا قول ہے :

"أن کل مالا یعتبر فی احاد المفتین ،فهو غیر معتبر فی المجمعین".

(ہر وہ شخص جو مفتی کی شروط پر پورا نہیں اترتا تو اجماع میں اس کی شمولیت معتبر نہیں ہوگی۔)

(ب) اجماع کے لئے کون سا زمانہ معتبر ہے؟

امام الحرمین نے قاضی اور ابو اسحاق کی آراء کو دلائل کے ساتھ بالتفصیل پیش کیں اور ان پر بحث کی اور کہا :

" فالذی اخترناه استثمار طرق الحق فی المسالک کلها".[5]

(ہم نے تمام مسالک میں حق کے راستے کے ثمرہ کو اختیار کیا ہے۔)

اس کے بعد امام الحرمین نے اس بارے میں اپنی رائے پیش کی۔

(ج) کیفیت اجماع قولی/سکوتی :

اس بارے میں شافعی اور امام ابوحنیفہ کے اقوال پیش کئے پھر امام شافعی کے قول کو قول مختار تسلیم کیا کہ اجماع سکوتی کا کوئی اعتبار نہیں اور کہا :

1۔ حوالہ سابق فقرہ : ۷۰۰۔ 2۔ حوالہ سابق فقرہ : ۷۰۹۔ 3۔ حوالہ سابق (مفہوم)۔

4۔ حوالہ سابق فقرہ : ۷۱۶۔ 5۔ حوالہ سابق فقرہ : ۷۲۰۔

" فانه لا ينسب لساكت قول "[1]

(بلاشبہ کسی خاموش شخص سے قول منسوب نہیں کیا جاسکتا۔)

(د) کس چیز پر اجماع کا انعقاد کیا جاسکتا ہے اور کس چیز پر اس کا انعقاد نہیں ہوسکتا :

اس بحث کے ساتھ ہی جزءِ اول مکمل ہوتا ہے۔

ثالثاً۔ القیاس : دوسرے جزء کا آغاز قیاس سے ہوتا ہے اس کو تفصیلاً تقریباً دو سو صفحات میں بیان کیا جس میں مسائل قیاس، اس کی انواع اور اس کے مراتب وغیرہ ذکر کیے۔

رابعاً۔ استدلال : استحسان اور مصالح مرسلہ پر عمل کرنے سے متعلق مختلف آراء پیش کیں اس بارے میں تین مذاہب کا ذکر کیا۔

۱۔ اس کی نفی کرنے والے یعنی قاضی اور اصحاب متکلمین کا گروہ۔

۲۔ اس کے قائلین، یعنی امام مالک۔

۳۔ اجتہاد بالاستدلال کو شرط کے ساتھ جائز کہنے والے، یعنی امام شافعی۔

امام الحرمین نے ان تینوں آراء میں سے امام شافعی کی رائے کو پسندیدہ مانا ہے۔

خامساً۔ النسخ : اس کے تحت " نســـــــخ " کے معنی بیان کیے اس کے عقلاً اور شرعاً وقوع کے جواز کو ثابت کیا "نسخ الكتاب بالسنة " اور " نسخ السنة بالكتاب " دونوں کو درست تسلیم کیا، یہاں امام الحرمین امام شافعی کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ " نسخ الكتاب بالسنة " ممنوع نہیں ہے۔

عبدالعظیم محمود الدیب نے "البرهان" پر تحقیق کی ان کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب جو دو مجلدات پر مشتمل ہے۔ جو نسخ کے بیان پر مکمل ہوتی ہے مگر وہ نامکمل ہے۔

اس کتاب کے نامکمل ہونے پر عبدالعظیم کے دلائل :

۱۔ امام الحرمین نے البرھان کے خاتمہ میں " الاجتهاد " اور " الفتوی " کو اس کتاب میں شامل بتایا مگر وہ مطبوعہ کتاب میں موجود نہیں ہے۔ امام الحرمین فرماتے ہیں :

"تم الكتاب، وقد نجز بحمد الله وحسن توفيقه الغرض من هذا المجموع في الاصول ونحن نرسم بعد ذلك، مستعين بالله تعالىٰ ، كتابا جامعا في الاجتهاد و الفتوى، يقع مصنفا برأسه وتتمة لهذا المجموع".

اس کتاب کے نامکمل رہنے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام الحرمین نے کتاب التاویلات کے آخر میں جو بیان فرمایا اس سے تو صریحاً پتہ چلتا ہے کہ نسخ کے بعد باب الفتوی اور صفات المفتیین، الاستفتاء اور اوصاف المجتہدین کا ذکر کیا گیا ہوگا۔[2]

---

[1] حوالہ سابق، فقرہ : ۶۲۲، ۶۲۳۔ [2] حوالہ سابق، فقرہ : ۳۴۷۔

۲۔ المنخول جوامام الحرمین کی کتاب البرہان کا خلاصہ ہے اس میں احکام الاجتہاد والفتویٰ بھی موجود ہے خود امام غزالی اپنی کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں :

"هذا تمام المنخول من تعليق الاصول، بعد حذف الفضول، وتحقيق كل مسألة بما هية العقول، مع الاقلاع عن التطويل ،التزام ما فيه شفاء الغليل ،والا قتصار على ماذكره امام الحرمين رحمه الله في تعاليقه ، من غير تبديل وتزييد في المعنى وتعليل ، سوى تكلف في تهذيب كل كتاب بتقسيم فصول ، وتبويب ابواب.... الخ".

اس سے بھی معلوم ہوا کہ المنخول کے مسائل اوران کی ترتیب اور مشتملات کتاب برہان کی صورت پر مرتب کئے گئے تھے اور المنخول میں "احکام الاجتهاد و الفتوی" کا ہونا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ دونوں موضوعات برہان کے موضوعات میں شامل رہے ہوں گے اور اس کا جزء ہوں گے۔

کتاب "البرہان" کی اہمیت ومنزلت

بلاشبہ تاریخ علم الاصول میں بالخصوص اور تاریخ فکر الاسلامی اس کتاب کو اہم کتب میں شمار کیا گیا ہے اس میں ان اصولیین کی آراء بھی محفوظ ہوگئیں جن کی کتب ناپید ہو چکی ہیں۔ مثلاً امام الحرمین تقریباً ہر مسئلہ میں امام باقلانی کی رائے پیش کرتے ہیں ان کی یہ آراء ان کی کتب " الارشادو التقريب ،اصول الكبير ،اصول الصغير، المقنع فی اصول الفقه اور بہت سے مسائلِ اصولیہ سے ماخوذ ہوتی ہیں جو ان کتابوں میں محفوظ تھیں، مگر ان کتابوں میں سے کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ اس طرح البرہان میں ابن فورک کی آراء ان کی کتاب "مجموعات " سے پیش کردہ ہیں اور اشعری کی" اجوبة المسائل البصرية" سے اور قاضی عبدالجبار کی " العمد" اور " شرح العمد" سے اور ابن الجبائی کی کتاب " الابواب" سے پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے " العمد " کے علاوہ تمام کتب ناپید ہیں۔ اسی طرح اہل السنّت کی اصول فقہ پر کوئی اور کتاب سوائے "اصل الاصول" ،"رسالة الشافعی" جو طریقہ متکلمین پر تصنیف کی گئی ہو ہم تک نہیں پہنچی ، یہ کتاب نئے طریقہ اور نئے اسلوب پر تالیف کی گئی۔ آٹھویں صدی ہجری کے شافعی عالم السبکی جو البرہان سے قبل لکھی گئی کتب پر آگاہ تھے انہوں نے بھی اس کا اعتراف کیا اور کہا کہ :

"ان هذا الكتاب وضعه امام الحرمين في اصول الفقه على اسلوب غريب، لم يقتد فيه باحد"[1]

(بلاشبہ یہ کتاب جسے امام الحرمین نے اصول فقہ میں انوکھے اسلوب پر تالیف کیا ان سے قبل کسی نے بھی اس اسلوب کو نہیں اپنایا)

اصول فقہ میں ارکان اربعہ کتب میں " البرهان" کی اہمیت :

کتاب " البرهان" اصول فقہ کی ان چار رکن کتابوں میں سے ایک ہے جن پر کتب اصول فقہ کی عمارت قائم ہے اس علم کی معظم المؤلفات میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) کتب اصول فقہ میں " البرهان" کی حیثیت کو یوں اجاگر کرتے ہیں :

---

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (۷۲۷ھ۔۷۷۱ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو۔ محمود محمد الطناحی ۱۹۲/۵: قاہرہ، داراحیاء الکتب العربیہ فیصل عیسیٰ البابی الحلبی سن ند۔

"وكان من أحسن ما كتب فيه المتكلمون كتاب البرهان للامام الحرمين المستصفى للغزالي وهما من الاشعرية وكتاب العمد لعبد الجبار وشرحه المعتمد لابي الحسين البصري وهما من المعتزلة وكانت الاربعة قواعد هذا الفن واركانه ثم لخص هذه الكتب الاربعة فجلان من المتكلمين المتاخرين وهما الامام فخر الدين بن الخطيب في كتاب المحصول وسيف الدين الامدي في الكتاب الاحكام، واختلف طوائفهما في الفن بين التحقيق والاحتجاج، فابن الخطيب اميل الى الاستكثار من الادلة والاحتجاج والامدي مولع بتحقيق المذاهب وتفريع المسائل". [1]

(متکلمین کی اصول فقہ پر عمدہ کتب میں سے یہ ہیں امام الحرمین کی "البرھان" اور الغزالی کی "المستصفی" ہیں یہ دونوں اشعری ہیں اور عبدالجبار کی کتاب "العھد" اور ان کی "شرح المعتمد" ہیں جو ابوالحسین البصری نے کی، دونوں معتزلی ہیں۔ چاروں کتب اس فن کی بنیاد اور ارکان کہلائیں۔ پھر متاخرین میں سے دو عظیم متکلمین نے ان چاروں کی تلخیص کی وہ امام فخر الدین بن الخطیب (الرازی) ہیں جنہوں نے "المحصول" تالیف کی دوسرے سیف الدین الامدی ہیں جنہوں نے کتاب "الاحکام" تالیف کی دونوں نے اس فن میں تحقیق اور دلائل کے مختلف طریقوں کو اپنایا، ابن الخطیب کثرت سے ادلہ اور احتجاج لانے کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں جب کہ امدی مذاہب کی تحقیق اور مسائل کی تفریع کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔)

آگے چل کر ابن خلدون ان کتب کے اثرات اور مستقبل میں لکھی جانے والی مؤلفات اصولیہ کا ان پر اعتماد سے متعلق لکھتے ہیں :

"واما كتب المحصول ما اختصره تلميذ الامام سراج الدين الارموي في كتاب التحصيل وتاج الدين الارموي في كتاب الحاصل واقتطف شهاب الدين القرافي منهما مقدمات وقواعد في كتاب صغير سماه التنقيحات وكذلك فعل البيضاوي في كتاب المنهاج وعنى المبتدئون بهذين الكتابين وشرحهما كثير من الناس. وأما كتاب الاحكام للامدي وهو اكثر تحقيقا في المسائل فلخصه ابوعمر وبن الحاجب في كتابه المعروف بالمختصر الكبير ثم اختصره في كتاب اخر تداوله طلبة العلم وعنى اهل المشرق والمغرب به وبمطالعته وشرحه وحصلت زبدة طريقة المتكلمين في هذا الفن في هذه المختصرات". [2]

(پھر اس کتاب "المحصول" کا خلاصہ امام فخر الدین کے شاگرد سراج الدین الارموی نے کتاب "التحصیل" میں اور تاج الدین الارموی نے کتاب "الحاصل" میں کیا بعد ازاں شہاب الدین قرافی نے ان دونوں کتابوں سے مقدمات و قواعد اخذ کئے اور ان کو ایک چھوٹی سے کتاب میں ضبط کیا جس کا نام "تنقیحات" رکھا۔ اسی طرح بیضاوی نے "المنھاج" میں یہی طرز اختیار کیا ان دونوں کتابوں کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور لوگوں نے ان پر شرحیں لکھی اور امدی کی کتاب "الاحکام" جو مسائل کی تحقیق پر مشتمل تھی، اس کا خلاصہ ابوعمرو بن الحاجب نے اپنی کتاب "مختصر الکبیر" میں کیا پھر اس کا بھی خلاصہ ایک دوسری کتاب کی شکل میں لکھا جس کو طلبہ نے بہت ہی پسند کیا اہل مشرق و مغرب نے اس کو بڑی اہمیت دی، شوق و ذوق سے اس کے مطالعے ہوئے اور اس پر اچھی اچھی شرحیں لکھی گئیں۔)

---

[1] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۳۵۴۔ بغداد مکتبۃ المثنی سن ند
[2] حوالہ سابق ص ۳۵۴، ۳۵۵۔

کتاب البرہان کی شروح :

۱. ایضاح المحصول من برہان الاصول : ابوعبداللہ محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری (متوفی ۵۳۶ھ) نے یہ شرح لکھی ہے[۱]

۲. التحقیق والبیان فی شرح البرہان : ابوالحسن علی بن اسماعیل بن علی (حسین) بن عطیہ الابیاری الصنہاجی التلکانی (متوفی ۶۱۶ھ) نے اس نام سے شرح لکھی۔[۲]

نوٹ : اس شرح میں "البرھان" کے صرف ان مقامات اور عبارات کی شرح کی گی ہے جہاں شارح نے شرح وتعلیق کی ضرورت محسوس کی۔

۳. کفایۃ طالب البیان شرح البرھان : یہ شریف ابو یحی زکریا بن یحی الحسینی المعزنی (متوفی ند) کی تالیف ہے اس میں مازری اور ابیاری کے کلام کو جمع کیا اور اس میں اضافہ کیا۔[۳]

الغرض پانچویں صدی ہجری کے آخر میں امام الحرمین جوینی نے ارسطو کے اسلوب پر اصول فقہ میں کتاب "البرھان" تالیف کی امام غزالی، شیخ جوینی کے شاگرد ہیں انہوں نے بھی اصول فقہ کی تالیف میں اپنے استاد کا منہاج اختیار کیا۔ ان کی منہاجیات کی بہترین صراحت کتاب "البرھان فی اصول الفقہ" میں ملتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اشعری اصول کی بنیاد پر ایک اسلوب قضا قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔[۴]

"الورقات" کا تحقیقی تجزیہ

امام سبکی نے امام الحرمین سے متعلق ایک طویل مدحیہ مقالہ لکھا اور علی الاعلان کہا کہ ان کی ادبی تصنیفات کی کثرت کی توجیہ سوائے معجزہ کہنے کے اور کسی طرح ممکن نہیں، ان کی کتب اصول فقہ اور علم کلام کے درمیان بٹی ہوئی ہیں، ان کی کتاب الوقات فی اصول الفقہ کی شرحیں تیرھویں صدی ہجری تک برابر لکھی جاتی رہیں۔ سبکی نے اس کتاب کے مشکل ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس کو لغز الامۃ (اُمت کی چیستان) کا نام دیا ہے۔ امام سبکی نے ان تحفظات کی طرف بھی توجہ دلائی جو الجوینی نے امام اشعری اور امام مالک کے بارے میں درج کئے ہیں یہ تحفظات ایسے ہیں جن کی بناء پر ان کی شرعی تصنیف کو بالخصوص مالکیوں کے ہاں زیادہ قبولیت نہیں مل سکی۔[۵]

الوارقات پر شروح وحواشی لکھنے والے علماء : (تاریخ وفات کی زمنی ترتیت کے ساتھ)

(۱) تاج الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن سباع الفرکاح شافعی متوفی ۶۹۰ھ۔[۶]

(۲) جلال الدین محمد بن احمد المحلی شافعی متوفی ۸۶۴ھ۔[۷]

---

[۱] ایضاح المکنون ۳۰/۱۵۶، ہدیۃ العارفین ۶/۸۸، الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ۔ ص ۳۷۴، ۳۷۵، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ، الفتح المبین، المراغی ۲/۲۶۔

[۲] الدیباج، ابن فرحون مالکی ص ۳۰۶، الفتح المبین، المراغی ۲/۵۱۔

[۳] البرھان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوینی متوفی ۴۷۸ھ، ص ۵۸ مصر دار الوفا، طبعہ ثالثہ ۱۴۱۲ھ۔

[۴] دائرہ معارف اسلامیہ، ۷/۵۴۱، لاہور، دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء۔

[۵] حوالہ سابق، الفاظ کے حذف واضافہ کے ساتھ۔

[۶] ہدیۃ العارفین، ۵/۵۲۵، الفتح المبین، المراغی ۲/۹۲۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲/۱۷۲ (۳۰۹)۔

[۷] حدیۃ العارفین ۶/۲۰۲، الفتح المبین، المراغی ۳/۳۰۔

جلال الدین محلی کی شرح پر حواشی :

۱۔ شہاب الدین احمد بن احمد بن عبدالحق السنباطی مصر شافعی متوفی ۹۹۰ھ۔[1]

۲۔ احمد بن احمد بن سلام القلیوبی المصری متوفی ۱۰۶۹ھ۔[2]

۳۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبدالغنی الدمیاطی متوفی ۱۱۱۷ھ۔[3]

۴۔ احمد بن عبداللطیف الخطیب الحاوی الشافعی نے حاشیہ النفحات علی شرح الورقات کے نام سے حاشیہ لکھا۔ شرح محلی اور حاشیہ النفحات دونوں ایک ساتھ مصطفیٰ البابی حلبی مصر سے ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء میں چھپ چکے ہیں۔

(۳) سراج الدین عمر بن احمد بن محمد المصری البلبیسی شافعی متوفی ۸۷۸ھ نے التحقیقات فی شرح الورقات کے نام سے شرح لکھی۔[4]

(۴) کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن شافعی متوفی ۸۷۴ھ معروف بہ امام الکاملیہ۔[5]

(۵) زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ۔[6]

(۶) ابن قاوان حسین بن احمد بن محمد بن احمد گیلانی مکی شافعی متوفی ۸۸۹ھ۔[7]

(۷) ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب متوفی ۹۵۴ھ نے "قرۃ العین" کے نام سے شرح لکھی۔[8]

(۸) احمد شہاب الدین الرملی المصری الانصاری شافعی متوفی ۹۵۷ھ نے "غایہ المامول فی شرح ورقات الاصول" کے نام سے شرح لکھی۔ ۹۲۰ھ میں تالیف سے فراغت پائی۔[9]

(۹) شرف الدین یونس بن عبدالوھاب بن احمد بن ابوبکر الدمشقی العیثاوی شافعی متوفی ۹۷۸ھ۔[10]

(۱۰) شہاب الدین بن قاسم العبادی قاہری شافعی متوفی ۹۹۴ھ نے "حاشیه علی شرح الورقات" لکھا۔

نوٹ : شرح ورقات پر العبادی کی دو شرحیں یا دو حاشیہ ہیں "الکبیر" اور "الصغیر" مطبعہ الحلبی سے "ارشاد الفحول" کے حاشیہ پر اور اسی طرح امام قرآنی کی شرح التنقیح کے حاشیہ پر مکتبہ المنیریہ، قاہرہ سے ۱۳۰۶ھ میں چھپ چکی ہے۔[11]

(۱۱) ابوالخیر بن محمد ابوالسعادت بن الحب محمد بن الرضی محمد الحسین الطبری مکی (دسویں صدی ہجری کے عالم) نے شرح الورقات لکھی۔[12]

۱۔ ھدیۃ العارفین ۶/۵۷۳۔
۲۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۸۲/۲۔۸۳ (۵۳)۔
۳۔ الفتح المبین ۳/۱۲۰، معجم الاصولیین ۱/۱۹۹، ۲۰۰ (۱۳۸)
۴۔ ایضاح المکنون ۴/۷۰۳، ھدیۃ العارفین ۵/۷۹۳۔
۵۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۳۵۸، ھدیۃ العارفین ۶/۲۰۶، الفتح المبین ۳/۴۳۔
۶۔ ھدیۃ العارفین ۵/۸۳۰۔
۷۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲/۶۴ (۶۹۷)
۸۔ ھدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۳۳۲، الفتح المبین، المراغی ۳/۷۵۔ ایضاح المکنون ۴/۷۰۳۔
۹۔ معجم الاصولیین ۲/۶۸، ۶۹ (۴۴)۔
۱۰۔ ھدیۃ العارفین ۶/۵۷۳۔
۱۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۴۰۔ الفتح المبین، المراغی ۳/۱۸۱، معجم الاصولیین ۱/۱۷۷۔۱۷۸ (۱۳۶)۔
۱۲۔ معجم الاصولیین ۲/۹۸ (۳۳۶)۔

(۱۲) نسیمی زادہ شیخ ابراہیم بن سعید النکہاری رومی متوفی ۱۰۱۴ھ نے۔

ا۔ تحارير و تقارير المتحققات في شرح الورقات اور

۲۔ جامع المتفرقات من فرائد الورقات تالیف کیں۔[1]

(۱۳) ابراہیم بن احمد بن محمد بن علی بن الملا الحصکفی شافعی متوفی ۱۰۳۲ھ معروف بہ ابن الملا نے الورقات پر تین شرحیں لکھیں :

ا۔ كفاية الرقاة الى معرفة غرف الورقات (مختصر شرح)

۲۔ التحارير الملحقات و التقارير المتحققات (متوسط شرح)

۳ جامع المتفرقات من فرائد الورقات (مطول شرح)[2]

(۱۴) ابوعبداللہ محمد المرابط بن محمد بن ابوبکر الدلائی مالکی متوفی ۱۰۸۹ھ نے "المعارج المرتقيات الى (في) الورقات" کے نام سے شرح لکھی۔[3]

(۱۵) حسین بن حسین بن قاسم بن محمد بن علی الحسنی الصعانی متوفی ۱۱۱۴ھ۔[4]

(۱۶) ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن زاکوء الفاسی مالکی متوفی ۱۱۲۰ھ۔[5]

(۱۷) محمد بن عبادہ العدوی الصوفی مالکی متوفی ۱۱۹۳ھ نے تالیف کی۔[6]

الورقات کو نظم کرنے والے علماء :

(۱) شرف الدین، شمس الدین۔ یحیٰی نورالدین بدرالدین موسیٰ بن رمضان عمیرہ العمیر یطی متوفی ۸۹۰ھ تقریباً نے "تسهيل الطرقات في الورقات" کے نام سے نظم کیا۔[7]

(۲) شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن رجب الطوفی قاہری شافعی متوفی ۸۹۳ھ۔[8]

(۳) ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابوبکر بن علی بن ایوب المصری ابن ابی شریف شافعی متوفی ۹۲۳ھ۔[9]

(۴) ابن الاهول ابوبکر بن ابوالقاسم بن احمد بن محمد الحسینی الیمنی التہامی حنفی متوفی ۱۰۳۵ھ۔[10]

(۵) عبدالجواد بن شعیب بن احمد بن عباد بن شعیب القناتی شافعی (متوفی ۱۰۷۳ھ)۔[11]

(۶) ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن زاکور الفاسی مالکی متوفی ۱۱۲۰ھ۔[12]

---

[1] ھدیۃ العارفین ۵/۲۰۔
[2] معجم الاصولیین ۱/۲۳، ۲۵ (۵)۔
[3] معجم الاصولیین ۲/۳۰ (۲۷۰)۔
[4] ھدیۃ العارفین ۵/۲۹۶، معجم الاصولیین ۲/۳۰ (۲۷۰)۔
[5] الفتح المبین، ۳/۱۲۰۔
[6] الفتح المبین، ۳/۱۳۳۔
[7] ھدیۃ العارفین۔ ۶/۵۲۹۔
[8] ھدیۃ العارفین۔ ۵/۱۳۵۔
[9] معجم الاصولیین، ۱/۵۴۔۵۵ (۲۸)۔
[10] ھدیۃ العارفین۔ ۶/۲۳۹۔
[11] ھدیۃ العارفین، ۵/۵۰۱۔
[12] ھدیۃ العارفین، ۶/۳۱۰۔

(۷) بدرالدین عثمان بن سند النجدی البصری متوفی ۱۲۴۲ھ نے نظم الورقات للامام الحرمین اور شرح نظم الورقات تالیف کی۔[۱]

(۸) ابوالعباس احمد بن بابا الشنقیطی مالکی متوفی ۱۲۱۰ھ بعدہ نے "ارجوزۃ نظم فیھا ورقات امام الحرمین" تالیف کی۔[۲]

شرف الدین العمیریطی (متوفی ۸۹۰ھ) کے نظم کی شرح :

شرح الدین نے تسہیل الطرقات فی نظم الورقات کے نام سے اس کو منظوم کیا تو بعد میں مکۃ المکرمہ کے ایک عالم سید محمد بن علوی مالکی نے اس نظم کی شرح لکھی اور یہ دونوں ایک ساتھ وزارۃ الاعلام کی اجازت سے دار القبلۃ الثقافۃ الاسلامیۃ، مکۃ المکرمۃ سے ۱۴۱۱ھ میں طبع ہوئی۔

کتاب "التخلیص" کا تحقیقی تجزیہ :

"التقریب والارشاد فی ترتیب طرق الاجتھاد" قاضی ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ کی تصنیف ہے۔ انہوں نے خود "الارشاد المتوسط، الارشاد الصغیر" کے نام سے اس کا اختصار کیا یہ اصول کے موضوع پر ایک عظیم کتاب تھی۔ کتاب الارشاد کا وہ نسخہ جو ہمیں دستیاب ہوا وہ چار جلدوں میں ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب بارہ جلدوں میں تھی۔ امام الحرمین کی "التلخیص" قاضی باقلانی کی مذکورہ بالا کتاب کا اختصار ہے۔

عبدالرحمٰن المتولی الشافعی (۴۲۶ھ۔۴۷۸ھ)[۳]

فقیہ، اصولی، متکلم و فرضی تھے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو تین مقامات پر ذکر کیا "الغنیۃ فی الاصول" اس کا آغاز الحمد للہ رب العلمین الخ سے ہوتا ہے۔[۴]

ابوالحسن القیروانی المالکی (متوفی ۴۷۹ھ)[۵]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "الفصول فی معرفۃ الاصول" تالیف کی۔[۶]

احمد الخزاعی الشیعی (متوفی ۴۸۰ھ تقریباً)[۷]

انہوں نے کتاب "المفتاح فی الاصول" تالیف کی۔[۸]

۱۔ الفتح المبین۔۳/۱۴۳۔ ۲۔ معجم الاصولیین، ۱/۱۰۳(۶۸)۔

۳۔ ابوسعد (سعید) عبدالرحمٰن بن مامون بن علی بن ابراہیم النیشاپوری (۱۰۳۵/۱۰۸۶ء)، نیشاپور میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون، ۲/۱۲۵۷، ھدیۃ العارفین، ۵/۱۵۰، ۵/۵۱۸۔

۵۔ ابوالحسن علی بن فضال بن علی بن غالب بن جابر بن عبدالرحمٰن التمیمی المجاشعی القیروانی۔

۶۔ ھدیۃ العارفین، ۵/۶۹۳، ایضاح المکنون، ۴/۱۹۳۔ ۷۔ احمد بن حسین بن احمد الخزاعی النیشاپوری الشیعی۔

۸۔ ھدیۃ العارفین ۵/۸۰۔

شافعی بن صالح جنبلی (متوفی ۴۸۰ھ)

ابن رجب جنبلی نے اپنی کتاب "الذیل علی طبقات الحنابلة" میں ان کے متعلق لکھا :

"وکتب معظم تصانیفه فی الاصول والفروع".[1]

(فروع واصول میں ان کی قابل قدر تصانیف ہیں)

فخر الاسلام البزدوی الحنفی (۴۰۰ھ-۴۸۲ھ)[2]

فروع واصول، فقہ وحدیث مناظرہ وکلام، وغیرہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے مرجع خلائق بنے۔ عبدالحی لکھنوی نے آپ کے متعلق لکھا :

"البزدوی الامام الکبیر الجامع بین اشتات العلوم امام الدین فی الفروع والاصول".[3]

(بزدوی امام الکبیر مختلف علوم میں جامع فروع واصول میں دنیا کے امام ہیں۔)

سمرقند میں علم حاصل کیا مذہب حنفی کے حفاظ میں شمار ہوتے ہیں۔

مؤلفات اصولیه : عبدالحی لکھنوی نے لکھا :

"له تصانیف کثیرة معتبرة وکتاب کبیر فی اصول الفقه مشهور باصول البزدوی معتبر معتمد".[4]

(ان کی بہت سی معتبر تصانیف ہیں۔۔۔اور اصول فقہ میں ایک بڑی کتاب (اس فن میں) معتمد ومعتبر ہے جو اصول البزدوی سے مشہور ہے۔)

(۱) کنز الوصول الی معرفة الاصول کا تحقیقی جائزہ :

آپ کی بہت سی کتب میں سے اصول فقہ پر یہ کتاب "اصول البزدوی" بعض دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا متن ہے جس کی عبارتوں کو سمجھنا گویا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ بزدوی کے متن کی کیفیت کو عبدالعلی نے شرح مسلم الثبوت کے مقدمہ میں اس طرح بیان کیا :

"وأوردت حل بعض عبارات الامام الاجل والشیخ الاکمل رئیس الائمة والعالمین فخر الاسلام والمسلمین لقبه أغر من الصبح الصادق واسمه یخبر عن علوه علی کل حاذق ذلک الامام الالمعی فخر الاسلام والمسلمین علی البزدوی برد الله مرقده وتلک

---

[1] (ب) شافع بن صالح بن حاتم بن ابی عبداللہ الجیلی، ابومحمد، ۴۳۰ھ کے بعد بغداد آئے وہیں وفات پائی۔ کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب، ابوالفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد، البغدادی الدمشقی الحنبلی (۷۳۶ھ-۷۹۵ھ) ۳/۳۹ (۲۴) بیروت دار المعرفہ سن ند۔

[2] فخر الاسلام، ابوالحسن ابوالعسر علی بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن مجاہد (۱۰۱۰ء/۱۰۷۹ء)۔

[3] الفوائد البهیة، عبدالحی الکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص۱۲۴۔

[4] الفوائد البهیة، ص۱۲۴، ۱۲۵، کشف الظنون، ۵/۶۹۳، ایضاح المکنون ۴/۳۸۸، الفتح المبین ۱/۲۶۳۔

العبارات کا نها صخور مرکوزة فيها الجواهر واوراق مستورة فيها الزواهر تحيرت أصحاب الازهان الشاقبه فی اخذ معانيها وقنع الغائصون فی بحارها بالاصداف عن لا ليها ولا استحيی من الحق وأقول قول الصدق ان جل کلامه عظيم لايقدر علی حله الآمن نال فضله تعالیٰ الجسيم وأتی الله تعالیٰ وله قلب سليم". [1]

(............اور یہ عبارتیں گویا چٹانیں ہیں جن میں جواہر جڑے ہوئے ہیں یا پتے ہیں جن میں شگوفے چھپے ہوئے ہیں۔ روشن ذہن وذکاوت والے ان کے معانی حاصل کرنے میں کوشاں ہیں ان عبارتوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والے بجائے موتیوں کے سیپیوں پر قناعت کررہے ہیں اور میں حق کے اظہار میں شرماتا نہیں اور سچی بات کہتا ہوں کیونکہ ان کی باتیں واقعی عظیم ہیں کوئی ان کے حل پر قدرت نہیں رکھتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا سے قلب سلیم کی نعمت میسر ہو۔)

فخر الاسلام بزدوی نے جس طرح ایک مشکل عبارت کے اسلوب کو اپنایا تو ان کی عبارت کے فہم میں صعب وعسر کی بناء پر ان کا لقب ابوالعسر پڑ گیا۔ مگر دوسری طرف ان کے ایک حقیقی بھائی جن کا نام محمد تھا انہوں نے بھی اصول اور دیگر فنون میں کتب تالیف کیں مگر اپنے بھائی فخر الاسلام کے برعکس انہوں نے نہایت سلیس صاف اور واضح عبارتوں میں بات کرنے کے اسلوب کو اختیار کیا اور یہ ان کا اسلوب اہل علم کو اتنا آسان لگا کہ ان کا لقب ابوالیسر رکھ دیا، ہوسکتا ہے کہ فخر الاسلام نے تعلیم اور اس اسلوب کو متعارف کرانے کی غرض سے ایسا کیا ہو اور پھر ان ہی کے مشورہ سے ان کے بھائی نے نہایت سلیس، صاف اور واضح عبارات میں اصول فقہ کے مسائل کو پیش کیا تاکہ دونوں طریقوں پر اصول فقہ میں خدمات کا شرف ان کے خاندان کو حاصل ہو جائے۔

طاش کبری زادہ نے لکھا :

" وللامام فخر الاسلام البزدوی أخ مشهور بابی اليسر ليسر تصنيفاته کما ان فخر الاسلام مشهور بابی العسر لعسر تصنيفاته". [2]

(امام فخر الاسلام کے ایک بھائی ہیں جو اپنی تصنیفات کے اسلوب میں آسانی کی وجہ سے ابوالیسر کہلائے جس طرح کہ فخر الاسلام اپنی تصانیف میں مشکل کے باعث ابوالعسر سے مشہور ہوئے۔)

کتاب "اصول بزدوی" کے شارحین :

۱۔ علی بن محمد بن علی نجم العلماء حمید الدین الضریر الرامشی حنفی متوفی ۶۶۷ھ۔ [3]

۲۔ حسین بن علی بن الحجاج بن علی حسام الدین السغناقی حنفی متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۴ھ۔ [4]

۳۔ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرلانی متوفی ۷۶۷ھ نے " الشافی " کے نام سے شرح لکھی مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ [5]

---

[1] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت لمحب اللہ بن عبدالشکور، عبدالعلی محمد بن نظام الدین الانصاری متوفی دوسری صدی ہجری کے اواخر ۱/۵، مصر مطبعہ بولاق ۱۳۲۲ھ۔ [2] مفتاح السعادۃ، طاش کبری زادہ متوفی ۹۶۲ھ۔ [3] الفتح المبین، المراغی، ۲/۷۷۔

[4] ھدیۃ العارفین، ۳۱۴/۵، الفتح المبین ۲/۱۱۲، معجم الاصولیین ۲/۷۱۔۷۲ (۳۰۷)۔

[5] الفوائد البھیۃ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ ص ۵۸۔۵۹، معجم الاصولیین ۲/۱۹ (۲۲۸)۔

۴۔ ابوالمکارم فخر الدین احمد بن الحسن بن یوسف الجار بردی التبریزی متوفی ۷۴۶ھ [1]

۵۔ قوام الدین محمد بن محمد بن احمد السنجاری الکاکی متوفی ۷۴۹ھ نے "بنیان الاصول" کے نام سے شرح لکھی۔ [2]

۶۔ قوام الدین امیر کاتب بن امیر الاتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ نے الشامل کے نام سے شرح لکھی۔ [3]

۷۔ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے "التقریر" کے نام سے شرح لکھی۔ [4]

۸۔ سعید الدین بن قاضی بدھن بن شیخ محمد القدوائی خیر آبادی متوفی ۸۰۲ھ۔ [5]

۹۔ شہاب الدین احمد بن ابوالقاسم عمر الزوالی دولت آبادی حنفی متوفی ۸۴۹ھ (شہاب الدین شمس الدین الھندی) [6]

۱۰۔ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن سعید ضیاء حنفی متوفی ۸۵۴ھ ہدیۃ العارفین میں ان کی شرح کا نام "شافعی احیاء الکافی من الاصول البزدوی" مذکور ہے۔ [7]

۱۱۔ وجیہ الدین عمر بن عبدالمحسن الارزنجانی حنفی ۸۷۱ھ میں زندہ تھے۔ [8]

۱۲۔ الشاھروردی مصنفک حنفی متوفی ۸۷۵ھ (اصولی علی بن محمود بن محمد --- البسطامی الھروی) نے کتاب "التحریر فی شرح اصول البزدوی" تالیف کی۔ [9]

۱۳۔ سعد الدین بن قاضی خیر آبادی ھندی حنفی متوفی ۸۸۲ھ۔ [10]

۱۴۔ محمد بن فراموز رومی ملا خسرو حنفی متوفی ۹۹۵ھ۔ [11]

۱۵۔ علا الدین الہ داد بن عبداللہ جونپوری حنفی متوفی ۹۲۳ھ۔ [12]

۱۶۔ بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ۔ [13]

۱۷۔ عبدالعزیز بخاری متوفی ۷۳۰ھ کی "کشف الاسرار" ایک اہم و عمدہ شرح ہے جو دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

اصول بزدوی پر تعلیقہ :

۱۸۔ جلال الدین بن احمد بن یوسف بن طوغ رسلان التبانی متوفی ۷۹۳ھ نے تعلیقۃ علی اصول البزدوی

---

[1] ھدیۃ العارفین ۱۵۲/۶، الفتح المبین ۱۵۲/۲، معجم الاصولیین ۱۰۸/۱، ۱۰۹ (۷۴)۔

[2] ھدیۃ العارفین ۱۵۵/۶۔

[3] الفتح المبین ۱۷۲/۲، معجم الاصولیین ۲۸۵/۱، ۲۸۶ (۲۲۸)۔

[4] ھدیۃ العارفین ۱۷۱/۲، الفوائد البھیہ ص۱۹۵، ۱۹۶، الفتح المبین ۲۰۱/۲۔

[5] ھدیۃ العارفین ۳۸۵/۵، ۳۸۶ اس میں تاریخ وفات ۸۸۲ھ مذکور ہے۔ نزھۃ الخواطر و بھجۃ المسامع والنواظر، عبدالحئی بن فخر الدین الحسینی متوفی ۱۳۴۱ھ، ۷۸/۳، ۷۹ (۹۳) ھند حیدر آباد دکن مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۷۱ھ۔ ۱۹۵۱ء معجم الاصولیین ۱۱۹/۱ (۳۵۵)۔

[6] ھدیۃ العارفین ۱۲۷/۵۔

[7] ھدیۃ العارفین ۱۹۷/۶، الفتح المبین ۳۴/۳۔

[8] ھدیۃ العارفین ۷۹۳/۵۔

[9] ھدیۃ العارفین ۷۳۵/۵، الفتح المبین ۴۵/۳۔

[10] ھدیۃ العارفین ۳۸۵/۵۔

[11] ھدیۃ العارفین ۲۱۱/۶۔

[12] معجم الاصولیین ۲۷۶/۱، ۲۷۷ (۲۴۲)۔

[13] معجم الاصولیین ۲۱۵/۲، ۲۱۶ (۴۴۸)۔

تالیف کی۔ کشف الظنون اور ھدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے "تعلیقة علی شرح الارزنجانی لاصول البزدوی" تالیف کیا۔[1]

اصول بزدوی کی احادیث کی تخریج :

۱۹۔ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے "تخریج الاحادیث من اصول البزدوی" تالیف کی۔[2]

(۲) شرح تقویم الادلة :

البزدوی نے اصول فقہ میں دبوسی کی کتاب "تقویم الادلة" کی شرح لکھی۔

ابوالعباس الجرجانی شافعی (متوفی ۴۸۲ھ)

انہوں نے "المعایات فی اصول "تالیف کی۔[3]

شمس الائمۃ السرخسی حنفی (متوفی ۴۸۳ھ)[4]

متکلم، محدث، مناظر، اصولی اور مجتہد تھے۔ ان کی تصانیف فقہ واصول پر محیط ہیں انہوں نے فقہ کی مشہور وضخیم کتاب "المبسوط" اپنے شاگردوں کو اس وقت املا کرائی جب انہیں ایک کنویں میں قید کردیا گیا تھا۔ اس زمانے میں ان کے تلامذہ کنویں کی منڈھیر پر جمع ہوجاتے اور بغیر کسی کتاب ومراجع کے املاء کراتے جاتے اور شاگرد لکھتے رہتے۔ محمد بن حسن کو "السیر الکبیر "املا کرائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "اصول السرخی" تالیف کی۔[5]

احمد الابیوردی (متوفی ۴۸۳ھ بعدہ)

فقہ واصول پر آپ کی انوکھی مصنفات ہیں۔[6]

یعقوب بن ابراہیم حنبلی (متوفی ۴۸۶ھ)

فقیہ اصولی تھے ۴۰۰ھ کے بعد بغداد آئے تھے، "باب الازج" میں منصف قضاء پر فائز رہے۔ ابویعلی حنبلی نے "طبقات الحنابلة" میں لکھا :

۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۳۶۷، الفتح المبین ۲/ ۲۰۸، معجم الاصولیین ۲/ ۱۸،۱۷ (۲۴۷)۔

۲۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۸۳۰۔

۳۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۸۰۔

۴۔ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل خراسانی متوفی ۱۰۹۰ء۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۶/ ۷۶، الفوائد البہیۃ ص ۱۵۸، الفتح المبین ۱/ ۲۶۴-۲۶۵۔

۶۔ معجم الاصولیین ۱/ ۱۶۲ (۱۱۴)۔

"وصنف کتبا فی الاصول والفروع"[1]

(اور انہوں نے اصول وفروع پر کتب تصنیف کیں۔)

ابوالفرج عبدالواحد بن محمد حنبلی (متوفی ۴۸۶ھ)

فقیہ زاہد اور اپنے وقت کے شیخ الشام تھے ابن رجب نے لکھا :

"کان اماماً عارفاً للفقہ والاصول"

(وہ فقہ واصول کے عارف (اور) امام تھے۔)

وہ مزید لکھتے ہیں :

"وللشیخ ابی الفرج تصانیف عدیدۃ فی الفقہ والاصول منھا .... ومختصر فی الحدود وفی اصول الفقہ ....."[2]

(اور شیخ ابوالفرج کی فقہ واصول میں کئی تصانیف ہیں جن میں .... ومختصر فی الحدود وفی اصول الفقہ .... بھی شامل ہیں۔)

قاضی ابوبکر الشاشی (۴۰۰۔۴۸۸ھ)

بغداد میں ابوالطیب الطبری وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ صاحب الفتح المبین نے ان کو بھی اصولیین میں سے شمار کیا ہے مگر ان کی اصولی خدمات وکتب کا ذکر نہیں کیا۔[3]

ابویوسف القزوینی المعتزلی (۳۹۲ھ۔۴۸۸ھ)

عبدالجبار بن احمد الہمدانی ان کے استاد ہیں۔ مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ اپنے زمانے کے شیخ المعتزلہ بن گئے۔ صاحب الفتح المبین نے ان کو بھی اصولیین میں شمار کیا مگر ان کی اصولی خدمات وکتب کا ذکر نہیں کیا۔[4]

رزق اللہ التمیمی حنبلی (۴۰۱ھ۔۴۸۸ھ)

فقیہ، اصولی اور واعظ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : صفدی نے وافی بالوفیات میں کہا : "کان فقیھا فاضلا فی المذھب والخلاف والاصول، ولہ فی ذلک مصنفات حسنۃ"۔[5]

---

1. قاضی ابویعلی یعقوب بن ابراہیم بن سطور البرزینی عکبری بغداد میں وفات پائی ۔ طبقات الحنابلہ، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلی ۲/۲۳۵۔۲۳۷ (۶۸۲) بیروت دار المعرفہ سن ند۔
2. عبدالواحد بن محمد بن علی بن احمد الشیر ازی المقدسی الدمشقی ابوالفرج الانصاری حنبلی، دمشق میں وفات پائی۔ کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ ۳/۶۸۔۷۱ (۲۱) بیروت دار المعرفہ سن ند۔
3. ابوبکر محمد المظفر بن بکران الحموی (۱۰۰۹ء/۱۰۹۷ء) شاش میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ الفتح المبین ۱/۲۸۶۔
4. ابویوسف عبدالسلام بن محمد بن یوسف بن بندار (۱۰۰۱ء/۱۰۹۷ء) قزوین میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ الفتح المبین ۱/۲۶۷۔
5. ابومحمد رزق اللہ بن عبدالوہاب بن عبدالعزیز التمیمی (۱۰۱۰ء/۱۰۹۵ء) معجم الاصولیین ۲/۱۰۳ (۳۳۱)۔

ابوالمظفر السمعانی الحنفی ثم الشافعی (متوفی ۴۸۹ھ)

اپنے والد سے مذہب ابوحنیفہ پر تفقہ حاصل کیا پھر مذہب شافعی کی طرف منتقل ہو گئے پھر ابواسحاق الشیرازی، ابن الصباغ سے زانوئے تلمذ طے کیا، بہت سے فنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے، سلفی العقیدہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : القواطع فی اصول الفقه [1]

عبدالوہاب البغدادی الشافعی (۴۱۴ھ۔ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں وفات پائی) :

فقیہ اصولی تھے۔ اصول فقہ پر کئی کتب تالیف کیں۔ [2]

ابوالقاسم الباجی المالکی (متوفی ۴۹۳ھ)

اپنے والد سلیمان القاضی سے تفقہ حاصل کیا۔ اپنے والد کے کثیر ترکہ کو چھوڑ کر حصول علم کے لئے بغداد، بصرہ، یمن، اور حجاز مقدس کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "سر النظر فی علمی الاصول والخلاف" تالیف کی۔ [3]

عبدالوہاب بن احمد حنبلی (متوفی پانچویں صدی ہجری)

خطیب، واعظ، فقیہ اور اصولی تھے۔ بغداد میں تعلیم حاصل کی، قاضی ابویعلی سے تفقہ حاصل کیا حران کو وطن بنایا وہاں کے قاضی بھی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : ابن رجب حنبلی نے اپنی طبقات میں ذکر کیا کہ انہوں نے کتاب اصول الفقه تالیف کی۔ [4]

الکیا الھراسی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۴ھ) [5]

فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ امام الحرمین کے شاگرد تھے امام الحرمین کے حلقہ درس میں چار سو طلبہ تعلیم پاتے تھے۔ ان میں سے تین شخص سب سے ممتاز تھے کیا ھراسی، احمد بن محمد اور امام غزالی۔ طبرستان سے نیشاپور، بیہقی اور عراق کے سفر کئے مدرسہ نظامیہ (بغداد) میں تدریس کی، فقہ واصول وجدل میں مہارت تامہ رکھتے، دولت سلجوقیہ میں مجد الملک بن ملک سلجوق کے عہد میں قاضی رہے صاحب ارشاد الفحول امام شوکانی نے بہت سے مقامات میں ان سے نقل کیا ہے۔

---

[1] ابوالمظفر، منصور بن محمد بن عبدالجبار بن احمد بن محمد سمعانی متوفی ۱۰۹۵ھ مرو میں ولادت و وفات ہوئی۔ کشف الظنون ۲/ ۱۳۶۷ھ، ھدیۃ العارفین ۶/ ۴۷۳، الفتح المبین ۱/ ۲۶۶۔ [2] ابواحمد عبدالوہاب محمد عمر بن رامین بغدادی (ولادت ۱۰۲۳ء) الفتح المبین ۱/ ۲۷۰۔

[3] ابوالقاسم احمد بن سلیمان بن خلف الباجی متوفی ۱۰۹۹ء، حج سے واپسی پر جدہ میں انتقال ہوا۔ الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۰۳-۱۰۴، الفتح المبین ۱/ ۲۷۱، معجم الاصولیین ۱/ ۱۲۹ (۹۱)۔

[4] کتاب الذیل علی طبقات الحنابلۃ، ابن رجب عبدالرحمٰن بن شہاب الدین احمد البغدادی الدمشقی الحنبلی (۷۳۶-۷۹۵ھ) ۳/ ۴۲-۴۳ (۲۰) ابن رجب نے ۴۶۰ھ تا ۵۰۰ھ میں وفات پانے والوں کی فہرست میں ان کا ذکر کیا ہے۔ بیروت دار المعرفۃ سن ندارد۔

[5] ابوالحسن عمادالدین علی بن محمد بن علی الطبری الکیا الھراسی (۱۰۵۸ء/ ۱۱۱۰ء) بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التعلیق فی اصول الفقه" تالیف کی۔[1]

حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی، متصوف شاعر اور ادیب تھے۔ امام الحرمین کے تین ممتاز شاگردوں میں سے ایک تھے اور ان کے حلقہ درس کے معید تھے۔ اس زمانے میں نامور علماء کے یہاں معمول تھا کہ جب وہ درس دے چکتے تو سب سے لائق شاگرد باقی طلبہ کو درس دیتا۔ اُستاد کے بتائے ہوئے مضامین کو اچھی طرح ذہن نشین کرواتا، وہ معید کہلاتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : علامہ شبلی نعمانی نے اصول فقہ پر ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے :

(۱) المنخول (۲) المستصفی (۳) شفاء الغلیل

(۴) منتخل فی علم الجدل (۵) تحصین الماخذ (۶) ماخذ فی الخلافیات

(۷) مفصل الخلاف فی اصول القیاس

المراغی نے المکنون فی الاصول کا ذکر کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے ابو منصور جمال الدین حسن بن یعقوب بن المطہر الشیعی متوفی ۷۲۶ھ کی علمی خدمات کے تذکرہ میں لکھا کہ انہوں نے "شرح غایة الوصول فی الاصول للغزالی حجة الاسلام" تحریر کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غایة الوصول فی الاصول نامی کتاب بھی امام غزالی نے تالیف کی تھی جس کی ابو منصور نے شرح لکھی۔[3]

"المنخول من تعلیقات الاصول" کا تحقیقی تجزیہ

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں :

امام صاحب کے نام سے جو تصنیفات مشہور ہیں ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن کی نسبت میں بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ درحقیقت وہ امام صاحب کی تصنیف نہیں اس قسم کی چار کتابیں ہیں المنخول ۔۔۔ یہ کتاب (المنخول) اصول فقہ میں ہے۔ کشف الظنون میں اس کو ردائی حنیفہ کے نام سے لکھا ہے، اور قلاید العقیان کے مصنف کا قول نقل کیا ہے کہ وہ امام غزالی کی (کتاب) نہیں بلکہ محمود معتزلی کی تصنیف ہے۔ شمس الائمہ کردری نے اس کتاب کا رد بھی لکھا ہے۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہ کی نہایت سختی سے حرف گیری کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مسائل فی صدی ۹۰ غلط ہیں۔ چونکہ امام صاحب نے احیاء العلوم میں امام ابوحنیفہ کی نہایت مدح کی ہے اس کے علاوہ ائمہ دین کو بُرا کہنا امام صاحب کی شان سے بھی بعید ہے اس لئے یہ خیال کیا گیا کہ وہ امام غزالی کی تصنیف نہیں ہوسکتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ صرف اس دلیل کی بناء پر یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اولاً رجال و تاریخ کی تمام کتابوں میں وہ امام صاحب ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ثانیاً امام صاحب کے ابتدائی حالات جس نے غور سے پڑھے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ابتداء میں امام صاحب کا مزاج کس قدر

---

[1] ھدیۃ العارفین ۵/۶۹۴، کشف الظنون ۱/۴۲۳، الفتح المبین ۲/۸۰۷۔

[2] ابو حامد حجۃ الاسلام محمد بن محمد بن احمد الغزالی الطوسی (۱۰۵۸ء/۱۱۱۱ء)۔ خراسان میں ولادت و وفات ہوئی۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۳/۴۶۳، ۴۶۴۔ کشف الظنون ۲/۱۰۵۲، ۲/۱۱۹۴، ایضاح المکنون ۳/۲۹۸ ھدیۃ العارفین ۶/ الفتح المبین ۲/۸۔

[3] الغزالی، شبلی نعمانی ص ۴۴ کراچی مدینہ پبلیشنگ سن ندر۔ الفتح المبین ۔۲/۱۰ کشف الظنون ۲/۱۱۹۴ معجم الاصولیین ۲/۶۳ (۲۹۵)۔

مجادلہ پسند اور نکتہ چیں واقع ہوا تھا محدث عبدالغافر نے امام صاحب کو دونوں زمانوں میں دیکھا تھا ان کا بیان ہے کہ امام صاحب ابتداء میں نہایت جاہ پسند، خود پسند اور مغرور تھے۔ لیکن آخر میں ان کی حالت بدل گئی اور وہ کچھ سے کچھ ہوگئے۔ "منخول" اسی ابتدائی زمانے کی تصنیف ہوگی ہم نے اس کتاب کو دیکھا ہے خود اس کی طرز تحریر بتاتی ہے کہ وہ نشہ شباب کے زمانے میں تصنیف ہے۔[1]

بروکلمان نے المنخول کے آپ سے منسوب ہونے میں شک کیا ہے اور کہا :

"ان من الممکن ان یکون احد تلامیذہ قدنشرہ وفقاللدروس التی کان الغزالی یلقیھا".[2]

(ممکن ہے کہ یہ (المنخول) ان کے کسی شاگرد کی ہو جو امام غزالی کے ان دروس پر مشتمل ہو جو دوران درس انہوں نے دیئے۔)

بروکلمان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس لئے درست نہیں مانا جاسکتا۔ امام غزالی نے المستصفی کے مقدمہ میں اس کتاب کا اشارہ کیا اور کہا یہ ایک مختصر ہے۔ اسی طرح "الشفاء الغلیل" میں بھی یہ مذکور ہے، اور امام غزالی کے زمانے سے آج تک اصولیین اس کتاب کو آپ کی طرف منسوب کرتے چلے آرہے ہیں اور جب ان کی تصانیف کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں المنخول کو بھی شامل کرتے ہیں۔

امام غزالی کی اصول فقہ پر پہلی کتاب :

"المنخول" اصول پر امام غزالی کی پہلی کتاب ہے اور ان کی دوسری کتب جیسے "شفاء الغلیل" اور المستصفی تصانیف بعد کی تصانیف ہیں اس کا اندازہ اس سے بھی ہوسکتا ہے کہ "المستصفی" اور "شفاء الغلیل" میں "المنخول" کا ذکر آتا رہتا ہے اور "المستصفی" کے مقدمہ کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

المنخول کا زمانہ تالیف :

امام غزالی نے اس کتاب کو اپنی علمی زندگی کے آغاز پر تصنیف کیا اور بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی تدریس کے زمانہ میں اپنے استاد امام الحرمین کی زندگی میں ہی یہ کتاب لکھ دی تھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام الحرمین کی وفات کے بعد اس کو تصنیف کیا ہو کیونکہ ابتدائی زمانہ میں تو آپ مکمل طور پر دراسات فلسفہ کی طرف مائل تھے، اور مقاصد الفلاسفہ اور تہافۃ الفلاسفہ جیسی کتب کی تصنیف میں مشغول تھے۔

امام ابن السبکی شافعی (۷۷۱ھ) نے فرمایا :

"والمنخول" فی اصول الفقہ ،الفہ فی حیاۃ استاذہ امام الحرمین".[3]

("المنخول" انہوں نے (امام غزالی) نے اپنے استاد کی زندگی میں تالیف کی)

---

[1] الغزالی شبلی نعمانی ص ۳۵، ۳۶ انہوں نے حافظ ابن عساکر کی تبیین کذب المفتری کے حوالہ سے ذکر کیا۔

[2] تحقیق مقدمہ علی المنخول للغزالی، محمد حسن ہیتو، ص ۳۱۔

[3] طبقات الشافعیۃ الکبری، تاج الدین ابو نصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (۷۲۷ھ۔۷۷۱ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو، محمود محمد الطناحی ۶/۲۲۵ قاہرہ دار احیاء الکتب العربیۃ فیصل عیسیٰ البابی الحلبی سن ند۔

لیکن "المنخول" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب امام الحرمین کی وفات کے بعد کی تصنیف ہے۔ اس کی چند مثالوں سے وضاحت یہ ہے۔ مثلاً " المنخول " کی عبارت ہے :

" لاوالمختار انه لايحتج به، لان العقل لايحيل ذلك فى المعقولات والشبهة مختلجة، والقلوب مائلة الى التقليد واتباع الرجل المرموق فيه، اذ قال قولاً".

اس کے بعد فرماتے ہیں : " هذا مما اختاره الامام رحمه الله "۔[1]

اس میں " رحمه الله " سے ظاہر ہوتا ہے کہ المنخول کی تالیف کے وقت امام الحرمین زندہ نہیں تھے۔

دوسری مثال کے لئے "المنخول" کی اس عبارت کو پیش کر سکتے ہیں :

" والتزام مافيه شفاء الغليل، والاقتصار على ماذكره امام الحرمين رحمه الله فى تعاليقه من غير تبديل".

اس عبارت میں " رحمه الله " سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت امام الحرمین زندہ نہیں تھے۔

المنخول میں امام غزالی کی اسلوب :

اس کتاب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں امام غزالی ایک مستقل شخصیت کے رُوپ میں نظر نہیں آتے بلکہ ان کی حیثیت زیادہ تر اپنے استاد کی آراء کے ناقل و مدافع کی نظر آتی ہے۔ اس میں اپنے استاد کے افکار کو مدون کرتے ہیں ان کی تعالیق کو بغیر زیادتی و کمی کے من وعن بیان کر دیتے ہیں اور ان کی آراء کے متبع رہتے ہیں اور وہ خود المنخول کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں :

" وهذا تمام القول فى الكتاب، وهو تمام المنخول من تعليق الاصول، بعد حذف الفضول، وتحقيق كل مسألة بماهية العقول، مع الاقلاع عن التطويل، والتزام مافيه شفاء الغليل، والا قتصار على ماذكره امام الحرمين رحمه الله فى تعليقه، من غير تبديل وتزييد فى المعنى و تقليل، سوى تكلف فى تهذيب كل كتاب بتقسيم فصول، وتبويب ابواب، رومالتسهيل المطالعة عند مسيس الحاجة الى المراجعة".

(اور یہاں کتاب "المنخول من تعليق الاصول "مکمل ہوتی ہے اس میں غیر ضروری کا حذف اور ہر مسئلہ کی عقول کی ماہیت کے لحاظ سے تحقیق ہے طوالت سے اجتناب اور جو کچھ شفاء الغلیل میں ہے اس سے التزام کیا ہے اور امام الحرمین رحمہ اللہ علیہ نے جو کچھ اپنے تعلیقہ میں فرمایا ہے میں نے اس کے معنی میں تبدیلی، زیادتی و کمی کے بغیر اس کا اختصار کیا سوائے اس کے کہ ہر کتاب کی تقسیم فصول اور تبویب ابواب میں کانٹ چھانٹ کرنے کے اس ارادے سے کہ مطالعہ کے وقت مراجعت میں آسانی ہو سکے۔)

---

1. المنخول من تعليقات الاصول، امام غزالی، تحقیق محمد حسن هيتو، ص ۱۲۲، دمشق دار الفکر طبعہ ثانیہ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء۔
2. حوالہ سابق، ۱۹۷ء۔

مگر امام الحرمین سے اس عقیدہ و پیروی نے انہیں اپنی رائے کے اظہار سے روک نہیں دیا تھا وہ المنخول میں ان سے اعراض بھی کرتے ہیں اور ان کے مسلک کے خلاف کو بھی اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً امام الحرمین شرعی طور پر دو علتوں کو ایک معلول پر جمع کرنے کو مطلقاً ممتنع قرار دیتے ہیں باوجود اس کے کہ عقل اس کو جائز مانتی ہے امام غزالی، امام الحرمین کے اس مسلک کے خلاف کو اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں :

"والمختار ان العلل قدتز دحم علی حکم واحد"۔[1]

(اور اس بارے میں مذہب مختار یہ ہے کہ علل حکم واحد پر جمع ہو سکتی ہیں۔)

پھر اس بارے میں مخالفین کے رد میں دلائل دیئے۔

المنخول پر ایک ناقدرانہ نظر :

المنخول کی ایک حیثیت مسلم ہے اس کی اہمیت و افادیت سے کسی صورت انکار نہیں اور صاحب کتاب قابل مدح وستائش ہیں لیکن پھر بھی اس کتاب میں بعض کمی پائی جاتی ہے جن کی نشاندہی ضروری ہے جس کا مقصد تحقیر نہیں بلکہ صرف تحقیق ہے۔

۱۔ امام غزالی نے اپنی دوسری کتب مثلاً المستصفی میں ان بہت سی آراء کو بیان کرنے سے اجتناب کیا جو انہوں نے "المنخول" میں بیان کی تھیں ان آراء کو ہم المستصفی کے تحقیقی تجزیہ میں پیش کریں گے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی طرف بعض اقوال کی بلاحوالہ نسبت :

۲۔ امام غزالی نے "المنخول" میں امام مالک کی طرف یہ قول منسوب کیا کہ انہوں نے مصالح کی گفتگو میں اس حد تک وسعت دی کہ دو تہائی اُمت کی استصلاح کی خاطر ایک ثلث اُمت کا قتل جائز کر دیا اسی طرح ایک اور قول میں ان کی طرف یہ منسوب ہے کہ امام مالک کے نزدیک تعزیر میں قتل کی سزا بھی ہو سکتی ہے اور یہ کہ ضرورت مصلحت کے پیش نظر اغنیاء سے شدت کے ساتھ مطالبہ درست ہو جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے ان اقوال کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا اور بعض کتب مالکیہ میں تو اس کے برعکس ثابت ہے۔[2]

۳۔ اسی طرح المنخول میں امام ابوحنیفہ کی طرف یہ قول منسوب ہے "بان مطلق الامر یفید التکرار"۔[3] (بے شک امر مطلق تکرار کا فائدہ دیتا ہے) مگر امام ابوحنیفہ سے اس کا اختلاف ثابت ہے امام سرخسی نے فرمایا :

"الصحیح من مذھب علمائنا ان صیغة الامر لاتوجب التکرار ولا تحتمله"۔[4]

(اور درست بات یہ ہے کہ ہمارے علماء کا مذہب ہے کہ امر کا صیغہ نہ موجب تکرار ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے)

---

[1] حوالہ سابق ۱۵۴ء۔ [2] حوالہ سابق، ص ۳۵۴۔ [3] حوالہ سابق، ص ۳۷۔

[4] اصول السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی متوفی ۴۹۰ھ، ۱/۲۰ تحقیق ابوالوفا الافغانی ھند حیدر آباد دکن لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ، دار الکتاب العربی ۱۳۷۲ھ۔

پھر کچھ سطور کے بعد فرماتے ہیں :

" قال الشافعی مطلقة لا یوجب التکرار ولکن یحتمله.... وقال بعضهم مطلقة یوجب التکرار الا ان یقوم دلیل یمنع منه"۔[1]

(اور (امام) شافعی نے فرمایا کہ امر مطلق موجب تکرار نہیں لیکن اس کا احتمال رکھتا ہے ۔۔۔اور بعض نے کہا کہ امر موجب تکرار ہے سوائے اس کے کہ کوئی دلیل اس سے روک دینے کی موجود ہو۔)

امام غزالی احناف کی طرف قول منسوب کرنے کے بعد اس کے بطلان پر استدلال پیش کرتے ہیں۔حالانکہ یہ قول تو خود بخود مذہب حنفی کے خلاف ہے اور ابن ہمام کا قول بھی اس بارے میں مذہب حنفی کی تائید کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

" الصیغة الامر باعتبار الهیئة الخاصة لمطلق الطلب، لا تفید مرة ولاتکرار، ولا یحتمله، وهو المختار عند الحنیفة "۔[2]

(امر کا صیغہ اپنی خاص ہیئت کے اعتبار سے طلب مطلق کے لئے آتا ہے۔تکرار کا فائدہ نہیں دیتا اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے اور یہی احناف کا مختار مذہب ہے) اور یہی بات کتب حنفیہ میں موجود ہے۔

اسی طرح امام غزالیؒ اپنی کتاب " المنخول " میں امام مالکؒ کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ وہ " نسخ القرآن بالسنة " کے عقلاً عدم جواز کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات بھی امام مالک سے غیر معروف ہے۔ امام مالک کا اس بارے میں مذہب یہ ہے کہ وہ " نسخ القرآن بالسنة " کو عقلاً جائز مانتے ہیں مگر اس کا وقوع نہیں مانتے۔شاید انہی وجوہات کی بنا پر امام غزالی نے " المستصفی " میں ان اقوال کو دوبارہ نقل نہیں کیا ہے

" المنخول " کا مقدمہ " المستصفی " کے مقدمۃ الکتاب کی طرح منطقی انداز پر نہیں ہے۔

" المستصفی " میں تو امام غزالی یہ تک کہہ دیا :

"من لا یحیط بها لا ثقة له یعلومه " [3]

(جو ان (مقدمات منطقیہ) کا احاطہ نہیں کرے گا اس کے علوم کا کوئی اعتبار نہیں)

مگر انہوں نے المنخول میں اس طرح نہیں کیا۔

اصول فقہ میں علم الکلام و دیگر علوم داخل ہونے کی وجہ :

امام غزالیؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" وانما اکثر فیه المتکلمون من الاصولیین لغلبة الکلام علی طبائعهم فحملهم حب صناعتهم علی خلطه بهذه التسعة کما حمل اللغة والنحو بعض الاصولیین علی مزاج جملة

---

[1] حوالہ سابق۔
[2] التحریر فی اصول الفقہ، کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید، ابن ہمام الدین الاسکندری حنفی متوفی ۸۶۱ھ، صف ۱۴۲، مصر مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۱ھ۔
[3] المستصفی، امام غزالیؒ، مقدمۃ الکتاب ۱/۷، کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء

من النحو بالاصول ، فذكر وافيه من معاني الحروف ومعاني الاعراب جملا هي من علم النحو خاصة ، وكما حمل حب الفقه جماعة من فقهاء ماوراء النهر، كابي زيد رحمه الله تعالىٰ و اتباعه في مسائل كثيرة من تفاريع الفقه بالاصول ، وان اوردوها في معرض المثال "[1]

(اور بلاشبہ اکثر اصولی متکلمین نے ان کے طبائع پر علم کلام کے غلبہ کے باعث اس فن (اصول فقہ) کو اس (علم کلام) کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ جس طرح کے لغت ونحو کا غلبہ رکھنے والوں نے کیا کہ نحو کو اصول میں ملا کر اس میں معانی الحروف اور معانی الاعراب کی ابحاث کا شامل کر دیا جس کا تعلق علم النحو سے تھا۔ اسی طرح فقہ کا غلبہ رکھنے والی ماوراء النہر کے فقہاء کی جماعت جیسے ابی زید رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے بھی بہت سے مسائل میں فقہ کی تفریعات سے اصول نکالنے اور مثالیں پیش کرنے میں کیا)

المنخول میں امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف میں سخت لب ولہجہ اختیار کیا :

امام غزالیؒ نے "المنخول" کے آخر میں ایک فصل کے تحت مذہب امام شافعی کی دیگر مذاہب پر تقدیم اور اس کی وجہ بیان کی اور پھر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا بطلان کیا۔ جس کی تفصیلات المنخول میں "المسلک الثالث في الكلام على مخالفات مالک وابي حنيفة رحمه الله" کے تحت ص ۴۹۹ سے دیکھی جا سکتی ہیں، ان کو غیر مجتہد کہا اور کہا کہ وہ لغت سے نابلد ہیں اور کہا کہ انہوں نے جو مسائل فقہیہ بیان کئے وہ غلط ہیں شاید امام غزالی نے یہ سب اپنے استاد امام الحرمین کے منہج کی پیروی میں کیا، کیونکہ انہوں نے بھی اپنی کتاب "مغيث الخلق" میں ایسا ہی کیا تھا۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ امام غزالی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے مذہب کی حمایت میں تعصب کا اظہار کیا بلکہ یہ اس مدرسہ کے افراد میں سے ایک فرد ہیں جن کی تعداد کافی ہے اور ان کا ماخذ بھی کافی ہیں۔

امام غزالی کا رجوع :

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ امام غزالی نے زندگی کے اواخر میں مذہب ابوحنیفہ سے متعلق ان اعتقادات سے رجوع کر لیا تھا جس کا اظہار ان کی کتب "المستصفى" اور "احياء علوم الدين" سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے اپنے پیش نظر صواب رکھتے ہوئے موقف عدل کو اپنایا اور عصبیت کو ترک کر دیا تھا۔ احیاء علوم الدین میں آپ نے فرمایا :

ونحن الان ذكر من احوال فقهاء الاسلام مانعلم به ان ماذكرناه ليس طعنا فيهم، بل هو طعن فيمن اظهر الاقتداء بهم منتحلا لمذاهبهم، وهو مخالف لهم في اعمالهم وسيرتهم، فالفقهاء الذين هم زعماء الفقه وقادة الخلق. اعني الذين كثر اتباعهم في المذهب، خمسة : الشافعي ومالك، واحمد بن حنبل، وابو حنفية ، وسفيان الثوري رحمهم الله تعالىٰ ! وكل واحدمنهم كان عابدا، وزاهدا، عالما بعلوم الآخرة ، وفقيها في مصالح الخلق في الدنيا، ومريداً بفقهه وجه الله تعالىٰ. فهده خمس خصال، اتبهم وفقهاء العصر من جملتها على خصلة واحدة، وهي التشمير والمبالغة في تفاريع الفقه".

---

[1] حوالہ سابق ص ۷۔

اس کے بعد فرمایا :

" واما ابو حنیفه رحمة الله تعالیٰ ، فلقد کان ایضا عابدا زاهدا، عارفاً بالله تعالیٰ، خائفامنه ، مریداوجه الله تعالیٰ بعلمه ".[1]

(اور بلاشبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی عابد، زاہد، عارف باللہ تعالی اوراس سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ رکھنے والے بھی تھے۔)

شیخ زاہد کوثری نے اپنی کتاب میں امام الحرمین جوینی کے اقوال نقل کئے جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کی شان سے متعلق غیر مناسب باتیں کہیں تھیں اوران کو بھر پور طریقے سے رَد کیا اور اشارہ کیا کہ امام غزالی نے اپنی اس رائے سے رجوع کرلیا تھا جوانہوں نے المنخول میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے متعلق پیش کی تھی۔[2]

المنخول میں حد درجہ اختصار ہے :

المنخول کے اکثر ابواب میں اس قدر اختصار ہے کہ بس اشارے سے معلوم ہوتے ہیں جو مشکل الفہم ہوتے ہیں جب کہ بعض اوقات اسلوب اتنا سہل اور آسان بھی ہوتا ہے کہ اس میں کوئی دشواری یا پیچیدگی نہیں ہوتی۔

ایک "حدیث" سے متعلق امام غزالی کا موقف :

امام غزالی عدد کے مفہوم کے بیان میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ دلیل دے کہ رسول ﷺ نے سازید علی السبعین ان لوگوں کے لئے فرمایا جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی " استغفرلهم اَوْ لَا تستغفرلهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ".[3]

تو یہ جھوٹ پر مبنی ہوگا۔ امام غزالیؒ ان الفاظ کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں :

" على ان مانقل في آية الاستغفار كذب قطعا، اذا الغرض منه التناهي في تحقيق الياس من المغفرة، فكيف يظن برسول ﷺ ذهوله عنه ".[4]

(آیت استغفار کے بارے میں جو حدیث سے نقل کیا گیا وہ قطعی کذب ہے کیونکہ اس آیت کا مقصد ہی ان کے بارے میں مغفرت کی کسی اُمید سے روکنا ہے اور آپ ﷺ سے یہاں غفلت کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔)

" سازید علی السبعین " کے حدیث نہ ہونے کے بارے میں امام غزالی کو وہم ہوگیا حالانکہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری مسلم وغیرھما نے اس کی تخریج کی ہے۔[5]

---

[1] احیاء علوم الدین، ابوحامد محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ ۱/۳۳ کتاب العلم بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ء
[2] احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق، محمد زاہد الکوثری متوفی ۱۳۷۱ھ ص ۸۲،۱۵ کراچی ایچ ایم سعید کمپنی طبع ثانی ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء۔
[3] التوبہ : ۸۰۔ [4] المنخول من تعلیقات الاصول ، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ ص ۲۱۲۔
[5] صحیح بخاری، امام بخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من الصلوۃ علی المنافقین والاستغفار للمشرکین اس میں زدت علی سبعین کے الفاظ ہیں۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ امام غزالی کی اصولی فقہ میں المنخول پہلی کتاب تھی اور ابتدائی زمانہ کی کوشش تھی اس لئے اس کی تمام خوبیوں اور ان کی اس عظیم خدمت کے باوجود اس کتاب میں کچھ کمی بہرحال تھی۔ مگر اس سے ان کی عظمت و احترام میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان کی کاوش اخلاص پر مبنی تھی اور مقصد اللہ کی خوشنودی تھا۔ اس کتاب کی خوبیوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ المنخول میں امام غزالی جب کسی کے حوالے سے کوئی بات کرتے ہیں تو اکثر مقامات پر وہ اس کے قائل کا نام بھی ذکر کر دیتے ہیں، جبکہ المستصفی میں وہ اس طرح نہیں کرتے بلکہ صرف ان کے نزدیک جو قول مختار ہوتا ہے اسے بیان کر دیتے ہیں پھر دوسروں کی آراء کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں : امام صاحب نے یوں تو بہت سے علوم فنون میں کتابیں لکھیں لیکن تخصیص کے ساتھ جن علوم کو ترقی دی وہ فقہ، اصول فقہ، کلام اور اخلاق ہیں ۔۔۔ اصول فقہ میں امام صاحب نے بہت سے مسائل خود ایجاد کئے ہیں چنانچہ ان کی کتاب " المنخول " اس دعوے کی بین دلیل ہے۔[1]

"المنخول" کا طرز تحریر امام غزالی کی مخالفت کا سبب بنا :

شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

"امام صاحب نے آغاز شباب میں ایک کتاب منخول نام، اصول فقہ میں تصنیف کی تھی جس میں ایک موقع پر امام ابوحنیفہ صاحب پر نہایت سختی کے ساتھ نکتہ چینی کی تھی اور نہایت گستاخانہ الفاظ ان کی شان میں استعمال کئے تھے۔ امام صاحب کے مخالفین کے لئے یہ عمدہ دستاویز تھی یہ لوگ سنجر کے دربار میں یہ کتاب لے کر پہنچے اور اس پر زیادہ آب ورنگ چڑھا کر پیش کیا اس کے ساتھ امام صاحب کی تصانیف کے مطالب بھی الٹ پلٹ کر بیان کئے اور دعویٰ کیا کہ امام غزالی کے عقائد زندیقانہ اور ملحدانہ ہیں"۔[2]

المنخول کی نسبت فیصلہ نہیں ہوتا کہ کس زمانے میں تصنیف ہے مکاتبات امام غزالی اور طبقات الشافعیہ، تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ یہ زمانہ شباب کی تصنیف ہے جب امام الحرمین زندہ تھے، لیکن امام غزالی نے خود اپنی کتاب مستصفی فی اصول الفقہ میں لکھا ہے کہ : " منخول " احیاء العلوم، کیمیائے سعادت اور جواہر القرآن کے بعد کی تصنیف ہے"۔ منخول اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، اس کا طرز تحریر علانیہ شہادت دیتا ہے کہ وہ ابتدائی زمانہ کی تصنیف ہے خصوصاً امام ابوحنیفہ " کی شان میں جو گستاخیاں ہیں وہ ہرگز اس زمانے کی نہیں ہوسکتیں جب وہ تارک الدنیا صوفی ہو چکے تھے اور اس قسم کے طرز تحریر سے قطعی توبہ کر چکے تھے۔ مکاتبات میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام صاحب نے انکار کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کی شان میں کبھی گستاخانہ الفاظ استعمال نہیں کئے اس لئے یا تو یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ اس قدر عبارت جو امام ابوحنیفہ کی تنقیص میں ہے الحاقی ہے۔ یا یہ قرار دینا چاہئے کہ جو کتاب امام غزالی نے شباب میں تصنیف کی تھی وہ منخول نہیں بلکہ اور کوئی کتاب تھی اور امام صاحب نے بعد کو اس کو اپنی کتاب سے خارج کر دیا تھا۔[3]

المنخول کے رَد میں کتاب : شمس الائمہ کردری نے منخول کے رَد میں کتاب لکھی تھی۔[4]

---

[1] الغزالی شبلی نعمانی ص ۵۶۔ [2] حوالہ سابق ص ۲۲-۲۳۔ [3] حاشیہ الغزالی شبلی نعمانی ص ۳۲-۳۳۔ [4] حوالہ سابق۔

کتاب " المستصفی " کا تحقیقی تجزیہ :

یہ کتاب اصول فقہ کے ارکان اربعہ کتب میں سے ایک ہے جن پر اس فن کے لکھنے والوں نے بنیاد رکھی۔ ابن خلدون نے اسے اصول فقہ کی بنیادی کتب میں شمار کیا ہے۔[1] امام غزالی نے اپنی علمی زندگی کے آخری زمانہ میں اس کو تالیف کیا جس کی وجہ سے یہ آپ کے علمی تجربہ کا نچوڑ ہے، جب آپ نے نیشاپور بغداد میں دوبارہ تدریس کا آغاز کیا تو یہ کتاب تالیف کی۔ اس کتاب کے مقدمہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں :

" ثم ساقنی قدر الله تعالیٰ الی معاودة التدریس والافادة ، فاقترح علی طائفة من محصلی علم الفقه تصنیفا فی اصول الفقه ".[2]

(پھر اللہ تعالیٰ نے تدریس وافادہ کی طرف لوٹنے پر آمادہ فرمایا تو علم فقہ حاصل کرنے والی جماعت کے سامنے اصول فقہ پر تصنیف پیش کی۔)

امام غزالی " المستصفی " کی امتیازی خصوصیات یوں بیان فرماتے ہیں :

یہ کتاب حد درجہ اختصار اور طبیعت پر گراں گزرنے والی طوالت سے پاک ہے، اس میں ان دونوں کے درمیانی راستہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس میں تحقیق وترتیب کے جس طریقہ کا اہتمام کیا گیا ہے اس میں المنخول کی طرح حد درجہ اختصار نہیں اور نہ ہی "تہذیب الاصول" کی طرح طوالت ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں :

" اقترح علی طائفة من محصلی علم الفقه تصنیفا فی اصول الفقه ، اصرف العنایة فیه الی التلفیق بین الترتیب والتحقیق، والی التوسط بین الاخلال والاملال . علی وجه یقع فی الفهم دون کتاب " تهذیب الاصول " لمیله الی الاستقصاء والاستکثار ، وفوق کتاب " المنخول " لمیله الی الایجاز والاختصار . فاجبتهم الی ذلک مستعینا بالله، وجمعت فیه بین الترتیب والتحقیق لفهم المعانی ".[3]

(علم فقہ کے شائقین نے اصول فقہ میں کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے اپنی توجہ تحقیق وترتیب کے درمیان مزین کرنے اور رکاوٹ وتیزی کے درمیانی راستے کو اس طرح اپنایا کہ فہم پر گراں نہ ہو جو کتاب تہذیب الاصول سے گہرائی وکثرت میں کم اور ایجاز واختصار میں کتاب المنخول سے زیادہ ہو تو میں نے اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان کی خواہش کو پورا کیا اور میں نے اسے فہم معانی کے لئے ترتیب وتحقیق کے مابین جمع کر دیا۔)

امام غزالی " المستصفی " میں مستقل شخصیت کے حامل نظر آتے ہیں :

امام غزالی اس میں ایک مستقل امام وشخصیت کے حامل فرد نظر آتے ہیں جس میں وہ اپنی آراء کو امام الحرمین سے کلیۃ مقید نہیں کرتے بلکہ صرف حق جاننے کی صورت میں یا اس کے بغیر چارہ نہ ہونے کی صورت میں وہ ان کے حصار

---

[1] مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۴۵۵۔

[2] المستصفی ، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ/۳، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔ [3] حوالہ سابق۔

میں رہتے ہیں ورنہ وہ اس کی جگہ دوسرے اقوال لے آتے ہیں، اور ایسا کرنے کی وجہ بھی بتا دیتے ہیں یعنی اس کتاب میں وہ " المنخول " کی طرح اپنے استاد امام الحرمین کی آراء و اقوال سے چمٹے نظر نہیں آتے بلکہ آزاد رہتے ہیں۔ شیخ محمد خضری بک " المستصفی " کے اسلوب پر ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

"وعبارة المستصفى راقية في حيث اسلوبها العربي ولم يكن الغزالي ممن يشح على القرطاس فتراه كما قال يطلق فيه العنان حتى يبلغ الغاية مما يريد . ولم يكن قد جاء في زمنهم حرور التلخيص والاختصار لان همهم الوحيد كان تادية المعنى الى فكر السامع طال لكلام اوقصر".[1]

(اسلوب کے اعتبار سے کتاب " المستصفی " کی عبارت بہت بلند پایہ ہے امام غزالی کاغذ کے استعمال میں بخیل نہیں تھے بلکہ جب تصنیف کے لئے بیٹھتے تو عنان قلم کو چھوڑ دیتے اور جو کچھ بیان کرنا ہوتا کھل کر بیان کرتے آپ کے دور میں اختصار و تلخیص کا رواج نہیں ہوا تھا ان حضرات کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مفہوم و معنی کو سامع کے ذہن میں اُتار دیا جائے خواہ کلام طویل ہو یا مختصر۔)

المستصفی کی تقسیم: امام غزالی نے المستصفی کو ایک مقدمہ اور چار اقطاب پر مرتب کیا مقدمہ تمہید کی مانند ہے اور چار اقطاب مقصود کے خلاصہ وذکر پر مشتمل ہیں اور ان کی تفصیلات کو یوں بیان فرمایا :

"اعلم انک اذا فهمت ان نظر الاصولى فى وجوه دلالة الأدلة السمعية على الاحكام الشرعية، لم يخف عليک ان المقصود معرفة كيفية اقتباس الاحكام من الادلة ، ثم فى الادلة واقسامها، ثم فى كيفية اقتباس الاحكام من الادلة ثم فى صفات المقتبس الذى له ان يقتبس الاحكام ،فان الاحكام ثمرات .وكل ثمرة فلها صفة وحقيقة فى نفسها ولها مثمر مستثمر وطريقه الاستثمار. والثمرة : هى الاحكام ، اعنى الوجب، والحظر ،والندب ، والكراهة والاداء ، والحسن والقبح ، والقضاء ، والادء، والصحة والفساد، وغيرها : والثمر هى الادلة ،وهى ثلاثة : الكتاب ،والسنة، والاجماع فقط . وطرق الاستثمار هى : وجوه دلالة الادلة ،وهى اربعة : اذالاقوال ،اما ان تدل على الشيئى بصيغتها ومنظومها، اوبفحواها ومفهومها، وباقتضائها وضرورتها، اوبمعقولها ومعناها المستبط منها، والمستثمر : هوالمجتهد، ولابدمن معرفة صفاته، شروطه واحكامه، فاذن الاصول تدور على اربعة اقطاب :

القطب الاول : فى الاحكام ،والبداءة بها اولى، لانها الثمرة المطلوبة ، القطب الثانى : فى الادلة ، وهى الكتاب والسنة والاجماع .وبها التثنية .... القطب الثالث : فى طريق الاستثمار ،وهو وجوه دلالة الادلة ....القطب الرابع : فى المستثمر ،وهو المجتهد الذى يحكم بظنه ، ويقابله المقلد الذى يلزمه اتباعه، فيجب ذكر شروط المقلد والمجتهد وصفاتهما".[2]

---

[1] اصول الفقہ، شیخ محمد الخضری ص ۸۔ قاہرہ دار الحدیث سن ندارد۔

[2] المستصفی، ابوحامد محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ ۱/ ۵۔۶، کراچی ادارۃ القرآن متوفی ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

(جان لو کہ بے شک اگر تم احکام شرعیہ میں ادلہ سمعیہ کی دلالت کی وجوہ، اصولی کی نظر میں دیکھ چکے ہو تو تم پر ادلہ سے احکام کے اقتباس کی کیفیت اور پھر ادلہ اور اس کے اقسام میں پھر ادلہ سے احکام کے اقتباس کی کیفیت پھر مقتبس کی صفات میں جو احکام سے اقتباس کرتا ہے کی معرفت میں مقصود پوشیدہ نہیں رہے گا۔ تو بلاشبہ احکام ثمرات ہیں اور ہر ثمر اپنے اندر ایک صفت و حقیقت رکھتا ہے اور اس کا ایک مثمر، مستثمر اور طریق استثمار ہے اور ثمرہ وہ احکام ہیں یعنی وجوب، حظر، ندب، کراہت، اباحت، حسن و قبح، قضاء و اداء، صحت و فساد وغیرہ اور مثمر وہ ادلہ ہیں جو صرف تین ہیں یعنی کتاب، سنت اجماع اور طریق الاستثمار وہ ادلہ پر دلالت کرنے والی وجوہ ہیں جو چار ہیں کیونکہ اقوال یا تو شئی پر اپنے صیغہ و نظم کے اعتبار سے دلالت کریں گے یا اپنے مقصود و معنی کے اعتبار سے اپنے اقتضاء و ضرورت کے اعتبار سے یا اپنے معقول اور اس سے مستنبط معنی کے اعتبار سے دلالت کریں گے اور مستثمر وہ مجتہد ہے اس لئے اس کی صفات، شروط و احکام کی معرفت ضروری ہے تو اس صورت میں جملہ اصول چار اقطاب میں گردش کریں گے۔ قطب اول احکام میں ہے، اس کے ساتھ ابتداء کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ ثمرہ مطلوب ہوتا ہے۔ قطب ثانی ادلہ میں ہے اور وہ کتاب، سنت، اجماع ہے اور اس کو ثانیاً بیان کرنا بہتر ہے۔ قطب ثالث طریقہ الاستثمار (نتیجہ طلب کرنے کے طریقے) میں ہے اور وہ ادلہ کی دلالت کی وجوہ ہیں۔ قطب رابع مستثمر میں ہے اور وہ مجتہد ہے جو اپنے ظن سے حکم لگاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں مقلد ہے جو اس کی اتباع کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے تو مجتہد اور اس کی صفات کے ساتھ مقلد کی شروط کا ذکر واجب ہوگا۔)

المستصفی کے منطقی مقدمہ کا جائزہ : اصول و فقہ کی اس کتاب کا مقدمہ منطق میں ہے اور امام غزالی یہ سمجھتے تھے کہ یہ مقدمہ تمام علوم کے لئے ضروری ہے اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جو اس منطقی مقدمہ کا احاطہ نہ کرے اس کے علم کا اہل علم کے یہاں کوئی اعتبار نہیں اسی لئے وہ فرماتے ہیں :

"نذكر في هذه المقدمة مدارك العقول، انحصار ها في الحدو البرهان، ونذكر شروط الحد الحقيقي، وشرط البرهان الحقيقي، واقسامهما على منهاج اوجز مما ذكرناه في كتاب "محك النظر" وكتاب "معيار العلم" وليست هذه المقدمة من جملة الاصول، ولا من مقدماته الخاصة به، بل هي مقدمة العلوم كلها، ومن لا يحيط بها فلاثقة بعلومه اصلا، فمن شاء ان لايكتب هذه المقدمة فليبدا بالكتاب من القطب الاول، فان ذلك هو اول اصول الفقه، وحاجة جميع العلوم النظرية الى هذه المقدمة كحاجة اصول الفقه"۔[1]

(ہم اس مقدمہ میں مدارک العقول، حد اور برھان میں اس کے انحصار کو بیان کریں گے اور ہم حد حقیقی کی شروط اور برھان حقیقی کی شرط اور ان دونوں کے اقسام کو مختصراً بیان کریں گے۔ جیسے ہم نے کتاب "محک النظر" اور کتاب "معیار العلوم" میں ذکر کیا ہے اور یہ مقدمہ مکمل اصول میں نہیں اور نہ اس کے مقدمات کسی خاص فن میں ہے، بلکہ یہ مقدمہ تمام علوم کے لئے ہے اور جو اس کا احاطہ نہیں کرے گا اس کے علوم کا اصلاً کوئی اعتبار نہیں اور جو اس مقدمہ کو نہ لکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ کتاب میں قطب اول سے ابتداء کرلے کیونکہ وہ اصول فقہ کا ابتدائیہ ہے اور تمام علوم نظریہ کو اس مقدمہ کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح اصول فقہ میں اس کی حاجت ہے۔)

[1] حوالہ سابق۔

المستصفی کے منطقی مقدمہ کا تجزیہ :

امام غزالی کتاب کے مقدمہ میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کسی بھی علم کے حقائق کو صحیح معرفت حاصل نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ منطق کے ذریعے ان علوم کو نہ سمجھا جائے اس کے بعد منطق کے ضروری اجزا بھی، لکھتے ہیں جو آپ کے خیال میں ضروری تھے۔ اس مقصد میں آپ نے معقولات کے ادراک، دلائل و برحان کی حدود اور اس کے حقیقی شرائط اور برہان اثبات کے حقیقی شرائط مع اس کے اقسام یا جزئیات کے تحریر فرمائے ہیں۔ ان شواہد سے انداز ہوتا ہے کہ فلسفے سے پرہیز کے باوجود امام غزالی اس کے ایک شعبہ پر کتنا عمیق اور پختہ اعتقاد رکھتے تھے۔ علم منطق بھی فلسفہ کے ایک شاخ ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ ارسطو نے اپنے علم کی جو عظیم ترین میراث چھوڑی ہے اس میں منطق کا زیادہ حصہ ہے۔

امام غزالی کا "المستصفی" میں مسائل بیان کرنے میں عدم توازن :

امام غزالی اس کتاب کے مسائل بیان کرنے میں توازن نہیں رکھ پائے بعض مسائل اور ان کے اعتراضات و جوابات اور شبہات کے ازالہ میں بھی طویل بحث کرتے ہیں مثلاً قیاس کے مانعین کے شبہات کے ازالہ کے وقت ان کی یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ جب کہ بعض مسائل کے بیان میں وہ انتہائی اختصار اور وقت سے کام لیتے ہیں مثلاً مطلق و مقید کی مکمل بحث اس کے مسائل و تشریح کو صرف نصف صفحہ میں بیان کر دیا۔

المستصفی میں امام الحرمین کی تقلید میں کمی نظر آتی ہے :

اس کتاب کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ امام غزالی نے المستصفی میں امام الحرمین کی ان کثیر آراء کے ذکر سے گریز کیا جس پر انہوں نے "المنخول" میں موافقت کی تھی مثلاً المنخول میں صفت کے مفہوم سے احتجاج جائز ہونے میں امام الحرمین کا مسلک اختیار کرتے ہوئے نہ صرف اسے جائز قرار دیا بلکہ اس مذہب کے دفاع میں اور منکرین کے رد میں دلائل دیئے۔ مگر المستصفی میں انہوں نے اس رائے کے بجائے یہ موقف اختیار کیا کہ صفت کے مفہوم سے احتجاج غیر حجت ہوگا۔

المستصفی میں گوشہ نشینی کے زمانہ میں آراء میں تبدیلی :

امام غزالی نے "المستصفی" میں ان آراء سے بھی گریز کیا جو گوشہ نشینی کے زمانے میں اختیار کی تھیں جب آپ عبادت و ریاضت میں مگن تھے اور تصوف کا غلبہ تھا۔ مثلاً احیاء میں "مسالة التكليف بالمحال" کے جواز کا قول کیا جب کہ "المستصفی" میں اسکے عدم جواز کا قول کیا[1]

المستصفی کا زمانہ تالیف : امام غزالی نے اپنی وفات سے ایک سال قبل یعنی ۵۰۴ھ میں اس کتاب کو تصنیف کیا۔

---

[1] المنخول من تعليقات الاصول، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ ص ۲۱۵، اختيار الغزالی ورايه فی مفهوم الصفة کے ضمن میں بیان کیا۔

المستصفی کے شارحین :

(۱) ابن الناظر حسین بن عبدالعزیز محمد مالکی متوفی ۶۷۹ھ نے شرح المستصفی للغزالی تالیف کی[۱]

(۲) ابوجعفر احمد بن محمد بن احمد عبدالرحمٰن بن مسعدۃ الغرناطی متوفی ۶۹۹ھ نے شرح لکھی۔ ابن فرحون نے الدیباج میں اس کے لئے "شرحا حسنا" (عمدہ شرح) کے الفاظ کہے ہیں[۲]

(۳) حافظ ابوعلی الحسن (الحسین) ابن عبدالعزیز بن محمد القرشی الفہری الغرناطی، الاندلسی متوفی ۶۹۹ھ معروف بہ ابن الاحوص۔[۳]

المستصفی کے اختصار و حواشی: اہل مغرب واندلس نے امام غزالی کی المستصفی کی خوب قدردانی کی اس کے اختصارات بھی کئے چند مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ علی بن ابوالقاسم ابن ابی قنون متوفی ۵۷۵ھ نے المقتضب الاشفی فی اختصار المستصفی کے نام سے اختصار لکھا۔[۴]

۲۔ ابوالولید محمد بن رشد الحفید متوفی ۵۹۵ھ نے "الضروری فی اصول الفقہ" یا "مختصر المستصفی" کے نام سے اس کا اختصار کیا۔[۵]

۳۔ محمد بن عبدالحق الیعمر الندرومی متوفی ۶۲۵ھ نے "مستصفی المستصفی" کے نام سے اس کا اختصار کیا۔[۶]

(۴) ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الازدی الاشبیلی اندلسی متوفی ۶۴۷ھ یا ۶۵۱ھ معروف بہ ابن الحاج انہوں نے "مختصر المستصفی" اور "حاشیہ علی مشکلات المستصفی" تالیف کیا۔[۷]

المستصفی پر تعلیقہ : ابوالحسن سہل بن محمد بن سہیل بن مالک الازدی الغرناطی متوفی ۶۳۹ھ نے امام غزالی کی المستصفی پر تعالیق لکھے۔[۸]

ابوالخطاب الکلوذانی حنبلی (۴۳۲ھ۔۵۱۰ھ)[۹]

فقیہ، اصولی، فرضی ادیب شاعر تھے۔ قاضی ابویعلی سے تفقہ حاصل کیا ائمہ حنابلہ کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

---

[۱] حدیۃ العارفین ۵/۳۱۳، اس میں ان کا نام اس طرح مرکوز ہے حسین بن عبداللہ بن عبدالعزیز ابن محمد، معجم الاصولیین ۲/ ۶۸ (۳۰۵)۔

[۲] حدیۃ العارفین ۵/۱۰۲، ایضاح المکنون ۴/ ۴۷۷، الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۰۴، الفتح المبین ۲/ ۹۸، معجم الاصولیین ۱۹۸۔۱۹۹ (۱۴۷)۔

[۳] حدیۃ العارفین، ۵/۲۸۳۔

[۴] تحقیق مقدمہ علی مختصر المستصفی لابن رشد، جمال الدین علوی، ص ۱۸، بیروت سلا دار الغرب الاسلامیہ ۱۹۹۴ء۔

[۵] حوالہ سابق۔

[۶] حوالہ سابق۔

[۷] حدیۃ العارفین ۵/ ۹۵، الفتح المبین ۲/ ۶۷، معجم الاصولیین ۱/ ۱۹۷ (۱۴۷)۔

[۸] حدیۃ العارفین ۵/۴۱۳، الدیباج ص ۲۰۵، ۲۰۶، الفتح المبین ۲/ ۶۲۔

[۹] محفوظ بن احمد بن حسن بن احمد الکلوذانی البغدادی (۱۰۴۰ء/۱۱۱۶ء) بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " التمهيد في اصول الفقه " تالیف کی۔[1]

ابوبکر الاسار بندی الحنفی (متوفی ۵۱۲ھ)

مؤلفات اصولیہ : ۱۔ الاصول في الفقه ۲۔ مختصر تقويم الادلة للدبوسی[2]

ابوالوفاء بن عقیل حنبلی (۴۳۱ھ۔۵۱۳ھ)[3]

فقیہ، اصولی، واعظ اور متکلم تھے۔ ابویعلی بن الفراء سے تفقہ حاصل کیا اور ابوالولید المعتزلی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، علوم وفنون اور ان کی تصنیف وتالیف کے میدان میں قوی الحجة تسلیم کئے جاتے تھے۔ شروع میں مذہب معتزلہ کی جانب میلان رکھتے تھے بعد میں اس رجحان کو ترک کر کے مذہب حنابلہ کی فقہ میں منہمک ہوگئے مگر اس کے باوجود بھی ان کے عقیدہ میں مذہب معتزلہ کا اثر باقی رہا۔ اپنے زمانے کے قطب الاعلام اور شیخ الاسلام تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " الواضح في اصول الفقه " تالیف کی یہ کتاب تین مجلدات میں ہے اس کے علاوہ ایک کتاب " الفنون " بھی تالیف کی جس میں فقہ، اصول فقہ، علم الکلام اور بہت سے علوم سے کثیر وعظیم فوائد جمع کئے۔ حافظ الذہبی نے اس کتاب سے متعلق لکھا :

" لاتصنيف في الدنيا اكبر من هذا الكتاب " (اس دنیا میں اس تصنیف سے بڑی کوئی کتاب نہیں)۔[4]

عبدالرحیم القشیری الشافعی (متوفی ۵۱۴ھ)[5]

فقیہ، اصولی، مفسر اور ادیب تھے اپنے والد سے علم الاصول وغیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر ان کی وفات کے بعد امام الحرمین کی صحبت اور ان کے درس میں ہمیشہ شریک رہے یہاں تک کہ فقہ، اصولی وخلاف میں اعلیٰ مقام حاصل کرلیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ہمیں ان کی کسی تصنیف کا علم نہیں ہوسکا (واللہ اعلم)۔[6]

احمد بن عثمان الفیحی (متوفی ۵۱۷ھ)

انہوں نے کتاب " قواعد الادلة وشواهد الاحجة " تالیف کی۔[7]

---

[1] ایضاح المکنون، ۳/۳۲۱، ھدیۃ العارفین ۶/۶، الفتح المبین ۲/۱۱۔

[2] ابوبکر محمد بن حسین بن محمد، امام فخر الدین خراسان (مرو) سے تعلق رکھتے تھے، ھدیۃ العارفین ۶/۸۳۔

[3] ابوالوفاء علی بن عقیل بن محمد بن عقیل بن احمد البغدادی (۱۰۳۹ء/۱۱۱۹ء) بغداد میں وفات پائی۔

[4] ایضاح المکنون ۳/۸۵، ھدیۃ العارفین ۵/۶۹۵، الفتح المبین ۲/۱۲، ۱۳، اس میں علامہ ذہبی کا قول منقول ہے۔

[5] ابونصر عبدالرحیم بن عبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی ۱۱۲۰ء۔

[6] معجم الاصولیین ۲/۱۹۷ (۴۳)، شذرات الذهب، شیخ عبدالحی بن العماد حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ ۴/۴۵۔

[7] ابوالمعالی احمد بن عثمان بن عمر الفیحی البغدادی، ھدیۃ العارفین ۵/۸۲۔

ابن البرهان الشافعی (متوفی ۴۷۹ھ۔۵۲۰ھ) [1]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے، ابتداء میں حنبلی المذہب تھے پھر شافعی مذہب اختیار کرلیا۔ امام شاشی، امام غزالی اور الکیا الھرا سی سے تفقہ حاصل کیا۔ ابن خاکان، صفدی، ابن العماد، یافعی، زرکلی، ابن جوزی، اسنوی اور ابن کثیر وغیرہ نے آپ کے اصول فقہ میں تفوق، تبحر علمی اور ضرب المثل ہونے پر اقوال ذکر کئے ہیں۔ عبدالحمید علی ابوزنید کی تحقیق کے مطابق انہوں نے اصول فقہ میں چھ کتابیں تالیف کیں وہ لکھتے ہیں:

"نستطیع ان نقول لما وجدناه من کثرة النقول فی کتب المتاخرین ان کتب ابن برهان کانت من امهات کتب اصول الفقه"۔ [2]

(متاخرین کی کتب میں ان سے کثرت سے نقل پا کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابن برہان کی یہ کتب اصول فقہ کی امہات الکتب میں سے ہیں۔)

مدرسہ نظامیہ میں تدریس کی حافظہ نہایت اچھا تھا جو چیز ایک مرتبہ سن لیتے یاد ہو جاتی۔ آپ کے دروازے پر تشنگان علم کا ہجوم رہتا، آپ کے تلامذہ میں الصائن ابو الحسین هبة الله بن الحسن هبة الله بن عساکر متوفی ۵۶۳ھ۔ شرف الدین ابوسعید عبداللہ بن محمد بن ھبۃ اللہ المطہر بن علی بن ابی عصرون قاضی قضاۃ الشام متوفی ۵۸۵ھ اور ملک النحاۃ الحسن بن صافی بن عبداللہ شافعی نحوی اصولی ادیب متوفی ۵۶۸ھ بھی شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البسیط ۲۔ الوسیط ۳۔ الاوسط ۴۔ الوجیز

۵۔ الوصول الی علم الاصول ۶۔ التعجیز [3]

(۱) کتاب الوجیز کا تحقیقی تجزیہ :

تقریباً تمام سوانح نگاروں نے ان کے حالات میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں تقریباً سو مقامات میں ابن برہان سے اور تقریباً بیس مقامات میں الوجیز سے نقل کیا ہے۔ امام جمال الدین اسنوی نے نہایۃ السول میں ابن برہان سے ایک سو پچاس مقامات پر اور پندرہ مقامات میں الوجیز سے نقل کیا ہے اس طرح بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی نے اپنی کتاب البرهان فی علوم القرآن میں کئی جگہوں میں ان سے نقل کیا۔

---

۱ ابن برہان ابوالفتح احمد بن علی بن محمد الوکیل (۱۰۸۶ء/۱۱۲۶ء) بغداد میں ولادت ہوئی۔ الفتح المبین ۲/۱۶، اس میں تاریخ وفات ۵۲۳ھ اور کشف الظنون ۱/۲۰۱ میں ۵۱۸ھ مذکورہ ہے۔

۲ تحقیق مقدمہ علی الوصول الی الاصول، عبدالحمید علی ابوزنید ص ۳۹ ریاض، مکتبہ المعارف ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء۔

۳ کشف الظنون ۱/۲۰۱، ۲/۲۰۰۱، ۲/۲۰۱۳، ہدیۃ العارفین ۵/۸۲، الفتح المبین ۲/۱۶، معجم الاصولیین ۱/۱۷۶ (۱۲۷)، نہایۃ السول میں اسنوی نے مسئلہ مفہوم اللقب میں کتاب التعجیز کا ذکر کیا، الطبقات الشافعیہ، عبدالرحیم اسنوی متوفی ۷۷۲ھ، ۱/۱۰۲ (۱۷۹) بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء۔

۲۔ کتاب الاوسط کا تحقیقی تجزیہ :

اس کتاب کی اہمیت اور شہرت الوجیز سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ متاخرین، اصولیین نے اس کتاب کو بھی مرکز نگاہ بنایا، امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں تقریباً دس مقامات پر اور جمال الدین اسنوی نے نہایۃ السول میں بھی کئی مقامات پر اس کتاب سے نقل کیا ہے۔

(۳) کتاب البسیط :

اس کتاب سے متاخرین کے استفادہ کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

(۴) کتاب الوسیط :

اس سے استفادہ کے بارے میں بھی ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

(۵) کتاب التعجیز :

اکثر تراجم کی کتب میں اس کتاب کا ذکر نہیں ملتا مگر علامہ اسنوی نے نہایۃ السول میں " فی مسالة مفھوم اللقب" میں ابن برہان کی اس کتاب کا ذکر کیا وہ فرماتے ہیں :

"وحکی ابن برھان فی التعجیز قولاً ثالثاً فی مفھوم اللقب انه حجة فی اسماء الانواع الغنم دون اسماء الاشخاص کزید......"

(اور ابن برہان نے التعجیز میں قول ثالث " فی مفھوم اللقب" میں بیان کیا کہ وہ غنم کی انواع کے اسماء میں تو حجت ہے لیکن اسماء اشخاص جیسے زید۔۔۔ میں حجت نہیں ہے)

(۶) کتاب الوصول الی الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

ابن برھان نے " الوصول" کے مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں لکھا :

"ھذا کتاب اختصرته فی فن اصول الفقه لیسھل علی المبتدی حفظه وضبطه، واضربنا عن الاطناب والتطویل اذ به تضیع الفائدة، وخیر الکلام ماقل ودل "[۱]

(میں نے فن اصول فقہ میں اس کتاب کا اختصار کیا تاکہ مبتدی کے لئے اس کا حفظ اور ضبط آسان ہو جائے ہم نے غیر ضروری طوالت سے اجتناب کیا کیوں کہ وہ بے فائدہ ہے اور بہتر کلام وہ ہوتا ہے جو مختصر ہو اور دلیل کے ساتھ ہو۔)

مگر ابن برھان کے اس بیان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس کتاب کا اختصار ہے آیا یہ اصول فقہ پر ان کی دیگر پانچ کتب میں سے کسی ایک کا اختصار ہے یا اصول فقہ پر کسی اور مصنف کی کتاب کا اختصار ہے۔

---

[۱] الوصول الی الاصول، ابن برہان ابوالفتح احمد بن علی محمد الوکیل شافعی متوفی ۵۲۰ھ ص ۴۸۔ ریاض، مکتبہ المعارف، ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء۔

بہرحال کتاب " الوصول " اصول فقہ کے جمیع ابواب اور معظم مسائل پر مشتمل ایک مکمل کتاب ہے اس کا مختصر ہونا نہ تو قاری کے فہم پر مخل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی طوالت اکتاہٹ پیدا کرتی ہے وہ سوائے ایک جگہ کے تمام مقامات پر اپنے استاذ امام غزالی کا نام لئے بغیر ان سے نقل کرتے ہیں وہ امام غزالی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فذهب الغزالي قدس الله روحه الى انها سوال باطل.........

اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب امام غزالی کی وفات کے بعد تالیف کی تھی۔ وہ امام غزالی سے متاثر نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قاری اس کتاب کے اسلوب و ترتیب کو "المنخول" سے بہت قریب پاتا ہے۔ اسی طرح امام الحرمین کی البرھان سے بھی متاثر لگتے ہیں۔ ابن برھان امام الحرمین اور اپنے دوسرے اساتذہ کی آراء کو کئی مقامات پر نقل کرتے ہیں مگر وہ تعظیماً "شیخنا" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ امام الحرمین کی تربیت سے صرف اس وقت ہٹتے ہیں جب کوئی مسئلہ اصول فقہ سے کم تعلق رکھتا ہو تو وہ اسے بیان نہیں کرتے جیسے الکلام فی مدارک العلوم وادلتها ومراتبها ومعانی الحروف وغیرہ اور بعض چیزوں کے اصول فقہ سے قریبی تعلق کی بناء پر ان کا اضافہ بھی کر دیتے ہیں جیسے لغوی مسائل میں حقیقت، مجاز، مجمل کی بعض ابحاث، ابن برھان اپنے اُستاذ امام الحرمین کی طرح اُستاد ابواسحاق الاسفرائینی اور قاضی ابوبکر باقلانی کی آراء پر اعتماد کرنے میں مساوی و مشارک نظر آتے ہیں۔

قاضی ابوالولید بن رشد مالکی (۴۵۵ھ۔۵۲۰ھ) [1]

اپنے زمانے میں اندلس و مغرب کے زعیم فقہاء میں سے تھے عمدہ تالیف پر قدرت رکھتے اصول، فروع، فرائض اور بہت سے علوم میں دسترس تھی۔ روایت و درایت کا خوب علم رکھتے تھے، کم گو اور بہت حیاء کرنے والے شخص تھے۔ ۵۱۱ھ میں قرطبہ کے قاضی بنائے گئے۔ ابوجعفر بن رزق سے تفقہ حاصل کیا۔ قاضی عیاض آپ کے تلامذہ میں سے ہیں، کثیر التصانیف محقق تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " البيان والتحصيل ، لما في المستخرجة بن التوجيه والتعليل" تالیف کی یہ ایک عظیم کتاب ہے جو بیس سے زائد مجلدات پر مشتمل ہے۔ [2]

ابوبکر الطرطوشی مالکی (۴۵۱ھ۔۵۲۰ھ) [3]

مالکی فقیہ تھے۔ اندلس میں ابوالولید باجی سے زانوئے تلمذ طے کیا، حجاز مقدس، بغداد، بصرہ، شام اور اسکندریہ کے علمی دورے کئے اور ائمہ شافعیہ ابوبکر الشاشی ابوعلی التستری وغیرہ سے اکتساب فیض کیا۔ فقہ، مسائل الخلاف، اصول، فرائض وغیرہ میں ید طولی رکھتے زاہد، متقی اور متواضع تھے۔ قاضی عیاض آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

1۔ ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی (۱۰۶۳ء/۱۱۲۶ء) قرطبہ میں وفات پائی۔

2۔ الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، ص ۳۷۳، ھدیۃ العارفین ۲/ ۸۵ معجم المؤلفین، رضا کحالہ ۸/ ۲۲۸، الفتح المبین ۲/ ۱۴،۱۵۔

3۔ ابوبکر محمد بن الولید بن محمد بن خلف بن سلیمان بن ایوب القرشی الفہری الاندلسی الطرطوشی (۱۰۵۹ء/۱۱۲۶ء) ابن ابی رندقہ سے معروف تھے اندلس میں ولادت اور اسکندریہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مسائل الخلاف" اور "مسائل اصول فقه" پر تعلیقہ تالیف کیا۔[1]

ابن السید البطلیوسی مالکی (۴۴۴ھ۔۵۲۱ھ)[2]

نحوی، ادیب، شاعر، محدث اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التنبیہ علی الاسباب الموجبة لاختلاف الفقهاء فی الاصول" تالیف کی۔[3]

حسین اللامشی (۴۴۱ھ۔۵۲۲ھ)[4]

امام، فاضل اور ثقہ تھے ابوبکر محمد بن حسن بن منصور النسفی سے اخذِ علم کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی جو فاس میں قروین کی لائبریری میں ۶۳۳ نمبر کے تحت موجود ہے۔[5]

البابری المالکی (متوفی ۵۲۳ھ)[6]

فقیہ، اصولی، مفسر، اور عادل قاضی تھے۔ علم کی نشر واشاعت کے لئے مشرق کا سفر کیا۔ ابوالولید باجی اور ابن زیتون سے اخذ علم کیا مصر و مکہ تشریف لائے۔ امام زمخشری نے ان کی خدمت میں آخر سیبویہ کی کتاب پڑھی کیونکہ ان کو اس میں مہارت حاصل تھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المدخل فی الاصول" تالیف کی هدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا نام "مجموعة فی اصول الفقه" مذکور ہے۔[7]

ابوالطاہر التنوخی مالکی (متوفی ۵۲۶ھ بعدہ)[8]

امام، عالم، مفتی اور مذہب کے حافظ تھے۔ اصول فقہ، حدیث اور لغت عربیہ میں امام تھے۔ مالکی مذہب کے ممتاز علماء میں سے تھے تقلید سے اجتہاد و ترجیح کی برتری ظاہر کرتے۔

انہوں نے کتاب "انوار البدیعة الی اسرار الشریعة، التهذیب علی التهذیب التنبیه علی مبادی التوجیه" تالیف کیں۔ ابوطاہر التنوخی قواعد اصول فقہ سے فروع کے احکام کا استنباط کرتے تھے اور اپنی اس کتاب "التنبیہ" میں استنباط کے اسی منہج کو اپنایا ہے اگرچہ شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے استنباط کے اس طریقہ کو غیر مفید

---

[1] حسن المحاضرة، امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ۲۱۳/۱، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۴۷۹/۱، ۴۸۰، الدیباج، ابن فرحون ص ۳۷۱، هدیۃ العارفین ۸۵/۲، معجم المؤلفین ۹۲/۱۲۔

[2] ابومحمد عبداللہ بن محمد بن السید البطلیوسی (۱۰۵۹ء/۱۱۲۶ء)۔

[3] الفتح المبین ۱۹/۲۔

[4] ابوالقاسم حسین بن علی عماد الدین اللامشی (۱۰۴۹ء/۱۱۲۸ء)۔

[5] الفوائد البھیة، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۶۷، معجم الاصولیین ۷۰/۲ (۳۰۵)

[6] ابوبکر عبداللہ بن طلحہ بن محمد بن عبداللہ الیابری الاشبلی الاندلس متوفی ۱۱۲۸ء اندلس میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

[7] هدیۃ العارفین ۴۵۵/۵، الفتح المبین ۳۱/۲۔

[8] ابوطاہر ابراہیم بن عبدالصمد بن بشیر التنوخی متوفی ۱۱۳۲ء۔

کہا ہے، کیونکہ فروع کی تخریج قواعد اصولیہ سے جدا اور بعید نہیں ہوتی اور ابو طاہر نے اس کتاب میں تقلید کی زیادہ پیروی کے اسلوب کو نہیں اختیار کیا۔ آپ شہید کئے گئے آپ کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہوسکی صرف اتنا معلوم ہوسکا کہ آپ نے اپنی کتاب "المختصر" کی تکمیل کی تاریخ ۵۲۶ھ ذکر کی ہے اس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۵۲۶ھ کے بعد ہی آپ کا انتقال ہوا ہوگا۔[1]

الفراء محمد بن محمد الحنبلی (۴۷۵ھ۔۵۲۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب" المجرد فی الاصول "تالیف کی۔[2]

ابوالحسن بن الزاعونی حنبلی (۴۵۵ھ۔۵۲۷ھ)[3]

فقیہ، اصولی، محدث، نحوی، لغوی اور واعظ تھے ابن جوزی آپ کے اساتذہ اور ابن عساکر آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے شیخ الحنابلۃ تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غرر البیان فی الاصول یہ کتاب چند مجلدات پر مشتمل ہے۔

۲۔ مجموعات فی المذہب والاصول۔[4]

امیہ بن ابی الصلت الاندلسی (متوفی ۴۶۰ھ۔۵۲۹ھ)

عالم، ادیب، حکیم، شاعر اور منجم تھے۔ انہوں نے کتاب" الانتصار فی اصول الفقه "تالیف کی۔[5]

ابوالحسن الکرجی شافعی (۴۵۵ھ۔۵۳۲ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الذرائع فی علم الشرائع ۲۔ سدالذرائع، یہ مذکورالذکر کتاب الذرائع کی شرح ہے۔

۳۔ الفصول فی اعتقاد ائمة الفحول۔[6]

---

[1] الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۳۲، ۱۳۳، الفتح المبین ۲/۲۲۔

[2] محمد بن محمد بن حسین بن محمد بن احمد بن خلف بن الفراء ابوحازم بن قاضی ابویعلی بغدادی، ھدیۃ العارفین ۶/۸۶۔

[3] ابوالحسن علی بن عبید اللہ بن نصر بن عبید اللہ بن سہل بن سری الزاعونی (۱۰۶۲ء/۱۱۳۳ء) ابن زاغونی سے معروف تھے۔ بغداد میں ولادت ہوئی۔

[4] ھدیۃ العارفین ۵/۶۹۶، الفتح المبین ۲/۲۳۔

[5] أمیہ بن عبدالعزیز ابی الصلت الاندلسی الدانی الاشبیلی (۱۰۶۸ء/۱۱۳۵ء) اندلس میں ولادت اور افریقہ میں وفات پائی ان کی تاریخ وفات ۵۲۸ھ، ۵۴۶ھ بھی بیان کی گئی ہیں۔ معجم الاصولیین ۱/۲۸۳۔(۲۲۷) معجم الادباء ۷/۵۲،۷۰۔

[6] ابوالحسن محمد بن عبدالملک بن محمد بن عمر بن ابی طالب الکرجی۔ اصبہان وھمدان کے مابین پہاڑی شہروں کی طرف نسبت سے کرجی کہلاتے ہیں، ھدیۃ العارفین ۶/۸۷۔

ابن الخشاب شافعی (متوفی ۵۳۳ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ابواسحاق الشیرازی کی " اللمع " کی شرح لکھی۔[2]

عبدالعزیز النسفی حنفی (متوفی ۵۳۳ھ)[3]

علم النظر، فقہ واصول میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ بخاریٰ میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ بخاریٰ میں ابوالمفاخر عبدالعزیز بن عمر سے تفقہ حاصل کیا۔ امام الحرمین ابوالقاسم محمد بن عبداللہ نے آپ سے روایت کی ہے۔

مؤلفات اصولیہ : " کفایۃ الفحول فی علم الاصول "۔[4]

امام المازری مالکی (۴۵۳ھ۔۵۳۶ھ)[5]

ادیب، حافظ، طبیب، فقیہ، اصولی، ریاضی، متکلم تھے۔ ابن فرحون نے لکھا کہ اقطارِ ارض میں کوئی مالکی ان کے زمانے میں ان سے زیادہ فقیہ نہ تھا۔ آپ نے ابوالحسن اللخمی وغیرہ سے علم حاصل کیا، بے شمار حضرات نے آپ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ابوالمعالی کی کتاب "البرہان" کی شرح لکھی اوراس کا نام " ایضاح المحصول من برهان الاصول" رکھا۔ اس کے علاوہ مذہب مالکیہ کی کتاب " التلقین "کی بھی ایک عمدہ شرح لکھی یہ دونوں شروح آپ کے مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔[6]

صدر الشہید حنفی (۴۸۳ھ۔۵۳۶ھ)[7]

فقیہ واصولی تھے فروع واصول میں امام اور معقول ومنقول میں بلند مقام رکھتے اپنے والد سے تفقہ حاصل کیا اور اپنے والد کی زندگی ہی میں خراسان میں بالغ النظر مجتہد وفقیہ بن گئے اور شہرت حاصل کرلی موافقین ومخالفین دونوں آپ کے فضیلت کے معترف ہوئے، مذہباً حنفی تھے بعض لوگوں کو ان کے شافعی المذھب ہونے کا وہم ہوا صاحب الھدایۃ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : فقہ واصول وغیرہ میں آپ کی مؤلفات ہیں، مثلاً اصول حسام الدین وغیرہ۔[8]

---

1. ابومحمد، عبداللہ بن احمد بن عبدالقاہر بن محمد بن یوسف البغدادی۔ ابن الخشاب سے معروف تھے۔
2. ھدیۃ العارفین ۵/۴۵۵۔
3. عبدالعزیز بن عثمان بن ابراہیم الکوفی متوفی ۱۱۳۸ء، قاضی نسفی سے معروف تھے۔
4. کشف الظنون ۲/۱۴۹۷، ھدیۃ العارفین ۵/۵۷۸، الفوائد البھیہ ص ۹۸، الفتح المبین ۲/۳۵، اس میں تاریخ وفات ۵۶۳ھ مذکور ہے۔
5. ابوعبداللہ محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری (۱۰۶۱ء/۱۱۴۴ء) جزیرہ صقلیہ کے ساحلی شہر مازر میں ولادت اور افریقہ میں وفات ہوئی۔
6. ایضاح المکنون ۳/۱۵۶، ھدیۃ العارفین ۶/۸۸، الدیباج ص ۳۷۴، ۳۷۵، الفتح المبین ۲/۲۶۔
7. ابومحمد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازۃ (۱۰۹۰ء/۱۱۰۴ء) صدر الشہید سے مشہور تھے سمرقند میں شہید اور بخاریٰ میں مدفون ہوئے۔
8. ھدیۃ العارفین ۵/۷۸۳، الجواہر المضیۃ، محی الدین ابومحمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی متوفی ۷۷۵ھ، ۱/۳۹۱، ۳۹۲ (۱۰۸۱) الفوائد البہیۃ عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ ص ۱۳۹، الفتح المبین ۲/۲۵۔

محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی (۵۳۹ھ بعدہ)[1]

ماوراء النہر کے لامش نامی گاؤں کی طرف نسبت سے لامشی کہلاتے ہیں اس سے یہ ہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیم وتعلم ماوراء النہر بالخصوص سمرقند کے قریب فرغانہ میں ہوئی ہوگی۔ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "اصول اللامشی "تالیف کی۔

کتاب "اصول اللامشی" کا تحقیقی جائزہ :

" اصول اللامشی "یا" کتاب اللامشی فی اصول الفقه" حاجی خلیفہ نے "اصول اللامشی" کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے[2]۔ ان کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہیں مگر اصول فقہ کی اس کتاب میں وہ گیارہ مقامات پر "مشائخ ماوراء النهر" یا" مشائخ سمرقند" یا" مشائخ دیارنا" کا ذکر کرتے ہیں[3]۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم وتعلم کا سلسلہ اسی علاقے سے وابستہ ہوگا اس لئے ان کی شخصیت پر وہاں کا اثر غالب تھا۔ اسی طرح وہ تقابل میں مشائخ عراق یا مشائخ بغداد (حنفی) کو بھی ذکر کرتے ہیں۔

مختلف آراء ہونے کی صورت میں اللامشی کی ترجیح :

کسی مسئلہ میں مختلف اقوال وآراء ہونے کی صورت میں وہ اپنے شہر کے مشائخ کی آراء کو بالعموم اور اپنے رئیس ابومنصور ماتریدی کی رائے کو بالخصوص مشائخ عراق پر ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً وجوب الاعتقاد کے مسئلہ میں وہ مختلف مشائخ کی آراء پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں :

" اختلف اصحابنا فی وجوب الاعتقاد ،قال مشائخ العراق :" حكمه وجوب العمل والاعتقاد قطعاً" وقال مشائخ سمرقند ورئيسهم الشيخ ابومنصور (محمد بن محمد بن محمد ماتريدی سمرقندی) رحمه الله ، حكمه وجوب العمل ظاهراً والاعتقاد على سبيل الابهام، وهو الوجوب او الندب عينا ليكن يعتقد ان ماراد الله تعالىٰ به حق ویاتی بالفعل لامحالة حتى لا يا ثم بالترک اذ کان واجبا".[4]

یہاں مشائخ عراق، سمرقند اور ان کے رئیس کی وجوب الاعتقاد کے مسئلہ میں آراء پیش کیں اور پھر کہا :

"والصحيح ماقاله مشائخ سمرقند".[5]

(اور صحیح وہ ہے جو مشائخ سمرقند نے فرمایا۔)

انہوں نے صرف قول راجح بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اس کو دیگر اقوال میں سے صحیح ماننے کی وجہ بیان کی۔ اسی طرح وہ تخصيص الكتاب ،متواتر بالقیاس اور خبر واحد کے مسئلہ میں بھی وہ اسی طرح مشائخ کا اختلاف ذکر کرتے ہیں ان کی آراء پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں : "وهو الجواب الاصح ، على قول مشائخ سمرقند".[6]

---

1. ابوالثناء محمود بن زید اللامشی ۱۱۴۴ء میں زندہ تھے۔ 2. کشف الظنون ۱/۱۱۳، ۱۱۱۔
3. کتاب اللامشی فی اصول الفقہ ،محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی تحقیق عبدالمجید ترکی ص ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۹۲، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۹، ۲۶۱، ۲۷۱، ۳۱۲، ۳۶۹، ۳۱۳، بیروت دار الغرب اسلامی ۱۹۹۰ء۔ 4. حوالہ سابق ۹۱۔ 5. حوالہ سابق۔ 6. حوالہ سابق ص ۱۳۲۔

اللامشی بعض اوقات اقوال میں ترجیح دیئے بغیر چھوڑ دیتے ہیں :

مذکورہ بالا دو مثالوں کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر جگہ ہی اپنے شہر کے مشائخ یا رئیس کے قول کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ وہ آراء کو ان میں ترجیح دیئے بغیر اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ان میں وجہ ترجیح کا فیصلہ نہیں کر پاتے ہوں یا یہ کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہو کہ اس وقت کسی اور کو ترجیح حاصل ہے تو وہ اس کا ذکر نہیں کرتے۔

مثال سے وضاحت........ یا یہ کہ تمام اقوال میں سے جس کو چاہے ترجیح دے دیں مثلاً "واختلفوا فی نفس الاجتهاد" کے تحت مجتہد کے مصیب و مخطی ہونے میں وہ شیخ ابو منصور ماتریدی اور مشائخ سمرقند میں سے ایک جماعت جن میں ابوالحسن الرستغفنی وغیرہ شامل ہیں کی آراء اور امام ابوحنیفہ کی رائے پیش کرتے ہیں مگر اس میں وہ کسی کے قول یا رائے کو ترجیح نہیں دیتے بلکہ آراء ذکر کر کے اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں تاکہ قاری خود قول راجح تلاش کرے اور وجہ ترجیح بیان کرے۔[1]

اللامشی کے نزدیک احناف کے مراتب :

اس کتاب میں عراق کے حنفی امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ۔۷۶۷ء) ان کے شاگرد عیسیٰ بن ابان متوفی (۲۲۱ھ۔۸۳۶ء) الکرخی (متوفی ۳۴۰ھ۔۹۵۲ء) اور ابوبکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) ان سب کو کتاب اللامشی فی اصول الفقہ میں جگہ دی ان کی آراء کو نقل کیا مگر ان سب باتوں کے باوجود ماوراء النہر کے حنفی ماتریدی مشائخ کی فضیلت و برتری کو نمایاں اور ممتاز رکھا ان کے یہاں مراتب کی ترتیب یوں نظر آتی ہے۔ ماتریدی عقیدے کے مؤسس الماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ۔۹۴۴ء) کی رائے کو سب پر مقدم رکھتے ہیں پھر ماتریدی کے شاگرد "الرستغفنی" پھر دبوسی کو اور اخیر میں النسفی (متوفی ۵۰۸ھ۔۱۱۴۳ء) کو جگہ دیتے ہیں[2]۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ النسفی، لامشی کے شیوخ میں سے ہوں اس کتاب میں لامشی نے ابوزید دبوسی کو مشائخ ماوراء النہر میں شمار کیا ہے۔[3]

ابن حنبلی الواعظ (متوفی ۵۳۶ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البرهان فی الاصول   ۲۔ کتاب المفردات فی الاصول.

۳۔ کتاب المنتخب فی الاصول.[5]

جار اللہ الزمخشری شافعی (۴۱۷ھ۔۵۳۸ھ)[6]

ادیب اور فقیہ تھے۔

[1] حوالہ سابق ص ۳۰۲۔   [2] حوالہ سابق اور مزید تفصیلات کے لئے اس کتاب کا فقرہ ۱۲۶، ۱۹۶، ۱۹۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۲۹۴، ۳۰۳، ۱۲۷، ۱۹۵، ۲۳۸، ۲۴۴، ۲۲۷، ۳۰۶، ۳۰۳، ۲۳۸ دیکھئے۔   [3] حوالہ سابق ص ۱۳۴۔

[4] عبدالوہاب بن عبدالواحد بن محمد الشیرازی ثم دمشقی، ابن حنبلی واعظ سے مشہور تھے۔

[5] ھدیۃ العارفین، ۵/۶۳۸۔   [6] جار اللہ ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد بن احمد بن عمر، زمخشری۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " المنهاج فی الاصول " تالیف کی۔[1]

علاء الدین السمر قندی حنفی (متوفی ۵۴۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " ایضاح القواعد الباب فی اصول الفقه " تالیف کی۔[2]

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی (۴۶۸ھ۔۵۴۳ھ)[3]

فقیہ، محدث، مفسر، اصولی، ادیب و متکلم تھے۔ اشبیلیہ، اندلس، بغداد، شام، اسکندریہ، مصر، مکۃ المکرمۃ میں کثیر علماء فضلاء و صوفیاء سے تحصیل علم کیا۔ ابوبکر الشاشی، ابو حامد غزالی، ابو سعد زنجانی وغیرہ آپ کے بعض اساتذہ ہیں۔ آپ کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں، قاضی عیاض، ابن شکوال آپ کے کثیر تلامذہ میں شامل ہیں۔ اشبیلیہ کے قاضی رہے، اس عہدے پر رہتے ہوئے عدل و انصاف کی بالادستی قائم کی آپ بہت سی عمدہ کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " المحصول فی اصول الفقه " تالیف کی۔[4]

فخر الدین الرازی شافعی (متوفی ۵۴۳ھ)

محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التمیمی الکبری ان کی کتب کے بارے میں متوفی ۶۰۶ھ میں دیکھیں ھدیۃ العارفین میں ان کی تاریخ وفات ۵۴۳ھ مذکور ہے۔[5]

ابو المحاسن البیھقی (متوفی ۵۴۴ھ)[6]

ادیب، شاعر، اصولی، مفسر تھے ان کے فقہی مذہب کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں ہو سکا، ابو المحاسن مذکورہ علوم میں اپنے زمانے میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ

۱۔ صیقل الالباب۔ ۲۔ والنوا واللوامع (منظوم)

۳۔ التلقیح فی الاصول۔[7]

ابو الفتح شہرستانی متکلم اشعری (۴۶۹ھ۔۵۴۸ھ)

انہوں نے کتاب " الاقطار فی الاصول الفقه " تالیف کی۔[8]

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۷۷، ھدیۃ العارفین ۶/۳۰۲۔ [2] ابوبکر علاء الدین محمد بن احمد السمر قندی حنفی، ھدیۃ العارفین ۶/۹۰۔

[3] ابوبکر قاضی محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن احمد المعافری الاشبیلی (۱۰۷۶ء/۱۱۴۸ء)، ابن العربی سے مشہور تھے، اندلس میں ولادت، مراکش میں وفات اور فاس میں تدفین ہوئی۔ [4] ایضاح المکنون ۴/۴۴۳، ھدیۃ العارفین ۲/۹۰، الدیباج ص ۳۷۶، ۳۷۸، الفتح المبین ۲/۲۸، تذکرۃ الحفاظ، الذہبی ۴/۱۲۹۴۔ [5] ھدیۃ العارفین ۶/۱۰۷۔

[6] فخر الزمان ابو المحاسن مسعود بن علی بن احمد بن العباس الصوافی البیھقی متوفی ۱۱۴۹ھ، نیشاپور میں ولادت ہوئی۔

[7] ھدیۃ العارفین ۶/۴۲۸، الفتح المبین ۲/۳۱۔

[8] ابو الفتح محمد بن ابو القاسم عبد الکریم بن ابوبکر احمد الشہر ستانی متکلم اشعری، ھدیۃ العارفین ۶/۹۱۔

ابو محمد بن عبداللہ الشلبی مالکی (۴۸۴ھ۔۵۵۱ھ)

فقیہ، اصولی اور رجال الحدیث کے حافظ تھے مسائل خلاف، علم عربیہ و ہیئت میں متبحر تھے۔ نو برس تک اپنے شہر شلب کے قاضی رہے اور عدل و انصاف میں امیر و غریب کی کوئی تفریق نہیں کی۔ مکۃ المکرمۃ، مصر، عراق، خراسان کے علمی دورے کیے، ان کی اصول فقہ پر کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔[۱]

علاء الدین ابو بکر حنفی (۴۸۸ھ۔۵۵۲ھ)

فقیہ تھے انہوں نے اصول فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تالیف کیں:

۱۔ بذل النظر فی الاصول۔

۲۔ حصر المسائل وقصر الدلائل فی شرح منظومۃ النسفی۔[۲]

ابن الخل الشافعی (۴۸۲ھ۔۵۵۲ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[۳]

ابو بکر القلیعی مالکی (متوفی ۵۵۳ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "نور الحجۃ وایضاح المحجۃ" تالیف کی۔[۴]

علاء الدین حنفی (متوفی ۵۵۳ھ)

فقیہ، اصولی تھے انہوں نے کتاب "میزان الاصول فی نتائج العقول" تالیف کی جس کا آغاز: "الحمد للہ ذی العزۃ والجلال" الخ سے ہوتا ہے۔[۵]

ابو بکر ظہیر بلخی (متوفی ۵۵۳ھ)

فروع و اصول میں فاضل امام تھے معقول و منقول میں کامل عالم تھے۔ نجم الدین عمر النسفی، صدر الاسلام ابو الیسر محمد البزدوی، بہاء الدین المرغینانی وغیرہ سے علم حاصل کیا، محمود زنگی کے زمانے میں حلب آئے اور پھر دمشق چلے گئے۔[۶]

ابن النفزی مالکی (متوفی ۵۵۳ھ)[۷]

محدث، فقیہ، متکلم و اصولی تھے۔ اہل غرناطہ میں سے ہیں مختلف علوم میں آپ کی تالیفات ہیں۔

۱۔ ابو محمد عبداللہ بن عیسیٰ الشلبی (۱۰۹۱ء/۱۱۵۶ء) اندلس میں ولادت اور خراسان میں وفات ہوئی، الفتح المبین ۲/۳۲۔

۲۔ ابو بکر محمد بن عبدالحمید بن حسن بن حمزہ الاسمندی علاء الدین السمرقندی، ھدیۃ العارفین ۶/۹۲۔

۳۔ ابو الحسن محمد بن المبارک بن محمد بن عبداللہ البغدادی، ابن الخل، ھدیۃ العارفین ۶/۹۳۔

۴۔ ابو بکر محمد بن محمد بن عبداللہ القلیعی الاشبیلی، اندلس سے تعلق تھا، ھدیۃ العارفین ۶/۹۳۔

۵۔ ابو بکر محمد بن احمد، علاء الدین شمس النظر سمرقندی، کشف الظنون ۲/۱۹۱۶۔

۶۔ ابو بکر احمد بن علی بن عبدالعزیز متوفی ۱۱۵۸ء، ظہیر بلخی سے معروف تھے حلب میں وفات پائی۔ الفوائد البھیۃ ص ۲۷۔

۷۔ ابو الحسن علی بن محمد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن ابن الضحاک الفزاری الغرناطی، متوفی ۱۱۵۸ء، ابن نفزی سے معروف تھے۔ غرناطہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مدارک الحقائق فی اصول الفقہ" تالیف کی جو پندرہ اجزاء پر مشتمل ہے۔[1]

ابن ہبیرہ حنبلی (متوفی ۵۶۰ھ)

انہوں نے کتاب "الاجماع والاختلاف" تالیف کی۔[2]

ابوالمفاخر الکردری حنفی (متوفی ۵۶۲ھ)[3]

فقیہ واصولی تھے حنفی علماء میں بلند مقام رکھنے کی وجہ سے شمس الائمہ اور امام الحنفیہ کا لقب دیا گیا۔ زہدو تقوی میں بہت بلند درجہ رکھتے، سلطان عادل نور الدین محمود بن زنگی کے زمانے میں حلب کے قاضی رہے، مختلف علوم پر آپ کی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[4]

عبدالعزیز النسفی حنفی (متوفی ۵۶۳ھ)

ان کی تاریخ وفات ۵۳۳ھ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

ابوالحسن البیہقی (۴۹۹ھ۔۵۶۵ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب اصول الفقہ۔ ۲۔ جلاء صدر الشاب فی الاصول۔

۳۔ المحجج فی الاصول۔[5]

ابوالحسن الاندلسی (متوفی ۵۶۷ھ)

فقیہ تھے اصول فقہ میں "اللباب فی اصول الفقہ" تالیف کی جس کا آغاز : "الحمد للہ الذی ابدع الخلائق بلاآلۃ و علۃ الخ" سے ہوتا ہے۔ "اللباب فی اصول الفقہ" کے نام سے محمد بن احمد سمرقندی حنفی نے بھی کتاب لکھی تھی مگر حاجی خلیفہ نے ان کا سن وفات نہیں بتایا۔[6]

1۔ الدیباج ص ۳۰۳،۳۰۴، الفتح المبین ۲/۳۳، معجم المؤلفین ۷/۱۷۷۔

2۔ ابن ہبیرہ الوزیر یحییٰ بن محمد الشیبانی الحنبلی، کشف الظنون ۲/۱۳۵۸۔

3۔ ابوالمفاخر عبدالغفور بن لقمان بن محمد، شرف القضاۃ، تاج الدین الکردی متوفی ۱۱۶۷ء خوارزم میں ولادت اور حلب میں وفات پائی۔

4۔ کشف الظنون ۱/۱۱۴، ہدیۃ العارفین ۱/۵۸۷، اس میں ان کا نام عبدالغفار مذکور ہے۔ الجواہر المضیۃ ۱/۳۲۲،۳۲۳ (۸۶۸)، الفوائد البہیۃ ۹۸،۹۹، الفتح المبین ۲/۳۲۔

5۔ ابوالحسن علی بن ابوالقاسم زید بن محمد بن حسین بن سلیمان بیہقی، ہدیۃ العارفین ۶/۶۹۹۔

6۔ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن خلف بن نعمۃ الانصاری الاندلسی۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۰۰ کشف الظنون ۲/۱۵۴۳۔

ضیاء الدین القرطبی مالکی (متوفی ۵۶۷ھ)

انہوں نے کتاب "دلائل الاحکام" تالیف کی۔[1]

ابن صافی ملک النحاۃ شافعی (۴۸۹ھ۔۵۶۸ھ)[2]

نحوی، فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، مقری اور شاعر تھے ابو احمد الاشنھی سے تفقہ اور ابن برھان سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی جو "الوجیز" اور "الوسیط فی اصول الفقہ" کے مصنف ہیں اشاعت علم کے لئے خراسان، کرمان اور غزنہ وھند کے اسفار کئے۔

مؤلفات اصولیہ.......... انہوں نے کتاب "الحاکم فی اصول الفقہ" تالیف کی الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے :" وفی الفقہ الحاکم ،وفی اصول الفقہ واصول الدین مختصر ان" ابن خلکان نے لکھا : "ولہ مصنفات کثیرۃ فی الفقہ والاصول"۔[3]

اسعد الکرابیسی (متوفی ۵۷۰ھ)[4]

الفوائد البھیۃ میں ہے :" کان فقیھا فاضلا ادیبا عالما حسن الطریقۃ ، لہ معرفۃ تامۃ بالفروع والاصول "۔

علاء الدین بن الاسمندی السمر قندی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی آپ کی فقہ میں کتب ہیں لیکن ہمیں اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہوسکا۔[5]

عبدالرحمٰن ابن الانباری (۵۱۳ھ۔۵۷۰ھ)[6]

ابو منصور بن الرزاز سے مدرسہ نظامیہ بغداد میں نفع حاصل کیا قاضی بن شھبہ نے موفق عبداللطیف کے حوالے سے لکھا کہ ان کی ایک سو تیس تصانیف ہیں اکثر نحو میں ہیں اور ان میں سے بعض فقہ، اصول اور تصوف میں ہیں مگر انہوں نے اصول فقہ پر ان کی کسی کتاب کا نام ذکر نہیں کیا۔[7]

ابن فتحہ شافعی (متوفی ۵۷۲ھ)

انہوں نے "نور الحجۃ فی ایضاح المحجۃ فی الاصول" تالیف کی۔[8]

---

1. ابوبکر یحیٰی بن سعدون ابن تمام بن محمد الازدی القرطبی ضیاء الدین، ایضاح المکنون ۳/۲۷۶۔
2. ابونزار حسن بن صافی بن عبداللہ بن نزار بن ابوالحسن (۱۰۹۵ء/۱۱۷۲ء) بغداد میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی، ملک النحاۃ سے مشہور تھے۔
3. کشف الظنون ۱/۶۲۳، ھدیۃ العارفین ۵/۲۷۹، الفتح المبین ۲/۳۶، معجم الاصولیین ۲/۴۲ (۲۷۳)۔
4. ابوالمظفر اسعد بن محمد بن حسین جمال الدین الکرابیسی نیشاپوری متوفی ۱۱۷۴ھ۔
5. کشف الظنون ۲/۱۳۵۷، اس میں تاریخ وفات ۵۳۹ھ مذکور ہے، الفوائد البھیۃ ص ۴۵ الجواہر المضیۃ ۱/۱۳۳، (۳۱۵) معجم الاصولیین ۱/۱۵۳ (۱۹۶)۔
6. ابوالبرکات عبدالرحمٰن بن محمد بن عبد (عبید) اللہ بن سعید، کمال الدین ابن الانبدی (۱۱۱۹ء/۱۱۷۴ء)۔
7. کشف الظنون ۲/۱۲۷۱، ھدیۃ العارفین ۱/۵۱۹، ۵۲۰، وفیات الاعیان، ابن عیان، ابن خلکان ۱/۲۷۹، معجم الاصولیین ۲/۱۸۷ (۴۲۳)۔
8. ابوالمحاسن محمد بن عید، ابن فتحہ، ھدیۃ العارفین ۶/۹۸۔

صدقہ بن حداد (۴۷۷ھ۔۵۷۳ھ) [1]

فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، مورخ، کاتب اور شاعر تھے ابن عقیل اور ابن زاغوانی سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : صاحب شذرات نے لکھا : " وله مصنفات حسنة في الاصول " (اور ان کی اصول میں بہترین کتابیں ہیں۔) [2]

احمد الکلالی (متوفی ۵۸۰ھ) [3]

فقیہ اصولی عارف تھے۔ علی بن ابوبکر سالم وغیرہ سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : ان کی اصول فقہ پر کتاب ہے جس کا نام " کتاب الامثال " ہے۔ [4]

حسن المسیلی (متوفی ۵۸۰ھ تقریباً) [5]

فقیہ، اصولی، متکلم تھے۔ ابوحامد غزالی سے مشابہت رکھنے کی بناء پر ابوحامد الصغیر کہلاتے تھے، جایہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : النبراس في الرد على منكر القياس۔ [6]

ابوطاہر الاسکندرانی مالکی (متوفی ۵۸۱ھ)

اصول میں کتاب " تذکرة " تالیف کی۔ [7]

ابن زہرہ حلبی اِمامی (۵۱۱ھ۔۵۸۵ھ) [8]

فقیہ و اصولی اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے، علماء شیعہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : " غنية النزوع الى علمي الاصول والفروع " اس میں اصولیین کے مسائل اور پھر فقہ سے بحث کی گئی ہے یہ کتاب تقریباً چار ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ [9]

ابوثابت الدیلمی (۵۸۹ھ زندہ تھے)

انہوں نے " التلخيص من الاصول " تالیف کی۔ [10]

---

[1] ابوالفرج صدقہ بن حسین بن حسن بن بختیار بن حداد بغدادی ۱۰۸۳ء/۱۱۷۷ء بغداد میں وفات پائی۔

[2] معجم الاصولیین ۲/۱۴۲ (۳۷۷)۔ [3] احمد بن اسعد بن الکلالی متوفی ۱۱۸۴ء۔

[4] معجم الاصولیین ۱/۹۶ (۶۴)۔

[5] ابوعلی حسن بن علی بن محمد المسیلی متوفی ۱۱۸۵ء تقریباً، اندلس میں ولادت و وفات ہوئی۔ [6] معجم الاصولیین ۲/۳۹ (۲۸۲)۔

[7] ابوطاہر اسماعیل بن مکی بن اسماعیل عوف المالکی اسکندرانی، ھدیۃ العارفین ۵/۲۱۱۔

[8] ابوالمکارم حمزہ بن علی بن زہرہ بن حسن بن زہرہ عزالدین حسینی، امام ابن زہرہ حلبی۔

[9] ایضاح المکنون ۲/۱۵۰، ۱۵۱، ھدیۃ العارفین ۵/۳۳۶، معجم الاصولیین ۲/۸۵ (۳۱۹) اوصاف الجنات ۲/۲۷۴ (۲۲۵)۔

[10] ابوثابت شمس الدین محمد بن عبدالملک الدیلمی الصوفی، ھدیۃ العارفین ۶/۱۰۳۔

احمد الطالقانی شافعی (متوفی ۵۸۹ھ)[1]

مذہب، خلاف، نظر اصول، حدیث تفسیر اور وعظ و زہد میں امام تھے، اصحاب شافعی کے رئیس تھے اپنے شہر قزوین سے نیشاپور آ گئے تھے وہاں محمد بن یحییٰ فقیہ کی خدمت میں رہ کر کمال حاصل کیا ان کے دروس کے معید بن گئے۔ بغداد و حجاز مقدس کے بھی سفر کئے، مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ پر ہمیں ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔[2]

احمد الغزنوی حنفی (متوفی ۵۹۳ھ)[3]

فقیہ، متکلم، اصولی تھے۔ محمد بن یوسف علوی حسینی اور امام کاسانی صاحب البدائع سے تفقہ حاصل کیا اور امام کاسانی کے درس کے معید تھے۔ علماء کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ............ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[4]

ابوالولید محمد بن رشد الحفید مالکی (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ)[5]

فقیہ، ادیب، اصولی، حافظ، فیلسوف، حکیم تھے۔ فقہاء اور قضاۃ کے گھرانے میں نشوونما پائی آباء واجداد مالکی مذہب کے ائمہ میں سے تھے۔ ابن رشد، ان کے والد اور دادا قرطبہ کے قاضی رہے اور کچھ دنوں اشبیلیہ کے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے۔ ابن رشد کے دادا محمد بن رشد عالم اور فقیہ تھے، ان کے بعض مباحث شرعی اور فلسفیانہ مسائل سے متعلق تھے۔ ابن رشد نے شریعت اسلامیہ کے اشعری طریقہ پر تعلیم حاصل کی اور فقہی اصول کی امام مالک کے طریقے پر تحصیل کی اس لئے ان کے شرعی اور فقہی خیالات اور فلسفیانہ میلانات میں مناسبت پائی جاتی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ابن رشد نے اپنی اکثر کتابوں میں اشعریوں پر اعتراضات کئے ہیں اور ان کے طریقوں اور اساسی اصول پر سخت تنقید کی ہے جہاں تک تصانیف کا تعلق ہے تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابن رشد نے چھتیس برس کی عمر سے قبل کوئی کتاب لکھی۔[6]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر المستصفی یا "الضروری فی اصول الفقہ"۔

۲۔ کشف مناهج الادلة یا مناهج الادلة فی الاصول۔[7]

---

[1] ابوالخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف بن محمد بن العباس القزوینی متوفی ۱۱۹۳ء، قزوین میں ولادت و وفات ہوئی۔

[2] معجم الاصولیین ۱/۱۰۲ (۶۷)۔

[3] احمد بن محمد بن محمد بن سعد (سعید) الغزنوی متوفی ۱۱۹۶ء، غزنہ میں ولادت اور حلب (شام) میں وفات ہوئی۔

[4] الطبقات السنیہ ۲/۸۹، ۹۰، الجواہر المضیۃ ۱/۱۲۰، ۱۲۱ (۲۳۷) الفوائد البہیہ ص ۴۰، معجم الاصولیین ۱/۲۳۳ (۱۷۶)۔

[5] ابوالولید محمد بن احمد بن ابوالولید بن رشد قاضی الجماعہ (۱۱۲۶ء/ ۱۱۹۸ء) حفید غرناطی سے مشہور تھے، اندلس میں ولادت و تدفین ہوئی مراکش میں انتقال ہوا۔ [6] تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جمعہ ص ۱۲۸، ۱۲۰، ۱۵۵، الفاظ کے تغیر کے ساتھ تاریخ قضاۃ الاندلس، ابن حسن النباہی الاندلسی متوفی ۷۹۲ھ ضبط، شرح تعلیق، مریم قاسم طویل، ص ۱۳۴، ۱۳۵، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵ء۔

[7] تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جمعہ ص ۱۵۹، اس میں "کشف مناهج الادلة" نامی کتاب کو الہیات کی کتاب بتایا ہے جب کہ الفتح المبین ۲/۳۹ اور ایضاح المکنون ۲/۵۸۵ میں "مناهج الادلة فی الاصول" مذکور ہے، الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۳۷۸، ۳۷۹۔

"کتاب مختصر المستصفی یا الضروری فی اصول الفقہ" کا تحقیقی تجزیہ :

ابن رشد نے "مختصر المستصفی" کے مقدمہ میں اس کتاب کے لکھنے کا سبب بیان کیا اور کہا :

" ...فان غرضی فی ھذا الکتاب ان اثبت لنفسی ، علی جھة التذکرة، من کتاب ابی حامد رحمه اللہ فی اصول الفقه الملقب بالمستصفی جملة کافیة بحسب الامر الضروری فی ھذہ الصناعة"۔[1]

(تو بے شک اس کتاب (کی تالیف) سے میرا مقصد یہ ہے کہ ابو حامد رحمہ اللہ کی اصول فقہ میں کتاب ملقب بہ "المستصفی" پر ایک ایسا قابل ذکر کام کروں جس میں صرف اس فن کے تمام ضروری اُمور شامل ہوں۔)

اسی مقدمہ میں مزید لکھتے ہیں :

"لکن راینا ان نجری فی ذلک علی عادة المتکلمین فی ھٰذہ الصناعة، ونتحری فی تقسیمھا علی الترتیب الواقع فی ھذا الکتاب "(کتاب المستصفی لابی حامد)"۔[2]

کتاب کے آخر میں ایک مرتبہ پھر اپنے اس مختصر پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

" وھنا انتھی غرضنا فی ھٰذا الاختصار، وھو یشبه المختصر من جھة حذف التطویل ، والمخترع من جھة التتمیم و التکمیل "۔[3]

(اور یہاں اس اختصار میں ہمارا مقصد پورا ہوا، اور وہ (مختصر المستصفی) طوالت کے حذف کے اعتبار سے تو مختصر کے مشابہ ہے اور تتمیم و تکمیل کر دینے کے اعتبار سے مخترع (اضافہ) ہے۔)

ابن رشد کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے منہج اصولیہ کے میدان میں امام غزالی کی نص پر اضافہ کر کے اس کی تہذیب و تکمیل کی۔ ابن رشد نے اپنی اس مختصر میں طریقۃ المتکلمین اور طریقۃ الفقہاء کے بجائے ایک تیسرا طریقہ اپنایا جس کو "طریقة الفلاسفة" کا نام دیا جا سکتا ہے۔

ابن رشد اور امام غزالی کی مابین متنازع اُمور :

اس کتاب کے حوالے سے دو بنیادی اُمور ہیں جن میں دونوں کی مختلف آراء ہیں :

۱۔ ابن رشد نے منطق کو اصولِ فقہ میں داخل کرنے کی وجہ سے امام غزالی پر اعتراض کیا۔

۲۔ فقہی نظریات و افکار کے اظہار میں دونوں ایک دوسرے سے جداگانہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

ابن رشد اپنے "المختصر" میں امام غزالی کے مقدمہ منطقیہ کو بحث سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کی وجہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

---

[1] "الضروری فی اصول الفقه" یا "مختصر المستصفی"۔ ابوالولید محمد بن رشد حفید، ص ۳۴ تحقیق جمال الدین علوی، محمد علال سینا، بیروت دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۴ء۔

[2] حوالہ سابق، ص ۳۷۔ [3] حوالہ سابق، ص ۱۳۶۔

" ابو حامد قدم قبل ذلک مقدمة منطقية زعم أنه اداه الى القول فى ذلک نظر المتكلمين فى هذه الصناعة فى أمور منطقية، كنظرهم فى حدالعلم وغيره ذلک. ونحن نترک كل شئى الى موضعه، فان من رام أن يتعلم أشياء اكثرمن واحد فى وقت واحد لم يمكنه أن يتعلم ولا واحداً منها"[1]

(ابوحامد نے اس سے قبل ایک مقدمہ منطقیہ پیش کیا اور یہ گمان کیا کہ اُمور منطقیہ میں متکلمین کے نظریہ کی وضاحت ہوجائے اور ہمیں چاہئے کہ ہم ہر شئی کو اس کے مناسب وموزوں موقع کے لئے چھوڑ دیں اور جو چاہے کہ ایک وقت میں ایک سے زائد اشیاء سیکھے تو ان (سب) کا سیکھنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا اور وہ ایک بھی نہیں سیکھ سکے گا۔)

ابن رشد کے اعتراض کا جواب :

ابن رشد کے قول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امام غزالی نے اصول فقہ میں منطق کو داخل کردیا اس لئے ابن رشد نے اپنی مختصر میں اس کو اپنی کتاب سے خارج کردیا مگر حقیقت یہ ہے کہ امام غزالی نے اس مقدمہ منطقیہ کو اصول میں داخل نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اس مقدمہ کو تمام علوم کے لئے ضروری قرار دیا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ جو اس کو لکھنا نہ چاہے وہ تو کتاب کے قطب اول سے آغاز کرلے۔ امام غزالی "المستصفی" میں ان الفاظ کے ساتھ اس کا اظہار فرماتے ہیں :

" وليست هٰذه المقدمة من جملة علم الاصول، ولا من مقدماته الخاصة به، بل هى مقدمة العلوم كلها ومن لايحيط بها فلا ثقه له بعلومه اصلا، فمن شاء ان لايكتب هٰذه المقدمة فليبد بالكتاب من القطب الاول، فان ذلک هو اول اصول الفقه و حاجة جميع العلوم النظرية الى هٰذه المقدمة كحاجة اصول الفقه"[2]

ابن رشد نے مقدمہ منطقیہ کے علاوہ دیگر متعلقات کو بھی خارج از بحث قرار دیا :

ابن رشد نے اصولِ فقہ سے صرف منطق کے نکالنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دیگر متعلقات کو بھی اسی سے خارج کیا مثلاً اقطاب اربعہ کو وہ ایک رئیسی قطب کے تحت لاتے ہیں۔ اسی طرح اس قطب کو بھی بیان نہیں کیا جس کا تعلق اس فن سے نہیں ہے اور ابن رشد نے تو یہاں تک کیا کہ معلوم سے مجہول کی تحصیل کے احوال اور وجوہ بیان نہیں کئے باوجود اس کے کہ امام غزالی اور کبار اصولیین نے ان کو اسی فن میں شامل سمجھا ہے۔

علوم ومعارف کی تقسیم میں ابن رشد کا امام غزالی سے اختلاف :

ابن رشد کہتے ہیں " ان المعارف و العلوم ثلاثة اصناف" (بلاشبہ علوم ومعارف تین اصناف پر ہیں۔)[3]

جب کہ امام غزالی علوم کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں :

" اعلم ان العلوم تنقسم الى عقلية كالطب، والحساب ولهندسة وليس ذلک من غرضنا، والى دينية كالكلام، والفقه، اصوله، وعلم الحديث، وعلم التفسير وعلم الباطن اعنى علم

---

[1] حوالہ سابق، ص ۳۷، ۳۸۔
[2] المستصفی، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ، ۱/۷، کراچی ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔
[3] مختصر المستصفی، ابن رشد ص ۳۶۔

القلب وتطهيره عن الاخلاق الذميمة). وكل واحد من العقلية الدينية ينقسم الى كلية وجزئية". [1]

(جان لینا چاہئے کہ علوم یا تو عقلیہ کی طرف تقسیم ہوتے ہیں جیسے علم طب، حساب، ہندسہ اور اس موقع پر ان پر بحث کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ یا علوم کی تقسیم دینیہ کی طرف ہوتی ہے جیسے علم کلام، فقہ، اصول، حدیث، تفسیر اور علم باطن، علم باطن سے مراد دل اور اس کی اخلاق ذمیمہ سے تطہیر کا علم ہے۔ اور پھر علوم عقلیہ اور دینیہ میں سے ہر ایک کو کلیہ اور جزئیہ میں تقسیم کیا سکتا ہے)

ابن رشد کی "مختصر" میں تقسیم :

ابن رشد اپنی کتاب مختصر المستصفی کی تقسیم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ چار اجزاء پر مشتمل ہے :

"الاول : يتضمن النظر فى الاحكام والثانى : فى اصول الاحكام والثالث : فى ادلة المستعملة فى استباط حكم حكم عن اصل اصل ، وكيف استعمالها والرابع : يتضمن النظر فى شروط المجتهد وهو الفقيه". [2]

(پہلا جزء احکام کے بیان میں اور دوسرا اصول الاحکام میں ہے اور تیسرا ادلہ مستعملہ میں حکم کا حکم سے اور اصل کا اصل سے استنباط کرنے اور چوتھا مجتھد جو فقیہ ہوتا ہے اس کی شرائط سے متعلق ہے۔)

ابن رشد آگے چل کر لکھتے ہیں :

" والنظر الخاص بها (صناعة الاصوليين) انما هو فى الجزء الثالث من هذا الكتاب". [3]

(اس کتاب کے تیسرے جزء میں اصولیین نے خاص دلچسپی لی)

ابن رشد "مختصر" کے تیسرے جزء کی ابتداء میں لکھتے ہیں :

" وهذا الجزء هو الذى النظر فيه اخص بهذا العلم ". [4]

(اور وہ جزء جس میں غور و فکر اس علم میں بہت خاص اہمیت رکھتا ہے)

ابن رشد نے امام غزالی کے "الفن الثالث" کے بجائے الجزء الثالث کے الفاظ استعمال کئے ہیں، امام غزالی کا فن ثالث دو مقدموں اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا مقدمہ قیاس کی تعریف میں ہے، دوسرا مقدمہ علل میں مجاری الاجتہاد کے حصر میں ہے۔ پہلا باب منکرین قیاس کے رد اور قیاس کے اثبات میں ہے دوسرا علت الاصل کے اثبات کے طرق میں ہے تیسرا شبہ قیاس میں اور چوتھا قیاس کے ارکان و شروط میں ہے۔ [5]

المختصر اور المستصفی کے مضامین میں مابین موازنہ :

ابن رشد کے المختصر اور امام غزالی کی المستصفی کے مضامین کے مابین دوری نظر آتی ہے حوالہ کے لئے صرف دو مثالوں پر اکتفاء کرتے ہیں جو الفاظ کی دلالت کرنے کے مراتب کے مسائل سے متعلق ہیں :

---

1. المستصفی، امام غزالی، ۱/۴۔
2. مختصر المستصفی، ابن رشد ص ۳۶۔
3. حوالہ سابق، ص ۳۶۔
4. حوالہ سابق، ص ۱۰۱۔
5. المستصفی، امام غزالی ۱/۵۳۔

المستصفی سے امام غزالی کا قول

حد الظاهر: هو اللفظ الذی یغلب علی الظن فهم معنی منه من غیر قطع، فهو بالاضافه الی ذلک المعنی الغالب ظاهر و نص.[1]

"مختصر المستصفی" سے ابن رشد کا قول

"والظاهر...من جهة الصيغة قسمان: احدهما الالفاظ المقولة من اول الامر علی شئی ثم استعيرت لغيره لتشابه بينهما اوتعلق بوجه من اوجه التعلق بوجه وَاَمَّا القسم الثانی من اقسام الالفاظ الظاهرة فهی المبدلة ونعنی هنابا المبدلة ابدال الكلی مكان الجزئی، والجزء مكان الكلی، وعلی التحقيق فالتبديل يلحق، جميع الفاظ المستعارة .... وهذه الالفاظ الظاهرة لهامراتب فی الظهور، وكلماكان اللفظ اظهر احتيج فی تاويله الی دليل اقوی، وبالعكس متی كان اللفظ قليل الظهور انصرف الی التاويل بأيسر دليل.......... وبالجملة فمراتب الظهور فی الالفاظ انما هو بحسب كثرة الاستعمال وقلته، فان بلغت كثرة الاستعمال فی المعنی الذی استعير له ان يعادل استعماله فی المعنی الاول بقی اللفظ بين الاول والثانی مشتركا ومجملا ومهما نقصت كثرة الاستعمال فی الثانی كان اظهر فی الاول".[2]

فن ثانی میں پانچ اضراب کے تحت پانچویں ضرب جو مفہوم میں ہے اس طرح بیان ہوتا ہے۔

"المفهوم ومعناه الاستدلال بتخصيص الشی بالذكر علی نفی الحكم عماعداه يسمی مفهوما لانه مفهوم مجدد لايستند الی منطوق".[3]

"واللفظ .... انما يصير دالا مفهومه عندما تحذف بعض اجزائه، اويزاد فيه اويستعار ويبدل، ولذلک لا تكون دلالته عند ذلک الامن جهة القرائن، فان كانت القرينة غير متبدلة وقاطعة علی مفهومه سمی ايضا ههنا نصا، وان كانت ظنية اكثرية سمی ايضا ظاهراً، ان كانت ظنية غير متر جحة سمی مجملاوطلب دليله من موضع اخر".[4]

مذکورہ بالا دونوں کتب کے اقتباسات کے عمومی تقابل سے واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ "مختصر المستصفی" کو اختصار میں شمار کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ وہ ایک مناظرہ ومناقشہ معلوم ہوتا ہے۔

---

1. حوالہ سابق ۱/۱۵۷۔
2. مختصر المستصفی، ابن رشد، ص ۱۰۷، ۱۰۸۔
3. المستصفی، امام غزالی ۲/۴۲
4. مختصر المستصفی، ابن رشد، ص ۱۱۸۔

مختصر المستصفی کی تالیف کا زمانہ :

ابن رشد نے اس کتاب کو ۵۵۲ھ میں تالیف کیا، یہ ان کی ابتدائی مؤلفات میں سے ہے اس کتاب کا ذکر ابن رشد نے اپنی ایک اور کتاب بدایۃ المجتہد میں کیا اور کہا :

" وقد تكلمنا فى العمل (عمل اهل المدينة) وقوته فى كتابنا فى الكلام الفقهى، وهو الذى يدعى باصول الفقه".[1]

(اور ہم نے اپنی فقہ کی کتاب میں فقہی مسائل پر گفتگو کے دوران تعامل اہل مدینہ اور اس کے اثرات کا جائزہ لیا ہے)

مختصر المستصفی کی تلخیص :

محمد بن علی بن عفیف نے ابن رشد کی مختصر المستصفی کی ۶۰۶ھ میں تلخیص کی ۔[2]

(۲) الكشف عن مناهج الادلة فى عقائد الملة کا تحقیقی تجزیہ :

" الكشف عن مناهج الادلة فى عقائد الملة " یہ کتاب دراصل ابن رشد کی ایک اور کتاب " فصل المقال فى مابين الحكمة والشريعة من الاتصال" کی تکمیل ہے، اور اس کے بعض مسائل کو اس میں وسعت دی گئی ہے اور چند ایسے اُمور پر روشنی ڈالی ہے جن سے انہوں نے اس سے قبل یا تو قصداً گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے یا بحث کی تفصیل اور بعض مقامات پر طوالت پسندی کی عادت کے تحت سہواً غفلت برتی تھی ۔ اس کے متعلق مقدمہ میں تصریح کردی گئی ہے لیکن اس کی اصل غایت مسئلہ تاویل کی تحقیق قرار دی ہے، جس پر " فصل المقال " میں اصول وفروع پر غور و تعمق کئے بغیر محض سطحی طور پر بحث کی گئی تھی ۔[3]

لطفی جمعہ، امام غزالی کی تالیفات پر ابن رشد کی ایک عمومی نظر اور ان پر ایک مختصر تنقید کے تحت لکھتے ہیں :

ابن رشد نے اپنی تصانیف " تهافة التهافة و كشف مناهج الادلة " کے اکثر مقامات پر غزالی پر نکتہ چینی کی ہے کہ انہوں نے عوام کے لئے مسائل حکمت کی تصریح کردی ۔ قرآن پاک کی آیتوں کی تاویل کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ان کا اظہار کرتے ہوئے ابن رشد کہتا ہے ۔ " سب سے پہلے جن لوگوں نے اس دوائے اعظم (یعنی اتباع شریعت ظاہری) میں ردو بدل کی وہ خوارج اور معتزلہ ہیں اور ان کے بعد ازاں ابوحامد نے تو اس عمل کو عام ہی کردیا .... اور دوسرے مقام پر غزالی لکھتے ہیں کہ " حکماء کے علوم الہیہ محض قیاس پر مبنی ہیں ۔ بخلاف دوسرے علوم کے انہوں نے اپنی کتاب " المنقذ من الضلال " میں حکماء پر بہت کچھ حملے کئے ہیں اور لکھا ہے کہ " حقیقی علم صرف خلوت اور فکر کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے اور یہ انبیاء کے علمی مرتبہ کے مماثل ہے " ۔ اسی طرح قول ان کی کتاب " کیمیائے سعادت " میں پایا جاتا ہے ۔ اس تشویش اور خلط ملط کی وجہ سے دو فرقے پیدا ہوگئے ایک وہ جس کا نصب العین حکما، وحکمت کی مذمت تھا دوسرا وہ جس نے شریعت کی تاویل کی اور اس کو فلسفے سے مطابق کرنے کی کوشش کی یہ ایک صریح

---

[1] بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد، ص ۱/۴۷، پاکستان لاہور، المکتبۃ العلمیہ ۱۳۹۶ھ، ۱۹۷۶ء۔

[2] مختصر المستصفی، ابن رشد، ص ۱۴۶۔

[3] تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جمعہ، ص ۸۷، الفاظ کی تغیر کے ساتھ۔ مترجم میر ولی الدین۔ کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۷۹ء

غلطی ہے چاہئے تو یہ تھا کہ شریعت کے ظاہری معنی کو بیان کردیں اور جمہور پر حکمت اور شریعت کی مطابقت کو واضح نہ کریں کیونکہ ان کی تصریح سے ان پر حکمت کے نتائج کا انکشاف ہو جائے گا لیکن انہیں اس کی تردید کے لئے کوئی برھان قاطع دستیاب نہ ہوگی ۔[1]

کشف مناهج الادلة کی تالیف کا زمانہ :

ابن رشد نے اپنی کتاب کو چوتن برس کی عمر میں ترتیب دیا اس کتاب کی تدوین کا خیال ان کو "تهافة التهافة" کی تصنیف کے بعد ذہن میں آیا اور شاید غزالی کی کتابوں کے بالاستیعاب مطالعہ نے ان کو اس طرف مائل کیا اس کتاب سے ابن رشد کا مقصد ۔۔ شریعت اور فلسفے میں تطبیق پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ فلسفے کو ایک خاص طبقے کے لئے محدود کرنا ہے ۔[2]

لطفی جمعہ آگے چل کر اس کی کتاب " فصل المقال " اور کشف عن مناهج الادلة کے ضمن میں لکھتے ہیں :

> پہلی کتاب (فصل المقال) میں اس نے نہایت اہم عقلی اور شرعی مسائل پر روشنی ڈالی ہے اور ان مسائل پر اس نے بحث کی ، ان کا تجزیہ کیا ان پر تنقید کی لیکن یہ سب کچھ ایک ایسے حاذق جراح کی طرح جو دقت نظر سے نہایت چھوٹی چھوٹی شریانوں اور وریدوں کو کاٹتا ہے اور خون کا ایک قطرہ بھی بلاوجہ نہیں بہاتا ۔۔۔ اس نے بالآخر عقل کو ظاہری شرع پر ترجیح دی ہے چنانچہ کہتا ہے "فقیہ کا قیاس محض ظنیات پر مبنی ہوتا ہے البتہ عارف کا قیاس یقینی ہے اور ہم قطعی طور پر حکم لگاتے ہیں کہ جو بات برھان سے ثابت ہو جائے اور ظاہری شریعت اس کے مخالف ہو تو عربی قانون تاویل کی رو سے اس ظاہری معنی کی تاویل کی جا سکتی ہے اس کے بعد اپنے بیان کی شہادت کے لئے اپنے مخالف اہل فکر کے اقوال پیش کئے چنانچہ کہتا ہے "اگر اجماع یقینی طور پر ثابت ہو تو اس وقت تاویل درست نہیں اور اگر اس کا ثبوت ظنی ہو تو اس صورت میں جائز ہے اس لئے ائمہ نظر ابو حامد ، ابو المعالی وغیرہ کا قول ہے کہ تاویل کے ذریعے اگر اجماع کے خلاف معنی لئے جائیں تو کفر لازم نہیں آتا" ۔[3]

اس کے بعد لکھتے ہیں : اس کے بعد ابن رشد نے غزالی پر تبصرہ کیا ہے اور ان پر ملامت کی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں خطابی اور جدلی طریقے اختیار کئے ہیں نیز یہ کہتا ہے کہ امام غزالی نے شریعت اور حکمت دونوں کو نقصان پہنچایا ہے گویا ان کو علم نہیں ہوا کیونکہ ان کا اصول نیک نیتی پر مبنی تھا ۔[4]

ابن الجوزی حنبلی (۵۰۸ھ ـ ۵۹۷ھ)[5]

فقیہ ، اصولی ، مفسر ، محدث حافظ ، واعظ ، ادیب ، مورخ اور بہت سے علوم میں ید طولی رکھتے ۔ فقہ کی تعلیم ابن زاغونی وغیرہ سے حاصل کی خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا جن کا شمار ممکن نہیں آپ کی مجلس وعظ میں دس ہزار سامعین ہوتے آپ کی مؤلفات کی تعداد ۳۴۰ سے زائد بتائی گئی ہے ۔

---

[1] حوالہ سابق ، ص ۱۷۸ ، ۱۷۹ ۔ [2] حوالہ سابق ، ص ۱۷۹ احذف واضافہ کے ساتھ ۔

[3] حوالہ سابق ، ص ۱۸۲ ، ۱۸۳ ۔ [4] حوالہ سابق ، ص ۱۸۵ ۔

[5] ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ بن حمادی بن احمد بن محمد بن جعفر جوزی قرشی تیمی بکری (۱۱۱۴ء ـ ۱۲۰۱ء) بغداد میں ولادت و وفات پائی ۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منهاج الوصول الی علم الاصول .

۲۔ تقرير القواعد وتحرير الفوائد فی اصول مذهب الامام احمد بن حنبل.

۳۔ تقرير الاصول فی شرح التحرير [1]

ابن عتیق قرطبی مالکی (۵۲۳ھ-۵۹۸ھ) [2]

فقیہ، اصولی، مقری اور محدث تھے، ڈیڑھ سو سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں آپ نے کتاب تالیف کی۔ [3]

العنسی الزیدی (متوفی ۶۰۰ھ تقریباً)

انہوں نے "السراج الوهاج المميز بين الاستقامة والاعوجاج فی الاصول" تالیف کی۔ [4]

اسعد العجلی الاصفہانی شافعی (۵۱۵ھ-۶۰۰ھ) [5]

فقیہ، واعظ زاہد تھے اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے اہل اصفہان ان کے فتوے پر اعتماد کرتے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نكت الفصول فی بيان الاصول" تالیف کی۔

اس کا ایک نسخہ بغداد میں مکتبۃ الاوقاف میں ہے جس کا نمبر (۶/۲۶۲۷) ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

محمود من تتابع نعماؤه الخ۔ [6]

☆☆☆

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۷۸، ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۰، ۵۲۳، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/۲۷۹، ۲۸۰، تذکرہ الحفاظ، الذہبی ۴/۱۳۳۲، ۱۳۲۸، الفتح المبین ۲/۴۰، ۴۲، معجم الاصولیین ۲/۱۸۱ (۴۷)۔

[2] ابوالحسن علی بن عتیق الانصاری القرطبی الانصاری (۱۱۲۸ء/۱۲۰۱ء) اندلس میں وفات پائی۔

[3] الفتح المبین ۲/۴۳۔

[4] زید بن احمد العنسی الیمانی الزیدی، ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۷۔

[5] ابوالفتوح منتخب الدین اسعد بن ابوالفضائل محمود بن خلف العجلی الاصفہانی (۱۱۲۱ء/۱۲۰۳ء) اصفہان میں وفات پائی۔

[6] معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۱/۲۵۴ (۱۹۷)۔

باب دوم

تقلیدی رجحانات کے فروغ کے بعد اصول فقہ میں کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ

فصل اوّل : ساتویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

فصل دوم : آٹھویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

فصل سوم : نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل چہارم : دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل پنجم : گیارھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل ششم : بارھویں، تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل اوّل

ساتویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

ساتویں صدی ہجری میں سیاسی، علمی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

عباسی خلیفہ ظاہر بامر اللہ (۶۲۲ھ۔۶۲۳ھ) کے بعد مستنصر باللہ (۶۲۳ھ۔۶۴۰ھ) کا زمانہ آیا۔ جس میں دو خاص واقعات رونما ہوئے۔ ایک بیت المقدس پر صلیبیوں کا عارضی قبضہ ہو گیا، دوسرے یہ کہ مشرق پر تاتاریوں کی یورش ہوئی۔ جس نے سارے مشرق کو ویران کر ڈالا۔ اسی کے نتیجہ میں خوارزمی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ بیت المقدس کا اصل محافظ ایوبی خاندان تھا۔ صلاح الدین کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کے جانشینوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ایوبی بیت المقدس کی حفاظت سے قاصر ہو گئے۔

عباسی خلیفہ مستنصر نے اپنی علمی یادگاروں میں سے ایک مدرسہ مستنصریہ چھوڑا، جس کے وصف سے بیان قاصر ہے۔ اس مدرسہ کے قیام سے قبل بغداد کا سب سے بڑا مدرسہ نظامیہ تھا، لیکن وہ نظام الملک طوسی کی یادگار تھا جس میں چاروں مذاہب کے طلبہ تعلیم پاتے۔ مستنصر نے علماء و اہلِ دین کو مقرب بنایا۔ سیرت نبوی کی اشاعت کی فتنوں کا سدِ باب کیا۔ آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ (۶۴۰ھ۔۶۵۵ھ) کی نااہلی اور اس کے شیعہ وزیر ابن علقمی کی وجہ سے بغداد کی حالت بہت ابتر ہو گئی۔ ۶۵۵ھ میں ہلاکو نے بغداد پر فوج کشی کر دی۔ وحشی تاتاریوں نے اس عظیم الشان شہر کو لوٹ کر ویران کر ڈالا۔

ابن خلدون کا بیان ہے کہ صرف شاہی محلات سے انہوں نے جتنی دولت اور جس قدر ساز و سامان لوٹا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ عباسی کتب خانہ کی تمام کتابوں کو جو صدیوں کا سرمایہ تھیں، دجلہ میں بہا دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد کا اندازہ سولہ لاکھ تھا۔ بغداد سے عباسی خلافت ختم ہونے کے بعد مصر میں قائم ہوئی جو ڈھائی صدیوں سے زائد عرصہ قائم رہی، لیکن اس کے خلفاء محض تبرکاً تھے۔ اصل حکومت ممالیک کی تھی۔

مستنصر باللہ عباسی جو تاتاریوں کی قید سے چھوٹ کر عرب سرداروں کی جماعت کے ہمراہ ۶۵۹ھ میں مصر آئے تو اس خاندان مملوک کے چوتھے فرمانروا الملک الظاہر بیبرس بن قنداری کی حکومت تھی۔ شیخ الاسلام عز الدین عبدالسلام، قاضی تاج الدین، سلطان بیبرس اور دوسرے ارکانِ سلطنت و عمائد مصر نے ۶۵۹ھ میں اس کے ہاتھوں پر بیعت کی اور دنیائے اسلام میں احیاءِ خلافت کا اعلان کر دیا۔ ان کا دور ۶۵۹ھ تا ۶۶۱ھ پر مشتمل رہا۔ ان کے بعد شام میں مقیم عباسی خاندان کے ایک اور رکن ابو العباس حاکم بامر اللہ کو قاہرہ بلا کر ۶۶۱ھ میں خلیفہ بنا دیا۔ بیعتِ خلافت

کے بعد اس نے معمول کے مطابق ظاہر بیبرس کو خلعت عطا کی اور امورِ مملکت کا مختار بنا دیا۔ مگر جلد ہی دونوں میں اختلافات ہو گئے۔ ظاہر نے ۶۶۳ھ میں حاکم کو نظر بند کر دیا اور ۲۷ برس تک نظر بند رہے۔[1]

ان تمام حالات کے باوجود مملوک سلاطین اس حقیقت ثابتہ سے بخوبی آگاہ تھے کہ علم سلطنت کا ستون ہے۔ اس سے انہوں نے علوم وفنون کی ترویج واشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ علماء کو مقرب بنایا۔ وہ اس امر سے بھی واقف تھے کہ ایک جدید سلطنت کے بانی ہیں اور ان کی سلطنت کو بقاء ودوام اسی صورت میں ممکن ہے جب تک وہ علوم وفنون کو پھیلائیں اور دین اسلام کے حامی وناصر کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آئیں۔ علمی تحریک کو چلانے میں علماء و فضلاء نے ممالیک کا ہاتھ بٹایا۔ سقوطِ بغداد کے نتیجہ میں جو علمی ورثہ ضائع ہوا اور جس میں بہت سے علماء کرام اور بیش قیمت کتب کا ایک نادر ذخیرہ ناپید ہو چکا تھا۔ اس کی ترویج واحیاء کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ علم وفنون کی نشر واشاعت کے متعدد اسباب اس دور میں جمع ہو گئے تھے جو بارآور ثابت ہوئے اور مختلف علوم وفنون کی کتب سے لائبریریاں بھر گئیں۔ علم وفن کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ مخلص علم نواز سلاطین کے زیرِ سرپرستی پھلتا پھولتا اور محبِ علماء کے ہاتھوں برگ وبار لاتا ہے اور تاریخ اسلام کے دور میں بھی یہی ہوا۔[2] اس علمی ماحول نے ساتویں صدی میں کئی نامور اصولیین پیدا کئے جنہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ابن قدامہ حنبلی۔ متوفی ۶۲۱ھ کا شام سے تعلق تھا۔ دمشق وبغداد آپ کے علم کی نشر واشاعت کا مرکز تھے۔ اصولِ فقہ میں کتاب "روضة الناظر وجنة المناظر" کے مؤلف ہیں۔

☆ ابن حاجب مالکی متوفی ۶۴۶ھ۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ، اسکندریہ اور شام میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ اصولِ فقہ میں مشہور کتاب "مختصر منتهى السول والامل" کے بھی مصنف تھے۔

☆ سیف الدین امدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ۔ دیار بکر، آمد، بغداد، مصر اور شام میں آپ نے علمی خدمات انجام دیں۔ اصول میں کتاب "الاحكام في اصول الاحكام" تالیف کی۔

☆ امام قرافی ملکی متوفی ۶۸۴ھ۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ اصولی خدمات میں ایک یادگار کتاب "انوار البروق في انواء الفروق" بھی ہے جو چار اجزاء پر مشتمل ہے۔

☆ قاضی بیضاوی شافعی متوفی ۶۷۵ھ۔ فارس میں پیدا ہوئے۔ ایک عمدہ متن تالیف کیا جو "منهاج الوصول الى علم الاصول" کے نام سے ہر زمانے کے علماء کی توجہ کا مرکز رہا۔ اس پر کثرت سے شروح وحواشی وغیرہ لکھے گئے۔

ساتویں صدی ہجری میں کثرت سے اصولِ فقہ پر کتب تالیف کی گئیں۔ ہمیں اس بات کا بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ اس دور میں تفکیر واجتہاد کی کمی کے باعث زیادہ تر اصولِ فقہ پر لکھی جانے والی کتب سابقین کی کتب کا اختصار، شروح، حواشی، تعلیقات، منظوم، تخریج وغیرہ پر مشتمل تھیں۔ اس دور میں مجتہد نہ ہونے کے برابر تھے۔ اسی لئے

---

1. تاریخ اسلام، شاہ معین الدین احمد ندوی، ۳۵۹/۴۔ ۳۶۰ ملخص، ۳۸۲۔۳۷۴/۴ ملخص

2. حیات حافظ ابن القیم، عبد العظیم مترجم غلام احمد حریری ص ۷۳، بعض کلمات کی تغییر وحذف کے ساتھ، کراچی، شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۹ء

سابقین کی کتب کے الفاظ اور ان کے معانی کے فہم کی طرف زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ جیسا کہ اس صدی کے اصولیین کی خدمات اور ان کی مؤلفات اصولیہ پر تحقیقی تجزیہ میں ذکر کیا جائے گا۔

اصولیین اور ان کی خدمات :

کمال الدین مسعود بن علی العنسی (متوفی ۶۰۴ھ)

انہوں نے ابواسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی شرح لکھی [۱]

فخر الدین الرازی شافعی (۵۴۴ھ/۶۰۶ھ) [۲]

فقیہ، اصول، متکلم، مفسر، ادیب، شاعر، حکیم، فیلسوف اور فلکی تھے۔ امراء وعلماء میں ممتاز مقام رکھتے۔ فقہ واصول کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ حصول وفروغ علم کے لئے خوارزم، ماوراء النہر اور خراسان کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) ابطال القیاس
(۲) احکام الاحکام
(۳) الجدل
(۴) ردالجدل
(۵) الطریقۃ فی الجدل
(۶) الطریقۃ العلائیۃ فی الخلاف
(۷) عشرۃ الاف نکتۃ فی الجدل
(۸) المحصل فی اصول الفقہ
(۹) المعالم فی اصول الفقہ
(۱۰) "المنتخب" یا "منتخب المحصول"
(۱۱) النہایۃ البہائیۃ فی المباحث القیاسیۃ
(۱۲) اسرار التنزیل وانوار التاویل
(۱۳) کتاب احکام الاحکام
(۱۴) المحصول فی علم اصول الفقہ

اصول فقہ پر امام رازی کی کتب کا تعارف وتحقیقی تجزیہ :

(۱) ابطال القیاس :

قفطی نے اس کتاب کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ کتاب نامکمل رہ گئی [۳] امام رازی نے اپنی کتاب "المعالم فی اصول الفقہ" میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں پہلے قیاس کی نفی پر دلائل دیئے ہیں اور پھر ان کے جوابات دینے کے بعد لکھا :

" ولنا کتاب مفرد فی مسئالۃ القیاس ، فمن ارادا لاستقصاء فی القیاس رجع الیہ " [۴]

(مسئلہ قیاس میں ہماری ایک علیحدہ کتاب ہے جو قیاس میں غور وفکر کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے)

---

۱ معجم الاصولیین۔ محمد بقا، ۱/۳۲ (۱۸)

۲ ابن خطیب ، ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التمیمی البکری القرشی الطبر ستانی (۱۱۵۰ء۔۱۲۱۰ء) رے میں ولادت اور ہرات میں وفات ہوئی۔

۳ قفطی ۔ اخبار الحکماء ص ۱۹۲، عیون الانباء، ابن ابی اصیبعہ (۲۳۔۲۹) الوافی، صفدی ۴/۲۵۵۔

۴ المعالم فی اصول الفقہ ۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ ص ۱۶۵۔ قاہرہ، دار عالم المعرفہ، مصر ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴ء

کتاب "ابطال القیاس" کے عنوان سے مغالطہ :

کتاب کے اس عنوان سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا کہ امام رازی کی یہ کتاب حجیت قیاس کے انکار پر ہے۔ مثلاً مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب "امام رازی" میں لکھا کہ کتاب قیاس کے بطلان میں ہے اور نا مکمل ہے[1] اور اسی طرح ڈاکٹر علی محمد حسن العماری نے اپنی کتاب "امام فخر الدین رازی" میں لکھا :

" الرازی ممن ینفون القیاس . ولا یقولون به مصدرا من مصادر التشریع فان له رسالة فی ابطال القیاس ، کما یظهر فی مواضع من تفسیره انکاره للقیاس ، من ذلک ماجاء عند تفسیره لقوله تعالیٰ : وما اختلفتم فیه من شیء فحکمه الی الله من سورة (الشوریٰ) فقد قال : احتج نفاة القیاس بهذه الایة ، فقالوا : قوله تعالیٰ : وما اختلفتم فیه من شیء فحکمه الی الله . اما ان یکون المراد ، فحکمه مستفاد من نص الله علیه أو المراد ، فحکمه مستفاد من القیاس علی نص الله علیه ، والثانی باطل ، لانه یقتضی کون کل الاحکام مثبتة بالقیاس وانه باطل ، فیعتبر الاول ، فوجب کون کل الاحکام مثبتة بالنص، وذلک ینفی العمل بالقیاس ".[2]

مذکورہ بالا اقتباس کا خلاصہ :

امام رازی ان لوگوں میں سے ہیں جو قیاس کے شرعی حجت ہونے کی نفی کرتے ہیں اور قیاس کو مصادر تشریع کا مصدر نہیں سمجھتے اور یہ کہ ان کا ایک رسالہ قیاس کے بطلان میں ہے۔ اسی طرح ان کی تفسیر میں کئی جگہ ان سے قیاس کا انکار ظاہر ہوتا ہے۔

مگر درست بات یہ ہے کہ اس بارے میں امام رازی کا موقف واضح ہے وہ قیاس کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ " المحصول " میں وہ قیاس کے بارے میں علماء کے مختلف مذاہب ان کے دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آخر میں اپنا مسلک و موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" والذی نذهب الیه وهو قول الجمهور من علماء الصحابة والتابعین : ان القیاس حجة فی الشرع ".[3]

(ہم علمائے صحابہ و تابعین کے جمہور قول کی طرف چلتے ہیں اور وہ یہ کہ بلاشبہ قیاس شرع میں حجت ہے)

امام رازی کی تفسیر سے بھی قیاس کا شرعی حجت ہونا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً وہ یہ آیت مبارکہ "فاعتبروا یاولی الابصار "[4] کے تحت فرماتے ہیں :

---

[1] امام رازی۔ مولانا عبدالسلام ندوی ص ۴۴، اعظم گڑھ معارف پریس ۱۹۵۰۔ ۱۳۶۹ھ سلسلہ دار المصنفین نمبر ۵۷

[2] امام فخر الدین رازی حیاتہ و اثارہ۔ علی محمد حسن العماری ص ۱۹۷، الکتاب الثالث مجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ ۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۹ء

[3] المحصول فی علم الاصول۔ امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی متوفی ۶۰۶ھ، ۲/ ۲۳۶ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

[4] الحشر : ۲

" اعلم انا قد تمسکنا بهذه الاية فی کتاب " المحصول من اصول الفقه" علی ان القیاس حجة فلا نذکره هاهنا ".[1]

(جان لو کہ بے شک ہم نے کتاب "المحصول من اصول الفقہ" میں اس آیت سے تمسک کیا کہ بلاشبہ قیاس حجت ہے۔ اس لئے ہم اسے یہاں ذکر نہیں کریں گے)

(۲) احکام الاحکام :

اس کتاب کا کئی جگہ تذکرہ ملتا ہے مگر شاید اب یہ کتاب مفقود ہو چکی ہے۔[2]

(۳) الجدل :

اس کتاب کو بھی کئی حضرات نے ذکر کیا ہے۔ قفطی نے "مباحث الجدل" کے نام سے اور فہرس کوبریلی استانبول (۳/۵۱۹) میں "الجدل و الکاشف عن اصول الدلائل وفصول العلل" کے نام سے مذکور ہے۔[3]

(۴) ردالجدل :

اس کتاب کو صرف جمیل العظم نے عقود الجوهر میں ذکر کیا ہے۔

(۵) الطریقة فی الجدل :

مفتاح السعادہ اور وفیات الاعیان میں اس کتاب کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ "وله طریقة فی الخلاف" مگر کشف الظنون میں اسے "الطریقة فی الخلاف و الجدل" کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔[4]

(۶) الطریقة العلائیة فی الخلاف :

ابن ابی اصیبعہ اور قفطی نے اس کتاب کو چار مجلدات میں بتایا ہے۔ قفطی نے ساتھ ہی اس فن پر ان کی اولویت و مسابقت کا بھی ذکر کیا ہے۔ صفدی نے بغیر مسابقت کے ذکر کیا۔ ابن سبکی نے اس کتاب کا نام لئے بغیر اس فن میں ان کی مسابقت کا ذکر کیا۔ بغدادی اور جمیل العظم نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا[5]۔ بہر حال اس فن میں ان کی مسابقت کا ذکر کیا جائے یا نہیں اس سے ان کی عظمت میں کچھ فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ اس ضمن میں ایک جداگانہ اسلوب کے حامل ایک ممتاز شخصیت تھے جنہیں اس فن میں پورا عبور حاصل تھا۔

---

[1] التفسیر الفخری الرازی المشتهر بالتفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب۔ امام فخر الدین رازی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ یا ۶۰۴ھ) ۲۸۲/۱۵، سورہ الحشر کی آیت نمبر ۲ کی تفسیر کے تحت لکھا۔ بیروت، دار الفکر طبع ثالث ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء

[2] اخبار الحکماء قفطی، ص ۱۹۲، عیون الانباء، ابن ابی اصیبعہ ۲/ ۳۰۔ الوافی، صفدی ۴/ ۲۵۵، ھدیۃ العارفین۔ بغدادی ۶/ ۱۰۷

[3] اخبار الحکماء۔ قفطی ص ۱۹۱، عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ ۲/ ۳۰

[4] اخبار الحکماء۔ قفطی ص ۱۹۱، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/ ۴۷۴۔ ۴۷۶ مفتاح السعادہ، طاش کبری زادہ ۲/ ۱۱۸، کشف الظنون ۳/ ۱۱۳

[5] کتاب الوافی۔ الصفدی ۴/ ۳۵۵، ہدیۃ العارفین ۲/ ۱۰۷، عیون الانباء ۲/ ۲۹ اخبار الحکماء ص ۱۹۱، عقود الجوہر ص ۱۵۳

(۷) عشرة الاف نكته فى الجدل: [۱]

(۸) المحصل فى اصول الفقه:

محقق "المحصول" طٰہٰ جابر فیاض علوانی نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:

" انفرد بذكره البغدادى فى هدية العارفين (۲/ ۱۰۸) ولعله وهم منه، او تصحيف للفظ المحصول ". [۲]

(اس " المحصل فى اصول الفقه " کو صرف بغدادی نے ہدیۃ العارفین (۲/ ۱۰۸) میں بیان کیا اور ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا سہو ہو یا کہ لفظ محصول کی تصحیف ہو گئی ہو)

محقق "المحصول" کے بیان کا تجزیہ ممکن ہے کہ محقق المحصول طٰہٰ جابر فیاض علوانی نے بغدادی کی جس ممکنہ غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شاید وہ ان کی اپنی غلطی ہو۔ انہوں نے بغدادی کی کتاب کے صرف ایک حوالہ (۲/ ۱۰۸) سے اس کو ذکر کیا اور ان کا وہم بتایا۔ مگر اس کی تائید بغدادی کے ایک دوسرے حوالہ (۵/ ۵۶۱) سے بھی ہو سکتی ہے۔ جس میں انہوں نے کہا کہ عبدالرحیم بن رضی الدین محمد بن یونس الموصلی متوفی ۶۷۱ھ معروف بہ ابن منعة نے امام رازی کی اصول فقہ پر دو کتابوں کا اختصار کیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام "مختصر المحصول" اور دوسری کا نام "مختصر المحصل" رکھا۔ اس کے علاوہ بغدادی نے تیسری جگہ (۵/ ۴۰۰) ذکر کیا کہ نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی بن عبد الكريم بن سعيد ابو الربيع الطوفى الصرصرى البغدادی حنبلی متوفی ۷۱۶ھ نے مختصر المحصل لفخر الدين رازى فى الاصول تاليف کی۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ امام رازی نے المحصل نامی کتاب اصول فقہ میں تالیف کی تھی۔ مزید یہ کہ المراغی نے ۲/ ۱۵۰ میں لکھا ہے کہ تاج الدین احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان، ابن ترکمانی متوفی ۷۴۴ھ نے "تعليقه على المحصل للامام فخر الدين رازى" تالیف کیا۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ امام رازی نے المحصل نامی کتاب تالیف کی تھی۔ اگرچہ مظہر بقا نے اپنی کتاب معجم الاصولیین کے حاشیہ میں ۱/ ۱۵۹-۱۶۰ (۱۱۲) اس "تعليقة المحصل" کو تاج الدین کی طرف منسوب کرنے پر المراغی کو غلطی پر قرار دیا مگر "المحصل" نامی کتاب کا انکار نہیں کیا۔

(۹) المعالم فى اصول الفقه:

قفطی نے "المعالم فى الاصلين" کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا۔ ابن خلکان نے کہا: "وفى اصول الفقه المحصول و المعالم" [۳] طاش کبری زادہ اور حاجی خلیفہ نے بھی اس کا ذکر کیا۔ [۴]

---

[۱] اس کتاب کو صرف فہرس جو تاریخ (۹۸۰) میں ذکر کیا گیا ہے۔

[۲] ہدیۃ العارفین۔ ۲/ ۱۰۸، تحقیق مقدمہ علی المحصول، طٰہٰ جابر فیاض علوانی۔ ص ۴۹

[۳] اخبار الحکماء۔ ص ۱۹۱، وفیات الاعیان، ابن خلکان، ۱/ ۴۷۴، ۴۷۶

[۴] مفتاح السعادہ، طاش کبری زادہ ۲/ ۵۹۹، کشف الظنون ۲/ ۱۷۲۶، ۱۷۲۷

المعالم کے شارحین :

۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن خلف بن راجح المقدسی حنبلی ثم شافعی متوفی ۶۳۸ھ [۱]

۲۔ شرف الدین ابو محمد عبداللہ بن محمد بن علی الفہری، معروف بہ ابن تلمسانی (متوفی ۶۴۴ھ) [۲]

۳۔ ابوالحسن شرف الدین علی بن حسین بن علی بن الحسین الاموی (متوفی ۷۵۷ھ) [۳]

۴۔ شرف الدین بن ابرہیم بن اسحاق المناوی (متوفی ۷۵۷ھ) [۴]

المعالم کا اختصار :

۱۔ علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی شافعی متوفی ۷۲۹ھ نے "اختصار المعالم فی الاصول" تالیف کی۔ [۵]

۲۔ نجم الدین اللبودی نے بھی اس کا اختصار کیا۔

المعالم کا رد اور جوابِ رد میں کتاب: **المعالم کے رد پر کتاب :** ابوالمطرف احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن (حسین) بن عمیرہ متوفی ۶۵۸ھ نے "ردعلی کتاب المعالم للامام فخر الدین رازی" تالیف کی۔ [۶]

المعالم کے رد کے جواب میں کتاب : ابواسحاق ابراہیم بن محمد الخزرجی الانصاری الجزری الاندلسی متوفی ۷۰۹ھ نے "رفع المظالم من کتاب المعالم" کے نام سے کتاب لکھی۔ دراصل یہ کتاب ابوالطرف بن عمیرہ کی کتاب "رد علی کتابِ المعالم" کا جواب ہے جس میں ابوالمطرف نے امام رازی کی "المعالم" پر اعتراضات کئے۔ ابواسحاق انصاری نے یہ کتاب لکھ کر امام رازی کا دفاع کیا اور ان کو ان اعتراضات سے براءت دلائی اور کتاب کے عنوان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ [۷]

المعالم میں امام رازی کا اسلوب اور مشتملاتِ کتاب : امام رازی "المعالم" میں حددرجہ اختصار و دقت سے کام لیتے ہیں اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ اس عبارت میں مطلوب بھی مکمل ادا ہو جائے اس کا کوئی پہلو چھوٹنے نہ پائے۔ یہ کتاب دس ابواب پر اور ہر باب مسائل پر مشتمل ہے :

پہلا باب : لغات کی بحث میں ہے اس کے تحت نو مسائل لائے ہیں۔ پہلا مسئلہ تقسیمات الفاظ میں ہے۔

دوسرا باب : اوامر ونواہی کے بیان میں ہے اس کے ضمن میں بیس مسائل پیش کئے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے :

۱۔ ایضاح المکنون ۴/۵۰۵، ہدیۃ العارفین، ۵/۹۳، معجم الاصولیین ۱/۲۱۱ (۱۵۵)

۲۔ کشف الظنون ۲/۲۷،۱۷۲۷۔ ۳۔ کشف الظنون ۲/۲۷،۱۷۲۷، ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۲

۴۔ کشف الظنون ۲/۲۷،۱۷۲۷ ۵۔ کشف الظنون ۲/۲۷،۱۷۲۷، الفتح المبین ۲/۱۳۲

۶۔ الدیباج، ابن فرحون مالکی۔ ص ۱۱۴، ۱۱۵۔ الفتح المبین ۲/۷۲، معجم الاصولیین ۱/۱۵۸ (۱۱۰)

۷۔ الدیباج۔ ص ۱۴۹، ۱۵۰۔ معجم الاصولیین ۱/۴۸ (۲۳)

"الامر هو اللفظ الدال علی طلب الفعل، علی سبیل الا ستعلاء"

(اپنے آپ کو دوسرے سے بلند مرتبہ جان کر طلب فعل پر لفظ کا دلالت کرنا امر ہے)۔

تیسرا باب : عام خاص کے بیان میں ہے جس کے تحت دس مسائل ذکر کئے۔ پہلا مسئلہ مطلق و عام کے مابین فرق میں ہے۔

چوتھا باب : مجمل و مبین کی بحث میں ہے۔

پانچواں باب : افعال میں ہے جو دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

چھٹا باب : نسخ سے متعلق ہے۔ اس کے تحت چار مسائل ذکر کئے پہلا مسئلہ اس میں ہے کہ نسخ کے جواز پر مسلمانوں کا اتفاق ہے جبکہ یہود نے اس کی مخالفت کی ہے۔

ساتواں باب : اجماع سے متعلق ہے اس کے ضمن میں چار مسائل بیان کئے۔ پہلا مسئلہ میں بیان کیا کہ اُمت کا اجماع حجت ہے۔ نظام و خوارج کا اس پر اختلاف ہے۔

آٹھواں باب : اخبار کے بیان میں ہے جو دس مسائل پر مشتمل ہے۔ پہلے مسئلہ میں ہے کہ جمہور کے مطابق خبر، صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہے مگر امام رازی کے نزدیک یہ باطل ہے۔

نواں باب : قیاس کی بحث میں ہے جو آٹھ مسائل پر محیط ہے۔

دسواں باب : کتاب کا آخری باب اس علم کے بقیہ مباحث پر کلام کے لئے مختص ہے جس میں صرف تین مسائل ہیں۔[1]

المعالم کے ناقلین :

متعدد مصنفین نے اپنی کتب میں المعالم سے نقل کیا۔ ان میں سے ایک امام اسنوی بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب " نهاية السول " کے بہت سے مقامات میں ان سے نقل کیا ہے۔

یہ کتاب " المعالم فی اصول الفقه " ، شیخ عادل احمد عبدالموجود اور شیخ علی محمد معوض کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ ۱۹۹۴ء۔ ۱۴۱۴ھ میں دار العالم المعرفہ، قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

(۱۰) "المنتخب" یا "منتخب المحصول" :

اس کتاب کی امام رازی کی طرف نسبت میں دو آراء ہیں۔ صفدی، ابن العماد، ابن قاضی شہبہ، خوانساری، حاجی خلیفہ اور جمیل عظم کے مطابق یہ امام رازی کی کتاب ہے۔[2] چار مقامات پر اس کے نسخے مخطوطے کی صورت

---

[1] المعالم فی اصول الفقه، امام فخر الدین رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تحقیق و تعلیق شیخ عادل احمد عبدالموجود، شیخ علی محمد معوض۔ قاہرہ دار العلوم المعرفہ ۱۹۹۴ء۔ ۱۴۱۴ھ

[2] الوافی، صفدی، ۴/ ۲۵۵، شذرات الذهب، ابن العماد حنبلی، متوفی ۱۰۸۹ھ، ۵۱/ ۲۱، کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۶، ھدیۃ العارفین ۲/ ۱۰۸، عقود الجوہر، ص ۱۵۴، طبقات الشافعیہ، ابن قاضی شہبہ پندرھواں طبقہ، روضات ۲۹ ۷۔

میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک المکتبہ الازہریہ میں (۱۷۵) ۶۱۰۱ نمبر کے تحت موجود ہے۔ ۶۵۳ھ میں اس کو لکھا گیا تھا جبکہ دوسرا دار الکتب المصریہ (۱۱۵) میں ہے جو ۷۷۵ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے علاوہ فاتح اور ظاہریہ دمشق میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔ کتاب کا آغاز "الحمد لله علی نعمائه......" سے ہوتا ہے۔ دیباچہ کے بعد اس کتاب کے انتخاب وترتیب سے متعلق فرماتے ہیں :

"هذا مختصر فی اصول الفقه انتخبته من کتاب المحصول ورتبته علی مقدمة وفصول، ام المقدمة الاولی ففی تعریف اصول الفقه، اعلم ان الاصل هوا المحتاج الیه، واما الفقه فهو فی اصل اللغة عبارة عن فهم غرض المتکلم من کلامه......".

(یہ اصول فقہ میں ایک مختصر ہے جسے میں نے (اپنی) کتاب المحصول سے منتخب کیا ہے اور اسے ایک مقدمہ اور چند فصلوں پر مرتب کیا ہے۔ پہلا مقدمہ اصول فقہ کی تعریف میں ہے ، "جان لو کہ اصل وہ ہے جس کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اصل اللغۃ میں متکلم کے کلام سے اس کی غرض سمجھ لینے کا نام فقہ ہے......)

فاتح اور ظاہریہ کے نسخوں میں سمیتہ ب "حاصل المحصول" کا اضافہ ہے۔ اس کتاب کے پہلے صفحہ پر عنوان اس طرح تحریر ہے۔ کتاب "منتخب المحصول فی الاصول" اور ایک جانب "حاصل محصول" تحریر ہے۔ ابن سبکی نے کئی اقوال ذکر کرنے کے بعد کہا کہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ امام رازی کی تصنیف نہیں بلکہ ان کے کسی شاگرد کی تصنیف ہے[1]۔ امام قرافی نے بھی اسی رائے پر اتفاق کرتے ہوئے لکھا :

"قد نقل عن تلمیذ الامام شمس الدین خسرو شاهی : انه اکمله اضیاء الدین حسین".[2]

(یہ کتاب امام رازی کے شاگرد شمس الدین خسروشاہی کی ہے جسے بعد میں ضیاء الدین حسین نے مکمل کیا)

المنتخب کی شرح :

شہاب الدین الخفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ نے تفسیر بیضاوی پر اپنے حاشیہ میں لکھا کہ قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۹۱ یا ۶۸۵ھ) نے "شرح المنتخب للرازی" تالیف کی۔[3]

(۱۱) النهائیة البهائیة فی المباحث القیاسیة :

صفدی نے اس کتاب کا ذکر کیا[4] اور شاید امام رازی نے "المعالم" کی مندرجہ ذیل عبارت میں اسی کتاب کی طرف اشارہ کیا ہو :

"ولنا کتاب مفرد فی مسئلة القیاس فمن اراد الاستقصاء فی القیاس رجع الیه".[5]

(اور قیاس کے مسئلہ میں ہماری ایک علیحدہ کتاب ہے۔ جو قیاس میں غور وفکر کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے)

---

[1] الطبقات، ابن سبکی ۳۹/۵ [2] تحقیقی مقدمہ علی المحصول امام رازی، طہ جابر فیاض علوانی، ص ۵۱۔ بحوالہ النفائس مذکور ہے۔

[3] مقدمہ حاشیہ الشہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی، شیخ احمد بن محمود بن عمر قاضی القضاۃ ملقب شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، ۴/۱۔ مطبعہ ندسنہ ند۔ [4] الوافی، الصفدی ۲۵۵/۴

[5] المعالم فی اصول الفقه امام رازی، متوفی ۶۰۶ھ۔ ص ۱۶۵

(۱۲) اسرار التنزیل وانوار التاویل :

قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی تفسیر ہے لیکن کشف الظنون میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اس کے چار حصے ہیں۔ پہلا اصول میں، دوسرا فروع میں، تیسرا اخلاق میں، چوتھا مناجات وادعیہ میں ہے لیکن چونکہ اس کتاب کے مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب وفات پاگئے اس لئے یہ کتاب پہلے حصہ کے آخیر تک پہنچ کر رہ گئی۔[1]

ایک غلط فہمی کا ازالہ :

مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب میں امام رازی کی کتاب " نهاية العقول " سے متعلق فرمایا : بظاہر یہ کتاب علم کلام میں ہے اور علامہ شبلی مرحوم نے علم الکلام میں امام صاحب کی جو فہرست دی ہے اس میں اس کتاب کو بھی شامل کیا ہے لیکن کشف الظنون میں اس کا پورا نام یہ لکھا ہے : "نهاية العقول في الكلام في دراية الاصول" اور اس کی تشریح یہ کی ہے یعنی اصول فقہ میں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب اصول فقہ میں ہے مگر کشف الظنون کا جو تصحیح شدہ نسخہ ہمارے زیر استعمال ہے اس میں صراحت کے ساتھ اس کتاب کو "اصول الدين" کی کتاب بتایا ہے ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس جو نسخہ ہو اس میں اسی طرح مذکورہ ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کو سہو ہو گیا ہو۔[2]

(۱۳) کتاب احکام الاحکام :

یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کتاب کس علم میں ہے شاید یہ اصول فقہ میں ہو۔[3]

(۱۴) المحصول فی علم اصول الفقه :

امام رازی کی یہ کتاب اصول فقہ کی اہم کتب میں سے ہے اور اس کو شہرت بھی حاصل رہی۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ امام رازی نے اس فن میں سابقین سے جو کچھ منقول تھا ان سب کو اس کتاب میں جمع کر دیا تھا اور امام رازی کے بعد جو اس فن میں لکھا گیا وہ اس سے منتخب اور محصول تھا۔ بالفاظ دیگر " المحصول" اصول فقہ کی ان اہم ترین کتب سے ماخوذ ہے جو امام رازی سے قبل تعبیر کے افصح اسالیب اور ترتیب وتہذیب کے اعلی طرق پر لکھی گئیں تھیں۔ امام رازی نے صرف نقل واخذ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی آراء کا اضافہ کیا اور پھر ان افکار وآراء سے بہترین نتائج نکالے۔

"المحصول" کا زمانہ تالیف :

امام رازی ۵۷۶ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف بتیس (۳۲) برس تھی۔ یہ کتاب اپنی تالیف کے زمانے سے عصر حاضر تک ہر دور میں بہت اہمیت کی حامل رہی۔ یہ کتاب طہ جابر فیاض

---

[1] کشف الظنون ۸۳/۱، اخبار الحکماء قفطی ص ۱۹، بحوالہ امام رازی محمد عبدالسلام ندوی ص ۴۴

[2] امام رازی، عبدالسلام ندوی ص ۳۶، کشف الظنون ۱۹۸۸/۲

[3] امام رازی، عبدالسلام ندوی ص ۴۳

علوانی کی تحقیق کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء میں جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، المملکۃ السعودیۃ سے طبع ہوئی[1]۔ اس کے علاوہ عادل احمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ بھی مکتبہ نزار مصطفیٰ، المملکۃ السعودیہ سے پہلی بار ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء میں چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

المحصول کی وجہ تسمیہ میں امام قرافی کے اشکالات وجوابات :

امام قرافی نے اس کی وجہ تسمیہ میں اشکالات ذکر کئے اور کہا کہ "المحصول" کے ساتھ تسمیہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کا فعل "حصل" ہے تو اس کا مفعول نہیں آتا۔ لہٰذا اس اعتبار سے "محصول" کہنا غلط ہوگا اور اگر فعل "حصّل" (بالتشدید) مانا جائے تو اس کا مفعول بروزن "مکسّر" محصّل آتا ہے اس طرح قرافی نے اشکال در اشکال پیش کئے اور پھر ان کے جوابات میں طویل گفتگو کی۔[2]

لفظ "المحصول" پر طہ جابر علوانی کی تحقیق کا خلاصہ :

چونکہ مصادر مفعول کے وزن پر آتے ہیں جیسے "المعقود والميسور بمعنى العقد واليسر" آتا ہے اور کہا جاتا ہے: "ليس له معقود راى" اس کا مطلب عقد رائی ہوتا ہے۔ کتاب کا عنوان المحصول ہے، فی اصول الفقه کی عبارت اس میں شامل نہیں ہے اور "محصول" مصدر ہے اس طرح اشکال رفع ہوگیا۔ اور کتاب کا عنوان "المحصول فی اصول الفقه" درست ہونے کی اور بھی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً یہ کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں "المحصول" کا تین جگہ مختلف انداز سے ذکر کیا ہے۔ پہلی جگہ "المحصول فی اصول الفقه"، دوسری جگہ "المحصول فی علم الاصول" اور تیسری جگہ "المحصول من اصول الفقه" تحریر کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب "الاربعین" میں دو مرتبہ ذکر کیا۔ پہلی جگہ "المحصول فی علم الاصول" اور دوسری جگہ "المحصول فی الاصول" کے نام سے ذکر کیا جبکہ "المنتخب" کے مقدمہ میں صرف "المحصول" کا کلمہ ذکر کرنے پر اکتفا کیا۔ اسی طرح "نهاية العقول" اور "المعالم فی اصول الفقه" میں "المحصول فی اصول الفقه" کے نام سے ذکر کیا۔ بہر حال کتاب کا نام "المحصول فی اصول الفقه" ہی ہے اگر قرافی کی بات درست مانی جائے تو صرف "المحصول" کہنا بھی درست ہوگا۔ لہٰذا کسی قسم کا اشکال باقی نہ رہا۔[3]

---

[1] المحصول فی علم الاصول، امام فخر الدین رازی، تحقیق و دراست، طٰہ جابر فیاض علوانی ۱/۵۳۔ نسخہ احمدیہ حلب میں درج تاریخ کے حوالہ سے مذکور ہے۔ جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ ۔۱۹۷۹ء

[2] النفائس الاصول فی شرح المحصول، شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس بن عبد الرحمٰن الصنہاجی المصری القرافی، تحقیق عادل احمد عبد الموجود و علی محمد معوض ۱/۱۰۳۔ البحث الثالث فی تسمیه الکتاب بالمحصول، الریاض مکة المکرمة مکتبہ مصطفی الباز طبع ثانیہ ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷

[3] تحقیقی مقدمہ علی المحصول، طٰہ جابر فیاض علوانی ۵۴۔۵۷ ملخص

"المحصول" کا ذکر کرنے والے مؤرخین :

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر تقریباً تمام مورخین جنہوں نے امام رازی کے حالات و تصنیفات ذکر کیں اس کتاب کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مثلاً ابن خلدون، طاش کبری زادہ، حاجی خلیفہ، بغدادی، بدرالدین عینی وغیرہ۔[1]

وہ مصادر جن سے امام رازی نے "المحصول" میں استمداد کیا :

علم اصول فقہ کی تاریخ لکھنے والوں کا اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ امام شافعی کی کتب اصول فقہ کے بعد، چار اہم ترین کتب یہ ہیں :

۱۔ البرھان : از امام الحرمین ۲۔ المستصفی : از امام غزالی

۳۔ العمد : قاضی عبدالجبار اور اس کی شرح العمدہ از ابوالحسین

۴۔ المعتمد : از ابوالحسین بصری۔ یہ کتاب العمد کی شرح کا اختصار ہے۔

یہ چاروں کتب متکلمین کے طرز پر تالیف کی گئیں تھیں اور اس علم کے مسائل و مباحث کا احاطہ کرتی ہیں اسی لئے ان مسائل و مباحث کو اس علم کے قوائد اور ارکان کا درجہ حاصل ہے[2]۔ امام رازی نے ان چاروں کتب میں سے امام غزالی کی المستصفی اور ابوالحسین بصری کی المعتمد کی مدد سے المحصول تالیف کی اور ان دونوں سے صفحے کے صفحے اور ان کی عبارتیں لفظ بلفظ نقل کر دیں[3]۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے دوسری کتب سے بھی استفادہ کیا اور وہ امام غزالی کی المستصفی سمیت ہر مصنف اور ہر کتاب سے متعلق اپنی ناقدانہ رائے رکھتے تھے اور مناسب مواقع پر اپنی تنقیدی رائے کا اظہار بھی کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب مسعودی نے ان کے سامنے امام غزالی کی المستصفی کے بارے میں اس رائے کا اظہار کیا کہ یہ کتاب ان کی دوسری کتاب شفاء الغلیل میں پائے جانے والے عیوب سے پاک ہے، اس پر انہوں نے لکھا :

> "میں ایک بار طوس میں گیا مجھ کو امام غزالی کے صومعہ میں ٹھہرایا اور جب لوگ میرے پاس جمع ہوئے تو میں نے کہا کہ تم لوگوں نے مستصفی کے پڑھنے میں اپنی عمریں ختم کر دیں ہیں تو تم میں اگر کوئی شخص اس پر قادر ہو کہ مستصفی کے اول سے آخر تک کوئی دلیل بیان کرے اور اس کو میرے سامنے خود امام غزالی کے بیان کے مطابق ثابت کرے اور اس میں کوئی ایسی بات نہ ملائے جو اس سے الگ ہو تو میں اس کو سو دینار دوں گا۔ اس پر دوسرے روز انہی کا ایک ذہین آدمی جس کا نام امیر اشرف تھا، آیا اور دار مغضوبہ میں نماز پڑھنے سے متعلق گفتگو کی۔ کیونکہ اس کے خیال میں اس مسئلہ کے متعلق امام غزالی کا بیان نہایت پُر زور تھا۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ اس مسئلہ میں امام غزالی کا بیان نہایت ضعیف ہے اور جب میں نے اس کو ثابت کیا تو امیر اشرف بالکل چپ ہو گیا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ جب میں آپ کے

---

[1] مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۴۵۵، مفتاح السعادہ ۲/ ۱۱۸، ایضاح المکنون ۴/ ۵۶۹، عقد الجمان ۱۷/ ۲/ ۳۲۲۔

[2] مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۴۵۵ [3] کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۶

سامنے اس مسئلہ کو ثابت کروں گا تو موعودہ سو دینار لے لوں گا لیکن اب معلوم ہوا کہ ان سو دیناروں کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ میں نے مسعودی سے اس واقعہ کو بیان کیا تو وہ اور پریشان ہوئے پھر میں نے ان سے کہا کہ میں تمہارے سامنے مستصفی کا ایک اور تحفہ پیش کرتا ہوں اور یہ تحفہ چند اعتراضات کا ہے جو امام غزالی پر کئے ہیں"

امام رازی کا مذکورہ بالا بیان امام غزالی کی **المستصفی** سے متعلق تھا لیکن خود امام رازی کی تصانیف سے متعلق ابن حجر نے "لسان المیزان" میں جو تبصرہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :

"علم کلام اور اصول فقہ میں ان (امام رازی) کی کتابیں مشہور و متداول ہیں اور ان کی بعض باتیں قابل قبول اور بعض باتیں قابل تردید ہیں۔ اُن پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ اعتراضات تو نہایت قوی کرتے ہیں لیکن ان کے جوابات میں کوتاہی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مغربیوں نے کہا ہے کہ ان کے اعتراضات تو نقد ہوتے ہیں اور جوابات اُدھار" [1]

خلاصہ کلام :

بہرحال کوئی انسان بشری کمزوریوں سے پاک نہیں ہے مگر ہمیں تعمیری، مثبت اور تخلیقی سوچ و عمل نظر رکھنی چاہئے اور جو کام کرتا ہے اس سے غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں اور جو لکھتا ہی نہ ہو ظاہر ہے اس کی غلطی بھی نہیں پکڑی جاسکتی۔ اس لئے اسلاف کے ہزاروں صفحات پر مشتمل کام میں چند باتیں تلاش کر لینے سے اُن کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کی نیت و مقصد پر کسی قلم کا شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا اسلاف نے اللہ کی رضا کی خاطر سب کچھ کیا۔ بہرحال المحصول کی تصنیف نے کتب متقدین سے کافی حد تک بے نیاز کر دیا کیونکہ اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی اصول کے پڑھنے پڑھانے والوں کو طلب و ضرورت ہوتی ہے۔ اس کتاب پر کثرت سے شروح، تعلیقات مختصرات لکھے گئے۔ ہم اپنی معلومات کے مطابق اُن کو ذیل میں بیان کریں گے۔

"المحصول" کی شروح :

المحصول کی چند شروح مندرجہ ذیل ہیں جن کا ہمیں علم ہو سکا :

۱۔ **نفائس الاصول فی شرح المحصول** : شہاب الدین، ابوالعباس احمد بن ادریس القرافی مالکی، متوفی ۶۸۴ھ نے یہ شرح لکھی۔ دورانِ تصنیف شارح نے متقدین و متاخرین کی مختلف مذاہب پر تیس کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ [2]

۲۔ **الکاشف عن المحصول** : شمس الدین محمد بن محمود الصبہانی (متوفی ۶۷۸ یا ۶۸۸ھ) نے یہ شرح تالیف کی۔ یہ تاج الدین ارموی صاحب الحاصل کے شاگرد تھے۔ الکاشف ایک پُر مغز علمی شرح ہے اس کی تالیف میں انہوں نے جس قدر ممکن تھا معظم کتب اصولیہ سے استفادہ کیا۔ حاجی خلیفہ نے سبکی کے حوالے سے نقل کیا کہ وہ اس شرح کی تکمیل سے قبل ہی انتقال کر گئے تھے۔ [3]

---

[1] میزان اعتدال ۲/۲۲۴، بحوالہ امام رازی، عبدالسلام ندوی۔ ص ۶۱

[2] کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الدیباج۔ ص ۱۲۸، ۱۳۰۔ الفتح المبین ۲/۸۶، ۸۷

[3] کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الفتح المبین ۲/۹۰، ۹۱

۳۔ **نہایۃ الوصول الی علم الاصول** : محمد بن عبدالرحیم بن محمد شیخ صفی الدین الہندی ارموی شافعی (متوفی ۷۱۵ھ) اس کے شارح ہیں[۱] اور یہ سراج الدین ارموی متوفی ۶۸۲ھ صاحب التحصیل کے شاگرد تھے اور وہ کتاب "نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول" کے نام سے صالح بن الیوسف اور سعد بن سالم الشریح کی تحقیق کے ساتھ آٹھ مجلدات میں مکۃ المکرمۃ مکتبہ التجاریہ سے چھپ چکی ہے۔

۴۔ قرافی نے نقشوانی کی "المحصول" پر ایک شرح کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ قاضی العسکر محمد بن حسین بن محمد شمس الدین الارموی شافعی نے بھی المحصول کی شرح لکھی تھی۔[۲]

"المحصول" پر تعلیقات :

(۱) عزالدین عبدالحمید بن ھبۃ اللہ المدائنی معتزلی (متوفی ۶۵۵ھ) نے اس پر تعلیقہ لکھا۔[۳]

(۲) تاج الدین ترکمانی احمد بن عثمان بن صبیح الجوزجانی (متوفی ۷۴۴ھ) نے بھی تعلیقہ لکھا۔[۴]

"المحصول" کے اختصارات :

۱۔ **المنتخب** : یہ اختصار امام رازی کی طرف منسوب ہے۔ ہم اس پر امام رازی کی مصنفاتِ اصولیہ میں بحث کر چکے ہیں۔[۵]

۲۔ **الحاصل من المحصول** : تاج الدین ابی عبداللہ محمد بن حسین الارموی متوفی ۶۵۶ھ تاج الدین ارموی کی یہی "الحاصل" قاضی بیضاوی کی "منہاج الوصول" کا ماخذ ہے۔ یہ کتاب جامعہ قان یونس سے عبدالسلام محمود ابوناجی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۹۴ء میں چھپ چکی ہے۔

الحاصل پر تقییدات :

بعد میں ابوعبداللہ بن محمد بن عبدالنور التونسی مالکی (متوفی ۷۲۶ھ) نے دو جلدوں میں تقییدات علی الحاصل تالیف کی۔[۷]

۳۔ **التحصیل** : سراج الدین ابوالثناء محمود بن ابوبکر الارموی (متوفی ۶۸۲ھ) نے اس نام سے اختصار لکھا[۸] جو عبدالحمید علی ابوزنید کی تحقیق کے ساتھ بیروت موسسہ الرسالہ سے ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

۱۔ تحقیق مقدمہ علی التحصیل للارموی، عبدالحمید علی ابوزنید۔ ص ۴۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۴۳، الفتح المبین ۲/۱۱۵

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۴۵ ۳۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵

۳۔ تحقیق مقدمہ علی المحصول للامام رازی، طہٰ جابر فیاض علوانی۔ ص ۶۰۔ بحوالہ النفائس للقرافی ۱/۱۳ مذکور ہے۔

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۹، الطبقات السنیۃ ۱/ ۳۴۹، ۳۵۱ (۲۴۰)۔ اس میں ان کا نام احمد بن عثمان بن ابراہیم مذکور ہے۔

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵ ۷۔ الفتح المبین ۲/۱۲۷ ۸۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الفتح المبین ۲/۱۳۷

التحصیل کا اختصار : بدر الدین التستری (متوفی ۷۳۲ھ) نے "حل عقد التحصیل" کے نام سے اس کا اختصار لکھا۔[1]

التحصیل کی شرح : ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ جزری شافعی (متوفی ۷۱۶ھ) نے تین مجلدات میں شرح "التحصیل" تالیف کی۔[2]

۴۔ **تنقیح الفصول** : شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس القرافی (متوفی ۶۸۴ھ) نے **المحصول** کا اختصار کیا اور انہوں نے نفائس الاصول کے نام سے **المحصول** کی شرح بھی لکھی تھی جس کا ابھی ذکر گذرا ہے۔ "تنقیح الفصول" درحقیقت ان کی فقہ پر کتاب "الذخیرۃ" کا مقدمہ ہے۔[3]

التنقیح کے شارحین :

(۱) امام قرافی نے خود "شرح تنقیح الفصول" تالیف کی۔[4]

(۲) ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی مراکشی، متوفی ۷۲۴ھ نے بھی اس کی شرح لکھی تھی۔ کتاب التنقیح متعدد بار چھپ چکی ہے۔ پہلی مرتبہ قاہرہ مطبعہ الخیریہ سے ۳۰۵ صفحات میں شائع ہوئی۔ دوسری مرتبہ طہٰ عبدالروف سعد کی تبویب تنسیق و تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۳ء میں ۴۶۴ صفحات میں شرکہ طباعہ الفنیہ المتحدۃ العباسیہ سے شائع ہوئی۔

۵۔ **تنقیح المحصول**: امین الدین مظفر بن محمد التبریزی (متوفی ۶۲۱ھ) جو المظفر الوازانی کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے اس نام سے اختصار لکھا۔ طہٰ جابر علوانی نے ۱۹۷۹ء میں المحصول پر اپنے تحقیقی مقدمہ میں لکھا کہ جامعہ الملک عبدالعزیز کا ایک طالب علم اس پر تحقیق میں مصروف ہے۔ جمال الدین عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) نے اپنی کتاب "نہایۃ السول" میں اس سے بہت نقل کیا ہے۔ التنقیح کا ایک نسخہ جامعہ احمد الثالث میں ۱۲۴۶ نمبر پر موجود ہے اسی طرح ایک دوسرا نسخہ دول العربیہ قاہرہ میں ہے۔[5]

۶۔ عماد الدین محمد بن یونس بن منعہ الاردبیلی (متوفی ۶۰۸ھ) نے بھی اس کا ایک اختصار لکھا تھا جو کمال الدین موسیٰ بن یونس شیخ سراج الدین ارموی (۶۸۲ھ) صاحب "التحصیل" کے بھائی تھے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ عماد الدین نے جدل میں بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "التحصیل" تھا وہ اور "المحصول" کا اختصار الگ الگ کتابیں ہیں۔[6]

---

[1] طبقات الشافعیہ ابن سبکی ۵/۱۵۵، طبقات الشافعیہ، اسنوی ۱/۱۵۵ [2] الفتح المبین ۲/۱۱۷

[3] الدیباج ص ۱۲۹-۱۲۸، الفتح المبین ۲/۱۳۷

[4] ھدیۃ العارفین ۵/۱۰۴، الفتح المبین ۲/۱۲۴، معجم الاصولیین ۱/۱۶۳-۱۶۵

[5] تحقیقی مقدمہ علی المحصول للامام رازی طہٰ جابر علوانی ص ۶۳ تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی عبدالحمید ابوزنید ص ۷۷

[6] تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی۔ عبدالحمید ابوزنید ص ۶۹

حاجی خلیفہ نے مذکورہ بالا مشہور مختصرات کے علاوہ اور کو بھی ذکر کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مختصر تاج الدین، عبدالرحیم بن محمد الموصلی (متوفی ۶۷۱ھ یا ۶۷۱ھ) یہ کمال الدین بن یونس کے شاگرد اور قاضی سراج الدین ارموی کے اُستاد تھے۔[1]

(۲) مختصر نجم الدین سلیمان بن عبد القوی الطوفی حنبلی متوفی ۷۱۰ھ۔[2]

(۳) مختصر الباجی : اس کا نام "غایہ الوصول" ہے یہ علاء الدین علی بن محمد بن خطاب المغربی مصری شافعی (متوفی ۷۱۴ھ) کی تصنیف ہے۔[3]

مختصر الباجی : کی شرح تاج الدین ابن الترکمانی احمد بن عثمان ابراہیم (متوفی ۷۴۴ھ) نے اس مختصر کی شرح لکھی۔ جسے انہوں نے چودہ انواع پر مرتب کیا۔[4]

(۴) شمس الدین محمد بن یوسف الجندی (متوفی ۷۱۶ھ) نے ایک مختصر لکھا جو المحصول کے مسائل پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل تھا۔ المراغی نے شرح واختصار کی تعین کئے بغیر صرف یہ کہا کہ انہوں نے کتاب "اجوبة علی مسائل من المحصول" تالیف کی اور یہ تین مجلدات پر مشتمل ہے۔[5]

(۵) خوانساری نے مجد الدین بن دقیق العید القشیر مالکی کی طرف ایک مختصر منسوب کیا اور اسے المحصول پر لکھے گئے عمدہ مختصرات میں سے ایک شمار کیا ہے۔

(۶) امین الدین مظفر بن محمد التبریزی (متوفی ۶۲۱ھ) نے بھی لکھا[6] دنیا کے تقریباً ۲۲ سے زیادہ کتب خانوں میں المحصول نسخے موجود ہیں۔ مکتبہ الازہری میں ۱۳۰ نمبر کے تحت اور دار الکتب المصریہ میں ۷۰۹م کے تحت بھی موجود ہیں۔

(۷) **تلخیص المحصول لتھذیب الاصول** : محقق التحصیل نے اپنے مقدمہ میں اس مختصر کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کے مؤلف کا علم نہیں ہو سکا۔ یہ کتاب ایک مجلد میں مخطوطے کی شکل میں ہے جو مکتبہ الازہر میں (۱۱۵) ۴۴۹۳ نمبر پر موجود ہے۔ یہ مخطوط ۸۷۵ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے:

"رب تمم بخير . اما بعد : احمد الله رب العالمين والصلاه السلام على نبيه خاتم النبين و على اله و صحبه وسلم الطاهرين الطيبين . فان اصول الفقه من اشرف العلوم الشرعية الغامضة فيه مجال البحث الدقيق ، و متسع الاتقان والتحقيق ، وهو المتوسط بين الحكمة النظرية التى هى علم الكلام و بين الحكمة العملية السياسية التى هى الفقه ، فمن لم يطلع عليه لم يتمكن من استنباط الاحكام ، و لايوثق با جتهاده "

(رب تمم بخیر۔ اما بعد احمد اللہ رب العالمین .... بلاشبہ اصول فقہ اشرف اور پیچیدہ علوم شرعیہ میں سے ہے۔ اس میں دقیق بحث کے وسیع و مضبوط میدان ہیں اور وہ ان کا درمیانی راستہ جو اس علم پر مطلع نہیں ہوگا وہ استنباط احکام کی قدرت نہیں رکھ سکے گا اور اس کے اجتہاد کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا)

---

[1] كشف الظنون ۱۶۱۶/۲
[2] كشف الظنون ۱۶۱۶/۲
[3] كشف الظنون ۱۶۱۶/۲ ، هدية العارفين ۷۱۶/۵ ، الفتح المبين ۱۱۳/۲
[4] كشف الظنون ۱۸۳۹/۲ ، الطبقات السنيه ۳۳۹/۱۔۳۵۰ (۳۴۰)
[5] كشف الظنون ۱۸۳۹/۲ ، الفتح المبين ۱۱۷/۲
[6] كشف الظنون ۱۸۳۹/۲

اس کے بعد فرماتے ہیں :

"انی وجدت الکتب المؤلفة فی هذا الفن غیر خالیة عن الانحراف عن الحق . وان کتاب المحصول هوا المتداول فی زماننا ، وهو وان نقل اکثرها فی الکتاب المعتمد والمستصفی والبرهان ، ولکن الانحراف فی تصرفاته اکثر ، فاجبت ان انظر فی هذا الفن ، واظهر ما فیه من الانحراف وسمیت کتابی هذا (تلخیص المحصول لتهذیب الاصول)"[1]

(میں نے اس فن میں لکھی جانے والی کتاب کو حق کے انحراف سے خالی نہیں پایا اور کتاب المحصول ہمارے زمانے میں متداول ہے اور اس میں اگرچہ زیادہ تر کتاب المعتمد، المستصفی اور البرھان سے نقل پر تکیہ کیا گیا ہے، اور وہ اس میں صحیح سمت سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اس فن میں غور کروں اور انحراف کی جگہوں کی نشاندہی کردوں اور اس کا نام "تلخیص المحصول لتهذیب الاصول" رکھا)

اس کتاب کے مصنف نے امام رازی پر پہلا اعتراض ان سے منقول فقہ کی اصطلاحی تعریف کے کلمہ "الشرعیه" سے متعلق کیا۔ امام رازی نے تعریفِ فقہ میں فوائد قیود کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "الشرعیة" احتراز عن العلم بالاحکام العقلیة (شرعیہ کی قید سے وہ احکام جن کا علم عقل سے حاصل ہوتا ہے خارج ہو گئے)۔ اس پر پہلا اعتراض کیا۔ پھر اس کے بعد ذکر کیا کہ عقل کے ذریعے سے احکام کا ادراک ان کو شرعیہ ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ فقہ کی تعریف میں امام رازی نے "العلمیه" کی قید کا فائدہ یہ بتایا کہ اس سے احکام علمیہ خارج ہو گئے۔ صاحب تلخیص نے اس پر اعتراض کیا۔[2]

نوٹ : محصول وتحصیل کے نام سے اصولِ فقہ پر دیگر مصنفین نے بھی کتب تالیف کیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) قاضی ابوبکر بن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) نے محصول کے نام سے اصول فقہ پر سے کتاب لکھی۔[3]

(۲) سید محسن بن حسن الاعرجی السلامی الکاظمی شیعی (متوفی ۱۲۴۰ھ) "وافیة الاصول" کی شرح لکھی جس کا نام "المحصول" رکھا۔[4]

(۳) امام ابومنصور عبدالقادر بن طاہر البغدادی شافعی (متوفی ۴۲۹ھ) نے "التحصیل" کے نام سے اصول فقہ پر کتاب لکھی۔[5]

المحصول للرازی اور الاحکام للآمدی کے طریقوں میں تطبیق :

احمد بن کمال الدین احمد بن نعمہ المقدسی النابلسی (متوفی ۶۹۴ھ) نے امام رازی کی المحصول امام آمدی کی الاحکام کے طرق میں تطبیق کر کے اپنی کتاب میں یکجا کیا۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ کتاب مؤلف کے خط میں ان کے

---

۱ تحقیق مقدمه علی التحصیل للارموی ۔ عبدالحمید ابوزنید ص ۴۷

۲ حوالہ سابق الفاظ کے اضافہ کے ساتھ ۳ الفتح المبین ۲/ ۲۸۔۳۰

۴ کشف الظنون ۱/ ۲۰۱ ۵ کشف الظنون ۱/ ۳۶۰ ، الفتح المبین ۱/ ۲۳۴۔۲۳۵

پاس موجود ہے۔ احمد بن کمال دراصل عز الدین بن عبد السلام اور ابو عمرو عثمان بن صلاح کے شاگرد تھے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اُستاد تھے۔[1]

عماد الدین الاردبیلی الشافعی (۵۳۵ھ۔۶۰۸ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور اپنے وقت کے جید علماء سے علم حاصل کیا۔ موصل کے متعدد مدارس میں تدریس کی۔ شہر موصل کے ۵۹۲ھ میں قاضی رہے۔ نور الدین ارسلان شاہ، صاحب موصل کے یہاں بہت قدر و منزلت رکھتے۔ امیر وقت ان سے مشورہ طلب کرتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے امام رازی کی المحصول کا اختصار کیا اور جدل میں التحصیل نامی کتاب لکھی۔[3]

اسماعیل بغدادی الازجی (متوفی ۵۴۹ھ۔۶۱۰ھ)[4]

فقیہ اصولی، مناظر، متکلم تھے۔ فقہ و خلاف کی تعلیم ابو الفتح بن المنیٰ سے حاصل کی۔ اپنے شیخ کے بعد مدرسہ مامونیہ میں درس دیتے۔ جامع قصر میں فقہاء ان کے پاس مناظرہ کے لئے جمع ہوتے۔ عمدہ کلام و عبارت پر قدرت رکھنے کے علاوہ فصیح اللسان اور بلند آواز کے مالک تھے۔ انہوں نے کتاب "جنۃ الناظر وجنۃ المناظر" جدل میں اور "التعلیقه" اور المفردات" خلاف میں تالیف کی۔[5]

السائح الهروی (متوفی ۶۱۱ھ) آپ نے کتاب الاصول تالیف کی۔[6]

عبد اللہ ابن اسعد الوزیری الیمنی (متوفی ۶۱۳ھ تقریباً)

آپ نے کتاب "غایة الطلب والمامول فی شرح اللمع فی الاصول" تالیف کی۔[7]

حسن الهلکی (متوفی ۶۱۳ھ) : فقیہ و اصولی تھے۔ انہوں نے کتاب "اصول الفقہ" تالیف کی۔[8]

ابن زجاجیہ شافعی (متوفی ۶۱۵ھ) : آپ نے کتاب "الذریعه فی احکام الشرعیه" تالیف کی۔[9]

---

[1] الفتح المبین ۔ ۲/۹۶

[2] ابو حامد محمد بن یونس بن محمد بن منعہ بن مالک بن محمد، عماد الدین، عراق میں ولادت و وفات ہوئی۔

[3] الفتح المبین ۔ ۲/۵۰۔۵۱

[4] ابو محمد فخر الدین اسحاق بن علی بن حسین البغدادی الازجی المامونی (۱۱۵۴م۔۱۲۱۳ء) ابن الوفاء، ابن الماشطہ، غلام ابن المنیٰ سے مشہور تھے

[5] شذرات الذهب ۔ ۵/۴۰۔۴۱، معجم الاصولیین ۱/۲۶۴ (۲۰۹)

[6] ابو الحسن علی بن ابی بکر بن علی بن محمد الموصلی ۔ سائح الہروی سے مشہور تھے، ہدیۃ العارفین ۵/۷۰۵

[7] ایضاح المکنون ۔ ۴/۱۳۳، ہدیۃ العارفین ۵/۴۵۸

[8] حسن بن ابراہیم بن معین الدین الہلکی متوفی ۱۲۱۶ھ، معجم الاصولیین ۲/۳۴ (۲۶۳) بحوالہ معجم المؤلفین ۳/۱۸۵ اور دار الکتب مصریہ میں ۶۰۹ نمبر پر موجود ہے۔

[9] ابن الزجاجیہ ۔ مکی بن ابی احمد الدمشقی، ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۱

ابن رمضان الحنفی : (۶۱۶ھ بعدہ) شہر حلب میں واقع مدرسہ حلاویہ میں مدرس تھے۔ آپ نے کتاب "الینابیع فی معرفۃ الاصول" تالیف کی اور اس کی تالیف سے ۶۱۶ھ میں فراغت پائی۔[۱]

عبد اللہ العکبری الحنبلی (متوفی ۵۳۸ھ۔۶۱۶ھ) آپ نے کتاب "المتبع فی شرح اللمع" تالیف کی۔[۲]

ابو الحسن الابیاری مالکی (متوفی ۵۵۷ھ۔۶۱۹ھ)[۳]

فقیہ، اصولی، محدث اور مستجاب الدعوات تھے۔ لوگ ان کے پاس دعاؤں کے لئے حاضر ہوتے۔ ابن حاجب آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ امام علامہ بہاؤالدین عبداللہ معروف ابن عقیل مصری شافعی، امام آبیاری کو اصول میں امام رازی پر فوقیت دیتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے امام الحرمین کی کتاب "البرھان" کی شرح لکھی۔

ابن فرحون نے لکھا :

"ولہ تکملۃ علی کتاب مخلوف الذی جمع فیہ بین التبصرۃ والجامع لا بن یونس، والتعلیقہ لابی اسحاق : تکملۃ حسنۃ جدا تدل علی قوتہ فی الفقہ واصولہ".[۴]

(اور ان کا مخلوف کی کتاب پر تکملہ ہے جس میں انہوں نے التبصرہ اور الجامع لا بن یونس کو جمع کیا اور تعلیقہ لابی اسحاق میں بہت عمدہ گفتگو کی جو ان کی فقہ اور اصول میں مہارت پر دلالت کرتی ہے)

ابن بلدران الشیعی (متوفی ۶۱۹ھ) : آپ نے کتاب "غنیۃ النزوع الی علم الاصول و الفروع" تالیف کی۔[۵]

ابن قدامہ المقدسی حنبلی (متوفی ۵۴۱ھ۔۶۲۰ھ)[۶]

فقیہ، اصولی اور کئی فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ شذرات میں ہے : "انتھی الیہ معرفۃ المذھب واصولہ" (مذہب واصول کے علم و معرفت کی ان پر انتہاء ہوتی تھی)۔ حنبلی فقہ کی مشہور کتاب "المغنی فی شرح مختصر الخرقی" دس جلدوں میں تالیف کی۔ کثیر الصیام والقیام تھے۔ ۸۰ برس کی عمر میں ان کا انتقال عید الفطر کے دن ہوا۔ خلق کثیر ان کے جنازے میں شریک ہوئی۔

---

۱ رشید الدین ابو عبداللہ محمود بن رمضان الرومی۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۵

۲ عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن حسین العکبری بغدادی، ہدیۃ العارفین ۵/۴۸۹

۳ ابو الحسن علی بن اسماعیل بن علی عطیہ الابیاری۔ شمس الدین (۱۱۶۱ء۔۱۲۲۱ء) ابیاری میں ولادت ہوئی۔

۴ الدیباج ص ۳۰۶، الفتح المبین ۲/۵۲

۵ ابو الحسن سالم بن بدران بن علی المازنی مصری، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۱

۶ موفق الدین، ابو محمد، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ بن مقدام ابن نصر بن عبداللہ المقدسی الدمشقی (۱۱۴۷ء۔۱۲۲۳ء)، فلسطین میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

المراغی نے ان کے اجتہاد و فقہ میں فضیلت سے متعلق بعض علماء کے اقوال پیش کئے جو مندجہ ذیل ہیں :
شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ اور ابوبکر محمد بن معالی بن غنیمہ البغدادی نے فرمایا :

" مادخل الشام بعد الاوزاعی افقه من الشیخ الموفق "
(امام اوزاعی کے بعد شیخ موفق سے بڑا فقیہ ملک شام میں داخل نہیں ہوا)

ابوبکر محمد بن معالی ابن غنیمہ البغدادی نے فرمایا :

" ما اعرف احد زماننا ادرک درجة الاجتهاد الا الموفق "
(میں اپنے زمانہ میں سوائے شیخ موفق کے کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں جو اجتہاد کے اس مرتبہ پر پہنچا ہو)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "روضة الناظر وجنة المناظر " تالیف کی جو حنبلی مذہب کے اصول فقہ کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ کتاب بیروت، دار الکتاب العربی سے ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۰ء سے اب تک کئی بار چھپ چکی ہے۔ اس کتاب کا آغاز مقدماتِ منطقیہ سے ہوتا ہے پھر حکم کی اقسام اور پھر ادلہ احکام پر گفتگو کی جو ان کے نزدیک کتاب، سنت اجماع و استصحاب ہیں اور پھر مختلف فیہ اصول بیان کئے، یعنی شرع من قبلنا ، قول صحابی، استحسان، مصالح مرسلہ، اس کے بعد حقیقت، مجاز، نص، ظاہر، مجمل، عموم وخصوص وغیرہ پر بحث کی۔ قیاس، اجتہاد و تقلید کو بیان کیا۔

روضة الناظر کی شرح واختصار :

ا۔ شیخ عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ بدران دمشقی نے "نزهة الخاطر العاطر " کے نام سے شرح لکھی جو روضہ الناظر کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

۲۔ نجم الدین طوفی صرصری (متوفی ۷۱۶ھ) نے "مختصر روضة الموفق فی الاصول علی طريقة ابن الحاجب " کے نام سے اختصار لکھا[1]

طوفی کے اختصار کی شرح : احمد ابراہیم بن نصر اللہ العسقلانی (متوفی ۸۷۶ھ) نے شرح مختصر الطوفی تالیف کی۔[2]

۳۔ بہاء الدین سبکی (متوفی ۷۷۷ھ) نے الروضۃ پر ایک کتاب تالیف کی۔[3]

ابوعمران موسیٰ الیمان شافعی (متوفی ۶۲۰ھ)

فقیہ اور اصولی تھے۔ انہوں نے ابواسحاق شیرازی کی کتاب " اللمع " کی شرح لکھی۔[4]

---

[1] الفتح المبین ۲/۱۲۰۔۱۲۱ [2] معجم الاصولیین ۱/۸۷۔۸۹(۵۰)

[3] الفتح المبین ۲/۵۳۔۵۴، ۱۹۸/۲،شذرات الذهب ۵/۸۸۔۹۲،روضة الناظر . مقدمه نزهة الخواطر ، فوات الوفیات ۱/۲۰۳۔معجم البلدان ۳/۱۳۳، البدایہ والنہایہ ۱۳/۹۹۔۱۰۲۔الاعلام ۴/۱۹۱۔۱۹۲

[4] ابوعمران موسیٰ بن احمد بن یوسف بن موسیٰ الشباعی الیمنی ، ایضاح المکنون ۲/۳۱۰،ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۹

طاہر الخفصی حنفی (متوفی ۶۲۰ھ تقریباً) [۱]

آپ ابو الموید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی الخطیب اور مختار الزاہدی کے بھی اُستاد تھے۔ انہوں نے "الفصول فی علم الاصول" تالیف کی"۔ [۲]

مظفر الوارانی شافعی (۵۵۸ھ۔۶۲۱ھ) [۳]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ بغداد میں ابوالقاسم بن فضلان سے تفقہ حاصل کیا۔ مدرسہ نظامیہ میں معید تھے۔ راہِ علم میں بلادِ حجاز، مصر و عراق کے سفر کیے۔ مصر میں طویل قیام کے دوران تدریس و فتویٰ میں مشغول رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے امام رازیؒ کی المحصول کا "التنقیح" کے نام سے اختصار لکھا۔ [۳]

ضیاء الدین المارانی شافعی (متوفی ۶۲۲) [۴]

انہوں نے ابواسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی دو جلدوں میں شرح لکھی۔ [۵]

الفخر الفارسی شافعی (متوفی ۶۲۲ھ) [۶]

فقیہ، اصولی، صوفی علوم ربانیہ نافعہ کے عارف اور طبیب تھے۔ اصلاً شیرازی اور موطناً مصری تھے۔ ابن عساکر آپ کے شاگرد تھے۔ انہیں نے اصول و کلام میں کتاب "مطية النقل وعطية العقل" تالیف کی۔ [۷]

عبدالکریم الرافعی شافعی (۵۵۷ھ۔۶۲۳ھ) [۸]

ابن العماد نے لکھا :

"كان او حد عصره فى العلوم الدينية اصولا وفروعا ومجتهد زمانه فى المذهب"

(اپنے عہد کے مجتہد اور علوم دینیہ، اصول و فروع میں اپنے زمانے میں ممتاز مقام رکھتے تھے)

امام سبکی نے لکھا :

"كان الامام الرافعى متضلعا من علوم الشريعة تفسيراً وحديثا واصولا"

(امام رافعی علوم شرعیہ، تفسیر حدیث اور اصول میں کامل امام تھے)

---

۱ طاہر بن محمد بن عمر بن ابی العباس، نجم الدین، متشی، الناظر، الخفصی متوفی ۱۲۲۳ء تقریباً

۲ کشف الظنون ۲/ ۱۲۷۱، اس میں الجعفی کے اضافہ کے ساتھ نام مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۴۳۰، الجواہر المضیہ ۱/ ۲۶۶، الفوائد البہیہ ص ۱۸۵، اس میں ان کا نام ابوطاہر مذکور ہے۔

۳ مظفر بن اسماعیل بن علی الوارانی التبریزی، امین الدین (۱۱۶۲ء۔۱۲۲۴ء) شیراز میں وفات پائی۔

۴ الفتح المبین ۲/ ۵۵، معجم البلدان ۸/ ۲۷۸

۵ (ضیاء الدین ابو عمر عثمان بن عیسیٰ)۔ بن درباس بن فیر بن جہم ابن عبدوس (الہدبانی) المارانی۔

۶ کشف الظنون ۲/ ۱۵۶۲، ہدیۃ العارفین ۵/ ۶۵۴، معجم الاصولیین ۱/ ۳۴ (۱۸)

۷ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن احمد الفقیر وزآبادی، فخر الفارسی متوفی ۱۲۲۵ء، مصر میں وفات پائی۔

۸ شذرات الذہب ۵/ ۱۰۱، الفتح المبین ۲/ ۵۵، الاعلام ۳/ ۸۳۱

قاضی شہبہ نے کہا کہ اسفرائینی نے اپنی چالیس (۴۰) تالیفات میں یہ فرمایا :

" هو شيخنا امام الدين ، وناصر السنة صدوقا ، كان او حد عصره في العلوم ، الدينية اصولا وفروعا ، مجتهد زمانه في المذهب ، وفريد وقته في التفسير ، و كان له مجلس بقزوين للتفسير وتسميع الحديث ".[۱]

مؤلفات اصولیہ اصول : فقہ پر ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔

محمد بن ابوبکر الا یکی (متوفی ۶۲۷ھ)

مشائخ مصر میں سے تھے۔ انہوں نے ابن حاجب کی کتاب "منتهى السول والامل" کی شرح لکھی۔[۲]

قاضی احمد بن مقبل العدنی شافعی (۵۵۶ھ/۶۳۰ھ)[۳]

فقیہ، اصولی اور عدن کے قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ابواسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی شرح لکھی جس کا نام "شرح مشكل اللمع" ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ہدیۃ العارفین میں یوں مذکور ہے، "شرح مشكل اللمع لابى اسحاق الشيرازى في الفروع"۔ مظہر بقا نے اپنی معجم کے حاشیہ میں لکھا کہ ان کے خیال میں یہ بات درست نہیں ہے اور اس بات کی تائید میں معجم المؤلفین سے حوالہ دیا جس میں اس کی وضاحت ہے، "شرح المشكل في غريب اللمع ...... وكلاهما في اصول الفقه"۔[۴]

صدر الشریعہ الاکبر حنفی (متوفی ۶۳۵ھ)[۵]

الفوائد البہیہ میں مذکور ہے، "وله قدرة كاملة في الاصول والفروع"، (اور ان کو اصول وفروع میں کامل قدرت تھی)۔ اپنے والد جمال الدین عبیداللہ سے تعلیم حاصل کی اور آپ کے بیٹے محمود تاج الشریعہ نے آپ سے تعلیم پائی۔

مؤلفات اصولیہ : آپ نے کتاب "تلقيح العقول في فروع النقول" تالیف کی۔ رضا کحالہ نے اس کو فروع وفقہ حنفی کی کتاب کہا ہے جبکہ صاحب ہدیۃ العارفین نے کتاب کا نام اس طرح ذکر کیا، "تلقيح العقول في فروق النقول والاصول" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اصول پر بھی ہے۔[۶]

---

۹ عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن الفضل القزوینی الرافعی (۱۱۶۲ء-۱۲۲۶ء)

۱ ہدیۃ العارفین ۱/۶۰۹، ۶۱۰، طبقات الشافعیہ الکبری ۸/۲۸۱، ۲۹۳۔ شذرات الذہب، ابن العماد ۵/۲۲۷ (۳۵۸)، طبقات، قاضی ابن شہبہ ۲/۹۳، ۹۸۔ بروکلمان ۱/۳۹۳

۲ محمد بن ابوبکر بن الفارسی الایلی، دمشق میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۱۲ میں الا یکی مذکور ہے۔

۳ قاضی احمد بن مقبل بن عثمان العلصی (العلمی) العدلی (۱۱۶۱ء/۱۲۳۳ء) عرج (یمن) میں وفات پائی۔

۴ ایضاح المکنون ۲/۳۱۰، ہدیۃ العارفین ۵/۹۲، معجم المولفین ۲/۱۸۲، معجم الاصولیین ۱/۲۳۲ (۱۸۴)

۵ شمس الدین احمد بن جمال الدین عبیداللہ بن ابراہیم بن احمد المحبوبی صدر الشریعۃ الاکبر، متوفی ۱۲۳۲ء

۶ کشف الظنون ۱/۴۸۱، ہدیۃ العارفین ۵/۹۵۔ اس میں تاریخ وفات ۶۳۰ تقریباً مذکور ہے۔ الفوائد البہیہ۔ ص ۲۵، معجم المولفین ۱/۳۰۸، معجم الاصولیین ۱/۱۵۹ (۱۱۱)

سیف الدین الامدی شافعی (۵۵۱ھ/۶۳۱ھ) [۱]

فقیہ اور اصولی تھے۔ شروع میں حنبلی تھے پھر بغداد جا کر شافعی مسلک اپنا لیا۔ قاہرہ میں القرافۃ الصغری کے مدرسہ میں معید رہے جو امام شافعی کے مقبرے سے متصل ہے، پھر جامع الظافری قاہرہ میں صدر مدرس ہو گئے اور ایک مدت تک صدارت پر فائز رہے۔ شام، حماۃ اور دمشق کے بھی علمی اسفار کئے۔ دمشق میں فلسفہ پڑھانے کی وجہ سے مدرسہ العزیزیہ سے معزول کئے گئے۔ تقریباً بیس کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : (۱) الاحکام فی اصول الاحکام (۲) منتہی السول فی علم الاصول [۲]

الاحکام فی اصول الاحکام کا تحقیقی تجزیہ :

ابن خلدون (متوفی) نے مؤلفات اصولیہ کے تاریخی تسلسل میں اس کتاب کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا۔ انہوں نے امام الحرمین کی البرھان، امام غزالی کی المستصفی، عبدالجبار کی "العمد" اور ابوالحسین البصری کی اس پر "المعتمد" نامی شرح کا تذکرہ کرنے کے بعد اسی تسلسل و ربط کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا :

"ثم لخص هٰذه الكتب الاربعة فحلان من المتكلمين المتاخرين وهما الامام فخرا لدين بن الخطيب فی كتاب المحصول وسيف الدين الامدی فی كتاب الاحكام واختلف طرائقهما فی الفن بين التحقيق والحجاج فابن الخطيب اميل الی الاستكثار من الادلة والا حتجاج والامدی مولع بتحقيق المذاهب و تفريع المسائل ". [۳]

(اس کے بعد متاخرین متکلمین میں سے امام فخر الدین بن الخطیب نے کتاب المحصول میں اور سیف الدین آمدی نے کتاب الاحکام میں ان چاروں کتابوں کا خلاصہ تحریر کیا مگر دونوں بزرگ طریق تحقیق اور طرز بحث میں ایک دوسرے سے مختلف رہے۔ ابن الخطیب نے ادلہ کی زیادہ بھرمار کی اور احتجاج کا رنگ ان پر غالب رہا۔ امدی کو تحقیق مذاہب سے بڑی وابستگی رہی اور وہ تخریج مسائل کی طرف زیادہ مائل رہے)

ابن خلدون شرق و غرب میں ان کی مقبولیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"واقتطف شهاب الدين القرافی منهما مقدمات وقواعد فی كتاب صغير سماه التنقيحات و كذلک فعل البيضاوی فی كتاب المنهاج وعنی المبتدؤن بهذين الكتابين وشرحهما كثير من الناس واما كتاب الاحكام للامدی وهو اكثر تحقيقا فی المسائل فلخصه ابو عمر بن الحاجب فی كتابه المعروف بالمختصر الكبير ثم اختصره فی كتاب اخر تداوله طلبة العلم وعنی اهل المشرق والمغرب به وبمطالعته و شرحه وحصلت زبدة طريقة المتكلمين فی هذا الفن فی هذه المختصرات ". [۴]

---

[۱] ابوالحسن علی بن ابی علی (بن) محمد بن سالم الثعلبی (۱۱۵۶ء/۱۲۳۳ء) دمشق میں وفات پائی۔

[۲] وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/ ۳۲۹، ۳۳۵۔ کشف الظنون ۱۷۱، ہدیۃ العارفین ۵/ ۷۰۷، الفتح المبین ۲/ ۵۷، ۵۸، دائرہ المعارف اسلامیہ ۱/ ۲۳۰۔ اُردو دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳ء

[۳] مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۴۵۵ [۴] حوالہ سابق۔ ص ۴۵۵، ۴۵۶

(بعد ازاں شہاب الدین قرافی نے ان دونوں کتابوں سے مقدمات وقواعد اخذ کئے اور ان کو ایک چھوٹی سی کتاب میں ضبط کیا جس کا نام تنقیحات رکھا۔ اسی طرح بیضاوی نے "کتاب المنہاج" میں یہی طرز اختیار کیا۔ ان دونوں کتابوں کو مقبولیتِ عامہ نصیب ہوئی اور بہت سے لوگوں نے ان پر شرحیں لکھیں۔ اُدھر امدی کی کتاب الاحکام (جو مسائل کی پاکیزہ تحقیقات پر مشتمل تھی) کا خلاصہ ابو عمر بن الحاجب نے اپنی کتاب "مختصر الکبیر" میں کیا۔ پھر اس کا خلاصہ ایک دوسری کتاب کی شکل میں لکھا جس کو طلبہ نے بہت پسند کیا۔ اہلِ مشرق ومغرب نے اس کو بڑی اہمیت دی، شوق وذوق سے اس کے مطالعے ہوئے اور اچھی اچھی شرحیں اس پر لکھی گئیں......)

کتاب کے مشتملات سے متعلق علامہ امدی نے لکھا:

"وسميته: كتاب الاحكام فی اصول الاحكام. وقد جعلته مشتملاً علی اربع قواعد: الاولی: فی تحقيق مفهوم اصول الفقه و مباديه. الثانية: فی تحقيق الدليل السمعی واقسامه، وما يتعلق به من لوازمه واحكامه. الثالثة: فی احكام المجتهدين، واحوال المفتين والمستفتين الربعه: فی ترجيحات طرق المطلوبات". [1]

(اور میں نے اپنی اس کتاب کا نام "كتاب الاحكام فی اصول الاحكام" رکھا اور اس کو چار قواعد پر مرتب کیا۔ پہلا: اصول فقہ اور اس کے مبادی کے مفہوم کی تحقیق میں ہے۔ دوسرا: دلیل سمعی اور اس کے اقسام اور اس کے لوازم واحکام کے متعلقات کی تحقیق میں ہے۔ تیسرا: مجتہدین کے احکام، مفتیان اور مستفتیان کے احوال میں ہے۔ چوتھا: مطلوبات کے طریقوں کو ترجیح دینے کے بارے میں ہے)

الاحکام میں انہوں نے اولاً کلامی ولغوی مبادیات بیان کئے۔ لفظ کی انواع اور اس کی حقیقت پر کلام کیا پھر مبادیاتِ فقہ اور احکامِ شرعیہ اور حکم کی اقسام اور ادلہ احکام پر گفتگو کی۔ پھر عام، خاص دلالت، مفہوم وتخصیص اور ان کی انواع پر بحث کی۔ مطلق، مقید، مجمل، نسخ، ناسخ ومنسوخ پھر قیاس۔ اس کی اقسام وانواع اور پھر شافعیہ وغیرہ کے نزدیک حدود وکفارات کے قیاس سے اثبات پر بحث کی۔ پھر استصحاب مذہب، صحابی، استحسان، مصالح مرسلہ اور اجتہاد وتقلید پر گفتگو کی۔

الاحکام کی تالیف کا زمانہ: امدی ۶۲۵ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے [2]۔ یعنی عمر کے آخری زمانے میں جب علم وشعور کی پختگی اور تجربہ اپنے کمال پر تھا، یہ اُس زمانے کی تالیف ہے۔

الاحکام کی تلخیصات:

۱۔ ابو عمر بن الحاجب نے اپنی کتاب "مختصر الکبیر" میں اس کا خلاصہ لکھا۔ [3]

۲۔ حاجی خلیفہ نے علامہ شیرازی کے حوالہ سے لکھا کہ ابن حاجب نے اس کتاب کی تلخیص لکھی جس کا نام منتہی رکھا تھا۔ [4]

---

[1] الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امدی ۱/ ۸، مقدمہ الکتاب بیروت دار الفکر طبعہ جدیدہ ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء

[2] کشف الظنون۔ ۱/ ۱۷ [3] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۵۵ [4] کشف الظنون۔ ۱/ ۱۷

الاحکام پر تحقیق: یہ کتاب عبدالرزاق عفیفی کی تحقیق سے دمشق المکتب الاسلامی سے چھپی۔ پہلی مرتبہ ۱۳۸۷ھ میں ریاض سے اور دوسری مرتبہ ۱۴۰۲ھ میں بیروت سے دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ محقق عبدالرزاق عفیفی نے امدی کی کتاب کے اسلوب کے متعلق لکھا:

" اقول ان الآمدی درس الفلسفة بأقسامها المختلفة وتوغل فيها وتشعب بها روحه حتى ظهر اثر ذلک فی تألیفه، ومن قرأ کتبه وخاصة ما الفه فی علم الکلام واصول الفقه يتبين له ما ذکرت ، کما يتبين له منها انه کان قوي العارضة کثير الجدل واسع الخيال التشقيقات فی تفصيل المسائل ، والترديد والسبر والتقسيم فی الادلة الی درجة قد تنتهي بالقارئ احيانًا الى الحيرة ".[1]

(میں کہتا ہوں کہ امدی کو فلسفہ کی مختلف اقسام میں مکمل دسترس حاصل تھی۔ یہ بات ان کی رُوح میں رچ بس گئی تھی اوراس کا اثران کی تالیف میں نمایاں نظر آتا تھا اور جو بالخصوص علم کلام واصول فقہ میں ان کی کتب کو پڑھتا ہے وہ اس بات کو فوراً محسوس کر لیتا ہے۔ اسی طرح ان کی تالیف سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زبردست مناظر، جدلی، وسیع الخیال، مسائل کی تفصیل میں متعدد طرق پیش کرنے والے، تردید کرنے والے اور پرکھنے کے ماہر تھے اور ادلہ کی تقسیم میں تو کبھی کبھار قاری کو حیرانی کے انتہائی درجے تک پہنچا دیتے ہیں)

ابوالمؤید موفق بن محمد الحنفی (متوفی ۵۷۹ھ۔ ۶۳۴ھ)[2]

فقیہ، اصولی، مناظر، شاعر تھے۔ خلافیات وادب کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ.........انہوں نے کتاب "الفصول فی علم الاصول" تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ طاہر بن محمد حنفی اور ابن عقیل نے بھی اسی نام سے کتب تالیف کی تھیں۔[3]

سید یحییٰ بن محسن الزیدی (متوفی ۶۳۶ھ)

انہوں نے کتاب "المقنع فی الاصول" تالیف کی۔[4]

احمد الخوی شافعی (متوفی ۵۸۳ھ۔ ۶۳۷ھ)[5]

آذربائیجان کے علاقے خوئ میں تعلیم حاصل کی پھر خراساں جا کر امام فخر الدین کے ساتھ قطب مصری سے اصول کی تعلیم حاصل کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام فخر الدین سے اصول کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جمال الدین مصری کے بعد شام میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے۔

---

[1] تحقیق مقدمہ علی الاحکام للامدی۔ عبدالرزاق عفیفی ص "ز" دمشق المکتب الاسلامی ۱۳۸۷ھ

[2] ابوالمؤید موفق بن حسن ابوسعید محمد بن علی الخوارزمی صدرالدین (۱۱۸۳ء۔ ۱۲۳۶ء) خوارزم میں ولادت اور مصر وفات ہوئی۔

[3] کشف الظنون ۲/۱۲۷۱، ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۳، الفتح المبین ۲/۵۹

[4] سید یحییٰ بن محسن بن محفوظ بن محمد۔ المتعہد الزیدی الیمنی ایضاح المکنون ۴/۵۴۸

[5] ابوالعباس۔ احمد بن خلیل بن سعادۃ بن جعفر بن عیسیٰ بن محمد شمس الدین الخوي (۱۱۸۷ء۔ ۱۲۴۰ء) آذربائیجان کے شہر خوي سے تعلق تھا۔

مؤلفات اصولیہ : شذرات الذہب میں ہے "وله كتاب فی اصول الفقه"[1]

ابوالحسن الحرالی مالکی (متوفی ۶۳۷ھ)[2]

فقیہ، اصولی، نظار، مفسر، منطقی، فیلسوف تھے۔ تحصیل ونشر علم کے لئے مشرق کا سفر کیا۔ تارک الدنیا تھے۔

مؤلفات اصولیہ : الفتح المبین میں مذکور ہے :

" وله مصنفات فی الاصول و المنطق و الطبیعات و الالهیات و الفرائض "

(اوران کی اصول ،منطق ،طبیعات ،الہیات وفرائض میں مصنفات ہیں)

آپ کے ایک شاگردابوالعباس العبرینی کا بیان ہے :

" تعلمنا علیه تفسیر الفاتحة فی نحوستة اشهر ، فکان یلقی فی التعلیم قوانین تتنزل فی علم التفسیر منزلة اصول الفقه من الاحکام ".[3]

(ہم نے ان سے تقریباً سال میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر سیکھی۔ وہ اسباب نزول کی تفسیر کے دوران اصولی احکام بیان کرتے جاتے تھے)

جمال الدین الحصیری حنفی (متوفی ۵۴۶ھ۔۶۳۷ھ)[4]

فقیہ، اصولی ومحدث تھے، ان کے والد تاجر تھے جو حصیر (چٹائی) کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ اس لئے حصیری مشہور ہوئے۔ حسن بن منصور قاضی خان سے تفقہ حاصل کیا۔ علم کی تحصیل ونشرواشاعت کے لئے نیشاپور، حلب، شام، مکہ، دمشق کے اسفار کئے۔ ابن کثیر نے لکھا : "وصار الی دمشق فانتهت الیه ریاسة الحنفیة بها" مذہب حنفی کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ زندگی بھر تدریس، تصنیف اور افتاء وغیرہ کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے : "وله کتاب الطریقة الحصیریة فی الخلاف بین الحنفیة و الشافعیة ".[5]

ابوالعباس المقدسی شافعی (متوفی ۶۳۸ھ)[6]

فقیہ واصولی تھے۔ ہمدان کا سفر کیا، وہاں رکن طاؤسی سے ملتزم ہوگئے، یہاں تک کہ معید بن گئے، بخارا کا سفر کیا۔ علم خلاف میں آپ کا نام شہرت کی بلندیوں پر پہنچا۔ کثرت سے اوراد وتہجد کی پابندی کرتے۔

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۹۲۔۹۳، الوافی بالوفیات، الصفدی ۶/۳۷۵۔۳۷۶، شذرات الذہب ۵/۱۸۳، عیون الانباء، طبقات الاطباء ۲/۱۷۱ القلائد الجوہریہ ۵۸۲

[2] ابوالحسن علی بن احمد بن الحسن بن ابراہیم التجیبی الحرالی الاندلسی المراکشی متوفی ۱۲۳۹ء، مراکش میں ولادت ہوئی اور شام میں وفات پائی۔

[3] شذرات الذہب ۵/۱۸۹، الفتح المبین ۲/۶۰

[4] ابوالمحامد محمود بن احمد بن عبدالسید بن عثمان بن نصر بن عبدالملک البخاری الحصیری، جمال الدین (۱۱۵۱ء۔۱۲۳۹ء)، بخاری میں ولادت اور سیون میں مدفون ہوئے۔

[5] الاعلام۔ خیرالدین الزرکلی ۳/۱۰۰۹، مصر، المطبعہ العربیہ ۱۳۴۷ھ۔۱۹۲۸ء، الجواہر المضیہ ۲/۱۵۵۔۱۵۶(۷۲۶)، الفوائد البہیہ ص۲۰۵، الفتح المبین ۲/۶۱ ابن کثیر ۱۳/۱۵۲

[6] ابوالعباس۔ احمد بن محمد بن خلف بن راجح المقدسی الحنبلی ثم الشافعی متوفی ۱۲۴۱ء،

مؤلفات اصولیہ : آپ نے "شرح المعالم" تالیف کی جو امام فخر الدین رازی کی اصول فقہ میں کتاب "المعالم" کی شرح ہے۔[1]

سہل الازدی مالکی (۵۵۹ھ۔۶۳۹ھ)[2]

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور لغت عربیہ میں مہارت رکھتے، راس الفقہاء تھے۔ فقہ واصول میں تبحر حاصل تھا۔ ابن فرحون نے ابن عبد الملک کا قول لکھا کہ انہوں نے ان کے تعریفی کلمات میں کہا :

"کان من افضل اهل عصره تفننا فی العلوم، وبراعة فی المنثور والمنظوم، ....

وافر النصیب من الفقه والاصول".

(اپنے زمانے میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت، علوم میں متفنن اور نثر ونظم میں کامل دسترس رکھتے، فقہ واصول کا بہت علم رکھتے تھے)

مؤلفات اصولیہ : ابن فرحون نے لکھا :

"وله تعالیق جلیلة علی کتاب المستصفی فی اصول الفقه".[3]

(المستصفی فی اصول الفقه پر ان کی بہترین تعالیق موجود ہیں)

العریقی الزیدی (متوفی ۶۴۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : ان کی فقہ واصول پر تصانیف ہیں۔[4]

ابن الصلاح شافعی (متوفی ۵۷۷ھ۔۶۴۳ھ)[5]

فقیہ، اصولی، مفسر، محدث اور لغوی تھے۔ اپنے والد سے علم سیکھا، جن کا شمار گنے چنے کردہ علماء میں ہوتا تھا۔ موصل، بغداد، نیشاپور، دمشق اور قدس وغیرہ کی طرف علمی سفر کئے اور وہاں کے مشہور مدارس میں تدریس کی۔ شیخ تاج الدین الفرکاح، احمد بن ہبۃ اللہ بن عساکر اور ابن خلکان نے ان سے روایت کیا ہے۔[6]

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا، البتہ اصول فقہ میں ان کی آراء ملتی ہیں۔ مثلاً :

۱۔ قوله : ان الصحابی اذا قال : عن النبی کذا : فهو محمول علی السماع

۲۔ اذا قال الصحابی : کنا نفعل کذا فی عهده صلی الله علیه وسلم کان حجة

۱۔ ایضاح المکنون ۲/۱۸۹، ہدیۃ العارفین ۵/۹۳، شذرات الذہب ۵/۱۸۹، معجم الاصولیین ۱/۲۱۱ (۱۵۵)

۲۔ ابوالحسن سہل بن محمد بن سہل بن مالک الازدی الغرناطی (۱۱۶۳ء۔۱۲۴۱ء)

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۱۳، الدیباج ص ۲۰۵۔۲۰۶، الفتح المبین ۲/۶۲، معجم الاصولیین ۲/۱۳۲ (۳۶۷) معجم المؤلفین ۴/۲۸۵

۴۔ عبداللہ بن زید بن مہدی حسام الدین العریقی، ہدیۃ العارفین ۵/۴۶۰

۵۔ ابن الصلاح ابوعمر عثمان بن عبدالرحمن بن عثمان بن موسیٰ ابن ابی النفر الکردی الشہر وری الشرخانی تقی الدین متوفی ۱۲۴۵ء، شہرزور میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔ ۶۔ الفتح المبین ۲/۶۳۔۶۴

حسام الدین الاخسیکثی حنفی (متوفی ۶۴۴ھ)[1]

فقیہ اور اصول وفروع میں امام تھے۔ علامہ حسام الدین محمد بن محمد یگانہ روزگار علماء میں سے تھے۔ آپ فرغانہ میں نہر شاس کے کنارے واقع قصبہ اخسیکث کے باشندے تھے۔ اگرچہ آپ اہل علم میں حسام الدین کے لقب سے مشہور ہیں مگر انہیں ابن المناقب بھی کہا جاتا ہے۔

المنتخب الحسامی کا تجزیہ :

ان کی تصانیف میں سے "المنتخب الحسامی" اصول فقہ کی اہم کتاب ہے جس کا شمار جامع اور مشکل متون میں سے ہوتا ہے۔ بہت سے مسائل کو مختصر عبارت میں بیان کر دینا مصنف کا طرہ امتیاز ہے۔ اسی لئے اس پر کثرت سے شروح وغیرہ لکھی گئی ہیں۔ الفوائد البہیہ میں ہے :

" له المختصر فى اصول الفقه المعروف بالمنتخب الحسامى "

(اصول فقہ میں ان کا ایک مختصر ہے جو " المنتخب الحسامی " سے معروف ہے)

وہ مزید لکھتے ہیں :

" وقد طالعت مختصره المعروف بالمنتخب الحسامى نسبة الى لقبه حسام الدين وهو مختصر متداول معتبر عند الاصوليين قد شرحه جمع غفير من الفقهاء الكاملين ".[2]

(میں نے ان کے مختصر کا جو ان کے لقب حسام الدین کی نسبت سے "المنتخب الحسامی" کے نام سے معروف ہے مطالعہ کیا ان کی کتاب اصولیین کے یہاں ایک متداول (مروجہ) معتبر اور مختصر ہے۔ فقہائے کاملین میں سے ایک بڑی جماعت نے اس کی شرحیں لکھیں)

صاحب ھدیۃ العارفین نے بھی یہی لکھا کہ یہ کتاب علماء کے یہاں مشہور ہے۔

حسامی کے شارحین .... اس کتاب پر زیادہ تر عربی، فارسی اور اردو میں شرحیں لکھی گئیں۔ جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ محمد بن محمد بن مبین ابوالفضل نوری حنفی نے شرح لکھی اور اس کی تالیف سے ۶۹۴ھ میں فارغ ہوئے۔

اس شرح پر حاشیہ .... ابومحمد منصور احمد بن یزید القانی حنفی متوفی ۷۷۵ھ نے اس پر حاشیہ لکھا۔[3]

۲۔ مؤید الدین ابومحمد منصور بن احمد بن یزید الخوارزمی القانی حنفی متوفی ۷۷۵ھ۔[4]

۳۔ شیخ حسام الدین حسین بن علی صنعانی متوفی ۷۱۰ھ یا ۷۱۴ء نے "الوافی" کے نام سے شرح لکھی۔[5]

---

[1] محمد بن محمد عمر متوفی ۱۲۴۷ء [2] الفوائد البھیۃ ص ۱۸۸، الجوھر المضیئہ ۲/۱۲۰، ہدیۃ العارفین ۶/۱۲۳
[3] ایضاح المکنون ۳/۵۶۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۸ [4] ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۴
[5] ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۴، الفتح المبین ۲/۱۱۲، معجم الاصولیین ۲/۷۱،۷۲ (۳۰۷)

۴۔ حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی متوفی ۷۱۰ھ نے دو شرحیں تالیف کیں۔ پہلی شرح منتخب مختصر اور دوسری شرح منتخب (مطول) ہے۔[۱]

۵۔ شیخ عبدالعزیز بن احمد بخاری متوفی ۷۳۰ھ نے "التحقیق" یا "غایۃ التحقیق" کے نام سے شرح لکھی۔[۲]

۶۔ ابراہیم بن ہبۃ اللہ بن علی شافعی متوفی ۷۲۱ھ۔[۳]

۷۔ شیخ قوام ابن کاتب بن امیر الاتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ نے "التبیین" کے نام سے شرح لکھی۔[۴]

۸۔ سعد الدین بن قاضی بدہن بن شیخ محمد الندوائی خیرآبادی متوفی ۸۰۲ھ۔[۵]

۹۔ سعد الدین بن قاضی خیرآبادی ہندی حنفی متوفی ۸۸۲ھ۔[۶]

حسامی پر حاشیہ:

(۱) مولانا معین الدین عمران دہلوی متوفی ۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ۔[۷]

(۲) عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ۔[۸]

حسامی پر تعلیقہ......... تاج الدین احمد عثمان بن ابراہیم ابن ترکمانی متوفی ۷۴۴ھ نے المنتخب پر تعلیقہ لکھا۔[۹]

چند مزید شروح و تعلیقات و حواشی:

☆ تعلیم العامی فی تشریح الحسامی — مولانا برکت اللہ بن محمد احمد بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (متوفی ند)

☆ شرح الحسامی — شیخ یعقوب ابو یوسف النبانی لاہوری (متوفی ند)

☆ النامی شرح الحسامی — مولانا عبدالحق بن محمد میر دہلوی متوفی ۱۳۳۴ھ

☆ التعلیق الحسامی علی الحسامی — فیض الحسن بن مولانا فخر الاسلام گنگوہی

☆ حاشیہ علی الحسامی — قاضی عبدالنبی احمد نگری متوفی ۱۱۴۴ھ۔[۱۰]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۱/۶۴۳،۶۴۴، الفوائد البہیۃ ص ۱۰۱۔۱۰۲، الفتح المبین ۲/۱۰۸

۲۔ الفوائد البہیۃ ص ۱۸۸، الفتح المبین ۲/۱۳۶، معجم الاصولیین ۲/۲۰۷۔۲۰۸ (۳۳۱) ۳۔ الفتح المبین ۲/۱۲۲

۴۔ الفوائد البہیۃ ص ۱۸۸، ۵۰۔۵۲، الفتح المبین ۲/۱۷۲، معجم الاصولیین ۱/۲۸۵۔۲۸۶ (۲۲۸)

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۱۱۹ (۳۵)، اس میں بحوالہ ہدیۃ العارفین ۱/۳۸۵ مذکور ہے، مگر اس میں ان کا نام سعد الدین بن القاضی خیرآبادی الہندی، مذکور ہے، نزہۃ الخواطر ۲/۷۸۔۷۹ (۹۳) ۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۵

۷۔ تذکرۃ المصنفین ص ۲۱۱، التقریر النامی شرح حسامی از محمد اشرف نقشبندی مقدمہ ص ۲۱/ مصباح الحسامی اُردو از محمد اسعد اللہ مقدمہ محمد احمد تقی ص ۶۔۷ ۸۔ معجم الاصولیین ۲/۱۶۷ (۳۹۹)

۹۔ الطبقات السنیہ ۱/۳۴۹۔۳۵۰ (۲۳۰)

۱۰۔ مصباح الحسامی ص "د"، "ہ" مقدمہ التقریر النامی ص ۲۱

ابن الحاجب مالکی (۵۷۰ھ-۶۴۶ھ) [1]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، محقق، شاعروادیب تھے۔ شام ودمشق کے کئی سفر کیے۔ ۶۱۷ھ میں آخری بار دمشق آئے اور تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ اسی زمانہ میں دمشق کے سلطان صالح اسماعیل نے ایک شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیا، اس پر ابن حاجب اور شیخ عزالدین ابن سلام متوفی ۶۶۰ھ نے منبر پر علی الاعلان سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور سلطان کا نام اور اس کے لئے دعا کو خطبہ سے نکال دیا اور ۶۲۸ھ میں واپس قاہرہ آکر تدریس وتالیف میں مشغول ہو گئے۔ ابن حاجب نے اصولِ فقہ کی تعلیم شارح البرہان للجوینی ، ابوالحسن الابیاری مالکی اصولی متوفی ۶۱۸ھ سے حاصل کی۔ امام شہاب الدین قرافی اصولی متوفی ۶۸۴ھ صاحب التنقیح فی مختصر المحصول للرازی، نفائس الاصول شرح المحصول للرازی اور قاضی ناصر الدین ابن المنیر اصولی متوفی ۶۲۰ھ جن کی اصول فقہ میں آراء وغیرہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ الدیباج میں شیخ الشام شہاب الدین دمشقی معروف بہ ابی شامہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "الذیل علی الروضین" میں لکھا :

"کان ابن الحاجب رکنا من ارکان الدین فی العلم والعمل بارعافی العلوم الاصولیة وتحقیق علم العربیة ...."

(ابن حاجب ارکان دین میں سے ایک رکن تھے۔ علوم اصولیہ اور تحقیق علم العربیہ .... میں مہارت تامہ رکھتے تھے)

اور آگے لکھتے ہیں :

"وصنف مختصرا فی اصول الفقه ، ثم اختصره"

(انہوں نے اصول فقہ میں ایک مختصر تصنیف کیا پھر خود ہی اس کا اختصار کر دیا)

اور کمال الدین الزملکانی سے منقول ہے :

"لیس للشافعیة مثل مختصر ابن الحاجب للمالکیة"

(ابن حاجب مالکی کی مختصر کی مثل شافعیہ کے پاس کوئی مختصر نہیں ہے)

مؤلفات اصولیہ :

(۱) منتهی السول والامل فی علم الاصول والجدل

(۲) مختصر منتهی السول والامل [2]

ابن حاجب نے پہلے منتہی السول والامل تالیف کی اور پھر اس کا اختصار کیا جو "مختصر المنتہی" سے مشہور ہے۔ دونوں کتابیں ہر زمانے میں شارحین وغیرہ کے لئے توجہ کا مرکز رہیں اور ان پر کثرت سے شرحیں، حواشی، تعلیقات وغیرہ لکھے جاتے رہے۔ تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ ان کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے :

---

[1] ابوعمرو عثمان ابن عمر بن ابوبکر بن یونس جمال الدین ۱۱۷۲ء-۱۲۴۳ء، مصر میں ولادت ووفات ہوئی۔

[2] الفتح المبین ۲/۶۵-۲/۶۶، ۲/۵۳، ۲/۸۶، ۱۸۴ الدیباج ۲۸۹-۲۹۱، ۳۰۶، ۱۲۸، ۱۳۳، ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۴، وفیات الاعیان ۱/۳۱۴

منتهى السول والامل کا تحقیقی تجزیہ:

منتهى السول والامل فی علمی الاصول والجدل کے شارحین وحاشیہ نگار:

۱۔ جمال الدین بن مطہر بن یوسف الحلی الرافضی الشیعی متوفی ۷۲۶ھ نے "غایة الوصوح وایضاح السبل" کے نام سے شرح تالیف کی۔[۱]

۲۔ شمس الدین محمد بن المظفر الخطیب الخلخالی شافعی متوفی ۷۴۵ھ۔[۲]

۳۔ ابو الضیاء خلیل بن اسحاق بن موسیٰ الجندی المصری متوفی ۷۶۷ھ نے "التوضیح" کے نام سے شرح لکھی۔[۳]

۴۔ محمد بن حسن بن عبداللہ الحسینی الواسطی شافعی متوفی ۷۷۲ھ۔[۴]

۵۔ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی متوفی ۷۸۶ھ نے "النقود والردود" کے نام سے شرح لکھی۔[۵]

۶۔ شمس الدین محمد بن عبداللہ الصرخدی نحوی شافعی متوفی ۷۹۲ھ۔[۶]

۷۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد بن العقبانی التلمسانی مالکی متوفی ۸۱۱ھ۔[۷]

۸۔ ابو الفتح جلال الدین نصر اللہ بن محمد التستری البغدادی حنفی متوفی ۸۱۲ھ۔[۸]

۹۔ ابو یوسف شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن نعیم بن مقدم الساطی مصری مالکی متوفی ۸۴۲ھ نے "توضیح المعقول وتحریر المنقول" کے نام سے شرح تالیف کی۔[۹]

۱۰۔ الاشمیطی شہاب الدین احمد بن اسماعیل المصری متوفی ۸۸۸ھ۔[۱۰]

۱۱۔ ابو الفتح بہاؤالدین محمد بن ابوبکر بن علی المشہدی شافعی متوفی ۸۸۹ھ۔[۱۱]

۱۲۔ جلال الدین ابو الفتح محمد بن قاسم مصری مالکی متوفی ۹۲۶ھ۔[۱۲]

۱۳۔ جلال الدین حسن بن احمد الیمنی زیدی متوفی ۱۰۷۹ھ نے "بلوغ النهی فی شرح المنتهی ای منتهی السول والامل لابن حاجب" تالیف کی۔[۱۳]

۱۔ کشف الظنون۔۱/۱۸۵۵، ایضاح المکنون ۴/۵۷۲
۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۵۳
۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۲
۴۔ ایضاح المکنون ۴/۵۷۲
۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۱، الفتح المبین ۲/۲۰۱
۶۔ ایضاح المکنون ۴/۵۷۲
۷۔ صاحب معجم الاصولیین نے ۲/۱۲۱۔۱۲۲ (۳۵۸) کے حاشیہ میں ایضاح المکنون ۲/۸۷۲ کے حوالے سے لکھا مگر تلاش کے باوجود حوالہ اس مقام پر ہمیں نہیں ملا۔
۸۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۹۳، ایضاح المکنون ۴/۵۷۲
۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۲
۱۰۔ ایضاح المکنون ۴/۵۷۲
۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۱، ایضاح المکنون ۴/۵۷۲
۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۸، ایضاح المکنون ۴/۵۷۲
۱۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۵، ایضاح المکنون ۴/۵۷۲

۱۴۔ عبدالقادر بن نبہان دمشقی متوفی ۱۱۰۰ھ معروف بہ ابن ہادی۔[۱]

۱۵۔ اسماعیل بن مصطفیٰ الارضرومی النائب حنفی متوفی ۱۲۱۴ھ۔[۲]

۱۶۔ خلیل بن احمد بن ہمت القونوی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ۔[۳]

مزید شارحین :

۱۷۔ الاشبیلی سلیمان بن.......... متوفی سنہ ند

۱۸۔ قاسم العقبانی متوفی سنہ ند

۱۹۔ محب الدین ابوالقاسم محمد بن محمد بن احمد النویری متوفی سنہ ند

۲۰۔ سید عمر بن صالح الفیضی التوقادی الرومی متوفی سنہ ند۔[۴]

منتہی السول پر حاشیہ لکھنے والے علماء :

۱۔ ابوحامد محمد رضی الدین القاسی المغربی مالکی متوفی ۸۲۴ھ نے " اداء الواجب فی تصحیح ابن الحاجب" کے نام سے حاشیہ لکھا۔[۵]

۲۔ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی متوفی ۸۸۶ھ۔[۶]

۳۔ حسن بن عبدالصمد السامسونی حنفی متوفی ۸۹۱ھ یا ۸۸۱ھ۔[۷]

۴۔ حسین بن علی الایدینی حنفی متوفی ۱۲۱۳ھ ایضاح المکنون میں یہ عبارت ہے: "وعلی شرح السید الشریف الجرجانی المنتهی السول والامل حاشیة للسید حسین الرومی الشهید بطات زاده" المتوفی سنہ ۱۰۷۹ھ۔[۸]

مگر ہماری ناقص معلومات کے مطابق شریف جرجانی نے نہ ہی "شرح لمنتهی السول والامل" تالیف کی اور نہ ہی "مختصر المنتهی" پر ان کی کوئی شرح ہے بلکہ شرح العضد لمختصر المنتہی پر ان کا حاشیہ ہے۔ صاحب معجم الاصولیین کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۵۔ خلیل بن احمد مسیحی زادہ المغنسیاوی حنفی متوفی ۱۲۳۰ھ

---

[۱] ایضاح المکنون ۴/۵۷۳ [۲] ایضاح المکنون ۴/۵۷۲، معجم الاصولیین ۱/۲۷۱ (۲۱۶) میں بحوالہ معجم المؤلفین ۲/۲۹۵ اور بحوالہ ہدیۃ العارفین ۱/۱۲۲ مذکور ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے حاشیہ علی سید علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب "بدل شرح المنتہی" تالیف کیا، مگر ہدیۃ العارفین ۱/۱۲۲ میں یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔

[۳] ایضاح المکنون ۴/۵۷۲، معجم الاصولیین ۲/۹۰۔۹۱ (۳۲۷) معجم المؤلفین ۴/۱۱۳ [۴] ایضاح المکنون ۴/۵۷۲

[۵] ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۴ [۶] معجم العارفین ۱/۲۳۲۔۲۳۳ (۱۸۵) معجم المؤلفین ۲/۱۸۷

[۷] ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۸

[۸] ایضاح المکنون ۴/۵۷۳، اس میں تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۱۷ (۳۰۲)

مختصر المنتھی کا تحقیقی تجزیہ :

ابن حاجب نے پہلے "منتھی السول" تالیف کی اور پھر تقریباً ایک چوتھائی حذف کر کے اسے علامہ آمدی کی "الاحکام" کی ترتیب پر مختصر کیا۔ حاجی خلیفہ نے قطب الدین محمود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ "مختصر المنتھی" تالیف کرنے کی وجہ وہ خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

"لما رایت قصور الھمم عن الاکثار وميلها الى الايجاز والاختصار صنفت مختصراً فی اصول الفقه ثم اختصرته على وجه بديع وينحصر فی المبادی والادلة السمعية والاجتهاد والترجيح "۔[1]

جب میں نے عام قاری کے عزائم اور ارادوں میں بہت زیادہ کمزوری دیکھی اور ان کا میلان ایجاز واختصار کی طرف پایا تو میں نے اصول فقہ میں ایک مختصر تصنیف لکھ دی۔ پھر میں نے ایک نئے انداز سے اس کا اختصار کیا اور اس میں مبادی، ادلہ سمعیہ، اجتہاد اور ترجیح سب شامل ہیں)

حاجی خلیفہ اس مختصر کی تعریف میں لکھتے ہیں :

"وهو مختصر غريب فی صنعه بديع فی فنه لغاية ايجازه يضاهی الالغاز وبحسن ايراده يحاكی الاعجاز واعتنى بشانه الفضلاء "۔[2]

(یہ مختصر ایک بے مثل کتاب ہے وراس فن میں انتہائی اختصار کے باوجود معمہ کے مشابہ ہونے اور اکتاہٹ پیدا کرنے والے بیان سے پاک ہے اور اس کا پُرکشش انداز فضلاء کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے)

مختصر المنتھی پر شروح، حواشی، وحواش الحواشی تعلیقات واختصارات :

شارحین اور شرح پر حواشی :

۱۔ محمد بن ابی بکر الفارسی متوفی ۶۲۹ھ۔[3]

۲۔ عز الدین ابن عبد السلام شافعی متوفی ۶۶۰ھ۔[4]

۳۔ قاضی امام ناصر الدین عبد اللہ عمر البیضاوی متوفی ۶۸۱ھ نے "مرصاد الافهام الى مبادی الاحکام" کے نام سے شرح لکھی۔

اوله : الحمدالله الذی هدانا الى مناهج الحق۔ الخ[5]

۴۔ علامہ قطب الدین محمود ابن مسعود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ

اوله : حمد الله اولى ما استفتح به ذكر۔ الخ[6]

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲
۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲
۳۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲
۴۔ معجم الاصولیین ۲۰۹/۱۔۲۱۰(۳۳۳)
۵۔ کشف الظنون ۱۸۵۴/۲
۶۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲

شرح قطب الدین پر حاشیہ :

شمس الدین حبیب اللہ بن عبداللہ العلوی دہلوی میرزا جان شیرازی متوفی ۹۹۴ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[1]

۵۔ تقی الدین ابن دقیق العید محمد بن علی شافعی متوفی ۷۰۲ھ۔[2]

۶۔ سید رکن الدین حسن ابن محمد العلوی الاستر آبادی متوفی ۷۱۷ھ نے "احل العقد والعقل" کے نام سے شرح لکھی۔ ۶۸۴ھ میں تالیف سے فراغت پائی۔ اس کے شروع میں سلطان ملک المظفر قرا رسلان بن سعید نجم الدین الغازی الارتقی (الاتقی) کا نام مذکور ہے۔

اولہ : اما بعد حمد اللہ خالق الصور والاشباد ۔ الخ[3]

۷۔ شیخ امام برہان الدین ابراہیم بن عبدالرحمن بن الفرکاح الفرازی شافعی متوفی ۷۲۹ھ۔[4]

۸۔ عثمان بن عبدالملک الکردی المصری متوفی ۷۲۸ھ۔[5]

۹۔ فخر الدین عثمان بن نور الدین علی بن عثمان الحلبی ابن خطیب صدیقی متوفی ۷۳۹ھ۔[6]

۱۰۔ محمد بن محمد السفاقی متوفی ۷۴۴ھ۔[7]

۱۱۔ شمس الدین محمد بن مظفر الخلخالی متوفی ۷۴۵ھ۔[8]

۱۲۔ شیخ امام ابوالثنا شمس الدین محمود بن عبدالرحمن الاصفہانی متوفی ۷۴۹ھ۔[9]

الاصفہانی کی یہ شرح بیان المختصر فی شرح مختصر ابن الحاجب کے نام سے محمد مظہر بقا کی تحقیق کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء میں جامعہ ام القری سعودیہ سے تین جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

۱۳۔ مجد الدین اسماعیل بن یحیٰی الرازی متوفی ۷۵۰ھ۔[10]

۱۴۔ زین الدین عضد العجمی حنفی متوفی ۷۵۳ھ۔[11]

۱۵۔ زین الدین ابوالحسن علی ابن الحسین الموصلی ابن الشیخ عوینہ متوفی ۷۵۵ھ۔[12]

۱۶۔ ابوابراہیم مجد الدین قاضی القضاۃ اسماعیل بن یحیٰی بن اسماعیل التمیمی شیرازی البالی، متوفی ۷۵۶ھ۔[13]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۲۶۲۔۲۶۳، معجم الاصولیین ۲/ ۲۷۔۲۸ (۲۵۷)
[2] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶
[3] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[4] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[5] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶
[6] ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۶، الفتح المبین ۲/۱۴۴
[7] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[8] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[9] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۹، الفتح المبین ۲/۱۵۸
[10] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[11] الفوائد البہیہ ص ۷۷۔۷۸، الفتح المبین ۲/۱۶۳
[12] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۰، الفتح المبین ۲/۱۶۵
[13] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، تاریخ وفات ۷۵۰ھ مذکور ہے، ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۴، الفتح المبین ۲/۱۶۷، الاصولیین ۱/۲۷۴ (۲۱۹)

۱۷۔ ابوالحسن تقی الدین علی بن عبدالکافی بن علی بن یوسف بن موسیٰ السبکی، متوفی ۷۵۶ھ نے "رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[1]

۱۸۔ علامہ عضد الدین عبدالرحمن ابن احمد الایجی، متوفی ۷۵۶ھ نے شرح کی تالیف سے ۷۳۴ھ میں فراغت پائی۔ اولہ : الحمد للہ الذی برأ الانام ۔ الخ[2]

نوٹ : اس شرح پر بہت سے حواشی لکھے گئے آخر میں ایک ساتھ ان کو ذکر کیا جائے گا۔

۱۹۔ محب الدین ابوالبقاء محمد ابن شیخ علاء الدین علی القونوی قاہری شافعی، متوفی ۷۵۸ھ نے دو اجزاء پر مشتمل ایک عمدہ شرح تالیف کی۔[3]

۲۰۔ ابوالعباس احمد بن ادریس البجائی مالکی متوفی ۷۶۰ھ۔[4]

۲۱۔ ہارون بن عبدالولی (ابن عبدالسلام المراغی) متوفی ۷۶۴ھ۔[5]

۲۲۔ خلیل بن اسحٰق الجندی، متوفی ۷۶۷ھ۔[6]

۲۳۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن ابن عسکر البغدادی مالکی، متوفی ۷۶۷ھ نے "شرح مختصر ابن الحاجب" اور "اجوبہ اعتراضات لابن الحاجب" تالیف کی۔[7]

۲۴۔ محمد بن حسن بن الماتقی قدسی مالکی، متوفی ۷۷۱ھ۔[8]

۲۵۔ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی، متوفی ۷۷۱ھ نے "رفع الحاجب عن شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[9]

شرح رفع الحاجب پر حاشیہ............محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابرہیم بن سعد اللہ قاضی بدرالدین معروف بہ ابن جماعہ، متوفی ۸۱۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[10]

۲۶۔ ابوحامد بہاؤالدین احمد بن علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام السبکی، متوفی ۷۷۳ھ۔ یہ تاج الدین السبکی کے بھائی ہیں انہوں نے شرح (مطول) تالیف کی۔[11]

۲۷۔ یحییٰ بن موسیٰ الرہوقی مالکی، متوفی ۷۷۴ھ نے ایک عمدہ و مفید شرح لکھی جس میں معانی و مبانی کی منفرد انداز سے تحقیق پیش کی۔[12]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۲۷۰/۵

۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲، ہدیۃ العارفین ۵۲۷/۵، الفتح المبین ۱۶۶/۲، معجم الاصولیین ۱۷۳/۲(۳۱۰)

۳۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲، ہدیۃ العارفین ۱۶۰/۶، الفتح المبین ۱۷۱/۲

۴۔ الفتح المبین ۱۷۳/۲، معجم الاصولیین ۹۰/۱(۵۹)　۵۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲　۶۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲

۷۔ الدیباج ۳۱۶۔۳۱۷، الفتح المبین ۱۸۰/۲　۸۔ کشف الظنون ۱۶۲۵/۲

۹۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲، ہدیۃ العارفین ۶۳۹/۵، الفتح المبین ۱۸۳/۲

۱۰۔ کشف الظنون ۸۵۵/۲، ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۶

۱۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲، فتح المبین ۱۸۹/۲، معجم الاصولیین ۱۷۳/۱۔۱۷۴(۱۲۵)　۱۲۔ الفتح المبین ۱۹۰/۱

۲۸۔ امام اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی حنفی، متوفی ۷۸۶ھ نے تین مجلدات میں شرح لکھی اور اس کا نام "النقود والردود" رکھا۔ اس میں انہوں نے "مختصر المنتہی" کی سات مشہور اور تین دوسری شروح سے نقل پر اعتماد کیا۔ کشف الظنون میں ان کے حوالہ سے یہ عبارت نقل ہے کہ انہوں نے کہا:

"وذكر ان خير الكتب مختصر المنتهى وخير شروحه شرح استاد عضد الدين".

(انہوں نے ذکر کیا کہ مختصر المنتہی "خیر الکتب" اور استاد عضد الدین کی شرح "خیر الشروح" ہے)۔[۱]

۲۹۔ علامہ سعد الدین التفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ

"اوله: الحمد لله الذى وفقنا للوصول الى منتهى اصول الشريعة" الخ[۲]

شرح تفتازانی پر حاشیہ:

احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۰۹۰ھ نے حاشیۃ علی حاشیۃ السعد لکھا۔[۳]

۳۰ احمد بن محمد بن الزبیری التنسی الاسکندری مالکی متوفی ۸۰۱ھ[۴]

۳۱۔ بہرام بن عبداللہ مالکی متوفی ۸۰۵ھ۔[۵]

۳۲۔ سید شریف علی بن علی الجرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ۔[۶]

نوٹ: سید شریف جرجانی کی شرح پر بہت سے حواشی ہیں۔ آخر میں ایک ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

۳۳۔ شیخ شہاب الدین احمد بن الحسین الرملی شافعی متوفی ۸۴۴ھ۔[۷]

اس شرح پر ابن جماعہ اور سیوطی کے نکت:

۱۔ عز الدین محمد بن ابی بکر جماعہ متوفی ۸۱۶ھ نے اس پر ثلث نکت تحریر کئے۔[۸]

۲۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ھ نے النكت اللوامع على المختصر والمنهاج وجمع الجوامع تالیف کی۔[۹]

۳۴۔ ابو عبداللہ بدر الدین محمد بن محمد بن محمد بن یحییٰ مالکی متوفی ۸۷۰ھ معروف بہ بدر الدین بن المخلطه نے شرح کی تالیف کا آغاز کیا اور کئی جگہ تحریر کیا۔[۱۰]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۴ ۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۳

۳۔ معجم الاصولیین ۱/۱۲۸(۹۰) بحوالہ نزہۃ الخواطر ۵/۴۰

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۷، الفتح المبین ۳/۶، معجم الاصولیین ۱/۲۲۷(۱۷۰)

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵ ۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۴

۷۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ ۸۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶

۹۔ کشف الظنون ۲/۱۹۷۷، معجم الاصولیین ۲/۱۷۶۔۱۷۷(۳۱۳)

۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، الفتح المبین ۳/۴۱

۳۵۔ ابوزید عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبی متوفی ۸۷۵ھ[1]

۳۶۔ شمس الدین محمد العماری مالکی متوفی ۷۴۶ھ۔[2]

۳۷۔ محمد بن حسین بن عبد اللہ السید شریف الحسینی الواسطی شافعی متوفی ۷۷۶ھ۔[3]

۳۸۔ ابوالبقاء بہاؤالدین محمد بن عبد البر بن یحییٰ بن علی السبکی شافعی متوفی ۷۷۷ھ۔[4]

۳۹۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبد اللہ الصرخدی متوفی ۷۹۲ھ۔[5]

۴۰۔ جلال الدین، جلال بن احمد بن یوسف بن طوع رسلان التبری التبانی متوفی ۷۹۳ھ۔[6]

۴۱۔ احمد بن صالح بن محمد البقائی متوفی ۷۹۵ھ المختصر کے حل و شرح میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ ان کی شرح کی موجودگی کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[7]

۴۲۔ ابوالعباس احمد بن عمر بن علی بن ہلال اسکندری الربعی مالکی متوفی ۷۹۵ھ نے "شرح مختصر ابن حاجب الاصل" اور "رفع الاشکال عمافی المختصر عن الاشکال" تالیف کی۔ اس میں ان اشکال اربعہ کی تشریح کی جو ابن حاجب کی مختصر الاصلی پر وارد ہوتے تھے۔[8]

۴۳۔ برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد ابوالقاسم بن محمد بن فرحون الیعمری مالکی متوفی ۷۹۹ھ نے "کشف النقاب الحاجب علی مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[9]

۴۴۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد العقبانی التلمسانی مالکی متوفی ۸۱۱ھ۔[10]

۴۵۔ صدر الدین سلیمان بن عبد الناصر الاشیطی شافعی متوفی ۸۱۱ھ۔[11]

۴۶۔ ابویاسر شمس الدین محمد عمار مالکی متوفی ۸۴۴ھ معروف بہ ابن النجار۔[12]

۴۷۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عبد الرحمن ابن زاغو التلمسانی مالکی متوفی ۸۴۵ھ نے "مختصر ابن الحاجب" کے بعض حصہ کی شرح لکھی۔[13]

۴۸۔ صلاح بن علی محمد بن ابوالقاسم ابن محمد بن جعفر الیمنی الصنعائی الزیدی متوفی ۸۴۹ھ نے "النجم الثاقب" کے نام سے شرح تالیف کی۔[14]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۳۲، معجم الاصولیین ۱/۱۹۱ (۲۲۷)
۲۔ الفتح المبین ۲/۱۹۳
۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۸، الفتح المبین ۲/۱۹۶
۴۔ الفتح المبین ۲/۱۹۸
۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۴، الفتح المبین ۲/۲۰۷
۶۔ الطبقات السنیہ ۲/۸۷۲، معجم الاصولیین ۲/۱۷۔۱۸ (۲۴۷)
۷۔ معجم الاصولیین ۱/۱۳۱۔۱۳۲ (۹۴)
۸۔ الفتح المبین ۲/۲۱۰، معجم الاصولیین ۱/۱۸۵ (۱۴۴)
۹۔ الفتح المبین ۲/۲۱۱، معجم الاصولیین ۱/۳۷، ۳۸ (۱۷)
۱۰۔ الدیباج ص ۲۰۴۔۲۰۵، معجم الاصولیین ۲/۱۲۲ (۳۵۸)
۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۰۲
۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۴
۱۳۔ الفتح المبین ۳/۳۳، معجم الاصولیین ۱/۲۱۵۔۲۱۶ (۱۶۰)
۱۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۲۸

۴۹۔ محب الدین محمد بن محمد النویری الخطیب المکی متوفی ۸۵۷ھ نے "بغیة الراغب" کے نام سے شرح تالیف کی۔[1]

۵۰۔ کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمن بدرالدین امام الکاملیہ شافعی متوفی ۸۷۴ھ۔[2]

۵۱۔ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر بن عمر بن برید (بریدہ) الاشبیطی القاہری شافعی ثم حنبلی متوفی ۸۸۳ھ۔[3]

۵۲۔ ابوالعباس الحارثی بن شیخ أبي بکر الدلائی متوفی ۱۰۵۱ھ۔[4]

۵۳۔ جلال الدین حسن بن احمد الیمنی زیدی متوفی ۱۰۷۹ء۔[5]

۵۴۔ کمال الدین محمد معروف ابن التاج الطرابلسی متوفی نے "الکافی الطالب" کے نام سے شرح لکھی۔[6]

۵۵۔ امام ضیاء الدین عبدالعزیز الطوسی نے "کاشف الرموز ومظهر الکنوز" کے نام سے شرح لکھی۔[7]

۵۶۔ شیخ سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ہے۔[8]

۵۷۔ شیخ شمس الدین محمود بن القاسم بن احمد الاصفہانی نے شرح لکھی، جس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"الحمد لله الذی اظهر بدائع مصنوعاته علی احسن النظام . الخ[9]

مختصر ابن حاجب پر تعلیقہ :

۱۔ سعید بن محمد بن محمد العقبانی التلمسانی مالکی متوفی ۸۱۱ھ نے "تعلیق علی ابن الحاجب فی الاصول" تالیف کیا۔[10]

۲۔ جمال الدین بن علاء الدین بن محمد بن ابی المجد الحسینی المرعشی متوفی ۱۰۸۱ھ۔[11]

مختصر المنتہی کا اختصار :

شیخ ابوالعباس (تقی الدین) برہان الدین ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل الجعبری شافعی متوفی ۷۳۲ھ نے "الکتاب المعتبر فی اختصار المختصر" تالیف کی۔[12]

۱۔ ایضاح المکنون ۳/۱۸۷

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۶، کشف الظنون ۲/۳۵۸، الفتح المبین ۳/۴۳

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۵، معجم الاصولیین ۱/۹۷۔۹۸، الضوء اللامع ۱/۲۳۶۔۲۳۷

۴۔ الفتح المبین ۳/۹۴

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۳۵ (۶۴) بحوالہ البدر الطالع ۱/۱۹۱۔۱۹۲

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵

۷۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵

۸۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶

۹۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۷

۱۰۔ الاعلام ۵/۱۲۶

۱۱۔ معجم الاصولیین ۲/۳۱ (۲۵۰)، معجم المؤلفین ۳/۱۵۷

۱۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، الفتح المبین ۲/۱۲۸، معجم الاصولیین ۱/۴۴ (۱۹)

مختصر المنتہی کا نظم کرنے والے اصولیین :

۱۔ جلال الدین عبدالرحمن بن عمر البلقینی متوفی ۸۲۴ھ۔[1]

۲۔ احمد بن ابراہیم بن نصر اللہ بن احمد الکنانی العسقلانی المصری متوفی ۸۷۶ھ نے "نظم اصول ابن الحاجب و توضیحہ" تالیف کی۔[2]

مختصر المنتہی کی احادیث کی تخریج :

کشف الظنون میں ان حضرات کے نام مذکور ہیں جنہوں نے کتاب مختصر المنتہی کی احادیث کی تخریج کی۔

۱۔ محمد بن احمد معروف بہ ابن عبدالہادی مقدسی متوفی ۷۴۴ھ

۲۔ شیخ سراج عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ

۳۔ شیخ شہاب الدین ابوالفضل احمد ابن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔[3]

مختصر ابن حاجب کے طرز وطریقہ کو اپنانے والے اصولیین :

ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن مصلح بن محمد بن مفرج المقدسی حنبلی متوفی ۷۶۳ھ معروف بہ ابن مفلح نے مختصر ابن حاجب کے طرز وطریقہ پر ایک عظیم کتاب تالیف کی۔[4]

السبعۃ السیارہ (مختصر المنتہی کی سات مشہور شرحیں) مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) مولیٰ شیخ قطب الدین شیرازی کی شرح
(۲) سید رکن الدین موصلی
(۳) شیخ جمال الدین الحلی
(۴) زین الدین خنجی
(۵) شمس الدین الاصفہانی
(۶) بدرالدین التستری
(۷) شمس الدین خطیبی کی شرح۔[5]

سید شریف جرجانی کے حاشیہ (یا شرح) پر حواشی :

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں سید جرجانی کی کتاب کو شرح بتایا اور اس پر حواشی ذکر کئے۔ اسی طرح ہدیۃ العارفین ۸۰۰/۵ میں بھی جرجانی کی کتاب کو شرح بتایا ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ سید جرجانی نے شیخ عضد کی شرح پر حاشیہ لکھا تھا اور پھر وہ حاشیہ اتنا مقبول ہوا کہ اس پر بہت سے علماء نے حواشی لکھ ڈالے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

[2] ہدیۃ العارفین ۱۲۹/۵، معجم الاصولیین ۷۸/۱ (۵۰)

[3] کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

[4] الفتح المبین ۱۷۶/۲

[5] کشف الظنون ۱۸۵۴/۲

حاجی خلیفہ نے سید شریف کی شرح پر مندرجہ ذیل علماء کے حواشی ذکر کیے ہیں :

۱۔ صاحب الشقائق نے اپنے والد کے حوالے سے ذکر کیا کہ انہوں نے سید جرجانی کی ''شرح المختصر'' پر خواجہ زادہ کے حواشی پڑھے تھے اور جب وہ مبحث الخواص الذاتیہ تک پہنچے تو اس میں قذر مولی کے سید شریف پر اعتراضات پائے جو انتہائی قوی تھے اور ان کے والد نے کہا کہ اگر سید شریف زندہ ہوتے تو وہ ان اعتراضات کو ان کے سامنے پیش کرتے تو وہ ان کو بلا توقف یا کچھ مباحثے کے بعد قبول کر لیتے۔

۲۔ مولی احمد بن موسیٰ الخیالی متوفی ۸۶۲ھ

۳۔ مولی یعقوب پاشا حضر بیک متوفی ۸۹۱ھ

۴۔ مصلح الدین مصطفیٰ القسطلانی متوفی ۹۰۱ھ

۵۔ مولی حمید الدین افضل الدین الحسینی متوفی ۹۰۸ھ۔[۱]

حاشیہ سید شریف پر مزید حواشی :

۱۔ محمد محی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن الخطیب حنفی متوفی ۹۰۱ھ معروف بہ خطیب زادہ نے ''حواشی علی اوائل حاشیۃ السید علی شرح مختصر ابن احاجب'' تالیف کیے۔[۲]

۲۔ میر صدر الدین محمد بن غیاث الدین منصور شرازی حنفی متوفی ۹۰۳ھ نے ''تقریر علی حاشیۃ الجرجانی علی شرح المختصر'' تالیف کی۔[۳]

۳۔ حمد اللہ (حمید الدین) بن افضل الدین الحسینی حنفی متوفی ۹۰۸ھ معروف بہ ابن افضل انہوں نے حواشی علی حاشیۃ السید تالیف کیے۔[۴]

۴۔ شجاع الدین الیاس رُومی متوفی ۹۲۹ھ۔[۵]

۵۔ کمال الدین حسین بن عبد الحق الاردبیلی الالاھی متوفی ۹۵۰ھ۔[۶]

۶۔ حسین (حسن) الحسینی الخلخالی متوفی ۱۰۱۴ھ دار الکتب المصریہ میں ۴۹۴ھ اس کا نسخہ موجود ہے۔[۷]

۷۔ احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۰۹۲ء۔[۸]

۸۔ محمد بن السید صالح الفیضی التوقادی حنفی متوفی ۱۲۶۵ھ نے ''حاشیہ علی شرح السید المختصر ابن الحاجب'' تالیف کیا۔[۹]

---

[۱] کشف الظنون ۲/۱۸۵۷ [۲] الفتح المبین ۳/۶۱ [۳] الفتح المبین ۳/۶۲

[۴] الفوائد البہیہ ص ۶۹ [۵] الشقائق النعمانیہ ص ۳۱۷، الاصولیین ۱/۲۷۹ (۲۲۳)

[۶] معجم الاصولیین ۲/۶۵-۶۶ (۲۹۹) میں برانستن (یہودا) ۵۷۲ کے حوالے سے مذکور ہے۔

[۷] نزہۃ الخواطر ۶/۱۵۰ (۲۷۶)، معجم الاصولیین ۲/۹۳ (۲۹۶)

[۸] نزہۃ الخواطر ۵/۴۰، معجم الاصولیین ۱/۱۲۸ (۹۰) [۹] ہدیۃ العارفین ۵/۸۰۰

مختصر المنتہی پر حواشی :

۱۔ (قرہ) خلیل بن حسن بن محمد البرکیلی رُومی حنفی متوفی ۱۱۲۳ھ معروف بہ قرہ خلیل نے حاشیہ علی شرح مختصر المنتہی تالیف کیا۔[۱]

۲۔ جمال الدین محمد بن حسین بن محمد الخوانساری الشیعی الامامی متوفی ۱۱۲۵ھ نے "حاشیہ علی شرح مختصر الاصول" تالیف کیا۔[۲]

۳۔ صالح بن مہدی بن علی المقبلی الزیدی الیمنی متوفی ۱۱۰۸ھ نے "نجاح الطالب علی مختصر المنتھی ابن الحاجب" تالیف کیا۔[۳]

۴۔ علی بن الحاج صادق بن محمد ابراہیم الداغسانی الشماخی متوفی ۱۱۹۹ھ نے "حاشیہ علی مختصر المنتھی" تالیف کیا۔[۴]

عضد الدین الایجی متوفی ۷۵۶ھ کی ''شرح المختصر'' پر حواشی اور حواشی الحواشی :

شرح العضد کو دوسری تمام شروح میں زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی اور نہ صرف اس پر کثرت سے حواشی لکھے گئے بلکہ بعض حاشیوں پر حاشیے لکھے گئے۔

۱۔ عضد الدین الایجی کے شاگرد رشید سعد الدین التفتازانی حنفی (یا شافعی) متوفی ۷۹۱ھ نے "حاشیہ علی شرح العضد" تالیف کیا۔[۵]

شرح عضد کے حاشیہ پر حاشیہ :

شرح عضد پر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے حاشیہ تالیف کیا۔ بعد میں احمد بن موسیٰ خیالی حنفی متوفی ۸۸۲ھ نے اس حاشیہ پر حاشیہ تالیف کیا۔[۶]

۲۔ ابوالمناقب کمال الدین ابوبکر بن محمد بن ابوبکر الخضیری السیوطی شافعی متوفی ۸۵۵ھ۔[۷]

۳۔ علاء الدین علی الطوسی متوفی ۸۸۷ھ سمرقند میں وفات پائی اور انہوں نے سید شریف جرجانی کے حاشیہ تک حاشیہ تالیف کیا۔[۸]

۴۔ شمس الدین محمد بن شہاب الدین شروانی حنفی متوفی ۸۹۲ھ۔[۹]

۵۔ بدر الدین محمد بن محمد بن خطیب الفخریہ شافعی متوفی ۸۹۳ھ۔[۱۰]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۴/۵، معجم الاصولیین ۹۳/۲ (۳۲۹) میں اس کو ہدیۃ العارفین ۱۱۷/۱ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا، مگر تلاش کے باوجود اس مقام پر ہمیں یہ حوالہ نہیں ملا۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۳۱۲/۲

۳۔ ہدیۃ العارفین ۴۲۳/۵، معجم الاصولیین ۱۳۰/۲۔۱۳۱ (۳۷۶)

۴۔ ہدیۃ العارفین ۷۷۰/۵

۵۔ ہدیۃ العارفین ۴۲۹/۶، ابناء الغمر بانباء العمر ص ۳۸۹۔۳۹۰، الفتح المبین ۲۰۶/۲

۶۔ معجم الاصولیین ۲۲۲/۱۔۲۲۳ (۱۸۵)

۷۔ معجم الاصولیین ۸/۲۔۹ (۲۳۱)

۸۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

۹۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

۱۰۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

۶۔ حسن بن عبد الصمد السامسونی حنفی متوفی ۹۰۱ھ نے حاشیہ علی حاشیہ شرح العضد تالیف کیا۔ بقول حاجی خلیفہ یہ حاشیہ، حاشیہ ابن الافضل تک ہے۔ دنیا کے مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں اور "احمدک اللھم یا اھل الحمد و الثناء" الخ سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔[1]

۷۔ جلال الدین محمد ابن اسعد الدوانی الصدیقی شافعی متوفی ۹۰۷ھ۔[2]

۸۔ حبیب اللہ میرزا جان الباغونی شیرازی اشعری شافعی متوفی ۹۴۴ھ مختصر ابن الحاجب کے حوالے سے ان کی طرف مختلف مقامات پر مختلف طرح سے نسبت کی گئی ہے۔ صاحب معجم الاصولیین نے ان سب اقوال کو اپنی کتاب میں یکجا کیا۔ ہم میرزا جان کی تاریخ وفات ۹۴۴ھ کے ضمن میں نقل کریں گے اور پھر یہ نتیجہ نکالا کہ ان تمام اقوال میں درست قول یہ ہے کہ میرزا جان نے حاشیہ علی شرح عضد الدین الایجی تالیف کیا۔[3]

۹۔ کمال الدین حسین بن عبد الحق الاردبیلی الالاھی متوفی ۹۵۰ھ۔[4]

۱۰۔ شمس الدین محمد بن شہاب الدین احمد الشروانی حنفی متوفی ۸۹۲ھ۔[5]

۱۱۔ بدر الدین محمد بن محمد شافعی، ابن خطیب الفخریہ متوفی ۸۹۳ھ۔[6]

۱۲۔ بہاء الدین محمد بن حسین بن عبد الصمد بن عز الدین الحارثی العاملی متوفی ۱۰۳۱ھ۔[7]

۱۳۔ حسین بن محمد بن محمود ابو طالب خلیفہ متوفی ۱۰۶۴ھ۔[8]

۱۴۔ عبد الرشید بن مصطفیٰ شمس الحق جونپوری متوفی ۱۰۸۳ھ۔[9]

شرح العضد کے حاشیہ پر حاشیہ :

۱۵۔ حسین بن علی الایدینی حنفی متوفی ۱۲۱۳ھ نے "حاشیۃ علی حاشیۃ السید شرح العضد" تالیف کیا۔[10]

۱۶۔ خلیل بن احمد القونوی حنفی متوفی ۱۳۴۴ھ۔[11]

۱۷۔ امام سیف الدین احمد الابہری نے اس پر حاشیہ لکھا، جس کا آغاز "الحمد للہ الذی شرح الاحکام" الخ سے ہوتا ہے۔[12]

---

1. کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، معجم الاصولیین ۲/۴۴۔۴۵ (۲۷۵)
2. الفوائد البہیہ ص ۸۹۔۹۰، الفتح المبین ۳/۶۴
3. کشف الظنون ۲/۱۸۵۳، اس میں تاریخ وفات ۹۹۴ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۳۸۔۳۹ (۲۵۸)
4. کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۸، معجم الاصولیین ۲/۶۵۔۶۶ (۲۹۹)
5. ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۴
6. ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۵
7. ہدیۃ العارفین ۶/۲۷۳
8. معجم الاصولیین ۲/۸۱۔۸۲ (۳۱۵)
9. معجم الاصولیین ۲/۲۰۰ (۴۳۵)
10. ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۶، معجم الاصولیین ۲/۹۰۔۹۱ (۳۲۷)
11. ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۶، معجم الاصولیین ۲/۹۰۔۹۱ (۳۲۷)
12. کشف الظنون ۲/۱۸۵۶

کشف الظنون میں مذکورہ شرح العضد پر مزید حواشی :

۱۸۔ اس کے اوائل پر میر صدر الدین (متوفی ند) کا حاشیہ ہے۔

۱۹۔ مولانا حمید بن افضل الدین کا شارح کے قول المقتضی الخ تک حاشیہ ہے۔ اس کو سلطان بایزید کے نام سے لکھا۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ "الحمد لله الذی انزل علی عبدہٖ الکتاب و بین مجمله الخ"

۲۰۔ مولی ابن خطیب نے "ینحصر اولها یا واجب الوجود و یا فیض الجود الخ" تک حاشیہ لکھا۔

۲۱۔ مولانا بالی بادشاہ ابن مولا، یکان جزء

۲۲۔ علامہ جلال الدین الدوانی

۲۳۔ مولانا عرب کا قول "ومع الصغری ینتج المطلوب" تک حاشیہ ہے۔ جس کا آغاز : "الحمد لله رب العالمین" الخ سے ہوتا ہے۔

۲۴۔ ابن الافضل کا حاشیہ ہے۔ کو تصنیف کرنے کے بعد سلطان محمد خان کو ہدیہ کیا۔ جس کا آغاز : "احمدک اللهم یا اهل الحمد والثناء" سے ہوتا ہے۔[۱]

شرح العضد پر تعلیقہ :

۱۔ حسین الاردبیلی متوفی ۹۵۰ھ نے شرح العضد پر تعلیقہ لکھا۔[۲]

۲۔ احمد بن محمد الاردبیلی الاذربیجانی امامی متوفی ۹۹۳ھ نے "تعلیقات علی شرح المختصر للعضد" تالیف کیا۔[۳]

ابن الحاج ابو العباس الازدی مالکی (متوفی ۶۴۷ھ یا ۶۵۱ھ)[۴]

فقیہ، اصولی و ادیب تھے۔ کبار علماء سے علم حاصل کیا اور مختلف فنون میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر المستصفی

۲۔ حاشیه علی مشکلات المستصفی[۵]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ ۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۷

۳۔ معجم الاصولیین ۱/۱۹۱ (۱۳۹)، معجم المؤلفین ۲/۷۹، روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات، علامہ متتبع المیرزا محمد باقر الموسوی الخوانساری الاصفہانی ۱/۹۲ (۹)، بیروت الدار الاسلامیہ ۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۱ء

۴۔ ابن الحاج۔ ابو العباس احمد بن محمد احمد بن احمد الازدی الاشبیلی الاندلسی متوفی ۱۲۴۹

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۵، الفتح المبین ۲/۶۷، معجم الاصولیین ۱/۱۹۷ (۱۴۷)

عبدالحمید الصدفی مالکی (متوفی ۶۰۶ھ۔۶۴۸ھ) [1]

محدث، فقیہ اور اصولی تھے۔ طرابلس میں ابن صابونی سے تفقہ حاصل کیا۔ مشرق، قاہرہ و اسکندریہ کے سفر کئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ ابو یحییٰ بن ابی بکر الہروی اور استاد عبدالعزیز بن عبدالعظیم نے "الارشاد" اور امام الحرمین کی البرہان اور کتاب المستصفی کی تعلیم حاصل کی۔ تونس میں فقہ و اصول کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کو اصول دین اور اصول فقہ کا وافر علم عطا ہوا تھا۔ وہ دونوں علوم کی متقدمین کے طریقہ پر تدریس کرتے اور متاخرین مثلاً امام رازی اور ان کے متبعین کے طریقہ کو نہیں اپناتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جلاء الاقتباس فی الرد علی نفاة القیاس

۲۔ الایضاح والبیان فی العمل بالظن المعتبر شرعا بالسنة الصحیحة والقرآن۔ [2]

نقیب الاشرف وقاضی العسکر محمد بن حسین الارموی شافعی (متوفی ۶۵۰ھ) [3]

مصر میں مدرسہ الشریفیہ میں مدرس اور اصول و مناظرہ میں امام تھے۔ صدر بن حمویہ سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ .... انہوں نے امام فخر الدین رازی کی کتاب "المحصول" کی شرح لکھی۔

ضروری وضاحت .... قاضی العسکری محمد بن حسین الارموی شافعی اور تاج الدین الارموی متوفی ۶۵۵ھ (جن کا نام بھی محمد حسین) ہے) دو مختلف اشخاص ہیں اتفاق سے دونوں کے نام ولدیت اور ارمیہ کی نسبت ایک جیسی ہیں جن کی بناء پر دونوں کے ایک ہونے کا مغالطہ ہو جاتا ہے۔ [4]

عبدالرحیم المرغینانی حنفی (۶۵۱ھ بعدہ)

فقیہ، اصولی اور صاحب ہدایہ کے پوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "فصول الاحکام لا صول الاحکام" تالیف کی جو فصول العمادی کے نام سے مشہور ہے۔ [5]

عبدالسلام بن تیمیہ حنبلی (۵۹۰ھ۔۶۵۲ھ) [6]

فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، مقری، نحوی تھے۔ اپنے چچا خطیب فخر الدین وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کے صاحبزدے عبدالحلیم اور ابن تمیم وغیرہ شامل ہیں۔ فقہ و اصول سمیت متعدد علوم میں ید طولی رکھتے تھے۔ [7]

۱؎ ابو محمد عبدالحمید بن ابی البرکات بن ابی الدنیا الصدفی الطرابلسی (۱۲۱۰ء۔۱۲۸۵ء) طرابلس ولادت اور تونس میں وفات پائی۔

۲؎ الدیباج ص ۲۶۱، معجم الاصولیین ۲/ ۱۶۷۔۱۶۸ (۳۰۳) ۳؎ شریف شمس الدین ابو عبداللہ بن محمد بن حسین بن محمد العلوی الحسینی الارموی شافعی نقیب الاشرف قاضی العسکر۔ ۴؎ ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۲۵، کتاب الحاصل للارموی ص ۹۹ ۵؎ عبدالرحیم بن ابوبکر عماد الدین بن ابوبکر علی بن عبدالجلیل المرغینانی الفرغانی السمرقندی، ہدیۃ العارفین ۵/ ۵۶۰ ۶؎ عبدالسلام بن عبداللہ بن ابوالقاسم الخضر بن محمد بن علی تیمیہ ۱۱۹۳ء۔۱۲۵۴ء شیخ الاسلام، ابوالبرکات، مجد الدین الحرانی، حران میں ولادت و وفات ہوئی

۷؎ شذرات الذہب ۵/ ۲۵۷۔۲۵۸، فوات الوفیات ۲/ ۳۲۳ (۲۷۸)، الفتح المبین ۲/ ۶۸۔۶۹، معجم الاصولیین ۲/ ۲۰۲۔۲۰۳ (۳۳۷)

مؤلفاتِ اصولیہ : اصول فقہ میں " المسودة " کے نام سے آپ کی کتاب موجود ہے، بعد میں ان کے صاحبزادہ عبدالحلیم متوفی ۶۸۲ھ اور پوتے شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد متوفی ۷۲۸ھ نے اس میں اضافے کئے۔ مذکورہ تینوں حضرات کے تحریر کردہ " المسودہ " کی جمع ترتیب و تبییض کا کام شیخ الاسلام کے ایک شاگرد شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الحرانی الدمشقی متوفی ۷۴۵ھ نے انجام دیا۔ کتاب " المسودہ " تینوں علماء پر شہاب الدین کی تبییض کے ساتھ دار الکتاب العربی بیروت سن ندے چھپ چکی ہے۔ اس کتاب پر محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق ہے۔

ال تیمیہ کے تینوں علماء کے کلام میں تفریق کے لئے شہاب الدین کی علامات :

ال تیمیہ کے مذکورہ بالا تینوں علماء کے کلام کے مابین تفریق و تمیز پیدا کرنے کے لئے شہاب الدین نے ترتیب و تبییض کی دوران ان کے اقوال کی شناخت کے لئے علامات لگائیں۔ ان علامات کے بعد سے لوگ اس " المسودہ " سے نقل کرتے چلے آئے ہیں اور ان تینوں کے اقوال و کلام کے مابین ان علامات سے فرق جانتے آئے ہیں۔ محقق "المسودہ" نے اس کی وضاحت میں چند حوالے پیش کئے ہیں۔ ہم انہیں یہاں نقل کر رہے ہیں :

علامات سے تفریق کی مثالیں :

شیخ محمد بن احمد السفارینی نے اپنی کتاب میں "المسودہ" سے نقل کیا اور تینوں کے کلام میں فرق کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا :

" قال شیخ الاسلام ابن تیمیہ رُوح اللہ روحہ فی مسودة : التقلید قبول القول بغیر دلیل ، فلیس المصیر الی الاجماع بتقلید ، لان الاجماع دلیل ، ولذلک یقبل قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا یقال التقلید، وقد قال احمد رضی اللہ عنہ فی روایة ابی الحارث من قلد الخبر رجوت ان یسلم ان شاء اللہ تعالیٰ ، فاطلق اسم التقلید علی من صار الی الخبر وان کان حجة "۔[1]

اسی طرح محقق نے ایک اور مثال دیتے ہوئے شہاب الدین ابوالعباس احمد بن عبدالعزیز بن علی بن ابراہیم الفتوحی حنبلی اصولی، فقہ کی اس عبارت کو پیش کیا جو انہوں نے اپنی کتاب "شرح المختصر فی اصول الفقه الحنابلة" میں " المسودہ " سے شیخ تقی الدین کے حوالہ سے ذکر کیا :

" العبارة هی الطاعة ، قال الشیخ تقی الدین فی اخر المسودة : کل ما کان طاعة وما موراًبه فهو عبارة عند اصحابنا والمالکیة والشافعیة وعند الحنفیة : العبادة ما کان من شرطها النیة " ۔[2]

---

[1] تحقیق مقدمہ علی المسودہ فی اصول الفقہ۔ محمد محی الدین عبدالحمید ص ۴، بیروت دار الکتاب العربی سن ندا س میں انہوں نے السفارینی کی کتاب شرح عقیدہ ۱/ ۲۶۸ مطبوعہ دمشق کے حوالے سے ذکر کیا۔ مذکورہ عبارت " المسودہ " کے ص ۵۵۳۔۵۵۴ کی طویل عبارت کے الفاظ میں تغیر کے ساتھ تلخیص ہے۔

[2] حوالہ سابق اس میں شہاب الدین کی شرح المختصر فی اصول الفقہ حنابلہ ص ۱۲۰ میں طاعۃ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے۔ یہ عبارت المسودہ کے ص ۵۷۶ پر مذکور ہے۔ مطبعہ السنۃ المحمدیہ

اسی طرح الفتوحی نے اپنی کتاب میں "تقسیم السجود الی حرام وحلال" کے تحت یہ عبارت المسودۃ سے نقل کی ہے جس میں مجد الدین عبدالسلام کی طرف یہ منسوب کیا:

"فان السجود نوع من الافعال ذو اشخاص كثيرة ، فيجوز ان ينقسم الى واجب وحرام ، فيكون بعض افرده واجبا كالسجود لله تعالىٰ ، وبعضها حراما كالسجود لصنم ولا امتناع لذلك".

"قال المجد في المسودة : السجود بين يدي الصنم مع قصد التقرب الى الله تعالىٰ محرم على مذهب علماء الشريعة ، وقال ابوهاشم المعتز ، ان السجود لا تختلف صفته ، وانما المحظور القصد".[1]

عموم کے مسئلہ پر مجد الدین کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال المجد في المسودة وهٰذا ظاهر كلام احمد رضي الله عنه ، لانه احتج في مواضع كثيرة بمثل ذلك ، وكذلك اصحابنا ، قال المجد : وما سبق انما يمنع قوة العموم ، لا ظهوره : لان الاصل عدم المعرفة لمالم يذكره".[2]

مذکورہ بالا چاروں حوالوں میں السفارینی اور فتوحی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور مجد الدین کی طرف جن اقوال کی نسبت کی یقیناً کچھ ایسی علامات کے بارے میں ان کو علم ہوگا جس کی بناء پر انہوں نے قائل کا پتہ چلالیا ہوگا۔ حالانکہ "المسودہ" کے ظاہر سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ کس قول کو کس نے کہا تھا۔ مذکورہ بالا اقوال سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شہاب الدین ابوالعباس حرانی نے تینوں حضرات کی مشترک کتاب "المسودہ" کو اس کی اصل ترتیب پر ہی مرتب کیا ہے کیونکہ فتوحی عبادت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ قال الشیخ تقی الدین فی اخرالمسودہ اور موجودہ ترتیب جو حرانی کی ہے اس میں بھی آخری مسودہ تقی الدین ہی کا ہے۔

کتاب "المسودہ" کا تحقیقی تجزیہ: اصول فقہ کی دیگر کتب بھی اس فن کا قابل فخر سرمایہ ہیں۔ جس میں مؤلفین مختلف انداز اپناتے ہیں اور مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ اسی طرح "المسودہ" بھی امتیازی خصوصیات کی حامل ایک بہترین کتاب ہے۔ اس کی دو امتیازی خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں:

۱۔ مختلف فیہ مسائل میں اصحاب اقوال کے اقوال تحقیق کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جس سے ایک طرف تو اس فن میں ان کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف ایک ہی لحظہ میں ان کی قوت وضعف کا اندازہ کرنے میں مدد حاصل ہو جاتی ہے۔

۲۔ علماء اصول نے جو "تحرير محل النزاع" کی اصطلاح استعمال کی یہ کتاب اسی موضوع پر دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ وہ آئمہ ثلاثہ کے مسئلہ کو ذکر کرتے ہیں۔ اس میں علماء کے مذاہب کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ پھر نفس موضوع پر لگاتار ایک مسئلہ کے بعد دوسرا مسئلہ لاتے ہیں اور ہر مسئلہ میں مختلف علماء کے اقوال

---

[1] حوالہ سابق اس میں ص ۱۲۲ پر ہے اور مجد الدین کا یہ کلام بغیر ان کا نام لئے المسودہ میں ص ۸۴ پر مذکور ہے۔
[2] حوالہ سابق اس میں ص ۱۵۶ پر ہے اور یہ ص ۱۰۸۔۱۰۹ پر موجود ہے۔ مجد الدین کی دونوں عبارتوں کے درمیان کو فتوحی نے حذف کردیا۔

فرق کے ساتھ پیش کرتے چلے جاتے ہیں اور اس موضوع پر مسائل پورے ہونے کے ساتھ ہی اقوال کے درمیان فرق واضح ہوجاتا ہے اور مراد واضح ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد اس کی روشنی میں ان دقیق مقامات کی تعیین آسانی سے ہوجاتی ہے جہاں اصحاب اقوال کا اتفاق واختلاف واقع ہوا ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام اور المسودہ کی ترتیب پر نظر ثانی :

قوی گمان ہے کہ شیخ الاسلام کا اس مسودہ کی ترتیب پر نظر ثانی اور بسط واستدلال کے ساتھ کچھ اضافہ کا ارادہ ہوگا جیسا کہ تمام مؤلفات کی تالیف میں ان کی یہ عادت رہی۔ مگر وصال کے باعث ان کو یہ مہلت میسر نہ ہوسکی ہو۔ اس حالت میں بھی یہ کتاب اصول فقہ پر ایک عمدہ کتاب ہے، جو قاری کو بہت سی "اُمہات الکتاب" کے مطالعہ سے مستغنی کردیتی ہے۔

شرف الدین ابو عبداللہ المرسی شافعی (متوفی ۵۷۰ھ-۶۵۵ھ)

انہوں نے یہ کتاب "الاصول" تالیف کی ہے۔[1]

قاضی تاج الدین الارموی (متوفی ۵۷۰ھ-۶۵۰ھ یا ۶۵۳ھ یا ۶۵۶ھ)[2]

فقیہ، اصولی، منطقی، فلسفی اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ قضاء کے منصب پر بھی فائز رہے۔ امام فخر الدین رازی آپ کے اُستاد ہیں۔ شمس الدین الاصفہانی (متوفی ۶۸۸ھ) اصولی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں جو کبار فقہاء شافعیہ اور علوم اصول وکلام کے نمایاں لوگوں میں سے ہیں اور "شرح المحصول" کے مصنف بھی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الحاصل من المحصول" تالیف کی۔

کتاب "الحاصل" کا تحقیقی تجزیہ :

انہوں نے کتاب "الحاصل من المحصول" فی اصول الفقہ تالیف کی۔ تاج الدین الارموی نے اپنی اس کتاب میں فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) کی کتاب "المحصول" کا اختصار کیا ہے۔[3] اس کتاب میں ان مسائل اصولیہ کو جمع کیا گیا ہے جس کی ہر عالم و متعلم کو احتیاج ہوتی ہے۔ نوادر ڈھونڈ کر لائے اور بکھرے ہوئے مسائل کو یکجا کیا۔ یہ کتاب مختصر و موجز ہونے کے باوجود علمی فوائد سے پُر ہے۔ الارموی نے ذی الحجہ سنہ ۶۱۴ھ میں اس کتاب کی تالیف کو مکمل کیا۔

"الحاصل" کی کتب اساسیہ سے نسبت :

امام رازی کی "المحصول" اصول فقہ کی چار اساسی کتب "البرہان" للجوینی شافعی، "المستصفی" للغزالی شافعی، "المعتمد" لابی الحسین بصری معتزلی اور "العمد" لعبد الجبار معتزلی کا نچوڑ ہے۔ "الحاصل" دراصل المحصول کا خلاصہ ہے۔ اس طرح "الحاصل" نے ان چاروں کتب بالا سے بالواسطہ اثرات قبول کئے۔

---

[1] محمد بن عبداللہ بن محمد ابو الفضل السلمی الاندلسی شرف الدین ابو عبداللہ المرسی، ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۲۵

[2] تاج الدین الارموی محمد بن حسین (حسن) بن عبداللہ، کنیت ابو الفضل یا ابو الفضائل، آذربائیجان میں ولادت ہوئی، ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۲۶

[3] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۵۵، کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۵، اصول الفقہ۔ شیخ محمد الخضری ص ۷

الحاصل کے اثرات کا تحقیقی جائزہ :

یہ کتاب مستقبل کے مؤلفین پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہوتی رہی اور دن بدن اس کی اہمیت میں اضافہ ہو رہا۔ مثلاً قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) نے اپنی کتاب "منهاج الوصول الی علم الاصول" میں "الحاصل" کا خلاصہ پیش کیا۔ "منهاج" مختصر الحجم ہونے کے باوجود فوائد و منافع میں کسی طرح کم نہیں۔ اس کتاب کی اسی افادیت و منفعت کے پیش نظر اس کے مطبوعہ و مخطوطہ شروح کی تعداد ۳۲ سے بھی زائد بیان کی جاتی ہے۔ آنے والوں نے "الحاصل" سے حاصل شدہ اختصار (منہاج) پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ یہاں صرف اشارۃً ان میں سے چند مطبوعہ مشہور و متداول کا ذکر کر رہے ہیں، ان پر تفصیلی کلام اپنے مقام پر کیا جائے گا :

۱۔ نهاية السول فی شرح منهاج الوصول : امام جلال الدین ابو محمد عبدالرحیم بن حسن الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ یا ۷۷۷ھ)

۲۔ الابهاج فی شرح المنهاج : تقی الدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی السبکی (متوفی ۷۵۶ھ) بعد میں ان کے صاحبزدہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے اس کی تکمیل کی۔

۳۔ منهاج العقول فی شرح مناهج الاصول : امام محمد بن حسن البدخشی۔

الحاصل کی شروح پر مختصرات :

قاضی بیضاوی (متوفی ۶۷۵ھ) کی "المنهاج الوصول" کا ماخذ یہی "الحاصل" ہے۔ یعنی یہ کتاب الحاصل کا اختصار ہے جس کا مکمل نام "منهاج الوصول الی علم الاصول" ہے تعارف میں مذکور ہے :

" وهو رغم صغر حجمه غزير العلم ، كثير الفوائد جليل المنافع ، لذا كان عمدة المشتغلين بهذا الفن فبلغت شروحه بين مخطوط ومطبوع اثنين وثلاثين شرحا "۔[1]

قاضی بیضاوی کے الوصول پر متعدد شروح وغیرہ لکھی گئیں۔ ان میں سب سے مشہور "شرح النهاية السول" ہے جو جمال الدین ابی محمد عبدالرحیم بن حسن الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ قول راجح) کی تصنیف کی۔

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ راشد البکری القفصی تونسی (متوفی ۷۳۶ھ) نے اس کی شرح لکھی اور اس شرح کا نام "تحفة الواصل فی شرح الحاصل" رکھا۔[2]

کتاب "الحاصل" کی ترتیب و اسلوب :

کتاب کا آغاز مقدمات کے بیان سے ہوتا ہے جو چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل : اس میں اصول فقہ کی تعریف لقبی و اضافی معنی اور محترزات التعریف بیان کئے۔

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۶۱۵ میں ان کی تاریخ وفات ۷۷۱ھ مذکور ہے جو درست نہیں ہے۔

[2] ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳۔ اس میں تاریخ وفات ۶۸۵ھ مذکور ہے۔ الفتح المبین ۲/۱۳۹۔

دوسری فصل : علم، ظن، نظر، امارہ، حلم اور دلیل میں ہے، جو پانچ بحثوں میں بیان کیے ہیں۔

پہلی بحث : علم و جہل، ظن و شک اور وہم و تقلید کا باہمی فرق اُجاگر کرتے میں ہے۔

دوسری بحث : میں یہ بیان کیا کہ ضروری نہیں کہ ہر مستفاد کے تصور میں دور و تسلسل ہوگا۔

تیسری بحث : ظن کی تعریف میں ہے۔

چوتھی بحث : نظر، دلیل ور امارۃ کی تعریفات میں ہے۔

پانچویں بحث : حکم شرعی کی تعریف میں ہے اور بتایا کہ اہلِ سنت کے نزدیک حکم شرعی کی تعریف "خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء او التخییر" ہے۔ ساتھ ہی احکام خمسہ وجوب حرمت، کراہت، ندب و اباحت کا ذکر کیا۔ حکم کی تعریف پر معتزلہ کی جانب سے کیے گئے اشکال اور ان کے جوابات دیئے۔

تیسری فصل : اس فصل میں چھ تقسیمات کے تحت مندرجہ ذیل اشیاء پیش کیں۔

احکام اور اس کے متعلقات کی تقسیم، خطاب کو اقتضاء و تخییر کے اعتبار سے وجوب، حرمت، کراہت، ندب اور اباحت پر تقسیم کر کے ہر ایک کی ماہیت بیان کی۔ ساتھ ہی بتایا کہ شافعیہ فرض و واجب میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ جبکہ احناف کہتے ہیں کہ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ فرض ہے اور جو دلیل ظنی سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور پھر اس مسئلہ میں واقع لفظی نزاع کو بیان کیا۔ اس فصل میں فعل کو حسن و قبح کی طرف تقسیم کیا۔ ابوالحسین بصری معتزلی سے منقول حسن و قبح کی تعریف اور اہلِ سنت کا اس بارے میں موقف بیان کیا۔ خطابِ وضعی اور اس میں سبب شرط و مانع کو بیان کیا۔ تعلقاتِ احکام کے اعتبار سے افعال کی تقسیم کی کہ عبادات کی صحت و بطلان وفساد کو بیان کیا، بتایا کہ متکلمین کے نزدیک عبادات میں صحت سے مراد "موافقة الامر" ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک "ما اسقط القضاء" ہے۔ اسی طرح معاملات میں اس سے کیا مراد ہے اور بتایا کہ سوائے امام ابوحنیفہ ؒ کے کسی نے باطل و فساد میں فرق نہیں کیا وہ اس طرح فرق کرتے ہیں کہ " الباطل ھو الذی لم یشرع باصلہ و وصفہ کبیع الملا قیح والمضامین" (باطل وہ ہے جو اصل و وصف کے اعتبار سے شروع ہی نہیں ہوا جیسے ملاقیح و مضامین کی بیع)۔ اور فاسد وہ ہے " فھو ما شرع باصلہ دون صفة وذلک کالربویات" (فاسد وہ ہے جو اصل کے اعتبار سے تو شروع ہو گیا مگر صفتاً نہیں مثلاً یہ ربویات میں ہوتا ہے)۔ عبادات کی وقت کے اعتبار سے تقسیم کی جن کی ادائیگی کا وقت معین ہے۔ مثلاً نماز اور جن کے لئے وقت معین نہیں مثلاً تسبیحات واذکار، اداء اور قضا کی تعریف بیان کی اور تفصیلی کلام کیا۔ رخصت و عزیمت بیان کر کے رخصت کی اقسام ذکر کیں۔

چوتھی فصل : حسن و قبح کے عقلی و شرعی ہونے سے متعلق اہلِ سنت و معتزلہ کی اتفاقی واختلافی آراء پیش کیں۔ اگر حسن سے مراد طبیعت کا میلان اور قبح سے مراد طبیعت کا تنفر ہے تو اس معنی میں اہلِ سنت و معتزلہ کا اتفاق ہے کہ دونوں عقلی ہیں۔ اگر حسن سے مراد صفت کمال ہو جیسے علم اور قبح سے مراد صفت نقص ہو مثلاً جہل تو بھی اس کے عقلی ہونے میں دونوں کا اتفاق ہے۔ اگر حسن و قبح سے مراد دنیا میں مدح و ذم ہو اور آخرت میں ثواب و عقاب ہو اور اس بارے میں معتزلہ و اہل سنت کی مختلف آراء ہیں۔ اہل سنت حسن و قبح کو اس معنی کے

اعتبار سے شرعی تصور کرتے ہیں جبکہ معتزلہ اس کو بھی عقلی مانتے ہیں۔ حسن وقبح کے عقلی ہونے پر معتزلہ کے ادلہ ذکر کئے پھر ان کا رد کیا۔

پانچویں فصل : منعم کا شکر عقل پر واجب نہیں، یہ اہل سنت کا موقف ہے۔ معتزلہ کا مسلک اس کے برخلاف ہے۔ دو وجوہ مذہب اہل سنت سے استدلال کیا۔ پھر معتزلہ کا اہل سنت کے دلائل پر مناقشہ کر کے ان کے جوابات دیئے۔

چھٹی فصل : مقدمات کی اس آخری فصل میں شرائع سے قبل افعال اختیاریہ کے احکام کو بیان کیا۔ اس بارے میں علماء کے تین مذاہب پیش کئے جس میں پہلے کے مطابق مباح، دوسرے کے مطابق ممنوع اور تیسرے کے مطابق اس میں توقف ہے۔ وجہ یہ بتائی کہ ہمیں اس کا حکم معلوم نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا حکم معدوم ہے۔ شیخ الارموی نے توقف کے قول کو اختیار کیا اور وجہ عدم الحکم بتائی اور اس کی تائید کی کہ "لا شرع ولا حکم" (نہ شریعت تھی اور نہ حکم) پھر اباحت وتحریم کا قول کرنے والوں کے ادلہ بھی ذکر کئے۔ اس کے بعد دونوں مذاہب کی جانب سے توقف کے قول کو مفسد قرار دینے والوں کے دلائل ذکر کر کے جوابات دیئے۔

لغات پر بحث :

الارموی مقدمات میں شامل چھ فصول پر کلام سے فراغت کے بعد لغات کی بحث کرتے ہیں۔ جس کو ذیل کے نو ابواب میں شامل کیا ہے۔

پہلا باب : یہ کلیہ کی ابحاث میں ہے۔ وہ ان ابحاث کو پانچ انظار کے تحت لائے ہیں۔

النظر الاول : یہ بحث کلام میں ہے۔ اس میں بتایا کہ اہل سنت کے یہاں کلام نفسی ولفظی دونوں کو مشترک ہوتا ہے جبکہ اصولیین صرف کلام لفظی کو محل بحث مانتے ہیں۔

النظر الثانی : یہ بحث واضع سے متعلق ہے۔ اس میں علماء کے چار مذاہب پیش کئے۔

مذہب (۱) الفاظ کی دلالت ذاتیہ ہے یہ عباد بن سلیمان کا مذہب ہے۔

مذہب (۲) الفاظ کی معانی پر دلالت توقیفیہ ہے۔ یہ مذہب ابوالحسن الاشعری اور ابن فورک کا ہے۔

مذہب (۳) الفاظ کی معانی پر دلالت اصطلاحیہ ہے یہ ابوھاشم الجبائی کا مذہب ہے۔

مذہب (۴) بعض الفاظ کی اپنے معانی پر دلالت توفیقی اور بعض کی اصطلاحی ہوتی ہے یہ مذہب دو مذہب سے مرکب ہے۔ جن میں سے ایک کہتا ہے کہ "الابتداء من الناس والتتمة من الله" اور دوسرا مذہب کہتا ہے "الابتداء من الله والتتمة من الناس" یہ مذہب أستاذ أبی اسحاق الاسفرائینی کا ہے۔ پھر مذکورہ مذاہب اربعہ کے دلائل ذکر کئے۔

النظر الثالث : یہ بحث موضوع کے لفظ متعلق ہے لفظ کی وضع کی ضرورت پر بحث کی، اس میں بتایا کہ حرکات، اشارات اور نقوش کے بجائے الفاظ ہی کی وضع کو کیوں اختیار کیا۔ پھر ان کے مقابلے میں الفاظ کے زیادہ آسان اور مفید ہونے کی وجہ ذکر کی۔

النظر الرابع : یہ بحث موضوع لہ پر ہے اس کو تین بحثوں کے تحت لا کر بیان کیا۔ پہلی بحث میں معانی کی احتیاج کے اعتبار سے دو قسمیں کر دیں۔ دوسری بحث میں بتایا کہ الفاظ کی وضع سے صرف معانی مفردہ کا افادہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مقصد افادہ مرکبات ہے۔ تیسری بحث اس پر ہے کہ لغت کی وضع بازاء صور الذہنیہ ہے ماھیات خارجیہ سے نہیں۔

النظر الخامس .... اس میں وضع کے طریق کی معرفت پر کلام کیا اور بتایا کہ داعی کو لغۃ عربیہ کے تعلیم کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کیونکہ یہ کتاب سنت کے فہم کا وسیلہ ہے۔ اور تعلیم کے طرق کو تین امور یعنی عقل، نقل اور عقل ونقل مرکب میں محصور کیا۔

دوسرا باب :

یہ باب الفاظ کی تقسیم میں ہے الفاظ کی اس تقسیم کو اولاً دو وجہوں میں تقسیم کیا۔

ا۔ الوجہ الاول .... تقسیم الفاظ کی پہلی وجہ میں لفظ کی اپنی ماہیت پر دلالت کے اعتبار سے اقسام پیش کیں اور پھر تین قسموں میں منقسم کر دیا (یعنی دلالت مطابقی، دلالت تضمنی اور دلالت التزامی میں) ساتھ ہی مزید وضاحت کرتے ہیں کہ کون سی دلالت وضعیہ ہے اور کون سی عقلیہ ہے۔ مذکورہ بالا تین اقسام میں سے دلالت مطابقیہ کو مزید تین قسموں کی طرف تقسیم کرتے ہیں (مفرد و مرکب وغیرہ) اور ان میں سے مفرد کی مختلف اعتبارات سے تین قسمیں کیں۔

پہلی قسم : اس کے معنی کا تصور شرکت کے وقوع سے مانع ہوگا یا نہیں۔ اس اعتبار سے جزوی وکلی پر تقسیم کر دیا اور پھر کلی کی مزید انواع کر دیں۔

دوسری قسم : مفہوم میں استقلال ہوگا یا عدم استقلال۔ اس اعتبار سے اس کو اسم، فعل اور حرف پر تقسیم کر دیا اسم کو دو وجوہ میں تقسیم کر کے ہر ایک کے تحت مزید اقسام بیان کیں۔

تیسری قسم : اس میں مندرجہ ذیل کلمات کے مفہوم و مراد کی توضیح پیش کی :

المضمر، العلم، المتواطئی، المشکلک، الاسماء، المتباینۃ، الاسماء المترادفہ، المرتجل، المنقول، المجاز، المشترک، المجمل، النص، الظاھر، المؤول، المحکم، المتشابہ۔

دلالت مطابقی کی تین قسموں میں سے مفرد پر بحث مکمل کر کے اب دوسری قسم "اللفظ لا المرکب" کی تقسیم کرتے ہیں۔ اولا "اللفظ المرکب" کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کر کے مزید اقسام میں تقسیم کر دیا۔

اس کے بعد لفظ کی اپنی ماہیت کے اعتبار سے تیسری قسم یعنی دلالت التزامی کو اس سے معنی مستفاد کے اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم کیا۔

۲۔ الوجہ الثانی .... تقسیم الفاظ کی دوسری وجہ میں ہے۔ اس میں لفظ کو اپنے مدلول کے اعتبار سے دو قسموں پر مزید تقسیم کیا۔

پہلی قسم : اس کا مدلول معنی ہوگا۔

دوسری قسم : اس کا مدلول لفظ ہوگا خواہ مفرد ہو یا مرکب۔

تیسرا باب :

مشتق کے بیان میں ہے جسے مندرجہ ذیل دو اقسام پر تقسیم کیا۔

اولا : اشتقاق کی ماہیت، تعریف اور اس کے ارکان اربعہ بیان کئے۔

ثانیا : اشتقاق کے احکام اور ان کو چار مسائل میں محصور کیا۔

چوتھا باب :

ترادف اور توکید کے بیان میں ہے جو ترادف کی تعریف، اس کے متحرزات، ترادف و توکید و تابع کے درمیان فرق بیان کرنے میں ہے۔ پھر پانچ مسائل ذکر کرتے ہیں۔

پہلا مسئلہ : ترادف کے اثبات میں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے اس کا انکار بھی کیا مگر در حقیقت ترادف جائز ہے اور واقع ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ : اس میں ترادف کا سبب و فائدہ بیان کیا۔ اور بتایا کہ بعض لوگوں نے جو ترادف کو خلاف اصل کیا اس کی دو وجہیں ہیں۔

تیسرا مسئلہ : ایک مترداف کا حکم دوسرے کے لئے اس پر تکلم کیا۔

چوتھا مسئلہ : میں ذکر کیا کہ دو مترادفات میں سے واضح خفی کے لئے شارح ہوگا۔

پانچواں مسئلہ : بیان تاکید اور اس کے احکام بیان کئے اور اس پر کلام کو چار ابحاث میں پیش کیا۔

الباب الخامس: اشتراک کے بیان میں ہے۔ اس باب میں اشتراک کے احکام سات مسائل میں بیان کئے۔

پہلا مسئلہ............اشتراک کے اثبات میں ہے۔ اس بارے میں علماء کے تین مذاہب کا ذکر کیا :

مذاہب ۱۔ وجوب الاشتراک (اشتراک واجب ہے)

مذاہب ۲۔ امتناع الاشتراک (اشتراک ممنوع ہے)

مذاہب ۳۔ امکان الاشتراک (اشتراک ممکن ہے)

پہلے دونوں مذاہب کے دلائل دے کر ان کے ساتھ مناقشہ کیا اور پھر تیسرے کے دلائل دے کر اس کو تسلیم کیا۔ ساتھ ہی اشتراک کے وقوع پر تکلم فرمایا۔

دوسرا مسئلہ............اشتراک کی اقسام میں ہے۔ لفظ مشترک کے مختلف مفہومات کے اعتبار سے دو قسمیں متباینہ اور متواصلہ بیان کیں۔

تیسرا مسئلہ............سبب اشتراک میں ہے اور اشتراک کے دو سبب ذکر کئے۔

چوتھا مسئلہ............مشترک مفرد کے اعمال کے حکم میں ہے جو لفظ کے جمیع مفہومات میں ہے۔ اس بارے میں دو مذاہب ذکر کئے۔

مذہب ۱۔ جواز کا ہے اس میں امام الشافعی، قاضی ابوبکر اور ابوعلی الجبائی اور قاضی عبدالجبار شامل ہیں۔

مذہب ۲۔ ممانعت کا ہے۔ اس میں ابوہاشم، ابوالحسین اور امام کرخی شامل ہیں۔

مانعین کے دلائل دے کر مجوزین کے بھی دلائل پیش کئے اور ان مجوزین کے دلائل کے جوابات دیئے۔

پانچواں مسئلہ.........لفظ میں اشتراک و انفراد کا احتمال ہونے میں ہے۔ پھر چار وجوہ سے بتایا کہ انفراد میں احتمال راجح ہے جبکہ اشتراک میں مرجوح۔

چھٹا مسئلہ.........مشترک کے اجمال کو زائل کرنے کے بارے میں ہے۔ اس میں بیان کیا کہ جب مشترک قرینہ سے خالی ہو تو اس وقت مجمل ہوگا۔

ساتواں مسئلہ.........قرآن وحدیث میں مشترک کے پائے جانے کے حکم میں ہے۔ بتایا گیا کہ یہ جائز ہے اور واقع ہوتا ہے پھر اس کا انکار کرنے والوں کے ادلہ پیش کر کے ان کے جواب دیئے۔

چھٹا باب :

حقیقت اور مجاز کے بیان میں ہے۔ اس باب میں ایک مقدمہ ہے جو تین مسائل پر مشتمل ہے اور تین اقسام ہیں۔

پہلا مسئلہ.........مقدمات میں ہے جو حقیقت ومجاز کی لفظی تفسیر میں ہے۔ اس کو تین ابحاث میں پیش کیا۔

دوسرا مسئلہ.........حقیقت ومجاز کی تعریف میں ہے۔ جس میں ابوالحسین بصری کی تعریف کو پسند کیا اور تعریف کے محترزات بیان کئے۔ پھر دیگر حضرات سے منقول تعریفات بھی ذکر کیں۔

تیسرا مسئلہ.........اس پر بحث کی کہ کیا دونوں (حقیقت ومجاز) ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہو سکتے ہیں۔ چھٹے باب کے مقدمہ کو پورا کرنے کے بعد تین اقسام کا ذکر کرتے ہیں۔

القسم الاول :

حقیقت کے احکام میں ہے۔ اس میں حقیقت کے احکام کو تین مسائل میں پیش کیا اور وہ یہ ہیں :

۱۔ حقیقتِ لغویہ ۲۔ حقیقتِ عرفیہ ۳۔ حقیقتِ شرعیہ

القسم الثانی :

مجاز کے بیان میں ہے مجاز کو نو مسائل میں بیان کیا۔

پہلا مسئلہ.........(مجاز کی اقسام میں) اس کو تین اقسام میں بیان کیا۔

دوسرا مسئلہ.........(مفرد میں مجاز کے اثبات میں ہے) مفرد میں مجاز کے اثبات پر استدلال کیا۔ پھر اس کا انکار کرنے والوں کے ادلہ ذکر کر کے ان پر مناقشہ کیا۔

تیسرا مسئلہ.........اس میں مجاز اور اس کے بارہ (۱۲) علاقے ذکر کیے۔

چوتھا مسئلہ.........مجاز بالذات صرف اسماء الاجناس پر داخل ہو سکتا ہے۔ حروف اور افعال پر داخل نہیں ہوسکتا۔

پانچواں مسئلہ.........(اس میں علماء کے اختلاف کو بیان کیا کہ مجاز کے استعمال میں توقف کرنا ہوگا یا علاقہ ہی کافی ہے؟) بیان کیا کہ اس کے استعمال میں توقف ہے۔ پھر دو مخالفین کی دلیلیں پیش کیں اور دونوں کے جواب دیئے۔

چھٹا مسئلہ.........اس میں بیان کیا کہ ترکیب میں مجاز عقلی ہوتا ہے۔ اور یہ قول اللہ دلیل میں پیش کیا، "واخرجت الارض اثقالها" اور اس پر بحث کی کہ اس میں کس طرح مجاز عقلی ہے۔

ساتواں مسئلہ.........قرآن وحدیث میں مجاز کے حکم کو بیان کیا اور اس کے جواز اور وقوع پر استدلال کیا۔ پھر مخالفین کی دو دلیلیں دے کر جوابات دیئے۔

آٹھواں مسئلہ.........مجاز کے داعی کو بیان کیا۔

نواں مسئلہ.........اس میں بتایا کہ تین وجوہ سے مجاز خلاف الاصل ہوتا ہے۔

التقسیم الثالث :

اس میں حقیقت ومجاز کی مشترک مباحث کو پیش کیا جو پانچ مسائل میں ذکر کیے۔

ساتواں باب :

احوال لفظیہ کے بارے میں اس باب میں احوال لفظیہ مخلۃ بافادۃ اللفظ اور متعارض وجوہ اور تعارض کی صورت میں ان کے حکم کو بیان کیا اور بتایا کہ متکلم کی بات سے جو فہم میں خلل پیدا ہوتا ہے اس کے پانچ احتمالات ہوسکتے ہیں :

۱۔الاشتراک ۲۔النقل ۳۔المجاز ۴۔الاضمار ۵۔التخصیص

مذکورہ پانچ میں محصور ہونے کی وجہ بتائی۔ پھر بیان کیا کہ اقتضاء خلل لفظی نہیں ہے۔ پھر دس اوجہ میں ان میں پائے جانے والے احتمالات کے تعارض کو بیان کیا اور وجہ حصر بیان کی۔ ان وجوہ کو دس مسائل میں پیش کیا۔

مسئلہ ۱.........تعارض بین النقل والاشتراک کی صورت میں نقل، اشتراک سے بہتر ہے اس کی وجہ بتائی۔ نقل کی اشتراک پر فضیلت پر تین اعتراضات کا ذکر کر کے جوابات دیئے۔

مسئلہ ۲.........جب مجاز اور اشتراک کے مابین تعارض ہو جائے تو مجاز اشتراک سے دو وجوہ کی بناء پر بہتر ہوگا۔ پھر کہا کہ اگر کہا جائے کہ اشتراک ان وجوہ کی بناء پر مجاز سے بہتر ہے تو اس کی صورتیں بتا کر ان کے جوابات دیئے۔

مسئلہ ۳.........تعارض بین الاضمار والاشتراک ہو تو الاضمار اشترک سے بہتر ہوگا اس کی وجوہات بھی ذکر کیں۔ اشتراک کی الاضمار پر فضیلت کی ممکنہ صورتیں بتا کر جوابات دیئے۔

مسئلہ۴........ تعارض بین التخصیص والاشتراک کی صورت میں تخصیص اشتراک سے بہتر ہوگا۔ اس کا سبب ذکر کیا۔

مسئلہ۵........ تعارض بین المجاز والنقل کی صورت میں مجاز نقل سے بہتر ہوگا اس کی وجہ بھی بتائی۔ پھر نقل کی مجاز پر فضیلت پر سوالات کے جوابات دیئے۔

مسئلہ۶........ تعارض بین الاضمار والنقل کی صورت میں اضمار نقل سے بہتر ہوگا۔ اس کے اسباب بھی بتائے۔

مسئلہ۷........ تعارض بین التخصیص والنقل ہوتو تخصیص نقل سے بہتر ہوگا۔

مسئلہ۸........ مجاز اور اضمار دونوں برابر ہیں۔ برابری کی علت بھی بیان کی۔

مسئلہ۹........ جب تخصیص اور مجاز کے درمیان تعارض ہوتو تخصیص، مجاز سے بہتر ہے۔ اس کے اسباب بھی بتائے۔

مسئلہ۱۰........ تخصیص اور اضمار کے درمیان تعارض ہوتو تخصیص اضمار سے بہتر ہوگی۔ اس کی علت بھی بیان کی۔

ان دس مسائل مذکورہ بیان کرنے کے بعد اسی باب میں چار فروع بیان کیں :

فرع ۱۔ اشتراک، نسخ سے بہتر ہے، اس کی علت بتائی ۔

فرع ۲۔ متواطی، مشترک سے بہتر ہے، اس کی علت بتائی ۔

فرع ۳۔ دو علمین کا اشتراک ، دو معنیین کے اشتراک سے بہتر ہے، اس کی وجہ بھی بتائی۔

فرع ۴۔ علم و معنی کا اشتراک دو معنیین کے اشتراک سے بہتر ہے۔

آٹھواں باب :

حروف کی تفسیر میں اس باب میں ان حروف کی تفسیر کی گئی ہے جن کی اس فن میں ضرورت رہتی ہے مثلاً واو، ف، فی، من، انما وغیرہ۔ اس باب کو چھ مسائل میں تقسیم کرکے ہر مسئلہ پر بحث کی۔

نواں باب :

خطاب اللہ اور خطاب الرسول سے استدلال کی کیفیت کے بارے میں ہے۔ اس باب میں پانچ مسائل پیش کئے اور پھر بعض مسائل کی وضاحت کی خاطر اس کے ضمن میں مزید قسمیں بیان کیں۔ نو ابواب کی تکمیل سے فراغت کے بعد اوامر و نواہی پر گفتگو کرتے ہیں۔

الاوامر والنواہی کا بیان :

طوالت سے بچنے کی خاطر اختصار سے کلام کریں گے۔ اوامر و نواہی پر کلام کو ایک مقدمہ اور تین اقسام میں پیش کیا، مقدمہ آٹھ مسائل پر مشتمل ہے۔ مقدمہ کے بعد کی تین اقسام میں سے پہلی قسم جو کہ لفظی ابحاث میں ہے اس کو گیارہ مسائل میں بیان کیا۔ دوسری قسم جو مسائل معنویہ پر ہے اس کو چار انظار پر منقسم کیا اور تیسری قسم جو صرف نواہی سے متعلق ہے اس میں سات مسائل پیش کئے۔

عموم وخصوص کا بیان :

عموم وخصوص کو چار اقسام میں مرتب کیا۔

پہلی قسم.........(عموم سے متعلق ہے) اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

پہلی جہت : عموم کے الفاظ میں ہے جسے سات مسائل میں بیان کیا۔

دوسری جہت : لواحق عموم میں ہے (مگر وہ حقیقتاً لواحق نہیں ہیں)۔ آٹھ مسائل میں بیان کیا۔

دوسری قسم.........(خصوص میں ہے) یہ آٹھ مسائل پر مشتمل ہے جن میں تخصیص کی تعریف، تخصیص نسخ اور استثناء کا فرق اور علت شرعیہ، مفہوم الموافقۃ، مفہوم المخالفۃ، ان کا حکم واقسام اور عام بولکر خاص مراد لیا وغیرہ بیان کئے۔

تیسری قسم.........(عموم کی تخصیص میں) یہ قسم چار اطراف پر مشتمل ہے۔

۱۔ التخصیص بالادلۃ المتصلۃ
۲۔ التخصیص بالادلۃ المنفصلۃ
۳۔ بناء العام علی الخاص
۴۔ مایظن انہ مخصص ولیس کذلک

طرف اول.........(التخصیص بالادلۃ المتصلۃ) :

تین ابواب میں اس کی تشریح کی :

پہلا باب.........الاستثناء میں ہے۔ اس میں سات مسائل بیان کئے جن میں استثناء کی تعریف، شرح التعریف، استثناء منفصل، استثناء من غیر الجنس کا بطلان، استثناء کی صحت کے شرائط، استثناء کے بارے میں علماء کے مذاہب وادلہ اور مذہب اقرب الصواب وغیرہ پر بحث کی۔

دوسرا باب.........شرط کے ساتھ تخصیص میں ہے۔ اس میں آٹھ مسائل بیان کئے جس میں شرط کی تعریف، اذا، وان حروف شرط کا فرق، مشروط اور اس کی اقسام، جملہ پر شرط داخل کرنے پر علماء کا اختلاف اور اس بارے میں ان کے مذاہب وغیرہ بیان کئے۔

تیسرا باب.........غایۃ وصفت کے ساتھ تخصیص میں ہے اس بحث کو دو فصلوں میں بیان کیا۔ پہلی فصل: جو تخصیص بالغایۃ سے متعلق ہے۔ اس کو مزید تین بحثوں میں منقسم کر دیا۔ دوسری فصل : تخصیص بالصفۃ سے متعلق ہے۔

طرف ثانی : (التخصیص بالادلۃ المنفصلۃ) :

یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل : تخصیص بالعقل ، دوسری تخصیص العام بالحس ، تیسری فصل : تخصیص القطعی بالقطعی (پانچ مسائل پر مشتمل) جبکہ چوتھی فصل : تخصیص المقطوع بالمظنون (تین مسائل پر مشتمل) پر کلام کیا۔

طرف الثالث : (بناء العام علی الخاص) :

دو چیزیں ایک دوسرے سے باہم متعارض ہیں ان میں ایک عام اور دوسرا خاص ہے تو اس کے احوال بیان کئے۔ ہر حال میں علماء کی آراء ان کے ادلہ اور مذاہب مختار کی تصریح کی۔

طرف الرابع : (مایظن انه مخصص ولیس کذلک) : اس موضوع پر کلام دس مسائل میں کیا۔

چوتھی قسم .... مطلق کو مقید پر محمول کرنے سے متعلق ہے۔

مجمل اور مبین کا بیان .... ایک مقدمہ اور تین اقسام میں ذکر کیا۔ مقدمہ میں الفاظ اصطلاحیہ کی شرح کی البیان، المبین اور المفسر کو بیان کیا۔ جبکہ تین اقسام کی پہلی قسم میں مجمل کو دو مسئلوں میں بیان کیا۔ اس کو چار اقسام میں بیان کیا۔

نسخ و منسوخ کا بیان .... اس کے بعد الاجماع کو سات اقسام میں۔ الاخبار کو ایک مقدمہ اور چار اقسام میں۔ القیاس کو ایک مقدمہ اور تین اقسام میں پیش کیا۔ تعامل اور ترجیح کو تین اقسام میں۔ اجتہاد اور اس کے ارکان اربعہ اجتہاد، مجتہد، المجتہد فیہ، حکم الاجتہاد کو بیان کیا۔

شہاب الدین الزنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ)[1]

فقیہ، اصولی، خلافی اور مفسر تھے۔ ان میں تفوق علمی رکھتے تھے۔ مدرسہ نظامیہ و مستنصریہ میں تدریس کی۔ اعلام شافعیہ میں سے ایک علم تھے۔ اندیشہ ہے کہ آپ کی بہت سی کتب فتنہ تاتار اور حوادث زمانہ کی نذر ہوگئی ہوں گی مگر خوش قسمتی سے فقہ و اصول پر آپ کی ایک کتاب موجود ہے۔ جس کا ہم ذکر کریں گے۔

مؤلفات اصولیہ .... انہوں نے "تخریج الفروع علی الاصول" تالیف کی۔

تخریج الفروع علی الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

شہاب الدین نے اس کتاب میں ایک نئے اسلوب کو متعارف کرایا ہے۔ اس میں احکام فقہ سے جزئیات مع ان کے اصول و ضوابط اور فروع کے ان کے علاقوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ قواعد و کلیات کے ضمن میں مذہب شافعی اور حنفی کے اختلاف کو بیان کیا ہے اور اس اصل کو بیان کیا جو مسائل میں ان کے درمیان وجہ اختلاف بنتی ہیں، جزئیات کا کلیات کی طرف رجوع اور ہر اصل کے مرجع کی تعیین کی اور کہا کہ اس قسم کا اختلاف جو عبث اور تابع خواہش نفسانی نہ ہو وہ ممنوع نہیں ہوتا۔

اسی طرح اس کتاب میں استدلال و ترجیح کے لئے فقیہ میں ملکہ و اہلیت پیدا کرنے کی تدریب و ترتیب کو بیان کیا ہے جس کی مدد سے قواعد کبریٰ سے مسائل کی تفریع پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ مؤلف نے اپنی اس کتاب میں اشارہ کیا کہ تفریع پر قدرت اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب احکام فرعیہ اور ان کے ادلہ کے درمیان وجہ ارتباط کی معرفت حاصل ہو، وہ کہتے ہیں :

---

[1] شہاب الدین محمود احمد بن محمود الزنجانی، المناقب، متوفی ۱۲۵۸ء، بغداد میں شہادت پائی۔

" فالذی لا یهتدی الی وجه الارتباط بین احکام الفروع وادلتها . التی هی اصول الفقه . لایتسع له المجال ولا یمکنه التفریع علیها مجال "[1]

(تو جو شخص احکام فروع اور ان کے ادلہ کے مابین وجہ ارتباط نہیں جانے گا جو کہ اصول فقہ ہیں، وہ دلائل پیش نہیں کر سکے گا جن پر تفریع ممکن ہوتی ہے)

اس مذکورہ سبب کی بناء پر فطری بات تھی کہ انہوں نے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جو صرف اصول فقہ یا قواعد یا فروع پر نہ ہو بلکہ ایک جداگانہ مسلک پر ہو جو اصول وفروع دونوں میں مشترک ہو اور جس کا اس سے قبل رواج بھی نہ رہا ہو۔ اپنی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں :

" فبدأت بالمسالة الاصولية التی ترد الیها الفروع فی کل قاعدة ، وضمنتها ذکر الحجة الاصولیة من الجانبین ، ثم رددت الفروع الناشیئه منها الیها ، فتحرر الکتاب مع صغر حجمه حاویا لقواعد الاصول ، جامعا لقوانین الفروع "[2]

(میں نے اس (کتاب) کا آغاز مسئلہ اصولیہ کے ساتھ کیا۔ ہر قاعدہ میں جس کی طرف فروع رجوع کرتی ہے اور میں نے حجت اصولیہ کے ذکر کو جانبین (جزئیہ وکلیہ) سے شامل کیا اور پھر میں نے ان میں سے فروع ظاہرہ کو ان مسائل اصولیہ کی طرف لوٹایا۔ یہ کتاب حجم میں چھوٹی ہونے کے باوجود جمیع قواعد اصول کا احاطہ کرتی ہے اور یہ قوانین فروع کے لئے جامع کتاب ہے)

مؤلف نے اس کتاب میں مذہب حنفی وشافعی تک بحث کو محدود رکھا مگر پھر بھی استثناء کے ساتھ طلاق کے مسائل میں امام مالک کے مذہب کو بھی ذکر کیا۔[3]

یہ کتاب صرف مسائل اصول فقہ کے ضوابط پر ہی مشتمل نہیں، بلکہ قواعد فقہیہ بھی ذکر کئے گئے ہیں اور ان کلمات میں دور بھی کیا۔ وہ اس طرح کے بعض مرتبہ اصول بول کر اصول فقہ کے ساتھ قواعد فقہ بھی مراد لینے کو درست مانتے ہیں اور کبھی ضوابط الکتاب یا ایک باب کے تحت مسائل الاصول اور قواعد، مشترکہ طور پر لے آتے ہیں۔ مثلاً کتاب النکاح کو پانچ "ضوابط الاصول" اور تین قواعد فقہیہ کے تحت بیان کیا ہے۔[4]

پانچ ضوابط الاصول یہ ہیں :

۱۔ الامر بالشی لیس نهیا عن ضده

۲۔ راوی الاصل ینکر روایة الفروع

۳۔ متی یحمل المطلق علی المقید

۴۔ حکم الشیٔ هل یدور مع اثره وجودا او عدما

5۔ حکم اللفظ اذا دار بین معناه الشرعی ومعناه الحقیقی

---

[1] تخریج الفروع علی الاصول، شہاب الدین الزنجانی، تحقیق وحواشی محمد ادیب صالح ص ۳۴، بیروت مؤسسۃ الرسالہ طبع خامس ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء
[2] حوالہ سابق ص ۳۵
[3] حوالہ سابق ص ۱۲
[4] حوالہ سابق ص ۱۲۸

تین قواعد فقہیہ یہ ہیں :

۱۔ شهادة النساء وهل هي ضرورية او اصلية

۲۔ قرب القرابة واعتباره في الاستدلال بالنكاح

۳۔ ولاية الاجبار في حق البنات هل تعلل بالبكارة أو الصغر

اگرچہ آخری تین کا تعلق اصول سے ہے اور دیگر کا قواعد سے، پھر بھی ان کو قواعد فقہیہ اور ضوابط الاصول کے تحت بیان کیا ہے۔

شہاب الدین کبھی قاعدہ اصولیہ کی اس قدر رعایت کر جاتے ہیں کہ ظاہراً یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس بات کا اس کتاب یا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً "تعليق الطلاق بالملك" کے مسائل کو "كتاب البيوع" میں بیان کیا۔ کیونکہ ان کی نظر میں یہ قاعدہ اصولیہ کی طرف جاتا ہے جو مسائل البيوع کے ضوابط میں سے ایک ضابط کے تحت آتا ہے اور وہ یہ ہے :

" دخول الشرط على السبب هل يمنع انعقاده سببا ".[۱]

مگر کتاب میں اس طرح کم ہی ہوا ہے اور اکثر زنجانی نے ابواب فقہ کے ضبط اور اصول و قوانین پر ان کے مسائل کی تخریج میں عام طریقہ کی پیروی کی ہے۔

قواعد اصول فقہ کے بیان میں بعض مواقع پر انہوں نے جمہور متقدمین اصولیین یا متاخرین کے مشہور معنی سے ہٹ کر ایک نئے اور عمدہ معانی نکالے ہیں۔ مثلاً "مسائل الامر المطلق ، واقتضائه التكرار والفور ، واقتضاء الامر بالشيء النهي عن ضده ، ومسالة العموم في المقتضى" میں ایسا کیا ہے۔[۲]

اسی طرح مصلحت کے بارے میں ان کی گفتگو میں نظر آتا ہے۔ استحسان حنفی مذہب کی ایک خصوصیت ہے اور اسی سے قریب تر مصالح مرسلہ ہے جسے امام مالک اپناتے ہیں لیکن امام شافعی نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "الرد على الاستحسان" یا ابطال الاستحسان " رکھا، جو استحسان کی تردید کے دلائل پر مبنی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے نظر آتا ہے کہ انہوں نے استحسان کا ایک فرضی مفہوم لے کر اس کی تردید کی ہے مگر زنجانی نے امام شافعی کے نزدیک " تمسک بالمصالح المستندة الى كلي الشرع ، وان لم تكن مستندة الى الجزئيات الخاصة المعينة " کے جائز ہونے کا اعتبار کیا ہے۔[۳]

یہ تمام باتیں زنجانی کے فقیہ النفس، مقاصد شریعہ میں کامل فہم، آئمہ کے اجتہادات کے مرامی کے ادراک، اور ان کے استنباط احکام سے شریعت کی حدود کی حفاظت کے بارے میں مکمل آگاہی پر دلالت کرتی ہیں اور آپ اس نمودمسلک پر کاربند رہے جس پر آئمہ سلف چلے تھے۔

۱۔ حوالہ سابق ص ۷ ۲۔ حوالہ سابق ۲۲/۲۸/۱۳۵ ۳۔ حوالہ سابق ص ۱۶۹

زنجانی شافعی المذہب ہونے کے باوجود بھی مسائل اصولیہ وفروعیہ کے پیش کرنے میں غیر جانبدار رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر ذی حق کو اس کا حق دیا جائے۔ اس لئے وہ ہر جگہ اپنے مذہب کے نقطۂ نظر کا دفاع کرتے نظر نہیں آتے، بلکہ کبھی ایسا ہوا بھی تو صرف بعض مرتبہ اور بعض مسائل اصولیہ کی حد تک محدود تھا۔ مثلاً

۱۔ احناف کو ان کے قول "بعدم جواز القیاس فی القیاس" کا جواب دیتے ہیں۔[1]

۲۔ اسی طرح احناف اور قدریہ کو ان کے قول کا جواب دیتے ہیں کہ "رفع الخطاء والنسیان" والی حدیث مجمل ہے، اس سے احتجاج جائز نہیں ہے۔[2]

۳۔ اور "تخصیص عموم الکتاب بالقیاس" کے جواز میں شافعیہ کا دفاع کیا۔

بہر حال وہ چند مقامات کے علاوہ ہر جگہ غیر متعصب رہتے ہوئے ایک علیحدہ نقطۂ نظر پیش کردیتے ہیں۔ مثلاً حج میں استنابہ کے حکم کے بارے میں ظاہر المذہب کو ترک کر کے احناف کا ساتھ دیا اور محمد بن حسن کے قول کو اختیار کیا۔[3] عورت کے اپنے متوفی شوہر کو غسل دینے کے بارے میں بھی اسی پر عمل کیا۔[4]

زنجانی نے جس مسلک پر کتاب لکھی علم اختلاف کے تطور کے بعد پانچویں صدی ہجری میں اس کا آغاز ہوا۔ ابوزید عبیداللہ الدبوسی حنفی (متوفی ۴۳۰ھ) نے فقہاء کے اختلاف پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "تاسیس النظر" رکھا۔ اس میں آٹھ قسم کے اختلافات پیش کئے۔ اس کتاب کا مکمل تعارف گزر چکا ہے۔ زنجانی اور دبوسی کی دونوں کتب یعنی تخریج الفروع اور تاسیس النظر فروع سے اصول کی طرف لوٹتی ہیں۔ مگر پھر بھی ان دونوں میں اجمالی طور پر فرق کیا جاسکتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ شہاب الدین زنجانی، ابوزید دبوسی کے مقابلہ میں مسائلِ اصول فقہ کثرت سے لاتے ہیں۔[5]

۲ دبوسی مسائل اصول یا قاعدۂ فقہیہ ذکر کرنے کے بعد اکثر احتجاج یا تائیدِ معنی کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ صرف اس کے بیان کردینے پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مسئلہ یا قاعدہ مسلمات میں سے ہے۔ جبکہ زنجانی اس کے برعکس عمل کرتے ہیں۔

۳۔ دبوسی، زنجانی کی طرح ابوابِ فقہ کی ترتیب کی پابندی نہیں کرتے، بلکہ اصل جس میں اختلاف واقع ہوتا ہے اسے بیان کر کے اس کے تحت متفرق ابوابِ فقہیہ کو جمع کر کے مربوط کردیتے ہیں۔ مثلاً حنفی اور شافعی کے درمیان اختلاف کی قسم میں آتا ہے:

الاصل عندنا ان کل فعل استحق فعله علی جهة بعینها ، فعلی أی وجه حصل کان من الوجوه المستحق علیها کرد الودیعة والغضب وعلی هذا مسائل منها :

۱۔ ان من صام رمضان بنیة النفل أو بنیة مبهمة اجزأه عن الفرض

۲۔ من سجد فی الصلاة المکتوبة سجدة یرید بها النفل کانت فرضا

---

[1] حوالہ سابق ص ۵۶۔۵۷ [2] حوالہ سابق ص ۱۷۶ [3] حوالہ سابق ص ۱۶

[4] حوالہ سابق ص ۳۹ [5] حوالہ سابق ص ۲۸، ۴۷، ۵۵، ۶۳، ۷۷

۳۔ اذا وھبت المراۃ صداقھا لزوجھا قبل القبض ثم طلقھا قبل الدخول فلا شئی علیھا استحسانا ویرجع الزوج علیھا بنصف الصداق قیاسا

۴۔ من غصب طعاما ثم اطعم المغصوب منه بری من الضمان۔[1]

امام زنجانی کے بارے میں مذکور ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ پر لوگوں کو اُبھارتے تھے۔ تاتاریوں نے جب بغداد کو تباہ و برباد کیا، اسی زمانہ میں شہید کئے گئے۔[2]

احمد القرطبی مالکی (متوفی ۵۷۸ھ۔۶۵۶ھ)[3]

فقیہ اور محدث تھے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "الوصول الی علم الاصول" تالیف کی۔[4]

احمد بن محمد الرصاص زیدی (متوفی ۶۵۶ھ)[5]

فقیہ اور اصولی تھے۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ "جوھرۃ الاصول وتذکرۃ الفحول" فی اصول الفقه، بسمله کے بعد اس کتاب کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "الحمد لله ولی الحمد بما افاض من سجال الاحسان.......... الخ"
اور اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

"واستیفاء ذلک والرد علی القائلین به موضعه فی اصول الدین"

دکتور مظہر بقا کے مطابق اس کا ایک نسخہ مکتبہ جامع کبیر صنعاء میں اصول فقہ نمبر ۱۳ کے تحت اور مکتبہ جامعۃ الملک بن سعود ریاض میں (۵۰۳۵) کے تحت موجود ہے۔

۲۔ شرح جوھرۃ الاصول۔[6]

عبد الحمید بن ابی الحدید المعتزلی شیعی (متوفی ۵۸۶ھ۔۶۵۶ھ)[7]

ادیب، کاتب، شاعر اور بعض دوسرے علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ کئی فنون پر آپ کی تصنیفات ہیں۔

۱۔ تاسیس النظر۔ الدبوسی ص ۶۱ ۲۔ الفتح المبین ۲/۷۰
۳۔ ابو العباس احمد عمر بن ابراہیم القرطبی الانصاری (۱۱۸۲ء۔۱۲۵۸ء) قرطبہ میں ولادت اور اسکندریہ میں وفات پائی۔
۴۔ شذرات الذہب ۵/۲۷۳۔۲۷۴، معجم الاصولیین ۵/۲۷۳۔۲۷۴، البدایۃ والنہایۃ ۱۳/۲۱۳، ارشاد الفحول ص ۸۶، حسن المحاضرہ ۱/۳۵۷
۵۔ احمد بن محمد بن حسن بن محمد الرصاص متوفی ۱۲۵۸ء
۶۔ معجم المؤلفین ۱/۱۹۱، ۲/۱۹۱، ۲/۹۰، اس میں اس کا نام احمد بن حسن مذکور ہے۔ بروکلمان ۱/۳۴۳، الذیل لہ ۱/۷۰۰۔۷۰۱، معجم الاصولیین ۱/۲۵ (۱۵۳)
۷۔ ابو حامد عبد الرحمن بن ہبۃ اللہ بن محمد بن حسین بن ابو الحدید عز الدین المدائنی (۱۱۹۰ء۔۱۲۵۸ء) مدائن میں وفات ہوئی، پھر بغداد منتقل ہو گئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعلیقات علی کتاب المحصول للامام فخر الدین رازی تالیف کی۔[1]

احمد بن عمیرہ ابوالمطرف (متوفی ۵۸۲ھ۔۶۵۸ھ)[2]

فقہ، اصول، حدیث، ادب کتابت وخطابت اور دیگر بعض علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ مکناسہ اور ملیانہ وغیرہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : "رد علی کتاب المعالم" فی اصول الفقہ للامام فخر الدین رازی"۔[3]

مختار الغزمینی حنفی (متوفی ۶۵۸ھ)[4]

فقہ، خلاف، کلام، جدل اور مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ خوارزم کے ایک قصبہ میں نشونما پائی، بغداد گئے پھر بلاد روم میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اکابر وجید علماء سے اکتساب فیض کیا، خوب علم حاصل کیا یہاں تک کہ ان کا شمار کبار آئمہ میں ہونے لگا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مجتبیٰ فی الاصول ۲۔ الصفوۃ فی الأصول۔[5]

عزالدین ابن عبدالسلام شافعی (متوفی ۵۷۷ھ۔۶۶۰ھ)[6]

فقیہ، اصولی، لغوی اور مفسر تھے، مجتہد کے مرتبہ پر فائز تھے۔ فخر الدین بن عساکر سے فقہ کی اور سیف الدین امدی سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی، جبکہ آپ سے نقل کرنے والوں میں شیخ الاسلام ابن دقیق العید، علاؤالدین الباجی وغیرہ شامل ہیں۔ عزالدین دمشق میں جامع اُموی میں خطیب تھے۔ سلطان صالح اسماعیل نے جب "صیدا" نامی شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیا تو ابن عبدالسلام نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا اور ممبر پر علی الاعلان سلطان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور خطبہ میں سے سلطان کے لئے دعا ترک کر دی۔ سلطان نے ان کو قید کیا اور پھر شام جانے کو کہا۔ مگر وہ مصر چلے آئے جہاں ملک الصالح ایوب نے انہیں جامع العتیق جامع مسجد عمرو بن العاص کا خطیب مقرر کیا اور ماسوائے قاہرہ کے تمام مصری علاقوں کی عدالتوں کا رئیس بنا دیا۔ مگر جب دار السلطان کے اُستاد فخر الدین

---

[1] البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ ۱۳/ ۱۹۹۔۲۰۰، بیروت مکتبۃ المعارف، الریاض، مکتبۃ النصر ۱۹۶۶ء کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۵، ہدایۃ العارفین ۶/ ۵۰۷، اس میں تاریخ وفات ۵۵۵ مذکور ہے اور کتاب کا نام اس طرح ہے نقص المحصول فی علم الاصول۔ فوات الوفیات ۲/ ۲۵۹ (۲۳۶) ۱۳/ ۱۹۹۔۲۰۰

[2] احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن (حسین) بن عمیرہ، المخزومی البلنسی المغربی التونسی (۱۱۸۶ء۔۱۲۶۱ء)، اندلس میں ولادت اور تونس میں وفات ہوئی۔ [3] الدیباج ص ۱۱۴۔۱۱۵، الفتح المبین ۲/ ۷۲، معجم الاصولیین ۱/ ۱۵۸ (۱۱۰)

[4] ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد، نجم الدین الزاہدی الغزمینی متوفی ۱۲۶۰ء خوارزم میں نشاۃ ہوئی اور بلاد روم میں مقیم ہو گئے تھے۔

[5] کشف الظنون ۲/ ۱۵۹۲، ۲/ ۱۰۸۰، ہدایۃ العارفین ۶/ ۴۲۳، الفتح المبین ۲/ ۷۱، الفوائد البہیہ ۱۱۲، الجواہر المضیہ ۲/ ۱۶۶

[6] سلطان العلماء عبدالعزیز بن عبدالسلام بن ابوالقاسم، عزالدین السلمی الدمشقی (۱۱۸۱ء۔۱۲۶۱ء)، قاہرہ میں وفات پائی۔

طان نے مسجد کے اُوپر گھر بنوایا اور اس میں طبل خانہ کھولا تو ابن عبدالسلام نے اس کو حکم دے کر منہدم کروادیا اور پھر قضاء سے مستعفی ہو گئے۔ پھر سلطان نے ان کی تدریس کے لئے مدرسہ صالحیہ بنوادیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الامام فی بیان ادلة الاحکام

۲۔ شرح مختصر المنتھی لا بن الحاجب

۳۔ رسالة فی اصول الفقه۔ یہ رسالہ مکتبہ جامعہ اُم القریٰ میں ۲۸۹۲ کے تحت موجود ہے۔[1]

ابن العدیم حنفی (۵۸۶ھ۔۶۶۰ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ............ مذہب ابوحنیفہ پر "منهاج فی الاصول والفروع" تالیف کی۔[3]

شہاب الدین ابوشامہ شافعی (۵۹۶ھ۔۶۶۵ھ)[4]

محدث، حافظ، مؤرخ، مفسر، فقیہ، اصولی، متکلم، مقری اور نحوی تھے۔ کہا گیا ہے کہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچے تھے۔ عزالدین بن عبدالسلام، فخر بن عساکر، سیف الدین امدی اور موفق الدین ابن قدامہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "المحقق من علم الاصول فیما یتعلق بافعال الرسول"

اس کتاب پر صالح شریخ جابر (اردنی) نے جامعہ اسلامیہ مدینہ المنورہ سے ۱۴۰۳ھ میں ڈکتوراہ کی ڈگری حاصل کی۔

۲۔ الاصول فی الاصول۔[5]

ظہیر الدین محمد بن عمر حنفی (متوفی ۶۶۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "کشف الاسرار" تالیف کی۔[6]

---

[1] کشف الظنون ۱/۲،۱۶۶/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۵۸۰، اس میں مختصر السول والامل لابن الحاجب مذکورہ ہے۔ شذرات الذھب ۵/۳۰۱۔۳۰۲، فوات الوفیات ۱/۲۸۷، الفتح المبین ۲/۷۳۔۷۴، معجم الاصولیین ۲/۲۰۹ (۴۴۳)

[2] ابوحفص عمر بن القاضی مجد الدین احمد بن ہبۃ اللہ ابن جرادہ العقیلی، کمال الدین الحلبی ابن العدیم۔

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۷۸۶

[4] شہاب الدین عبدالرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان المقدسی الدمشقی ۱۱۹۹ء۔ ۱۲۶۶ء، ابوالقاسم اور ابو شامہ کنیت تھی۔ دمشق میں وفات پائی۔

[5] ایضاح المکنون ۳/۹۳، ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۴، ۶/۱۲۹، اس میں تاریخ وفات ۶۶۸ھ مذکور ہے۔ شذرات الذھب ۵/۳۱۸۔۳۱۹، فوات الوفیات ۲/۲۶۹ (۲۵۱)، تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۴۶۰۔۱۴۶۳، الفتح المبین ۲/۷۵، معجم الاصولیین ۲/۱۷۴ (۳۱۱)

[6] ظہیر الدین محمد ابن عمر محمد البخاری النوحاباذی ایضاح المکنون ۴/۳۵۵

علی الرامشی حنفی (متوفی ۶۶۷ھ)[1]

فقہ، اصولی، محدث، مفسر، جدلی، کلامی اور حافظ تھے اور ماوراء النہر کے حنفی علماء میں تھے۔ صاحب الکنز حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی آپ کے تلامذہ میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ سب پہلے آپ نے الہدایہ کی شرح لکھی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اصول فخر الاسلام البزدوی" کی شرح لکھی۔[2]

عبدالرحیم موصلی شافعی (متوفی ۵۹۸ھ۔۶۷۱ھ)[3]

فقہ محدث اصولی حافظ تھے۔ موصل میں پیدا ہوئے۔ بعد میں تاتار کے فتنہ سے بچنے کے لئے بغداد ہجرت کی۔ بغداد کے مغربی علاقے کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ابن کثیر کے مطابق انہوں نے امام رازی کی کتاب کا اختصار کیا جس کا نام "مختصر المحصول" رکھا۔

۲۔ ہدیۃ العارفین میں دوسری کتاب مختصر "المحصل للرازی" بھی مذکور ہے۔ (واللہ اعلم)[4]

عمر بن محمد الخبازی حنفی (۶۱۰ھ/۶۷۱ھ)[5]

فقیہ، اصولی، زاہد، عارف تھے۔ ابتدائی تعلیم ججندہ (ماوراء النہر کا شہر) میں حاصل کرنے کے بعد خوارزم، بغداد اور پھر دمشق آگئے جہاں تدریس، تصنیف وافتاء کی خدمات انجام دیں۔ شارح اصول بزدوی علاء الدین بن عبدالعزیز بخاری آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ آپ نے فقہ، اصولِ فقہ واصول دین میں یادگار تصانیف چھوڑیں۔ فقہ میں ہدایہ کی شرح لکھی۔

مؤلفات اصولیہ : المغنی فی الاصول۔

المغنی فی الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

حاجی خلیفہ نے صاحب المنتہی فی شرح المغنی سراج دمشقی، متوفی ۷۷۰ھ کے حوالے سے لکھا :

---

[1] علی بن محمد بن علی نجم العلماء حمید الدین الضریر الرامشی بخاری متوفی ۱۲۶۸ء بخاری میں انتقال ہوا۔

[2] الفوائد البہیہ ۱۲۵، الجواہر المضیہ ۱/۳۷۳ (۱۰۲۷)، الفتح المبین ۲/۷۷

[3] تاج الدین ابوالقاسم، عبدالرحیم بن محمد بن محمد بن یونس بن ربیعہ (۱۲۰۱ء۔۱۲۷۲ء)۔ موصول میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

[4] البدیہ والنہایہ، حافظ ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ، ۱۳/۵۶۲۔ بیروت مکتبۃ المعارف، الریاض مکتبۃ النصر ۱۹۶۶ء۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۶۱۔ نام اس طرح مذکور ہے، عبدالرحیم بن محمد بن یونس بن محمد بن منعہ الفتح المبین ۲/۷۸، شذرات الذہب ۵/۳۳۲، معجم الاصولیین ۲/۱۹۸ (۳۳۳)

[5] ابو محمد عمر بن عمر الخبازی الجحندی حنفی، جلال الدین (۱۲۱۳ء/۱۲۷۲ء)۔ ماوراء النہر میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹ میں ۶۷۱ھ تاریخ وفات مذکور ہے۔ الفتح المبین ۲/۷۹، الفوائد البہیہ۔ ص ۱۵۱۔

”هو محتو على مقاصد الكلية الاصولية منطو على الشواهد الجزئية الفروعية مرشد الى اغراض الطلاب موصل الى محلص (محض اَو مخلص) قواعد اصول الفقه لاولى الالباب شامل لخلاصة شمس الائمة وزبدة اصول فخر الاسلام فلذلك شاع وذاع فيما بين الانام“۔[1]

(وہ مقاصد کلیہ اصولیہ پر مشتمل ادلہ، جزئیہ فروعیہ میں محیط، طالبین کی غرض تک رہنمائی کرنے والی، صاحب عقل کو محض قواعد اصول فقہ تک پہنچانے والی، شمس الائمہ کے خلاصہ اور فخر الاسلام کے عمدہ اصول کو شامل ہے۔ اسی لئے دنیا میں مشہور و معروف ہوگئی)

"المغنی" کے شراحین :

۱۔ ابو محمد منصور بن احمد بن المؤید القاانی الخوارزمی (متوفی ۷۰۵ھ) نے شرح تالیف کی۔ جو کہ ایک مشہور و معتبر شرح ہے۔ اولہ : "الحمد لله الذی تجلی علی عبادہ" الخ۔[2]

۲۔ شیخ علاء الدین علی بن منصور حنفی مقدسی متوفی ۷۴۶ھ۔[3]

۳۔ محمد بن احمد الترکمانی حنفی (متوفی ۷۵۰ھ) نے "الکاشف الذهنی فی شرح المغنی" کے نام سے دو جلدوں میں شرح لکھی۔[4]

ترکمانی کی شرح پر حاشیہ : اس شرح پر قوام الدین مسعود ابن ابراہیم الکرمانی متوفی ۷۴۸ھ نے حاشیہ تالیف کیا۔[5]

۴۔ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ابراہیم حنفی العنتابی (متوفی ۷۶۷ھ) قاضی عسکر دمشق نے "مجتنی الفتح" کے نام سے شرح تالیف کی۔ اولہ : الحمد راس شکرک اللهم یامن هو المحمود بکل لسان الخ۔[6]

۵۔ جمال الدین محمود بن احمد القونوی ابن السراج دمشقی (متوفی ۷۷۰ھ) نے تین مجلدات میں اس کی شرح لکھی اور اس کا نام "المنتهی" رکھا۔[7]

۶۔ سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحٰق بن احمد الشبلی الہندی الغزنوی (متوفی ۷۷۳ھ) نے دو مجلدات پر مشتمل شرح لکھی اور اس کا نام " المنیر الزاهر من الفیض الباهر من شرح المغنی الخبازی" رکھا۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹۔ ۲۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ۲/۱۷۴۹، الفوائد البہیہ۔ ص ۲۱۵، ۲۱۶، الفتح المبین ۲/۱۹۱، ۱۹۲۔

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۱۹، الفتح المبین ۲/۱۵۳

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۵۷

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۶/۴۲۹، الفتح المبین ۲/۱۵۲

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۲، الفوائد البہیہ۔ ص ۱۳، الطبقات السنیہ ۱/۲۹۷، ۲۹۸

۷۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۹، الفتح المبین ۲/۱۹۷

اولہ : الحمدللہ الذی نور قلوب العلماء بنور ھدایتہ وشرح صدورھم بو فور عنایتہ الخ[1]

۷۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد شمس الدین محمد ابن عبدالرحمٰن الزمردی معروف بہ ابن الصائغ حنفی متوفی ۷۷۶ھ۔[2]

۸۔ ابن احمد متوفی ۷۹۵ھ نے شرح لکھی۔ اولہ : الحمد للہ جزیل الانعام علی اعلاء اعلام الاسلام الخ۔[3]

۹۔ علاء الدین علی بن عمر الاسود متوفی ۸۰۰ھ نے ایک بڑی شرح لکھی اور ۷۸۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اولہ : الحمدللہ الذی نور قلوب العلماء الخ۔[4]

۱۰۔ شیخ امام احمد بن ابراہیم بن (اسمٰعیل) بن ایوب حنفی نے "فتح المجتبی شرح المغنی" کے نام سے شرح لکھی۔ ۸۰۳ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔[5]

۱۱۔ مصطفیٰ بن یوسف بن مراد الموستاری البوسنوی الرومی حنفی (متوفی ۱۱۹۹ھ) نے فتح الاسرار فی شرح المغنی تالیف کی۔[6]

۱۲۔ محمد بن یوسف بن یعقوب الغزالی الاسیری حنفی (متوفی ۱۱۹۴ھ) نے المستغنی فی شرح المغنی تالیف کی۔[7]

نظم المغنی : احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن رجب شہاب الدین الطوخی (متوفی ۸۹۳ھ) نے "نظم المغنی" کے نام سے اس کا نظم کیا۔[8]

سالم المازنی الشیعی (۶۷۲ھ سے قبل)[9]

فقیہ، فرضی اور بعض دوسرے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ ابن ادریس حلی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی تصانیف فقہ، اصول و فرائض پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : "غنیۃ النزوع الی علمی الاصول و الفروع"۔[10]

احمد بن موسیٰ الطاوس امامی (متوفی ۶۷۳ھ)[11]

فقہی اصولی اور صاحب تصانیف تھے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۷۹۰، الفتح المبین ۲/۱۸۸
۲۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹
۳۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹
۴۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۶
۵۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹
۶۔ ایضاح المکنون ۳/۴۴۳
۷۔ ایضاح المکنون ۳/۱۶۹
۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۵
۹۔ ابوالحسن سالم بن بدران بن علی معین الدین المازنی مصری شیعی متوفی ۱۲۷۳ء سے قبل۔
۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۱، معجم الاصولیین ۲/۱۱۶ (۳۵۲) بحوالہ اعیان الشیعہ ۷/۱۷۲۔
۱۱۔ ابوالفضائل، احمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد، جمال الدین متوفی ۱۲۷۳ء۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ العدة فی اصول الفقه یا عدة الاصول ۲۔ فوائد العدة

۳۔ ہدیۃ العارفین میں "کتاب الکر فی الاصول" بھی مذکور ہے۔[1]

ابو القاسم شیعی (متوفی ۶۷۴ھ)

مؤلفات اصولیہ : نهج الوصول الی علم الاصول۔[2]

احمد بن محمد النابلسی (متوفی ۶۷۴ھ)[3]

فقیہ تھے۔ فقہ، اصول، عربی زبان اور نظر میں متقن تھے۔ قاہرہ میں عز الدین بن عبد السلام سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ایضاح المکنون کی عبارت ہے :

"صنف كتابا في اصول الفقه، جمع فيه بين طريقتي الامام والآمدي واسمه البديع في اصول الفقه".

(اصول فقہ میں البدیع فی اصول الفقہ نامی کتاب تالیف کی جس میں امام اور آمدی کے طریقہ کو جمع کیا)[4]

ابو الفضل الخلاطی (متوفی ۶۷۵ھ)[5]

فقیہ، قاضی، اصولی اور محدث تھے۔ بغداد، دمشق اور پھر قاہرہ منتقل ہو گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "قواعد الشرع وضوابط الأصل والفرع على الوجيز" تالیف کی۔ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابن برہان کی اصول میں کتاب "الوجیز" کی شرح ہے۔ اس میں اصول سے فروع کے استخراج میں متاخرین کے مسلک کی پیروی کی گئی ہے۔[6]

جعفر الحلی امامی (۶۰۲ھ/۶۷۶ھ)[7]

فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، علماء امامیہ میں سے ہیں۔

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/ ۹۷، معجم الاصولیین ۱/ ۳۳۳ (۱۸۶) بحوالہ معجم المؤلفین ۲/ ۱۸۷، اعیان الشیعہ ۳/ ۸۹، الذریعہ ۱۵/ ۲۲۸، ۱۶/ ۳۳۸۔ اس میں نام احمد بن موسیٰ بن طاؤس الحلی درج ہے۔

[2] ابو القاسم جعفر ابن حسن الشیعی، المفید، ایضاح المکنون ۴/ ۲۹۵

[3] ابو العباس احمد بن محمد بن نعمۃ شرف الدین النابلسی متوفی ۱۲۷۶ء

[4] معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۶ (۱۷۸) میں بحوالہ ایضاح المکنون ۱/ ۲۷۱ اور طبقات الاسنوی ۲/ ۴۸۴ مذکور ہے۔ ایضاح المکنون ۱/ ۲۷۱ کا یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔

[5] ابو الفضل محمد علی بن حسن الخلاطی (۱۲۷۳ء) ارمینیہ سے تعلق رکھتے تھے، قاہرہ میں وفات پائی۔

[6] الفتح المبین ۲/ ۸۰، بحوالہ طبقات السبکی ۵/ ۳۲، معجم البلدان یاقوت ۳/ ۳۵۲

[7] ابو القاسم جعفر بن حسن (حسین) یحییٰ، نجم الدین الهذلی، محقق الحلی کے لقب سے مشہور تھے (۱۲۰۵ء/ ۱۲۷۷ء)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نهج الوصول الی علم الاصول ۲۔ معارج الاصول

مظہر بقا کے مطابق اس کے دو نسخے برنستن (جھودا) میں نمبر ۵۵۹۸ اور ۵۵۲۵ کے تحت موجود ہیں، دونوں نسخوں کے غلاف پر "مختصر فی الاصول" مکتوب ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: احمد الله علی سابغ نعمته ....

۳۔ ہدیۃ العارفین میں ایک اور کتاب کا بھی ذکر ہے، جس کا نام "کتاب المسلک فی الاصول" ہے۔[1]

محی الدین النووی شافعی (۶۳۱ھ/ ۶۷۶ھ)[2]

فقیہ، حافظ اور زاہد تھے۔ اپنے والد کے ساتھ سوریا سے دمشق اور پھر حج کے لئے تشریف لے گئے، دمشق میں تعلیم حاصل کی۔ روزانہ حدیث، اصول، لغت، کلام و منطق وغیرہ کے بارہ اسباق کا مطالعہ کرتے۔ بیس برس تک زہد و تقویٰ، امر بالمعروف نہی عن المنکر، قلیل قناعت کے ساتھ دن و رات حصول علم میں گذارے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : آپ نے "کتاب الاصول والضوابط" تالیف کی۔ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصول فقہ پر کتاب ہے، اس کے مرجح ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ان کی زیادہ تر توجہ اور تدریس اس علم میں رہی۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کی کتاب "شرح المهذب" جس کا انہوں نے "المجموع" نام رکھا۔ اس میں وہ فروع فقہیہ کو ان کے اصول کے ساتھ مربوط کرتے نظر آتے ہیں۔

احمد الدشناوی شافعی (۶۱۵ھ/ ۶۷۷ھ)[3]

امام، فقیہ، زاہد تھے، قوص میں فتویٰ و تدریس کی ریاست آپ پر ختم ہوتی تھی۔ شہر قوص میں شیخ تقی الدین بن دقیق العیدان کے قریبی دوست تھے۔ قاہرہ میں شیخ عزالدین بن عبد السلام سے تفقہ حاصل کیا۔ شیخ شمس الدین محمد بن محمود الاصفہانی جو امام رازی کی المحصول کے شارح ہیں، سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔ اصول کے علاوہ فقہ، نحو وغیرہ میں بھی کتب تالیف کیں۔ مثلاً امام شیرازی کی فقہ پر مشہور کتاب "التنبیہ" کی شرح لکھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مختصر فی اصول الفقه" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں بغیر نام بتائے ان کی اصول پر کتاب کا ذکر ہے۔[4]

---

[1] ایضاح المکنون ۲/ ۶۹۵، ہدیۃ العارفین ۵/ ۲۵۳، معجم الاصولیین ۲/ ۱۴ (۲۴۴)

[2] ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۱۲۰۵ء/ ۱۲۷۷ء) ان کا لقب محی الدین النووی ہے اور شیخ الاسلام سے معروف تھے۔ سوریا میں ولادت و وفات ہوئی۔

[3] احمد بن عبد الرحمن بن محمد الکندی الدشناوی، جلال الدین، ابن بنت الجمیزی (۱۲۱۸ء/ ۱۲۷۹ء) مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

[4] ہدیۃ العارفین ۵/ ۹۸، الوافی بالوفیات، الصفدی ۷/ ۵۵۔۵۶ (۲۹۸۷) معجم الاصولیین ۱/ ۱۴۳ (۱۰۱)

شمس الدین محمد بن محمد (محمود) الاصفہانی (متوفی ۶۷۸ھ)

امام رازی کی المحصول کے شارح ہیں۔ ان کی اس شرح پر ایک تحقیقی جائزہ ان کی تاریخِ وفات ۶۸۸ھ کے تحت پیش کیا جائے گا۔

حسین بن الناظر (۶۰۳ھ/۶۷۹ھ)[۱]

فقیہ، محدث، مقری نحوی اور ادیب تھے۔ غرناطی الوطن، بلنسی الاصل، جیانی المولد تھے۔ غرناطہ میں ایک عرصہ تک تدریس کرتے رہے، مالقۃ، بسطہ اور مریہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : امام غزالی کی اصولِ فقہ پر کتاب "المستصفی" کی شرح لکھی۔[۲]

ابن فلاح (متوفی ۶۸۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : اصولِ فقہ میں کتاب "الکافی" تصنیف کی۔[۳]

ابن ابی البدر حنبلی (متوفی ۶۸۱ھ)

انہوں نے کتاب "العدۃ للشدۃ فی الاصول" تالیف کی۔[۴]

عبد الجبار العکبری حنبلی (۶۱۹ھ/۶۸۱ھ)

فقیہ، مفسر، اصولی اور واعظ تھے۔ ایک عرصہ تک طب سے وابستہ رہے پھر فقہ، اصول، تفسیر اور وعظ کی طرف رغبت ہوگئی اور کمال حاصل کر کے مستنصریہ میں مدرس بنے، واقعہ بغداد میں قیدی بنا لئے گئے۔ صاحب موصل بدر الدین نے ان کو خریدا اور وہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہنے کے بعد بغداد واپس لوٹ گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "المقدمہ فی اصول الفقہ" تالیف کی۔[۵]

شہاب الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۲۷ھ/۶۸۲ھ)[۶]

فقہ، اصول، فرائض اور ہیئت کے عالم تھے۔ آپ نے اپنے والد سے علم حاصل کیا جبکہ آپ کے دو صاحبزادوں ابو العباس اور ابو محمد نے آپ کی زیرِ تربیت رہ کر تعلیم حاصل کی۔ خاندان ابن تیمیہ کے ان تین افراد

۱۔ ابن الناظر ابو علی حسین بن عبد العزیز بن محمد بن عبد العزیز القرشی الفہری (۱۲۰۷ء۔۱۲۸۰ء) جیانی (غالباً اندلس) میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۳۔ اس میں ان کا نام اس طرح مذکور ہے حسن بن عبد اللہ بن عبد العزیز، معجم الاصولیین ۲/۶۸ (۳۰۲)

۳۔ ابن فلاح تقی الدین ابو الخیر منصور ابن فلاح بن محمد الیمنی النحوی، ایضاح المکنون ۲/۲۵۸، ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۴

۴۔ ابو بکر عبد اللہ بن ابو البدر بن محمد الحربی بغدادی، ابن ابو البدر، ہدیۃ العارفین ۵/۴۶۱

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۱۵۷ (۳۹۱) اس میں بحوالہ شذرات الذہب ۵/۳۷ مذکور ہے، ہمیں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔

۶۔ شہاب الدین عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن تیمیہ، ابو المحاسن، ابو احمد، الحرانی، الدمشقی (۱۲۲۹ء/۱۲۸۳ء) حران میں ولادت اور دمشق میں وفات ہوئی۔

میں سے ایک ہیں جنہوں نے اصولِ فقہ کی کتاب "المسودہ" کی تیاری میں حصہ لیا۔ یعنی عبدالسلام جو عبدالحلیم کے والد تھے انہوں نے "المسودہ" کو تالیف کیا تھا۔ ہم اس کتاب پر تحقیقی تجزیہ پیش کر چکے ہیں اور عبدالسلام اور عبدالحلیم کی اس کتاب میں اراء پر بھی گفتگو کر چکے ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعالیق فی الاصول" تالیف کی۔[1]

سراج الدین الارموی شافعی (۵۹۴ھ/۶۸۲ھ)[2]

فقیہ، اصولی، جدلی، مفسر، شاعر، متکلم تھے۔ اپنے شہر اورموصل میں تعلیم حاصل کی۔ تلامذہ میں شیخ صفی الدین الہندی الارموی متکلم اشعری (متوفی ۷۱۵ھ) بھی شامل ہیں جو امام رازی کی المحصول کے شارح بھی ہیں۔ اگرچہ بعض حضرات کے مطابق امام رازی، سراج الدین الارموی کے شیوخ میں سے ہیں مگر یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی۔ کتاب التحصیل دمشق میں تالیف کی، مصر بھی تشریف لائے، قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ رسالة فی امثلة التعارض فی اصول الفقه

۲۔ اسئلة اوردها القاضی محمود بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی

۳۔ التحصیل من المحصول

الارموی کی اصولِ فقہ پر کتب کا تعارف و تحقیقی تجزیہ :

۱۔ رسالة فی امثلة التعارض فی اصول الفقه :

ہدیۃ العارفین میں اس کتاب کا ذکر ہے[3]۔ یہ کتاب اب تک مخطوطہ کی صورت میں تیموریہ لائبریری میں موجود ہے جو دارالکتب مصریہ سے ملحق ہے اس کا ۱۰۴ نمبر ہے ایک جزء اور ایک ہی مجلد میں ہے، اس کتاب کو ۶۲۵ھ میں تصنیف کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ دارالکتب مصریہ میں بھی ہے۔ یہ رسالہ ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحے میں ۱۸ سطریں ہیں اور ہر سطر میں تقریباً دس کلمات ہیں، اس کا خط واضح ہے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "بسم اللہ الرحمن الرحیم ، اللھم تمم بخیر ... امثلة التعارض للشیخ الامام العلامه سراج الدین محمود بن ابی بکر بن احمد الارموی" ۔ اس کے بعد دس مسائل اور ان کی امثلہ اور فوراً بعد ہی تینوں فروع بھی بیان کر دیں۔

پہلا مسئلہ : النقل اولی من الاشتراک

دوسرا مسئلہ : المجاز اولی من الاشتراک

۱۔ شذرات الذہب ۵/۳۷۶، ۳۷۹، الفتح المبین ۲/۸۳۔۸۴، معجم الاصولیین ۲/۱۶۵، ۱۶۶ (۳۰۱)

۲۔ سراج الدین ابوالثنائی محمود بن ابوبکر بن حامد بن احمد الارموی التنوخی دمشقی۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۸۳۸، ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۶

تیسرا مسئلہ : الاضمار اولی من الاشتراک

چوتھا مسئلہ : التخصیص اولی من الاشتراک

پانچواں مسئلہ : المجاز اولی من النقل

چھٹا مسئلہ : الاضمار اولی من النقل

ساتواں مسئلہ : التخصیص اولی من النقل

آٹھواں مسئلہ : المجاز و الاضمار سیان

نواں مسئلہ : التخصیص اولی من المجاز

دسواں مسئلہ : التخصیص اولی من الاضمار

تین فروع مندرجہ ذیل ہیں :

الاول : الاشتراک راجح علی النسخ

الثانی : التواطؤ اولی من الاشتراک

الثالث : الاشتراک بین علمین اولی، ثم بین علم و معنی، ثم بین معنیین

اس کے اختتامی کلمات یہ ہیں :

"تم بحمده و عونه و حسن توفیقه و منه، والصلاة والسلام والایمان الاکملان علی سیدنا و نبینا محمد رسوله و عبده، وذلک یوم الاحد عاشر ذی الحجة الحرام سنة ۶۴۵ ھ بالعادلیة الکبری بدمشق المحروسه علقها لنفسه اقل عبیدالله و افقرهم و اذلهم الراجی عفو ربه و مغفرته یوسف بن محمد بن عبدالقوی بن غازی بن عبدالوهاب الجنانی التوتی غفر الله له ولوالدیه ولمن نظر فیها، و دعاله بالتوبة وبجمیع المسلمین امین امین امین و صلواة علی سیدنا محمد و حسبنا الله ونعم الوکیل "[1]

۲۔ اسئلة اوردها القاضی محمود بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی :[2]

اس کتاب کا نام معلوم نہیں مگر ابن الندیم کی فہارس میں اس کتاب کا نام "اسئلة اوردها القاضی محمود بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی" مذکور ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام رازی کی کتاب المحصول پر سوالات کئے، حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ یہ مخطوطہ کی صورت میں دار الکتب مصریہ میں موجود ہے،

[1] تحقیق تقدمہ علی التحصیل للارموی عبدالحمید علی ابوزنید ۱/۱۳، ۱۲ - بیروت موسسہ رسالہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

[2] کشف الظنون ۱/۹۲

اس کا نمبر ۳۰ ہے۔ تقریباً چالیس بڑے صفحات پر محیط ہے جس کا ہر صفحہ ۲۷ سطور پر اور ہر سطر تقریباً بائیس (۲۲) کلمات پر مشتمل ہے اور ابتداء میں یہ عبارت تحریر ہے : کراریس من کلام الشیخ سراج الدین الارموی علی المحصول لفخر الدین الخطیب (رحمه الله)۔ کتاب کا آغاز مندرجہ ذیل کلمات سے ہوتا ہے :

"بسم الله الرحمن الرحيم ، والحمد لله المستحق للحمدو وليّة والصلوة على سيدنا محمد عبده ونبيه هذه الاسطر من (مقاصد العقول من معاقد المحصول للامام سراج الدين محمود بن ابى بكر الارموى)"۔

اس کتاب کے آخری صفحہ پر یہ عبارت مکتوب ہے :

"الدليل الثاني عشر لفظ "افعل" دل على اقتضاء الامر ، فوجب أن يكون مانعا من نقيضه قياسا على الخبر فيه بحث"۔

اس مذکورہ بالا عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کی آخری بحث الامر ہے چونکہ اس میں ہے کہ بارھویں دلیل لفظ "افعل" کے مقتضی امر ہونے پر دلالت کرنے میں ہے اور یہ عبارت کتاب کا آخری صفحہ ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب نامکمل ہی رہی ہوگی۔[1]

۳۔ التحصیل من المحصول کا تحقیقی تجزیہ :

ساتویں صدی ہجری کا دور جس میں اصول فقہ کی ایک عظیم کتاب المحصول کی شرح لکھی گئی اس دور میں متکلمین طرز پر اصول فقہ میں کتب تالیف کی جا رہی تھیں اور ان کی اکثریت کتب سابقہ کا اختصار، شرح یا تعلیق پر مشتمل ہوتیں۔ الارموی نے اسی مناسبت سے امام رازی کی "المحصول" کے اختصار کی طرف توجہ کی اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ الارموی فن منطق، حکمت اور علم الکلام میں کامل دسترس رکھتے تھے اور "المحصول" کے اختصار کے لئے ان فنون میں بھی کمال ضروری تھا اس لئے آپ اس کے اختصار کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی بناء پر "التحصیل" دوسری مختصرات کے مقابلہ میں ایک منفرد مقام کی حامل کتاب ہے۔

کتاب کے شروع میں قوانین وضوابط کی بندش کے جس اسلوب کو اپنایا ہے وہ اور تصنیف، ترتیب، تقسیم ابواب اور فصول میں اہتمام آپ کی وسعت علمی مہارت وذکاوت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کی یہ مختصر ترتیب، تنظیم، مشکلات پر آگاہی اور ان کا حل اور ادلہ وحدود پر وارد ہونے والے وہم دور کرنے اور سوالات کے جوابات دینے میں دیگر تمام مختصرات پر فوقیت رکھتی ہے۔ کتاب "التحصیل" کے مطالعہ کے دوران الارموی نہ صرف اصولی بلکہ متکلم بھی نظر آتے ہیں جس میں وہ کلامی مسائل علی سبیل التتبع پیش کر کے ان کے اور بعض مسائل اصول فقہ کے درمیان ارتباط پیدا کرتے ہیں۔ اور یہ بات "التحصیل" میں بہت پائی جاتی ہے ان میں سے چند یہ ہیں : تحسین، تقبیح کا عقلی ہونا، عصمت الانبیاء، منعم کا شکر عقلاً یا شرعاً، صفت موصوف کا عین ہے یا غیر اور تکلیف مالا یطاق اور اس کے علاوہ بہت سے مسائل الارموی نے مکمل دسترس کے ساتھ ان مسائل پر بحث کی اور مذاہب کے ادلہ پر اور

---

[1] تحقیقی مقدمہ علی التحصیل۔ ص ۶۴، ۶۵

خاص کر معتزلہ کے ادلہ پر مناقشہ کیا اور ان (معتزلہ) کے تحسین و تقبیح کے عقلی ہونے کے بارے میں مشہور قاعدہ سے مکمل اجتناب ظاہر کیا۔

دیگر اختصارات کی موجودگی میں ایک اور اختصار کرنے کی وجہ اور اس میں ان کا اسلوب :

قاضی سراج الدین الارموی کتاب التحصیل کے شروع میں اس بات کی طرف نشاندہی کرتے ہیں کہ کس بات نے انہیں اس کتاب کے اختصار کرنے پر مجبور کیا اور ساتھ ہی اپنے اس منہج و اسلوب کو بھی بیان کیا جس کو اس اختصار میں ملحوظ رکھا :

"لقد كانت الهمم فيما قبل لا تقصر عن الارتقاء الى المراتب القاصية، ولا تفتردون الوصول الى المراتب العالية، والان فقد افضى الحال بالامم فى تقصير الهمم الى ان استكثروا اليسير، واستكبروا النذر الحقير، حتى ان الكتاب الذى صنفه الامام العالم العلامة فخر الملة والدين، حجة الاسلام والمسلمين، ناصر الحق مغيث الخلق محمد بن عمر الرازى، نور الله ضريحه، فى اصول الفقه وسماه بالمحصول، مع نظافة نظمه ولطافة حجمه، يستكثره اكثرهم و يقبل عليه ايسرهم على انه يشتمل من الفوائد على جمل كافية، ويحتوى من الفرائد على قوانين متوافية، ثم ان بعض من صدقت فيه رغبته وتكاملت فيما يحتويه محبته التمس منى ان اسهل طريق حفظه با يجاز لفظه ملتزماً بالاتيان بانواع مسائله، وفنون دلائله، مع زيادات من قبلنا مكملة، وتنبيهات على مواضع منه مشكلة، لاعلى سبيل استيفاء الفكر واستكمال النظر لاخلاله بالمقصود من هذا المختصر، واجبته اليه مستعيناً بالله و متوكلاً عليه، وسميته بتحصيل الاصول من كتاب المحصول ليتوافق اسمه ويتطابق لفظه و معناه والله ولى التوفيق والمعين وعليه التوكل وبه استعين".

(پہلے وقتوں میں لوگوں کی ہمتیں مراتب عالیہ کی طرف ترقی کرنے سے نہیں اکتاتی تھیں اور مراتب عالیہ تک پہنچنے میں تھکتی نہیں تھیں لیکن اب اس زمانے میں اُمم کی ہمتوں میں کمی آگئی اور اب تھوڑا ان کے لئے بہت ہوگیا ہے اور حقیر ان کے لئے کبیر بن گیا۔ یہاں تک کہ کتاب جو امام العالم فخر الملۃ والدین حجۃ الاسلام ناصر الحق مغیث الخلق محمد بن عمر الرازی، اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے، نے اصول فقہ میں کتاب بنام المحصول تالیف کی۔ اپنی نظم میں نظافت (خوبصورتی) اور اپنے حجم میں لطافت (اعتدال) کے باوجود زیادہ تر لوگوں نے اسے بہت جانا اور صرف تھوڑے لوگوں نے اس کو قبول کیا باجود اس کے کہ یہ کتاب اپنے اندر مکمل فوائد رکھتی ہے اور بہت سے منفرد قوانین پر مشتمل ہے۔ پھر بعض محبین فن نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کے نفس اور جمیع مسائل اور اس کے ادلہ لانے کے اسلوب میں تبدیلی لائے بغیر اس کا اختصار کروں اور اس کی تکمیل کی غرض سے کچھ اضافہ کروں اور بعض مشکل

مواقع پر تنبیہ کروں اس لئے نہیں کہ اپنی فکر کو داخل کردوں اور اپنی تحقیق کی تکمیل کروں۔ اس غرض سے کہ یہ اس مختصر کے مقصود میں خلل پیدا کردے اور میں نے اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کی درخواست کو قبول کیا اور میں نے اس کا نام تحصیل الاصول من کتاب المحصول رکھا تاکہ اس کا اسم لفظ و معانی کے مطابق وموافق ہوجائے۔ "واللہ ولی التوفیق والمعین وعلیه توکلی وبه استعین")

ان کلمات کے ساتھ امام سراج الدین الارموی نے اپنا منہاج واساس بیان کیا اور اس بات کی طرف نشاندہی کی جو المحصول کے اختصار کا موجب بنی۔ آپ نے ہر لحہ المحصول کے منہج کی پابندی کی اور وہ کہیں بھی اس سے باہر نکلتے نظر نہیں آئے۔ قاضی الارموی نے اس مختصر میں ایک مثالی منہج پیش کیا جو کسی مختصر کے شایان شان ہوسکتا ہے۔ اس میں وہ "المحصول" میں پائے جانے والی مختلف آراء کو کم الفاظ میں معنی کے مکمل احاطہ کے ساتھ پیش کردیتے ہیں ہاں البتہ اگر وہاں تنبیہ مقصود ہوتی ہے تو وہ اس کو ضرور واضح کردیتے ہیں۔ قاضی الارموی کی التحصیل صرف ان تنبیہات پر مشتمل نہیں جو امام رازی پر اعتراضات وجوابات پر مشتمل ہوں بلکہ وہ ان ضعیف ادلہ پر تنبیہات لاتے ہیں جو خصوم کے مناظرات کے سامنے نہ ٹھہر سکتی ہوں اور ان کے مقابلہ میں قوی تر ادلہ بھی موجود ہوں یہ تنبیہات اور اعتراضات نوے سے کچھ زائد بنتی ہیں۔ التحصیل کے ایک نسخہ کے آخر میں کسی نے ان کو جمع بھی کیا ہے یہ نسخہ مخطوط ہے اور مکتبہ ولی الدین جار اللہ آفندی (ملحق بہ مکتبہ سلیمانیہ استنبول ترکی) میں محفوظ ہے۔ اس کا نمبر ۴۴۴ ہے اور صفحہ فہرست ۲۷ ہے، ۷۰۷ھ کا مکتوب ہے۔ تقریباً سات لوحات پر مشتمل ہے، خط دقیق ہے ہر صفحہ ۴۵ سطور پر اور ہر سطر دس کلمات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ امام بدر الدین محمد بن اسعد التستری (متوفی ۷۳۲ھ) نے اپنی کتاب "حل عقد التحصیل" میں اس کتاب کی منظم تنبیہات واعتراضات پر بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں ایک علیحدہ تصنیف کا بھی ذکر ملتا ہے جو محمد بن یوسف الجزری (متوفی ۷۱۱ھ) کی ہے۔ اس کتاب کا نام "اجوبة اسئلة القاضي الارموي على التحصيل" ہے لیکن محقق تحصیل عبدالحمید ابوزنید نے کہا کہ انہیں اس کتاب کی موجودگی کا علم نہیں ہوسکا۔[1]

"التحصیل" کا زمانہ تالیف:

اس بات پر سب متفق ہیں کہ الارموی نے یہ کتاب ۶۵۵ھ سے قبل تالیف کی، اس کا ایک نسخہ مکتبہ داماد زادہ (ملحق بہ مکتبہ مراد ملا استنبول) میں ہے۔ اس کے نسخہ پر تحریر ہے کہ ۶۵۵ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی لیکن غالب گمان یہ ہے کہ ۶۳۵ھ سے قبل تالیف کیا ہوگا۔ چونکہ وہ "امثلة التعارض" کی تالیف سے ۶۳۵ھ میں فارغ ہوئے تھے اور گمان غالب ہے کہ "التحصیل" اس سے قبل تالیف کرلی ہوگی۔[2]

تیسری چوتھی صدی کے اصولیین جن کی آراء "التحصیل" میں بیان ہوئیں:

امام رازی نے اپنے عہد اور ماضی کے جن علماء اصولیین کی آراء کو اپنی کتاب "المحصول" میں پیش کیا انہی کی اتباع میں الارموی نے بھی ان کے اقوال کو پیش کیا۔ ان اصولیین اور ان کی کتب کو تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے۔

---

[1] حوالہ سابق۔ ص ۱۳۰، ۱۳۱ ملخص

[2] حوالہ سابق۔ ص ۱۳۵

۱۔ عیسیٰ بن ابان بن صدقہ حنفی متوفی ۲۲۰ھ[۱] اصول فقہ پر انہوں نے کتاب "اثبات القیاس"، کتاب "خبر الواحد"، کتاب "اجتهاد الرای"، کتاب "الحجج"، کتاب "الجامع" تالیف کیں۔

۲۔ ابراہیم بن سیار بن ہانی المعروف بالنظام معتزلی متوفی ۲۲۱ھ[۲] ابوالہذیل العلاف کے شاگرد، جاحظ کے استاد، کتاب النکت کے مصنف، نظام نے اجماع کے تحت حجیت سے انکار کیا اس بارے میں صحابۂ کرام پر طعن کیا۔

۳۔ داود بن علی بن داود الاصبہانی ظاہری ابوسلیمان متوفی ۲۷۰ھ[۳] انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ابطال القیاس، کتاب خبر الواحد، کتاب الخبر الموجب للعلم، کتاب الحجة، کتاب الخصوص والعموم، کتاب المفسر والمجمل تالیف کیں۔

۴۔ احمد بن عمر بن سریج متوفی ۳۰۶[۴] یہ مزنی اور ابوداود السجستانی کے شاگرد ہیں۔ داود ظاہری کی کتاب ابطال القیاس کے رد میں کتاب لکھی۔

۵۔ عبداللہ بن احمد بن ابوالقاسم الکعبی متوفی ۳۱۹ھ[۵] اصول پر ان کی آراء ہیں۔ ان کا مشہور قول " ان المباح مامور به، وان العلم الحاصل من الخبر المتواتر نظری" (مباح مامور بہ ہے اور وہ علم جو خبر متواتر سے حاصل ہوتا ہے وہ نظری ہے)۔

۶۔ عبدالسلام بن محمد بن عبدالوہاب ابوہاشم الجبائی متوفی ۳۲۱ھ[۶] یہ اصول فقہ اور اجتہاد پر کتب کے مصنف ہیں۔

۷۔ ابوالحسن الاشعری علی بن اسماعیل متوفی ۳۲۴ھ[۷] انہوں نے اصول فقہ میں کتاب اثبات القیاس اور کتاب العام والخاص تالیف کی۔

۸۔ الحسن بن احمد الاصطخری شافعی متوفی ۳۲۹ھ[۸] اصول پر آراء ہیں، مثلاً "فعل النبی (صلی الله علیه وسلم) ان کان مجرد عن القرينة الدالة على الوجوب يفيد الوجوب فی حقه و حق امته"۔ اسی پر ابن سریج، ابن ہریرہ، ابن خیران، حنابلہ اور بعض معتزلہ نے موافقت کی ہے۔

۹۔ محمد بن عبداللہ ابی بکر البغدادی الصیرفی متوفی ۳۳۰ھ[۹] انہوں نے اصول فقہ میں شرح الرسالة، الشروط، کتاب البیان فی دلائل الاعلام فی اصول الاحکام، کتاب فی الاجماع تالیف کی۔

۱۰۔ حسن بن حسین ابن ابی ہریرہ شافعی متوفی ۳۴۵ھ[۱۰] اصول فقہ میں آراء ہیں۔ مثلاً تحریم الافعال الاختيارية قبل البعثة۔

۱۱۔ عبیداللہ بن حسن بن دلال بن دلہم کرخی متوفی ۳۴۰ھ[۱۱] انہوں نے اصول فقہ میں "اصول الکرخی" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

۱۔ الفتح المبین ۱/۱۳۹ ۲۔ الفتح المبین ۱/۱۴۲ ۳۔ الفتح المبین ۱/۱۵۹ ۴۔ طبقات ابن سبکی ۱/۱۷۷
۵۔ الفتح المبین ۱/۱۷۲ ۶۔ حوالہ سابق ۱/۱۷۰ ۷۔ حوالہ سابق ۱/۱۷۸ ۸۔ حوالہ سابق ۱/۱۷۴
۹۔ حوالہ سابق ۱/۱۸۰ ۱۰۔ حوالہ سابق ۱/۱۹۳ ۱۱۔ حوالہ سابق ۱/۱۸۶

۱۲۔ القفال الکبیر الشاشی محمد بن علی بن اسماعیل متوفی ۳۶۵ھ[۱] انہوں نے شرح الرسالہ اور کتاب اصول الفقہ تالیف کی۔

۱۳۔ احمد بن علی ابی بکر رازی حنفی معروف بہ الجصاص متوفی ۳۷۰ھ[۲] ابوالحسن الکرخی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کتاب "اصول الجصاص" تالیف کی۔

۱۴۔ المعافی بن زکریا النہروانی متوفی ۳۹۰ھ[۳] انہوں نے "التحریر والمنقر" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

۱۵۔ محمد بن محمد بن جعفر معروف بہ ابن دقاق متوفی ۳۹۲ھ[۴] انہوں نے کتاب فی اصول الفقہ تالیف کی۔

۱۶۔ ابراہیم بن احمد ابواسحاق المروزی متوفی ۳۴۰ھ[۵] ابن سریج کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کتاب الفصول فی معرفۃ الاصول اور کتاب العموم والخصوص تالیف کی۔

۱۷۔ ابوعلی محمد بن خلاد البصری[۶] ابوعلی الجبائی اور ابوہاشم الجبائی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے "کتاب الاصول والشرع" تالیف کی۔

۱۸۔ ابومسلم الاصفہانی محمد بن علی بن بحر المعتزلی متوفی ۳۲۲ھ[۷] جامع الکتاب المحکم المنزل اور ناسخ الحدیث کے مصنف تھے۔

الارموی نے مذکورہ بالا اصولیین کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تیسری چوتھی صدی ہجری میں ان کے علاوہ اصولیین ہی نہیں تھے بلکہ کئی اصولی علماء تھے جن کا ذکر اس میں نہیں کیا گیا۔ مثلاً الابہری محمد بن عبداللہ ابوبکر مالکی متوفی ۳۷۵ھ جو اجماع اہل مدینہ اور کتاب فی اصول الفقہ کے مصنف ہیں۔ اور عبدالواحد بن حسین الصمیری متوفی ۳۸۶ھ جو کتاب القیاس اور العلل فی الاصول کے مصنف ہیں مگر ان کا اس میں تذکرہ نہیں کیا گیا۔ اور اسی طرح اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کسی غیر اصولی عالم کی کسی بارے میں رائے یا ان کا ذکر نہیں کیا بلکہ دوسری اور تیسری صدی کے بہت سے غیر اصولی علماء سے کلامی مسائل اور ابحاث لغویہ میں نقل کیا گیا ہے۔ مثال کے لئے چند ایک پر اکتفا کر رہے ہیں ورنہ ان کی ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ عباد بن سلیمانی الصمیری متوفی ۲۵۰ھ، خلیل بن احمد الفراہیدی متوفی ۱۷۰ھ محمد بن عبدالوہاب بن سلام الجبائی معتزلی متوفی ۳۰۳ھ۔

پانچویں اور چھٹی صدی کے اصولی علماء، جن کی التحصیل میں آراء ذکر کی گئیں :

ان دونوں صدیوں کے علماء اصول کو ہم تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ ذیل میں بیان کریں گے جن کو الارموی نے امام رازی کی اتباع کرتے ہوئے اپنی کتاب میں جگہ دی۔ ساتھ ہی ہم اُن کی بعض کتب کا اشارۃً ذکر کریں گے۔

۱۔ حوالہ سابق ۱/۲۰۱ ۲۔ حوالہ سابق ۱/۲۰۳ ۳۔ حوالہ سابق ۱/۲۱۱
۴۔ معجم المؤلفین ۱۱/۲۰۳ ۵۔ ابن خلکان ۱/۴، فہرست ابن الندیم ۲۶۶، حسن المحاضرہ ۱/۱۲۵۔
۶۔ الفہرست لابن الندیم ۲۴۷ ۷۔ کشف الظنون ۶/۷۱

۱۔ محمد بن الطیب بن محمد ابوبکر الباقلانی مالکی متوفی ۴۰۳ھ[1] انہوں نے اصول میں کتاب المقنع فی اصول الفقہ، امالی اجماع اہل مدینہ ، التقریب والارشاد تالیف کی۔

۲۔ ابوحامد الاسفرائینی احمد بن ابی طاہر شافعی متوفی ۴۰۶ھ[2]۔ ان کی کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی مگر اصول کی کتابوں میں ان کی بہت سی آراء منقول ہیں۔

۳۔ ابن فورک محمد بن حسن متوفی ۴۰۶ھ[3] ان کی اصول میں آراء ہیں۔ اسنوی نے "شرح منہاج" میں، علامہ امدی نے "الاحکام" میں، ابن سبکی نے "جمع الجوامع" میں اور امام رازی نے "المحصول" میں ان کی بہت سی آراء نقل کی ہیں۔

۴۔ استاد ابواسحاق الاسفرائینی ابراہیم بن محمد متوفی ۴۱۸ھ[4] ابن خلکان نے اصول فقہ میں ان کے ایک رسالہ کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ ابوزید الدبوسی عبداللہ بن عمر متوفی ۴۳۰ھ[5] یہ تاسیس النظراور تقویم الادلہ کے مصنف ہیں۔

۶۔ ابواسحاق شیرازی ابراہیم علی بن یوسف اصولی جدلی متوفی ۴۷۶ھ[6] یہ کتاب "اللمع" اور "شرح اللمع" کے مصنف ہیں۔

۷۔ المرتضی علی بن حسین بن موسیٰ الشریف امامی متوفی ۴۳۶ھ[7] یہ اصولی فقہ میں کتاب "الذخیرہ" کے مصنف تھے۔

۸۔ ابوجعفر الطوسی الامامی محمد بن حسن متوفی ۴۶۰ھ[8]۔ یہ کتاب "العدہ فی الاصول" کے مصنف تھے۔

مذکورہ بالا اصولیین کے ذکر کے بعد یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء اصولیین موجود تھے مگر چونکہ "المحصول" میں ان کا ذکر نہیں تھا اس لئے "التحصیل" میں بھی ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور اس میں تقریباً تمام مذاہب کے اصولی شامل ہیں۔ ذیل میں ان اصولیین کی فہرست دی جارہی ہے جن کا ذکر نہیں کیا گیا اور اس کے بعد ہم اس حوالہ سے روشنی ڈالیں گے کہ ان حضرات کا تعلق کن فقہی مذاہب سے تھا۔

۱۔ قاضی عبدالوہاب بن علی بن نصر ابومحمد مالکی متوفی ۴۲۲ھ[9] یہ ابوبکر الابہری کے شاگرد تھے۔ کتاب فی اصول الفقہ، الادلہ فی مسائل الخلاف والافادہ والتلخیص، اوائل الادلہ اور الاشرف علی مسائل الخلاف کے بھی مصنف ہیں۔

قرافی نے شرح تنقیح میں اتنی کثرت سے ان سے نقل کیا کہ تقریباً ہر مسئلہ میں ان کی رائے پیش کی۔

۱۔ الفتح المبین ۲۲۱/۱ ۲۔ حوالہ سابق ۲۲۴/۱ ۳۔ حوالہ سابق ۲۲۶/۱ ۴۔ حوالہ سابق ۲۲۸/۱
۵۔ حوالہ سابق ۲۳۶/۱ ۶۔ حوالہ سابق ۲۵۵/۱ ۷۔ معجم المؤلفین ۸۱/۷ ۸۔ حوالہ سابق ۲۰۲/۹
۹۔ الفتح المبین ۲۳۰/۱

۲۔ ابن حزم ابو محمد علی بن احمد بن سعید متوفی ۴۵۶ھ[1]۔ یہ مذہب ظاہری سے تعلق رکھتے تھے، الاحکام فی اصول الاحکام، المحلی، تلخیص ابطال القیاس اور مسائل فی اصول الفقہ کے مصنف ہیں۔

۳۔ قاضی ابو یعلی محمد بن حسین متوفی ۴۵۸ھ[2]۔ یہ ابو الخطاب الکلوذانی کے استاد تھے اصول فقہ میں "العدہ" اور اس کا اختصار، کفایہ اور اس کے اختصار کے مصنف ہیں۔

۴۔ فخر الاسلام البزدوی علی بن محمد بن حسین حنفی متوفی ۴۸۲ھ[3] "کنز الوصول الی معرفۃ الاصول" کے مصنف ہیں۔

۵۔ محمد بن احمد شمس الائمہ السرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ[4] "اصول السرخسی" کے مصنف ہیں۔

۶۔ ابو الخطاب الکلوذانی محفوظ بن احمد حنبلی متوفی ۵۱۰ھ[5]۔ یہ کتاب "التمھید فی اصول الفقہ" کے مصنف ہیں۔

۷۔ ابو الوفا علی بن عقیل حنبلی متوفی ۵۱۳ھ[6]۔ یہ ابو یعلی کے شاگرد تھے اصول فقہ میں "الواضح" کتاب تالیف کی۔ ابن تیمیہ نے "المسودہ" میں اس کتاب کی تعریف کی اور کہا: "انہ استفادمنہ" (انہوں نے اس سے استفادہ کیا) اب تک مخطوطہ کی صورت میں ظاہریہ دمشق اور امریکہ میں ہے۔ ان پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہی واضح ہوتا ہے کہ ان ساتوں علماء میں حنابلہ، حنفیہ، ظاہریہ اور مالکیہ شامل ہیں ان میں کوئی بھی شافعی و معتزلی نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ "المحصول" تو درحقیقت ابو الحسین بصری معتزلی کی المعتمد اور امام غزالی کی شافعی اشعری کی "المستصفی" کی تلخیص ہے تو ایک معتزلہ کے اور دوسرے شافعیہ کے نمائندہ ہیں۔ اسی طرح اس کتاب میں امامیہ کا بھی ذکر آیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ بہت سے امامیہ معتزلہ کی جماعت سے وابستہ ہو گئے تھے۔

ابو یعلی، ابو الخطاب، ابو الوفاء.................. حنابلہ

سرخسی، البزدوی.................. احناف

ابن حزم.................. ظاہری

قاضی عبد الوہاب.................. مالکی

اس کتاب میں پانچویں اور چھٹی صدی کے صرف علماء اصولیین کی آراء کے نقل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ضرورت کے تحت مختلف علماء غیر اصولیین سے بھی نقل کیا تاکہ بات مستند ہو جائے۔ اگرچہ ان غیر اصولی علماء کی تعداد بہت کم ہے مثلاً بو علی سینا متوفی ۴۲۸ھ، میرانی متوفی ۵۱۸ھ، عبد القاہر جرجانی نحوی متوفی ۴۷۴ھ، ابن العارض متوفی ۴۲۸ھ وغیرہ کا ذکر آیا ہے حالانکہ یہ اصولی نہیں ہیں۔

---

[1] حوالہ سابق ۱/۲۲۳ [2] حوالہ سابق ۱/۲۲۷ [3] حوالہ سابق ۱/۲۶۳

[4] حوالہ سابق ۱/۲۶۴ [5] حوالہ سابق ۲/۱۱ [6] حوالہ سابق ۲/۱۲

الارموی نے دیگر علماء اصولیین کی آراء نقل نہ کرنے میں امام رازی کی پیروی کیوں کی؟

جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ الارموی نے التحصیل میں ان علماء اصولیین کی آراء نقل نہیں کیں جن کی آراء کو امام رازی نے "المحصول" میں بیان نہیں کیا تھا۔ ایسا نہ کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ انہوں نے جن علماء اصولیین کے ادلہ کو زیادہ قوی سمجھا اُنہیں بیان کر دیا اور جنہیں نہیں سمجھا اُنہیں ترک کر دیا، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی آراء واقوال سے امام رازی پر اعتراضات وارد نہ ہوتے ہوں۔ اس لئے اگر ایسا ہوتا تو ان کے جواب دیتے وقت ان کا تذکرہ آجاتا۔ یا یہ کہ ان حضرات کے مؤقف اتنے واضح تھے کہ یہاں بغیر بیان کئے ان سے امام رازی کی تائید ہو جاتی ہو۔ امام رازی نے تو اپنے زمانے کے کئی علماء اصول کی آراء المحصول میں نقل کرنے سے صرف نظر کیا کیونکہ وہ ان کتب اصولیین کی کتب سے التزام چاہتے تھے جن پر المحصول کی بنیاد ہے۔ شاید اسی لئے کئی جید اصولیین کے نام شامل ہونے سے رہ گئے۔

مثلاً الکیا ہراسی علی بن محمد متوفی ۵۰۴ھ امام غزالی کے ہم درس، کتاب فی اصول فقہ کے مصنف اور امام محمد بن علی شوکانی نے ان سے بہت نقل کی۔ ابن برہان احمد بن علی شافعی متوفی ۵۲۰ھ، البسیط والوسیط والاوسط اور الوجیز فی اصول الفقہ کے مصنف تھے۔ ابوالمظفر السمعانی منصور بن محمد متوفی ۴۸۹ھ قواطع الادلہ والاصطلام والبرھان کے مصنف تھے، الامام المازری محمد بن علی متوفی ۵۳۶ھ کتاب البرہان کے شارح تھے۔

"التحصیل" میں خاص طور پر حنابلہ سے نقل میں صرف نظر کیا گیا اور "التحصیل" میں ان کی کوئی رائے منقول نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اصول فقہ کی تالیف کے میدان میں انہوں نے سب سے آخر میں قدم رکھا تھا اور ہمارے ناقص علم کے مطابق پہلا شخص جس نے اس مسلک کے اصول فقہ میں تصنیف وتالیف کا آغاز کیا وہ قاضی ابویعلی بن الفراء متوفی ۴۵۸ھ تھے۔

"التحصیل" میں معتزلہ کی آراء کی کثرت کی وجہ :

جہاں تک معتزلہ کی اس میں کثرت سے آراء کا تعلق ہے اس کی وجہ واضح ہے۔ وہ یہ کہ "المحصول" میں ابوالحسین بصری معتزلی کی کتاب "المعتمد" پر اول درجہ کا اعتماد کیا گیا ہے اور یہ کتاب امام غزالی کی "المستصفی" سے بھی قبل کی تالیف ہے۔ اس لئے "التحصیل" میں ابوالحسین معتزلی کی آراء کے ساتھ دیگر معتزلہ کی آرء بھی نقل کر جاتے ہیں مثلاً العلاف، الجاحظ، النظام، الکعبی، ابوعلی الجبائی، ابو ہاشم الجبائی، ابن الراوندی، عبیداللہ بن حسن عنبری، قاضی عبدالجبار، ابوالحسین خیاط، عمرو بن عبید وغیرہ کی آراء بھی منقول ہیں۔

التحصیل میں الارموی کے اسلوب کا ناقدانہ جائزہ :

قاضی الارموی التحصیل میں کبھی اس قدر کم الفاظ کے ساتھ کلام پیش کرتے ہیں کہ کلام کے سمجھنے میں کافی دشواری و پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی مراد اُس وقت تک سمجھ میں نہیں آتی جب تک کہ محصول کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔

اور کبھی تو محصول کی طرف رجوع کرنے کے بعد بھی ان کی مراد کامل کی معرفت نصیب نہیں ہو پاتی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے بلکہ اس کے برعکس بعض تنبیہات انتہائی واضح ہوتی ہیں۔ اپنی بات کی تائید میں ہم التحصیل سے ایک مثال پیش کرتے ہیں پھر اس کا تجزیہ بھی کریں گے۔

نقد ۱۔ الارموی کے جوابات مبہم ہوتے ہیں .... المحصول میں جہاں امام رازی کتاب اللہ کی خبر واحد کے ساتھ تخصیص کو ناجائز کہنے والوں کے ادلہ کے جوابات دیتے ہیں وہاں التحصیل میں اس طرح ذکر ہے:

احتج القائل بعدم جواز التخصيص ممايلي :

الف. الاجماع : (اذا رد عمر خبر فاطمة بنت قيس . وقال : لاندع كتاب ربنا وسنة نبينا بقول امرأة لاندري لعلها نسيت ام حفظت).

ب. قوله عليه السلام : اذا روى عني حديث فاعرضوه على كتاب الله ، فان وافق فاقبلوه وان خالف فردوه .

ج. الكتاب مقطوع فقدم على الخبر المظنون .

د. لو جاز تخصيصه به لجاز نسخه به بجامع تقديم الخاص .

مذکورہ بالا چاروں دلائل المحصول سے الفاظ کے کچھ حذف واضافہ کے ساتھ التحصیل میں پیش کرنے کے بعد الارموی ان مانعین کے دلائل کے جوابات ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں :

الف . انه رد للتهمة بالكذب والنسيان.

ب. انه ينفي تخصيصه بالمتواتر، ولو قيل تخصيص الكتاب لا يكون على خلافه قلنا: كذلك ههنا

ج . ان خبر الواحد تترك به البراءة الاصلية اليقينية على ان الكتاب مقطوع المتن مظنون الدلالة ، والخبر بالعكس ، وايضا لمادل القاطع على وجوب العمل بخبر الواحد كان وجوب العمل مقطوعاً فاستويا.......... والقائل ان يقول : في هذه الا وجه نظر .

قاضی الارموی کے ان جوابات کا تحقیقی تجزیہ :

قاضی الارموی نے کتاب اللہ کی خبر واحد کے ساتھ تخصیص کو ناجائز کہنے والوں کے ادلہ "المحصول" سے ذکر کرنے کے بعد جو ان کے جوابات دیئے وہ بالکل غیر مطابق اور غیر واضح ہیں اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس بات کی تائید اس سے بھی لائی جاسکتی ہے کہ جب جمال الدین اسنوی کے استاد امام بدرالدین محمد بن اسعد التستری نے ان اعتراضات کی وضاحت کا ارادہ کیا تو الارموی کے تینوں جوابات کو ان کلمات کے ساتھ پیش کیا۔ امام التستری نے کہا :

☆ لعله كانت بالسنبة للدليل الاول أن فاطمة بنت قيس لم تكن متهمة بالكذب . وقوله: اصدقت ام كذبت لايوجب تهمتها .

☆ وبالنسبة للدليل الثاني ان لا يلزم من ترك العمل بخبر الاحاد ترك العمل بالخبر المتواتر.
☆ لزيادة قوة المتواتر.
☆ وبالنسبة للثالث، فان البراءة الاصلية ربما يقلم عليها خبر الواحد لانها ليست من الادلة الشرعية.

نقد ۲۔ وہ قول کی نسبت تبدیل کر دیتے ہیں .... الارموی اپنی کتاب میں کبھی کبھار کسی قول کی نسبت امام ابو حنیفہ سے منتقل کر کے احناف کی طرف کر دیتے ہیں۔ گویا کہ وہ دونوں نسبتوں کو برابر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ مثلاً علتِ قاصرہ کے ساتھ عدم جواز التعلیل کے قول کو امام رازی نے المحصول میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کیا۔ لیکن قاضی الارموی نے کہا: "وجوزه الشافعي خلافا للحنفية"۔

نقد ۳۔ وہ الفاظ بدل کر اس کے متقارب الفاظ استعمال کرتے ہیں .... قاضی الارموی کہیں کہیں اجماع کے کلمہ کو بدل کر اس کی جگہ جمہور یا اس کے متقارب کوئی لفظ استعمال کر دیتے ہیں۔ مثلاً امام رازی سے قیاس کو ادلہ میں شمار کرنے کے بارے میں منقول ہے:

"ان الدليل الرابع هو اجماع الصحابة على العمل به ثم عدد رهطا من الصحابة عملوا به، وهذا لا يسمى اجماعا عند عامة الاصوليين لانه نقل عن بعضهم انكار القياس وبعضهم حذر منه".

اس عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام رازی نے اجماع کو تسلیم نہیں کیا مگر قاضی الارموی کہتے ہیں:

"ومعتمد الجمهور هو ان بعض الصحابة عمل بالقياس".

نقد ۴۔ امام رازی کے بعض اعتراضات کو حذف کر دیتے ہیں .... امام رازیؒ نے قاضی ابو بکر باقلانی سے منقول تعریف پر چھ اعتراضات کیے مگر قاضی الارموی نے ان میں سے پانچویں اعتراض کو حذف کر دیا اور صرف پانچ اعتراضات پر اکتفا کیا۔ اور حذف کردہ اعتراض یہ ہے: ان كلمة أو للابهام وما هية كل شئي معينة، والا بهام ينافي التعيين" (کلمہ اَو ابہام کے لئے آتا ہے اور ہر شئی کی ماہیت معین ہے اور ابہام تعیین کے منافی ہے)۔ انہوں نے اس اعتراض کو اس کے ضعف کی وجہ سے حذف کیا کیونکہ اَو ہمیشہ ابہام کے لئے آتا ہے۔

نقد ۵۔ وہ "المحصول" کی تقسیم سے ہٹ جاتے ہیں .... اسی طرح وہ اختصار میں تقسیمات کتاب سے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ ابواب کو فصول سے اور فصول کو مسائل سے بدل دیتے ہیں۔ اگرچہ اس میں امام رازی کی مکمل افکار موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً امام رازی نے لغات کے کلام کو ابواب میں تقسیم کیا مگر قاضی الارموی نے فصول میں تقسیم کیا اور اس کے تحت مسائل منہ اور لغات کی پوری بحث کو ایک ہی باب میں پیش کیا۔

نقد ۶۔ انہوں نے المحصول کے ابتدائی مقدمات میں کمی کی .... محصول کی ابتداء میں امام رازی نے دس مقدمات ذکر کیے لیکن قاضی الارموی نے التحصیل میں صرف چھ بیان کیے۔ واضح رہے کہ انہوں نے اس میں سے

کچھ حذف نہیں کیا مگر بعض کو بعض میں ضم کر دیا[1]۔ الغرض یہ جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ان کا مسلک تھا جس کے مطابق انہوں نے اس کتاب کو مرتب، مقسم و مدون کیا، اس سے ان کے منہج کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

کتاب التحصیل کے چند معائب :

الارموی کی التحصیل جہاں محاسن اور امتیازات سے عبارت ہے وہاں ان کے مسلکِ اختصار میں ایک دوسرے زاویہ سے دو عیوب بھی پائے گئے ہیں جن کا ذکر تحقیر کے لئے نہیں صرف علم کے لئے ضروری ہے اور اس کے ذکر سے ان کی شان اور خدمات میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

۱۔ الارموی نے بعض جگہ "المحصول" سے تعریف نقل کر کے اس میں تصرف کیا حالانکہ تعریفاتِ منسوبہ میں کسی قسم کا کوئی تصرف درست نہیں ہوتا۔ اس کو اصل سے من وعن نقل کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً قاضی ابوبکر باقلانی نے قیاس کی جو تعریف کی وہ "المحصول" میں ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے :

"حمل معلوم على معلوم في اثبات حكم لهما اونفيه عنهما بامر جامع بينهما من حكم او صفة او نفيهما عنهما".

قاضی سراج الدین الارموی نے قاضی باقلانی کی یہ تعریف "المحصول" سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی :

"حمل معلوم على معلوم في اثبات حكم لهما اونفيه عنهما بجامع حكم او صفة اونفيهما".

دونوں تعریفات کا تجزیہ :

بلاشبہ دونوں تعریفات کے مدلول متقارب ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ قاضی الارموی کی تعریف میں اشد اختصار ہے مگر اس کے باوجود بھی منقول و منسوب تعریفات میں ادنیٰ تصرف بھی درست نہیں سمجھا جاتا۔

اسی طرح قاضی الارموی نے کہا کہ علماء نے فقہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی :

" العلم بالاحكام الشرعية العملية التي لايعرف بالضرورة كونها من الدين اذا حصل بالاستدلال على اعيانها".

مگر امام رازی کی المحصول میں فقہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے :

" العلم بالاحكام الشرعية العملية المستدل على اعيانها بحيث لا يعلم كونها من الدين ضرورة".

قاضی الارموی نے یعلم کا لفظ تعریف میں بدل دیا۔

۲۔ قاضی الارموی بہت سے مقامات پر بغیر مجاب عنہ کے ذکر کئے کہتے ہیں : والجواب عن "أ" مگر جب اس سے قبل عبارات میں "أ" تلاش کیا جائے تو یہ نشان نظر نہیں آتا تو پتہ چل جاتا کہ یہ کس کا جواب ہے۔ مثلاً

---

[1] تحقیقی مقدمہ علی التحصیل عبدالحمید ابوزنید۔ ص ۱۳۲۔ ۱۳۷، ملخص۔

قولہ: احتجوا (القائلون بان الکفار غیر مخاطبین بفروع الشریعة) بان الصلاة مثلا لا یجب علیه بعد الاسلام وفاقاً و لا قبله لا متناعه ، ولانها وجبت لوجب قضاوها کالمسلم بجامع تدارک المصلحة .

والجواب عن :

ا ان ما ذکرتم لا ینفی العقاب علی ترکها .

ب النقض بالجمع ، والفرق (ان وجوب القضاء علیه تنفیر له عن الاسلام) .

یہاں سے دلیل اول ''ا'' کا جواب دیا اور دوسری دلیل کا ''ب'' سے جواب دیا مگر دونوں دلیلوں کے شروع میں یہ علامات موجود نہیں تھیں۔[1]

الغرض نقد آسان ہے اور کام کرنا بہت مشکل بات ہے۔ان چند باتوں کے ذکر سے آپ کی عظمت وشان میں کوئی کمی نہیں آتی ۔آپ ایک عظیم کام کے خالق ہیں فن ولغت کے امام تھے۔کم الفاظ میں زیادہ معنی کے اظہار پر قدرت کاملہ رکھتے تھے اس سے کم الفاظ وکلمات میں کما حقہ اختصار ممکن ہی نہیں ہوتا۔چونکہ اختصار میں ان کے اصل معانی ومراد کا بہت خیال رکھنا پڑتا ہے۔دیگر مختصرات کے مقابلہ میں ''التحصیل'' تعقید لفظی اور ترتیب کی پیچیدگیوں سے خالی ہے۔

''التحصیل'' سے مستفید ہونے والے چند مشہور اصولیین :

بلاشبہ التحصیل ایک عمدہ کتاب ہے جو اہمیت کی حامل ہے۔اس کی اس عمدگی اور اہمیت کی وجہ سے بہت سے مشہور اور بڑے اصولیین نے اپنی کتب کی تالیف میں اس سے مدد حاصل کی۔چند حضرات کے اسمائے گرامی ذیل ہیں۔

☆ صفی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحیم الہندی الارموی شافعی : متکلم اشعری ، اصولی ، شارح ''المحصول'' ہیں جو تین ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں مگر قاضی سراج الدین الارموی کے شاگرد ہونے کی وجہ سے ''المحصول'' کی اس شرح میں التحصیل سے ضرور استفادہ رہا ہوگا۔صفی الدین ہندی کی کتاب سے امام شوکانی نے اپنی کتاب میں کثیر مقامات پر نقل کیا ہے۔

☆ امام جمال الدین الاسنوی متوفی ۷۷۲ھ نے ''نہایة السول'' میں تقریباً ہر مسئلہ میں ان کا نام ذکر کیا۔

☆ امام بدخشی نے بھی قاضی بیضاوی کی منہاج کی شرح ''مناهج العقول'' میں چند مقامات میں التحصیل سے استفادہ نقل کیا۔

☆ شمس الدین محمد بن محمود الاصفہانی متوفی ۶۷۸ھ نے بھی التحصیل سے نقل کیا ہے۔

☆ امام بدرالدین محمد بن اسعد التستری الشیعی متوفی ۷۳۲ھ نے بھی اس کتاب سے خوب مدد لی۔شارح مختصر ابن حاجب اپنی کتاب ''حل عقد التحصیل'' میں کثرت کے ساتھ التحصیل سے نقل لاتے ہیں۔

---

[1] حوالہ سابق۔ص ۱۳۵۔۱۴۰

یہ کتاب التحصیل کی مکمل شرح نہیں بلکہ صرف ان چند خاص مقامات کی توضیح ہے جہاں ابہام پیدا ہو ہے۔ اس کا ایک نسخہ دار الکتب مصریہ میں اصول فقہ ۱۴۔م میں موجود ہے۔

مذکورہ بالا میں سے شیخ جمال الدین اسنوی اور آخر الذکر امام بدر الدین التستری نے التحصیل کو بہت زیادہ اہمیت دی اور اس سے کثرت واہتمام کے ساتھ نقل استفادہ واستعانت لی۔

شارح مختصر ابن حاجب نے اپنی کتاب حل عقد التحصیل میں ذکر کیا کہ انہوں نے یہ کتاب صدر اعظم احمد بن علی البنانی کے لئے تصنیف کی تھی اور اس میں قاضی سراج الدین الارموی کے معظم اعتراضات پر بحث کی۔ اور پیدا ہونے والے بہت سے ابہام کو اختصار کے ساتھ حل کیا۔ اپنی اس کتاب کی تالیف کا سبب اپنی کتاب "حل عقد التحصیل" کے مقدمہ میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

" قد ساقني القدر الى ان صرفت بعض زمن من التحصيل في البحث في كتاب التحصيل للقاضي العلامة سراج الدين محمود الارموى رحمه الله فوجدته مشتملا على فوائد هذه الصناعة ، وعيون قلائد هذه البضاعة ، متضمنا لا قسام الحسن والكمال ، مستحقا لصرف الهمة اليه في الايام والليالي لما فيه من حسن النظم مع صغر الحجم ، واختصاصه بايرادات لطيفة ونكات ظريفة من قبله مكملة تدل على جودة قريحة موردها و كثرة تحقيقه و قوة مظنته وشدة تدقيقه ، غير ان المحققين في هذا الاقطار احجموا عن تدريس ، والمشتغلين في هذا الديار عن تحصيله ، لما فيه من المواضع الصعبة واللطائف الغريبة والمضايق المنغلقة والمواقف العميقة ، فاجبت بعد استدعاء المحققين والتماس المشتغلين ان اكشف القناع عن وجوه مخدرات لا تغنى عن التدقيق في الانظار . وارفع الحجاب عما يفتقر الى التعمق في الافكار ....".

(اللہ کی توفیق سے میں نے کچھ وقت قاضی علامہ سراج الدین الارموی" کی کتاب التحصیل کے سیکھنے میں صرف کیا تو میں نے اس کو فن کے فوائد اور اعلیٰ ترین انواع پر مشتمل پایا جو حسن وکمال کی اقسام پر محیط تھی اور اس بات کی مستحق تھی کہ دنوں اور راتوں اس کی طرف کوشش صرف کی جائے باوجود صغیر الحجم ہونے کے حسن نظم رکھنے اور لطائف کے ورود سے مختص ہونے اور نکات جمیلہ پر مشتمل ہونے کے۔ یہ بات اس کی عمدگی وکثرت تحقیق پر دلالت کرتی ہے اس میں شدت تدقیق ہونے کی وجہ سے محققین نے ان شہروں میں اس کی تدریس اور تحصیل کی پابندی لگادی اور بسبب اس میں پائے جانے والے مشکل مقامات اور غیر معلوم لطائف کے اور تنگ راستوں کی بنا پر اور گہری نظر پائے جانے کے...... میں نے محققین کی درخواست اور طالبین کے التماس کو قبول کیا کہ میں اس کتاب کی پوشیدہ چہرے سے پردہ اٹھاؤں جو بحث میں دقت وتعمق کو مانع نہیں ہے اور یہ کہ میں پردہ اٹھاؤں اس سے جو فکر میں گہرائی کی محتاج ہے)

ابن المنیر مالکی (۶۲۰ھ - ۶۸۳ھ) [1]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، مفسر، ادیب، شاعر، خطیب، کاتب، قاری، المقری محدث الروایۃ تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم امام ابن حاجب سے حاصل کی۔ ابن حاجب سے شرف ملاقات سے قبل ہی فقہ میں اُن کی کتاب مختصر ابن حاجب اور اصول میں ان کی مختصر دونوں حفظ کر لی تھیں۔ ابن حاجب نے اُنہیں فتوے کی اجازت دے دی تھی۔ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے تھے :

"ان مصر تفتخر برجلین فی طرفیھا : ابن المنیر بالاسکندریہ، وابن الدقیق العید بقوص"۔

(مصر اپنے دونوں اطراف میں دو آدمیوں پر فخر کرتا ہے اور وہ اسکندریہ میں رہنے والے ابن المنیر اور قوص میں رہنے والے ابن دقیق العید ہیں)

مؤلفات و اصولی آراء .... اصول فقہ پر آپ کی کسی باقاعدہ تصنیف کا علم نہیں ہو سکا جبکہ دیگر فنون پر آپ کی کتابوں کے مطالعہ کے دوران قاری ان میں اصولی روح جھلکتی دیکھتا ہے جو آپ کے علمِ اصول میں ایک خاص مقام کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً "المقتفی فی ایات الاسراء" ان کی ایک عمدہ کتاب ہے جس میں عمدہ استنباطات کئے گئے ہیں۔ "کتاب الانتصاف من الکشاف" ان کے زمانۂ شباب کی تالیف ہے اس پر عزالدین بن عبدالسلام اور شیخ القرافی شیخ شمس الدین الخسرو کی تقریظ ہے۔ مختصر التھذیب فی التفسیر، کتابات علی تراجم البخاری وغیرہ کے مصنف ہیں۔ ایک ماہر اصولی تھے، قاری ان کی کتب میں اصولی رُوح رواں دواں دیکھتا ہے اور عمدہ جدلی اسلوب اور طویل کلامی بحث پاتا ہے جو آپ کے علم الاصول میں اعلیٰ مقام و قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ ہاں البتہ اصول فقہ میں آپ کی آراء نقل کی گئی ہیں۔

اصولی آراء :

"قولہ : اذ ظھر للتخصیص فائدۃ جلیلۃ سوی مفھوم المخالفۃ وجب المصیر الی ھذا الفائدۃ وسقط التعلق بالمفھوم، وضرب لذلک مثلاً قول اللہ تعالیٰ (فان کن نساءً فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک . وان کانت واحدۃ فلھا النصف) فلو ذکر القران ان الاثنتین لھما الثلثان وان الواحدۃ لھا النصف لتوھم ان الاکثر من الاثنتین لھما اکثر من الثلثین . فلنص علی ان مافوق الاثنتین لھما الثلثان لرفع ھذا الوھم، ولا مفھوم لکلمۃ "فوق" [2]

---

[1] ابوالعباس احمد بن محمد بن منصور بن ابوالقاسم بن مختار بن ابی بکر بن علی ناصرالدین (۱۲۲۳ء/۱۲۸۴ء) ابن المنیر سے مشہور تھے۔ الجروی الجذامی الاسکندری اسکندریہ میں وفات پائی۔

[2] مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ابو محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین الیافعی الیمنی المکی متوفی ۷۶۸ھ، ۴/۱۹۹۔ حیدرآباد دکن مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ، الفتح المبین ۲/۸۴-۸۵، معجم الاصولیین ۱/۲۳۴ (۱۷۷)

شہاب الدین قرافی مالکی (۶۲۶ھ/۶۸۴ھ)[1]

فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ شیخ عز الدین بن عبدالسلام، ابن حاجب اور قاضی القضاۃ شمس الدین ابوبکر الادریسی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ آپ کے زمانے میں ریاستِ مالکیہ ان پر ختم ہوتی تھی، متعدد جامع کتب کے مصنف تھے۔ قاضی القضاۃ تقی الدین بن شکر فرماتے ہیں:

"اجمع الشافعیه والمالکیه علی ان افضل اهل القرن السابع بالدیار المصریه ثلاثة: القرافی بمصر القدیمه وابن المنیر بالاسکندریه وابن دقیق العید بالقاهره وکلهم مالکیه الا ابن دقیق العید فانه جمع بین المذهبین".

(شافعیہ اور مالکیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دیارِ مصر میں ساتویں صدی ہجری کے اشخاص میں سے تین کو فضیلت حاصل ہوئی ہے: قرافی کو مصر قدیمہ میں، ابن المنیر کو اسکندریہ میں اور ابن دقیق العید کو قاہرہ میں۔ سوائے ابن دقیق العید کے سب مالکی ہیں اور بلاشبہ وہ (ابن دقیق) جامع المذھبین تھے)

صفدی نے لکھا:

"وکان مالکیا اماماً فی اصول الفقه ...... وصنف فی اصول الفقه الکتب المفیدة وافاد واستفاد منه الفقهاء ......"[2]

(وہ اصولِ فقہ میں مالکی امام تھے...... اور انہوں نے اصولِ فقہ میں بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں جن سے فقہاء نے افادہ واستفادہ کیا)

اس کے بعد صفدی نے ان کی کتابوں کی تفصیلات بیان کیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ:

۱۔ تنقیح الفصول فی اختصار المحصول ۲۔ شرح تنقیح الفصول

۳۔ شرح المحصول للرازی ۴۔ العقد المنظوم فی الخصوص والعموم

۵۔ العموم ورفعه ۶۔ التعلیقات علی المنتخب ۷۔ انوار البروق فی انواء الفروق

امام قرافی کی اصولِ فقہ میں کتب کا تعارف اور تحقیقی تجزیہ:

۱۔ تنقیح الفصول فی اختصار المحصول:

دراصل "التنقیح الفصول" ان کی کتاب "الذخیرہ فی الفقه" کا مقدمہ ہے۔ جس میں انہوں نے امام رازی کی المحصول کا اختصار کیا ہے اور قاضی عبدالوہاب مالکی کی کتاب الافادہ کے مسائل سے اضافہ بھی شامل کیا ہے اور اس کو سو فصلوں اور بیس ابواب میں مرتب کیا۔

---

[1] ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن یلیین الصنہاجی مصری (۱۲۲۸ء۔۱۲۸۵ء)۔ قرافی سے معروف تھے، مصر میں وفات پائی۔

[2] الوافی بالوفیات ۶/۲۳۳۔۲۳۴ (۲۷۰۸)

۲۔ شرح تنقیح الفصول :

جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ اول الذکر کتاب کی شرح ہے۔ یہ کتاب مطبعہ الخیریہ قاہرہ سے ۱۳۰۶ھ میں ۳۰۸ صفحات میں چھپ چکی ہے اس کے حاشیہ پر شرح المحلی علی الورقات ہے اس پر العبادی کا حاشیہ ہے۔ اس کے علاوہ ۱۳۹۳ھ میں ۴۶۴ صفحات میں طٰہٰ عبدالرؤف سعد کی تبویب، تنسیق و تحقیق کے ساتھ شرکہ طباعت الفنیہ المتحدہ والعباسیہ سے بھی طبع ہو چکی ہے۔[1]

کتاب "تنقیح الفصول" کی دیگر شروح :

۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی المراکشی متوفی ۷۲۳ھ نے شرح تالیف کی۔[2]

۲۔ ابوالعباس احمد بن عبدالرحمٰن بن موسیٰ الیزلیطنی مالکی (متوفی ۸۷۵ھ/ ۸۹۵ھ یا ۸۹۸ھ) معروف بہ الحلولو القیروانی نے اس کی شرح لکھی۔[3]

۳۔ حسن بن علی الراجراجی الشوشاوی (متوفی نویں صدی ہجری) نے شرح لکھی۔[4]

۴۔ داؤد بن علی بن محمد القلناوی متوفی ۹۰۲ھ۔[5]

تنقیح الفصول پر تقییدات........... احمد بن عبدالرحمٰن التادلی الفاسی متوفی ۷۴۱ھ نے "کتاب تقییدات مفیدة علی تنقیح القرافی" تالیف کی۔[6]

تنقیح الفصول کا اختصار......... ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ نے اس کا اختصار لکھا اور اس کا نام "اقلید الاصول" رکھا۔[7]

۳۔ "شرح المحصول" للفخر الرازی :

امام قرافی نے امام رازی کی المحصول کی شرح لکھی جس کا نام "نفائس الاصول فی شرح المحصول" رکھا۔ قرافی نے اس شرح کی امتیازی خصوصیات کو اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے جس کے مطابق انہوں نے اس تصنیف میں متقدمین و متاخرین میں سے اہلِ سنت، معتزلہ اور ارباب مذاہب اربعہ کی تقریباً تیس مصنفاتِ اصولیہ سے استفادہ کیا۔ اسی طرح انہوں نے اپنے آپ کو "المحصول" کے مشکل کو بیان کرنے اور اس کے مہمل کی تقیید کرنے اور اس کی فہرستِ مسائل میں کمی کو ضبطِ تحریر میں لانے اور اس کے متن پر وارد سوالات کے جوابات دینے میں ملتزم رکھا۔ محقق محصول طٰہٰ جابر فیاض علوانی نے ان کے اس مقدمہ کے ان مشتملات پر ان الفاظ کے ساتھ اظہارِ خیال کیا :

۱۔ کشف الظنون ۱/ ۴۹۹ ۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۸۰۴، الفتح المبین ۲/ ۱۲۴ - ۱۲۵، معجم الاصولیین ۱/ ۱۶۴ - ۱۶۵ (۱۶۴)

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۳۶، کشف الظنون ۱/ ۴۹۹، معجم المؤلفین ۱/ ۲۷۰، الفتح المبین ۳/ ۴۴، الضوء اللامع ۱/ ۲۶۰، شجرۃ النور الزکیہ ص ۲۵۹، توشیح الدیباج۔ ص ۵۲، ایضاح اللامع کا تحقیقی مقدمہ عبدالکریم بن علی۔ ص ۳۸۔

۴۔ معجم الاصولیین ۲/ ۴۷ (۲۷۹) ۵۔ معجم الاصولیین ۲/ ۱۰۱ (۳۳۹)، بحوالہ الضوء اللامع ۳/ ۲۱۵ - ۲۱۶، نیل الابتہاج ۱۱۷۔

۶۔ الفتح المبین ۲/ ۱۳۶، معجم الاصولیین ۱/ ۱۳۰ (۹۹) ۷۔ الفتح المبین ۲/ ۲۱۱، معجم الاصولیین ۱/ ۳۷ - ۳۸ (۱۷)

"والحق: أن فی هذا الشرح کثیراً من الفوائد الاصولیة العامة، ولکنه کثیرا مایفوته مراد الامام وقصده فیکثر من ایرادما لایرد علیه، ویحمل کلامه علی غیر محمله وهو شرح کبیر یقع فی ثلاث مجلدات کبار تبلغ ما یقارب (۱۸۰۰) صفحة وله نسخة خطیة فی دار الکتب المصریه تحت رقم (۴۷۲)".[1]

(اور یہ بات بالکل درست ہے کہ بلا شبہ اس شرح میں بہت سے جامع فوائد اصولیہ ہیں مگر بہت سے مقامات میں شارح امام کے مقصد ومراد سے ہٹ جاتے ہیں اور بہت سے ایسے اعتراضات لے آتے ہیں جو ان پر سرے سے وارد ہی نہیں ہوتے۔ اور اسی طرح وہ امام کے کلام کو اس پر محمول کر دیتے ہیں جس کا انہوں نے ارادہ نہیں کیا ہوتا...... یہ ایک بڑی شرح ہے جو تین بڑی مجلدات میں ہے جس کے صفحات ۱۸۰۰ کے قریب ہیں اور دار الکتب المصریہ میں ۴۷۲ نمبر کے تحت اس کا ایک خطی نسخہ موجود ہے)

آغاز یوں ہوتا ہے: الحمد لله الذی تفرد فی علم الوهیة بکمال المجد و العلاء. الخ

تیسری جلد کے اختتامی کلمات یہ ہیں:

"بحمد الله وتوفیقه کمل الجزء الثالث، وهو نفائس الاصول فی شرح المحصول".

"نفائس الاصول المحصول" کی طرح اس کے مختصرات، ضیاء الدین کی "المنتخب"، تاج الارموی کی "الحاصل"، سراج الارموی کی "التحصیل" اور التبریزی کی "التنقیح" کی بھی شرح ہے اسی طرح مصنف نے اس کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ جامعہ امام ریاض کے تین طلبہ نے اس پر تحقیق کی، ان میں سے عبدالکریم النملہ نے اس کے پہلے جزء پر تحقیق مکمل کر کے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔[2]

۴۔ العقد المنظوم فی الخصوص والعموم:

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کے مقدمہ میں سے تلخیص کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کہا:

"لم اجد فی کتب الاصول وغیرها من صیغ العموم الا نحو عشرین صیغة، ومقتضی ذلک ان یکون اکثر، ووجدت مسمی العموم فی اللغة خفیا جدا، ووجدتهم یعدون المخصصات اربعة ووجدتها نحو العشرة ووجدتهم یسوون حمل المطلق علی المقید وغیر ذلک مجمعة وبینت فیه ماهو الحق ورتبته علی خمسة وعشرین بابا".[3]

(میں نے کتب اصول وغیرہ میں عموم کے تقریباً بیس صیغے پائے اور اس کا تقاضہ ہے کہ یہ اس سے زیادہ ہوں اور میں نے لغت میں عموم کا مسمی بہت خفیف پایا۔ اور میں نے ان لوگوں کو چار مخصصات شمار کرتے ہوئے پایا اور میں نے اس کو تقریباً دس پایا۔ اور وہ لوگ مطلق کو مقید پر محمول کرنے کو برابر سمجھتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر باتیں ہیں اور میں نے اس میں بیان کیا جو کچھ حق تھا اور میں نے اس کو پچیس ابواب پر مرتب کیا)

اس کتاب پر احمد سرالختم عبداللہ نے تحقیق کی اور جامعہ ام القری سے ۱۴۰۴ھ میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔[4]

---

[1] المحصول پر محقق طہ جابر فیاض علوانی کا تحقیقی مقدمہ۔ ص ۶۰
[2] معجم الاصولیین ۱/۹۲ (۶۰)
[3] کشف الظنون ۲/۱۱۵۳
[4] معجم الاصولیین ۱/۹۲ (۶۰)

۵۔ العموم ورفعه :

صاحب الدیباج نے قرافی کی کتب میں ایک کتاب "العموم ورفعه" کا بھی ذکر کیا ہے، شاید اس سے "العقد المنظوم" ہی مراد ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی علیحدہ کتاب ہو[1]۔ اگر اس کو ایک علیحدہ کتاب مانا جائے تو یہ ان کی اصول پر پانچویں کتاب ہے۔

۶۔ والتعلیقات علی المنتخب لفخر الدین رازی :

۷۔ انوار البروق فی انواء الفروق :

حمد وصلاۃ کے بعد امام قرافی الفروق میں فرماتے ہیں :

" (اما بعد) فان الشريعة المعظمة المحمدية زاد الله تعالیٰ منارها شرفا وعلوا اشتملت على اصول و فروع واصولها قسمان احدها المسمى باصول الفقه وهو في غالب امره ليس فيه الاقواعد الاحكام الناشئة عن الالفاظ العربية خاصة وما يعرض لتلك الالفاظ من النسخ والترجيح ونحو الا مر للوجوب والنهي للتحريم والصيغة الخاصة للعموم ونحو ذلک وما خرج عن هذا النمط الاكون القياس حجة وخبر الواحد وصفات المجتهدين والقسم الثاني قواعد كلية فقهية جليلة كثيرة العدد عظيمة المدد مشتملة على اسرار الشرع وحكمه لكل قاعدة من الفروع في الشريعة مالا يحصى ولم يذكر منها شئي في اصول الفقه......"[2]

(اما بعد : بلاشبہ شریعت محمدیہ موقرہ ، اللہ اس کے شرف، بلندی اور عظمت میں اضافہ فرمائے۔ وہ اصول وفروع پر مشتمل ہے اس کے اصول دو قسموں پر ہیں، پہلی قسم کا نام اصول فقہ ہے جو بہت زیادہ ہیں اور لغت عربیہ کے الفاظ کے ساتھ ان کا تعلق ہے کیونکہ قواعد الاحکام الفاظ عربیہ سے خارج نہیں ہو سکتے اور ان میں الفاظ کا نسخ، ترجیح اور الامر للوجوب اور النہی للتحریم اور عموم کے لئے خاص صیغہ ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ ہاں البتہ قیاس کا حجت ہونا، خبر واحد اور مجتہدین کی صفات کا تعلق اس قسم سے نہیں ہوتا۔ اور اصول کی دوسری قسم قواعد کلیہ فقہیہ پر ہے جو تعداد اور مساعدت میں زیادہ ہیں شریعت کے اسرار پر مشتمل ہیں۔ شریعت میں فروع کے ہر قاعدے کا الگ حکم ہے جن کا شمار ممکن نہیں اور اس دوسری قسم میں سے کچھ بھی اصول فقہ میں بیان نہیں کیا جاتا)

کتاب "الفروق" میں قواعد فقہیہ کی تعداد :

امام قرافی فرماتے ہیں :

" وسميته لذلک انوار البروق في انواء الفروق...... وجمعت فيه من القواعد خمسماة وثمانية واربعين قاعدة اوضحت كل قاعدة بما يناسبها في الفروع"[3]

---

[1] الدیباج ۱۲۸۔۱۲۹ [2] الفروق الامام قرافی۔ ص ۱/۲۔۳، بیروت دار المعرفۃ [3] الفروق۔ ص ۱/۳

(اور اسی لئے میں نے اس کتاب کا نام انوار البروق فی انواء الفروق رکھا.......... اور میں نے اس میں قواعد میں سے پانچ سو اڑتالیس قاعدے جمع کئے۔ میں نے فروع کے ہر قاعدے کی اس کی شایانِ شان وضاحت کی)

مظہر بقا نے صاحب کشف الظنون کی اتباع میں ان قواعدِ فقہیہ کی تعداد پانچ سو چالیس بتائی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں :

"وله كتاب " انوار البروق فى انواء الفروق، جمع فيه خمسماه واربعون قاعدة من القواعد الفقهية وهو من اجمل الكتب فى موضوعه".

(اور انوار البروق فی انواء الفروق ان کی کتاب ہے اس میں قواعد فقہیہ میں سے پانچ سو چالیس قاعدے جمع کئے گئے ہیں اور وہ اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے)

ہوسکتا ہے کہ کاتب کی غلطی سے قواعد فقہیہ کی تعداد میں فرق ہوگیا ہو یا ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہو واللہ اعلم۔[1]

کتاب "الفروق" پر حواشی :

۱۔ سراج الدین ابو القاسم بن عبداللہ الانصاری معروف بہ ابن الشاط نے "ادرار الشروق على انواع الفروق" کے نام سے حاشیہ لکھا۔

۲۔ شیخ محمد علی ابن المرحوم شیخ حسین مفتی المالکیہ نے "تهذيب الفروق والقواعد السنية فى الاسرار الفقهية" کے نام سے حاشیہ لکھا۔

کتاب "الفروق" اپنے دونوں مذکورہ بالا حواشی کے ساتھ تین مجلدات اور چھ اجزاء میں بیروت، دار المعرفۃ سے چھپ چکی ہے۔

کتاب "الفروق" کا اختصار :

ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد البقوری متوفی ۷۰۷ھ نے "مختصر فروق القرافى" تالیف کیا۔ البقوری امام قرافی کے شاگرد تھے۔

الدیباج میں یہ عبارت مذکور ہے :

"وله كلام على كتاب شهاب الدين القرافى فى الاصول ".[2]

(اور اصول میں شہاب الدین قرافی کی کتاب پر انہوں نے تبصرہ کیا ہے)

الغرض امام قرافی نے اصولِ فقہ میں عظیم خدمات انجام دیں اور بے شمار مؤرخین نے ان کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔[3]

---

۱ معجم الاصولیین ۱/۹۳ (۶۰)، کشف الظنون مگر نام انوار البروق فی انواع الفروق ہے ۱/۱۸۶۔

۲ الفتح المبین ۲/۱۰۵، الدیباج۔ ص ۳۱۰ ۳ کشف الظنون ۲/۱۱۵۳، الدیباج ۱۲۸۔۱۲۹، ہدیۃ العارفین ۵/۹۹، الفتح المبین ۲/۸۶، معجم الاصولیین ۱/۹۲ (۶۰)، بحوالہ طبقات السبکی ۳/۱۷۳، روضات الجنات ۱/۳۳۱، ۳۳۷۔

ابواسحاق الوزیری (متوفی ۶۸۴ھ)

انہوں نے کتاب "الفصول فی الاصول" تالیف کی۔[1]

محمد بن عبداللہ القفصی (متوفی ۶۸۵ھ یا ۷۳۶ھ)

ان کی مؤلفات اصولیہ تاریخ وفات ۷۳۶ھ کے ضمن میں بیان کی جائیں گی۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی، متکلم، مفسر، محدث، ادیب، نحوی، مفتی اور قاضی تھے۔ شیراز کے قاضی رہے مگر شدتِ حق کی وجہ سے عہدہ چھوڑ کر واپس تبریز چلے گئے اور اپنے علم و معارف سے تشنگانِ علم کو سیراب کرنے لگے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح المنتخب فی اصول الفقہ، للامام فخر الدین رازی۔[3]

۲۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول، اس شرح کا نام "مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام" ہے۔ آغاز ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے، الحمد للہ الذی ھدانا الی مناھج الحق"۔ ابن حاجب کا انتقال ۶۴۶ھ میں ہوا۔[4]

۳۔ مناھج الوصول الی علم الاصول، یہ کتاب دراصل تاج الدین محمد بن حسین الارموی شافعی متوفی ۶۵۶ھ کی کتاب "الحاصل" کا اختصار ہے۔ اور الحاصل بذاتِ خود امام رازی متوفی ۶۰۶ھ کی کتاب "المحصول" کا اختصار ہے۔[5]

۴۔ شرح منہاج الوصول، شہاب الدین الخفاجی نے اپنی تفسیر کے حاشیہ پر ان کے حالاتِ زندگی میں اس شرح کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔[6]

منہاج الوصول الی علم الاصول کا تحقیقی تجزیہ : یہ کتاب ایک مقدمہ اور سات کتب پر مشتمل ہے۔ اس کا ابتدائیہ ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے، "تقدس من تمجد بالعظمة والجلال"۔ پھر کہا :

> "ان کتابنا ھذا (یسمی) منھاج الوصول الی علم الاصول الجامع بین المشروع والمعقول والمتوسط بین الفروع والاصول الخ"۔

۱۔ ابواسحاق امام ابراہیم بن اسحاق بن المظفر بن علی الوزیری المصری ایضاح المکنون ۲/۱۹۳، ہدیۃ العارفین ۱۲/۵۔

۲۔ ابوالخیر ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی البیضاوی متوفی ۱۲۸۶ء۔ فارس (تبریز) میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ مقدمہ حاشیۃ الشہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ ملقب شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، ۱/۴۔

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۴ ۵۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵

۶۔ مقدمہ حاشیۃ الشہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ ملقب شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، ۱/۴

(ہماری یہ کتاب (جس کا نام) "منہاج الوصول الی علم الاصول"، فروع اور اصول میں متوسط جبکہ شروع، اور معقول کے بیان میں جامع ہے)

علامہ اسنوی کی کتاب "منہاج الوصول" کے تعارفی کلمات یہ ہیں :

"اعلم ان المصنف اخذ كتابه من الحاصل للفاضل تاج الدين الارموى والحاصل اخذه مصنفه من المحصول للامام الفخر الدين والمحصول استمداده من كتابين لايكاد يخرج عنهما غالبا احدهما المستصفى لحجة الاسلام الغزال والثانى المعتمد لابى الحسن البصرى حتى رايته ينقل منهما الصفحة اوقريبا منها بلفظها وسببه على ماقيل انه كان يحفظهما"۔[1]

(جان لو کہ بلاشبہ مصنف نے اپنی اس کتاب کو الارموی کی الحاصل سے اخذ کیا ہے اور الحاصل کو اس کے مصنف نے (امام) فخر (الدین رازی) کی کتاب "المحصول" سے اخذ کیا اور المحصول دو کتابوں سے مستمد ہے۔ امام رازی زیادہ تر دو کتابوں پر تکیہ کرتے ہیں، وہ جن دو کتابوں سے باہر نہیں نکلتے ان میں سے ایک (امام) غزالی کی المستصفی اور دوسری (امام) ابوالحسن بصری کی المعتمد ہے۔ میں نے یہاں تک دیکھا کہ ان دونوں کتابوں سے صفحہ یا قریب الصفحہ لفظ بلفظ منقول ہوتا ہے اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ امام رازی کو دونوں کتابیں حفظ تھیں)

علماء اور بالخصوص شوافع علماء جن کتب کی شروح، اختصارات، ان کی احادیث کی تخریج، ان کی لغات کے بیان اور نظم وغیرہ کی طرف ملتفت رہے۔ ان میں سے ایک کتاب "منہاج الوصول الی علم الاصول" ہے۔

کتاب "منہاج الوصول" پر لکھی جانے والی شروح : تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ شرح منہاج الوصول : قاضی بیضاوی نے خود اپنی کتاب کی شرح لکھی۔ شہاب الدین الخفاجی نے اپنی تفسیر کے حاشیہ پر ان کے حالات میں اس کتاب کو آپ کی طرف منسوب کیا۔

۲۔ معراج الوصول فی شرح منہاج الاصول : شیخ مجد الدین محمد ابی بکر الأیکی شیرازی (متوفی ۶۹۷ھ) نے یہ شرح لکھی۔ یہ ایک مختصر شرح ہے، ابتدائی الفاظ یہ ہیں: "سبحانک اللھم یاواجب الوجود"۔[2]

۳۔ تقی الدین سبکی کے شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ بن محمود جزری شافعی (متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۶ھ) نے بھی شرح لکھی تھی[3]۔ اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ قاضی بیضاوی نے خود کوئی شرح لکھی تھی تو اس صورت میں آخری الذکر دونوں کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کو منہاج کی پہلی شرح ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

---

[1] نہایۃ السول، جمال الدین عبدالرحیم الاسنوی متوفی ۷۷۲ھ ۱/۱۰-۱۱۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۴ء

[2] کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، کتب خانہ المصریہ فہرست الکتب العربیہ ۲/۲۶۵، مصر مطبعۃ العثمانیہ ۱۳۰۵ھ

[3] ہدیۃ العارفین ۶/۱۴۲، الفتح المبین ۲/۱۱۷

۴۔ ظہیر الدین عبدالصمد بن محمود الفاروقی (متوفی ۷۰۷ھ) نے شرح لکھی اور اس کی تالیف سے ماہِ رجب کے اواسط میں ۷۰۳ھ میں فارغ ہوئے۔[1]

۵۔ غیاث الدین محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی البغدادی الواسطی شافعی متوفی ۷۱۸ھ یا ۷۹۷ھ، معروف بابن العاقولی نے شرح تالیف کی۔[2]

۶۔ محمد بن اسعد التستری شافعی ہمذانی (متوفی ۷۳۲ھ) نے شرح لکھی۔[3]

۷۔ نہایۃ السول فی شرح منہاج الوصول، امام جمال الدین ابی محمد عبدالرحیم الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ نے مذکورہ نام سے متوسط الحجم شرح لکھی۔ اعتراضات کی کثرت ہے مگر سہل العبارۃ کتاب ہے۔ اس کی تالیف کا آغاز ۷۴۰ھ میں کیا اور ۷۴۱ھ میں فراغت پائی، یہ کتاب چھپ چکی ہے۔[4]

اسنوی کی شرح پر حواشی :

(۱) امام محمد بن ابی بکر بن عبدالعزیز بن جماعۃ متوفی ۸۱۹ھ نے اس پر حاشیہ لکھا۔[5]

(۲) شیخ الاسلام سراج البلقینی کے پوتے ابی سعادات محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن البلقینی متوفی ۸۸۹ھ نے حاشیہ لکھا۔[6]

(۳) شیخ محمد بخیت المطیعی حنفی مولود ۱۲۷۱ء نے سلم الوصول الی نہایۃ السول کے نام سے حاشیہ لکھا۔[7]

اسنوی کی شرح پر تعلیقہ : شمس الدین محمد ابن العماد متوفی ۸۶۷ھ نے اس پر تعلیقہ لکھا جس میں اپنے والد شہاب ابن العماد سے کافی نقل کی۔[8]

۸۔ سید برہان الدین عبیداللہ بن محمد الفرغانی العبری متوفی ۷۴۲ھ نے شرح لکھی۔ یہ منہاج کی احسن وانفع شروح میں سے ایک ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"الحمدللہ الذی اعلی معالم الاسلام وبین لطرق المعاش والمعاد قوانین الشرع والاحکام"۔[9]

العبری کی شرح پر حاشیہ : قاضی محمد بن ابی بکر ابن جماعہ متوفی ۸۱۹ھ نے ان کی اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا۔[10]

۹۔ قاضی عبداللہ بن محمد العبیدلی التبریزی حنفی متوفی ۷۴۳ھ نے شرح لکھی۔

۱۔ ایضاح المکنون ۴/۵۸۹، ہدیۃ العارفین ۵/۵۷۴، معجم الاصولیین ۲/۲۰۶ (۲۲۰)

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۴۳، اس میں تاریخ وفات ۷۱۸ھ مذکور ہے جبکہ ۶/۱۷۵ میں ۷۹۷ھ مذکور ہے۔

۳۔ الفتح المبین ۲/۱۳۷ ۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، حاجی خلیفہ نے جمال الدین اسنوی کی تاریخ وفات ۷۷۲ھ بتائی ہے۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲ ۶۔ تعارفی مقدمہ علی نہایۃ السول فی شرح المنہاج الوصول، جمال الدین اسنوی الشافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربیہ۔ ص۔ ی۔ ج، قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ

۷۔ حوالہ سابق ۸۔ حوالہ سابق ۹۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۳۹، الفتح المبین ۲/۱۳۹ ۱۰۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰

۱۰۔ السراج الوهاج : مذکورہ نام سے امام فخر الدین ابوالمکارم احمد بن حسن بن یوسف تبریزی الجاربردی شافعی متوفی ۷۴۶ھ نے شرح لکھی۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : "الحمد لله الذی خلق السموات والارض......"[۱]

السراج الوہاج پر حاشیہ : محمد بن ابی بکر ابن جماعہ متوفی ۸۱۹ھ نے السراج الوہاج پر حاشیہ تحریر کیا۔[۲]

۱۱۔ نهاية السول فی شرح منهاج الاصول : اس نام سے نورالدین فرج بن محمد (بن ابی الفرج) الاردبیلی نے شرح لکھی۔ یہ شارح، امام فخر الدین الجاربردی کے شاگرد ہیں جنہوں نے السراج الوهاج نامی شرح مذکورہ لکھی تھی۔[۳]

۱۲۔ شمس الدین ابی الثنا محمود بن عبدالرحمٰن بن احمد الاصفہانی شافعی متوفی ۷۴۹ھ نے شرح لکھی۔[۴]

۱۳۔ الابہاج، اس نام سے شیخ امام تقی الدین علی بن عبدالکافی بن تمام سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ نے شرح لکھی۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "الحمد لله الذی أسس بنیان دینه علی اثبت قواعد"۔

واضح رہے کہ شارح تقی الدین مصنف بیضاوی کے قول "المسالة الرابعة وجوب الشئی مالایتم الابه وكان مقدوراً" تک کی شرح لکھ سکے تھے پھر ان کے بعد سے شارح کے صاحبزادہ صاحب جمع الجوامع تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ نے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ ایک جلیل القدر شرح ہے جو دو جلدوں میں مصر سے چھپ چکی ہے۔[۵]

۱۴۔(الف) عماد الدین محمد بن الحسن بن علی بن عمر القرشی الاموی شافعی متوفی ۷۶۷ھ نے شرح تالیف کی جسے بعد میں ان کے بھائی نے مکمل کیا۔[۶]

۱۴۔(ب) فاضل المراغی نے شرح لکھی اور اسی شرح سے سید العبری نے اپنی شرح میں بہت سے مقامات میں اس سے نقل کیا ہے۔ شاید المراغی سے مراد ہارون بن عبدالولی بن عبدالسلام المراغی متوفی ۷۶۴ھ ہیں جو مختصر ابن حاجب کے بھی شارح ہیں۔

۱۵۔(الف) کافی المحتاج، سراج الدین عمر بن علی متوفی ۸۰۴ھ نے شرح لکھی۔ شارح ابن الملقن شافعی سے مشہور ہیں یہ ایک متوسط الحجم شرح ہے۔[۷]

۱۵۔(ب) صدرالدین سلیمان بن عبدالناصر الاشیطی شافعی متوفی ۸۱۱ھ۔[۸]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۸، الفتح المبین ۲/۱۵۲، معجم الاصولیین ۱/۱۰۸، ۱۰۹ (۷۴)

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۳

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۹، الفتح المبین ۲/۱۵۸

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۹، الفتح المبین ۲/۱۶۸۔ ۲/۱۸۳

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، الفتح المبین ۲/۱۷۷

۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۹۱، یہ کتاب مفتی مصر شیخ محمد بخیت کے مکتبہ میں موجود تھی۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۰۲

۱۶۔ شیخ یوسف بن حسن شیرازی تبریزی شافعی متوفی ۸۲۴ھ نے شرح لکھی۔

۱۷۔ شیخ امام شہاب الدین احمد بن عبداللہ الغزی شافعی متوفی ۸۲۲ھ نے شرح لکھی۔[1]

۱۸۔(الف) **التحریر لما فی کتاب المنهاج من المعقول و المنقول** : اس نام سے امام ولی الدین ابی زرعہ احمد بن عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۲۶ھ نے شرح لکھی۔[2]

۱۸۔(ب) ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف دمشقی متوفی ۸۳۳ھ نے شرح لکھی۔[3]

۱۹۔ علامہ محمد بن عبدالقادر السخاوی مقری معروف بہ ابن السکاکینی متوفی ۸۳۸ھ[4] اور نجم الدین محمد بن عبدالقادر الواسطی شافعی متوفی ۸۳۸ھ نے شرح لکھی۔[5]

۲۰۔ **نهاية السول فی شرح منهاج الاصول**: اس نام سے شہاب الدین احمد بن حسین بن علی بن یوسف الرملی معروف بہ ابن ارسلان شافعی متوفی ۸۴۲ھ نے دو جلدوں میں ایک مطول شرح لکھی۔[6]

۲۱۔ **توضیح المبهم و المجهول فی شرح منهاج الاصول** : اس نام سے سراج الدین ابوحفص عمر بن موسیٰ بن حسن ابن محمد القرشی المخزومی الحمصی شافعی متوفی ۸۶۱ھ نے شرح لکھی۔[7]

۲۲۔ **الابهاج فی شرح المنهاج** : اس نام سے احمد بن اسحاق شیرازی متوفی ۸۶۳ھ نے شرح لکھی۔ یہ ایک مجلد میں متوسط الحجم شرح ہے جسے انہوں نے علامہ عضد الاسلام ابی القاسم مسعود بن محمد الشہید کے لئے تالیف کیا تھا۔[8]

۲۳۔ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر الاشیطی متوفی ۸۸۳ھ نے شرح لکھی۔[9]

۲۴۔ امام کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن امام الکاملیہ شافعی متوفی ۸۷۴ھ نے ایک شرح لکھی۔ یہ ایک ضخیم و مطول شرح ہے۔[10]

۲۵۔ **تیسر الوصول الی منهاج الاصول** : اس نام سے کمال الدین محمد بن محمد متوفی ۸۷۴ھ (جن کا ذکر ابھی گذرا ہے) نے شرح لکھی، یہ ایک مختصر شرح ہے۔[11]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، معجم الاصولیین ۱/۱۵۵، ۱۵۶ (۱۰۸)

۲۔ دار الکتب الازہریہ میں موجود ہے جس کا نمبر (۸۲۵) ۱۲۲۳۱ اصول فقہ ہے۔ ۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۷

۴۔ تقدیم مقدمہ علی نهایہ السول فی شرح منهاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربیہ من ی۔ ج، قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ ۵۔ ایضاح المکنون ۴/۵۸۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۹

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، طبقات الشافعیہ الاسدی ۷۔ ایضاح المکنون ۴/۵۸۹

۸۔ حوالہ سابق، ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۲ ۹۔ معجم الاصولیین ۱/۹۷، ۹۸ (۶۵)

۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۶، الفتح المبین ۳/۴۳ ۱۱۔ الفتح المبین ۳/۴۳

۲۶۔ سید عبداللہ بن محمد بن محمد متوفی ۸۹۴ھ نے شرح لکھی۔ شارح، سید حامدالایجی شافعی سے مشہور ہیں۔[۱]

۲۷۔ علامہ تاج الدین ابوالفضل عبدالوہاب بن محمد بن یحییٰ بن احمد الطرابلسی شافعی متوفی ۸۹۵ھ معروف بہ ابن زہرہ نے بهجة الوصول کے نام سے شرح لکھی۔[۲]

۲۸۔ شیخ رکن الدین محمد بن احمد بن محمد الاردبیلی شافعی متوفی ۸۹۵ھ نے نهاية الوصول کے نام سے شرح لکھی۔ یہ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔[۳]

۲۹۔ شیخ الاسلام کمال الدین ابوالمعالی محمد بن ناصر الدین بن ابی بکر بن ابی شریف المقدسی شافعی متوفی ۹۰۵ھ نے قطعه علی شرح المنهاج تالیف کیا۔[۴]

۳۰۔ علاء الدین ابوالحسن علی بن ناصر المکی الیافعی شافعی نے مدارک الاصول کے نام سے شرح لکھی، وہ اس کی تالیف سے ۹۱۶ھ میں فارغ ہوئے تھے۔[۵]

۳۱۔ ابوالحسن شمس الدین علی بن جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن ابن احمد بن محمد البکری الصدیقی المصری متوفی ۹۵۲ھ نے "المطلب فی شرح المنهاج" اور "المغنی شرح اخر علی المنهاج" تالیف کی۔[۶]

۳۲۔ شمس الدین محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرملی الانصاری شافعی متوفی ۱۰۰۴ھ نے نهاية المحتاج الی شرح المنهاج تالیف کی یہ شافعی الصغیر کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔[۷]

۳۳۔ محمد بن النقیب البیرونی متوفی ۱۰۶۴ھ نے " فتح التجلی علی المنهاج والمحلی " تالیف کی۔ ایضاح المکنون کے مطابق " وهو حاشية على شرح المحلي للمنهاج " (وہ شرح المحلی للمنهاج پر حاشیہ ہے)۔[۸]

۳۴۔ ابوالضیاء نورالدین علی بن علی الشبراملسی المصری شافعی متوفی ۱۰۸۷ھ نے " شرح منهاج الاصول لشمس الدین الوملی" اور "حاشية على نهاية السول" تالیف کیا۔[۹]

۳۵۔ "سراج العقول الی منهاج الاصول" کے نام سے امام محمد طاہر القزوینی نے شرح تالیف کی۔[۱۰]

۳۶۔ شیخ عبدالغنی الاردبیلی نے شرح لکھی۔[۱۱]

۳۷۔ امام شمس الدین عبدالرحمٰن بن عطاء اللہ نے شرح لکھی۔ شارح، شیخ الاردبیلی سے مشہور ہیں۔
اولہ : " الحمد لله الذی اضاء الماهيات بضوء الوجود".[۱۲]

۱۔ تعارفی مقدمہ علی نهایه السول فی شرح منهاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربیہ ص ی۔ بج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ
۲۔ ایضاح المکنون ۳/۲۰۴-۴/۶۹۳
۳۔ ایضاح المکنون ۴/۶۹۳-۳/۲۰۴
۴۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۲۲
۵۔ ایضاح المکنون ۴/۳۵۳، ھدیۃ العارفین ۵/۷۳۱
۶۔ ھدیۃ العارفین ۵/۷۴۴
۷۔ الفتح المبین ۳/۸۴
۸۔ ایضاح المکنون ۴/۱۶۰
۹۔ ھدیۃ العارفین ۵/۷۶۱
۱۰۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰
۱۱۔ حوالہ سابق
۱۲۔ حوالہ سابق

۳۸۔ ایضاح الاسرار، اس نام سے امام زین الدین الخنجی نے شرح لکھی اس کتاب سے شارح سید العبری نے اپنی شرح میں کثرت سے نقل کیا ہے۔ اولہ : "اسبحک بکمال جلالک"۔

اس شرح پر ابوزرعہ کے اعتراضات :

ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم العراقی متوفی ۸۲۶ھ نے اس شرح پر "التحریر لمافی منهاج الاصول" کے نام سے کتاب لکھی جس میں اس پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔

۳۹۔ "مناهج العقول" محمد بن حسن البدخشی حنفی کی شرح ہے۔[1]

نوٹ : حاجی خلیفہ نے شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ کی شرح کو بھی منہاج کی شروح میں شمار کیا ہے[2] اور مظہر بقا نے بھی اس کے مکتبہ الاحمدیہ عکا (۲۰) نمبر کے تحت اس کے نسخہ کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔ مگر رجال کی کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے قاضی بیضاوی کی کتب میں سے سوائے "طوالع" کے کسی کتاب کی شرح نہیں لکھی تھی۔ (واللہ اعلم)

کتاب "المنہاج" کا اختصار : علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی متوفی ۷۲۹ھ نے "مختصر المنهاج" تالیف کیا۔[3]

کتاب "المنہاج" کے حل میں خاص شہرت پانے والے اصولی : احمد بن صالح بن احمد بن خطاب البقائی متوفی ۷۹۵ھ اصول فقہ میں المنہاج کے حل میں خاص شہرت رکھتے تھے۔[4]

کتاب "المنہاج" پر نکت :

۱۔ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن لؤلؤ بن عبداللہ المصری معروف بہ ابن النقیب متوفی ۷۶۹ھ نے "نکت المنهاج" تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔[5]

۲۔ عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ نے "النکت علی المنهاج" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

۳۔ امام جلال الدین السیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے "النکت اللوامع علی المختصر والمنهاج، وجمع الجوامع" تالیف کی۔[6]

---

[1] حوالہ سابق [2] کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، معجم الاصولیین ۱/۱۰۹ (۳۳۵) ھدیۃ العارفین ۱/۳۷۴

[3] ھدیۃ العارفین ۵/۷۱۷ [4] معجم الاصولیین ۱/۱۳۱۔۱۳۲ (۱۹۴)

[5] کشف الظنون ۳۹۱۔۳۹۸، شذرات الذھب ۶/۲۱۳، طبقات ابن قاضی شہبہ ۳/۸۰۶ (۶۲۴) معجم الاصولیین ۱/۱۸۹ (۱۳۷)

[6] کشف الظنون ۲/۱۹۷۷

کتاب "المنہاج" پر احادیث کی تخریج : مندرجہ ذیل علماء نے المنہاج میں احادیث کی تخریج کی ہے :

۱۔ المعتبر فی تخریج احادیث المنہاج والمختصر محمد بن عبد بن بہادر زرکشی شافعی متوفی ۷۹۴ھ۔[۱]

۲۔ حافظ عبدالرحیم بن حسین عراقی شافعی متوفی ۸۰۶ھ۔[۲]

۳۔ امام سراج الدین عمر بن الملقن (متوفی سن ند)۔[۳]

کتاب "المنہاج" کا نظم :

مندرجہ ذیل علماء نے المنہاج کو منظوم کیا :

۱۔ حافظ عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ نے "النجم الوهاج" کے نام سے اس کو ۱۳۶۷ ابیات میں منظوم کیا اور آپ کے صاحبزادہ احمد نے ان ابیات کی تشریح کی۔[۴]

۲۔ محمد عثمان بن فرمود الزرعی متوفی ۷۷۶ھ (یا ۷۷۹ھ)۔[۵]

۳۔ علامہ یوسف بن داؤد العینی شافعی متوفی ۸۹۸ھ۔[۶]

۴۔ ابن رجب شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالرحمن الطوخی شافعی (مولود ۸۴۷ھ۔ متوفی سن ند)[۷]

۵۔ شہاب الدین احمد بن یوسف ابن عبداللہ الکردی الکورانی شافعی متوفی ۸۱۰ھ۔[۸]

کتاب "المنہاج" پر اضافہ کرنے والے علماء :

۱۔ امام علامہ جمال الدین عبدالرحیم اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ نے اس پر زوائد لکھے۔[۹]

۲۔ امام برھان الدین ابراہیم الابناسی شافعی نے بھی اس پر اضافہ کیا۔[۱۰]

ابن النفیس شافعی (متوفی ۶۸۷ھ)[۱۱]

حدیث، اصول، لغت، منطق وطب میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے، حافظہ بہت اچھا تھا۔ اصول کی کتب کی طرف مراجعت کئے بغیر اپنے حفظ سے تصانیف املاء کرایا کرتے۔

---

۱ تعارفی مقدمہ علی نہایہ السول فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیہ نشر الکتب العربی۔ س ن۔ نج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ ۲ کشف الظنون ۱۸۸۰/۲ ۳ کشف الظنون ۱۸۷۹/۲

۴ ھدیۃ العارفین ۵۶۲/۵ھ، معجم الاصولیین ۱۹۵/۲ (۳۳۰) ۵ ھدیۃ العارفین ۱۲۹/۶ اس میں تاریخ وفات ۷۷۹ھ مذکور ہے۔

۶ تعارفی مقدمہ علی نہایہ السول فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیہ نشر الکتب العربیہ۔ س ن۔ نج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ ۷ حوالہ سابق ۸ ایضاً المکنون ۵۹۰/۲، ھدیۃ العارفین ۱۲/۵

۹ بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، جلال الدین عبدالرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ۹۲/۲۔۹۳ (۱۵۱۸) تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، دارالفکر طبع ثانیہ ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء ۱۰ تعارفی مقدمہ علی نہایہ السول فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیہ نشر الکتب العربیہ۔ س ن۔ نج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ

۱۱ علی بن ابوحزم قرشی، علاء الدین، ابن النفیس متوفی ۱۲۸۸ء دمشق میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔[1]

شمس الدین الاصفہانی (۶۱۶ھ/ ۶۸۸ھ)[2]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، ادیب شاعر و منطقی تھے۔ ان کے والد اصفہان میں نائب سلطنت کے عہدہ پر فائز تھے۔ والد کی زندگی ہی میں تمام ضروری علوم حاصل کر لئے۔ بغداد جا کر شیخ سراج الدین ہرقلی سے فقہ کی اور شیخ تاج الدین الارموی (متوفی ۶۵۶ھ) صاحب "الحاصل" سے اصول فقہ اور بلاد روم جا کر شیخ اثیر الدین الابہری سے اصول، جدل، حکمت اور دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی اور پھر قاہرہ پہنچ کر علوم و فنون کی تکمیل کی اور پھر وہیں مشہد حسینی، مشہد شافعی میں تدریسی خدمات انجام دیں، قوص اور کرنک کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ امام رازی کی کتاب "المحصول" کی شرح لکھی۔

۲۔ کتاب القواعد، مراۃ الجنان میں مذکور ہے کہ یہ کتاب چار علوم، اصول فقہ، علوم اصول دین، خلاف اور منطق میں ہے۔

کتاب "المحصول" کی شرح کا تحقیقی تجزیہ :

یہ ایک بڑی اور علم و معرفت سے پُر شرح ہے۔ مؤلف نے اس کی تالیف میں جس قدر معظم کتب اصولیہ کی طرف رجوع ممکن تھا ان سے رجوع کیا۔ اس شرح کے مقدمہ میں درج ہے۔

"اصول المحصول الاربعة، ومختصراته وسماه ب "الكاشف عن المحصول"

اس شرح کی اہم خصوصیات :

۱۔ صاحب کتاب، المحصول کے الفاظ کی شرح کرتے ہوئے اصولیین کی کتب سے دقیق عبارات نقل کی ہیں۔

۲۔ اس میں بہت سی ایسی عبارات منقول ہیں جو ان کتب اصولیہ سے ماخوذ ہیں جو امتداد زمانہ کی نذر ہو چکی ہیں۔

۳۔ سابقین کی مفقودہ کتب کے حوالے اور ان کے اقوال و آراء کی حفاظت پر مبنی ایک علمی سرمایہ کی حامل کتاب ہے۔

۴۔ اس شرح میں بہت سی ایسی کتب کے حوالے ملتے ہیں جن کی طرف عموماً رجوع کرنا مشکل ہوتا ہے۔

---

[1] شذرات الذہب ۵/ ۲۰۱۔۲۰۲، الفتح المبین ۲/ ۸۹

[2] ابو عبداللہ محمد بن محمود بن عباد العجلی، شمس الدین الاصفہانی (۱۲۱۹ء/ ۱۲۸۹ء) فارس (اصفہان) میں ولادت ہوئی اور قاہرہ میں دفن کئے گئے۔

مذکورہ بالا خصوصیات کی حامل شرح اس اعتبار سے ناقص رہی کہ شارح اس کی تکمیل سے قبل ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور صرف کتاب الاجماع تک شرح کر سکے۔ یہ تین مجلدات اور ۱۶۵۱ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ہے اس کا ایک تحریری نسخہ دار الکتب مصریہ میں (۴۷۳) نمبر کے تحت موجود ہے۔[1]

ابن مثیم البحلی شیعی (متوفی ۶۸۹ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب المدخول فی الاصول

۲۔ نزهة الناظر فی الجمع بین الاشباہ والنظائر۔[2]

الفرکاح شافعی (۶۲۴ھ۔۶۹۰ھ)[3]

فقیہ، اصولی، ادیب اور اجتہاد کے مرتبہ پر فائز تھے اسی لئے فقیہ الشام کا لقب پایا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح ورقات للامام الحرمین فی اصول الفقه" تالیف کی۔ کوبریلی میں ۵۱۶ نمبر پر موجود نسخے کے مطابق اس شرح کا نام "الدرکات" ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کی لائبریریوں میں اس کے نسخے موجود ہیں مثلاً مکتبہ ملکیہ برلن میں 4360LBG256 نمبر پر موجود ہے جس کے مطابق اس شرح کے افتتاحی کلمات یہ ہیں : "الحمد لله کما یلیق بشانه" ۔اور اس کے آخری کلمات یہ ہیں : "واذا حکم فاخطا فله اجر والله اعلم"۔ "نجز الکتاب"۔ کشف الظنون میں اس کے افتتاحی کلمات یہ مذکور ہیں "الحمد لله کما یلیق بکمال وجهه"۔[4]

داؤد بن عبداللہ البحلی حنبلی (متوفی ۶۹۰ھ تقریباً)

فقیہ اصولی تھے۔ انہوں نے کتاب "الحاوی فی الاصول" تالیف کی۔[5]

کمال الدین قلیوبی شافعی (۶۲۷ھ۔۶۹۱ھ یا ۶۸۹ھ)[6]

فقیہ، اصولی، ادیب و متصوف تھے۔ اپنے علاقے کے قاضی رہے، رائے کے نفاذ اور عدالت میں اپنی مثال آپ تھے۔

۱۔ مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ابو محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلمان عفیف الدین الیافعی الیمنی المکی متوفی ۷۶۸ھ، ۲۰۸/۴۔ حید آباد دکن مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ۔ شذرات الذہب ۴۰۶/۵۔۴۰۷، الفتح المبین ۹۰/۲، ہدیۃ العارفین ۱۳۶/۶۔

۲۔ نجیب الدین یحییٰ بن احمد بن حسن بن سعید الہذلی، ابن مثیم البحلی الشیعی، ایضاح المکنون ۶۴۲/۴، ہدیۃ العارفین ۵۲۵/۶

۳۔ تاج الدین عبدالرحمن بن ابراہیم بن سباع بن ضیاء الفزاری البدری (۱۲۲۶ء/۱۲۹۱ء)۔ دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون ۲۰۰۶/۲، ہدیۃ العارفین ۵۲۶/۵، الفتح المبین ۹۲/۲، معجم الاصولیین ۱۷۲/۲ (۴۰۹)

۵۔ شرف الدین احمد داؤد بن عبداللہ بن کوشیار البحلی بغدادی، ہدیۃ العارفین ۳۶۰/۵

۶۔ ابوالعباس کمال الدین احمد بن عیسیٰ بن رضوان قلیوبی عسقلانی (۱۲۳۰ء/۱۲۹۱ء)، مصر میں وفات پائی۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "نهج الوصول فی علم الاصول" تالیف کی۔

امام سبکی نے فرمایا :

"وعندی بخطه من مصنفاته، نهج الوصول فی علم الاصول مختصر صنفه فی علم الاصول".

(میرے پاس ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ان کے مصنفات میں سے ان کا ایک مختصر بنام "نهج الوصول فی علم الاصول" موجود ہے جسے انہوں نے علم الاصول میں تصنیف کیا تھا)

المراغی نے فرمایا :

"من مصنفاته نهج الوصول فی علم الاصول ومختصر صنفه فی اصول الفقه".

(ان کی مصنفات میں سے نہج الوصول فی علم الاصول اور اس کے علاوہ ایک مختصر ہے جسے انہوں نے اصولِ فقہ میں تصنیف کیا)

امام سبکی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اصول میں صرف ایک "مختصر" لکھا تھا جس کا نام "نہج الوصول" تھا۔ مگر المراغی کے بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی اس فن پر دو کتابیں تھیں ایک کا نام "مختصر" اور دوسری کا نام "نهج الوصول" تھا۔ حاجی خلیفہ کی بات سے المراغی کے بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے کیونکہ انہوں نے بھی ان کو دو علیحدہ کتب شمار کیا ہے ہاں البتہ تاریخ وفات ۶۸۹ھ ذکر کی ہے۔[1]

جلال الدین الخبازی حنفی (متوفی ۶۷۱ھ یا ۶۹۴ھ)

ان کا تعارف تاریخ وفات ۶۷۱ھ میں گذر چکا ہے۔

ابن الساعاتی حنفی (متوفی ۶۹۴ھ)[2]

فقیہ، اصولی، حافظ اور اپنے زمانے میں علومِ شرعیہ میں ثقہ مانے جاتے تھے، ادیب و کاتب بھی تھے اصلاً بعلبکی تھے، مدرسہ مستنصریہ بغداد میں حنفی مذہب کے طائف کی تدریس کرتے۔ شمس الدین محمد اصفہانی متوفی ۶۸۸ھ شارح "المحصول" ان کو ابن حاجب مالکی متوفی ۶۴۶ھ صاحب مختصر المنتهی السول والامل پر فوقیت دیتے۔ فقہ و اصول میں ان کی تالیفات اس فن میں ید طولی اور وسعتِ علمی پر دلالت کرتی ہیں جو حنفی و شافعی اصول کا احاطہ کیے ہوئے ہوتی ہیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "بدیع النظام" تالیف کی جس کا دوسرا نام "نهایة الوصول الی علم الاصول" ہے۔

کتاب "بدیع النظام" کا تحقیقی تجزیہ : ابن الساعاتی نے اپنی اس تالیف "بدیع النظام" میں علامہ امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) کی کتاب "الاحکام" اور امام بزدوی حنفی (متوفی ۴۸۲ھ) کی اصول البزدوی کے

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۰، الفتح المبین ۲/۹۳، معجم الاصولیین ۱/۱۳۵

[2] احمد بن علی بن ثعلب، مظفر الدین، ابن الساعاتی متوفی ۱۲۹۵ء۔ بغداد میں ولادت ہوئی، تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ کے مطابق ۶۹۰ھ تک زندہ تھے۔

طریقوں کو یکجا کر دیا۔ انہوں نے "الاحکام" کے طریقہ سے قواعد کلیہ کے بیان میں اور اصول بزدوی سے جزئی فرعی شواہد میں مدد لی، جس کا اظہار انہوں نے اپنی کتاب " بدیع النظام" کے خطبہ میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا:

" قد منحتک ایها الطالب لنهایة الوصول الی علم الاصول هذا الکتاب البدیع فی معناه، المطابق اسمه لمسماه . لخصته لک من کتاب الاحکام و رصعته بالجواهر النقیة من اصول فخر الاسلام . فانهما البحران المحیطان بجوامع الاصول الجامعان لقواعد المعقول والمنقول هذا حاوللقواعد الکلیة الاصولیة وذلک مشمول بالشواهد الجزئیة الفرعیة ".

(اے تشنگانِ علم میں نے تجھے کتاب نهایة الوصول الی علم الاصول کا تحفہ دیا ہے۔ یہ کتاب اپنے معنی میں بدیع ہے، اسم با مسمّی ہے۔ تیرے لئے میں نے اسے "کتاب الاحکام" سے ملخص کیا اور اصول فخر الاسلام کے عمدہ جواہر سے اس کو جڑا۔ بلاشبہ دونوں جوامع الاصول سے پُر سمندر ہیں، معقول ومنقول وقواعد میں جامع ہیں۔ یہ کتاب قواعد کلیہ اصولیہ پر محیط ہے اور ادلہ جزئیہ فرعیہ پر مشتمل ہے)

بدیع النظام پر تحقیقی مقالہ : دکتور سعد عز نے کتاب بدیع النظام پر اس کے دوسرے عنوان "نهایة الوصول الی علم الاصول" سے تحقیقی مقالہ پیش کیا اور جامعہ ام القری سے ۱۴۰۵ھ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ صاحب ہدیۃ العارفین نے "بدیع النظام" اور "نهایة الوصول" کو دو الگ الگ کتابیں شمار کیا ہے ان کے کلام سے یہی ظاہر ہے۔ مگر کشف الظنون میں جہاں "نهایة الوصول الی علم الاصول" کا تذکرہ آیا ہے وہاں حاشیہ مذکور ہے : "اعلم ان هذا الکتاب یسمی ایضا ببدیع النظام وهو المشهور بین الانام...... ولیسا بکتابین بل هو کتاب باسمین "۔ اس سے بھی ان دونوں کے ایک ہونے کی تصریح ہو جاتی ہے اور یہ کہ بدیع النظام کا خطبہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے[1]۔ کتاب "بدیع النظام" کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : " الخیر دابک اللهم یا واجب الوجود الخ"۔

کتاب "بدیع النظام" (نهایة الوصول الی علم الاصول) کے شارحین :

۱۔ مصلح الدین ابوالفتح موسیٰ بن (امیر حاج بن) محمد التبریزی متوفی ۷۳۶ھ نے "الرفیع فی شرح البدیع" کے نام سے شرح تالیف کی[2]۔

۲۔ ابوعمرو فخر الدین عثمان بن علی بن اسماعیل المصری الطائی الحلبی متوفی ۷۳۹ھ۔[3]

۳۔ شمس الدین محمود بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی الاصفہانی متوفی ۷۴۹ھ۔[4]

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۹۹۱، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۰-۱۰۱، الفوائد البہیہ ص ۲۷-۲۸، تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ، قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ ص ۶ (۱۰)، الفتح المبین ۲/۹۴-۹۵، معجم الاصولیین ۱/۱۷۲-۱۷۳ (۱۴۴)

[2] تاج التراجم، قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ ص ۷۴ (۲۲۶)، الفوائد البہیہ ص ۲۱۶، الجواہر المضیہ ۲/۱۸۵، الفتح المبین ۲/۱۴۰۔ [3] الفتح المبین ۲/۱۴۴ [4] کشف الظنون ۲/۱۹۹۱

۴۔ ابوالحسن زین الدین علی بن الحسین بن القاسم بن منصور بن علی الموصلی متوفی ۷۵۵ھ۔[۱]

۵۔ یحیٰ ابن علی ابن خطیب التبریزی متوفی ند۔[۲]

۶۔ سراج الدین عمر الہندی متوفی ند۔[۳]

۷۔ شمس الدین محمد النوشابادی حنفی متوفی ند۔[۴]

کتاب "بلیغ النظام" پر حاشیہ : مولانا زادہ محب الدین محمد ابن احمد حنفی متوفی ۸۵۹ھ نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔[۵]

احمد بن نعمہ شافعی (۶۲۲ھ/۶۹۴ھ)[۶]

فقیہ، اصولی اور کئی دوسرے فنون میں ید طولی رکھتے تھے۔ شام میں مذہب شافعیہ کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ عز الدین بن عبد السلام سے تفقہ حاصل کیا اپنے زمانے کی مشہور تعلیمی درسگاہوں مثلاً غزالیہ میں تدریس کی۔ الخوئی کے قائم مقام قاضی کے طور پر خدمات انجام دیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے اور فرماتے تھے :

"انا اذنت لابن تیمیه بالافتاء".

(میں نے ابن تیمیہ کو افتاء کی اجازت دی ہے)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "البدیع فی اصول الفقه" تالیف کی۔

تحقیقی تجزیہ : انہوں نے اپنی اس کتاب میں علامہ امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) اور امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) کے طریقوں کو جمع کیا۔ علامہ امدی اور امام رازی دونوں متاخرین متکلمین میں سے ہیں۔ ہم پہلے تفصیل سے الاحکام اور المحصول کے تعارف میں بیان کر چکے ہیں کہ ان دونوں کے مصنفین نے چار اساسی کتب کو اپنی اپنی کتب میں ملخص کیا مگر تلخیص میں جہاں اشتراک ہے وہاں طرز تحقیق و بحث میں دونوں کا انداز مختلف رہا۔ امام رازی نے ادلہ کی کثرت کی اور احتجاج کا رنگ ان پر غالب رہا جبکہ علامہ امدی کی مذاہب کی تحقیق سے دلچسپی رہی اور ان کا زیادہ میلان تفریع مسائل پر رہا۔ کتاب "البدیع" سے متعلق ابن کثیر کا قول ہے :

"وهو عندی بخط مؤلفه الحسن".

(اور میرے پاس وہ کتاب مؤلف کے عمدہ خط میں موجود ہے)[۷]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۷۰، الفتح المبین ۲/ ۱۶۵

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۹۹۱، الفتح المبین ۲/ ۱۵۸

۳۔ حوالہ سابق ۴۔ حوالہ سابق ۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۲۰۱

۶۔ ابوالعباس، شرف الدین، احمد بن کمال الدین احمد بن نعمہ المقدسی النابلسی (۱۲۲۵ء/۱۲۹۴ء)

۷۔ ایضاح المکنون ۳/۱۷۲، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۱، الفتح المبین ۲/ ۹۶، معجم الاصولیین ۱/ ۵۷

محمد بن محمد النوری حنفی (۶۹۴ھ میں زندہ تھے)[1]

مؤلفات اصولیہ : یہ الاخسیکی کی کتاب "المنتخب" کے شارح ہیں۔ ان کی شرح کا نام "المنتخب فی شرح المنتخب" ہے۔ وہ ۶۹۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "الحمد للہ الذی علم فاعلم"۔

محمد بن محمد کی شرح پر حاشیہ : ابو محمد منصور بن احمد بن یزدی القاانی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ) نے اس کتاب "المنتخب" پر حاشیہ لکھا۔[2]

زین الدین التنوخی حنبلی (۶۳۱ھ/۶۹۵ھ)[3]

فقیہ، اصولی، نحوی اور کئی علوم میں متبحر تھے۔ شیخ موفق الدین کے اصحاب سے تفقہ حاصل کیا۔ تفلیسی سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے کتاب "المحصول" کی شرح لکھنی شروع کی تھی مگر وہ اس کو مکمل نہیں کر سکے۔[4]

احمد الحرانی حنبلی (۶۳۱ھ/۶۹۵ھ)[5]

فقیہ، اصولی اور قاضی تھے۔ حلب، دمشق اور قدس میں بھی جا کر تحصیل علم کیا۔ مذہب کی معرفت اور اس کے دقائق و غوامض کی معرفت ان پر ختم ہوتی ہے۔ اصول فقہ، اصول دین، علم خلاف و ادب کے ماہر عالم تھے۔ قاہرہ میں نائب قاضی رہے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے مثلاً فقہ میں الرعایۃ الصغریٰ اور الوافی وغیرہ تالیف کی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[6]

شیخ مجد الدین الایکی شیرازی (متوفی ۶۹۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : قاضی بیضاوی کی کتاب "منہاج الوصول الی علم الاصول" کی شرح لکھی اور اس کا نام "معراج الوصول فی شرح منہاج الوصول" رکھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "سبحانک اللھم یا واجب الوجود"۔[7]

۱۔ ابوالفضل محمد بن محمد بن محمد مبین نوری حنفی، شہر ماردین سے تعلق رکھتے تھے۔

۲۔ ایضاح المکنون ۲/۵۶۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۸

۳۔ ابوالبرکات زین الدین بن المنجی بن الصدر عز الدین ابو عمرو عثمان بن اسعد...... التنوخی (۱۲۳۳ء/۱۲۹۵ء) دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۲، شذرات الذہب ۵/۴۳۳، الفتح المبین ۳/۹۷، معجم الاصولیین ۳/۱۱۳ (۳۰۵)

۵۔ ابوعبداللہ نجم الدین احمد بن حمدان بن شبیب بن احمد بن شبیب الحرانی النمیری (۱۲۳۴ء/۱۲۹۶ء) حران میں ولادت ہوئی، قاہرہ میں وارد تھے۔

۶۔ معجم الاصولیین ۱/۱۱۶ (۸۰)

۷۔ محمد ابی بکر الایکی شیرازی۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰

ابو جعفر الغرناطی (متوفی ۶۹۹ھ)[1]

علوم فقہ، نحو، فرائض، حساب تاریخ و اصول میں گہری واقفیت رکھتے تھے۔ احادیث کی اتنی مقدار حفظ تھیں جو درجۂ حفاظ تک پہنچا دیں اور اندلس میں بہت سے شہروں کے قاضی رہے۔ آپ کی تصانیف علماء اندلس میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : امام غزالی کی کتاب "المستصفی" کی شرح لکھی جو ایک عمدہ شرح ہے۔ الدیباج میں اس کی تعریف میں "شرحا حسنا" مذکور ہے۔[2]

ابن ابو الاحوص مالکی (۶۰۳ھ۔۶۹۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح المستصفی" تالیف کی۔[3]

داؤد بن کوشیار حنبلی (متوفی ۶۹۹ھ)

فقیہ، اصولی اور متکلم تھے۔ مدرسہ مستنصریہ میں مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الهادی فی اصول الفقه" تالیف کی۔[4]

ابراہیم الایجی (الایکی) (متوفی ۷۰۰ھ تقریباً)[5]

اصولی اور متکلم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "معراج الوصول فی شرح منهاج الاصول" تالیف کی۔ آغاز یوں ہے : "سبحانک اللهم یا واجب الوجود و یا واهب الخیر والجود الخ......"۔

اختتام یوں ہے : "قال الفقهاء : یجوز مطلقا لما ذاع انه علیه السلام. لم یقل لاحد تلفظ بکلمتی الشهادة : هل علمت ، حدوث الاحکام فی کونه تعالیٰ مختاراً ام موجبا"۔

اس کتاب کو انہوں نے قاضی قطب الدین احمد بن فضل اللہ القزوینی اور اپنے خطبہ میں ان کی تعریف کی اور اس میں شرط لگائی کہ وہ حل الالفاظ سے تجاوز نہ کریں۔[6] دار الکتب المصریہ ۱۳۲، ۵۰۰ میں اس کا نسخہ موجود ہے اسی طرح الزہریہ میں (۳۲) ۱۰۹۴ نمبر پر بھی موجود ہے۔

☆☆☆

---

1. ابو جعفر احمد بن محمد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن مسعدہ العامری الغرناطی متوفی ۱۲۹۹ء۔ غرناطہ (اندلس) میں وفات پائی۔
2. ایضاح المکنون ۴/۴۷۷، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۶، الدیباج۔ ص۔ ۱۰۴، الفتح المبین ۲/۹۸، معجم المؤلفین ۲/۷۰، معجم الاصولیین ۱/۱۹۸۔۱۹۹ (۱۴۷)
3. حافظ ابو علی الحسن (الحسین) ابن عبد العزیز بن محمد القرشی الشہیر الغرناطی اندلسی، ابن الاحوص، ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۳۔
4. ابو محمد، شرف الدین داؤد بن عبد اللہ بن کوشیار البغدادی، ہدیۃ العارفین ۵/۳۶۰، شذرات الذہب ۵/۳۴۷۔۳۴۸، معجم الاصولیین ۲/۹۹ (۳۳۷)
5. مجد الدین ابراہیم بن احمد بن محمد الایجی (الایکی) متوفی ۱۳۰۰۔ تقریباً ایران کے شہر ایج کی طرف نسبت کرتے ہیں۔
6. کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، معجم الاصولیین ۱/۲۳ (۲)

فصل دوم

آٹھویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار

آٹھویں صدی ہجری میں سیاسی وعلمی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

حاکم بامر اللہ نے ۷۰۱ھ میں وفات پائی تو ناصر محمد بن قلاوون نے حاکم کے بیٹے مستکفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، مستکفی علم وفضل میں ممتاز تھا فن خوش نویسی میں دسترس رکھتا، سخاوت اس کی فطرت ثانیہ تھی، شجاعت میں مشہور تھا، عالموں اور باکمال لوگوں کو سر، آنکھوں پر بٹھاتا، اس کی جوہر شناسی اور قدر دانی کے باعث ارباب فضل وکمال اس کے دربار میں کھچے چلے آتے۔ ۷۴۰ھ میں مستکفی کی وفات کے بعد ناصر نے اس کے بھتیجے واثق باللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ مگر اس کے بعد ناصر صرف چھ ماہ زندہ رہ سکا اور پھر اس کی وصیت کے مطابق واثق کو معزول کر کے حاکم بامر اللہ دوم کو ۷۴۱ھ میں خلیفہ بنادیا گیا۔ حاکم نے رسوم خلافت میں نئی روح پیدا کی۔ ان کے زمانے کے مصر کے ساتوں بادشاہ اس کے کسی کام کو مخالفانہ نظر سے نہ دیکھ سکے۔ ان کے انتقال کے بعد معتضد باللہ ۷۴۸ھ میں تخت نشین ہوئے، ان کے عہد میں تین بادشاہ آئے، معتضد شریف النفس، خوش کردار، کشادہ دست اور علم نواز تھا۔ ۷۶۳ھ میں انتقال کر گئے ان کے بعد متوکل علی اللہ اول ان کے جانشین ہوئے۔ ان کے زمانے میں پانچ سلاطین آئے۔ ۷۸۵ھ میں ان کو معزول کر دیا گیا۔ واثق باللہ دوبارہ ان کی جگہ خلیفہ بنے اور چار سال تک خدمات انجام دینے کے بعد وفات پاگئے۔ ۷۸۸ھ میں معتصم تخت نشین ہوئے مگر ۷۹۱ھ میں معزول کر دیئے گئے۔ سابق معزول خلیفہ متوکل نے ان کی جگہ اقتدار سنبھالا۔ ۸۰۸ھ میں متوکل بھی انتقال کر گئے۔[1] ...... ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں دنیا کے ہر خطہ میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ وہ چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک دوسرے کی سرکوبی میں لگے رہے، مسلمان شہنشاہ وسلاطین اپنی رعایا کو استبداد وظلم کا نشانہ بناتے۔

علمی اعتبار سے ساتویں آٹھویں، صدی ہجری کو ایک خاص مقام حاصل ہے مگر یہ امتیاز کثرت فکر پر مبنی نہ تھا، بلکہ علم کی کثرت پر اس کی بنیادیں استوار تھیں۔ تحصیل علم کے ذرائع ووسائل سہل ہونے اور جگہ جگہ مدارس وکتب خانوں کے قیام سے لوگوں کی معلومات میں، بہت اضافہ ہوا، علمی تحقیق وتدقیق کے راستے کھل رہے تھے، جس کی وجہ سے افراد کی ایک ایسی جماعت بھی ظہور پذیر ہوئی جس نے کتب متوارثہ اپنی اور اپنے زمانے کے علماء کی کتب کی شروح، حواشی تعلیقات مختصرات لکھے۔ مسائل کی توضیحات میں ان کے مسائل کی تحقیق کی، اس صدی کے اصولیین کی کتب اصولیہ کے تحقیقی تجزیہ سے بھی اس رجحان کی عکاسی ہو جائے گی۔

مثلاً تنقیح توضیح والتلویح پر اس زمانے میں اور اس کے بعد ۴۶ سے زائد کتب تالیف کی گئیں اور اسی طرح تاج الدین السبکی کی جمع الجوامع پر تقریباً ۶۰ سے زائد کتب لکھی گئیں۔ مدارس وکتب خانوں کی کثرت سے نشر

---

[1] تاریخ اسلام، ابو نعیم عبد الحکیم نشتر جالندھری و عبد الحمید ص ۷۰۳۔۷۰۷ ملخص لاہور، کتاب منزل سنہ ندارد،
تاریخ اسلام شاہ معین الدین لاندوی خلافت عباسیہ دوم ۴/ ۳۸۳۔۳۹۰ ملخص کراچی سعید ایچ ایم کمپنی۔

واشاعت، علم اور کثرت تحصیل کے وسائل عام ہوگئے اور یہ بات اشاعت علم اور تصنیف وتالیف کی ترقی کا سبب بنی، ان مدارس میں طلباء عقلی ونقلی تمام علوم حاصل کر سکتے تھے، تفسیر، حدیث، فقہ لغت ہر قسم کے علم سے ان کے اذہان نشوونما پاتے اور طبائع کے رجحان کے مطابق علوم میں اعلیٰ منازل طے کرتے، بعض مدارس مخصوص علوم وفنون مثلاً حدیث وفقہ واصول کے لئے الگ الگ قائم ہوئے۔ اس رجحان کے فروغ کے جہاں فائدے ہوئے وہاں اس کے نقصانات بھی ہوئے کہ اسی دور میں فکری جمود کی بنیادیں بھی استوار ہوگئیں۔ کثرت اتباع کی جڑیں گہری ہوتی گئیں۔ آزادفکر تقریباً مفقود ہوگئی، ہم کہہ سکتے ہیں کہ فکری گروہ بندی اور اشاعت مدارس میں بڑا گہرا تعلق ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ اکثر علماء حدیث، تفسیر، صرف ونحو، فقہ وعقائد کے متعلق سب کچھ جاننے کے باوجود مقلد اور تابع تھے۔ تحقیق کا مادہ اور استنباط مسائل کی صلاحیت سے کام لینا نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس کے باوجود اس زمانے کے اصولیین نے اصول فقہ پر عمدہ کتب تالیف کیں۔

مثلاً حافظ النسفی کی "المنار" ابن تیمیہ کی "المسودہ" عبدالعزیز بخاری کی "کشف اسرار" صدر الشریعہ کی "التنقیح والتوضیح" ابن قیم جوزی کی "اعلام الموقعین عن رب العالمین" تاج الدین سبکی کی "جمع الجوامع" عبدالرحیم اسنوی کی "نہایۃ السول" امام شاطبی کی "الموافقات" اور بدرالدین زرکشی کی "البحر المحیط" وغیرہ اسی صدی ہجری کی شاہکار تصانیف ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصول فقہ پر کتب وخدمات کا تعارف

رکن الدین سمرقندی حنفی (متوفی ۷۰۱ھ)

مئولفات اصولیہ : "جامع الاصول فی اصول الفقہ"[1]

ابن دقیق العید شافعی (۶۲۵ھ۔۷۰۲ھ)[2]

فقیہ اصولی ومحدث تھے مسلکاً مالکی تھے مگر پھر شافعی بن گئے، آپ کے والد مالکی مسلک کے بڑے علماء فضلاء میں سے تھے۔ اپنے والد ماجد سے اور پھر حجاز، دمشق، شام مصر کی شیوخ سے مالکی مذہب کی تعلیم حاصل کی اور شافعی مذہب اختیار کرنے کے بعد ان کی کتب وشیوخ سے مستفید ہوئے صاحب قواعد الاحکام فی مصالح الانام۔ ابن عبدالسلام متوفی ۶۶۰ھ آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ مصر (مسجد شافعی) وشام وغیرہ میں تدریس کی آپ کے درس میں اکابرین جمع ہوتے، دیار مصر میں قاضی کی خدمات بھی انجام دیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

---

[1] حدیۃ العارفین ۳۶۳/۵

[2] ابن دقیق العید علی بن محمد بن وھب بن مطیع بن ابی الطاعۃ القشیری المنفلوطی مصری تقی الدین (۱۲۲۸م/ ۱۳۰۲م) قاھرہ میں وفات پائی۔

خدمات اصولیہ کے معترفین : قطب الدین الحلی نے آپ کے علمی تفوق کے اعتراف میں فرمایا :

"کان ابن دقیق العید ممن عرف بالعلم والزھد، عارفا بالمذھبین، اماما فی الاصلین ......"

(ابن دقیق العید علم وزھد میں معروف لوگوں میں سے تھے۔ دونوں مذہب (شافعی ومالکی) کے عارف اور اصلین (اصول فقہ واصول الدین) میں امام تھے)۔[1]

ابن زملکانی نے فرمایا :

"انه امام الائمة فی وقته ...... کان متبحرا فی التفسیر والحدیث محققا فی المذھبین متقنا للاصلین والنحو واللغة ......"[1]

(بلاشبہ وہ اپنے وقت کے امام الائمہ تھے تفسیر وحدیث میں تبحر تھے دونوں مذاہب (شافعی ومالکی) میں محقق اور نحو اللغة اور اصلین (اصول فقہ ودین) میں متقن تھے)[2]

مصنفات اصولیہ :

۱۔ مقدمة المطرازی فی الاصول[3]

۲۔ شرح مقدمة المطرازی فی الاصول[4]

۳۔ شرح منتھی السول والامل لابن الحاجب[5]

۴۔ عنوان الوصول فی الاصول. فی اصول الفقه[6]

۵۔ شرح عنوان الوصول فی الاصول[7]

"کتاب عنوان الوصول" کا آغاز یوں ہے :

"الحمد لله ذی العزة والجلال الخ"

حاجی خلیفہ نے کہا کہ انہوں نے فرمایا :

"قال فھذه فصول مشتملة علی تعریفات ومسائل لا غنیة عنھا للفقیه فی معرفته الاحکام اوردتھا علی سبیل الایجاز مقتصراً علی روس المسائل مکتفیا بالا نموذج من نکت الدلائل جردتھا للمبتدئین فی الفن وھو عشر ورقات"[8]

(یہ کتاب تعریفات اور احکام کی معرفت کے مسائل پر مشتمل ہے جن سے فقیہ کسی صورت چشم پوشی نہیں کرسکتا۔ میں نے ان کو مختصر اً تحریر کیا اور بنیادی مسائل پر اکتفا کیا اور دلائل سے نکات بیان کرنے میں صرف ضروری مسئلہ پر اکتفا کیا، میں نے اس کتاب کو فن کے مبتدئین کے لئے لکھا ہے اور یہ کتاب دس اوراق پر مشتمل ہے)

---

[1] عزبن عبدالسلام، رضوان علی ندوی ائمہ الفکر الاسلامی، ص ۶۸، ۶۹ دمشق دارالفکر ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء

[2] الفتح المبین ۲/۱۰۲، ۱۰۳ [3] حوالہ سابق [4] ھدیة العارفین ۶/۱۴۰ [5] حوالہ سابق

[6] کشف الظنون ۲/۱۱۷۶ [7] حوالہ سابق [8] حوالہ سابق

اس کے علاوہ "الامام والالمام فی احادیث الاحکام" اور اس کی شرح (نامکمل) لکھی ان دونوں میں عجائبات پیش کئے جو مختلف علوم میں اور خصوصاً علوم استنباط میں آپ کی آگاہی اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ "شرح کتاب العمدہ" بھی لکھی جو احکام میں ہے۔[1]

مؤیدالدین القاآنی حنفی (متوفی ۷۰۵ھ یا ۷۷۵ھ)[2]

فقیہ تھے، مکہ میں آکر آباد ہوگئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح المغنی للخبازی[3]

۲۔ شرح المنتخب للاخسیکثی[4]

۳۔ حاشیہ علی شرح للاخسیکثی

محمد بن محمد بن نوری حنفی متوفی ۶۹۴ھ نے کتاب "المنتخب فی شرح المنتخب" تالیف کی اس پر "مؤیدالدین" نے حاشیہ تحریر کیا۔[5]

ابن بہرام شافعی (متوفی ۷۰۵ھ)

مدینہ وحلب میں قاضی رہے۔ انہوں نے "تحفة النبهاء فی اختلاف الفقهاء" تالیف کی۔[6]

عبدالعزیز الطوسی شافعی (متوفی ۷۰۶ھ)[7]

فقیہ اصولی تھے۔ النجیبیہ، دمشق میں مدرس رہے اور الناصریہ میں معید تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "کاشف الرموز ومظهر الکنوز" تالیف کی دراصل یہ ابن حاجب کی اصول فقہ میں کتاب "مختصر المنتهی" کی شرح ہے۔

اس کتاب پر تحقیق : عوض بن محمد القرنی نے اس شرح پر تحقیق پیش کی اور ۱۴۰۷ھ میں جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سے ماجستیر (ایم اے) کی ڈگری حاصل کی۔[8]

عبدالصمد الفارابی (متوفی ۷۰۷ھ بعد)[9]

فقیہ واصولی تھے۔

۱۔ الفتح المبین ۲/۱۰۳ ۲۔ مؤیدالدین ابو محمد منصور بن احمد یزید الخوارزمی، القاآنی ۳۔ ھدیۃ العارفین ۶/۴۷۴ ۴۔ حوالہ سابق

۵۔ ایضاح المکنون ۴/۵۲۹، ھدیۃ العارفین ۶/۱۳۸ اس میں تاریخ وفات ۷۷۵ھ مذکور ہے ۶۔ ھدیۃ العارفین ۶/۱۳۱

۷۔ ابو محمد عبدالعزیز بن محمد بن علی، ضیاء الدین طوسی ثم دمشقی متوفی ۱۳۰۶ دمشق میں وفات پائی

۸۔ ھدیۃ العارفین ۵/۵۸۱، شذرات الذھب ۶/۱۴، الفتح المبین ۲/۱۰۴، معجم الاصولیین ۲/۳۱۳ (۳۳۶)

۹۔ ظہیر الدین عبدالصمد بن محمود الفاروقی الفارابی متوفی ۱۳۰۷ء

مؤلفاتِ اصولیہ : قاضی البیضاوی کی کتاب "منہاج الوصول" کی شرح لکھی اس کتاب کو ۷۰۷ھ میں تحریر و تبییض کیا۔[1]

ابوعبداللہ البقوری مالکی (متوفی ۷۰۷ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے، اندلس و مصر کے علماء سے مستفید ہوئے، شہاب الدین قرآفی متوفی ۶۸۴ھ آپ کے اساتذہ میں سے تھے، جو اصول فقہ پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے "ترتیب فروق القرافی" تالیف کی۔ المراغی نے لکھا کہ انہوں نے کتاب مختصر فروق القرافی فی الاصول تالیف کی اور الدیباج میں ہے : "وله كلام على كتاب شهاب الدين القرافي في الاصول"[3]

کتاب ترتیب فروق القرافی کا تحقیقی تجزیہ :

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ عبداللہ بقوری نے امام قرافی کی "فـــروق" کو مرتب کیا اس کے قواعد و مسائل کی تلخیص کی بعض جگہوں پر نقد کیا ہے۔ کچھ مناسب قواعد کا اضافہ کیا اور اسے فروق کی طرز پر مرتب کیا ہے۔ کلی قواعد، نحوی قواعد، اصولی قواعد اور فقہی قواعد کو ابوابِ فقہ کی ترتیب پر بیان کیا ہے۔ دار الکتب الوطنیہ تونس میں ۱۲۲۹۸، ۱۴۹۸۲ نمبر پر اس کا مخطوط موجود ہے۔

ابوجعفر الغرناطی مالکی (۶۲۷ھ/ ۷۰۸ھ)[4]

فقیہ، اصولی، مفسر، محدث ادیب، نحوی اور متکلم تھے، الدیباج کے مطابق چار سو اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا، اپنے زمانے کے اندلس بلکہ پورے مغرب کے محدث تھے، امراء و عظماء ان کی زیارت کو آتے، یہ ان کے پاس جانا پسند نہیں کرتے، حق گوئی پر ان کی طرف سے ایذاء بھی دی گئی، مگر ثابت قدم رہے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح الاشارة للباجي في الاصول" تالیف کی جو کہ قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف اندلسی قرطبی متوفی ۴۵۰ھ کی تصنیف ہے۔[5]

ابواسحاق ابراہیم الانصاری (متوفی ۷۰۹ھ)[6]

الدیباج میں مذکور ہے :

---

[1] ایضاح المکنون ۲/ ۵۸۹۔ ۵۹۰، ھدیۃ العارفین ۵/ ۵۷۴، معجم الاصولیین ۲/ ۲۰۶ (۳۳۰)

[2] ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد البقوری متوفی ۱۳۰۷ء اندلس میں ولادت اور مراکش میں انتقال ہوا

[3] الدیباج ص ۳۱۰، الفتح المبین ۲/ ۱۰۵، ایضاح المکنون ۳/ ۱۱۶

[4] ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر الثقفی الجیانی (۱۲۲۷ء/ ۱۳۰۸ء) غرناطہ میں وفات پائی

[5] تذکرۃ الحفاظ ۴/ ۱۴۸۴، ۱۴۸۵ (۳۱۷)، الدیباج ص ۱۰۶، الفتح المبین ۲/ ۱۰۶، ۱۰۷، معجم الاصولیین ۱/ ۷۶ (۳۸)

[6] ابواسحاق ابراہیم بن احمد (محمد) الخزرجی الانصاری الخزرجی الاندلسی متوفی ۱۳۰۹ء تیونس آکر آباد ہو گئے تھے۔ مظہر بقا نے ان کا نام ابراہیم بن محمد لکھا جبکہ الدیباج اور کشف الظنون ۱/ ۲۰۵۔ ۱/ ۴۶۳ میں ابراہیم بن احمد مذکور ہے کشف الظنون ۱/ ۱۸۸۳ میں ان کی تاریخ وفات ۷۶۸ھ مذکور ہے

"اخذ عن علماء افریقية ونجبائها علوم العربية والبيان واصول الدين ، واصول الفقه...... له في ذلک تصانيف وتعاليق غير انه لم يخرجها من مسوداتها، لرداءة خطه ودقته لم يخرجها غيره "[1]

(علماء ونجباء افریقہ سے علوم عربیہ، بیان، اصولِ دین اور اصول فقہ کا علم حاصل کیا............ اور ان علوم میں ان کی تصانیف وتعالیق ہیں جو مسودات کی شکل سے باہر نہ نکل سکیں کیونکہ ان کا رسم الخط واضح نہیں تھا اور ان کے سمجھنے میں دشواری تھی اس لئے کسی نے اس کی تشریح نہیں کی)

مئولفات اصولیہ :

۱۔ تقصي الواجب في الرد على ابن الحاجب۔

۲۔ رفع المظالم عن کتاب المعالم للامام فخر الدين رازی متوفی ۶۰۶ھ (صاحب المحصول) دراصل احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن بن عمیرہ ابوالمطرف متوفی ۶۵۸ھ نے جب "رد على کتاب المعالم" لکھ کر اس کتاب کا رد کیا تو ابو اسحاق انصاری نے "رفع المظالم عن كتاب المعالم" لکھ کر ان کا جواب دیا اور کئے گئے اعتراضات واشکالات کی توضیح کر کے امام رازی کی براءت ظاہر کی۔[2]

ابوالبرکات حافظ الدین النسفی حنفی (متوفی ۷۱۰)۔[3]

فقیہ، اصولی، مفسر، محدث، متکلم تھے، شمس الائمہ محمد بن عبدالستار الکردی سے تفقہ حاصل کیا۔ الفوائد البہیہ میں مذکور ہے :

"كان اماما كاملا عديم النظير في زمانه راسا في الفقه والاصول"

(وہ اپنے زمانہ کے عدیم النظیر کامل امام تھے، فقہ واصول میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے)

مئولفات اصولیہ :

۱۔ منار الانوار في اصول الفقه : اصول فقہ میں مشہور ومتداول متن ہے۔

۲۔ کشف الاسرار : یہ منار الانوار کی شرح ہے۔

۳۔ شرح المنتخب حسامی

"الفوائد البہیہ" میں مذکور ہے :

"من تصانيفه .... وشرحان على منتخب الاخسكيثي وشرحان على المنار "[4]

(اور ان کی تصانیف میں سے.......... منتخب الاخسیکثی پر دو شرحیں ہیں اور دو شرحیں المنار پر ہیں)

"المنار" پر شروح وحواشی :

صاحب "المنار" نے اس کی ایک شرح خود تالیف کی اس کے علاوہ دوسری شروح مندرجہ ذیل ہیں :

---

[1] الدیباج ص ۱۴۹۔۱۵۰

[2] الدیباج ص ۱۱۴۔۱۱۵، الفتح المبین ۲/۷۲، معجم الاصولیین ۱/۳۸ (۴۳)۔ ۱/۱۵۸ (۱۱۰)

[3] ابوالبرکات حافظ الدین، عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی متوفی ۱۳۱۰، سمرقند میں وفات پائی

[4] ھدیۃ العارفین ۵/۴۶۴، الفوائد البہیہ ص ۱۰۱۔۱۰۲، جواہر المضیۃ ۱/۲۷۰۔۲۷۱ (۷۱۹) الفتح المبین ۲/۱۰۸

۱۔ خطاب بن ابی القاسم القرہ حصاری (۷۱۷ھ زندہ تھے) نے شرح تالیف کی۔[۱]

۲۔ شیخ شجاع الدین ھبۃ اللہ بن احمد ترکستانی متوفی ۷۳۳ھ نے "تبصرة الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔[۲]

۳۔ شیخ عیسیٰ بن اسماعیل بن خسروشاہ الاقصرائی نے "انوار الافکار فی تکملة اضاءة الانوار" کے نام سے شرح لکھی۔[۳]

۴۔ قوام الدین محمد بن احمد اکاکی البخاری متوفی ۷۴۹ھ معروف بہ شیخ شرف الدین القریمی نے "جامع الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔[۴]

۵۔ جمال الدین یوسف ابن قوماری العنقری الخراطی متوفی ۷۵۲ھ نے "اقتباس الانوار" کے نام سے شرح تالیف کی۔[۵]

۶۔ ناصر الدین ابن الربوہ محمد بن احمد بن احمد (بن عبد العزیز القونوی) الدمشقی متوفی ۷۶۴ھ نے شرح تالیف کی۔[۶]

۷۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد الھندی الغزنوی المصری متوفی ۷۷۳ھ۔[۷]

۸۔ عبد اللہ بن محمد جمال الدین الحسینی بقرکار متوفی ۷۷۶ھ نے شرح تالیف کی۔[۸]

۹۔ عبد اللہ بن محمد بن احمد الحسینی النیشاپوری حنفی متوفی ۷۷۶ھ۔[۹]

۱۰۔ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے الانوار کے نام سے شرح لکھی۔[۱۰]

۱۱۔ جلال الدین ابن احمد الرومی حنفی قاھری متوفی ۷۹۲ھ معروف بہ التبانی نے شرح تالیف کی۔[۱۱]

۱۲۔ جلال الدین رسول بن احمد بن یوسف التبانی حنفی متوفی ۷۹۳ھ نے "منہاج الشریعة" کے نام سے شرح لکھی۔[۱۲]

۱۳۔ عبد اللطیف بن عبد العزیز متوفی ۸۰۱ھ معروف بہ ابن الملک اور ابن فرشتہ۔[۱۳]

ابن فرشتہ کی شرح پر حواشی :

۱۔ زین الدین بن قاسم قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا۔[۱۴]

۲۔ احمد بن مصطفیٰ بن محمد بن مصطفیٰ برناز قرہ خجہ حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ۔[۱۵]

۱۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، ھدیۃ العارفین ۳۲۷/۵، معجم الاصولیین ۸۹/۲ (۳۶۵)
۲۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، ھدیۃ العارفین ۵۰۶/۶
۳۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، الفوائد البھیہ ۸۳/۲۔ الفتح المبین ۱۵۷/۲، معجم الاصولیین ۱۳۳/۲ (۳۲۹)
۴۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲،
۵۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲،
۶۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲،
۷۔ ھدیۃ العارفین ۷۹۰/۵، الفتح المبین ۱۸۸/۲
۸۔ ھدیۃ العارفین ۴۶۷/۵
۹۔ الفتح المبین ۱۹۴/۲
۱۰۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲،
۱۱۔ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲،
۱۲۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، الفتح المبین ۲۰۸/۲، معجم الاصولیین ۱۷/۲۔۱۸ (۴۲۷)
۱۳۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲، ھدیۃ العارفین ۶۱۷/۵۔ الفوائد البھیہ ص ۱۰۷۔ الفتح المبین ۵۰/۳ اس میں تاریخ وفات ۸۸۵ھ تقریباً مذکور ہے اور کشف الظنون میں بھی اسی طرح ہے معجم الاصولیین ۳۲۹/۱ (۲۶۰)
۱۴۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲، الفتح المبین ۴۸/۳
۱۵۔ معجم الاصولیین ۳۳۰/۱ (۱۸۳)

۳۔ حسین اماسی معروف خوجہ حسام متوفی ۹۶۱ھ۔[1]

۴۔ ابن حنبلی محمد بن ابراہیم الحلبی متوفی ۹۷۲ھ نے " انوار الحلک علی شرح المنار لا بن الملک" کے نام سے حاشیہ لکھا۔[2]

۵۔ عزمی زادہ مصطفیٰ بن محمد حنفی متوفی ۱۰۴۰ھ۔[3]

عزمی زادہ کے حاشیہ پر حاشیہ :

یحییٰ اعرج متوفی ۱۱۳۰ھ (تقریباً) نے عزمی زادہ کے حاشیہ پر حاشیہ تالیف کیا۔[4]

۱۳۔ شیخ یوسف بن عبدالملک بن بخشایش رومی متوفی ۸۲۵ھ نے "زین المنار" کے نام سے شرح تالیف کی۔[5]

۱۴۔ محمد بن محمود بن حسن الحسینی حنفی نے ۸۵۷ھ میں تالیف سے فراغت پائی التبیان کے نام سے شرح لکھی۔[6]

۱۵۔ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر بن قطلو بغا ترکی الاصل المصری البکتمری حنفی متوفی ۸۸۱ھ۔[7]

۱۶۔ ابوالفضائل سعد الدین عبدالکریم دہلوی متوفی ۸۹۱ھ نے " افاضۃ الانوار فی اضائۃ اصول المنار " کے نام سے شرح لکھی۔[8]

۱۷۔ شیخ زین الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر معروف بہ ابن عینی حنفی ۸۹۳ھ۔[9]

۱۸۔ حکیم شاہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد الہروی رومی القزوینی حنفی متوفی ۹۲۸ھ نے " مدار الفحول فی شرح منار الاصول" تالیف کی۔[10]

۱۹۔ عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی حنفی متوفی ۹۳۲ھ۔[11]

۲۰۔ کمال الدین حسین بن مسعود الاسترابادی متوفی ۹۶۱ھ۔[12]

۲۱۔ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد، ابن نجیم حنفی مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے "فتح الغفار بشرح المنار" معروف بہ "مشکاۃ الانوار" تالیف کی۔[13]

۲۲۔ ابوالبقاء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف بن ابی البرکات السیواسی الزیلی حنفی متوفی ۹۷۴ھ نے زبدۃ الاسرار کے نام سے شرح لکھی۔[14]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، الفتح المبین ۳/۹۳

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، الفتح المبین ۳/۹۳

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵،

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، اس میں تکمیل کتاب کی تاریخ ۸۳۲ھ مذکور ہے۔ حدیۃ العارفین ۶/۵۶۰

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، حدیۃ العارفین ۶/۲۰۰

۷۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۱۰

۸۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، حدیۃ العارفین ۵/۳۷۰، الفتح المبین ۲/۶

۹۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، حدیۃ العارفین ۵/۵۳۳

۱۰۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، حدیۃ العارفین ۶/۲۲۹

۱۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، اس میں تاریخ وفات ۹۳۰ھ تقریباً مذکور ہے۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۸۶ معجم الاصولیین ۲/۳۱۳ (۳۳۷)

۱۲۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۱۸

۱۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، حدیۃ العارفین ۵/۱۳۷۱ اس میں کتاب کا نام تعلیق الانوار علی اصول المنار مذکور ہے، الفتح المبین ۳/۷۸

۱۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، حدیۃ العارفین ۵/۱۵۰۔۱۵۱، الفتح المبین ۳۳/۸۰

۲۲۔ ابوالسعود بن محی الدین محمد العمادی متوفی ۹۸۲ھ نے "ثواقب الانظار فی اوائل المنار" تالیف کی۔[۱]

۲۳۔ عبدالرحمٰن بن صاحبلی امیر علم شاہ ۹۸۷ھ۔[۲]

۲۴۔ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطیب التمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ نے "قطعۃ عن شرح المنار الی باب السنۃ" تالیف کی۔[۳]

۲۵۔ شمس الدین ابوالثناء احمد بن محمد بن عارف الزیلی الرومی السیواسی متوفی ۱۰۰۶ھ نے "زبدۃ الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔[۴]

۲۶۔ عبدالحلیم بن لطف اللہ روی متوفی ۱۰۵۱ھ۔[۵]

۲۷۔ عبدالسلام المفتی بن ابی سعید بن محب اللہ الحسینی الکرمانی الدیوی متوفی ۱۰۶۹ھ نے "شرح المنار" (الاشراحات العالیہ) تالیف کی۔[۶]

۲۸۔ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد الحصنی الحصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے "افاضۃ الانوار علی اصول المنار" تالیف کی۔[۷]

حصکفی کی شرح پر حاشیہ : محمد امین بن عمر بن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس شرح پر حاشیہ "نسمات الاسحار" تالیف کی۔[۸]

اس شرح وحاشیہ پر شیخ احمد الطوفی کی بعض تقییدات ہیں اور یہ شرح، حاشیہ اور تقیدات ایک ساتھ چھپ چکے ہیں۔

۲۹۔ عبدالحلیم بن بنشن قدم بن نصوح بن مصطفیٰ متوفی ۱۰۸۸ھ حاشیہ علی منار الانوار للنسفی تالیف کیا۔[۹]

۳۰۔ ملاجیون حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ نے "نور الانوار" کے نام سے شرح لکھی۔[۱۰]

نورالانوار پر حاشیہ : شیخ محمد بن عبدالحلیم لکھنوی حنفی متوفی ۱۲۸۵ھ نے "قمر الاقمار" کے نام سے اس پر حاشیہ لکھا۔[۱۱]

نورالانوار پر تعلیقہ : خادم احمد بن حیدر فرنگی محلی متوفی ۱۲۷۱ھ نے "تعلیقات علی نور الانوار" تالیف کئے۔[۱۲]

رستم علی بن اصغر الصدیقی القنوجی متوفی ۱۱۷۸ھ نے منتخب نور الانوار شرح منار الاصول لملا جیون تالیف کی۔[۱۳]

۱۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۵۳ ۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، ھدیۃ العارفین ۵/۵۲۷ ۳۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۷۲، الفتح المبین ۳/۸۶

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، اس میں تاریخ وفات ۱۰۳۹ھ مذکور ہے اور ان کی شرح کا نام مختصر المنار زبدۃ الاسرار بتایا ہے۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۵۰

۵۔ ایضاح المکنون ۲/۵۵۴، ھدیۃ العارفین ۵/۵۰۵ ۶۔ معجم الاصولیین ۲/۲۰۱-۲۰۲ (۳۳۶)

۷۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۲۰ ۸۔ الفتح المبین ۳/۱۴۷-۱۴۸ ۹۔ ھدیۃ العارفین ۵/۵۰۵

۱۰۔ الفتح المبین ۳/۱۲۳، معجم الاصولیین ۱/۱۲۱-۱۲۲ (۸۶) ۱۱۔ الفتح المبین ۳/۱۵۴

۱۲۔ نزھۃ الخواطر ۷/۵۰-۱۵۶، معجم الاصولیین ۱/۸۲ (۳۳۱) ۱۳۔ معجم الاصولیین ۲/۱۰۳ (۳۳۳)

۳۱۔ محمد امین ابن الشیخ محمد الاسکداری حنفی قیصری زادہ متوفی ۱۱۵۱ھ[1]

۳۲۔ محمد یوسف بن یعقوب الاسیری الغزالی حنفی متوفی ۱۱۹۳ھ نے **بدائع الافکار فی شرح اوائل المنار** تالیف کی۔[2]

”المنار“ کا اختصار :

۱۔ ناصر الدین ابن الربوۃ محمد بن احمد (بن عبد العزیز القونوی) الدمشقی متوفی ۷۶۴ھ نے ”**قدس الاسرار فی اختصار المنار**“ تالیف کیا۔[3]

۲۔ احمد بن علی بن عبد الرحمٰن الکنانی البلبیسی متوفی ۷۷۹ھ نے **جواھر الافکار** کے نام سے اختصار کیا۔[4]

۳۔ جلال الدین ابن احمد الرومی حنفی قاھری معروف بہ القبانی متوفی ۷۹۲ھ نے **مختصر المنار** تالیف کیا اور پھر عبد العلی بن محمد بن حسین البرجندی متوفی ۹۳۰ھ (تقریبا) نے اس کی شرح لکھی۔[5]

۴۔ (زین الدین ابو العز) طاھر بن حسن معروف بہ ابن حبیب الحلبی (متوفی ۸۰۸ھ) نے اختصار لکھا اور اس کا نام ”المقتبس المختار من نور الانوار“ رکھا۔

مختصر المقتبس المختار پر شروح :

۱۔ قاسم بن قطلوبغا نے اس کی شرح لکھی۔

۲۔ علی بن سلطان القاری نے توضیح المبانی و تنقیح المعانی کے نام شرح لکھی۔

۳۔ زلی السیواسی احمد بن محمد نے زبدۃ الاسرار کے نام سے شرح لکھی۔

۴۔ عبد الجلیل نے ”زبدۃ الافکار“ کے نام سے شرح لکھی۔

حواشی :

جمال الدین قاسمی نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔[6]

۵۔ قاضی ابو الفضل محمد ابن محمد ابن الشحنۃ متوفی ۸۹۰ھ نے تنویر المنار کے نام سے اختصار کیا ہے۔

۶۔ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد ابن نجیم حنفی مصری متفی ۹۷۰ھ نے ”**لب الاصول**“ کے نام سے المنار کا اختصار کیا۔[8]

۷۔ حسن بن طورخان بن داؤد یعقوب الاقحصاری حنفی (متوفی ۱۰۲۵ھ) معروف بہ الکافی نے **سمت (سمط) الوصول الی علم الاصول** کے نام سے اس کا اختصار کیا اور پھر اس کی شرح تالیف کی۔[9]

---

[1] ھدیۃ العارفین ۳۲۳/۲ [2] ایضاح المکنون ۱۶۹/۳

[3] کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، ھدیۃ العارفین ۱۶۲، الفتح المبین ۱۷۸/۲ [4] ھدیۃ العارفین ۱۱۳/۵ [5] کشف الظنون ۱۸۲۶/۲

[6] کشف الظنون ۱۸۲۵/۲، ایضاح المکنون ۵۳۹/۴ ھدیۃ العارفین ۷۵۱/۵ ـ ۷۵۲ اس میں شرح مختصر المنار لابن حبیب الحلبی فی الاصول مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۱۲۷/۲ (۳۸۲) الفتح المبین ۸۹/۳ [7] کشف الظنون ۱۸۳۶/۲، [8] کشف الظنون ۱۸۲۳/۲،

[9] کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، ھدیۃ العارفین ۲۹۱/۵ اس میں ان کا نام حسن بن عبد اللہ الاقحصاری القاضی الحنفی الزاھد المعروف بکافی المسنوی اور کتاب کا نام سمط الوصول...... مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۳۲/۲ ـ ۳۳ (۲۷۴)

۸۔ جعفر بن محمد الاماسی حنفی متوفی ۱۰۰۱ھ نے غصون الاصول کے نام سے اس کا مختصر لکھا اور پھر " تهييج غصون الاصول " کے نام سے اس اختصار کی شرح لکھ دی۔[۱]

۹۔ علی بن محمد (متوفی سنہ ند) نے "اساس الاصول " کے نام سے اختصار کیا اور پھر اس کی شرح لکھی۔[۲]

۱۰۔ شمس الدین محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم التمر تاشی حنفی (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے شرح مختصر المنار تالیف کی۔[۳]

المنار کے چند مزید شارحین :

۱۔ کمال الدین حسین الوزیر الحسین میرزا (متوفی سنہ ند)

۲۔ شمس الدین محمد القوجصاری (متوفی سنہ ند) نے الفوائد الشمسیه للمنار (بشرح فوائد المنار) کے نام سے شرح لکھی۔

۳۔ میر عالم (علم) (متوفی سنہ ند) نے شرح لکھی۔

۴۔ نقرہ کار۔

۵۔ قرہ سنان

۶۔ السمر قندی۔

۷۔ شمس الدین محمد بن حسین بن محمد شاہ النوشابادی نے "زبدة الافكار" کے نام سے شرح لکھی۔

۸۔ عیسیٰ بن محمود الکاتب الدیوانی نے رکن ثالث سے ترکی زبان میں شرح لکھی۔[۴]

المنار کا نظم :

۱۔ فخر الدین احمد بن علی معروف بہ ابن الفصیح الھمدانی (متوفی ۷۵۵ھ) نے "نظم المنار" تالیف کیا۔[۵]

۲۔ محمد بن علی محمد بن علان بن ابراہیم البکری الصدیقی شافعی (متوفی ۱۰۵۷ھ) معروف بہ ابن علان نے " نظم مختصر المنار " تالیف کیا۔[۶]

۳۔ عبداللطیف بہاؤالدین د بن عبدالباقی البعلبکی دمشقی البھائی متوفی ۱۰۸۲ھ نے " قرة عين الطالب فی نظم المنار فی الاصول " اور " شرح قرة العين " تالیف کی۔[۷]

۴۔ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ الحلبی الکواکبی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے "نظم المنار فی الاصول " اور " شرح نظم المنار " تالیف کی اور اس کا نام " ارشاد الطالب " رکھا۔[۸]

۱۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۷، معجم الاصولیین ۲/ ۸۸۔۸۹ (۳۲۳)　　۲۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۶،

۳۔ ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۶۲۔ الفتح المبین ۳/ ۸۶　　۴۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۵۔۱۸۲۷

۵۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۵، ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۱۔ الطبقات السنیہ ۔ ۱/ ۳۵۷۔ ۳۶۰ (۳۳۸) الفوائد البھیہ ص ۲۶، الفتح المبین ۲/ ۱۶۳

۶۔ الفتح المبین ۳/ ۹۶۔۹۷　　۷۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۶۱۷　　۸۔ ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۹۸۔ الفتح المبین ۳/ ۱۰۷

۵۔ عبدالحمید بن عبداللہ الرجی حنفی (متوفی ۱۲۴۷ھ) نے "نظم منار الانوار للنسفی" اور شرح "منظومۃ الانوار" تالیف کی۔[1]

ابوالعباس احمد السروجی حنفی (۶۳۷ھ/۷۱۰ھ):[2]

الطبقات السنیہ میں ہے:

"وفقه علی مذهب احمد، فحفظ بعض المقنع ثم تحول حنفیا".

(اورانہوں نے مذہب (امام) احمد پر تفقہ حاصل کیا "المقنع" کا کچھ حصہ حفظ کیا پھر حنفی بن گئے)

الدرر الکامنہ میں کمال جعفر کا قول مذکور ہے وہ فرماتے ہیں:

"کان فاضلا بار عافی مذهبه مشار کافی النحو والاصول و القضاء......"

الفوائد البہیہ میں ہے:

"کان اماما فاضلا راسافی الفقه والاصول شیخا فی المعقول والمنقول"

(وہ فقہ واصول میں عظیم وفاضل امام تھے، معقول ومنقول میں شیخ تھے)

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔[3]

قطب الدین شیرازی شافعی (۶۳۴ھ۔۷۱۰ھ):[4]

فقیہ، اصولی، نحوی، محدث، فیلسوف، حکیم، مفسر، منطقی اور صوفی تھے۔ علمی گھرانے سے تعلق تھا اس لئے اپنے والد اور چچا سے بھی تعلیم حاصل کی۔ نصیر طوسی سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بلاد روم گئے تو وہاں کے امیر نے آپ کی عزت واکرام کیا، سیواس اور ملطیہ کا قاضی مقرر کردیا۔ شام، دمشق، مصر کے علمی سفر سے فراغت پاکر واپس تبریز لوٹ آئے۔ جب تصنیف کرتے تو اس کا مسودہ مبیضہ (صاف) ہوتا کیونکہ وہ تصنیف کرتے وقت ریاضت نفس اور اس کی صفائی کے لئے روزہ سے ہوتے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "شرح مختصر لا بن الحاجب فی الاصول" تالیف کی۔[5]

نجم الدین الطوفی حنبلی (متوفی ۷۱۰ھ یا ۷۱۶ھ):

ان کی مؤلفات اصولیہ کے بارے میں ۷۱۶ھ تاریخ وفات کے تحت بیان ہوگا۔

1۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۶، معجم المولفین ۵/۱۰۲، معجم الاصولیین ۲/۱۶۸ (۴۳)

2۔ ابوالعباس، احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی بن ابی اسحاق السروجی قاضی القضاۃ (۱۲۳۹ء/۱۳۱۰ء) قاہرہ میں وفات پائی

3۔ الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ ۱/۳۰۰۔۳۰۲، تاج التراجم ص ۱۱۔۱۲، الفوائد البہیہ ص ۱۳، الجواہر المضیہ ۱/۵۳ (۶۵)، معجم الاصولیین ۱/۷۷ (۴۹) الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ۱/۹۱۔۹۲ (۲۳۱) بیروت دار الجیل

4۔ قطب الدین محمود بن مسعود بن مصلح الفارسی الشیرازی (۱۲۳۶ء۔۱۳۱۰ء) شیراز میں ولادت اور تبریز میں وفات پائی۔

5۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۶، الفتح المبین ۲/۱۰۹۔۱۱۰

محمد بن یوسف الجزری شافعی (۶۳۷ھ۔۷۱۱ھ) :

مؤلفات اصولیہ : تقی الدین السبکی کے شیخ تھے۔ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی شرح لکھی۔[1]

حسین الصغناقی حنفی (متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۴ھ) :[2]

فقیہ، اصولی، متکلم، نحوی اور صرفی تھے۔

۱۔ الکافی فی شرح اصول البزدوی۔ اس کتاب کے آخر میں ذکر کیا کہ وہ اس کی تالیف سے جمادی الاول ۷۰۴ھ کے اواخر میں فارغ ہوئے تھے۔

۲۔ الوافی۔ یہ الاخسیکثی کی المنتخب کی شرح ہے۔ اس کتاب کو مؤلف نے اپنی مسجد و مشہد میں صفر ۶۹۰ھ میں املاء کرایا تھا۔ مظہر بقاء نے الکافی اور الوافی کے متعدد نسخوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ جس میں الکافی کا ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جو مصنف کے ہاتھ کی لکھائی میں ہے اور یہ کتاب ایک ضخیم مجلد میں ہے۔[3]

عزالدین البغدادی الحنبلی مالکی (متوفی ۷۱۲ھ) :[4]

فقیہ، اصولی، نحوی اور لغوی تھے۔ عراق کے ممتاز ائمہ و اعلام سے علم سیکھا۔ بغداد میں قاضی رہے، علماء حنفیہ میں سے مشہور زمانہ عالم شیخ قوام الدین امیر کاتب الاتقانی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ متعدد کتب آپ کی مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ''الاسعاد فی اصول الفقہ'' تالیف کی۔[5]

علاؤالدین الباجی شافعی (۶۳۱ھ/۷۱۴ھ) :[6]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے، شام میں ابن عبدالسلام سے تفقہ حاصل کیا، مختلف فنون میں مہارت تھی خاص کر اصول فقہ میں تفوق حاصل تھا۔ مصر کا سفر کیا اور کرک کے قاضی بنائے گئے۔ ابن دقیق سوائے الباجی اور ابن رفعہ کے ہر خاص و عام اور سلطان تک کو بھی ''یا انسان'' کہہ کر مخاطب کرتے تھے، مگر الباجی کو ''یا امام'' اور ابن رفعہ کو ''یا فقیہ'' سے مخاطب کرتے۔ ابن تیمیہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ تقی الدین السبکی نے ان سے اصول فقہ و اصول دین کی تعلیم حاصل کی۔ کئی علوم پر کتب تالیف کیں۔

---

[1] ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ الجزری المصری، ہدیۃ العارفین ۶/۱۴۲

[2] حسین بن علی بن الحجاج بن علی حسام الدین الصغاقی (الصغناقی) متوفی ۱۳۱۱ء حلب میں وفات پائی

[3] کشف الظنون۔ ۱/۱۱۲۔۲/۱۸۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۴، تاج التراجم، قاسم بن قطلو بغا متوفی ۸۷۹ھ ص ۳۵ (۶۳)، الفتح المبین ۲/۱۱۲ اس میں تاریخ وفات ۷۱۴ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۷۱۔۷۲ (۳۰۷)

[4] عزالدین حسین ابن ابوالقاسم البغدادی الحنبلی قاضی قضاۃ المالک متوفی ۱۳۱۲ء، عراق میں نشاۃ اور وفات ہوئی

[5] الدیباج ص ۱۷۵، الفتح المبین ۲/۱۱۱۔ معجم الاصولیین ۲/۷۸ (۳۱۲)

[6] ابوالحسن علاء الدین علی بن محمد بن خطاب الباجی (۱۲۳۳ء/۱۳۱۴ء) قاہرہ میں وفات پائی

مئولفات اصولیہ :

۱۔ "غایۃ السول" اصول فقہ میں ایک مختصر ہے جو امام رازی کی المحصول کا اختصار ہے۔

۲۔ "شرح غایۃ السول"[1]

محمد بن احمد الترکمانی حنفی (متوفی ۷۱۴ھ) :

مئولفات اصولیہ : انہوں نے "کشف الکاشف الذھبی فی شرح المغنی" تالیف کی یہ الخبازی کی اصول پر کتاب کی شرح ہے۔[2]

صفی الدین الھندی شافعی (۶۴۴ھ/۷۱۵ھ) :[3]

فقیہ، اصولی تھے ہندوستان میں اپنے نانا سے تعلیم حاصل کی اور پھر یمن، حجاز، قاہرہ، روم، بقونیہ، سیواس، قیصریہ اور دمشق جا کر تعلیم حاصل کی۔ بلاد روم میں سراج الدین محمد ابو بکر الارموی (متوفی ۶۸۲ھ) صاحب التحصیل کی شاگردی اختیار کی۔ مذہب اشعریہ کے معتقد تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

مئولفات اصولیہ :

۱۔ نهاية الوصول الى علم الاصول : یہ کتاب امام رازی کی المحصول کی شرح ہے۔ یہ کتاب "نهاية الوصول فی درایۃ الاصول" کے نام سے صالح بن سلیمان الیوسف اور ڈاکٹر سعد بن سالم الشریح کی تحقیق کے ساتھ آٹھ (۸) مجلدات میں مکۃ المکرمہ، المکتبہ التجاریہ (سن ند) سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ الرسالۃ السنیۃ فی الاصول[4]

رکن الدین الاسترابادی شافعی (۶۴۵ھ/۷۱۵ھ) :[5]

فقیہ، اصولی، نحوی، منطقی اور متکلم تھے، موصل میں نشو نما ہوئی اور نصیر طوسی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف موضوعات پر کتب تالیف کیں۔

مئولفات اصولیہ : انہوں نے "شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول" تالیف کی اور اس کی تالیف سے ۶۸۲ھ میں فراغت پائی۔ اس کتاب کے نام میں اختلاف ہے۔ ھدیۃ العارفین کے مطابق اس کا نام "العقد والحل فی شرح مختصر السول والامل" ہے اور کشف الظنون کے مطابق حل العقد والعقل فی شرح مختصر السول والامل ہے۔[6]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۲۱۶، ھدیۃ العارفین ۵/۷۱۶، فتح العارفین ۲/۱۱۳

۲۔ محمد بن احمد بن عثمان ابراہیم بن مصطفی الماردینی جلال الدین الترکمانی حنفی، کشف الظنون ۲/۱۷۳۹، ھدیۃ العارفین ۶/۱۵۷

۳۔ صفی الدین محمد بن عبد الرحیم بن محمد (۱۲۴۶ء/۱۳۱۵ء) ہندوستان دہلی میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۹۱۹، ھدیۃ العارفین ۶/۱۳۳، الدرر الکامنۃ ۴/۱۴۔۱۵ (۲۹)، الفتح المبین ۲/۱۱۵۔۱۱۶

۵۔ ابو محمد رکن الدین حسن بن شرف شاہ العلوی الحسینی (۱۲۴۷ء/۱۳۱۵ء) موصل میں وفات پائی

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ھدیۃ العارفین ۵/۲۸۳، الفتح المبین ۲/۱۱۴، معجم الاصولیین ۲/۵۵ (۲۹۰)

نجم الدین الطوفی الصرصری حنبلی (۶۷۳ھ/۷۱۶ھ) :[1]

فقیہ، اصولی اور کئی دوسرے علوم میں ید طولی رکھتے، شیخ شرف الدین علی بن محمد الصرصری سے تفقہ حاصل کیا۔ نصیر فاروقی سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بغداد، دمشق، مصر کے سفر کئے ان سے متعلق یہ بات پھیل گئی کہ بعض صحابہ کرام پر تنقید کے بارے میں ان کے خیالات شیعہ حضرات کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ مصر میں حنابلہ کی عدالت میں قاضی سعد الدین الحارثی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا۔ اس تنقید کی دلیل طلب کی گئی اور ان کو سزا سنائی گئی۔ مدارس کے اختیارات سلب کر لئے گئے، ملامت کئے گئے اور قید میں بھی رکھے گئے۔ مصالح مرسلہ کے بارے میں ان کا نظریہ عامۃ العلماء کے برخلاف تھا۔

مئولفات اصولیہ :

۱۔ مختصر الروضہ : (البلبل) اس کتاب میں ابن قدامہ کی کتاب ''روضة الناظر وجنة المناظر'' کا اختصار کیا گیا ہے جو اصول فقہ میں ابن حاجب کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔

۲۔ شرح المختصر الروضہ : اس کتاب پر بابا بن بابا بن ادہ نے ما قبل قیاس تک تحقیق کر کے جامعہ ام القری سے ۱۴۰۵ھ میں دکتوراہ کی ڈگری حاصل کی۔

۳۔ معراج الوصول

۴۔ بغية السائل فى امهات المسائل فى الاصول

۵۔ ''نهاية السول فى علم الاصول'' یا ''قاعده فى الاصول''

۶۔ الاشارات الالهية الى المباحث الاصولية : یہ قرآن کریم کی تفسیر ہے، اس میں اصول الدین اور اصول فقہ کے مطالب نہایت ابلغ و احسن انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب پر کمال محمد نے جامعہ القاہرہ سے ۱۳۹۴ھ میں تحقیق پیش کی۔

۷۔ ہدیۃ العارفین کے مطابق ''مختصر المحصل لفخر الدين الرازى'' بھی ان کی تالیف ہے۔[2]

صدر الدین بن الوکیل شافعی (۶۶۵ھ ۷۱۶ھ)[3]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، ادیب اور شاعر تھے۔ صفی الدین ھندی شافعی (متوفی ۷۱۵ھ) شارح المحصول ان کے استاد تھے۔ صدر الدین اعلیٰ ذہانت کے مالک تھے۔ صرف پچاس دن میں مقامات حریری حفظ کر لی تھی۔ مصر، دمشق حلب کے سفر کئے بہت سے مدارس میں تدریس انجام دی۔ مثلاً مشہد حسینی، زاویۃ الشافعی وغیرہ میں۔ وہ اپنی زمانہ کے واحد شافعی تھے جو ابن تیمیہ سے مناظرہ پر تیار رہتے اور ابن تیمیہ نے ان کی تعریف کی اور علمی تفوق کی شہادت دی۔

---

[1] ابو الربیع، نجم الدین سلیمان بن عبد القوی بن عبد الکریم بن سعید الطوفی الصرصری البغدادی، ابن ابی العباس (۱۲۷۳ء/۱۳۱۶ء) عراق میں ولادت و وفات پائی

[2] کشف الظنون ۱۶۳۸/۲، ہدیۃ العارفین ۴۰۰/۵، معجم المولفین ۲۶۶/۴، اس میں ہے انہوں نے مختصر الحاصل تالیف کی، الفتح ۱۲۰/۲، ۱۲۱، معجم الاصولیین ۱۲۷/۲۔ ۱۲۹ (۳۶۳)

[3] صدر الدین محمد بن عمر بن مکی بن عبد الصمد بن عطیہ، ابن وکیل ابن مرحل (۱۲۶۶ء/ ۱۳۱۶ء) دمیاط میں ولادت اور مصر میں وفات پائی

مئولفات اصولیہ :

۱۔ کتاب الاشباہ والنظائر ۲۔ شرح الحکام لعبد الحق

یہ دونوں کتابیں ان کے حدیث، فقہ اور اصول میں تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔[1]

شمس الدین خطیب الجزری شافعی (۶۳۷ھ۔۷۱۶ھ) :[2]

فقیہ، اصولی نحوی، منطقی، ادیب اور ریاضی تھے۔ شمس الدین الاصبہانی (متوفی ۶۸۸ھ) شارح المحصول آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ تقی الدین السبکی (متوفی ۷۵۶ھ) شارح منہاج الوصول للبیضاوی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے درس میں یہود و نصریٰ بھی شریک ہوتے تھے۔

مئولفات اصولیہ :

۱۔ شرح التحصیل امام سراج الدین الارموی : (متوفی ۶۸۲ھ) کی کتاب التحصیل کی تین مجلدات میں شرح لکھی۔

۲۔ اجوبہ علی مسائل من المحصول

۳۔ شرح منہاج البیضاوی[3]

الخطاب القرہ حصاری (۷۱۷ھ زندہ تھے) :[4]

فقیہ و اصولی تھے اپنے شہر کے علماء سے استفادہ کے بعد شام جا کر فقہ، حدیث، تفسیر کی تعلیم حاصل کی اور پھر واپس اپنے شہر لوٹ آئے، وہیں وفات پائی۔

مئولفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔[5]

محمد بن محمد الوسطی شافعی (متوفی ۷۱۸ھ) :

مئولفات اصولیہ : "شرح منہاج الوصول للبیضاوی" تالیف کی۔[6]

ابراہیم بن ھبۃ اللہ شافعی (متوفی ۷۲۱ھ) :[7]

فقیہ اصولی و نحوی تھے امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا :

" کان اماماً عالماً ماهراً فی فنون کثیرة کالفقه والاصول والنحو "

(وہ بہت سے فنون جیسے فقہ، اصول اور نحو میں امام اور ماہر عالم تھے)۔

۱۔ الفتح المبین ۲/۱۱۸۔
۲۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ الجزری (۱۲۳۹ء/۱۳۱۶ء) مصر میں وفات پائی۔
۳۔ الفتح المبین ۲/۱۱۷۔
۴۔ الخطاب بن ابو القاسم القرہ حصاری (۱۳۱۷ء میں زندہ تھے)
۵۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ہدیۃ العارفین ۱/۳۴۷، اس میں تاریخ وفات ۷۳۰ھ مذکور ہے معجم الاصولیین ۲/۸۹ (۳۲۵)
۶۔ غیاث الدین محمد بن محمد الواسطی ہدیۃ العارفین ۲/۱۳۴
۷۔ ابراہیم بن ھبۃ اللہ بن علی نور الدین بن اسنوی متوفی ۱۳۲۱ء قاہرہ میں وفات پائی

قاہرہ میں بہاء الدین القفطی سے فقہ اور شارح المحصول شمس الدین الاصفہانی (متوفی ۶۸۸ھ) سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ واضح رہے کہ الاصفہانی کی شاگردی ایک بہت بڑا اعزاز تھا کیونکہ وہ المحصول کے شارح ہونے کے علاوہ اخمیم، اسیوط اور قوص کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح المنتخب فی الاصول" تالیف کی۔[۱]

ابن البناء المراکشی مالکی (متوفی ۷۲۱ھ یا ۷۲۴ھ) :

ان کے بارے میں تاریخ وفات ۷۲۴ھ کے تحت تفصیلات درج ہیں۔

ابن الشاط الانصاری السبتی مالکی (۶۴۳ھ / ۷۲۳ھ) :[۲]

فقیہ، نظار، اصولی، حافظ اور نحوی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "انوار البروق فی تعقب مسائل القواعد والفروق فی الاصول" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے۔ کہ انہوں نے کتاب "ادرار الشروق علی انواع الفروق فی الاصول" تالیف کی۔[۳]

ابوعبداللہ محمد بن علی (متوفی ۷۲۳ھ) :

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "نصح المقالة فی شرح الرسالة" تالیف کی۔[۴]

ابوالعباس بن البناء مالکی (۶۵۴ھ / ۷۲۴ھ) :[۵]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، ریاضی، فلکی، اور ادیب تھے۔ ابوعمران الزناتی اور قاضی ابوالحسین المغیلی سے تفقہ حاصل کیا۔ ان کثرت کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منتهى السول فی علم الاصول

۲۔ شرح علی تنقیح القرافی[۶]

۳۔ تنبیه الفهوم علی مدارک العلوم فی الاصول[۷]

۱۔ حسن المحاضرہ ۱/۱۹۸، الفتح المبین ۲/۱۲۲، معجم الاصولیین ۱/۶۲ (۳۸)

۲۔ ابوالقاسم قاسم بن عبداللہ بن الشاط انصاری السبتی (۱۲۲۵ء/۱۳۲۳ء) سبتہ میں ولادت ووفات پائی

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۸۲۹، الدیباج ص ۳۲۴، ۳۲۵ (۳۳۲)، معجم المولفین ۸/۱۰۵، الفتح المبین ۲/ ۱۲۳

۴۔ ابوعبداللہ محمد ابن علی بن احمد الخفار المالقی، ایضاح المکنون ۴/۶۵۰

۵۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی المراکشی متوفی ۱۲۵۶ء

۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۴، الفتح المبین ۲/ ۱۲۴، ۱۲۵، معجم الاصولیین ۱/ ۱۶۴، ۱۶۵ (۱۶۴)

۷۔ حاشیہ معجم الاصولیین ۱/ ۱۶۴۔ ۱۶۵ (۱۶۴) بحوالہ اسہامات الغاربہ رقم ۸ مذکور ہے

سراج الدین الأرمتی شافعی (۶۴۴ھ۔۷۲۵ھ) :[1]

فقیہ وقاضی تھے۔کئی شہروں کے قاضی رہے۔امام اسنوی نے فرمایا :

" کان فی الفقه اماماً مع فضیلة تامة فی الاصول والنحو "

(وہ اصول ونحو میں فضیلت تامہ رکھنے کے ساتھ فقہ میں امام تھے)۔

مؤلفاتِ اصولیہ : کتاب "المسائل المهمة فی اختلاف الائمة، اصول"[2]

ابوعبداللہ التونسی مالکی (متوفی ۷۲۶ھ بعدہ) :[3]

فقیہ واصولی تھے ، انہوں نے کئی تصنیفات تالیف کیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "تقییدات علی الحاصل" لکھی جو دو مجلدات میں ہے۔[4]

حسن (حسین) ابن المطہر الحلی الشیعی (۶۴۸ھ/۷۲۶ھ):[5]

فقہ، اصول، کلام، تفسیر، نحو، رجال، منطق، علم الطبیعہ اور حکمت الالھیۃ کے عالم تھے، تقریباً نوے کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : .

۱۔ مبادی الوصول الی علم الاصول[6]

۲۔ تھذیب طرق الوصول الی علم الاصول[7] اور کبھی اس نام کو تخفیف کے ساتھ تھذیب الاصول یا تھذیب الوصول بھی پڑھا گیا ہے۔

۳۔ نهایة الوصول الی علم الاصول[8] دکتور مظہر بقانے دنیا کے مختلف مکتبوں میں اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے اور الذریعہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے اس میں ہے۔

" وهو کتابه الجامع فی اصول الفقه، فیه ماذکره، المتقدمون والمتاخرون، الفه بالتماس ولده محمد فی اربعة اجزاء ثم اختصره وسماه " "تهذیب طریق الوصول الی علم الاصول" وفرغ منه فی رمضان ۷۰۶ھ[9]

---

۱ سراج الدین یونس بن عبدالمجید بن علی بن داؤد الھر لی ۱۲۳۶ء/۱۳۲۵ء مصر میں ولادت اور قوص میں انتقال ہوا

۲ الفتح المبین ۱۲۶/۲ ۳ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالنور التونسی متوفی ۱۳۲۶ء ۴ الفتح المبین ۱۲۷/۲

۵ ابومنصور جمال الدین حسن (حسین) بن یوسف بن المطہر الحلی العراقی (۱۲۵۰ء/۱۳۲۵ء) ایضاح المکنون ۳۴۳/۲، الفتح المبین ۱۸/۲، معجم الاصولیین ۶۱/۲، ۶۲ (۲۹۵)

۶ الفتح المبین ۱۲۸/۲ ۷ ایضاح المکنون ۳۴۳/۳، معجم الاصولیین ۶۱/۲، ۶۲ (۲۹۵)

۸ ایضاح المکنون ۶۹۳/۲ ۹ معجم الاصولیین ۶۱/۲، ۶۲ (۲۹۵) بحوالہ الذریعہ ۲۰۸/۲۴، ۲۰۹ بحوالہ الذریعہ ۵۱۱/۴ مذکور ہے

(اور ان کی کتاب اصول فقہ میں جامع ہے اس میں متقدمین و متاخرین سے اخذ کیا گیا ہے انہوں نے اس کتاب کو اپنے بیٹے محمد کی درخواست پر چار اجزاء میں تالیف کیا تھا پھر اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "تہذیب طریق الوصول الی علم الاصول" رکھا اور اس (تالیف) سے رمضان ۶۰ ھ میں فارغ ہوئے)۔

تہذیب کی شرح :

شمس الدین محمد بن عبدالرحمن الحضرمی شافعی (متوفی ۷۱۰ھ) نے اس کتاب کی شرح لکھی اور اس کا نام "منية اللبيب في شرح التهذيب" رکھا[1]

۴۔ غاية الوصول وايضاح السبل في شرح مختصر منتهى السول والامل لابن الحاجب، حاجی خلیفہ کے مطابق یہ کتاب دو مجلدات میں ہے۔ اور احکام للآمدی اور المحصول للرازی کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔ ابن کثیر نے کہا۔ "ولاباس به فانه مشتمل على نقل كثير"[2] و ڈاکٹر مظہر بقا نے مختلف مقامات پر اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔

۵۔ نهج الوصول الى علم الاصول۔[3]

۶۔ منتهى الوصول الى علمي الكلام والاصول۔[4]

۷۔ شرح غاية الوصول في الاصول للغزالي حجة الاسلام ، حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا اور کہا :
شرح بقال اقوال في مجلد و فرغ في جمادى الاولى ۶۸۱ھ۔[5]

۸۔ النكت البديعه في تحرير الذريعه للسيد المرتضى في اصول الفقه۔[6]

تقی الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ):[7]

امام، محقق، حافظ، مجتہد، محدث، مفسر، اصولی، نحوی، واعظ، خطیب، ادیب، اور مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ اپنے والد سے فقہ واصول کی تعلیم حاصل کی۔ بیس برس سے کم عمر میں تدریس و فتوی کی اہلیت حاصل کر لی تھی۔ اور جمع و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر مسند تدریس و فتوی پر بیٹھے۔ مصر میں تشریف لائے مگر وہاں بحکم قاضی قلعہ میں بند کر دیئے گئے۔ اور رہائی اور پھر قید کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ملک ناصر ۷۰۹ھ میں تخت نشین ہوا تو پھر عزت کے ساتھ رہا کر دیا گیا۔ تاتار سے ۷۱۲ھ میں جہاد کے لئے دمشق آئے۔ تین سو سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قاعدة كبيرة في اصول الفقه غالبها نقل اقوال الفقهاء یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

۲۔ قاعدة في الاجتهاد والتقليد في الاسماء التي علق الشارع بها من الاحكام۔ ایک جلد میں ہے۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۱۷۹/۶
۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲، معجم الاصولیین ۲/ ۶۱-۶۲ (۲۹۵)
۳۔ ایضاح المکنون ۶۹۵/۴۔ الذریعہ ۳۲۶/۳۳
۴۔ ایضاح المکنون ۵۷۳/۴۔ ہدیۃ العارفین ۲۸۵/۵
۵۔ کشف الظنون ۱۱۹۴/۲
۶۔ ہدیۃ العارفین ۲۸۵/۵، معجم الاصولیین ۳۰۳/۲۔ الذریعہ ۳۰۳/۲۴
۷۔ ابو العباس، تقی الدین، احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن محمد

۳۔ قاعدة فيما شرعه الله تعالىٰ بقطعي العموم والاطلاق وهل يكون مشروعا بلفظ الخصوص والتقييد۔

۴۔ قاعدة فی تقليد مذهب معين هل يجب على العامی اولا ؟

۵۔ جواب فی ترک التقليد فيمن يقول مذهبی مذهب النبی ولست انا التقليد مذاهبه الاربعة۔

۶۔ قاعدة فی المخطی فی الاجتهاد هل یاثم، وهل المصيب واحدا۔

۷۔ قاعدة فيما يظن من تعارض النص والاجماع۔

۸۔ قاعدة فی الاجماع وانه ثلاثه اقسام۔

۹۔ وجواب فی الاجماع والخبر المتواتر۔

۱۰۔ نقد مراتب الاجماع التی الفها ابن حزم (وطبع حاشیہ علی مراتب الاجماع لابن حزم سنۃ ۱۳۵۷ھ)۔

۱۱۔ قاعدة فی كيفية الاستدلال على الاحكام بالنص والاجماع فی الرد على من قال: ان الدلالة الفظية لا تفيداليقين۔

۱۲۔ قاعدة فی تقرير القياس فی مسائل عدة الردعلى من يقول هل خلاف القياس والقياس فی الشرع۔

۱۳۔ جواب تقليد الحنفی الشافعی فی المطر والوتر۔

۱۴۔ قاعدة فی لفظ الحقيقه والمجاز والبحث مع اللامدی۔ یہ کتاب تقریباً اسّی (۸۰) صفحات پر ہے۔

۱۵۔ رفع الملام من ائمة الاعلام۔

۱۶۔ قاعدة فی ان جنس الفعل المامور به أعظم من جنس ترک المنهی عنه۔

۱۷۔ قواعد فی النهی هل يقنی فساد المنهی عنه۔

۱۸۔ وقاعدة أخرى كل حمد وذم من الاقوال والافعال لايكون الابالكتاب والسنة۔

۱۹۔ قاعدة فی شمول النصوص للاحكام۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔

۲۰۔ رسالة فی جواب هل كل مجتهد مصيب۔

۲۱۔ رسالة فی حقيقة الحكم الشرعی وأنواعه۔

۲۲۔ رسالة فی التقليد الذی حرمه الله ورسوله، وشرح اول المحصول للرازی۔

۲۳۔ معارج الوصول فی ان الاصول والفروع قدبينها الرسول۔

۲۴۔ المسوده آل تیمیہ کے تین علماء نے اس کی تیاری میں حصہ لیا اور ابن تیمیہ کے ہاتھوں تکمیل ہوئی۔ یعنی شیخ الاسلام مجد الدین، ابوالبرکات، عبدالسلام، دوسرے ان کے والد شیخ شہاب الدین ابوالمحاسن، عبدالحلیم، تیسرے امام تقی الدین ابوالعباس احمد ہیں المسودہ پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

مجموع فتاوی میں اُنیسویں اور بیسویں جلد اصول فقہ پر ہے : شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مجموعہ فتاوی جو ۳۷ مجلدات میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے اس کی اُنیسویں اور بیسویں جلد اصول فقہ پر ہے۔ عبد الرحمٰن بن محمد بن قاسم العاصمی النجدی الحنبلی نے اپنے صاحبزادے کی مساعدت سے اس کی جمع وتبویب کی، جو خادم الحرمین الشریفین حضرۃ صاحب الجلالہ الملک فہد بن عبد العزیز ال سعود کے حکم سے اشراف الرئاسہ العامہ للشئون الحرمین الشریفین سے شائع ہوچکا ہے۔[1]

احمد المقدسی ابن جبارہ الحنبلی (۶۴۷ھ۔۷۲۸ھ):[2]

فقیہ، اصولی، نحوی، مقری، مفسر تھے اصول فقہ کی تعلیم شہاب الدین القرافی مالکی سے حاصل کی۔ مصر، دمشق اور پھر واپس حلب آئے مگر بعد میں بیت المقدس میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔[3]

ابن الزیات الکلاعی مالکی (۶۴۹ھ/۷۲۹ھ):[4]

فقیہ، اصولی، نحوی، ادیب متکلم مقری تھے الدیباج میں ہے کہ انہوں نے کتاب "الصفحۃ الوسیمۃ والمنحۃ الجسیمۃ" تالیف کی۔ دراصل ان کا یہ رسالہ اعتقادیہ، اصولیہ، فروعیہ اور تحقیقیہ چار قواعد پر مشتمل تھا۔[5]

علاء الدین القونوی الشافعی (۶۶۸ھ/۷۲۹ھ):[6]

فقیہ، اصولی، مفسر، ادیب، متصوف تھے۔ دمیاطی، زملکانی، ابن القیم، ابن دقیق العید اور شمس الدین الایکی آپ کے شیوخ تھے۔ اصول کی تعلیم خاص طور پر تاج الدین الجصلانی سے حاصل کی تھی۔ دمشق کے علاوہ قاہرہ میں بھی تدریس کی۔ ایک زمانہ تک وہاں رہے، ملک ناصر آپ کی بہت تعظیم کرتا۔ ارغون شاہ نائب کہتا تھا : "ما ملأ عيني غيره" (میری آنکھیں ان کے سوا کسی سے نہیں بھرتیں)، دمشق میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : اختصار المعالم فی الاصول۔[7]

---

[1] الفتح المبین ۲/۳۰۔۳۳، معجم الاصولیین ۱/۱۳۶۔۱۳۹ (۹۸) حیات ابن تیمیہ، ابوزہرہ ترجمہ رئیس احمد جعفری فہرست اصول فقہ لابن تیمیہ ص ۲۴۔۲۵۔

[2] احمد بن محمد بن عبد الولی بن جبارہ شہاب الدین بن تقی الدین المقدسی المرداوی الحنبلی (۱۲۴۹ء/۱۳۲۸ء) بیت المقدس میں وفات پائی۔

[3] شذرات الذہب ۶/۸۷، معجم المولفین ۲/۸۳۶، معجم الاصولیین ۱/۲۱۹ (۱۶۳)

[4] ابوجعفر احمد بن حسن بن علی الکلاعی، ابن زیات خطیب (۱۲۵۱ء/۱۳۲۷ء)

[5] الدیباج ۱/۱۰۹۔۱۱۰ (۷۲)، الفتح المبین ۲/۱۲۹، معجم العارفین ۱/۱۰۷ (۷۳)۔ اس میں ان کی کتاب کے نام کا پہلا کلمہ المصحفۃ اور الفتح المبین میں المصفحۃ مذکور ہے۔

[6] علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی (۱۲۶۹ء۔۱۳۲۸ء) شام میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

[7] ہدیۃ العارفین ۵/۷۱، الفتح المبین ۲/۱۳۳

برھان الدین (ابن الفرکاح) القراری شافعی[1]

اصولی نحوی اور خطیب تھے۔ مذہب شافعیہ کی معرفت میں اپنے زمانے میں سب سے ممتاز تھے۔ لیل ونہا
وعبادت میں مشغول رہے۔ علوم میں خاص طور پر فقہ واصول میں زیادہ مشغول ومنہمک رہے۔ ان کو بڑے عہدہ ا
قضاۃ کی پیشکش ہوئی مگر انہوں نے ان کو قبول نہیں کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تعليقة على مختصر ابن حاجب

۲۔ شرح مختصر ابن حاجب یا شرح منتهى السول والامل لابن حاجب[2]

عبدالعزیز بخاری حنفی (متوفی ۷۳۰ھ)[3]

فقیہ واصولی تھے، قوام الدین الکاکی اور جلال الدین عمر بن الخبازی صاحب المغنی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ كشف الاسرار : اصول بزدوی کی بہت اعلیٰ، انفع اور ابین شرح مانی جاتی ہے جو ایسی تحقیقات وتفریعات
وتعریفات پر مبنی ہے جو دیگر کتب اصولیہ میں نہیں ملتی۔

۲۔ غاية التحقيق یا التحقيق

یہ الاخسیکثی کی المنتخب کی شرح ہے۔ اس کتاب کو كشف الاسرار کے بعد تالیف کیا یہ کتاب ھند
۱۲۹۳ھ میں چھپ چکی ہے مگر طباعت کی اغلاط سے بھری پڑی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں اصولیین کے یہاں معتبرہ ہیں ا
اکثر متاخرین نے ان دونوں پر اعتماد کیا ہے۔

كتاب غاية التحقيق پر تحقیق : صالح سعید باقلاقل نے اس کتاب کے اول تا اختتام باب العزيمة والرخصة
تحقیق پیش کی اور جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورۃ سے ۱۴۰۷ھ میں دکتوراہ کی شہادت حاصل کی۔
جبکہ "بـاب السنة" سے کتاب کے آخر تک فضل اللہ نے تحقیق کی اور مذکورہ بالا جامعہ سے ۱۴۰۷ھ میں دکتورا
کی شہادت حاصل کی۔

۳۔ ردقـوادح التحقيق اس کتاب میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو ان کی کتاب "غاية
التحقيق" پر کئے گئے تھے۔ اس کا ایک نسخہ شہید علی......۶۴۰ھ اور راوغلی علی......۲۸۹ میں موجود ہے۔

۴۔ حاشيه على شرح اصول البزدوی

---

[1] ابواسحاق ابرہیم بن عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن سباع بن ضیاء الفزاری مصری برھان الدین الفزاری (۱۲۶۱ء/ ۱۳۲۸ء) دمشق میں انتقال ہوا۔
[2] کشف الظنون ۲/ ۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۳، الفتح المبین ۲/ ۱۳۵، معجم الاصولیین ۱/ ۱۳۳(۱۳)
[3] علاء الدین عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری متوفی ۱۳۲۹ھ

۵۔ كشف المباني في جواب شكوك المنبة الى الامام شمس الدين السمر قندى وفي ولى الدين. ۸۹۲ : الاجوبه والا سئله لعلاء الدين عبد العزيز بن احمد [1]

القره حصاری حنفی (وتوفی ۷۳۰ھ) [2]

فقیہ، اصولی تھے۔ شرح المنار للنسفي تالیف کی ان کا بیان ۷۱۷ھ کے تحت گذر چکا ہے۔ [3]

بدرالدین التستری شافعی (متوفی ۷۳۲ھ) [4]

فقیہ واصولی اور منطقی تھے۔ تعلیم وتعلم کی خاطر قزوین، دیارِ مصر اور عراق تشریف لے گئے۔ امام اسنوی نے ان سے اکتسابِ فیض کیا۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ حل عقد التحصيل في الاصول ۲۔ شرح على منهاج البيضاوي في الاصول

۳۔ شرح على ابن الحاجب [5]

ابراہیم الجعبری شافعی (متوفی ۶۴۰ھ۔۷۳۲ھ) [6]

فقیہ، اصولی، محدث، نحوی، مؤرخ، قاری اور مقری تھے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے المعتبر في اختصار المختصر تالیف کی جو ابن حاجب کی مختصر المنتهى کا اختصار ہے۔ [7]

اسماعیل ابوالفداء (متوفی ۶۷۲ھ۔۷۳۲ھ) [8]

امام اسنوی نے طبقات میں کہا :

"كان جامعًا لاشتات العلوم، اعجوبة من اعاجيب الدنيا، ماهرا في الفقه والتفسير والاصليين، والنحو وعلم الميقات والفلسفة والمنطق والطب، والعروض، والتاريخ وغير ذلك من العلوم، شاعرا ماهر، كريما الى الغاية، صنف في كل علم تصنيف ارتصانيف"

(وہ بہت سے علوم کے جامع تھے اور عجائباتِ دنیا میں سے تھے۔ فقہ، تفسیر اور اصلیین اور نحو، علم تقویم، فلسفہ، منطق، طب، عروض، تاریخ اور دوسرے علوم میں ماہر تھے۔ ماہر شاعر، بہت فیاض تھے۔ ہر علم میں کتاب یا کتابیں لکھیں)

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، ہدیۃ العارفین ۱/۵۸۱، تاج التراجم ص ۳۵ (۱۰۳)، الفوائد البہیہ ص ۹۴۔۹۵، الجواہر المضیہ ۲/۴۲۸، الفتح المبین ۲/۱۳۶

[2] خطاب بن ابوالقاسم القرہ حصاری رومی

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۷

[4] بدرالدین محمد بن اسعد التستری متوفی ۱۳۳۱ھ ہمدان میں وفات پائی

[5] الفتح المبین ۲/۱۳۷

[6] ابوالعباس، تقی الدین، برہان الدین، ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل اجمیری الخلیلی بن السراج السلفی (۱۲۴۳ء۔۱۳۳۱ء) فلسطین میں انتقال فرمایا۔

[7] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ہدیۃ العارفین ۵/۱۴۔۱۵، معجم المولفین ۱/۶۹، معجم الاصولیین ۱/۴۳ (۱۹)

[8] اسماعیل بن علی بن محمود بن عمر بن شہنشاہ ابن ایوب بن مشاوی، الملک المؤید، عماد الدین، ابوالفداء، صاحب حماۃ (۱۲۷۳ھ۔۱۳۳۱ھ) مصر میں انتقال فرمایا۔

مصر میں تشریف لائے اور ملک ناصر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو پسند کیا اور ایک علاقہ کا سلطان مقرر کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[1]

ابوالبقاء محمد بن ابراہیم شافعی (متوفی ۷۳۳ھ)

انہوں نے کتاب "النجم اللامع فی شرح جمع الجوامع" تالیف کی۔[2]

شجاع الدین الطرازی حنفی (متوفی ۶۷۱ھ۔۷۳۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : فقیہ و اصولی تھے۔ انہوں نے "تبصرۃ الاسرار فی شرح المنار للنسفی" تالیف کی۔[3]

تاج الدین الرازی شیعی (متوفی ۷۳۵ھ)

انہوں نے کتاب "المصادر فی الاصول" تالیف کی۔[4]

ابوعبداللہ القفصی مالکی (متوفی ۷۳۶ھ)[5]

ادیب، فقیہ اور اصولی تھے۔ اسکندریہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ شمس الدین الاصفہانی، ناصر الدین الابیاری، ابن دقیق العید آپ کے شیوخ تھے۔ ۶۸۰ھ میں دوران حج علماء حرمین شریفین سے مستفید ہوئے۔ قفصہ (تیونس) کے قاضی بنائے گئے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تحفہ الواهل فی شرح الحاصل" تالیف کی۔[6]

مصلح الدین التبریزی حنفی (متوفی ۶۶۹ھ۔۷۳۶ھ)[7]

فقیہ اصولی تھے۔ قاہرہ و دمشق کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : "الرفیع فی شرح البدیع" تالیف کی۔ دراصل یہ ابن الساعاتی (متوفی ۶۹۴ھ) کی اصول فقہ میں کتاب "بدیع النظام" کی شرح ہے۔ صاحب تاج التراجم قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۹ھ) نے لکھا ہے۔ "رایته بخطه فی مجلدین" (میں نے اس کتاب کو ان کے خط میں دو جلدوں میں دیکھا تھا)۔[8]

---

[1] معجم الاصولیین ۱/۲۶۵ (۲۱۰)
[2] ابوالبقاء محمد بن ابراہیم بن عبداللہ بن جماعۃ الکنانی المقدسی، ایضاح المکنون ۴/۶۲۷
[3] شجاع الدین ھبۃ اللہ بن احمد بن معلی بن محمود الترکستانی الطرازی، طراز (ترکستان) میں ولادت اور مدرسہ ظاہریہ (قاہرہ) میں انتقال ہوا۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۰۶، تاج التراجم ۸۰ (۲۳۷)
[4] تاج الدین محمود بن علی بن محمود الحمصی الحکیم، ہدیۃ العارفین ۹/۴۰۸
[5] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ راشد الکبری القفصی متوفی ۱۳۳۵ء تونس میں وفات پائی
[6] ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳۔۱۳۵، اس میں تاریخ وفات ۶۸۵ھ مذکور ہے، الفتح المبین ۲/۱۳۹
[7] ابوالفتح موسیٰ بن محمد مصلح الدین التبریزی (۱۲۷۰ء۔۱۳۳۵ء) مدینۃ المنورہ میں انتقال ہوا
[8] تاج الدین التراجم ص ۴۷ (۲۲۶)، الدرر الکامنۃ ۴/۳۷۴ (۱۰۱۶)، الجواہر المضیۃ ۲/۱۸۵ (۵۷۸)، الفوائد البہیۃ ص ۲۱۶، الفتح المبین ۲/۱۳۰

احمد بن نور (متوفی ۷۳۶ھ)[1]

ابتداء میں اپنے والد کے ساتھ کھیت کی رکھوالی کرتے پھر اللہ نے اپنے دین کی تعلیم کی طرف رغبت دلا دی۔ کچھ ہی عرصہ میں فقہ، نحو اصول میں ماہر ہو گئے، درس و افتاء کی خدمات انجام دینے لگے۔[2]

زین الدین بن المرحل (بعد ۶۹۰ھ۔ ۷۳۸ھ)[3]

قاہرہ میں ابن دقیق العید کے شاگرد رہے۔ قاہرہ اور دمشق کی مشہور درسگاہوں میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : المراغی نے رافع کا بیان نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ :

"انہ صنف کتابًا فی اصول الفقہ"

(بلاشبہ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی)

اور صاحب شذرات کے حوالہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ :

"انہ الف کتابین"

(انہوں نے دو کتابیں تالیف کیں)[4]

صفی الدین البغدادی حنبلی (متوفی ۶۵۸ھ۔ ۷۳۹ھ)[5]

فقیہ، اصولی، فرضی اور ریاضی دان تھے۔ بغداد، دمشق اور مکۃ المکرمۃ کے اساتذہ سے فیض پایا۔ حنبلی مدرسہ "بشیریہ" میں تدریس کرتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ابن حنبلی نے اپنی طبقات میں اصول فقہ پر ان کی مندرجہ ذیل کتابوں کا تذکرہ کیا ہے :

۱۔ تسہیل الوصول الی علم الاصول : ہدیۃ العارفین "تسہیل الفصول فی علم الاصول" تحریر ہے۔
۲۔ تحقیق الامل فی علمی الاصول والجدل
۳۔ مختصر قواعد الاصول ومعاقد الفصول[6]

قواعد الاصول ومعاقد الفصول کا تعارف :

ابن بدران نے حنابلہ اصول فقہ کے انفع مختصرات میں اسے شمار کیا ہے۔[7]

---

۱ احمد بن علی بن احمد، ابن النور، متوفی ۱۳۳۶ء قوص میں وفات پائی
۲ معجم الاصولیین ۱/۱۶۸ (۱۱۹)
۳ زین الدین محمد بن عبداللہ بن عمر بن مکی بن عبدالصمد بن عطیہ بن احمد العثمانی الدمشقی المعروف بابن الوکیل وابن المرحل مصری (۱۲۹۱ء–۱۳۳۸ء) شام میں وفات پائی
۴ الفتح المبین ۲/۱۳۱
۵ ابوالفضائل صفی الدین، عبدالمومن بن عبدالحق بن عبداللہ بن علی بن مسعود بن شمائل البغدادی (۱۲۵۰ء–۱۳۳۸ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی
۶ ہدیۃ العارفین ۵/۶۳۱، الفتح المبین ۲/۱۴۳، کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب، زین الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد بغدادی حنبلی (۷۳۶ھ–۷۹۵ھ) ۲/۴۲۸–۴۲۹ (۵۲۳) بیروت دار المعرفہ سن ند
۷ المدخل الی مذہب الامام احمد، عبدالقادر بن احمد بن مصطفی ابن بدران ص ۲۳۸، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ–۱۹۹۶ء

شامی عالم شیخ جمال الدین قاسمی نے اس مختصر کے بارے میں فرمایا :

" وما ان وقفنا عليا حفي ابناء من نفس الاثار الاصوليه واعجبها سبكا ، والطفها جمعا للاقوال ، والايجاز في المقال ...." [1]

(ہم نے دوران تلاش اس کتاب کو اصولی طریقہ پر عمدہ ترین کتاب پایا۔ اس کا نظم عمدہ ہے اور اس میں بہتر طریقہ پر اقوال کو جمع اور اقوال کا اختصار کیا گیا ہے)۔

حمد وصلاۃ کے بعد اس کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :

" هذه (قواعد الاصول ومعاقد الفصول) من كتابي المسمى "بتحقيق الامل" مجردة من الدلائل من غير اخلال بشئي من المسائل تذكرة للطاب المستبين ، وتبصرة للراغب المستعين ، وبالله استعين وعليه اتوكل وهو حسبي ونعم المعين". [2]

(یہ قواعد الاصول ومعاقد الفصول) میری کتاب بنام تحقیق الامل سے ماخوذ ہے۔ دلائل سے خالی ہے مگر اس کے مسائل میں کچھ بھی نقص نہیں ہے۔ یہ بیان کا ارادہ رکھنے والے طالب علم کے لئے ایک یادگار ہے اور مدد چاہنے والے راغب کے لئے تسلی بخش توضیح ہے اور میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اور اس پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہ میرے لئے کافی اور بہتر مددگار ہے)

اسماعیل بن خلیل حنفی (متوفی ۷۳۹ھ) [3]

فقیہ، اصولی، نحوی، فرضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مقدمه في اصول الفقه" تالیف کی۔ [4]

ابن خطیب جبرین (۶۲۲ھ/۷۳۹ھ)

حلب میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔ [5]

فخر الدین الطائی حلبی شافعی (۶۶۲ھ-۷۳۹ھ) [6]

فقیہ، اصولی، نحوی اور مقری تھے۔ حلب میں قاضی بھی رہے، کئی فنون پر آپ کی مصنفات ہیں۔ المراغی نے

---

[1] تحقیق مقدمہ علی قواعد الاصول ومعاقد الفصول، علی عباس الحکمی۔ ص ۱۰، المملکۃ السعودیہ جامعہ ام القری ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۸ء

[2] قواعد الاصول ومعاقد الفصول، صفی الدین عبد المؤمن بن کمال الدین البغدادی حنبلی (۶۵۸ھ-۷۳۹ھ) ص ۲۱ المملکۃ السعودیہ جامعہ ام القری ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۸ء

[3] اسماعیل بن خلیل حنفی، تاج الدین، متوفی ۱۳۳۸ء۔ قاہرہ میں وفات پائی۔

[4] الدرر الکامنۃ/ ۳۶۶ (۹۲۶)، جواہر المضیۃ ۱/ ۱۳۹ (۳۳۰) الفوائد البہیہ۔ ص ۴۶، معجم الاصولیین ۱/ ۲۶۰ (۲۰۴)

[5] فخر الدین عثمان بن نور الدین علی بن عثمان الحلبی، ابن ابن خطیب، ہدیۃ العارفین ۵/ ۶۵۶

[6] ابو عمرو فخر الدین عثمان بن علی بن اسماعیل المصری الطائی الحلبی متوفی ۱۳۳۸ء۔ قاہرہ میں ولادت ووفات ہوئی۔

ابن حبیب کا بیان نقل کیا جو مندرجہ ذیل ہیں :

"کان فخر الدین حاکماله قدرة الکبیر وعالما لیس له نظیر قدوة فی معرفة الاصول والفروع مشار الیه بالتقدم فی المحافل والجموع".

(فخرالدین دلوں پر راج کرنے والے شخص تھے، ان کی شان بلند تھی اور بے مثل عالم اور اصول وفروع کی معرفت میں قابلِ تقلید تھے۔ محافل اور اجتماعات میں ان کے تفوق کی گواہی دی جاتی)

مؤلفات اصولیہ :

(۱) شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول (۲) شرح البدیع لابن الساعاتی فی الاصول[1]

جلال الدین القزوینی شافعی (۶۶۶ھ/۷۳۹ھ)[2]

اصولِ فقہ اور علوم عربیہ میں خاص دسترس رکھتے تھے، قاضی بھی رہے۔ روم، شام، مصر اور دمشق کے علمی اسفار کئے۔ الاربلی آپ کے شیوخ میں سے تھے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : اصولِ فقہ پر ایک عمدہ کتاب تالیف کی۔[3]

اسماعیل الزنکلونی شافعی (متوفی ۷۴۰ھ)[4]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے۔ شیخ جمال الدین الاسنوی نے ان سے اکتسابِ فیض کیا اور اپنی طبقات میں ان کی شان میں فرمایا :

"کان اماماً فی الفقه، اصولیا، محدثا، ذکیا حسن التعبیر قانتالله......".

(وہ فقہ میں امام تھے۔ اصولی، محدث، ذکی، عمدہ تعبیر کرنے والے اور اللہ سے ڈرنے والے تھے......)

انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح المنہاج" تالیف کی۔[5]

التادلی الفاسی مالکی (متوفی ۷۴۱ھ)[6]

فقیہ، اصولی، ادیب، نحوی محدث تھے۔ مدینۃ المنورہ کو وطن بنالیا تھا، یہاں قاضی کے طور پر بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ متعدد فنون پر کتب تالیف کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تقییدات مفیدہ علی تنقیح القرافی فی الاصول" تصنیف کی۔[7]

---

[1] الفتح المبین ۲/۱۳۳ [2] محمد بن عبدالرحمٰن بن عمر بن احمد بن محمد بن عبدالکریم بن الحسن بن علی بن ابراہیم القزوینی ثم الدمشقی (۱۲۶۶ء/۱۳۳۱ء)۔ موصل میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔ [3] الفتح المبین ۲/۱۳۵

[4] ابوبکر مجد الدین، اسماعیل بن عبدالعزیز الزنکلونی المصری متوفی ۱۳۳۹ء۔ مصر میں وفات پائی۔ [5] معجم الاصولیین ۱/۲۶۰۔۲۶۱ (۲۰۵)

[6] احمد بن عبدالرحمٰن التادلی الفاسی متوفی ۱۳۴۰ء۔ مغرب میں پرورش اور مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔

[7] الدیباج۔ ص ۱۳۸ (۱۳۹)، الفتح المبین ۲/۱۳۶، معجم الاصولیین ۱/۱۴۰ (۹۹)

ابن جزی الغرناطی مالکی (۶۹۳ھ۔۷۴۱ھ) [1]

فقیہ، اصولی، محدث، مقری، متکلم، ادیب، لغوی، نحوی اور خطیب تھے۔ لسان الدین ابن خطیب ان کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قوانین الفقهيه، فی تلخیص مذهب المالكيه، والتنبيه علی مذهب الشافعية والحنفية والحنبليه

۲۔ تقريب الوصول الى علم الاصول [2]

ابراہیم الزرعی حنبلی (متوفی ۷۴۱ھ) [3]

فقیہ، اصولی، مناظر اور فرضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ان کی اصولِ فقہ میں کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔ [4]

مشائخ الجیلی حنبلی (متوفی ۷۴۱ھ) [5]

فقیہ اور اصولی تھے۔ شیخ تقی الدین الزریراتی سے تفقہ حاصل کیا۔ الجاہدیہ (دمشق) میں چاروں ائمہ کے پیروکاروں کو تعلیم دیتے۔

مؤلفات اصولیہ : اصولِ فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔ [6]

عبداللہ بن علی الکتابی الغرناطی مالکی (۶۶۹ھ۔۷۴۱ھ) [7]

فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : الشافي فيما وقع من الخلاف بين التبصرة والكافي۔ المراغی نے کہا کہ غالب گمان یہ ہے کہ "الشافی" اصولِ فقہ میں کتاب ہے اور اس پر یہ تائید پیش کی کہ کشف الظنون کے مطابق "التبصرہ" امام شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ) کی اصولِ فقہ پر کتاب ہے۔ اور کتاب الکافی ابن حاجب کی اصولِ فقہ میں مختصر ابن حاجب کی شرح ہے۔ [8]

---

[1] ابوالقاسم محمد بن احمد بن جزی الکلبی الغرناطی (۱۲۹۴ء/۱۳۴۰ء)۔ اندلس میں وفات پائی۔

[2] ایضاح المکنون ۳/۳۱۴، الدیباج۔ ص ۳۸۸ (۵۲۲)، الفتح المبین ۲/۱۴۸

[3] قاضی ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن احمد بن ہلال الزرعی الدمشقی متوفی ۱۳۴۰ء۔ دمشق میں وفات پائی۔

[4] معجم الاصولیین ۱/۳۶ (۶)

[5] رکن الدین شافع بن عمر بن اسماعیل الجیلی البغدادی متوفی ۱۳۴۰ء۔ دمشق میں وفات پائی۔

[5] ہدیۃ العارفین ۱/۴۱۴، معجم الاصولیین ۲/۱۳۳ (۳۶۸)

[6] عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن علی بن سلمون الکنانی الغرناطی (۱۲۷۵ء/۱۳۴۰ء)

[7] الفتح المبین ۲/۱۴۷

[8] ابواسحاق، ابراہیم محمد بن ابراہیم بن ابوالقاسم القیسی السفاقی (۱۲۹۷ء/۱۳۷۱ء)۔ حلف میں وفات پائی۔

ابراہیم السفاقسی مالکی (تقریباً ۶۹۷ھ۔۷۴۲ھ) [1]

بجایہ سے حرمین شریفین، قاہرہ اور دمشق کے علمی سفر کیے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح مختصر ابن الحاجب، المراغی نے ان کا نام محمد بن محمد ابراہیم (متوفی ۷۴۴ھ) بتایا ہے۔ اور شرح مختصر ابن الحاجب الأصلي في الاصول کتاب کا ذکر کیا اور کشف الظنون میں اس طرح ہے :

"الشرح المختصر لمحمد بن احمد، اخو العرب، السفاقسي (متوفى ۷۴۴ھ)".

بقول مظہر بقا یہ کتاب بریلی میں ۵۰۴ فاتح ۱۳۶۲ میں موجود ہے اور آخر الذکر دونوں میں ان کا نام محمد بن محمود بن احمد بتایا گیا ہے۔ جبکہ ہدیۃ العارفین میں محمد بن محمد بن ابراہیم متوفی ۷۴۴ھ مذکور ہے۔ (واللہ اعلم) [2]

برہان الدین العبری شافعی (متوفی ۷۴۳ھ) [3]

ابتداءً حنفي المذهب تھے، پھر شافعی مسلک اختیار کیا۔ دونوں مذاہب پر کتب تالیف کیں۔ تبریز میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ قاضی بیضاوی کی مختلف فنون پر کتب کی شروح لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح المنهاج للبيضاوي في الاصول تالیف کی[4]۔ یہ منہاج کی احسن و انفع شروح میں سے ایک ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"الحمد لله الذى اعلى معالم الاسلام وبين لطرق المعاش والمعاد قوانين الشرع والاحكام".[5]

العبری کی شرح پر حاشیہ :

قاضی محمد بن ابی بکر ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[6]

تاج الدین ابن الترکمانی (متوفی ۶۸۱ھ۔۷۴۴ھ) [7]

فقیہ، اصولی، نحوی، ادیب، منطقی، فلکی اور متکلم تھے۔ اپنے والد اور بھائی سے تفقہ حاصل کیا۔ یہ دونوں اپنے زمانے کے عظیم امام تھے۔ بہت سے علوم وفنون میں کمال حاصل تھا۔ فقہ و اصول الدین، حدیث، لغت عربیہ، عروض، منطق اور ہیئت میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ تدریس و افتاء میں مشغول رہے۔ قائم مقام قاضی بھی رہے آپ کی تصانیف کی تعداد سترہ (۱۷) تک بتائی جاتی ہے۔[8]

---

1. ابو اسحاق، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن ابو القاسم القیسی السفاقی (۱۲۹۷ء۔۱۳۴۱ء) حلب میں وفات پائی
2. ہدیۃ العارفین ۱۵۱/۶، الفتح المبین ۱۵۱/۲، معجم الاصولیین ۵۱/۱ (۲۵)
3. برہان الدین عبید اللہ بن محمد الہاشم الحسینی الفرغانی الشریف العبری متوفی ۱۳۴۲ء، تبریز میں وفات پائی
4. ہدیۃ العارفین ۳۳۹/۵، الفتح المبین ۱۳۹/۲ — 5. کشف الظنون ۱۸۷۹/۲ — 6. کشف الظنون ۱۸۸۰/۲
7. تاج الدین، احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان المارودینی الاصل، ابن ترکمانی (۱۲۸۲ء۔۱۳۴۳ء)، قاہرہ میں ولادت و وفات ہوئی
8. کشف الظنون ۱۶۱۵/۲، اس میں ان کا نام احمد بن عثمان بن صبیح مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۱۰۹/۵، الطبقات السنیۃ ۳۴۹/۱۔۳۵۱، الجواہر المضیۃ ۱۷۷، الفوائد البہیۃ ص ۲۵، معجم الاصولیین ۱۵۹/۱۔۱۶۰ (۱۱۲)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تعلیقه علی المحصول : " لفخر الدین للرازی " [1]

۲۔ تعلیقه علی التبیین [2] الاخسیکثی حنفی (متوفی ۶۴۴ھ) کی "المنتخب فی اصول الفقه" کی قوام الدین امیر کاتب نے "التبیین" کے نام سے شرح لکھی۔ اور اس شرح پر انہوں نے تعلیقہ لکھا۔

۳۔ تعلیقه علی المنتخب فی اصول المذهب [3]

۴۔ شرح مختصر الباجی فی الاصول ، یہ المحصول کا مختصر ہے [4]

۵۔ تعلیقه علی المحصل للامام فخر الدین رازی [5]

دراصل شارح "مختصر الباجی" علاء الدین الباجی، علی بن محمد بن خطاب المغربی مصری شافعی (متوفی ۷۱۴ھ) نے امام رازی کی المحصول کا "غایة السول" کے نام سے اختصار لکھا اور اس کو چودہ انواع پر مرتب کیا تھا۔ تاج الدین ابن الترکمانی نے اس کی شرح لکھی۔ [6]

الخلخالی شافعی (متوفی ۷۴۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منتهى السول والامل فی علمی الاصول و الجدل لابن الحاجب" تالیف کی۔ [7]

علاء الدین القدسی حنفی (متوفی ۷۴۶ھ) [8]

فقیہ و اصولی تھے۔ فقہ، اصول حدیث میں خاص طور سے گہری نظر رکھتے تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم اپنے زمانے کے جید علماء سے حاصل کی۔ قدس میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : جلال الدین عمر بن محمد الخبازی حنفی (متوفی ۶۷۱ھ) کی اصول فقہ میں کتاب "المغنی" کی شرح لکھی۔ [9]

فخر الدین الجاربردی شافعی (متوفی ۷۴۶ھ) [10]

فقیہ، اصولی، مفسر اور نحوی تھے۔ صاحب "المنهاج"، قاضی ناصر الدین بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) سے علم حاصل کیا جبکہ نور الدین اردبیلی شافعی (متوفی ۷۴۹ھ) شارح "منهاج الاصول" ان کے شاگرد تھے۔ کئی مشہور کتابوں کی شروح و حواشی لکھے۔

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، طبقات السنیہ ۱/۹، ۳۰، ۳۵۱ (۲۳۰) [2] کشف الظنون ۲/۱۸۳۹، طبقات السنیہ ۱/۳۳۹، ۳۵۱ (۲۳۰)

[3] طبقات السنیہ ۱/۳۳۹، ۳۵۱ (۲۳۰) [4] کشف الظنون ۲/۱۸۳۹ [5] تاج التراجم ص ۱۳ (۳۰) الفتح المبین ۲/۱۵۰

[6] الفتح المبین ۲/۱۱۳ [7] شمس الدین محمد بن المظفر الخطیب الخلخالی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۵۳

[8] علاء الدین علی بن منصور بن ناصر القدسی متوفی ۱۳۳۵ء قدس میں وفات پائی

[9] کشف الظنون ۲/۱۷۳۹، ہدیۃ العارفین ۵/۷۱۹، الفتح المبین ۱۵۳۲

[10] ابو المکارم، فخر الدین، احمد بن الحسن بن یوسف الجاربردی التبریزی متوفی ۱۳۳۵ء، تبریز میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ السراج الوهاج : یہ قاضی بیضاوی کی "المنهاج" کی شرح ہے۔اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "الحمد لله الذی خلق الارض والسماوات" الخ محمد مظہر بقانے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔

حاشیہ علی السراج الوهاج : محمد بن ابی بکر ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے السراج الوهاج پر حاشیہ لکھا۔

۲۔ شرح اصول البزدوی [1]

تاج الدین الاردبیلی شافعی (۶۶۷ھ۔۷۴۶ھ) [2]

فقیہ، اصولی، نحوی اور ریاضی تھے۔ بغداد، حرمین شریفین اور مصر کے علمی سفر کئے، علم کی مختلف انواع، مثلاً تفسیر، اصول وحساب میں کتب وتالیف کیں۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ [3]

صدر الشریعہ الاصغر حنفی (متوفی ۷۴۷ھ) [4]

فقیہ، اصولی، جدلی، محدث، مفسر، لغوی، ادیب، مناظر، متکلم اور منطقی تھے۔ علمی گھرانے میں آنکھ کھولی، تاج الشریعہ محمود سے تعلیم حاصل کی، اپنے دادا کی کتاب "الوقایہ" کی ایک عمدہ شرح لکھی اور پھر اس کا "النقایہ" کے نام سے اختصار لکھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التنقیح (متن) ۲۔ التوضیح فی حل غوامض التنقیح [5]

کتاب "التنقیح والتوضیح" کا تحقیقی تجزیہ :

التنقیح متن ہے اور التوضیح اس متن کی شرح ہے اور یہ کتاب لغت عربیہ، علم المعانی، بیان اور منطق کی نکات پر بھی مشتمل ہے۔ مقدمہ قواعد اصولیہ کے بیان میں ہے : اس میں خاص عام، مطلق، مقید، حقیقت ومجاز، حروف معانی، مشکل، مجمل، متشابہ شامل ہیں اور لفظ کی دلالت، صریح، کنایہ اور معتزلہ کے نزدیک حسن وقبح پر بحث، کتاب، سنت، ناسخ اور قیاس اور ان کے متعلقات اور ادلہ اصولیہ سے متعلق ابحاث بھی شامل ہیں۔ جس بات نے انہیں اس کتاب کے لکھنے کی طرف راغب کیا، اس کو ان کلمات کے ساتھ اپنی کتاب "التنقیح و التوضیح" میں بیان فرماتے ہیں :

۱۔ کشف الظنون ۱/۱۱۲ ، ۲/۱۸۷۹، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۰۸، اس میں تاریخ وفات ۷۳۲ھ بھی مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲، الفتح المبین ۲/۱۵۲، معجم الاصولیین ۱/ ۱۰۸۔۱۰۹ (۷۴)

۲۔ تاج الدین علی بن عبداللہ بن ابوالحسن الاردبیلی التبریزی (۱۲۶۸ء۔۱۳۳۵ء) قاہرہ میں وفات ہوئی

۳۔ الفتح المبین ۲/۱۵۴

۴۔ صدر الشریعہ الاصغر عبیداللہ بن مسعود تاج الشریعہ متوفی ۱۳۴۶ء بخاری میں وفات پائی

۵۔ تاج التراجم ص ۳۰ (۱۱۸)، الفتح المبین ۲/ ۱۵۵

" لما رایت فحول العلماء مکبین فی کل عهد و زمان علی مباحثة اصول الفقه .... لشیخ الامام مقتدی الائمة العظام فخر الاسلام علی البزدوی بوأه الله تعالیٰ دار السلام وهو کتاب جلیل الشان باهر البرهان مرکوز کنوز معانیه فی صخور عباراته ومرموز غوامض نکته دقائق اشاراته ووجدت بعضهم طاعنین ظواهر الفاظه لقصور نظر هم عن مواقع الحاظه ای لا یدر کون بامکان النظر مایدر که هو بلحاظ عینه غیر أن ینظر الیه قصدا اردت تنقیحه و تنظیمه وحاولت ای طلبت تبیین مراده وتفهیمه علی قواعد المعقول تاسیسه وتقسیمه موارد فیه زبدة مباحث الاصول واصول الامام المدقق جمال العرب ابن الحاجب مع تحقیقات بدیعة وتدقیقات غامضة منیعة تخلو الکتب عنها سالکا فیه مسلک الضبط والایجاز متشبثا باهداب السحر متمسکا بعروة الاعجاز .... " [1]

(جب میں نے ہر زمانے میں بڑے بڑے علماء کو مباحث اصول فقہ میں منہ کے بل گرتے دیکھا جو شیخ الامام مقتدی الائمہ العظام فخرالاسلام کی البزدوی پر تھیں۔ اللہ ان کا ٹھکانہ دارالسلام میں بنائے اور وہ کتاب عظیم الشان واضح دلائل سے پُر ہے، اس کی عبارتوں کی چٹانوں میں معانی کے خزانوں کا مرکز ہے اور باریک نکات و دقیق اشارات ہیں اور میں نے بعض معترضین کو اس کتاب کے ظاہری الفاظ میں ان کی کوتاہ بینی کی وجہ سے اعتراض کرتے دیکھا جو اس لئے تھا کہ ان کی نگاہ گہرائی تک نہ پہنچ سکی۔ میں نے چاہا کہ اس کی تنقیح و تنظیم کروں اور میں نے مصنف کی مراد کی توضیح میں بھرپور کوشش کی میری یہ کتاب ابن حاجب وغیرہ کی کتاب سے ماخوذ ہوگی اس میں تحقیقات بدیعہ اور تدقیقات غامضہ وغیرہ ہوں گی اور اس کو میں نہایت ضبط و ایجاز کے ساتھ لکھوں گا، اس حال کہ میں جادو کی جھالر لگانے والا ہوں گا۔ یعنی اپنی کتاب کو ایسا لکھوں گا جو سحر و اعجاز اور فصاحت و بلاغت میں دوسرے لوگوں کی کتابوں سے ممتاز ہوگی)

اور اسی طرح اپنے اسلوب کو یوں بیان فرمایا:

" لما وفقنی الله بتالیف تنقیح الاصول اردت أن اشرح مشکلاته وافتح مغلقاته معرضا عن شرح المواضع التی من لم یحلها بغیر اطناب لا یحل له النظر فی ذلک الکتاب .... ثم لماتیسر اتمامه وفض بالاختتام ختامه مشتملا علی تعریفات وحجج مؤسسة علی قواعد المعقول وتفریعات مرصصة بعد ضبط الاصول وترتیب انیق لم یسبقنی علی مثله احد مع تدقیقات غامضة لم یبلغ فرسان هذا العلم الی هذا الامد سمیت هذا الکتاب بالتوضیح فی حل غوامض التنقیح " [2]

(جب اللہ نے تنقیح الاصول کی تالیف کی توفیق بخشی تو میں نے چاہا کہ اس کے مشکل مقامات کی تشریح کروں اور اس کے بند امور کو کھول دوں۔ ان مقامات سے اجتناب کرتے ہوئے جہاں اطناب کے بغیر چارہ نہیں، اس کتاب میں اس پر غور کی جگہ نہیں .... پھر جب اللہ نے اس کی تکمیل آسان فرمادی جو تعریفات اور اس کے ہر جز کی تشریح پر مشتمل ہے اور اس کے دلائل منطقی طریقے پر مرتب ہیں اور اس کی تفریعات اصول منضبط کرنے کے بعد جڑ دی گئی ہیں اور اس کتاب کی ترتیب اچھی خوبصورت اور تعجب میں ڈالنے والی ہے، جس کی مثل مجھ سے قبل کسی نے پیش نہیں کی اور یہ ایسے دقیق نکات پر مشتمل ہے کہ اس علم میں اس زمانے تک سوائے میرے کوئی قادر نہیں ہو سکا۔ میں نے اس کتاب کا نام "التوضیح فی حل غوامض التنقیح" رکھا)

---

[1] التنقیح والتوضیح ص ۱۵۔۱۸، انور محمد اصح المطابع کراچی [2] حوالہ سابق ص ۶۔۸

التنقیح ،والتوضیح والتلویح کا تحقیقی تجزیہ :

التنقیح والتوضیح اورمقدمات اربعہ من التوضیح پر شروح،حواشی وتعلیقات :

ا۔ سید عبداللہ ابن محمد الحسینی معروف نقرہ کار متوفی ۷۵۰ھ تقریباً۔ التنقیح کی شرح تالیف کی۔

نقرہ کار کی شرح پرحاشیہ :

زین العابدین قاسم ابن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[۱]

۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی شافعی (متوفی ۷۹۲ھ) نے "التلویح فی کشف حقائق التنقیح " کے نام سے التنقیح کی شرح لکھی ،۷۵۸ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔اس پر کثرت سے حواشی وتعلیقات وغیرہ لکھے گئے۔ان سب کو بعد میں ایک ساتھ بیان کیا جائے گا۔[۲]

۳۔ سید شریف علی بن محمد الجرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) نے مقدمات اربعہ من التوضیح پر تعلیقہ لکھا۔[۳]

۴۔ عبدالقادر بن ابی القاسم بن احمد محی الدین الانصاری السعدی العبادی مالکی (متوفی ۸۲۰ھ یا ۸۸۰ھ)، ہدیۃ العارفین کی عبارت ہے : "حاشیه علی التوضیح شرح التنقیح فی الاصول "۔[۴]

۵۔ محمد بن قاسم بن عمر قطلوبغا الترکی الاصل المصری سیف الدین البکتر می حنفی (متوفی ۸۸۱ھ)،انہوں نے حاشیه علی التوضیح اور شرح التنقیح تالیف کیا۔[۵]

۶۔ احمد السیواسی حنفی (متوفی ۸۰۰ھ) ہدیۃ العارفین کے مطابق انہوں نے الترجیح شرح التنقیح تالیف کیا۔[۶]

۷۔ حسن بن عبدالصمد السامسونی حنفی (متوفی ۸۹۱ھ تقریباً) ، انہوں نے حاشیه علی المقدمات الاربع تالیف کیا۔ کشف الظنون کے مطابق تعلیقه علی المقدمات الاربع من التوضیح تالیف کیا۔ہدیۃ العارفین میں یہ الفاظ ہیں کہ انہوں نے تعلیقه علی مقدمات التوضیح فی الاصول اور حواشی علی المقدمات الاربع لصدر الشریعه تالیف کئے۔[۷]

مظہر بقا کی تحقیق کے مطابق ہدیۃ العارفین میں مذکور یہ وہی حاشیہ ہے جسے صاحب کشف الظنون نے تعلیقہ سے تعبیر کیا ہے۔[۸]

۸۔ لطف اللہ بن حسن التوقانی (المقتول سنہ ۹۰۰ھ) نے تعلیقه علی مقدمات الاربعه من التوضیح تالیف کیا۔[۹]

۹۔ مولی عبدالکریم بن عبداللہ رومی حنفی (متوفی ۹۰۰ھ تقریباً) نے تعلیقه علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔[۱۰]

۱۔ کشف الظنون ۱/۳۹۹ ۲۔ کشف الظنون ۱/۳۹۶ ۳۔ کشف الظنون ۱/۳۹۸

۴۔ کشف الظنون ۱/۳۹۹، ہدیۃ العارفین ۵/۵۹۷، اس میں تاریخ وفات ۸۲۰ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/۲۲۳ (۳۵۴)

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۰ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۱/۱۱۷ ۷۔ کشف الظنون ۱/۳۹۹، ہدیۃ العارفین ۱۵/۲۸۸

۸۔ معجم الاصولیین ۲/۳۴۔۳۵ (۲۷۵) ۹۔ کشف الظنون ۱/۳۹۹

۱۰۔ کشف الظنون ۱/۳۹۹، ہدیۃ العارفین ۵/۶۱۱، اس میں تاریخ وفات ۸۷۳ھ مذکور ہے

۱۰۔ خطیب زادہ محمد محی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن خطیب حنفی (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول تالیف کیا۔ انہوں نے دو تعلیقات صغریٰ و کبریٰ تالیف کئے تھے۔[۱]

۱۱۔ مولی مصلح الدین مصطفیٰ القسطلانی (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقات علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔[۲]

۱۲۔ علاء الدین علی عربی (الحلبی) (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔[۳]

۱۳۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن اوحد الدین الیار حصاری رومی حنفی (متوفی ۹۱۱ھ) نے حاشیہ علی التوضیح تالیف کیا۔[۴]

۱۴۔ مولی محمد بن الحاج حسن (متوفی ۹۱۱ھ) نے "تعلیقات الاربعہ من التوضیح" تالیف کئے۔[۵]

۱۵۔ متعلقات متن التنقیح : شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰ھ) نے تغییر التنقیح تالیف کی اور ۹۳۱ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

کتاب "تغییر التنقیح" کی شروح :

۱۔ ایک تو صاحب تغییر التنقیح نے خود اس کی شرح لکھی۔[۶]

۲۔ حسن بن طورخان بن داؤد بن یعقوب الاقحصاری کافی البسنوی (متوفی ۱۰۲۵ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی۔[۷]

"شرح التغییر" پر تعلیقہ :

ابن کمال پاشا صاحب تغییر التنقیح کی شرح پر مولی صالح بن التوقیعی نے تعلیقہ لکھا۔[۸]

۱۶۔ محمد ابن الواعظ محمد الانطاکی البرسوی رومی عرب زادہ حنفی (متوفی ۹۶۷ھ) نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔[۹]

۱۷۔ مصطفیٰ بن محمد علی بستان آفندی حنفی (متوفی ۹۷۷ھ) نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔[۱۰]

۱۸۔ مصطفیٰ چلپی حنفی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے حواشی علی صدر الشریعہ تالیف کئے۔[۱۱]

۱۹۔ مصطفیٰ بن حسام الدین حسین بن محمد بن حسام الدین البرسوی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ) معروف بہ حسام زادہ نے حاشیہ علی صدر اشریعہ تالیف کیا۔[۱۲]

۲۰۔ عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۸۰ھ) نے شرح التنقیح تالیف کی۔[۱۳]

۲۱۔ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی السوسی (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے حاشیہ علی التوضیح لکھا۔[۱۴]

۱۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸، ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۸ ۲۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹

۳۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۳۳ ۵۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸۔۴۹۹

۶۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، الفوائد البہیہ ص ۲۱۔۲۲، الطبقات السنیہ ۱/۳۱۱ (۱۱۹)، الفتح المبین ۳/۷۱۔۷۲، معجم الاصولیین ۱/۱۲۵ (۸۹)

۷۔ معجم الاصولیین ۲/۳۳ (۲۷۴) ۸۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، ہدیۃ العارفین ۵/۴۲۳

۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۷ ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۷ ۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۹

۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۹ ۱۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۷۸ ۱۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۷

۲۲۔ عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی الرومی الصوفی معروف بہ اتیازاری (متوفی ۱۱۰۲ھ) نے شرح التنقیح فی الاصول تالیف کی۔[1]

۲۳۔ ابوالنافع احمد بن محمد بن اسحاق القازی رومی القازی آبادی حنفی (متوفی ۱۱۶۲ھ) نے حاشیۃ الاصول و غاشیۃ الفصول (شرح مقدمات الاربع لصدر الشریعہ) تالیف کیا۔[2]

۲۴۔ اسماعیل بن محمد بن مصطفیٰ القونوی حنفی (متوفی ۱۱۹۵ھ) نے حاشیۃ علی المقدمات الاربع لصدر الشریعۃ تالیف کیا۔[3]

۲۵۔ امین اللہ بن احمد لکھنوی حنفی متوفی ۱۳۵۲ھ نے حاشیہ علی التوضیح والتلویح تالیف کیا۔[4]

صدر الشریعہ پر تعلیقہ:

محمد بن عبدالجبار القرہ عبدالجبار زادہ (متوفی ۱۰۲۳ھ) نے تعلیقہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔[5]

التوضیح کی شرح التلویح کا تحقیقی تجزیہ:

التلویح پر حواشی و تعلیقات: سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی شافعی (متوفی ۷۹۲ھ) کی شرح کو خاص شہرت حاصل ہوئی اور اس پر کثرت سے علماء نے اپنی تحقیقات پیش کیں۔ یہ کتاب حل غوامض، تنقیح اور مغلقات کی توضیح میں بے نظیر کتاب ہے۔ اپنی استطاعت کے مطابق اس پر لکھے جانے والے حواشی و تعلقات کو ذیل میں درج کر رہے ہیں:

۱۔ برھان الدین احمد الارزنجانی (متوفی ۸۰۰ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا اور اس کا نام الترجیح رکھا۔[6]

۲۔ قاضی برھان الدین احمد بن عبداللہ السیواسی (متوفی ۸۰۰ھ مقتول) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا اور اس کا نام الترجیح رکھا۔ ہدیۃ العارفین کے مطابق الترجیح شرح التنقیح ہے اور کشف الظنون کے مطابق یہ تلویح پر حاشیہ ہے۔[7]

۳۔ سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی (متوفی ۸۱۶ھ) نے حاشیہ لکھا۔[8]

۴۔ علاء الدین علی بن محمود بن محمد (متوفی ۸۷۱ھ یا ۸۷۵ھ) مشہور بہ شاہرودی مصنفک نے حاشیہ لکھا اور انہوں نے ۸۳۵ھ میں اس حاشیہ کی تالیف سے فراغت پائی۔[9]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۶۵۷/۵ [2] معجم الاصولیین ۲۰۲/۱۔۲۰۳(۱۵۱) [3] معجم الاصولیین ۱۷۰/۱۔۱۷۱(۲۱۵)

[4] نزہۃ الخواطر ۸۵/۷، معجم الاصولیین ۲۸۸/۱(۲۳۱) [5] ہدیۃ العارفین ۲۷۰/۶

[6] الشقائق النعمانیہ ص ۳۲، معجم الاصولیین ۶۷/۱(۳۹)، اس میں بحوالہ کشف الظنون ۴۴۴ مذکور ہے، مگر یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا

[7] کشف الظنون ۳۹/۱، ہدیۃ العارفین ۱۱۷/۵، الطبقات السنیہ ۳۴۲/۱۔۳۴۴، معجم الاصولیین ۱۵۲/۱(۱۰۵)

[8] کشف الظنون ۴۹۷/۱، ہدیۃ العارفین ۷۲۸/۵

[9] کشف الظنون ۴۹۷/۱، تاریخ وفات ۸۷۱ھ مذکور ہے، ہدیۃ العارفین ۷۳۵/۵، الفتح المبین ۳۵/۳۔۳۶

۵۔ علاء الدین علی بن محمد القوشی (متوفی ۸۷۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔[۱]

۶۔ محمد ابن فرامرز (متوفی ۸۸۵ھ) مشہور بہ ملا خسرو نے حاشیہ لکھا۔[۲]

۷۔ محقق حسن چلپی بن محمد بن حمزہ (متوفی ۸۸۶ھ) مشہور بہ فناری نے حاشیہ لکھا۔

حسن چلپی کے حاشیہ پر تعلیقہ: اس پر معمارزادہ مصطفیٰ بن محمد متوفی (۹۶۸ھ) نے تعلیقہ لکھا۔[۳]

۸۔ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی (متوفی ۸۸۶ تقریباً) نے حواش علی التلویح تالیف کئے۔[۴]

۹۔ علاء الدین علی الطوسی (متوفی ۸۸۷ھ) نے حاشیہ لکھا۔[۵]

۱۰۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن یوسف (بن صالح) (متوفی ۸۹۳ھ) مشہور بہ خواجہ زادہ نے حاشیہ تالیف کیا۔[۶]

۱۱۔ عبدالکریم بن عبداللہ رومی حنفی (متوفی ۹۰۰ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔ کشف الظنون کے مطابق تعلیقه علی التلویح تالیف کیا۔[۷]

۱۲۔ عثمان بن عبداللہ نظام الدین الخطائی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ) مشہور بہ مولانا زادہ نے حاشیہ تالیف کیا۔[۸]

۱۳۔ محمد بن صفی الدین عبدالرحمن بن محمد بن عبدالسلام الایجی شافعی الصفوی شیرازی (متوفی ۹۰۶ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[۹]

۱۴۔ سیف الدین احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی الہروی (متوفی ۹۱۶ھ) نے حاشیہ لکھا۔[۱۱]

۱۵۔ شیخ محی الدین محمد بن حسن ساسونی (متوفی ۹۱۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔[۱۲]

۱۶ قوام الدین یوسف بن حسن الحسینی شیرازی حنفی (متوفی ۹۲۲ھ) نے حاشیه علی التلویح تالیف کیا۔[۱۳]

۱۷۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے حاشیہ کیا۔[۱۳]

۱۸۔ محی الدین محمد بن محمد بن محمد البردعی التبریزی رومی حنفی (متوفی ۹۲۷ھ) نے حاشیہ تالیف کیا۔[۱۴]

۱۹۔ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (متوفی ۹۴۰ھ) معروف بہ ابن کمال پاشا نے حواشی علی اوائل التلویح تالیف کئے۔[۱۵]

---

۱ کشف الظنون ۱/۴۹۷ ۲ کشف الظنون ۱/۴۹۷، ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۱، الفتح المبین ۳/۵۱، ۵۲
۳ کشف الظنون ۱/۴۹۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۸، الفتح المبین ۳-۵۵، معجم الاصولیین ۲/۵۶-۵۷ (۲۹۱)
۴ معجم الاصولیین ۱/۲۳۲-۲۳۳ (۱۸۵) ۵ کشف الظنون ۱/۴۹۷
۶ کشف الظنون ۱/۴۹۷، ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۳ ۷ الفوائد البہیہ ص ۱۰۱، کشف الظنون ۱/۴۹۷
۸ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۶ ۹ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۳ ۱۰ معجم الاصولیین ۱/۲۳۵-۲۳۶ (۱۸۸)
۱۱ کشف الظنون ۱/۴۹۷ ۱۲ ہدیۃ العارفین ۶/۵۶۹
۱۳ الفتح المبین ۳/۶۸-۶۹، معجم الاصولیین ۱/۱۰۷-۱۰۹ (۳۳۵) ۱۴ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۹، کشف الظنون ۱/۴۹۷
۱۵ الفوائد البہیہ ۲۱-۲۲، الطبقات السنیہ ۱/۳۲۱ (۱۱۹)، الفتح المبین ۳/۷۱-۷۲، معجم الاصولیین ۱/۱۲۵ (۸۹)

۲۰۔ احمد بن عبداللہ القریمی (متوفی ۹۴۳ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔[1]

۲۱۔ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ الاسفرئینی (متوفی ۹۴۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[2]

۲۲۔ شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن شعبان معروف بہ السروری (متوفی ۹۶۹ھ) نے حاشیہ تالیف کیا۔[3]

۲۳۔ عوض بن عبداللہ العلائیہ وی حنفی (متوفی ۹۹۴ھ) نے حاشیہ لکھا۔[4]

۲۴۔ احمد بن رُوح اللہ بن ناصر الدین بن غیاث الدین بن سراج الدین انصاری الجابری رومی (متوفی ۱۰۰۸ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔[5]

۲۵۔ ملا احمد شمس الدین قرہ باغی (متوفی ۱۰۰۹ھ) نے حاشیہ التلویح لکھا۔[6]

۲۶۔ ابن ظہیرہ علی بن جار اللہ بن محمد بن ابوالیمنی ابن ابی بکر بن علی بن ابوالبرکات حنفی (متوفی ۱۰۱۰ھ) نے حاشیہ علی شرح التوضیح لکھا۔[7]

۲۷۔ مصطفیٰ بن حسام الدین حسین بن محمد حسام الدین لبرسوی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ) معروف بہ حسام زادہ نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[8]

۲۸۔ یاسین بن زین الدین ابوبکر بن محمد شیخ علیم الحمصی العلیمی شافعی (متوفی ۱۰۶۱ھ) نے حاشیہ علی شرح التوضیح لکھا۔[9]

۲۹۔ عبدالحکیم بن شمس الدین محمد ملک العلی سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے حاشیہ علی التلویح علی المقدمات الاربع تالیف کئے۔[10]

۳۰۔ محمد بن عبداللہ الموصلی حنفی (متوفی ۱۰۸۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[11]

۳۱۔ عبدالقادر بن احمد بن علی میمی البصری حنفی (متوفی ۱۰۸۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[12](ح)

۳۲۔ عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی رومی الصوفی (متوفی ۱۱۰۲ھ) معروف بہ اتیازاری نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔[13]

۳۳۔ جمال الدین بن رکن الدین العمری چشتی گجراتی (متوفی ۱۱۲۴ھ) نے حاشیہ التلویح تالیف کیا۔[14]

۱۔ الطبقات السنیہ ۱/۳۳۹۔۳۴۱، الفوائد البہیہ ص ۲۹
۲۔ معجم الاصولیین ۱/۶۰(۳۲)
۳۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷
۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۸۰۳
۵۔ الطبقات السنیہ ۱/۳۰۵۔۳۰۶(۱۹۳)
۶۔ معجم الاصولیین ۱۱/۷۰(۳۳)
۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۵۱
۸۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۹
۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۱۲
۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۴، الفتح المبین ۳/۹۸، معجم الاصولیین ۳/۱۶۴(۳۹۹)
۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۶
۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۰۲، معجم الاصولیین ۲/۲۲۱(۳۵۳)
۱۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۷
۱۴۔ ہدیۃ العارفین ۲/۳۰(۳۳۹)، نزہۃ الخواطر ۶/۵۸(۱۲۰)

۳۴۔ احمد بن محمد بن حسین بن احمد الکوا کبی حنفی (متوفی ۱۱۴۲ھ) نے تحریرات علی التلویح تالیف کئے۔[1]

۳۵۔ امان اللہ بن نور اللہ بن الحسین بنارسی ہندی حنفی (متوفی ۱۱۳۳ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔[2]

۳۶۔ امین اللہ بن احمد لکھنوی ہندی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔[3]

۳۷۔ نور اللہ احمد بن شیخ محمد صالح احمد آبادی ہندی حنفی (متوفی ۱۱۵۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔[4]

شرح التلویح پر چند مزید حواشی لکھنے والے علماء:

☆ علامہ ابوبکر بن ابی القاسم لیثی سمرقندی (متوفی ند)

☆ الفاضل معین الدین (متوفی ند) نے حاشیہ علی اوائل التلویح تالیف کیا

☆ شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی (متوفی ۹۲۶ھ)

☆ شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ عماد الدین گجراتی (متوفی ۹۹۸ھ)

☆ شیخ نور الدین محمد بن صالح احمد آبادی

☆ علامہ زین الدین ابو العدل قاسم بن قطلو بغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)

☆ شیخ یعقوب بن حسن صرمی کشمیری (متوفی ۱۰۰۳ھ)

☆ مولوی عبد السلام دیوی (متوفی ند)

☆ مصلح الدین مصطفی معروف بہ حسان زادہ (متوفی ند)[5]

التوضیح کی شرح التلویح پر تعلیقات:

۱۔ حضرت شاہ بن عبد الطیف المنتشوی رومی حنفی (متوفی ۸۵۳ھ) نے تعلیقہ علی التلویح تالیف کیا۔[6]

۲۔ شیخ یوسف بالی ابن شیخ یکان (متوفی ۸۹۵ھ) نے تعلیقہ علی اوائل التلویح تالیف کیا۔

۳۔ اسی طرح ان کے صاحبزادے محمد بن یوسف بالی نے بھی تعلیقہ لکھا۔[7]

۴۔ مولی عبد الکریم (متوفی ۹۰۰ھ تقریباً) نے اس کے اوائل پر تعلیقہ لکھا۔[8]

۵۔ مصلح الدین مصطفی بن محمد القسطلانی کستلی حنفی (متوفی ۹۰۲ھ) نے تعلیقہ علی المقدمات الاربعہ من التلویح تالیف کئے۔[9]

---

[1] معجم الاصولیین ۱/۲۰۳-۲۰۴ (۱۵۲)، اس میں بحوالہ سلک الدرر ۱/۱۷۵-۱۸۱ مذکور ہے

[2] ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۷، نزہۃ الخواطر ۶/۳۹ (۸۰)

[3] معجم الاصولیین ۱/۲۸۸ (۲۳۱)، نزہۃ الخواطر ۷/۸۵

[4] ایضاح المکنون ۱۷۳/۸۳

[5] کشف الظنون ۱/۴۹۴، تذکرۃ المصنفین ص ۲۱۵-۲۱۷

[6] ہدیۃ العارفین ۱/۴۳۶، کشف الظنون ۱/۴۹۷

[7] کشف الظنون ۱/۴۹۷، ہدیۃ العارفین ۶/۵۶۲

[8] کشف الظنون ۱/۴۹۷

[9] ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۳

۱۔ محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ بن الحاج حسن البالیکسری (متوفی ۹۱۱ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات التلویح تالیف کئے۔[۱]

۲۔ احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰ھ) نے تعلیقہ علی اوائل التلویح لکھا۔[۲]

۳۔ ابن المعمار مصطفیٰ بن محی الدین محمد رومی حنفی (متوفی ۹۷۱ھ) نے تعلیقہ علی حاشیۃ التلویح تالیف کیا۔[۳]

۴۔ فاضل ابی السعو محمد العمادی (متوفی ۹۸۳ھ) نے "غمرات الملیح" کے نام سے تعلیقہ علی مباحث قصر العام من التلویح تالیف کیا۔[۴]

۵۔ احمد بن محمد شمس الدین بن بدرالدین الا ردنوی قاضی زادہ حنفی (متوفی ۹۸۸ھ) نے تعلیقہ علی التلویح تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین کے الفاظ ہیں کہ انہوں نے تعلیقہ علی التلویح فی کشف حقائق التنقیح تالیف کیا۔[۵]

۶۔ ہدایۃ بن محمد العلائی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۹ھ) نے تعلیقہ علی التلویح لکھا۔[۶]

قوام الدین الکرمانی حنفی (متوفی ۶۶۴ھ۔ ۷۴۸ھ)[۷]

اصولی تھے۔ وہ ۷۳۰ھ میں مصر آئے، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی اور وہیں مقیم ہوگئے۔ شہرت حاصل ہوئی آپ کے شیوخ نے تفوق علمی کی گواہی دی، مصر میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے حاشیہ علی مغنی الخبازی فی اصول الفقہ تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین میں ہے "حاشیہ علی کشف الکشف الذہنی فی شرح المغنی فی الاصول" (یعنی انہوں نے اصول میں المغنی کی شرح الکاشف الذہنی پر حاشیہ لکھا)۔[۸]

نورالدین الاردبیلی شافعی (متوفی ۷۴۹ھ)[۹]

فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ فخر الجاربردی تبریزی، شمس الدین الاصفہانی دمشقی وغیرہ سے استفادہ کیا، مدرسہ ناصریہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : حقائق الاصول شرح منہاج الاصول للبیضاوی[۱۰]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۳۵ ۲۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷

۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۵ ۴۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۵، معجم الاصولیین ۱/۲۳۶۔۲۳۷(۱۷۹)

۶۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸، ہدیۃ العارفین ۶/۵۰۷

۷۔ ابوالفتوح قوام الدین مسعود بن ابراہیم الکرمانی (متوفی ۱۲۶۳ء۔ ۱۳۴۷ء) مصر میں وفات پائی

۸۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۲۹، الفتح المبین ۲/۱۵۶ ۹۔ فرج بن محمد بن احمد ابی الفرج الاردبیلی التبریزی الدمشقی متوفی ۱۳۳۹ء دمشق میں وفات پائی

۱۰۔ ایضاح المکنون ۳/۴۰۸، ہدیۃ العارفین ۵/۸۱۶، الفتح المبین ۲/۱۵۹

قوام الدین الکاکی حنفی (متوفی ۷۴۹ھ) [1]

فقیہ اصولی تھے۔ علاء الدین عبدالعزیز بخاری اور حسام الدین السغناقی سے اخذ علم کیا، قاہرہ میں تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔ [2]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جامع الاسرار شرح المنار فی الاصول

۲۔ بنیان الوصول فی شرح الاصول للبزدوی

شمس الدین الاصفہانی شافعی (متوفی ۶۷۴ھ-۷۴۹ھ) [3]

اصولی، نحوی، ادیب، منطقی اور کاتب تھے۔ اپنے والد سے بھی تعلیم حاصل کی، حرمین شریفین بیت المقدس اور شام کے علماء سے استفادہ کیا۔ دمشق میں تقی الدین نے آپ کے تفوق علمی کو بہت سراہا، کئی مشہور مدارس میں تدریس کی۔ ۷۳۲ھ میں امیر قوصون شیخ مجد الدین الافرائی نے ان کی خدمات میں ایک وفد بھیج کر مصر آنے کی درخواست کی۔ جب آپ مصر تشریف لے آئے تو قوصون نے ان کے لئے قرافہ میں خانقاہ تعمیر کروائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح بدیع النظام لا بن الساعاتی فی الاصول

۲۔ شرح منہاج الوصول فی الاصول

۳۔ شرح منتہی السول والامل لا بن حاجب [4] یہ شرح "بیان المختصر" کے نام سے ہے۔ محمد مظہر بقا نے تین مجلدات میں اس کتاب پر تحقیق پیش کی۔ اس کے مقدمہ میں مذکور ہے کہ یہ ان سات مشہور احسن الشروح میں سے ایک ہے جو "السبع السیارہ" کے نام سے معروف ہیں۔ اس شرح کو علامہ اصفہانی نے خواجہ رشید کے لئے تصنیف کیا تھا۔ یہ کتاب مذکورہ تحقیق کے ساتھ پہلی بار ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء میں جامع اُم القریٰ، مکۃ المکرمہ سے چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔

---

[1] قوام الدین محمد بن محمد بن السنجاری الکاکی متوفی ۱۳۴۸ء۔ قاہرہ میں وفات پائی

[2] الفتح المبین ۱/ ۱۵۷، الفوائد البہیہ ص ۸۶

[3] ابو الثناء شمس الدین محمود بن عبدالرحمن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی الاصفہانی (۱۲۷۵ء-۱۳۴۸ء) اصفہان میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی

[4] ہدیۃ العارفین ۶/ ۴۰۹، الفتح المبین ۲/ ۱۵۸

یحیٰ بن حمزہ المؤید الزیدی (متوفی ۶۶۹ھ۔۷۴۹ھ)

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے "نهاية الوصول الى علم الاصول" تالیف کی۔[1]

محمد بن احمد الترکمانی حنفی (متوفی ۷۵۰ھ)

مفتی ومدرس تھے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : خبازی کی اصول فقہ میں کتاب " المغنی " کی شرح لکھی اور اس کا نام "الكاشف المدني في شرح المغني" رکھا۔[2]

علی بن عثمان، ابن الترکمانی حنفی (متوفی ۶۸۳ھ۔۷۵۰ھ)[3]

فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، فرضی، ریاضی داں، شاعر اور مؤرخ تھے۔ قاہرہ میں تدریس، افتاء اور قضاء کے منصب پر فائز رہے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "المعدن" فی اصول الفقه تالیف کی۔ تاج التراجم میں لکھا ہے : "وله سعدية في اصول الفقه " (اصول فقہ میں ان کی کتاب "سعدیہ" ہے)[4]

ابن قیم الجوزیہ حنبلی (متوفی ۶۹۱ھ۔۷۵۱ھ)[5]

فقیہ، اصولی، محدث، نحوی اور ادیب تھے۔ صفی الہندی اور ابن تیمیہ سے اصول کی تعلیم حاصل کی، مگر ابن تیمیہ سے زیادہ وابستگی اور محبت کی بناء پر ان کے اقوال واحوال میں کثیر مواقع پر ان کی تقلید کی اور ان کے مذہب کی اعانت وحمایت کرتے ہوئے ان کی کتب کو مزید نکھارا اور ان کے علم وافکار کا پرچار کیا۔ آپ کے تلامذہ کی طرح آپ کی تصنیفات کا شمار بھی مشکل ہے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : اصول فقہ میں " اعلام الموقعين عن رب العالمين " تالیف کی جو مشہورِ زمانہ کتاب ہے۔[6]

ابن قیم اپنی اس کتاب میں دورانِ بحث کثرت سے دلائل دیتے ہیں۔ وہ فقہاء کی آراء کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہیں اور ان کی صحت اور عدم صحت کا تجزیہ کرنے کے بعد جسے حق سمجھتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں، بصورتِ دیگر چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اپنے مختار مذہب پر دلائل دینے کے بعد مخالف کی آراء پیش کر کے اس کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ مخالف آراء کی تغلیط وتردید کے بعد مضبوط ومستحکم علمی دلائل سے پیش آمدہ کو ثابت کرتے ہیں۔ نصوص ان کی بحث کا مرکز

---

[1] السید یحیٰ بن حمزہ بن علی بن ابراہیم بن محمد بن ادریس العلوی الیمنی، صنعاء میں ولادت اور حران میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۲۶۔

[2] محمد بن احمد بن ابی بکر، شیخ شمس الدین الترکمانی، طرابلس میں منتقل کیے گئے اور غالباً وہیں انتقال ہوا ہوگا۔ تاج التراجم۔ ص ۵۹۔۶۰ (۱۷۶)

[3] ابن الترکمانی علاء الدین علی بن عثمانی بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان المارد ینی (۱۲۸۴ء/۱۳۴۹ء)

[4] تاج التراجم۔ ص۔ ۴۴ (۱۳۰)، ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۰، الفتح المبین ۲/۱۶۰

[5] ابن قیم جوزیہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد بن حریز الزرعی الدمشقی (۱۲۹۲ء/۱۳۵۰ء) دمشق میں ولادت ووفات ہوئی۔

[6] الفتح المبین ۲/۱۶۱۔۱۶۲

محور ہوتا ہے۔ وہ فقہاء کے افکار و خیالات کا منصفانہ جائزہ لیتے ہیں اور تقلید کی موافقت نہیں کرتے۔ وہ جن اصولوں پر استنباط مسائل کے وقت اعتماد کرتے ہیں وہ یہ ہیں : کتاب وسنت، اجماع، فتاویٰ صحابہ کرام، قیاس، استصحاب الاصل مصالحہ مرسلہ، سد الذرائع۔

جمال الدین الخراطی حنفی (متوفی ۷۵۲ھ۔ بعدہ)[1]

مؤلفات اصولیہ.........انہوں نے "اقتباس الانوار فی شرح المنار للنسفی "تالیف کی اور انہوں نے ۷۵۲ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔[2]

احمد بن حمید الحارثی زیدی (متوفی ۷۵۲ھ بعدہ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "قسطرۃ الوصول الی تحقیق جوھرۃ الاصول "تالیف کی۔ درحقیقت یہ کتاب "جوھرۃ الاصول وتذکرۃ الفحول" کی شرح ہے۔ وہ اس کی تالیف سے ۷۵۲ھ میں فارغ ہوئے تھے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ جامع الکبیر صنعاء میں نمبر ۳۷ اصول فقہ میں موجود ہے۔[4]

زین الدین العجمی حنفی (متوفی ۷۵۳ھ)

فقہ واصول میں ممتاز آئمہ حنفیہ میں شمار ہوتے تھے۔ تدریس، افتاء اور منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح "مختصر المنتھی لابن الحاجب" تالیف کی۔[5]

ابن الفصیح الہمدانی حنفی (۶۸۰ھ۔۷۵۵)[6]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے۔ جامع معقول ومنقول تھے۔ فقہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ مشہد ابوحنیفہ بغداد میں ایک طویل عرصہ تک تدریس کرتے رہے۔ مستنصریہ میں بھی تدریس کی، پھر دمشق تشریف لے آئے، جہاں دمشق کے نائب الامیر نے ان کی عزت افزائی کی۔ آپ کی کتب فقہ، اصول وفرائض پر مشتمل ہیں جن میں اسلاف کی کتابوں کو منظوم کیا گیا ہے۔

مؤلفات اصولیہ : نظم "المنار" فی اصول الفقہ"۔ اس منظوم کتاب میں ۹۰۳ ابیات ہیں۔ اس کا ایک نسخہ مکتبۃ العربیہ، دمشق میں اصول فقہ کی فہرست میں موجود ہے۔[7]

1۔ جمال الدین یوسف بن قوماری العنقری، خراطی 2۔ ہدیۃ العارفین ۲/ ۵۵۷

3۔ احمد بن حمید بن سعید الحارثی زیدی 4۔ معجم الاصولیین ۱/ ۱۱۷ (۸۲)

5۔ زین الدین عضد العجمی متوفی ۱۳۵۲ء، الفوائد البہیہ۔ ص ۷۷۔۷۸، الفتح المبین ۲/ ۱۶۳، معجم الاصولیین ۲/ ۱۱۰ (۳۳۷)

6۔ ابوطالب فخر الدین احمد بن علی بن احمد، ابن فصیح ہمدانی (۱۲۸۱ء/ ۱۳۵۴ء)، دمشق میں وفات پائی۔

7۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۱، تاج التراجم۔ ص ۱۳ (۳۱)، الطبقات السنیہ ۱/ ۳۵۷۔۳۶۰ (۲۳۸)، الفوائد البہیہ۔ ص ۲۶، الفتح المبین ۲/ ۱۶۴، معجم الاصولیین ۱/ ۱۶۷ (۱۱۸)

زین الدین الموصلی شافعی (متوفی ۶۸۱ھ۔۷۵۵ھ)[1]

فقیہ، اصولی، نحوی، مقری، ادیب اور شاعر تھے۔ سید رکن الدین الاسترابادی سے فقہ واصول کی تعلیم حاصل کی۔ دمشق، بغداد اور علمائے حرمین شریفین سے فیض حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول ۲۔ شرح البدیع لا بن الساعاتی فی الاصول[2]

ابن حمید شافعی (متوفی ۷۵۵ھ)

انہوں نے "البرق اللامع فی ضبط الفاظ جمع الجوامع للسبکی" تالیف کی۔[3]

تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۶۸۳ھ۔۷۵۶ھ)[4]

فقیہ، مفسر، حافظ، اصولی، نحوی، مقری، بیانی اور جدلی تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم علاء الباجی سے حاصل کی۔ اسکندریہ، بغداد، دمشق، حرمین شریفین اور قاہرہ کے علمی سفر کئے۔ شام میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول کی کتاب "جمع الجوامع" میں آپ کی اصول پر آراء نقل کی گئی ہیں۔ دراصل یہ ان کے صاحبزادہ تاج الدین السبکی کی تالیف ہے۔[5]

الابهاج فی شرح المنهاج ، اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : " الحمد لله الذى أسس بنيان دينه على ثبت قواعد"۔ شارح تقی الدین مصنف بیضاوی کے قول : " المسالة الرابعة وجوب الشی مالا يتم الا به وكان مقدورًا لواجب ان يتناول كل واحد فهو فرض عين " تک کی شرح لکھ سکے تھے، پھر اس کے بعد شارح کے صاحبزادہ صاحب جمع الجوامع، تاج الدین ابو نصر عبد اباب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ نے اسے مکمل کیا۔ یہ شرح مصر سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب "[6]

عضد الدین الایجی شافعی (۷۰۸ھ۔۷۵۶ھ)[7]

اصولی، منطقی، متکلم وادیب تھے۔ اپنے شہر کے علماء سے تحصیل علم کے بعد مدینہ سلطانیہ چلے گئے اور وہاں کافی عرصہ تک مقیم رہے۔ شیخ شمس الدین الکرمانی، سعد الدین التفتازانی صاحب التلویح آپ کے شاگرد تھے۔ امیر کرمانی نے ان سے کسی مسئلہ پر مناقشہ کرنے کی پاداش میں قید کا حکم سُنایا، اسی قید خانہ میں انتقال فرمایا۔

---

[1] ابوالحسن زین الدین علی بن الحسین بن القاسم بن منصور بن علی الموصلی (۱۲۸۲ء/۱۳۵۴ء)، موصل میں ولادت ووفات ہوئی۔
[2] ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۰، الفتح المبین ۲/۱۶۵
[3] محب الدین ابوالطیب محمد بن علی بن احمد المحلی المصری، ابن حمید، ایضاح المکنون ۳/۱۷۶
[4] ابوالحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ السبکی (۱۲۸۴ء/۱۳۵۵ء) سبک میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی۔
[5] الفتح المبین ۲/۱۶۸۔۱۶۹، الفوائد البہیہ۔ ص ۴۴ [6] ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۰
[7] ابوالفضل عضد الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن عبد الغفار بن احمد الایجی (۱۳۰۸ء/۱۳۵۵ء) فارس میں ولادت ووفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : "شرح مختصر ابن حاجب"، یہ مختصر کی احسن شروح میں سے ایک ہے۔
حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب : سعد الدین تفتازانی حنفی یا شافعی (متوفی ۷۹۱ھ) نے جو عضد الدین کے شاگرد بھی تھے، اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[1]

مجد الدین اسماعیل البالی شافعی (۶۶۲ھ/۷۵۶ھ)[2]

فقیہ، اصولی تھے۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ کم عمری میں ہی فارس میں رئاستہ القضاۃ کا منصب دیا گیا مگر صرف چھ ماہ بعد ہی معزول کئے گئے مگر دوبارہ بحال کر دیئے گئے اور ایک طویل مدت تک مستقل یہ خدمات انجام دیں۔ مذہب رفض قبول نہ کرنے پر اذیت میں مبتلا کئے گئے۔
مؤلفات اصولیہ : شرح مختصر المنتهی لابن الحاجب تالیف کی۔[3]

ابراہیم بن اسحاق المناوی شافعی (متوفی ۷۵۷ھ)[4]

اپنے چچا ضیاء الدین سے تفقہ حاصل کیا۔ ابراہیم مناوی، تاج الدین المناوی کے بھائی اور قاضی القضاۃ صدر الدین کے والد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : حاجی خلیفہ نے کہا : "شرح المعالم فی اصول الفقه للفخر الرازی" اور الدرر الکامنہ میں ہے : " قال شيخنا ابن الملقن شرح المعالم فى الاصول وقرأت عليه قطعة منه "۔[5]

شرف الدین الارموی شافعی (۶۹۱ھ۔۷۵۷ھ)[6]

مذہب شافعی پر تفقہ حاصل کیا، لغت عربیہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی اور اس میں کمال پیدا کیا۔ مشہد الحسینی میں تدریس کی فقہ الشافعیہ کے منصب پر فائز ہوئے، اذکیاء عالم میں سے تھے۔ تاج الدین السبکی نے اپنی طبقات میں ان کی بہت تعریف کی ہے۔
مؤلفات اصولیہ : شرح المعالم فی اصول الفقه[7]

محب الدین القونوی شافعی (۷۱۹ھ/۷۵۸ھ)[8]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے۔ اپنے زمانے کے مشائخ مثلاً الاصبہانی وغیرہ سے علم حاصل کی، صرف ۳۹ سال عمر پائی۔ امام اسنوی نے ان سے متعلق فرمایا :

---

1. ہدیۃ العارفین ۵/ ۵۲۷۔۶/ ۴۲۹، انباء الغمر بانباء العمر ص ۳۸۹۔۳۹۰، الفتح المبین ۲/ ۱۶۶، ۲/ ۲۰۶، معجم الاصولیین ۲/ ۱۷۳ (۶۱۰)
2. ابو ابراہیم مجد الدین قاضی القضاۃ اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل التمیمی الشرازی البالی (۱۲۶۷ء۔۱۳۵۵ء)، فارس میں ولادت و وفات ہوئی۔
3. کشف الظنون ۲/ ۱۸۵۵۔ اس میں ان کا نام مجد الدین اسماعیل بن یحییٰ الرازی اور تاریخ وفات ۷۵۰ھ مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۲۱۲، الفتح المبین ۲/ ۱۶۷، معجم الاصولیین ۱/ ۲۷۳ (۲۱۹)
4. ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم شرف الدین المناوی متوفی ۱۳۵۶ء مصر میں وفات پائی۔
5. کشف الظنون ۲/ ۱۷۲۷، الدرر الکامنہ ۱/ ۱۷ (۲۷)، معجم الاصولیین ۱/ ۲۷ (۷)
6. ابو الحسن شرف الدین علی بن الحسین بن علی بن الحسین بن خلف بن محمد الحسینی الارموی، نقیب الاشرف، ابن قاضی عسکر، (۱۲۹۲ء/ ۱۳۵۶ء) غالباً مصر میں وفات پائی۔
7. ہدیۃ العارفین ۵/ ۲۳، الفتح المبین ۲/ ۱۷۰
8. ابو الثناء محب الدین محمود بن علی بن اسماعیل بن یوسف التبریزی القونوی (۱۳۱۹ء/ ۱۳۵۷ء)۔ مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

" كان محب الدين عالما بالفقه واصوله فاضلا فی العربية متعبدا صحيح الذهن قليل الاختلاط بالناس انتفع به كثيرون وقد اسندت اليه الفتيا والتدريس وكان يعقد درسه بالشريفية وغيرها وتولى مشيخة الخانقاه الدوادارية ".

(محب الدین فقہ واصول کے عالم علم لغتِ عربیہ کے فاضل، عابد، فکرِ سلیم رکھنے والے اور لوگوں سے کم ملنے جلنے والے شخص تھے۔ بہت سے لوگوں نے اُن سے استفادہ کیا، فتاویٰ وتدریس میں سند مانے جاتے، شریفیہ وغیرہ میں تدریس کرتے تھے اور خانقاہ الدواداریہ کے شیخ تھے)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " شرح على مختصر ابن الحاجب فی الاصول " تالیف کی۔[1]

امیر کاتب الاتقانی حنفی (۶۸۵ھ/ ۷۵۸ھ)[2]

اپنے شہر میں علم حاصل کرنے کے بعد دمشق اور مصر تشریف لائے، وہاں تدریس بھی کی، بغداد میں منصب قضا پر فائز کئے گئے۔ امام ذہبی کی وفات کے بعد دار الحدیث الظاہریہ میں مدرس ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے "التبیین" شرح المنتخب للاخسیکثی فی الاصول تالیف کی، وہ اس کی تالیف سے ۷۱۶ھ میں فارغ ہوئے۔ دکتور مظہر بقاء نے مختلف مکتبوں میں اس کے نسخوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ "الشامل" شرح اصول البزدوی دار الکتب مصریہ میں اس کے آٹھ نسخے ۲۰۸، ۲۰۹ نمبر کے تحت موجود ہیں اس میں مؤلف کا خط ناقص ہے۔[3]

ابراہیم الطرسوسی حنفی (۷۲۰ھ۔ ۷۵۸ھ)[4]

فقیہ، اصول، درس وافتا ومناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اپنے والد کے بعد دمشق میں قاضی القضاۃ بنائے گئے۔ شام کے شیخ الحنفیہ تھے، تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : رفع الكلفة عن الاخوان فی ذکر ماقدم فيه القياس على الاستحسان۔[5]

ابو العباس البجائی مالکی (متوفی ۷۶۰ھ بعدہٗ)[6]

اصولی اور مفسر تھے۔ شیوخ مغرب سے علم حاصل کیا، شہرت پائی۔ ابن خلدون ان کے شاگرد تھے۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۶۰، الفتح المبین ۲/ ۱۷۱

۲۔ ابو حنیفہ قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر بن امیر غازی الفارابی الاتقانی (۱۲۸۶ء/ ۱۳۵۷ء) ماوراء النہر میں ولادت ہوئی۔

۳۔ الفوائد البہیہ۔ ص ۵۰۔۵۲، الفتح المبین ۲/ ۱۷۲، معجم الاصولیین ۱/ ۲۸۵۔۲۸۶ (۲۲۸)

۴۔ اسحاق نجم الدین ابراہیم بن علی بن احمد بن عبد الواحد بن عبد المنعم بن عبد الصمد الطرسوسی (۱۳۲۰ء/ ۱۳۵۷ء)، تاج التراجم۔ ص ۴ (۵)

۵۔ الطبقات السنیہ ۱/ ۲۳۶۔۲۲۸، الفوائد البہیہ۔ ص ۱۰، معجم الاصولیین ۱/ ۳۵۔۳۷ (۱۶)

۶۔ ابو العباس احمد بن ادریس البجائی متوفی ۱۳۵۹ء، بعدہ مغرب کے شہر بجایہ سے تعلق تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح علی مختصر المنتھی" لابن الحاجب فی الاصول تالیف کی۔ الدیباج میں اس طرح ہے : ولہ تعلیق علی "بیوع الاجال" من مختصر ابن الحاجب"۔[1]

صلاح الدین العلائی شافعی (۶۹۴ھ/ ۷۶۱ھ)[2]

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب، متکلم تھے۔ حصولِ علم اور علماء سے ملاقات کی غرض سے طویل سفر کیے اور بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا، ان کے شیوخ تعداد سات سو تک پہنچتی ہے۔ حدیث، فرائض واصول وغیرہ میں کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب "تلقیح الفھوم فی تنقیح صیغ العموم" تالیف کی۔ یہ کتاب مکتبہ الازھر، مکتبۃ ریاض العلمیہ اور مکتبہ الجامعہ مدینۃ الاسلامیہ، مدینۃ المنورۃ میں موجود ہے۔

۲۔ تفصیل الاجمال فی تعارض الاقوال والافعال، دارالکتب مصریہ میں ۱۳۵ مجامیع میں موجود ہے۔

۳۔ تحقیق المراد فی ان النھی یقتضی الفساد۔[3]

ابن المفلح حنبلی (۷۰۸ھ۔ ۷۶۳ھ)[4]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ امام المزی، الذہبی وغیرہ سے علم حاصل کیا، قاضی القضاۃ جمال الدین المرادی کے قائم مقام کی حیثیت سے کام کیا۔ ابوالبقاء، السبکی، ابن القیم اور تقی الدین ابن تیمیہ وغیرہ نے ان کی علمی شان ورفعت کا اعتراف کیا ہے۔ کئی علوم پر جامع کتابوں کے مصنف تھے، مثلاً نحو میں المقنع کی شرح لکھی جو تین جلدوں میں ہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ایک عظیم کتاب تالیف کی جو مختصر ابن حاجب کی طرز وطریقہ پر ہے۔[5]

عماد الدین الاسنائی شافعی (متوفی ۷۶۴ھ)[6]

اصول وفقہ واصول الدین، خلاف، جدل، تصوف میں شہرت پائی اور ان فنون میں اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی پھر قاہرہ وشام کے علماء سے استفادہ کیا۔ صاحب فتح المبین نے عماد الدین کے بھائی کی طبقات کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا : "کان فقیھا اماما فی علم الاصلین والخلاف والجدل

۱۔ الدیباج۔ ص ۱۳۸، الفتح المبین ۲/ ۱۷۴، معجم الاصولیین ۱/ ۹۰ (۵۹)

۲۔ ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی بن عبداللہ العلائی دمشقی (۱۲۹۵ء/ ۱۳۵۹ء)، دمشق میں ولادت اور قدس میں وفات پائی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۵۱، الفتح المبین ۲/ ۱۷۵، معجم الاصولیین ۱/ ۹۶۔۹۷ (۳۳۵)

۴۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن مفلح بن محمد بن مفرح المقدسی الصالی الرامینی (۱۳۰۸ء/ ۱۳۶۲ء)، بیت المقدس میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

۵۔ الفتح المبین ۲/ ۱۷۶

۶۔ عماد الدین محمد بن الحسن بن علی بن عمر القرشی الاموی الاسنائی المصری متوفی ۱۳۶۳ء۔ مصر میں وفات پائی۔

وعلم التصوف " (وہ فقیہ تھے، علم اصولیین، خلاف، جدل و علم التصوف میں امام تھے) قاہرہ میں قائم مقام قاضی رہے۔ مختلف موضوعات پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : قاضی بیضاوی کی المنہاج کی شرح لکھی جسے بعد میں ان کے بھائی نے مکمل کیا۔[1]

عبدالوہاب المراغی الاخمیمی شافعی (۷۰۰ھ/۷۴۶ھ)[2]

اصولی و متکلم تھے۔ قاہرہ میں شیخ تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۷۵۶ھ)، شارح المنہاج وغیرہ سے حصولِ علم کے بعد شام جا کر بس گئے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[3]

ناصر الدین القونوی حنفی (۶۷۹ھ/۷۶۴ھ)[4]

اصولی، مفسر، محدث، مناظر، نحوی و لغوی تھے۔ ۷۵۹ھ میں قاہرہ پھر حجاز مقدس تشریف لائے اور وہاں سے شام واپس آ گئے۔ ان سارے اسفار میں وہ فتوی، درس و تصنیف کا کام انجام دیتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " قدس الاسرار فی اختصــار المنار فی الاصول " تالیف کی۔
ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : "شــرح قدس الاســرار مختصــر المنار فی الاصول " میں ہے۔
تاج التراجم میں لکھا ہے : "وشرح المنار واختصر الاصل وسماہ قدس الاسرار "۔[5]

شہاب الدین العینتابی حنفی (۷۰۵ھ/۷۶۷ھ)[6]

فقیہ و اصولی تھے۔ اپنے زمانے کے کبار علماء سے علم حاصل کیا اور ان سے بے شمار فقہاء نے استفادہ کیا۔ دمشق میں قاضی العسکر رہے، تدریس و فتوی کا کام انجام دیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے عمر الخبازی (متوفی ۶۷۱ھ) کی کتاب "المغنی فی اصول الفقه" کی شرح لکھی اور اس کا نام "فتح المجتنی " رکھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : " الحمد راس شکرک اللهم یا من ہو المحمود بکل لسان " الخ[7]۔ صاحب تاج التراجم نے لکھا کہ انہوں نے المغنی فی اصول الفقه تالیف کی جس کا نام "شرح المجمع المنبع" رکھا۔[8]

---

1. الفتح المبین ۲/۱۷۷
2. بہاء الدین عبدالوہاب بن عبدالولی بن عبدالسلام المراغی المصری ہارون الاخمیمی الدمشقی (۱۳۰۱ء/۱۳۶۳ء)۔ دمشق میں وفات پائی۔
3. ہدیۃ العارفین ۶/۵۰۳، الفتح المبین ۲/۱۷۹
4. ناصر الدین محمد بن احمد بن عبدالعزیز الدمشقی القونوی، ابن ربوہ (۱۲۸۰ء/۱۳۶۳ء)۔ شام میں وفات پائی۔
5. ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۲، تاج التراجم ص ۶۱ (۱۸۰)، الفتح المبین ۲/۱۷۸
6. ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ابراہیم بن ایوب الحلبی العینتابی الحلبی الدمشقی (۱۳۰۵ء/۱۳۶۶ء)۔ حلب میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔
7. (الف) کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۲، الطبقات السنیہ ۱/۲۹۷-۲۹۸، الفوائد البہیہ ص ۱۳، الفتح المبین ۲/۱۸۱، معجم الاصولیین ۱/۷۴-۷۵ (۴۷)
8. تاج التراجم ص ۱۱ (۲۳)

ابن عسکر البغدادی مالکی (۷۰۱ھ/ ۷۶۷ھ)[1]

فقیہ، اصولی، نظار، متکلم، منطقی اور نحوی تھے۔ اپنے والد سے تعلیم حاصل کی، معقول و منقول میں جامع تھے۔ بغداد اور دیگر مقامات پر قاضی رہے، مدرسہ مستنصریہ میں مدرس تھے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح المختصر ابن الحاجب فی اصول ۲۔ اجوبہ اعتراضات لابن حاجب[2]

الجندی ابوالضیاء مالکی (متوفی ۷۶۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "التوضیح فی شرح منتھی السول والامل لابن حاجب" تالیف کی۔[3]

جلال الدین الکرلانی حنفی (متوفی ۷۶۷ھ)

الفوائد البھیہ میں ہے :

"کان عالما فاضلا تضرب بہ الامثال و تشد الیہ الرحال".

(عالم فاضل تھے۔ ان کی مثال دی جاتی اور ان کی طرف سفر باندھے جاتے ہیں)

انہوں نے صاحب کشف الاسرار للبزدوی، عبدالعزیز بخاری وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "الشافی شرح اصول البزدوی" تالیف کی۔ معجم الاصولیین میں اس کے مختلف مقامات پر نسخوں کی نشاندہی کی گئی۔[4]

احمد بن النقیب (۷۰۲ھ/ ۷۶۹ھ)

فقہ، قرأت، تفسیر، اصول و نحو کے عالم تھے، ادیب و شاعر بھی تھے۔ بہت سے حج کئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نکت المنہاج" تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔[5]

محمد بن عبداللہ الشبلی حنفی (۷۱۲ھ/ ۷۶۹ھ)

انہوں نے شرح القدوری تالیف کی اور اس کا نام "الینابیع فی معرفۃ الاصول و التفاریع" رکھا۔ نام سے لگتا ہے کہ اس میں اصولی بحثیں بھی کی گئی ہوں گی۔[6]

۱۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن ابن عسکر البغدادی (۱۳۰۲ء/ ۱۳۶۶ء)۔ بغداد میں وفات پائی۔

۲۔ الدیباج۔ ص ۳۱۶۔۳۱۷، الفتح المبین ۲/ ۱۸۰ ۳۔ ابوالضیاء بن اسحاق بن موسیٰ الجندی المصری متوفی ۱۳۶۶ء، ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۵۲

۴۔ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرلانی (متوفی ۱۳۶۵)، الفوائد البھیہ ص ۵۸۔۵۹، معجم الاصولیین ۲/ ۱۹ (۴۲۸)

۵۔ ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن لؤلؤ بن عبداللہ المصری (۱۳۰۲ء/ ۱۳۶۸ء)۔ ابن النقیب سے معروف تھے، مصر میں وفات پائی۔ النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ، جمال الدین ابی المحاسن یوسف بن تغری بردی الاتابکی ۸۱۳ھ۔۸۷۴ھ، ۱۱/ ۱۱۰۱۔ انہوں نے ۷۶۹ھ کے واقعات میں ذکر کیا۔ مصر وزارۃ الثقافہ والارشاد۔ ۶۔ محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ قاضی القضاۃ بدرالدین بن ابی البقاء الشبلی۔ تاج التراجم۔ ص ۶۳ (۱۸۹)

محمود ابن احمد ابو الثناء القنوی (متوفی ۷۷۱ھ)

۷۵۹ھ میں دمشق میں قاضی رہے، معزول کئے گئے اور پھر ۷۶۶ھ میں دوبارہ اس منصب پر بحال کئے گئے۔ ریحانیہ میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب "المنتهى فى شرح المغنى فى اصول الفقه" ان کی شاہکار تالیف ہے۔[1]

تاج الدین السبکی شافعی (۷۲۷ھ/ ۷۷۱)[2]

فقیہ، اصولی اور مؤرخ تھے۔ اپنے والد علی بن عبد الکافی (متوفی ۷۵۶ھ)، حافظ المزی اور امام ذہبی سے تعلیم حاصل کی۔ صرف اٹھارہ برس کی عمر میں مسند افتاء پر بیٹھے۔ ۷۵۶ھ میں منصب قضا کی ذمہ داری سنبھالی، آزمائش بھی آئی، معزول وقید ہوئے پھر برأت ظاہر ہوجانے پر اسی منصب پر باعزت بحال کر دیے گئے۔ متعدد مشہور مدارس میں تدریس کی، کم عمری سے ہی مختلف علوم وفنون میں تصنیف وتالیف کا آغاز کر دیا تھا مثلاً طبقات الفقہاء الکبری (چھ اجزاء میں)، الوسطی (ایک ضخیم مجلد)، صغری (ایک چھوٹی مجلد) بھی آپ کی مشہور کتب میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب کے نام سے دو جلدوں پر محیط کی شرح مختصر ابن الحاجب کی شرح تالیف کی۔ ابن سبکی نے الاشباہ والنظائر فی فروع الفقهیه (جو شیخ عادل احمد عبد الموجود اور شیخ محمد عوض کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے) میں رفع الحاجب کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

۲۔ الابهاج فى شرح منهاج البيضاوى فى الاصول، یہ کتاب ان کے والد اور ان کی مشترک تالیف ہے۔ ان کے والد صرف "مقدمة الواجب" تک شرح کر سکے تھے پھر اس کتاب کو تاج الدین سبکی نے مکمل کیا۔ یہ کتاب دکتور شعبان محمد اسمٰعیل کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

۳۔ جمع الجوامع فى اصول الفقه۔

۴۔ منع الموانع . کتاب "الاشباه والنظائر" میں ابن سبکی نے اس کتاب کو بھی اپنی طرف منسوب بتایا ہے اور اس کتاب کا ایک خطی نسخہ جامعہ امام محمد بن سعود میں اور ایک نسخہ خطیہ مکتبۃ الازہریہ میں ۱۴۵۱ کے تحت بھی موجود ہے۔ اور یہ مصر سے ۱۳۲۲ھ میں طباعت قدیمہ میں چھپ چکی ہے۔ منع الموانع میں ابن السبکی ان سوالات کے جوابات زیر بحث لاتے ہیں جو جمع الجوامع پر وارد ہوئے تھے اور حاجی خلیفہ نے اس کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ شمس الدین محمد بن محمد الاسدی الغزی شافعی (متوفی ۸۰۸ھ) نے جمع الجومع کے متن پر مناقشات اور اعتراضات لکھ کر صاحب جمع الجوامع کو روانہ کر دیے، جن کا نام "البروق اللوامع" رکھا۔

---

[1] محمود بن احمد بن مسعود جمال الدین ابو الثناء القنوی الدمشقی۔ دمشق میں وفات پائی۔ تاج التراجم ص ۷۰۔ ۷۱ (۲۱۳)

[2] ابو نصر قاضی القضاۃ تاج الدین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ ابن تمام السبکی (۱۳۲۷ء/ ۱۳۶۹ء)۔ قاہرہ میں ولادت اور دمشق میں وفات ہوئی۔

جب تاج الدین سبکی نے اس تحریر کا مطالعہ کیا تو ان کی تعریف کی اور ان کے جوابات بنام "منع الموانع عن جمع الجوامع" لکھ ڈالے۔ ابن العماد نے شذرات میں منع الموانع کو جمع الجوامع کی شرح بتایا ہے حالانکہ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔

۵۔ القواعد المشتملة على الاشباه والنظائر۔[1]

کتاب "جمع الجوامع" کا تحقیقی تجزیہ :

رجال کی مختلف کتابوں میں اس کا مختلف طرح سے ذکر ملتا ہے مگر ان سب کی مراد ابن سبکی کی ایک ہی کتاب کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں :

۱۔ جمع الجوامع فی الاصلین والجدل والتصوف ۲۔ جمع الجوامع فی الاصلین

۳۔ جمع الجوامع فی اصول الفقه

ان میں سے تیسرا قول یعنی جمع الجوامع فی اصول الفقہ راجح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی چند مندرجہ ذیل وجوہات بھی ہو سکتی ہیں :

۱۔ ابن سبکی کے تراجم میں زیادہ تر حضرات نے اس نام کا اسی طرح ذکر کیا۔

۲۔ کتاب کا اکثر حصہ مباحثِ اصول فقہ میں ہے اور مباحثِ اصول الدین بہت کم ہیں۔

۳۔ تاج الدین ابن سبکی نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں فرمایا :

"اعلم ان لنا فی اصول الفقه مصنفات اشتملت علی قدر کبیر من الفروع المخرجة علی الاصول، من نظره عرف انا لم تسبق اليه، ومن احاط بما فی کتبنا الاربعة وهی : "شرح مختصر ابن الحاجب، وشرح منهاج البيضاوی والمختصر المسمی جمع الجوامع......" .[2]

(جان لو کہ بیشک ہماری اصول فقہ میں کئی تصنیفات ہیں جن کا بڑا حصہ فروع سے اصول کی تخریج پر مشتمل ہے۔ جو غور و فکر کرتا ہے وہ جان لے گا کہ اس کی طرف سب سے پہلے ہم نے قدم نہیں بڑھایا اور وہ جس نے ہماری چار کتابوں کا احاطہ کیا اور وہ چار کتابیں "شرح مختصر ابن الحاجب، وشرح منهاج البيضاوی والمختصر جو جمع الجوامع کے نام سے موسوم ہے......)

یہاں ابن سبکی نے جمع الجوامع کو مصنفات اصول فقہ میں سے بتایا ہے۔

کتاب "جمع الجوامع" میں تاج الدین سبکی کا منہج :

۱۔ مباحث، فصول اور مسائل کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۲۔ جمیع مسائلِ اصول فقہ بیان کرتے ہوئے بعض ایسی اشیاء کا بھی اضافہ کر دیتے ہیں جنہیں ان سے پہلے کے اصولیین نے بیان نہیں کیا ہوتا۔ شارح حلولو نے اپنی شرح کے دوران ان مقامات کی نشاندہی کی ہے۔

۳۔ مصطلحاتِ اصولیہ کی تعریف اور ان کے تبیین بغیر طوالت کے کرتے ہیں۔

---

[1] کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۵/۶۳۹، الفتح المبین ۲/۱۸۴

[2] الاشباہ والنظائر، السبکی ۲/۷۷

۴۔ ان مسائل اصولیہ کو ذکر کرتے ہیں جن میں اصولیین کا اختلاف واقع ہوا ہے۔

۵۔ بعض مسائل میں اقوال ۔ کے ساتھ ساتھ قائل کا بھی ذکر کردیتے ہیں مگر وہ ایسا کم ہی کرتے ہیں۔

۶۔ صرف اقوال کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور بہت کم ہی ان کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

۷۔ اگر کہیں خلاف لفظی ہو تو اس کو ذکر کرتے ہیں۔

۸۔ صرف کتب اصولیہ کے اصل مراجع سے ہی نقل کرنے کی پابندی کرتے ہیں اور کسی قول کو کسی شخص کی طرف اس وقت تک منسوب نہیں کرتے جب تک کہ قائل نے خود اپنی کتاب میں اُسے نقل نہیں کیا ہوتا، یا اس کے کسی شاگرد نے ان کا قول نقل نہیں کیا ہوتا۔

بہرحال مذکورہ منہج کی بنا پر اس کتاب کو تالیف کے بعد سے عصر حاضر تک ہر دور میں خصوصی اہمیت حاصل رہی کیونکہ وہ اصول فقہ کے جمیع مسائل پر مشتمل ایک مکمل کتاب تھی اور مختصر ہونے کی وجہ سے اس کا حفظ واستذ کار آسان تھا مگر جب علماء نے یہ محسوس کیا کہ بعض طلباء اس کے مختصر اور سہل ہونے کی بنا پر بغیر اس کی مقصدیت جانے صرف حفظ پر مصر ہو رہے ہیں اور اس رجحان میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے تو انہوں نے اس کی مقصدیت کے بہتر طریقہ سے حصول کے لئے اس کی شروح، شرح الشرح، شروح پر حواشی، اختصار، کتاب پر حواشی، تعلیقات اور اس کے نظم وغیرہ کی طرف توجہ مرکوز کی اور بہت کثرت کے ساتھ اس پر توضیحات وغیرہ پیش کی گئیں۔ ان میں سے چند کو اپنی استطاعت کے مطابق بیان کریں گے۔

عصر حاضر کے معروف مصنف شیخ محمد خضری نے کتاب "جمع الجوامع" کے معائب کی طرف ان الفاظ سے نشاندہی کی ہے:

"واما جمع الجوامع فهو عبارة عن جمع الا قاويل المختلفة بعبارة لا تفيد قارئا ولا سامعا، وهو مع ذلک خلو من الاستدلال علی ما يقرره من القواعد"

(اور جہاں تک کتاب "جمع الجوامع" کا تعلق ہے تو یہ کتاب مختلف اقوال کا ایک مجموعہ ہے جسے ایسی عبارت میں قلمبند کیا گیا ہے جو نہ اس کے قاری کے لئے مفید ہے اور نہ سامع کے لئے فائدہ بخش۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کتاب قواعد سے استدلال واستنباط کرنے کے اسلوب سے بھی خالی ہے)[1]

کتاب "جمع الجوامع" کی شروح، شرح الشرح اور حواشی:

شروح وشارحین:

۱۔ ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحٰق بن احمد ہندی مصری غزنوی (متوفی ۷۷۳ھ) نے "اللوامع" کے نام سے شرح لکھی۔[2]

۲۔ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی مصری شافعی (متوفی ۷۹۴ھ) نے "تشنيف المسامع" کے نام سے شرح لکھی۔ ہدیۃ العارفین کے مطابق یہ جمع الجوامع فی الفروع کی شرح ہے مگر المراغی اور ایضاء اللامع کے

۱۔ اصول الفقہ، شیخ محمد خضری۔ ص ۱۱ ۲۔ ہدیۃ العارفین ۷۹۰/۵، الفتح المبین ۱۸۸/۲

تحقیقِ مقدمہ اور دیگر ذرائع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع الجوامع فی الاصول کی شرح ہے اور یہی درست ہے۔ کیونکہ تاج الدین سبکی نے فروع میں اس نام سے کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی۔ شیخ حلولو نے اپنی شرح میں زرکشی کی کتاب "تشنیف المسامع" سے خوب استفادہ کیا ہے۔[1]

۳۔ شمس الدین محمد بن محمد بن الاسدی الغزی شافعی (متوفی ۸۰۸ھ) نے بھی تشنیف المسامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے بروق اللوامع فیما اورد علی جمع الجوامع کے نام سے ایک اور شرح بھی تالیف کی تھی جس میں انہوں نے جمع الجوامع پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کو ذکر کیا۔ ان کی تبیین وتوضیح کی، اسئلہ صحیحہ اور غیر صحیحہ کے مابین فرق اُجاگر کیا۔ بروق اللوامع کا ایک خطی نسخہ مکتبہ المرکزیہ جامعہ الملک سعود میں ۲۱۸۱ کے تحت موجود ہے۔[2]

۴۔ عز الدین محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن جامعہ الکنانی شافعی (متوفی ۸۱۹ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی اور اس کا نام النجم اللامع رکھا۔ اس کا ایک تحریری نسخہ مکتبہ الحرم المدنی میں ۱۴۴ کے تحت موجود ہے۔[3]

۵۔ شیخ شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن ادر الغزی شافعی (متوفی ۷۲۲ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی۔[4]

۶۔ ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم عراقی (متوفی ۷۲۶ھ) نے "الغیث الھامع" کے نام سے شرح تالیف کی۔[5]

۷۔ شہاب الدین احمد بن حسین بن رسلان الرملی القدسی شافعی (متوفی ۷۴۴ھ) نے لمع اللوامع فی توضیح جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی[6]۔ اس کا ایک خطی نسخہ دار الکتب المصریہ میں ۲۳۱۵ کے تحت موجود ہے۔

۸۔ ابویاسر شمس الدین محمد بن عمار بن محمد بن احمد قاہری معروف بہ ابن النجار (متوفی ۸۴۴ھ) نے زوال المانع عن شرح جمع الجوامع تالیف کی۔

۹۔ برہان الدین ابراہیم بن محمد القباقی القدسی (متوفی ۸۵۰ھ تقریباً یا ۹۰۱ھ بعدہ) انہوں نے شرح تالیف کی۔[7]

۱۰۔ محب الدین ابی الطیب محمد بن علی احمد المحلی المصری شافعی معروف بہ ابن حمید (متوفی ۸۵۵ھ) نے البرق اللامع فی ضبط الفاظ جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔[8]

۱۱۔ علی ابن یوسف بن احمد الغذ ولی المصری شافعی (متوفی ۸۶۰ھ) نے الایجاز اللامع علی جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔[9]

۱۲۔ جلال الدین محمد بن احمد المحلی شافعی (متوفی ۸۶۲ھ) نے البدر الطالع بشرح جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔[10]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۱۷۴/۶، الفتح المبین ۲۰۹/۲، الضیاء اللامع تحقیق مقدمہ۔ ص ۳۲ ۲۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱۔۵۹۶، الضیاء اللامع تحقیق مقدمہ۔ ص ۳۳ ۳۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۶، الضیاء اللامع تحقیق مقدمہ۔ ص ۳۲
۴۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱ ۵۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱ ۶۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۱۳۵/۵، ایضاح المکنون ۶۱۲/۳، ہدیۃ العارفین ۱۹۳/۶ ۷۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۲۳/۵۔۲۴۔ تاریخ وفات ۹۰۱ھ بعد مذکور ہے۔
۸۔ ایضاح المکنون ۱۷۶/۳ ۹۔ ایضاح المکنون ۱۵۲/۳ ۱۰۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱، ہدیۃ العارفین ۲۰۲/۶، الفتح المبین ۶۵/۳

اس کتاب کی متعدد طباعتیں ہو چکی ہیں، یہ کتاب دار الکتب العلمیہ بیروت سے بھی چھپ چکی ہے۔ اس شرح پر شرح، تعلیقہ اور متعدد حواشی لکھے گئے جو مندرجہ ذیل ہیں :

شرح المحلی کی شرح : ابو العباس احمد بن مبارک بن محمد بن علی البکری الصدیقی (متوفی ۱۱۵۵ھ) نے کتاب "شرح علی شرح المحلی علی جمع الجوامع" تالیف کی۔[1]

شرح المحلی پر تعلیقہ : حسین بن علی بن حسن العشاری البغدادی شافعی (متوفی ۱۱۹۴ھ) نے تعلیقات علی شرح جمع الجوامع لکھے۔[2]

شرح المحلی پر حواشی :

۱۔ احمد بن عبد اللہ بن بدر الغزنی شافعی (متوفی ۸۲۲ھ) نے حاشیہ علی اوائل البدر الطالع تالیف کیا۔ مظہر بقا نے برنستن میں ۹۳۴۸ (۶۱۰) کے تحت اس کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔[3]

۲۔ بدر الدین محمد بن محمد بن خطیب الفخریہ (متوفی ۸۰۳ھ) تلمیذ الشارح نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا۔[4]

۳۔ قطب الدین عیسیٰ (ابن محمد) الصوفی الایجی (متوفی ۹۵۵ھ) نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[5]

۴۔ قاضی زکریا بن محمد الانصاری شافعی (متوفی ۹۱۰ھ یا ۹۲۶ھ) نے "النجوم الطوالع فی ابراز دقائق شرح جمع الجوامع" کے نام سے حاشیہ لکھا۔ مصر، ترکی، مکہ، رباط، حلب، تونس وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔[6]

۵۔ شیخ محمد ابن داؤد البازلی الحموی (متوفی ۹۲۵ھ)۔[7]

۶۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابراہیم التتائی مالکی (متوفی ۹۴۲ھ)۔[8]

۷۔ ناصر الدین ابی عبد اللہ محمد المالکی اللقانی (متوفی ۹۵۴ھ)۔[9]

۸۔ عیسیٰ بن محمد بن عبد اللہ بن محمد الصفوی قطب الدین الایجی شافعی (متوفی ۹۵۵ھ)۔[10]

۹۔ شہاب الدین عمیرہ احمد البرسی مصری شافعی (متوفی ۹۵۶ھ)۔[11]

۱۰۔ ابو عبد اللہ محمد بن حسن اللقانی مالکی (متوفی ۹۵۸ھ)۔[12]

۱۱۔ احمد بن محمد بن علی شہاب الدین بن شمس الدین بن نور الدین معروف بہ الغنیمی الانصاری الخزرجی حنفی (متوفی ۱۰۴۴ھ)۔[13]

۱۔ معجم الاصولیین ۱/۱۹۰ (۱۳۸)
۲۔ معجم الاصولیین ۲/۷۳-۷۴ (۳۸۰)، بحوالہ اعلام ۲/۲۴۸
۳۔ معجم الاصولیین ۱/۱۵۵-۱۵۶
۴۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵
۵۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵
۶۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵، ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۴، معجم الاصولیین ۲/۱۰۷-۱۰۸
۷۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵
۸۔ الفتح المبین ۳/۷۳
۹۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵
۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۲
۱۱۔ کشف الظنون ۱/۴۹۱، ایضاح المکنون ۳/۳۶۶، الفتح المبین ۱/۴۹۱
۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۴، الفتح المبین ۳/۷۷
۱۳۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۲ (۱۶۵)

۱۲۔ احمد الأصرم (متوفی ۱۱۷۲ھ)۔[۱]

۱۳۔ ابوزید عبدالرحمن بن جاد اللہ البنانی (متوفی ۱۱۹۸ھ) نے حاشیہ لکھا جو دو مجلدات میں بولاق سے ۱۲۸۰ھ میں طبع ہو چکا ہے۔[۲]

۱۴۔ حسن بن محمد العطار شافعی (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے "حاشیہ العطار" لکھا۔ اس پر شیخ عبدالرحمن شربینی اور جرم کے مدرس شیخ محمد علی بن حسین مالکی کی قیمتی تقریرات ہیں حاشیۃ العطار، شربینی اور شیخ محمد علی کی تقریرات کے ساتھ بیروت، دار الکتب العلمیہ سے (سن ندارد) چھپ چکے ہیں۔[۳]

۱۵۔ محمد المہدی بن الطالب سودہ مالکی (متوفی ۱۲۹۴ھ)۔[۴]

☆☆☆☆☆☆

۱۳۔ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی شافعی (متوفی ۸۸۵ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی۔[۵]

۱۴۔ مولی شہاب الدین احمد بن اسماعیل الکورانی قاہری، رومی، شافعی (متوفی ۸۹۳ھ)۔[۶]

۱۵۔ ابوالعباس احمد بن (خلف ابن) حلولو (جلولو) الحروی (القروی) (متوفی ۸۹۵ھ بعدہ) (احمد بن عبدالرحمن بن موسیٰ القروی مالکی) انہوں نے جمع الجوامع کی دو شرحیں تالیف کیں۔

شرح (i) البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع: اس کا ایک نسخہ خطیہ مکتبہ الحسن الثانی رباط میں ۵۳۳۷ کے تحت موجود ہے۔

شرح (ii) الضیاء اللامع فی شرح جمع الجوامع: یہ شرح جامعہ امام محمد بن سعود اسلامیہ، ریاض سے ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء میں چھپ چکی ہے۔[۷]

۱۶۔ نجم الدین ابوالبقاء محمد بن برہان الدین ابراہیم بن جمال الدین المقدسی سعد الدین الدیری (متوفی ۹۰۱ھ) نے النجم اللامع کے نام سے شرح تالیف کی۔[۸]

۱۷۔ خالد بن عبداللہ بن ابی بکر الازہری الجرجاوی (متوفی ۹۰۵ھ) نے الثمار الیوانع علی اصول جمع الجوامع للسبکی کے نام سے شرح تالیف کی۔ دار الکتب مصریہ میں ۲۲۲ کے تحت موجود ہے۔[۹]

۱۸۔ شیخ الاسلام کمال الدین ابوالمعالی محمد بن ناصر الدین بن ابی بکر بن ابی شریف المقدسی نے الدرر اللوامع کے نام سے شرح لکھی۔[۱۰]

۱۹۔ ابوالفضل جلال الدین السیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔[۱۱]

---

[۱] معجم الاصولیین ۱/۹۷ (۴۰) [۲] ہدیۃ العارفین ۵/۵۵۵، الفتح المبین ۳/۱۳۳، معجم الاصولیین ۳/۱۷۸۔۱۷۹ (۳۱۴)
[۳] (۱) ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۱، الفتح المبین ۳/۱۳۶، معجم الاصولیین ۲/۵۸ (۳۹۳) [۴] الفتح المبین ۳/۱۵۷
[۵] کشف الظنون ۱/۵۹۶ [۶] کشف الظنون ۱/۵۹۶ [۷] کشف الظنون ۱/۵۹۶، الضیاء اللامع۔ ص ۲۹
[۸] ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۸ [۹] معجم الاصولیین ۲/۸۷ (۳۲۲)، الضیاء اللامع۔ ص ۳۰
[۱۰] الفتح المبین ۳/۲۳ [۱۱] ہدیۃ العارفین ۵/۵۳۳

همع الهوامع کا اختصار: عبدالقادر بن بہاء الدین بن شہاب ابن جلال الدین الدمشقی معروف بہ ابن عبدالہادی (متوفی ۹۱۱ھ) نے اختصار همع الهوامع تالیف کیا۔[1]

همع الهوامع کی شرح: سراج الدین عمر بن محمد بن ابوبکر الفار سکوری مصری نحوی شافعی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے "شرح همع الهوامع" تالیف کی۔[2]

۱۰۔ شیخ عبدالبر بن محمد ابن الشحنة الحلبی حنفی (متوفی ۹۲۱ھ)۔[3]

۱۰۔ محمد بن محمد الغزی (متوفی ۹۳۵ھ) نے جمع الجوامع سے ختم العقیدہ کی شرح لکھی اور اس کا نام "شرح عقیدہ جمع الجوامع" رکھا۔[4]

۱۱۔ تقی الدین ابی بکر محمد بن ابی اللطف الحصکفی الاصل المقدسی الشافعی (متوفی ۹۲۰ھ)۔[5]

۱۲۔ شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ یا ۹۷۴ھ) نے شرح لکھی۔[6]

۱۳۔ شیخ علامہ احمد بن قاسم العبادی شافعی (متوفی ۹۹۴ھ) نے دو مجلدات میں شرح لکھی اس کا نام "الایات البینات" رکھا۔[7]

۱۵۔ ابوعلی نورالدین حسن بن مسعود بن محمد الیوسی (متوفی ۱۱۰۲ھ) نے "الکواکب الساطع" کے نام سے شرح لکھی جو نامکمل رہی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو دیگر تمام شروح سے مستغنی کر دیتی۔[8]

۱۶۔ اسماعیل بن غنیم الجوہری (۱۱۶۵ھ بعدہ) نے الکلم الجوامع فی بیان مسالة الاصولی لجمع الجوامع تالیف کی جو صاحب جمع الجوامع کے قول "والاصولی العارف بها" کی شرح میں یہ رسالہ ہے۔[9]

۱۷۔ احمد بن محمد بن محمد بن علی بن عمر الحلبی شافعی (متوفی ند) نے تفہیم المسامع جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۷۸۶ کے تحت موجود ہے۔[10]

۱۸۔ احمد بن عبدالرحیم بن الحسین ابن العراقی ولی الدین نے (متوفی ند) الغیث الهامع شرح جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ یہ کتاب ان کے شیخ زرکشی کی تشنیف المسامع کا اختصار ہے اور شیخ حلولو نے اپنی شرح الضیاء اللامع میں الغیث الهامع سے خوب استفادہ کیا ہے۔ الغیث الهامع پر محمود فرج السعد سلیمان، شہاب الدین فارس اور کچھ نے تحقیق مکمل کر کے جامعہ الازہر سے ڈاکٹریٹ کی شہادت حاصل

۱۔ ہدیۃ العارفین ۶۰۲/۵ ۲۔ ہدیۃ العارفین ۷۹۶/۵

۳۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۴۹۸/۱، معجم الاصولیین ۱۵۳/۲ (۳۸۹)

۴۔ الضیاء اللامع ص ۳۳ میں بحوالہ شذرات الذهب ۲۱۰/۸ مذکور ہے۔ ۵۔ ایضاح المکنون ۳۶۶/۳

۶۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱ ۷۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱

۸۔ ہدیۃ العارفین ۲۹۶/۵، نفحۃ المبین ۱۱۸/۳، معجم الاصولیین ۵۹/۲ (۲۹۳)

۹۔ معجم الاصولیین ۲۶۷/۱ (۲۶۴) ۱۰۔ الضیاء اللامع ص ۳۰

کی۔ اس کا ایک خطی نسخہ دار الکتب المصریہ میں ۳۲۰۵ کے تحت موجود ہے۔[1]

۲۹۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن شہاب الدین العلوی الحسنی (متوفی ند) نے التریاق النافع بایضاح وتکمیل مسائل جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ یہ کتاب دائرہ معارف العثمانیہ حیدر آباد سے ۱۳۱۷ھ میں چھپ چکی ہے۔[2]

۳۰۔ عبدالرحمٰن الشربینی (متوفی ند) نے اس کتاب میں پائے جانے والے خفی المراد ودقیق الکلام پر ایک کتاب لکھی اور اس کا نام البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع رکھا۔ یہ تقریرات حاشیہ العطار پر چھپ چکی ہے۔[3]

۳۱۔ محمد بخیت المطیعی (متوفی ند) نے البدر الساطع علی جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی جو مصر سے چھپ چکی ہے۔ اس پر دکتور موسیٰ فقیہی نے کتاب کے شروع سے باب القیاس تک تحقیق پیش کر کے کلیہ شرعیہ ریاض سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔[4]

۳۲۔ محمد بن محمد بن حسین الامبابی، سابق شیخ الازہر نے تقریر علی جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۷۸۷ کے تحت موجود ہے۔[5]

کتاب "جمع الجوامع" کا اختصار اور اس اختصار کی شرح، حاشیہ و تحقیق :

۱۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ یا ۹۱۰ھ) نے مختصر لب الاصول لکھا اور پھر اس اختصار کی غایۃ الوصول کے نام سے شرح لکھی۔

غایۃ الوصول پر حاشیہ : اس پر محمد عبدالهادی جوہری کا حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۱۱۹۲ھ میں مکمل کر لیا تھا۔ کتاب "غایۃ الوصول شرح لب الاصول"، محمد عبدالهادی جوہری کے حاشیہ کے ساتھ مطبعہ عیسی البابی الحلبی، مصر سے چھپ چکے ہیں۔

غایۃ الوصول پر تحقیق : عبداللہ محمد الاحمد الصالح نے جامعہ ام القری سے ۱۴۰۳۔۱۴۰۴ء میں اس پر ایم۔ اے کا تحقیقی مقالہ پیش کیا اور سند حاصل کی۔[6]

۲۔ محمود آفندی عمر الباجوری (متوفی ند) نے اس کی تلخیص واختصار کیا اور اس کا نام "الفصول البدیعہ فی اصول الشریعہ ملحض لجمع الجوامع" رکھا۔ یہ کتاب ۱۳۱۳ھ میں مصر سے چھپ چکی ہے۔[7]

۳۔ محمد بن ہبۃ اللہ الحصیمی الحلبی شافعی (متوفی ۹۱۶ھ) نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "مختصر جمع الجوامع" رکھا۔[8]

کتاب "جمع الجوامع" پر تعلیقہ : محمد بن محمد بن ظہیرہ المخزومی شافعی (متوفی ند)، (ولادت ۷۹۵ھ) نے

---

[1] حوالہ سابق۔ ص ۲۹ [2] (الف) حوالہ سابق۔ ص ۲۸ [3] حوالہ سابق۔ ص ۳۱

[4] حوالہ سابق۔ ص ۳۲ [5] حوالہ سابق۔ ص ۳۲۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۷۸۷ کے تحت موجود ہے۔

[6] الفتح المبین ۳/ ۶۸۔۶۹، معجم الاصولیین ۲/ ۱۰۷۔۱۰۸ (۳۳۵) [7] الضیاء اللامع۔ ص ۳۲

[8] الکواکب السائرہ باعیان المئۃ العاشرہ شیخ نجم الدین الغزی ۱/ ۶۹۔۷۰، تحقیق جبرائیل سلیمان جبور۔ بیروت الجامعۃ الامریکیہ ۱۹۴۵ء۔ اس میں محمد ابن ہبۃ اللہ کا مکمل نام اس طرح مذکور ہے، محمد ابن عمر ابن محمد ابن محمد ابن احمد ابن عبدالقادر ابن ہبۃ اللہ قاضی القضاۃ جلال الدین الحصیمی الحلبی شافعی (۸۵۱ھ۔۹۱۶ھ)

اس پر ایک تعلیقہ تالیف کیا اور اس کا نام " تعليق على جمع الجوامع للسبكى " رکھا۔ مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں اس کا ایک تعلیقہ مخطوطہ کی صورت میں موجود ہے مگر اس کے مؤلف کا نام مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح ایک تعليقه على شرح الجوامع کا بھی ذکر ہے اس کا مؤلف محمد بن ابی بکر علی بن ابی شریف (متوفی ند) ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی شرح پر تعلیقہ ہے۔[1]

کتاب "جمع الجوامع" پر حواشی :

۱۔ برہان الدین ابراہیم بن ابراہیم بن حسن بن علی اللقانی مالکی (متوفی ۱۰۴۱ھ) نے حاشیہ علی جمع الجوامع لکھا اور اس کا نام البدور اللوامع من خدور جمع الجوامع رکھا، مگر یہ حاشیہ نامکمل رہا۔ جامعہ اُم القریٰ میں ۲۰۳ نمبر کے علاوہ مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ محقق "الضياء اللامع" نے اس کو جمع الجوامع کی شرح میں بحوالہ ایضاح المکنون ذکر کیا مگر ایضاح المکنون میں صرف اس کتاب کی نسبت برہان الدین کی طرف کی گئی ہے اور اس میں حاشیہ و شرح کا کوئی ذکر نہیں ہے۔[2]

۲۔ حسن بن علی بن احمد عبداللہ المرابغی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ) نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔[3]

۳۔ ابوعبداللہ محمد بن عبادہ بن بری العدوی صوفی مالکی نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔[4]

۴۔ فیض اللہ الداغستانی شافعی (متوفی ۱۲۰۲ھ) نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔[5]

۵۔ عبدالحمید السباعی شافعی (متوفی ۱۳۲۰ھ) نے دو ضخیم جلدوں میں حاشیہ علی جمع الجوامع تالیف کیا۔[6]

کتاب "جمع الجوامع" کی شرح پر مزید حواشی :

۱۔ شہاب الدین احمد بن قاسم العبادی قاہری (متوفی ۹۹۴ھ) نے حاشیہ علی شرح جمع الجوامع تالیف کیا اور اس کا نام " الايات البينات " رکھا۔ یہ حاشیہ مطبع بولاق سے ۱۲۸۹ھ میں چھپ چکا ہے۔[7]

۲۔ الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر الکردی الکورانی شافعی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا۔[8]

۳۔ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی سندی حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے حاشیہ شرح الجوامع تالیف کیا۔[9]

---

۱ نظم العقیان فی اعیان الاعیان، امام جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ص ۱۶۷ (۱۸۱) نیویارک مطبعہ السوریہ الامریکیہ ۱۹۲۷ء۔ بغداد مکتبہ المثنیٰ
فہرست مخطوطات مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء ۲/۸۱۔ ۸۱۱ اعداد، احمد عبدالرزاق الرقیحی، الجمہوریہ العربیہ الیمنیہ وزارۃ الاوقاف والارشاد۔

۲ ایضاح المکنون ۳/۱۷۱، معجم الاصولیین ۱/۱۹۔ ۲۰، الضیاء اللامع۔ ص ۳۸ ۳ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸

۴ الفتح المبین ۳/۱۳۳ ۵ ہدیۃ العارفین ۵/۸۳۳ ۶ معجم الاصولیین ۲/۱۶۹ (۳۰۵)

۷ ہدیۃ العارفین ۵/۱۴۹، الفتح المبین ۳/۸۱، معجم الاصولیین ۱/۱۸۷۔ ۱۸۸ (۱۳۶)

۸ ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۶، معجم الاصولیین ۱/۲۷۹۔ ۲۸۰ (۲۲۳) ۹ ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۸

کتاب "جمع الجوامع" پر نکت :

۱۔ عز الدین محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن جماعۃ الکنانی شافعی (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس پر نکت تالیف کیا۔[1]

۲۔ ابو الفضل جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے جمع الجوامع پر دیگر کتب سے اضافہ کے ساتھ اس کو تالیف کیا اور اس کا نام "النکت اللوامع علی المختصر و المنهاج و جمع الجوامع" رکھا۔[2]

۳۔ شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر العسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) نے "النکت علی جمع الجوامع" تالیف کیا۔[3]

کتاب "جمع الجوامع" کا نظم :

۱۔ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد الرحمن الطوخی شافعی (متوفی ۸۹۳ھ) نے جمع الجوامع کا نظم کیا۔[4]

۲۔ ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر بن محمد السیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) نے "الکوکب الساطع نظم جمع الجوامع" کے نام سے اس کو منظوم کیا۔ مکتبہ الجلال السیوطی، مصر کی فہارس میں ص ۹۹۵ پر بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

الکوکب الساطع کی شرح :

امام سیوطی نے پہلے جمع الجوامع کو الکوکب الساطع سے منظوم کیا اور پھر اس کی شرح لکھی اور اس کا نام شرح الکوکب الساطع رکھا۔ جامعہ ام القریٰ وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ الکوکب الساطع اپنی شرح کے ساتھ قاہرہ سے ۱۳۳۲ھ میں چھپ چکی ہے۔[5]

۳۔ عبد اللہ بن احمد باکثیر الحضرمی شافعی (متوفی ۹۲۵ھ) نے "الدرر اللوامع" کے نام سے اس کو منظوم کیا۔[6]

۴۔ رضی الدین محمد بن محمد بن الغزی شافعی (متوفی ۹۳۵ھ) نے اس کا نظم کیا اور اس کا نام "الدر اللوامع" رکھا۔

رضی الدین کے نظم کی شرح :

رضی الدین کے بیٹے بدر الدین محمد الغزی نے اپنے والد کی منظومہ کتاب "الدر اللوامع نظم جمع الجوامع" کی "العقد الجامع فی شرح الدر اللوامع نظم جمع الجوامع" کے نام سے شرح لکھی۔[7]

۵۔ سراج الدین عمر بن محمد بن ابو بکر الفارسکوری مصری نحوی شافعی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے اس کو "جوامع الاعراب و ھوامع الاداب" کے نام سے منظوم کیا۔[8]

۶۔ مختار بن بونا الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۲۳۰ھ تقریباً) نے نظم الجوامع تالیف کیا۔[9]

۱۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۵/۲۳۳

۲۔ کشف الظنون ۱/۱۹۷۷

۳۔ الضیاء اللامع ص ۳۶

۴۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۵

۵۔ کشف الظنون ۱/۵۹۷، معجم الاصولیین ۲/۱۷۶۔۱۷۷ (۴۱۳) الضیاء اللامع ص ۳۶

۶۔ ایضاح المکنون ۳/۳۶۸، ہدیۃ العارفین ۵/۴۷۳

۷۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶

۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۹۶

۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۲۳

۱۰۔ عبدالحفیظ سلطان المغرب الاقصیٰ (متوفی ند) نے اس کو "الجواهر اليوانع في نظم جمع الجوامع" کے نام سے منظوم کیا۔ یہ کتاب مغرب فاس سے ۱۳۲۷ھ میں چھپ چکی ہے۔[1]

۱۱۔ علی الاشمونی (متوفی ند) نے اس کو "الدرر اللوامع" کے نام سے منظوم کیا

علی الاشمونی کے نظم کی شرح :

انہوں نے خود ہی اس منظوم کتاب کی شرح بھی لکھی۔[2]

محمد الشریف التلمسانی مالکی (۷۱۰ھ۔۷۷۱ھ)[3]

فقیہ، اصولی، قرأت، ادب، لغت و تاریخ کے عالم تھے۔ اپنے زمانے کے مشہور اور فن کے ماہر اساتذہ سے زانوئے تلمذ تے کیا۔ علماء اندلس میں ان کی قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ مشہور زمانہ عالم لسان الدین الخطیب جب کچھ تالیف کرتے تو ان کے پاس تصدیق کے لئے بھیج دیتے۔ اسی طرح اندلس کے صدر المفتیین امام ابوسعید بن لب کو جب کسی مسئلے کے حل میں دشواری پیش آتی تو ان کی طرف رجوع کرتے۔ ابواسحاق شاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) صاحب الموافقات اور قاضی القضاء ابن فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ) صاحب اقلید الاصول (اختصار القرافی) آپ کے تلامذہ میں شامل تھے۔

مؤلفات اصولیہ : مفتاح الوصول الی بناء الفروع علی الاصول "یا "مفتاح الوصول الی ابتناء الفروع علی الاصول" یا "مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول" ان تین ناموں میں سے آخر الذکر نام زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

مفتاح الوصول کا تحقیقی تجزیہ : الوصول پر فروع کی تخریج (تخریج الفروع علی الاصول) کا مقصد اس سوال کا جواب دینا ہے کہ فرعی مسائل پر اصول کا کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ کتاب فقہاء کی طرز پر لکھی جانے والی ان اولین کتب میں سے ایک ہے، جن میں فروع پر اصول کے اثرات کے موضوع کو چھیڑا گیا ہے۔ "تخریج الفروع علی الاصول" کے موضوع پر تاریخی اعتبار سے یہ کتاب اس فن میں تیسرے نمبر پر لکھی جانے والی کتاب ہے۔ اس فن کی پہلی کتاب شیخ دبوسی (متوفی ۴۳۰ھ) کی "تاسیس النظر" ہے اور دوسری کتاب شیخ زنجانی (متوفی ۶۵۶ھ) کی "تخریج الفروع عن الاصول" ہے اور یہ تاریخی ترتیب کے اعتبار سے اس فن پر تیسری کتاب ہے۔

اس کتاب میں تلمسانی نے ان اصولی مسائل کا تذکرہ کیا ہے جن کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ اس کے بعد فقہ حنفی، فقہ مالکی اور فقہ شافعی پر ان اصولوں کے اثرات کی وضاحت کی ہے۔ یہ کتاب اگرچہ ضخامت کے اعتبار سے مختصر ہے لیکن فن کے اعتبار سے ایک عمدہ اور کثیر الفائدہ کتاب ہے۔ اس کتاب کا یہ خاص امتیاز ہے کہ اس میں تینوں آئمہ کی فقہ پر اصولی قواعد کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

---

[1] الضیاء اللامع۔ ص ۳۶ [2] الضیاء اللامع۔ ص ۱۳۱ میں بحوالہ شذرات الذہب ۱۶۵/۸ مذکور ہے۔

[3] ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی ابن یحییٰ بن علی بن محمد بن القاسم العلونی (العلوینی) الحسنی (۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء-۱۳۶۹ء)۔ معروف بہ شریف لسانی تلمسان (اب الجزائر موجودہ) میں ولادت ہوئی۔

کتاب کے آخر میں مذکور ہے کہ شیخ تلمسانی ۷۵۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تھے۔ یہ کتاب احمد عزالدین عبداللہ خلف اللہ کی تحقیق، تخریج احادیث اور وضع فہارس وغیرہ کے ساتھ مطبعہ السعادہ سے پہلی مرتبہ ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء میں طبع ہوئی۔ تخریج الفروع علی الاصول میں تصنیف کے جو منہج رائج ہوئے ان کی تصویر کشی مکمل کرنے کے لئے ہم تلمسانی کی کتاب کا ایک نمونہ ذکر کرتے ہیں تا کہ ان کے منہج کی وضاحت ہو سکے :

"فی کون الامر بالشئی یقتضی المبادرة الیه ا ولا یقتضیها" [1]

(کسی چیز کا حکم دیا جانا کیا اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے فوراً کیا جائے ؟)

"اس مسئلہ میں اہل اصول میں اختلاف ہے اور اسی اصل کی بنیاد پر بعض فرعی مسائل میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا اس بارے میں اختلاف کہ شرائط وجوب پائے جانے کی صورت میں کیا حج فوری طور واجب ہے کہ ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود حج کا موخر کرنے سے آدمی گنہگار ہوگا (یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے) یا فوری طور پر حج فرض نہیں ہوگا۔ لہٰذا ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود حج کو موخر کرنے سے انسان گنہگار نہیں ہوگا"

(یہی امام شافعی کا مذہب ہے)

مذہب مالکی میں اس کے بارے میں دو قول ہیں :

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد : "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا" ۔ اس بات کا متقاضی ہے کہ فوری ماموربہ ہے۔

اسی طرح کفارہ کے وجوب میں اختلاف ہے کہ کیا وجوب فوری طور پر ہوتا ہے یا اس کی ادائیگی میں تاخیر ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اگر سال گزرنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر قادر ہونے کے بعد نصاب ہلاک ہو گیا تو کیا یہ شخص زکوٰۃ کا ضامن ہوگا یا اس کے ذمہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ یہ شخص زکوٰۃ کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ ان کے نزدیک زکوٰۃ کا حکم فوری ادائیگی پر محمول ہوتا ہے۔ لہٰذا تاخیر کرنے سے وہ شخص گنہگار ہوگا اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ وہ شخص نصاب ہلاک ہونے کے بعد زکوٰۃ کا ضامن نہیں ہوگا۔ کیونکہ زکوٰۃ کے حکم کی ادائیگی فوری طور پر لازم نہیں ہوتی۔ لہٰذا ادائیگی میں تاخیر کرنے سے وہ شخص امر کی مخالفت کرنے والا نہیں مانا جائے گا۔

آراء کا تجزیہ :

امام شافعی اور حنفی دونوں نے اس مسئلہ میں اپنے اصل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے کتب فقہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ محقق اہل اصول کی رائے یہ ہے کہ امر مطلق نہ تو فوری ادائیگی کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی تاخیر کا، کیونکہ امر کبھی فوراً کرنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ مثلاً مالک اپنے غلام سے کہے کہ ابھی سفر کر، تو یہ امر فوری ادائیگی کا متقاضی ہے اور کبھی امر تراخی کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ مثلاً آقا نے غلام سے کہا کہ اگلے مہینے میں سفر کرو تو یہ امر تاخیر کا متقضی ہے اور جب ان سے مطلقاً حکم دیا نہ فوری ادائیگی کی قید لگائی اور نہ ہی تراخی کی تو اس میں دونوں چیزوں کا احتمال ہوگا اور جس چیز میں دونوں چیزوں کا امکان ہو وہ چیز ان میں سے کسی ایک کا متعین طور پر تقاضہ نہیں کرتی۔

---

[1] مفتاح الاصول الی بناء الفروع علی الاصول، التلمسانی۔ ص ۵۳

محقق مفتاح الاصول نے کتاب کے اختتام میں لکھا ہے :

"والی ھنا تم تحقیق ھذا الکتاب النفیس و ھو من المصنفات الھامة فی عالم اصول الفقة المقارن التی تتعرض لحجج کل مذھب من المذاھب الاربعة فی بناء الفروع علی القواعد الاصولیة ، ولا استدل علی اھمیة المصنف من أن کل صفحة منه لاتخلو من مادة صالحة لان تکون موضوعا لرسالة جامعیة ، وشرح ھذا الکتاب الموجزیحتاج الی مجلدات "۔[1]

(اور یہاں اس عمدہ کتاب کی تحقیق مکمل ہوئی اور وہ جدید دنیائے اصول فقہ کی اہم مصنفات میں سے ہے جو مذاہب اربعہ میں سے ہر مذہب کی قواعد اصولیہ پر فروع کی بنا کرنے کی حجج پیش کرتی ہے اور میں اس کتاب کی اہمیت پر کوئی دلیل نہیں دیتا کہ اس کا ہر صفحہ عمدہ موضوعات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ اس لئے ہے تاکہ ایک جامع موضوع بن سکے اور اس مختصر کتاب کی شرح کئی مجلدات کی محتاج ہے)

مفتاح الوصول کا نظم :

ابوالحسن علی بن عبدالواحد بن محمد بن سراج السجلماسی (متوفی ۱۰۵۷ھ) نظم اصول الشریف التلمسانی تالیف کیا۔[2]

محمد بن حسن المالقی مالکی (متوفی ۷۷۱ھ)[3]

انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب تالیف کی جبکہ ہدیۃ العارفین کے مطابق شرح منتھی السول والامل لا بن الحاجب ان کی تالیف ہے۔[4]

احمد بن قاضی الجبل حنبلی (۶۹۳ھ۔۷۷۱ھ)[5]

حدیث اور ان کی علل، نحو، لغۃ، اصول فقہ و اصول دین، منطق و فقہ میں کمال حاصل تھا۔ شیخ تقی الدین ابن تیمہ سے مختلف علوم کی تصانیف کا درس لیا، کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آخری عمر میں مدرسہ حسن سلطان میں خاص طور پر تدریس کے لئے طلب کئے گئے۔ دمشق میں قاضی رہے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب "اصول فقه" تالیف کی مگر وہ نامکمل رہی۔[6]

عبدالرحیم الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ/۷۷۲)[7]

مؤرخ، مفسر، فقیہ، اصولی، لغۃ و عروض کے عالم تھے، فقہ میں خاص شہرت پائی، آپ کے شیوخ بھی اس کے معترف تھے۔ ان کے زمانے میں ریاست شافعیہ ان پر منتہی ہوتی تھی۔ تدریس، افتاء و تصنیف کی خدمات انجام دیں۔

---

1. مفتاح الاصول۔ ص ۹۔۲۰، اور ۲۳۶ متن و حاشیہ، الفتح المبین ۱۸۲/۲
2. ہدیۃ العارفین ۷۵۶/۵
3. محمد بن حسن بن دو مالقی اندلسی
4. کشف الظنون ۱۳۱۵/۲، ہدیۃ العارفین ۱۶۵/۶
5. ابوالعباس شرف الدین احمد بن الحسن بن عبداللہ بن ابوعمر محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی الاصل ثم الدمشقی معروف بہ ابن قاضی الجبل (۱۲۹۴/۱۳۷۰ء)
6. معجم الاصولیین ۱۰۶/۱ (۷۳)
7. ابومحمد جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن بن علی بن عمر بن علی بن ابراہیم القرشی الاموی الاسنوی المصری (۱۳۰۴/۱۳۷۰ء) مصر میں وفات پائی۔

بیت المال کی وکالت اور حسبہ کے متولی کے عہدوں پر فائز رہنے کے بعد خود مستعفی ہو کر علمی سرگرمیوں میں مشغولیت اختیار کرلی۔ مشہور اصولی بدر الدین محمد بن عبداللہ بہادر زرکشی شافعی صاحب البحر المحیط ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نهاية السول فی شرح منهاج الاصول ۔[1]

۲۔ التمهيد فی تنزيل الفروع علی الاصول۔

ہدیۃ العارفین میں یہ الفاظ مذکور ہیں : "التمهيد فی استخراج المسائل الفروعية من القواعد الاصولية" کتاب "التمهيد"، میں وہ مسائل اصولیہ پر فقہ کی تخریج کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ اولاً مسئلہ اصولیہ ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد وہ جملہ لاتے ہیں جس سے احکام متفرع ہوتے ہیں۔ وہ ۷۶۸ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔[2]

کتاب "التمهيد کا اختصار :

ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبداللہ شافعی (متوفی ۷۹۲ھ) نے "مختصر التمهيد" کے نام سے اس کا اختصار لکھا۔[3]

۳۔ زوائد الاصول یا زیادات علی شرح منهاج البيضاوی

اس کتاب میں ان مسائل کو ذکر کیا گیا ہے جن سے قاضی بیضاوی نے "المنهاج" میں بے توجہی برتی تھی۔ وہ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

"فلما يسر الله الفراغ من شرح المنهاج، شرعت فی شفعه بجمع ما خلا عنه المنهاج المذكور من المسائل الاصوليه"۔

(جب اللہ تعالیٰ نے شرح المنہاج سے فراغت آسان بنادی تو میں نے ان چیزوں اور مسائل اصولیہ کو جمع کرنا شروع کردیا جن سے مذکورہ منہاج خالی تھی)

زوائد الاصول کی شرح :

ابو العباس احمد بن عماد الاقفہسی (متوفی ۸۰۸ھ)، شہاب الدین نے "الفوائد فی شرح الزوائد" کے نام سے شرح تالیف کی۔[4]

---

[1] الفتح المبین ۲/۱۸۶۔۱۸۷، ہدیۃ العارفین ۵/۵۶۱، ۲/۱۸۲
[2] کشف الظنون ۱/۳۸۴۔۳۸۵، ہدیۃ العارفین ۵/۵۶۱، الفتح المبین ۲/۱۸۶۔۱۸۷، بغیۃ الوعاۃ امام سیوطی ۲/۹۲(۱۵۱۸)
[3] کشف الظنون ۱/۳۸۴۔۳۸۵، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۳
[4] الفتح المبین ۳/۱۲، معجم الاصولیین ۲/۱۹۳۔۱۹۴(۳۳۹)، ۱/۱۷۹۔۱۸۰(۱۳۰)۔ بحوالہ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، حسن المحاضرہ ۱/۳۳۹۔ ۳۳۳، البدر الطالع ۱/۳۵۲۔ بغیۃ الوعاۃ، امام سیوطی ۲/۹۲(۱۵۱۸)

نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

کہا جاتا ہے کہ اس شرح کی تالیف کا آغاز ان کے بھائی محمد نے کیا اور اس کو جمال الدین اسنوی نے مکمل کیا[1]۔ اسنوی نے ۷۴۰ھ میں اس کی تالیف کا آغاز کیا اور ۷۴۱ھ یعنی صرف ایک سال کی مدت میں اس کو مکمل کر لیا۔ کتاب متوسط الحجم ہونے کے ساتھ سہل العبارت بھی ہے۔ اس میں اعتراضات کی کثرت ہے اور اس کی ابتداء ان کلمات سے ہوتی ہے۔

" الحمد لله الذی مهد اصول شریعته بکتاب القدیم الازلی".

شیخ محمد خضری اصول فقہ کی کتب کے تاریخی تسلسل میں فرماتے ہیں :

"وقد اخذ القاضی عبدالله بن عمرو البیضاوی المتوفی سنه ۶۸۵ ھ کتاب المسمی بمنهاج الوصول الی علم الاصول من کتاب الحاصل الا ان الاختصار قد بلغ حده حتی کاد الکلام یکون الغازا و کانهم لم یکونوا یؤلفون لیفهموا، ولذلک احتاجت کتبهم الی الشروح حتی تحل الغازها وتبین معالمها. واحسن شرح للمنهاج ماکتبه عبدالرحیم بن حسن الاسنوی الشافعی المتوفی سنه ۷۷۲ھ ومن الغریب مایقوله الاسنوی فی اول شرحه : ان اکثر المشتغلین باصول الفقه فی هذا الزمان قد اقتصروا من کتبه علی المنهاج لکونه صغیر الحجم کثیر العلم مستعذب اللفظ. ولا ادری مم جاءت هذه العذوبة مع استغلاق الفاظه ولقد کنت اذا اردت ان اراجع فیه مسالة انکب عما قاله البیضاوی الی ماکتبه الشارع ولا اعیی نفسی بقراءة المتن وقلما رایت من الشراح من یماثل الاسنوی فی بیان المطالب التی معنی شرحها .[2]

(قاضی بیضاوی نے منہاج الوصول الی علم الاصول کے نام سے الحاصل کا اختصار کیا۔ اس کتاب میں اس حد تک اختصار کیا گیا کہ کلام ایک معمہ بن کر رہ گیا۔ شاید یہ لوگ اس لئے تالیف نہیں کرتے تھے کہ لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ اسی لئے ایسی کتابوں کی شروح لکھنے کی ضرورت پڑی تا کہ ان کا معمہ حل ہو سکے۔ تعجب ہے کہ اسنوی نے قاضی بیضاوی کی کتاب "منہاج" کی شرح کے شروع میں لکھا ہے موجودہ دور میں اصول فقہ سے اشتغال رکھنے والے اکثر لوگوں نے اصول فقہ کی دوسری کتابوں کے مقابلہ میں منہاج پر اعتماد کیا ہے اس لئے کہ وہ بہت مختصر ہے اس میں وافر علم موجود ہے اور اس کا اسلوب بھی نہایت شیریں ہے۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ الفاظ وعبارت کے اندر غموض و پیچیدگی کے باوجود یہ شیرینی کہاں سے آ گئی ؟)

نہایۃ السول پر تعلیقہ :

شمس الدین محمد ابن العماد (متوفی ۸۶۷ھ) نے اس شرح پر تعلیقہ لکھا جس میں انہوں نے اپنے والد شہاب بن عماد سے کافی نقل کیا ہے۔[3]

---

[1] کشف الظنون ۱۸۷۹/۲ [2] اصول الفقہ شیخ محمد خضری۔ ص ۹

[3] تحقیق مقدمہ علی نہایۃ السول للاسنوی۔ القاہرہ عالم الکتب سن ندارد۔

نہایۃ السول پر حواشی :

۱۔ قاضی بدر الدین محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ معروف بہ ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کی۔[۱]

۲۔ شیخ الاسلام الاسرج البلقینی کے پوتے ابی سعادات محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن البلقینی (متوفی ۸۸۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے کہ محمد بن سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی بدرالدین ابواسحاق المصری شافعی نے حاشیہ علی الاسنوی تالیف کیا۔[۲]

۳۔ شیخ محمد بخیت المطیعی حنفی (ولادت ۱۲۷۱ھ) سابق مفتی مصر نے سلم الوصول الی نہایۃ السول کے نام سے حاشیہ تالیف کیا۔[۳]

۴۔ محمد ابوالنور زہیر مالکی متوفی ۱۴۰۷ھ، موصوف کلیہ شریعہ والقانون جامعہ الازہر میں استاد بھی تھے۔ انہوں نے چار اجزاء پر مشتمل ایک عمدہ حاشیہ علی شرح اللاسنوی تالیف کیا جو مکتبۃ الازہریہ سے ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء میں چھپ چکا ہے۔ اس میں انہوں نے جمیع مباحث اصولیہ کا احاطہ کیا ہے ادلہ کے ذکر کے ساتھ آراء بمعہ مناقشہ لاتے ہیں اور پھر دلائل کے ساتھ قول راجح بیان کرتے ہیں۔ لفظی ومعنوی خلاف کے مقامات بتانے کے ساتھ ساتھ ان پر سیر حاصل بحث بھی کرتے جاتے ہیں۔

۵۔ شیخ یوسف موسیٰ المرصفی شافعی نے بغیۃ المحتاج لایضاح شرح الاسنوی علی مقدمۃ المنھاج کے نام سے ایک مجلد میں شرح لکھی جو مطبعہ السعادہ قاہرہ سے ۱۳۴۶ھ میں ۱۵۹ صفحات میں چھپ چکی ہے۔

علامہ اسنوی "المنھاج" کی شرح لکھنے کی طرف کیوں متوجہ ہوئے؟ اس کتاب کی اتنی کثرت سے شروح کیوں لکھی گئیں؟ اس کا جواب اسنوی نے کتاب کے آغاز میں دیا کہ یہ کتاب علماء کی توجہ کا مرکز اس لئے رہی کہ یہ ایک موجز الحجم کتاب ہونے کے ساتھ سہل العبارت بھی تھی جس کے الفاظ شیریں تھے۔

"نہایۃ السول" کی امتیازی خصوصیات :

اسنوی نے ذکر کیا کہ ان کی یہ شرح دوسری شروح کے مقابلے میں امتیازی خصوصیات کی حامل ہے اس میں بعض ایسے اہم امور پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جن سے دوسرے شارحین نے صرف نظر کیا تھا۔ امتیازی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ المنھاج پر کیے جانے والے ان اعتراضات وسوالات کے جوابات دیئے جن کے سرے سے یا تو جواب ہی نہیں دیئے گئے تھے یا وہ جوابات ضعیف تھے۔

۲۔ جن مقامات میں صاحب کتاب سے نقل کی غلطی ہوئی تھی ان مقامات سے آگاہ کر دیا۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۵ ۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۷۳/۶

۳۔ نہایۃ السول فی شرح منھاج الاصول، جمال الدین اسنوی ومعہ حواشیہ المفیدہ سلم الوصول الشرح نہایۃ السول، شیخ محمد بخیت المطیعی، عالم الکتب الجزء الاول سن ند۔

۲۔ مذہب شافعی کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا اور وجہ یہ بتائی کہ اصول فقہ کے مدون اور ان کے امام کا مسلک متعارف ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں مسئلہ سے متعلق کتب شافعیہ مثلاً الام، الامالی، الاملا، مختصر المزنی اور مختصر البویطی میں تلاش کرنے سے پتہ چل جاتا ہے تو وہ شافعیہ کا مسلک اکثر ان ہی کے الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں جو ان کی کتب میں ان سے منقول ہوتا ہے۔

اسنوی کہتے ہیں کہ اگر انہیں اس مسئلہ کی بابت بلا واسطہ ان کی کتب سے کچھ میسر نہیں آتا تو وہ اس کلام کی نسبت اس کے ناقل کی طرف کر دیتے ہیں۔

۴۔ ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں مصنف (بیضاوی) نے امام رازی، یا امام امدی یا ابن الحاجب سے اختلاف کیا ہوتا۔

۵۔ اور جو امام رازی اور ابن حاجب نے فروع اصولیہ سے ذکر کیا ہوتا اور اگر مصنف بیضاوی نے اس سے بے توجہی برتی ہوتی تو اسنوی کہتے ہیں کہ وہ اسے ذکر کر دیتے ہیں۔

۶۔ اسنوی کے مطابق انہوں نے شارحین کی ان تقریرات کی نشاندہی کی جو واقع سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں اور پھر ان کی تشریح کی۔

۷۔ اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی بہت سے فوائد مستحسنہ بتلائے ہیں۔ مثلاً نقول غریبہ "نافع ابحاث" اور اہم قواعد پیش کئے۔

منہاج الوصول از بیضاوی مع اپنی شروح نہایۃ السول از اسنوی اور سلم الوصول از محمد بخیت مطیعی ایک ساتھ عالم الکتب سے چھپ چکی ہیں۔ اسی طرح کتاب المنہاج اپنی شروح، شرح البدخشی اور شرح نہایۃ السول کے ساتھ بیروت سے بھی چھپ چکی ہے۔[1]

شرح البدخشی کا تحقیقی تجزیہ :

امام محمد بن حسن البدخشی نے مناهج العقول کے نام منهاج الوصول کی شرح لکھی۔ چونکہ ان کی تاریخ وفات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا اس لئے اسی مقام پر ان کی شرح کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

"الحمد الله الذی افاض انوار هدایته، وانار منار دلالته" الخ

کثیر شروح کی موجودگی میں شرح البدخشی کی کیا ضرورت تھی ؟

بلاشبہ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول پر کثرت سے شروح لکھی گئیں۔ ان کی موجودگی میں ایک اور شرح منہاج العقول شرح البدخشی کی کیا ضرورت تھی؟ امام بدخشی نے اپنی شرح کے آغاز میں اس سوال کا جواب دے کر اس کی ضرورت کی

---

[1] نہایۃ السول حوالہ سابق ص ۲۔۳ ملخص (حذف واضافہ کے ساتھ) نہایۃ السول اور شرح البدخشی بھی ایک ساتھ طبع ہو چکے ہیں۔ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۴ء، ۱/۳۔۱۰ ملخص حذف واضافہ تغیر کے ساتھ۔

طرف مندرجہ ذیل باتوں سے متوجہ کیا۔ امام بدخشی کے کلام کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ امام بدخشی فرماتے ہیں کہ دیگر شروح کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے ان میں بہت سی خامیاں ہیں۔ مثلاً :

۱۔ بعض شارحین نے صرف الفاظ کے حل اور ظاہری معنی کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا اور ان مناہج کو اختیار نہیں کیا جن سے پوشیدہ حقائق اور الفاظ کے دقائق ظاہر ہوتے ہوں۔

۲۔ اور بعض نے پوشیدہ حقائق کے اظہار کے لئے آسان راستوں کا انتخاب کیا۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا

۳۔ بعض طویل بحثیں کیں مگر مشکل و مغلق امور کی گھتیاں سلجھانے سے اجتناب برتا۔ اس طرح نئے اسرار آشکار ہونے کے بجائے پردہ ہی میں رہے۔ جبکہ بدخشی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس شرح کی تالیف کے دوران علماء اولیاء الالھین سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ صوفیہ متالھین کے معارف سے بھی روشنی حاصل کی۔

۴۔ امام بدخشی فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان مقامات کی بھی نشاندہی کی جہاں مصنف (بیضاوی) کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا اور جہاں واقعتاً مصنف سے سہو یا تساہل ہوا تھا اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ مقامات ہیں جن کو سابقین میں سے کسی شارح نے ذکر نہیں کیا تھا اور یہ کہ انہوں نے اس شرح کی تالیف میں علماء متقدمین اور فضلاء متاخرین کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔[1]

کتاب "التمهيد فى تخريج الفروع على اصول" کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب "التمهيد" کی چند امتیازی باتیں مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ اصول کی فروع پر تخریج (تخريج الفروع على الاصول) اس علم کا مقصد اس سوال کا جواب دینا ہوتا ہے کہ فرعی مسائل پر اصول کا کیا اثر پڑتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں اصول و فروع کے درمیان تطبیق لا کر یہ مقصود ہوتا ہے کہ اصول کے فروع پر کیا اثرات ہوتے ہیں۔ تاریخی ترتیب کے اعتبار سے یہ کتاب اس موضوع پر لکھی جانے والی چوتھی اہم ترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ اس سے قبل "تاسيس النظر للدبوسى" حنفی (متوفی ۴۳۰ھ) تخريج الفروع على الاصول للزنجانى (متوفی ۶۵۶ھ) اور مفتاح الوصول الى بناء الفروع على الاصول للتمسانى مالکی (متوفی ۷۷۱ھ) تالیف ہو چکی تھیں۔

۲۔ علامہ اسنوی نے اپنی کتاب میں کوئی اصولی قاعدہ خالی نہیں چھوڑا، بلکہ قاعدہ کو ذکر کر کے اس کی کوئی فقہی فرع درج کرنے کی بھی کوشش کی۔

۳۔ صرف انہی اصولی قواعد کا احاطہ کیا جو شوافع کے یہاں مختلف فیہ تھے۔ دوسرے فقہی مذاہب سے تعارض نہیں کیا۔

۴۔ "التمہید" کے مطالعہ کے دوران یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اصولی قواعد کے اثرات کی وضاحت کے لئے انہوں نے جن فقہی جزئیات کا ذکر کیا ان میں سے بیشتر طلاق اور الفاظ طلاق سے متعلق ہیں۔

---

[1] شرح البدخشی ص ۵ ملخص

زنجانی اور تلمسانی کے اسالیب کے تناظر میں "التمہید" کا تقابلی جائزہ :

۔ اسنوی کی اس کتاب کی اہمیت بڑی حد تک اس لئے کم ہو جاتی ہے کہ انہوں نے صرف انہی اصولی قواعد کا احاطہ کیا ہے جو شوافع کے یہاں مختلف فیہ ہیں۔ دوسرے فقہی مذاہب سے تعارض نہیں کیا۔ ان کے برخلاف زنجانی نے "تخریج الفروع علی الاصول" میں اصولی قواعد کے سلسلے میں فقہ شافعی اور فقہ حنفی کے اختلافات کا جائزہ لیا ہے۔ اسی طرح تلمسانی اپنی کتاب "مفتاح الوصول" میں یہی طرز اپناتے ہیں، مگر انہوں نے اپنے جائزہ میں مذہب شافعی اور مذہب حنفی کے ساتھ امام مالک کے مذہب کو بھی شامل کر لیا۔ اسی لئے زنجانی اور تلمسانی کی کتابوں میں فقہی فروع میں اصولی قواعد کے اثرات اسنوی کی کتاب کے مقابلہ میں زیادہ واضح محسوس ہوتے ہیں۔ جبکہ اسنوی نے اپنے آپ کو صرف فقہ شافعی کی حد تک محدود رکھا۔

۔ امام اسنوی نے اصولی قواعد کے اثرات کی وضاحت کے لئے جن فقہی جزئیات کو ذکر کیا ہے ان میں سے پیشتر طلاق اور الفاظ طلاق سے متعلق ہیں۔ ان کی اس کتاب سے فقہ اسلامی کے دوسرے ابواب پر اصولی اختلاف کے اثرات کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ تمام فقہی ابواب اصولی قواعد سے متفرع اور ان پر مبنی ہیں۔ ان کے برعکس زنجانی اختلاف کی وضاحت کے لئے جن فقہی جزئیات کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے کچھ کا تعلق معاملات سے ہے، کچھ کا عبادات اور کچھ کا مناکحات اور دوسرے ابواب سے ہوتا ہے۔ اس وجہ سے زنجانی کی کتاب زیادہ متاثر نظر آتی ہے اور ساتھ ہی ان کی کتاب میں قواعد کے اثرات زیادہ واضح محسوس ہوتے ہیں۔ زنجانی نے اپنی یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی ہے تاکہ تمام فقہی ابواب میں اصول کے اثرات نمایاں ہو سکیں۔ یہ زنجانی کا غیر معمولی کارنامہ اور بڑی منفعت بخش محنت ہے۔ اس بارے میں کسی کو زنجانی پر سبقت حاصل نہیں۔ ان کے بعد امام تلمسانی نے بھی زنجانی سے ملتا جلتا انداز اختیار کیا اور انہوں نے بھی فقہ کے مختلف ابواب کی جزئیات مثالوں میں ذکر کیں، لیکن اس کتاب کی ترتیب اصولی قواعد کی ترتیب کے اعتبار سے ہے۔

محقق کتاب "التمہید" محمد حسین ہیتو نے اسنوی کے زیادہ تر الفاظ کے طلاق پر منحصر ہونے کی یہ توجیہ پیش کی، وہ فرماتے ہیں :

"والی اظن ان السبب الذی جعل الاسنوی یعتمد علی الفاظ الطلاق فی غالب الکتاب دون غیرھا ان ائمة .... الشافعیة وان اختلفوا فی القاعدة الا أن ھذا الخلاف نادر، وغالبًا مایکون فی شروطھا لا فی اصلھا ، وعلی الرغم من الخلاف فیھا تجد الفروع الفقھیة جاریة علی نمط واحد دون التاثر بھذا الخلاف بمدارک اخری غیر القاعدہ الاصولیة ولذلک تبقی القاعدة بدون اثر غالبًا مما دعی الاسنوی الی التکلیف فی اظھار اثرھا فی الالفاظ کا لطلاق والایمان و النذور ، بینما یظھر اثر الخلاف جلیا واضحا عندما یکون الخلاف فی اصل القاعدة ، کقول الصحابی مثلاً اھو حجته أم لا ، فانه ینبنی علیه المئات من الفروع الفقھیة المتباینة لتباین العمل بھذہ القاعدة، وکالحدیث المرسل والاستحصاب ولا ستحسان ، وغیرہ ذلک "۔[1]

---

[1] تحقیق مقدمہ علی التمہید فی تخریج الفروع علی الاصول الاسنوی۔ محمد حسن ہیتو ص ۳۵، بیروت موسسۃ الرسالہ طبع ثالثہ ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء

(آئمہ شافعی کا اگرچہ قواعد کے بارے میں بھی اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف بہت شاذ و نادر ہے۔ فقہاء شافعیہ کا اکثر باہمی اختلاف قواعد کی شرطوں کے بارے میں ہے نہ کہ اصل قواعد میں۔ اور ان شرطوں میں اختلاف کے باوجود سب کے یہاں فقہی فروعات کا بالکل ایک ہی نہج ہے۔ ان اختلافات کا اثر فقہی فروعات پر نہیں پڑا ہے۔ اس لئے اسنوی کو قواعد کے اثرات کی وضاحت میں تکلف سے کام لینا پڑا ہے۔ طلاق، یمین، نذر وغیرہ کے الفاظ میں اثرات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر اختلاف اصل قاعدہ میں ہوتا تو اس کے اثرات مسائل فرعیہ میں بہت واضح محسوس ہوتے مثلاً اس بارے میں اختلاف ہوتا کہ صحابی کا قول حجت ہے یا نہیں، کیونکہ اس قاعدہ پر سیکڑوں فقہی فروعات مبنی ہیں۔ اسی طرح اگر حدیث مرسل، استصحاب، استحسان وغیرہ کے بارے میں آئمہ شافعیہ میں اختلاف ہوتا تو فقہی جزئیات پر اس کے دوررس اثرات ہوتے)

کتاب "التمہید" میں علامہ اسنوی کا منہج :

علامہ اسنوی اپنی کتاب کے مقدمہ میں اپنے منہج کی وضاحت ان الفاظ سے فرماتے ہیں :

" اذکر أولا المسألة الأصولية بجميع اطرافها ، منقحة مهذبة ملخصة ، ثم أتبعها بذكر شئ مما يتفرع عليها ، ليكون ذلك تنبيها على مالم أذكره والذى اذكره على اقسام : فمنه مايكون جواب أصحابنا فيه موافقا للقاعدة ومنه مايكون مخالفا لها . ومنه مالم أقف فيه على نقل بالكلية ، فاذكر فيه ماتقتضيه قاعدتنا الأصولية ، ملاحظا ايضًا للقاعدة المذهبية ، والنظائر الفروعية . وحينئذ يعرف الناظر فى ذلك مأخذ مانص عليه أصحابنا وأصلوه و أجملوه أوفصلوه ، ويتنبه به على استخراج ما أهملوه ، ويكون سلاحا وعدة للمفتين ، وعمدة للمدرسين ، خصوصًا المشروط فى حقهم القاء العلمين والقيام بالوظفيتين ، فان المذكور جامع لذلك ، واف بما هنالك لا سيما ان الفروع المشار اليها مهمة مقصودة فى نفسها بالنظر ، وكثير قد ظفرت به فى كتب غريبة ، أو عثرت به فى مظنته ، أو استخرجته أنا وصورته ، وكل ذلك ستراه مبينا ان اشاء الله تعالىٰ . وقد مهدت بكتابى هذا طريق التخريج لكل ذى مذهب ، وفتحت به باب التفريع لكل ذى مطلب ، فلتستحضر ارباب المذاهب قواعدها الأصولية وتفاريعها ، ثم تسلك ما سلكته فيحصل به ان شاء الله تعالىٰ لجميعهم التمرن على تحرير الأدلته وتهذيبها ، والتبين لماخذ تضعيفها و تصويبها ويتهيا لأكثر المستعدين الملازمين للنظر فيه نهاية الأرب و غاية الطلب وهو تمهيد الوصول الى مقام استخراج الفروع من قواعد الأصول ، والتعريج الى ارتقاء مقام ذوى التخريج "۔[1]

(میں پہلے اصولی مسئلہ کو اس کے تمام گوشوں کے ساتھ منقح، مہذب اور ملخص انداز میں لکھوں گا، پھر اس اصولی مسئلے سے متفرع ہونے والے کچھ مسائل کو ذکر کروں گا تا کہ غیر مذکور مسائل کے لئے نمونہ کا کام کریں۔ میرے ذکر کردہ اصول چند طرح کے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جن کے بارے میں ہمارے فقہاء کا جواب اصولی قاعدہ کے موافق ہے۔ اور کچھ وہ ہیں

1۔ التمهيد فى تخريج الفروع على الاصول ۔ اسنوی ص ۴۶۔۴۷

جن کے بارے میں فقہاء کا جواب قاعدہ کے مخالف ہے۔ اور کچھ وہ ہیں جن کے بارے میں مجھے کوئی منقول چیز نہیں ملی تو وہاں پر میں وہ چیز ذکر کرتا ہوں جو ہمارے اصولی قاعدہ کا تقاضہ ہے اور مذہبی قاعدے اور فرعی نظائر کو بھی مدنظر رکھتا ہوں۔ اس طرح ان بحثوں کا مطالعہ کرنے والا ہمارے فقہاء کے منصوص مسائل کا ماخذ، قائم کردہ اصول اور ان کی اجمالی اور تفصیلی بحثوں سے واقف ہوجاتا ہے اور جن مسائل کا جواب ہمارے فقہاء کے یہاں موجود نہیں ہے ان کے بارے میں حکم شرعی طریقہ استخراج سے آگاہ ہوجاتا ہے۔ اور یہ بحثیں اہل افتاء کے لئے ہتھیار کا اور مدرسین کے لئے اساس کا کام دیتی ہیں۔ خصوصاً وہ مدرسین جن کے ذمہ فقہ اور اصول فقہ دونوں کا درس ہوتا ہے۔ کیونکہ ہماری کتاب میں مذکور بحثیں اصول وفروع دونوں کو جامع ہیں۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے کی جن فروعات کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے وہ بڑی اہم اور بحث ونظر کا موضوع ہیں۔ ان میں سے بہت سے فروع وہ ہیں جو مجھے نایاب کتابوں میں یا غیر محل میں دستیاب ہوئی ہیں یا میں نے خود ان کا استخراج اور تصویر کشی کی ہے۔ یہ تمام چیزیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ اس کتاب میں واضح انداز میں پائیں گے۔ میں نے اس کتاب کے ذریعہ ہر مذہب والے کے لئے تخریج مسائل کا راستہ ہموار کیا اور تفریع کا دروازہ کھولا ہے۔ لہٰذا مختلف مذاہب کے علماء کو اس کتاب میں مندرج اصول قواعد اور تفریعات کو مستحضر کر لینا چاہئے۔ پھر میرے ہموار کئے ہوئے اسی راستہ پر چلنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ تمام مذاہب والوں کے دلائل کو منقح کرنے کی مشق ہوجائے گی اور قوی اور ضعیف مسائل کے ماخذ واضح کرنے کی اہلیت ہوجائے گی اور جو لوگ اس کتاب کو پابندی سے بار بار پڑھیں گے ان میں اکثر کی مراد پوری ہوگی۔ یعنی انہیں اصولی قواعد سے فروع کے استخراج کا مقام حاصل ہوجائے گا اور اصحاب تخریج میں ان کا شمار ہونے لگے گا)

ابو حامد بہاء الدین السبکی (متوفی ۷۱۹ھ۔ ۷۷۳ھ) [1]

لغت عربیہ، فقہ، اصول، معنی وبیان اور ادب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اپنے والد شیخ تقی الدین (متوفی ۷۵۶ھ) شارح المنہاج البیضاوی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ جب ان کے والد شام میں قاضی مقرر ہوئے تو ان کی جگہ منصوریہ اور جامع طولون میں تدریس کی۔ مشہد شافعی میں مذہب شافعی کی تدریس کرتے اور شام میں اپنے بھائی کی جگہ قاضی کے طور پر خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "شرح (مطول) علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول" تالیف کی۔ بدر الطالع میں ہے:

"کان شرع فی شرح مختصر ابن الحاجب فکتب منه قطعة لطیفة فی مجلد، ولو اتمه لکان عشر مجلدات" [2]

(انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب لکھنا شروع کی تھی اور اس کا ایک حصہ ایک مجلد میں لکھا اور اگر وہ اس کو مکمل کر لیتے تو ضرور یہ کتاب دس مجلدات میں ہوتی)

---

1. ابو حامد بہاء الدین احمد بن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام (۱۳۱۹ء۔ ۱۳۷۱ء) مکہ میں وفات پائی
2. الفتح المبین ۲/۱۸۹، معجم الاصولیین ۱/۱۷۳۔۱۷۴ (۱۲۵)

عمر بن اسحاق الغزنوی حنفی (متوفی ۷۰۴ھ۔۷۷۳ھ)[1]

فقیہ، اصولی، نظار اور متصوف تھے۔ امام وجیہ الدین دہلوی وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر ۷۴۰ھ میں ... تشریف لے گئے، وہاں قاضی عسکر بنائے گئے اور پھر ۷۶۹ھ میں ایک مستقل حنفی قاضی کی حیثیت سے خدمات ... دینے لگے۔ سلطان حسن کے یہاں اعلیٰ قدر و منزلت رکھتے تھے۔ اپنی زبان اور قلم سے مذہب حنفی کی مدد کرتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زبدة الاحکام فی اختلاف الائمہ الاعلام

۲۔ اللوامع فی شرح جمع الجوامع

۳۔ شرح المناز للنسفی فی الاصول

۴۔ المنیر الزاهر من الفیض الباهر من شرح المغنی الخبازی فی الاصول۔ یہ کتاب ایک مجلد میں ... اور تاج التراجم کے مطابق یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔[2]

یحییٰ الرھونی مالکی (متوفی ۷۷۴ھ)[3]

فقیہ اصولی ادیب منطقی اور متکلم تھے۔ ابو العباس احمد بن ادریس البجائی سے فقہ کی اور ابو عبداللہ الایلی سے ... کی تعلیم حاصل کی۔ قاہرہ میں اقامت اختیار کی متعدد مشہور مدارس میں تدریس کی، زیارت حرمین شریفین کے ... تشریف لائے۔ فقہ میں "کتاب التهذیب" پر آپ کی تقییدات ہیں۔ جس میں مذاہب اربعہ پر بحث کی مگر ... مالک کو سب پر ترجیح دی۔

مؤلفات اصولیہ : مختصر ابن الحاجب الاصولی پر عمدہ و مفید شرح لکھی، جس میں معانی و مبانی کی منفرد انداز ... تحقیق پیش کی۔[4]

منصور الخوارزمی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ)[5]

فقیہ و اصولی تھے۔ اپنے زمانے کے فن میں ماہر اکابر علماء سے فقہ و اصول کا علم حاصل کیا۔ خود مہارت ... کر کے افتاء، تدریس و تصنیف میں مشغول ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مغنی الخبازی فی الاصولی تالیف کی۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ... "الحمد لله الذی تجلی علی عباده ۔ الخ"[6]

۱۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد الہندی الغزنوی (۱۳۰۴ء۔۱۳۷۱ء) دہلی میں ولادت اور مصر میں وفات پائی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۹۰ھ، الفتح المبین ۲/۱۸۸، تاج التراجم ص ۴۸۔۴۹ (۱۴۴)

۳۔ یحییٰ بن موسیٰ الرھونی متوفی ۱۳۷۲ء

۴۔ الفتح المبین ۲/۱۹۰

۵۔ ابو محمد منصور بن احمد بن یزید الخوارزمی متوفی ۱۳۷۳ء، اصلاً وارزم سے تعلق تھا

۶۔ الفوائد البہیہ ۲۱۵۔۲۱۶، الفتح المبین ۲/۱۹۱۔۱۹۲

شمس الدین الغماری مالکی (متوفی ۷۷۶ھ)[1]

فقیہ اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی جو ان کے علم وفضل اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے۔[2]

عبداللہ الحسینی النیشاپوری حنفی (متوفی ۷۷۶ھ)[3]

فقیہ واصولی تھے۔ شریف جمال الدین نے ان سے متعلق لکھا : "کان النیشابوری بارعا فی الاصول والعربیة" (نیشاپوری اصول اور لغت عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں) مدرسہ شافعیہ (الأسدیہ) میں تدریس کی بعض لوگوں کو اس سے یہ وہم ہوگیا کہ شاید وہ شافعی المذہب تھے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ حنفی تھے اور یہی ان کی شرح المنار کے مطالعہ سے نظر آتا ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ ہے اور شافعی کے نزدیک اس طرح ہے۔ پھر مذہب حنفیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ نیشاپوری قاہرہ میں بھی مقیم رہے اور دمشق میں قیام کے دوران مدرسہ حنفیہ میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : "شرح المنار فی الاصول"۔[4]

لسان الدین التلمسانی مالکی (متوفی ۷۱۳ھ۔۷۷۶ھ)[5]

فقیہ، اصولی، طبیب وادیب تھے۔ مختلف علوم میں تقریباً ساٹھ تصانیف لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفیہ فی اصول الفقه" تالیف کیا۔[6]

الحسینی الواسطی شافعی (متوفی ۷۱۷ھ۔۷۷۶ھ)[7]

فقیہ، اصولی، متکلم ومحدث تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کرنے کے بعد قاہرہ آکر فقہ واصول میں کمال حاصل کیا، پھر شام واپس لوٹ کر درس وتدریس میں مشغولیت اختیار کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول"۔ اس میں شرح الاصفہانی سے مواد جمع کیا ہے۔
۲۔ "وشرح تاج الدین السبکی فی اسلوب سهل به ماخذ الأصول وقربه الی الاذهان والعقول"
۳۔ "کتاب فی الرد علی الاسنوی"۔[8]

---

[1] شمس الدین محمد الغماری متوفی ۱۳۷۴ء
[2] الفتح المبین ۲/۱۹۳
[3] عبداللہ بن محمد بن احمد الحسینی النیشاپوری متوفی ۱۳۷۴ھ
[4] الفتح المبین ۲/۱۹۴
[5] ابوعبداللہ لسان الدین محمد بن عبداللہ بن سعید التلمسانی الغرناطی ابن الخطیب (۱۳۱۳ء۔۱۳۷۴ء) فارس میں انتقال ہوا
[6] الفتح المبین ۲/۱۹۵
[7] محمد بن حسین عبداللہ السید الشریف الحسینی الواسطی (۱۳۱۷ء۔۱۳۷۴ء) دمشق میں انتقال ہوا
[8] ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۸، الفتح المبین ۲/۱۹۶

عبداللہ بن محمد بقرکار (متوفی ۷۷۶ھ)

مؤلفات اصولیہ :

(۱) شرح تنقیح الاصول (۲) شرح المنار للنسفی فی الاصول[1]

لسان الدین ابن الخطیب (۷۱۳ھ۔۷۷۶ھ)

انہوں نے سدالذریعه فی تفضیل الشریعه تالیف کی۔[2]

احمد الاربدی شافعی (متوفی ۷۷۶ھ)

فقہ واصول وادب میں مہارت رکھتے تھے۔شروع میں حنبلی المسلک تھے پھر شافعی بن گئے۔مصر میں قاضی رہے، مختلف علوم وفنون میں ان کے عمدہ سوالات ہیں۔[3]

جمال الدین القونوی حنفی (۷۰۰ھ۔۷۷۷ھ)[4]

فقیہ، اصولی، نحوی، مفسر، متکلم اور نظار تھے۔اپنے والد اور دیگر علماء سے فقہ کا علم سیکھا۔مختلف فنون میں مکمل دسترس رکھتے تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔دمشق کے قاضی بنائے گئے۔تالیف وتصانیف کی کثرت میں شہرت رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "المنتهی علی المغنی فی اصول الفقه" یہ شرح تین مجلدات میں ہے۔جبکہ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : "البهنی شرح المغنی للخبازی فی اصول الفقه مکتوب"۔

۲۔ الاعجاز فی الاعتراض علی الادلة الشرعية"۔[5]

بہاؤالدین السبکی شافعی (۷۰۷ھ۔۷۷۷ھ)[6]

فقیہ، اصولی، مفسر، محدث اور متکلم تھے۔تقی الدین السبکی متوفی ۷۵۶ھ شارح منہاج البیضاوی اور علاؤالدین الضجاجی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

دمشق میں تقی الدین السبکی کے نائب اور پھر مستقل قاضی کی حیثیت میں خدمات انجام دیں۔طرابلس وغیرہ کے قاضی رہے، قاہرہ بھی تشریف لائے اور قاضی بنائے گئے۔دمشق جاکر مستقل سکونت اختیار کی۔

---

[1] عبداللہ بن محمد جمال الدین الحسینی متوفی ۱۳۷۴ء بقرکار، ہدیۃ العارفین ۴۶۷/۵

[2] ابوعبداللہ لسان الدین محمد بن عبداللہ بن الفقیہ الخطیب سعید السلمانی الغرناطی، ہدیۃ العارفین ۱۶۷/۶

[3] احمد بن سفیان بن محمد سلمان الاربدی الدمشقی متوفی ۱۳۷۴ء معجم الاصولیین ۱۳۰/۱ (۹۲)

[4] جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود بن عبدالرحمن القونوی (قبل ۱۳۰۰ء۔۱۳۷۵ء) دمشق میں وفات پائی

[5] ہدیۃ العارفین ۴۰۹/۶ھ، الفتح المبین ۱۹۷/۲

[6] ابوالبقاء بہاؤالدین محمد بن عبدالبر بن یحییٰ بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام بن حامد السبکی (۱۳۰۷ء۔۱۳۷۵ء)

مؤلفات اصولیہ : ابن عسقلانی نے لکھا :

" انه كتب على الروضة وعلى مختصر ابن الحاجب فى الاصول "[1]

(انہوں نے (موفق الدین ابن قدامہ دمشقی حنبلی متوفی ۶۲۰ھ) کی اصول فقہ میں کتاب الروضة (الناظر وجنة المناظر) اور مختصر ابن الحاجب فى الاصول پر کتاب لکھی)

علی بن ابراہیم۔ ابن الشاطر (۷۰۴ھ۔ ۷۷۷ھ)

انہوں نے کتاب " نهاية السول " تالیف کی۔[2]

احمد الشارمساحی شافعی (متوفی ۷۷۷ھ)[3]

فقہ واصول میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شیخ جمال الدین الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ)، شارح منهاج للبیضاوی وغیرہ سے تفقہ حاصل کیا۔ مصر میں دمیاط اور منفلوط وغیرہ کے قاضی رہے۔[4]

محمد بن عثمان الزرعی (متوفی ۷۷۹ھ)

انہوں نے قاضی بیضاوی کی "منهاج الوصول الى علم الاصول "کو منظوم کیا۔[5]

احمد بن علی البلسینی حنفی (متوفی ۷۷۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "جواهر الافكار فى مختصر المنار للنسفى " تالیف کی۔[6]

ضیاء القزوینی شافعی (متوفی ۷۸۰ھ)[7]

فقہ، اصول واصول دین، تفسیر، لغت عربیہ اور معانی وبیان کے عالم وامام تھے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ : "انا حنفی الاصول، شافعی الفروع" (میں حنفی الاصول اور شافعی الفروع ہوں) ، شیخ سعد الدین التفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) صاحب التلویح نے ان سے بھی علم حاصل کیا جبکہ عضد الدین الایجی (متوفی ۷۵۶ھ) شارح ابن الحاجب وغیرہ آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔

---

1. الفتح المبین ۲/۱۹۸
2. ابوالحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن الہمام ابن ابراہیم بن المطعم الانصاری الدمشقی، ابن الشاطر متوفی ۱۳۷۵ء
3. شہاب الدین احمد بن یوسف بن فرج اللہ بن عبدالرحیم الشارمساحی متوفی ۱۳۷۵ء غالباً مصر میں وفات پائی
4. معجم الاصولیین ۱/۲۲۹ (۱۹۲)
5. محمد عثمان بن فرمود الزرعی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۹
6. احمد بن علی بن عبدالرحمن الکتانی البلسی، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۳
7. ضیاء الدین ضیاء سعد بن محمد بن عثمان القزوینی القرمی العفیفی متوفی ۱۳۷۸ء، غالباً مصر میں وفات پائی۔ النجوم الزاہرہ میں آپ کا نام ضیاء الدین ابو عبداللہ ابن الشیخ سعد الدین سعد العفیفی القزوینی الشافعی ابن قاضی القرم مذکور ہے

مؤلفات اصولیہ :

ان کی کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ قاہرہ میں شافعی مدرسہ میں مدرس تھے۔ مذہب حنفی وشافعی دونوں کے مطابق تدریس کرتے، فتویٰ دیتے اور دونوں میں متحضر رہتے۔ النجوم الزاہرہ میں مذکور ہے : کان یدرس فی المذھبین "الحنفیۃ و الشافعیۃ" [۱]

ابن الحرانیہ المارد ینی حنفی (۷۰۲ھ۔۷۸۰ھ) [۲]

فقہ، خلاف اور اصول میں مقبولیت پائی اور ان کے ساتھ کئی دوسرے فنون میں مہارت رکھتے ہیں۔ اپنے زمانے میں ... پیدا کیا۔ ماردین میں تدریس کی۔ بہت سے حضرات مستفید ہوئے، حنفیہ اور شافعیہ کے مابین خلاف اور فقہ میں "ارجوزہ" تالیف کیا جو ایک عمدہ کام ہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مختصر اصول الفقہ" تالیف کی۔ اس میں انہوں نے اپنے مذہب کا دفاع ... اور مخالفین کا دلائل کے ساتھ بھرپور انداز میں رد کیا۔ [۳]

ابو جعفر الثقفی مالکی (۷۲۷ھ۔۷۸۰ھ) [۴]

فقیہ، اصولی، مقری، نحوی، محدث اور مفسر تھے۔ اصلین میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اندلس میں ریاست کا ملکیہ ان پر ختم ہوتی تھی۔ تقریباً چار سو اساتذہ سے استفادہ کیا۔ انہوں نے کتاب "شرح الاشارہ للباجی فی الاصول" تالیف کی۔ [۵] المراغی نے ان کا دو جگہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ تو ان کی تاریخ وفات ۷۰۸ھ بتائی ہے اور دوسری جگہ ۷۸۰ھ تاریخ وفات کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔ [۶]

ابن منصور الدمشقی حنفی (۷۱۷ھ۔۷۸۲ھ) [۷]

فقیہ اور اصولی تھے، دمشق کے قاضی رہے۔ ابن ترکمانی کی وفات کے بعد مصر میں منصب قضاء کی پیشکش کی گئی تھی مگر انہوں نے نجم الدین بن العز کو یہ منصب عطا کرنے کی سفارش کی۔ مصر میں مقیم ہو گئے اور تدریس کی۔ ۷۷۷ھ میں یہاں کے قاضی مقرر کئے گئے مگر ۷۷۸ھ میں قاضی کا عہدہ چھوڑ کر واپس دمشق چلے گئے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ان کی اصول فقہ پر کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ [۸]

---

۱ الدرر الکامنۃ ۲/۲۰۹ (۱۹۸۸)، معجم الاصولیین ۲/۱۴۶ (۳۸۱)، النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ، جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی الاتابکی متوفی ۸۷۴ھ، ۱۱/۱۹۳، مصر وزارۃ الثقافۃ دار الارشاد القومی

۲ بدرالدین محمد بن محمد بن ابی العز حنفی ابن الحرانیہ المارد ینی (۱۳۰۲ء۔۱۳۷۸ء)

۳ الفتح المبین ۲/۱۹۹

۴ ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر بن محمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی اندلسی (۱۳۲۷ء۔۱۳۸۷ء)، اندلس میں ولادت ووفات ہوئی

۵ الدیباج ص ۱۰۶، تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۴۸۴، الفتح المبین ۲/۲۰۰

۶ الفتح المبین ۲/۲۰۰، ۱۰۶۔۱۰۷

۷ احمد بن علی بن منصور بن ناصر الدمشقی حنفی ۱۳۱۷ء۔۱۳۸۰ء

۸ الفوائد البہیہ ص ۲۸۔۲۹، معجم الاصولیین ۱/۱۷۸۔۱۷۹

اکمل الدین البابرتی حنفی (۷۱۴ھ - ۷۸۶ھ)[1]

فقیہ، اصولی، ادیب، نحوی، متکلم و مفسر تھے۔ حصول علم کے لئے حلب آئے۔ قوام الدین محمد بن محمد الکاکی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ جب مصر تشریف لائے تو کئی بار منصب قضاء کی پیشکش کی گئی مگر بار بار اس پیشکش کو ٹھکراتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول

۲۔ شرح علی اصول البزدوی فی الاصول

ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے :

☆ النقود والردود فی شرح منتهی السول والامل لابن الحاجب

☆ التقریر فی شرح اصول البزدوی .

اور تاج التراجم میں بھی شرح اصول بزدوی کا نام التقریر ہی مذکور ہے۔ اور شرح مختصر ابن الحاجب الاصلی مذکور ہے۔

۳۔ الانوار فی شرح المنار للنسفی، مکتبہ حلب میں اس کا مخطوطہ موجود ہے جسے ان کے شاگرد عبدالرحمن بن محمد السلمسانی نے البابرتی کے زندگی میں ۷۶۰ھ میں تحریر کیا تھا۔ بسم اللہ کے بعد آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

الحمد لله مظهر بدائع الحكم بالايات الخارقة للعقول۔ اور اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

"ان يجعله ذخرا لنا فی دار القرار انه علی مایشاء قدیر وبالاجابة جدیر۔"[2]

شمس الدین الکرمانی شافعی (۷۱۷ھ/۷۸۶ھ)[3]

فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، متکلم، ادیب اور نحوی تھے۔ اپنے والد بہاء الدین اور العضد وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ حصول علم کے لئے دمشق، مصر، حجاز، بغداد گئے، متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی اور اس کا نام السبعة السیارہ رکھا، حج سے واپسی پر انتقال ہوا۔ ان کی میت وہاں سے بغداد منتقل کر کے ابو اسحاق الشیرازی (متوفی ۴۷۶ھ) صاحب اللمع والتبصرة فی اصول الفقه کے پہلو میں دفن کئے گئے جسے انہوں نے خود اپنے لئے تیار کیا تھا۔[4]

۱۔ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی (۱۳۱۴ء/۱۳۸۴ء)۔ بغداد میں ولادت اور قاہرہ میں وفات ہوئی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۷۱/۶، تاج التراجم۔ ص ۶۶ (۱۹۹)، الفتح المبین ۲۰۱/۲۔ فهرست المنتخب من المخطوطات العربیة فی حلب۔ ۱۲۱، ۱۲۲، بیروت، عالم الکتب ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۶ء

۳۔ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید الکرمانی البغدادی ۱۳۱۷ء/۱۳۸۴ء) بغداد میں مدفون ہوئے۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۱۷۳/۶، الفتح المبین ۲۰۲/۲

فضل اللہ الشاملکانی شافعی (متوفی ۷۸۷ھ) [1]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے، قاضی العضد سے علم حاصل کیا۔ کئی علوم اور خاص کر علوم عقلیہ میں تبحر حاصل تھا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔ [2]

سریجا الملطی شافعی (۷۲۰ھ/۷۸۸ھ) [3]

اپنے زمانے میں اپنے شہر میں فقہ، قرات، ادب اور دیگر علوم میں ممتاز مقام رکھتے تھے علم الکلام، نحو، تفسیر، قرآن وغیرہ پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) تدقیق الوصول الی تحقیق الاصول

(۲) مستقصی الوصول الی مستصفی الاصول

(۳) وسائل الوصول الی مسائل الاصول [4]

ابواسحاق الشاطبی مالکی (متوفی ۷۹۰ھ) [5]

فقیہ، محدث، اصولی، لغوی، مفسر، محقق اور نظار تھے۔ الشریف تلمسانی (متوفی ۷۷۱ھ) صاحب مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الموافقات" تالیف کی۔

الموافقات کا تحقیقی تجزیہ :

الموافقات امام شاطبی کی مشہور اور ایک اہم تصنیف ہے جو چار اجزاء پر مشتمل ہے۔ مصنف نے پہلے اس کا عنوان التعریف ، باسرار التکلیف رکھا پھر اس کا نام بدل کر "الموافقات" رکھا۔ اس سے بعض نے یہ سمجھا یہ دو الگ الگ کتابوں کے نام ہیں جیسا کہ رضا کحالہ نے یہی گمان کیا۔ [6]

الموافقات کے مقدمہ میں محشی عبداللہ دراز کے کلام سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اس کتاب کو مصر میں متعارف کرانے کا سہرا شیخ عبدہ کی مرہون منت ہے اور اس کی مصری طباعت کا ذکر کیا۔ اس میں بھی یہ تاثر نظر آتا ہے کہ ان

---

[1] سعد الدین فضل اللہ بن ابراہیم بن عبداللہ الشاملکانی (السارکاری) متوفی ۱۳۷۵ء نیشاپور سے تعلق رکھتے ہیں۔

[2] الفتح المبین ۲/۲۰۳

[3] سریجا بن محمد بن سریجا زین الدین، الملطی، الماردینی (۱۳۲۰ء/۱۳۸۶ء)

[4] کشف الظنون ۱/۳۸۲، ۲/۱۶۷۵، ۲۰۰۸، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۲۔۳۸۳، معجم الاصولیین ۲/۱۱۸ (۳۵۴)

[5] ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی شاطبی متوفی ۱۳۸۸ء

[6] معجم المؤلفین ۱/۱۱۸

کی طباعت بھی مصر میں ہوئی ہوگی مگر درست بات یہ ہے کہ پہلی مرتبہ یہ کتاب تیونس سے ۱۳۰۲ھ۔۱۸۸۴ء میں طبع ہوئی اور علماء وطلاب زیتونیہ میں متداول رہی اور اس پہلی طبع میں تین زیتونی علماء کی تصحیح بھی شامل تھی جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) الشیخ علی الشنوفی (۲) الشیخ احمد الورتانی (۳) الشیخ صالح قابجی

مصر میں تو یہ کتاب ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں یعنی پہلی طباعت کے تقریباً ۳۸ برس بعد طبع ہوئی۔ اور اس کی طباعت شیخ ڈاکٹر حسین کی مرہونِ منت تھی اور یہ مطبعہ سلفیہ سے شائع ہوئی۔ طباعت کے اخراجات عبد الهادی بن محمد منیر دمشقی نے برداشت کئے۔ اس کے جزء اول وثانی پر شیخ محمد الخضر کی تعلیق تھی جبکہ جزء ثالث ورابع پر محمد حسنین مخلوف کی تعلیق تھی۔ اس کے بعد اس کی دو طباعتیں مصر میں ہوئیں ایک تو محمد محی الدین عبد الحمید کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ صبیح مصر سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ شیخ عبداللہ دراز کی تحقیق اور تعلیق کے ساتھ مکتبہ التجاریہ الکبری، مصر سے طبع ہوئی، تاریخ طباعت درج نہیں تھی۔

علم المقصد پر تدوین کی اولویت :

تقریباً سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ امام شاطبی علم المقاصد کے مبتدع ہیں بالکل اسی طرح جس طرح کہ سیبویہ کو علم نحو اور خلیل بن احمد الفراہیدی کو علم العروض میں مبتدع کی حیثیت حاصل ہے۔ عبداللہ دراز لکھتے ہیں :

"هكذا بقى علم الاصول فاقد اقسما عظيماً هو شطر هذا العلم، الباحث عن احد ركنيه، حتى هيا الله سبحانه وتعالىٰ ابا اسحاق الشاطبى فى القرن الثامن الهجرى لتدارك هذا النقص، وانشأ هذا العمارة الكبرى فى هذا الفراغ المترامى الاطراف فى نواحى هذا العلم الجليل "[1]

(یوں علم الاصول کی ایک بڑی قسم (مقاصد الشارع) مدت مدید تک ناقابلِ التفات ہی رہی حالانکہ وہ زیرِ بحث علم کا ایک اہم رکن وجزء تھا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آٹھویں صدی ہجری میں ابواسحاق شاطبی کو اس کمی کو پورا کرنے کی توفیق بخشی جنہوں نے اس عظیم الشان علم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس واقع شدہ خلا کو احسن طریقے سے پُر کیا اور اس فن کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کردی)

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں :

"لم تقف به الهمة فى التجديد والعمارة لهذا الفن عند تاصيل القواعد، وتاسيس الكليات المتضمنة لمقاصد الشارع فى وضع الشريعة، بل جال فى تفاصيل مباحث الكتاب اوسع مجال، وتوصل باستقرا انها الى استخراج درر غوال لها اوثق صلة بروح الشريعة، واعرق نسب بعلم الاصول "[2]

(مصنف شاطبی نے اس فن کی تجدید وتعمیر کی قواعد کے اصل تلاش کرنے اور وضع شریعت کے معاملہ میں شارع کے مقاصد سے کلیات کی بنیاد بتانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کتاب کے مباحث کی تفصیل پیش کرنے میں بڑی تگ ودتاز سے کام لیا

[1] مقدمہ علی الموافقات للشاطبی، شیخ عبداللہ دراز، ص ۱/۶۔ بیروت دار المعرفۃ سنہ ند [2] حوالہ سابق

وہ اپنی تلاش وتجسس سے ایسی قیمتی اور پوشیدہ موتیوں کو نکالنے میں کامیاب ہوئے جن کا روح شریعت سے گہرا واسطہ اور علم اصول سے ان کی گہری نسبت ہے)

شیخ عبدالمجید الترکی لکھتے ہیں :

" منشئه الشاطبی الاندلسی الذی اختار له من الاسماء علم مقاصد الشریعه".[1]

(امام شاطبی اندلسی نے سب سے پہلے اس علم کے لئے علم مقاصد شریعہ کا نام استعمال کیا)

شیخ محمد خضری بک لکھتے ہیں :

" ومن الغریب انه ، علی کثرة ماکتب فی اصول الفقه، لم یعن احد بالکتابة فی الاصول التی اعتبرها الشارع فی التشریع ، وهی التی تکون اساسالدلیل القیاس...... والا شتغال بها خیر من قتل الوقت فی الخلاف والجدل فی کثیر من المسائل التی لایترتب علیها ولا علی الخلاف فیها حکم شرعی...... واحسن من رایته کتب فی ذلک ابو اسحاق ابراهیم بن موسیٰ الشاطبی المتوفی سنه ۷۹۰ ھ فی کتابه الذی سماه (الموافقات) وهو کتاب عظیم الفائدة سهل العبارة لایجد الانسان معه حاجة الی غیره ".[2]

(کتنی عجیب بات ہے کہ اصول فقہ پر کثرت سے کتابیں لکھی جانے کے باوجود کسی نے بھی اصول فقہ کے اس پہلو کے بارے میں لکھنے کی طرف توجہ نہیں دی جس کا شارع نے تشریعی احکام میں اعتبار کیا ہے اور وہ قیاس کی دلیل کی اساس ہے...... اور اس میں مشغولیت خلاف وجدل کے ان کثیر مسائل میں وقت کا قتل کرنے سے بہتر تھی جن پر کوئی حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا...... اور اس فن میں میری نظر سے جو عمدہ کتب گزری ان میں ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی سنہ ۷۹۰ھ کی الموافقات تھی اور وہ سہل عبارت میں ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم الفائدہ کتاب ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں کرتا)

شیخ علی حسب اللہ نے لکھا :

" وقد جاء ابو اسحاق الشاطبی (متوفی سنه ۷۹۰ ھ) . فی کتابه الموافقات بما لم یسبق به ، فعنی ببیان قواعد الاصول ، وتوضیح مقاصد الشارع مع سهولة فی العبارة ، ووضوح فی الغرض ".[3]

امام شاطبی نے اس فن پر اپنے مبتدع ہونے کا اظہار ان کلمات کے ساتھ کیا :

" فان عارضک دون هذا الکتاب عارض الانکار . وعمی عنک وجه الاختراع فیه والابتکار، وغر الظان انه شئی ماسمع بمثله ، ولا الف فی العلوم الشرعیة الاصلیة او الفرعیة ما نسج علی منواله ، اوشکل بشکله وحسبک من شر سماعه . ومن کل بدع فی الشریعة ابتداعه فلا تلتفت الی الاشکال دون اختبار ولاترم بمظنة الفائدة علی غیر اعتبار ".[4]

---

[1] الفکر الصولی واشکالیة السلطة العلمیة فی الاسلام قراءة فی نشاة علم الاصول ومقاصد الشریعة ،عبدالمجید الصغیر،ص بیروت دار المنتخب العربی ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء

[2] اصول الفقه ،شیخ محمد خضری بک۔ص ۱۱۔۱۲

[3] اصول التشریع الاسلامی،شیخ علی حسب اللہ۔ص ۷۔مصر دار المعارف طبع ثالثہ ۱۳۸۳ھ۔۱۹۶۴ء

[4] الموافقات فی اصول الشریعة ،ابو اسحاق الشاطبی الغرناطی مالکی متوفی ۷۹۰ھ ۲۵/۱۔بیروت دار المعرفۃ سن ند

(یعنی اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انکار کی صورت پیش آئے اور تم پر وجہ استدلال اور اس کا ایک اچھوتا ہونا واضح نہ ہو سکے اور کوئی شخص اس قسم کا دھوکہ دے کہ ایسی بات کہے جو پہلے کبھی سنی ہی نہیں۔ نہ ہی علوم شرعیہ کے اصول وفروع کی بحث میں کسی مؤلف نے پہلے اس قسم کی باتیں لکھیں یا کچھ اشکال پیش آئے اور ایسی باتوں کا سنا تیرے لئے شر کا موجب بن جائے تو ایسی صورت میں بلا تحقیق اشتباہ کی طرف متوجہ نہ ہونا اور جانچ کے بغیر مزعومہ فوائد کا ارادہ نہ کرنا)

الغرض مذکور بالا اقوال امام شاطبی کے علم المقاصد میں متبدع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اگر چہ مقاصد کا ظہور پہلے ہی ہو چکا تھا مگر وہ سرسری تھا۔ مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمان: تحدث للناس اقضیہ بقدر ما احدثوا من الفجور، اس کی مثل امام مالک کا فرمان: "ان دین اللہ یسر" وغیرہ وغیرہ۔

علم المقاصد کے تاریخی ارتقاء پر ایک تحقیقی تجزیہ:

کہا جاتا ہے کہ مقاصد الشریعہ کی جانب سب سے پہلے ابراہیم نخعی تابعی (متوفی ۹۶ھ) متوجہ ہوئے اور اپنے اجتہاد میں اس کو پیش نظر رکھا، یہ حماد بن سلیمان اور امام ابو حنیفہ کے استاد تھے[1]۔ ابراہیم نخعی عراق میں رہتے تھے ان کے مقابلہ میں ایک اور کبار تابعی سعید بن المسیب (متوفی ۹۳ھ) حجاز میں مقیم تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاوٰی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ ابراہیم نخعی "اصحاب الرائے" کہلاتے کیونکہ وہ ضرورت والے پر قیاس پر خوب عمل کرتے اور یہ مذہب حنفی کے لئے بنیاد بنی۔ جبکہ سعید بن المسیب "اصحاب الاثر" کہلائے، مذہب مالکی کی بنیاد یہیں سے پڑی۔ ابراہیم نخعی احکام کے استنباط میں مقاصد الشارع کا خوب خیال رکھتے اور اس کی تعبیر یوں کہتے: "ان احکام اللہ لہا غایات ھی حکم ومصالح راجعة الینا"[2] (بلاشبہ اللہ کے احکام کی غایات وہ حکمتیں اور مصالح ہیں جو ہم تک لوٹتی ہیں) اور اس پر کئی آیات استدلال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً

"یسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لھم خیر وان تخالطوھم فاخوانکم فی الدین واللہ یعلم المفسد من المصلح ولو شاء اللہ لاعنتکم ان اللہ عزیز حکیم"[3]۔

اور اسی طرح اکثر ائمہ اہل سنت نے مصلحت کو مدنظر رکھا اور مصالح مرسلہ کو اصول فقہ میں ایک اصل مانا مقاصد شرعیہ مصالح پر مبنی ہوتے ہیں اور اس میں محصور ہوتے ہیں۔

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) کی علم مقاصد شرعیہ میں خدمات:

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "المستصفی" میں مقاصد پر کلام کیا اور اس کے مباحث میں توسع پیدا کیا اور پانچ ثابت ضروریہ کو اس میں شامل کیا اور ہر ایک کو مقاصد کے لئے اصل قرار دیا اور پھر مصلحت پر ایک مستقل بحث لائے جو "الاستصلاح" کے تحت ہے۔[4]

---

[1] الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی (۱۲۹۱ھ-۱۳۷۶ھ) ۱/۲۹۵ تخریج احادیث وتعلیق عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری، مدینۃ المنورہ مکتبہ العلمیہ

[2] حوالہ سابق۔ ص ۳۱۸ [3] البقرہ: ۲۲۰ [4] المستصفی، امام غزالی ۱/۱۳۹-۱۴۰

عزالدین شافعی (متوفی ۶۶۰ھ) کی اس فن میں خدمات :

امام عزالدین نے امام غزالی کی پیروی کرتے ہوئے المستصفی کے منہج پر ایک کتاب "القواعد الکبری" ... کی جس کا مشہور نام "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" ہے۔ انہوں نے احکام کی نظری مصلحت کے اعتبار سے دو قسمیں کیں ایک عبادات اور دوسری معاملات۔ اور کہا کہ عبادات جو احکام تعبدیہ ہیں اور شارع نے ان کو لازم کیا ہے اس میں تو کسی قسم کے کلام کی گنجائش نہیں ہاں البتہ معاملات میں عقل کے ذریعہ علل واسباب تک رسائی ممکن ہے کیونکہ معاملات کے احکام بندوں کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں[1]۔ یہاں اگرچہ ظاہریہ کا اختلاف ہے وہ پوری شریعت کو تعبدی تصور کرتے ہیں خواہ عبادات ہوں یا معاملات۔ جمال الدین عطیہ اپنی کتاب میں امام عزالدین کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" وقد ارجع العز بن عبدالسلام قواعد الفقه وفروعها الى جلب المصالح ودرء المفاسد، بل ارجع الكل الى اعتبار المصالح لان درء المفاسد من جملتها "[2]۔

(امام عز بن عبد السلام نے تمام فقہی قواعد وفروعات کا مرجع جلب منفعت اور دفع مضرت کو قرار دیا بلکہ کل احکام کی بنیاد جلب منفعت ہی کو بتایا ہے اس لئے کہ دفع مضرت حصول منفعت ہی کی ایک قسم ہے)

نجم الدین طوفی حنبلی (متوفی ۷۱۶ھ) کی علم مقاصد شریعہ میں خدمات :

عزالدین بن عبدالسلام کے بعد نجم الدین طوفی نے مصالح شریعہ کے اہتمام کی طرف توجہ مرکوز کی اور تمام مقاصد کو مصالح شریعہ کے تحت محصور کیا اور وہ اس حد تک گئے کہ نص اور اجماع پر اس کو مقدم کیا۔ اور اپنے مذہب پر ایک مختصر رسالہ تصنیف کیا جس کا نام "المصالح المرسلہ" رکھا[3]۔ مصالح مرسلہ مالکی مذہب کے اصول میں سے ایک اصل ہے جس کا مرتبہ کتاب، سنت، اجماع وقیاس کے بعد آتا ہے۔ یعنی ان مذکورہ مصادر میں کوشش کے باوجود حل نہ پانے کی صورت میں مصالح مرسلہ سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے جبکہ امام طوفی کے یہاں مصالح مرسلہ کا درجہ سب سے مقدم ہے یعنی وہ اس اصل کو نصوص الکتاب والسنہ پر بھی مقدم رکھتے ہیں[4]۔ امام طوفی نے اپنے رسالہ کو عبادات ومعاملات میں تقسیم کیا۔ عبادات میں نصوص یا اجماع موجود ہونے کی صورت میں توقف کیا۔ جبکہ معاملات میں نظری مصلحت کو مدنظر رکھا کیونکہ شریعت کے احکام بندوں کے مصالح پر مبنی ہیں[5]۔ احکام، خلق کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں اس کی تائید میں امام طوفی حضور ﷺ کے فرمان " لا ضرر ولا ضرار " کو پیش کرتے ہیں۔[6]

---

1. قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۲/۷۳
2. التنظیر الفقہی، جمال الدین العطیہ۔ ص۶۳۔ الدوحہ مطبعہ الدوحہ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء
3. مختصر طبقات الحنابلہ، جمیل الشطی۔ ص۵۲
4. مصادر التشریع الاسلامی فیما لا نص فیہ، عبدالوہاب خلاف۔ ص۸۷
5. حوالہ سابق نجم الدین طوفی کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ شیخ جمال الدین القاسمی کی تحقیق کے ساتھ شیخ محمد رشید رضا نے طبع کروایا۔ دوسری مرتبہ ڈاکٹر ... مصریہ میں موجود مخطوطہ پر اعتماد کرتے ہوئے مصطفیٰ زید کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا گیا۔
6. سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، ابواب الاحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ

امام شاطبی بحیثیت موجد یا مدونِ علم المقاصد :

مذکورہ بالا حضرات کے بعد آٹھویں صدی ہجری میں ابو اسحاق شاطبی کا ظہور ہوتا ہے انہوں نے اپنی کتاب "الموافقات" کے دوسرے جزء کو علوم المقاصد کے لئے مخصوص کر دیا۔ علم المقاصد کی نشأۃ و تطور کے بیان سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ امام شاطبی نہ تو اس علم کے موجد ہیں اور نہ ہی مدون اول، بلکہ اس علم میں شیخ عز الدین بن عبد السلام کو تالیف میں سبقت حاصل ہے جنہوں نے "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" تالیف کی۔ اس کے بعد امام طوفی نے اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے "المصالح المرسلہ" لکھی جو علم المقاصد پر ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود امام شاطبی کی فضیلت و شان میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس علم کے میدان کو وسیع و عریض کیا۔ اس کے مباحث میں گہرائی و گیرائی پیدا کی اور تقریباً چاروں اجزء میں ان کا کلام اسی محور پر رہتا ہے۔ ان کے اس عمل کے دو پہلو ہیں، پہلا یہ کہ مسائل کے حل کے لئے قرآن کریم میں تلاش و جستجو کرنا، کیونکہ قرآن کریم شریعت کے مصادر میں سے علی الاطلاق اول مصدر ہے۔ دوسرا یہ کہ اس علم میں ایسے مباحث جدیدہ کے اضافہ کے ساتھ توسیع پیدا کرنا جنہیں ان سے قبل کے مصنفین نے نہیں کیا۔ اس راہ میں انہیں مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا بھی کرنا پڑا جس کا اظہار انہوں نے ان کلمات کے ساتھ کیا ہے :

"فلقد قطع فی طلب هذا المقصود مهامة فيحا، وكابد من طوارق طريقة حسنا وقبيحا، ولاقى من وجوه المعترضة هجا وصبيحا، وعانى من راكبته المختلفة مانعا ومنيحا، فان شئت الفته لتعب السير طليحا، أولما حالف من العطاء طريحا، اولمحاربة العوارض الصادة جزيحا، فلا عيش هنينا ولا موت مريحا، وجملة الامر (فی التحقيق) ان أذهى مايلقاه السالک للطريق فقد الدليل، مع ذهن لعدم نور الفرقان كليل، وقلب بصدمات الاضغاث عليل، فيمشى على غير سبيل، وينتمى الى غير قبيل .... الى ان الرب الكريم البر الرحيم، الهادى من يشاء الى صراط مستقيم، فبعث له ارواح تلك الجسوم، وظهرت حقائق تلک الرسوم، وبدت مسميات تلک الوسوم، فلاح فی اكنافها الحق واستبان، وتجلى من تحت سحابها شمس الفرقان وبان "[1]

(بلاشبہ اس شخص (مصنف) نے اس مقصد کی طلب میں وسیع سے وسیع جنگل طے کئے ہیں۔ ان راہوں کی تنگی ترشی سب کچھ برداشت کیا ہے، ترش رو اور ہنس مکھ ہر طرح کے لوگوں سے ملاقات کی ہے۔ نرم خو اور درشت سواریوں کی مشقت اٹھائی ہے پھر اگر تو اسے سفر سے تھکا ماندہ، مشقت سے گرا پڑا اور پیش آمدہ عوارضات سے زخمی پائے تو نہ ایسی زندگی خوشگوار ہو سکتی ہے اور نہ ہی ایسی موت کوئی راحت بخش چیز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سالک راہ کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی رہنما میسر نہ آئے بالخصوص جب کہ حق و باطل میں فرق کرنے والی روشنی نہ ہونے کے سبب اس کا ذہن بے کار ہو چکا ہو اور دل حوادث زمانہ کی وجہ سے بیمار پڑ گیا ہو۔ ایسی صورت میں ایسا آدمی غلط راستے میں جا پڑتا ہے اور

---

[1] الموافقات، فی اصول الشریعۃ، ابو اسحاق الشاطبی الغرناطی مالکی متوفی ۷۹۰ھ ۱/۳۲ بیروت دار المعرفۃ

اپنے آپ کو کسی غیر خاندان کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ رب رحیم وکریم جس شخص کے لئے چاہتا ہے ہدایت کی راہ کھول دیتا ہے بڑا احسان فرمایا اور اس شخص (مصنف) کے لئے ان اجسام کی ارواح بیدار ہوئیں اور ان عبارتوں کے حقائق ظاہر ہونے لگے۔ نیز ان نشانات (الفاظ) کے مسمیات واضح ہونے لگے تو اس (مصنف) کے اطراف وجوانب میں حق چمک کر ظاہر ہوا، اس کے بادلوں کے نیچے سے فرقان کا سورج جلوہ گر ہوا)

وہ جدید مباحث جن کا امام شاطبی نے علم المقاصد میں اضافہ کیا ان کا مندرجہ ذیل ابواب میں احاطہ کیا:

(۱) المصلحه وضوابطها (۲) نظرية القصد في الافعال وسوء استعمال الحق

(۳) النوايا بين الاحكام والمقاصد (۴) المقاصد والعقل

(۵) المقاصد والاجتهاد (۶) الغايات العامه للمقاصد

الموافقات کا اختصار:

ابوبکر محمد بن محمد بن عاصم الاندلسی غرناطی مالکی (متوفی ۸۲۹ھ) نے نیل المنٰی کے نام سے الموافقات کا اختصار[1]

سعد الدین التفتازانی (۷۱۲ھ-۷۹۱ھ)[2]

اصولی، مفسر، متکلم، محدث، بلاغی اور ادیب تھے۔ عوام وخواص میں مقبول رہے۔ اپنے زمانے میں ریاست مذہب حنفیہ آپ پر ختم ہوگئی۔ ابن نجیم مصری وغیرہ نے دیباچہ فتح الغفار شرح منار الانوار میں ان کو حنفی بتایا۔ صاحب کشف الظنون اور ملا حسن چلپی نے حاشیہ مطول کی بحث متعلقات فعل میں ان کو شافعی بتایا ہے۔ انہوں نے فقہ اور اس کی کتب پر خاص توجہ مرکوز رکھی، جس سے خیال ہے کہ وہ حنفی المسلک تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ التلويح في كشف حقائق التنقيح في الاصول

۲۔ حاشيه على شرح العضد على مختصر ابن الحاجب في الاصول لکھا۔

انہوں نے اپنے استاد عضد الدین (متوفی ۷۵۶ھ) کی شرح المختصر پر حاشیہ لکھا تھا۔

التلویح پر حواشی وتعلیقات:

التلویح کا شمار ان بعض کتب میں ہوتا ہے جن پر کثرت سے حواشی وتعلیقات وغیرہ لکھے گئے۔ ہم صدر الشریعہ (متوفی ۷۴۷ھ) کی کتاب التوضيح شرح التنقيح کے تعارف میں اس کی شروح اور ان شروح پر حواشی وتعلیقات کے ضمن میں التلویح کے حواشی وتعلیقات وغیرہ کو بیان کر چکے ہیں۔[3]

---

[1] الفتح المبین ۳/۲۵

[2] سعد الدین مسعود (محمود) بن عمر بن عبداللہ التفتازانی (۱۳۱۲ھ-۱۳۸۹ھ) خراسان میں ولادت اور سمرقند میں وفات پائی

[3] ہدیۃ العارفین ۶/۴۲۹، انباء الغمر بانباء العمر، ابن حجر عسقلانی ۱/۳۸۹-۳۹۰، اس میں ان کا نام مسعود کی جگہ محمود مذکور ہے۔ الفتح ۲/۲۰۶، حاشیہ مطول ملا حسن چلپی، بحث متعلقات فعل میں ان کو شافعی بتایا ہے

عمر بن رسلان البلقینی شافعی (۷۵۷ھ-۷۹۱ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ علی شرح الاسنوی لمنہاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی۔[2]

محمد بن سلیمان الصرخدی شافعی (۷۳۰ھ-۷۹۲ھ)[3]

فقیہ، اصولی، متکلم اور اشعری تھے۔ صرخد سے دمشق آ کر فقہ و اصول و دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی اور پھر ان فنون میں دسترس حاصل کرنے کے بعد مختلف مقامات پر تدریس کی۔ اشعری مذہب کے پُر زور حامی تھے۔ متعدد فنون پر تصانیف لکھیں مگر معظم مصنفات کو تبییض سے قبل ہی جلا دیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی جو تین اجزاء میں ہے۔

۲۔ مختصر تمہید الاسنوی فی الاصول مع زیادات و انتقادات، یہ عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) کی کتاب "التمہید فی تنزیل الفروع علی الاصول" کا اختصار ہے۔[4]

ابو عبداللہ السیوری شیعی (متوفی ۷۹۲ھ بعدہ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مبادی الاصول اور تنقیح الرائع شرح مختصر الشرائع تالیف کی۔[5]

خواجہ زادہ حنفی (متوفی ۷۹۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ التلویح للتفتازانی فی الاصول۔[6]

جلال الدین التبانی (متوفی ۷۹۳ھ)[7]

اصولی، نحوی و محدث تھے۔ قوام الدین اکاکی (متوفی ۷۴۹ھ)، شارح المنار اور پھر قوام الدین امیر کاتب الاتقانی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ کئی مرتبہ منصب و قضاء کی پیشکش کی گئی مگر قبول نہیں کیا۔ تدریس کے ساتھ فقہ، اصول بلاغت وغیرہ میں کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ ابوالیمن بدر الدین محمد بن سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی مصری ۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۳

۳۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبداللہ الصرخدی (۱۳۳۰ء-۱۳۹۰ء) صرخد میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

۴۔ کشف الظنون ۱/۴۸۳، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۴، الفتح المبین ۲/۲۰۷

۵۔ ابوعبداللہ مقداد بن عبداللہ بن محمد بن الحسین بن محمد الحلی الشیعی، السیوری ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۰

۶۔ مصلح الدین مصطفیٰ یوسف بن صالح البرسوی الرومی حنفی، خواجہ زادہ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۳

۷۔ جلال الدین، جلال بن احمد بن یوسف بن طوغ رسلان الشیری التبانی متوفی ۱۳۹۱ھ، قاہرہ میں وفات پائی۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ الفتح المبین وغیرہ میں جلال بن احمد بن یوسف جلال الدین التبانی ہے۔ معجم المؤلفین ۳/۱۵۲ وغیرہ میں جلال الدین بن احمد التبانی اور کشف الظنون ہدیۃ العارفین وغیرہ میں رسولا بن احمد بن یوسف جلال الدین لاتبانی ہے

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح منار الانوار للنسفی تالیف کی اور اس کا نام منهاج الشريعة رکھا۔ حاجی خلیفہ نے اس شرح ... کرتے ہوئے کہا : "وهو شرح حسن الى الغاية"۔

۲۔ تعليقه على اصول البزدوى ، صاحب تاج التراجم نے لکھا : "وتعليقته على البزدوى لم تكمل" (انہوں نے اصول بزدوی پر ایک نامکمل تعلیقہ لکھا) كشف الظنون وهدية العارفين میں اس طرح مذکور ...

"تعليقه على شرح الارزنجانی لاصول البزدوی"

۳۔ شرح مختصر ابن الحاجب فى الاصول۔[۱]

بدرالدین الزرکشی شافعی (۷۴۵ھ۔۷۹۴ھ)[۲]

فقیہ، اصولی ومحدث تھے۔ جمال الدین الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) صاحب "نهاية السول فی شرح ... الاصول للبیضاوی" اور سراج الدین بلقینی (متوفی ۸۰۵ھ) سے تعلیم حاصل کی، یہاں تک کہ مصر کے شیوخ ... میں شمار ہونے لگے۔ شمس البرماوی (متوفی ۸۳۱ھ) جنہوں نے "منظومة فی الاصول" تالیف کی، امام زرکشی ... شاگرد تھے۔ امام زرکشی تیس (۳۰) سے زائد کتب کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البحر المحيط فى الاصول

۲۔ تشنيف المسامع بجمع الجوامع فى الاصول۔[۳]

۳۔ لقطة العجلان وبلة الظمان فى اصول الفقه و الحكمة والمنطق[۴]۔ یہ کتاب مصر سے ۱۳۲۶ ... چھپ چکی ہے۔

کتاب "لقطة العجلان" کی شرح :

(الف) خلیل بن محمد بن زہران بن علی الرشیدی الخضیری شافعی (متوفی ۱۱۸۱ھ) نے "اتحاف الفضلاء ... باسرار لقطة العجلان" تالیف کی جو لقطة العجلان کی شرح ہے۔[۵]

(ب) شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے "فتح الرحمٰن على متن لقطة العجلان" تالیف کی۔ یہ کتاب مطبعہ النیل قاہرہ سے ۱۳۲۸ھ میں چھپ چکی ہے اور اس پر شیخ یاسین کا حاشیہ ہے۔[۶]

---

[۱] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ایضاح المکنون ۴/۵۵۴، ہدیۃ العارفین ۵/۳۶۷ تاج التراجم ص ۲۱ (۵۴)، الفتح المبین ۲/۲۰۸، معجم ... ۲/۱۷۔۱۸ (۴۴۷)

[۲] ابوعبداللہ بدرالدین محمد بن عبداللہ الترکی المصری الزرکشی (۱۳۴۴ء۔۱۳۹۲ء مصر میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی

[۳] ہدیۃ العارفین ۲/۱۷۵

[۴] ہدیۃ العارفین ۲/۱۷۵

[۵] معجم الاصولیین ۲/۹۸ (۳۳۵)

[۶] الفتح المبین ۲/۶۹، معجم الاصولیین ۲/۱۰۸ (۳۳۵)

لقطة العجلان کا نظم :

ابواسحاق بُرھان الدین ابرہیم بن محمد بن ابوبکر بن علی ایوب ابن ابی شریف المقدسی شافعی (متوفی ۹۲۳ھ) نے نظم لقطة العجلان" تالیف کی ہے[1]

۲۔ سلاسل الذهب فی الاصول ہے[2]

البحر المحیط فی اصول الفقہ کا تحقیقی تجزیہ :[3]

یہ کتاب اصول فقہ کی اہم اور کبیر الحجم کتابوں میں سے ایک ہے جو آٹھ (۸) ضخیم جلدوں میں ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء میں مصر دار الکتب سے لجنۃ علماء ازھر کی تحقیق و تخریج احادیث کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں امام زرکشی نے بہت سی ایسی آراء منقولات جمع کی ہیں جسے ان سے قبل جمع نہیں کیا گیا تھا۔ صاحب شذرات نے لکھا کہ زرکشی نے اپنی اس کتاب کو پانچ سو (۵۰۰) سے زائد اُمہات الکتب سے استفادہ کر کے تالیف کیا ہے۔ جن میں سے بعض طبع ہو چکی ہیں بعض اب تک مخطوطہ کی صورت میں ہیں اور بعض مفقودہ ہیں۔ یہ کتاب اصول فقہ میں ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ہر مسئلہ کے بارے میں مذاہب متفرقہ کو جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں امام زرکشی ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

"وانا ارغب لمن وقف عليه ان لا ينسب فوائده اليه ، فاني افنيت العمر في استخراجها من المخبات واستنتاجها من الامهات ، واطلعت في ذلک على ماعسر على غيری مرامه ، وعز عليه اقتحامه ، وتحرزت في النقول من الاصول بالمشافهة لا بالواسطة ، ورايت المتاخرين قد وقع لهم الغلط الكثير بسبب التقليد ، فاني رايت في كتابي هذا شيئاً من النقول فاعتمد ، فانه المحرر المقبول ، واذا تاملته واسعا ، وجدته قدزاد في اصول الفقه بالنسبة الى كتب المتاخرين اضعافه ، وقد اجبت من كلام الاقدمين . خصوصًا الشافعي واصحابه ماكان قد درس واسفر صاحبه بعد ان تبلس بلفس "[4]

(میں اس کتاب کے قاری سے چاہوں گا کہ وہ اس کتاب کے فوائد کو اس کتاب کی طرف منسوب نہ کرے۔ میں نے اسرار (مخبات) سے ان (فوائد) کے استخراج اور کتب امہات سے استنتاج میں عمر کھپادی تو اس پر مطلع ہو سکا جس کا حصول اور اس میں دخول دوسروں پر دشوار تھا۔ میں نے براہ راست اصول سے استنتاج احتیاط کے ساتھ نقل کیا ہے۔ میں نے تقلید کے سبب متاخرین کو بہت سی غلطیوں میں پڑتے دیکھا ہے۔ پس اگر تم میری اس کتاب سے نقول سے کچھ دیکھو تو بھروسہ کر لینا۔ اس لئے کہ بلاشبہ یہ مکتوب مقبول ہے اور اگر تم اس میں وسیع تامل کرو گے تو یقیناً متاخرین کی کتب کے مقابلے میں اصول فقہ کا دگنا اضافہ پاؤ گے۔ میں نے متقدمین میں خاص طور امام شافعی اور ان کے اصحاب (پر وارد سوالات) کے جواب دیئے ہیں۔ جو کھوٹ مل جانے کے باعث ان صاحب سے دور اور پوشیدہ ہو چکے تھے)

۱۔ معجم الاصولیین ۱/۵۳۔۵۵ (۲۸) ۲۔ ہدیۃ العارفین ۲/۱۷۵

۳۔ کشف الظنون ۱/۲۲۶، معجم المولفین ۹/۱۲۲، شذرات الذہب ۶/۳۲۵

۴۔ البحر المحیط امام زرکشی تحقیق و تخریج احادیث لجنۃ علماء مصر دار الکتب ص ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء

البحر المحیط میں امام زرکشی کا منہج :

امام زرکشی نے اس کتاب کی تالیف میں جس اسلوب کو اختیار کیا اسے مندرجہ ذیل نقاط میں پیش کیا جا سکتا ہے:

۱۔ کسی مسئلہ سے متعلق جتنے مذاہب کا علم ہو سکا امام زرکشی نے انہیں اسی مسئلہ کے تحت یکجا کر کے بیان کیا ان نقول غریبہ سے جن فوائد کو جان سکے ان کو اور ان فوائد سے نایاب موتیوں اور ان کے ایک خاص صورت اظہار کو ایک مسئلہ کے تحت بیان کر دیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ انہوں نے ہر فائدہ اور سے نکلنے والی مشکلات کے حل کو ایک مضبوط سانچے میں ڈھال کر ہر ایک کو اس کے مناسب مقام پر رکھ دیا۔

۲۔ اکثر مسائل میں تصویر کشی، توضیح، تدلیل اور تعلیل کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصول فقہ علوم جو منقول و معقول سے مستمد ہوں ان کے لئے یہ بات خاص طور پر اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور قاعدہ بھی ہے کہ اولاً مسائل کی صحیح تصویر پیش کی جاتی ہے اور پھر ثانیاً تدلیل کے ذریعے ہر مذہب پر دلیل وبُرھان قائم کی جاتی ہے اور اخیراً تعلیل کے ذریعے اس علّت کو بیان کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے قائل نے وہ قول کیا ہوتا ہے۔

۳۔ وہ اکثر مسائل میں جب علماء شافعیہ کے حوالہ سے اقوال ذکر کرتے ہیں تو اس کے لئے "عندنا" یا "عند اصحابنا" یا اپنا قول پیش کرتے ہیں۔ مگر بعض مسائل میں وہ قول کی نسبت قائل کی طرف کئے بغیر بیان کر دیتے ہیں۔ اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تالیف کے وقت تک اس کے قائل کی نسبت میں عدم وضوح رہا ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خود اس کو بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جو قول اس کی نسبت کر دی اور جس کو باطل یا غیر ضروری سمجھا اس کو بغیر قائل کی نشاندھی کے بیان کر دیا۔

۴۔ امام زرکشی نے بہت سے دقیق معاملات کو سابقین کی کتب سے انہی کے الفاظ کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل کیا مگر کئی مواقع پر کتب سابقین سے نقل بالالفظ نظر نہیں آتا، شاید اس کی وجہ نسخہ کا اختلاف ہو کہ ان کو جو نسخہ دستیاب ہو اس میں یہی کلمات ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے روایت بالمعنیٰ کو اختیار کیا ہو۔

۵۔ امام زرکشی نے تمام نسخوں اور مقامات میں اسی طرح استدلال کیا جس طرح الجوینی نے البرھان وغیرہ میں آیت مبارکہ "فاقتلوا المشرکین" [1] میں تعبیر "فا" کے وقت کیا۔ گویا ان دونوں نے "فا" کو ایک مستقل کلمہ سمجھا مگر علماء کے یہاں راجح یہ ہے کہ اس طرح مناسب نہیں ہوتا۔ شاید ناقل کی غلطی سے ایسا ہو گیا ہو، ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ وہ غلطی سے مبرا ہوں گے۔

۶۔ امام زرکشی کی عبارت اور صیاغت میں کچھ صعوبت بھی پائی جاتی ہے لیکن قدرے تامل سے وہ دشواری دور ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی عبارت میں شدید قسم کی پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔ جس طرح اس علم میں بعض لکھنے والوں کی شان رہی ہے۔ [2]

---

[1] التوبہ : ۵

[2] تحقیقی مقدمہ علی البحر المحیط ۔ لجنتہ علماء الازہر، ص ۳۰۔۳۱

الزرکشی اپنے منہج اور اس کی امتیازی خصوصیت اور مصادر کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

"وقد اجتمع عندی بحمد الله من مصنفات الاقدمین فی هذا الفن مایر بو علی المئین ، وما برحت لی همة تهم فی جمیع اشتات کلماتهم وتجول ، ومن دونها عوائق الحال تحول ، الی ان من الله سبحانه بنیل المراد ، وامد بلطفه بکثیر من المواد ، فمخضت زبد کتب القدماء ، ووردت شرائع المتاخرین من العلماء ، وجمعت ما انتهی الی من اقوالهم ، ونسجت علی منوالهم ، وفتحت منه ما کان مقفلا ، وفصلت ما کان مجملا ، بعبارة تستعذب ، واشارة لا تستصعب ، وزدت فی هذا الفن من المسائل ما ینیف علی الالوف ، وولدت من الغرائب غیر المالوف ، ورددت کل فرع الی اصله وشکل قد حیل بینه وبین شکله ، وأتیت فیه بمالم اسبق الیه ، وجمعت شوارده المتفرقات علیه بما یقضی منه العجب ، وان الله یهب لعباده ما یشاء أن یهب ، وانظم فیه ، بحمد الله مالم ینتظم قبله فی سلک ، ولا حصل لمالک فی ملک ، وکان من المهم تحریر مذهب الشافعی وخلاف اصحابه وکذلک سائر المخالفین من ارباب المذاهب المتبوعة ، ولقدرایت فی کتب المتاخرین الخلل فی ذلک ، والزلل فی صیر من التقریرات والمسالک ، فاتیت البیوت من أبوابها ، وشافهت کل مسألة من کتابها ، وربما اسوقها بعبارا تهم لا شتما لها علی فوائد ، وتنبیها علی خلل ناقل وما تضمنته من الماخذ والمقاصد "۔[1]

(بحمد اللہ میرے پاس متقدمین کی اس فن پر دو سو کتب اکٹھی ہوگئیں اور ان سے زیادہ متفرقات کے جمع پر ہمت نہ ہو سکی ...... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے احسان فرما کر اس کی صحیح معرفت عطا فرمائی اور اپنے لطف کثیر سے اس کے مواد کے پانے میں مدد فرمائی۔ میں نے قدماء کی کتب سے مکھن نکالا اور متاخرین علماء کی طرف متوجہ ہوا۔ ان کے اقوال میں سے کچھ مجھ تک پہنچ سکا ان کو ان کے طریقوں پر جمع کیا۔ خلاصہ (آراستہ) کیا اور میں نے شیریں کلام اور آسان اشاروں کے ذریعہ اس کے مقفل کو کھولا۔ اس کے مجمل کو مفصل کیا اور میں نے اس فن میں ہزاروں سے زائد مسائل کا اضافہ کیا اور غیر مروجہ (غیر مستعمل) غرائب نکالے اور ہر فرع کو اس کی اصل وشکل کی طرف لوٹایا جو اس کے اور اس کی شکل کے درمیان مانع تھی۔ اور اس (کتاب) میں جدید باتیں پیش کیں جنہیں پہلے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔ میں نے متفرقات منتشرہ کو جمع کیا جن پر تعجب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ایسے کام کی توفیق عطا کرتا ہے۔ بحمد اللہ میں نے اس کتاب کو اس طریقہ پر مرتب کیا جسے اس سے قبل اس طرح مرتب نہیں کیا گیا تھا اور نہ کوئی ایسا کرنے پر قادر تھا۔ ان کے یہاں تو بس یہ اہم تھا کہ امام شافعی کا مذہب بتانے کے بعد ان کے اصحاب کا اختلاف بیان کردیں اور اسی طرح ارباب مذاہب متبوعہ کے تمام مخالفین کا ان سے اختلاف بیان کردیتے۔ اور میں نے متاخرین کی کتب میں یہ نقص پایا، بہت سی تقریرات ومسالک میں چوک دیکھیں، میں ان کے دروازوں سے گھروں میں داخل ہوا، اور میں نے ہر مسئلہ (بذات خود) ان کی کتاب میں پڑھا اور بسا اوقات میں ان (مسائل) کو ان کی عبارات کے ساتھ مفید ہونے کی بناء پر نقل کردیتا ہوں اور کبھی اس نقل کا مقصد ناقل کی غلطی پر متنبہ کرنا ہوتا ہے جو ماخذ ومصادر پر مشتمل ہوتا ہے)

[1] حوالہ سابق ص ۶-۷

اس کے فوراً بعد امام زرکشی نے اس کتاب کے مصادر بتائے جو بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ مصادر کی اس فہرست میں کتب شوافع ،احناف ،مالکیہ ،ظاہریہ ،معتزلہ اور شیعہ کو بالترتیب بمعہ ان کے مصنفین کے بیان کیا ہے۔ حمد وصلاۃ کے بعد مقدمہ میں متقدین ومتاخرین کے اسالیب میں آنے والی تبدیلیوں کا تقابلی جائزہ پیش کیا اور کہا :

"اما بعد ! فان أولى ماصرفت الهمم الى تمهيده ، واحرى ما عنيت بتسديد قواعده وتشييده ، العلم الذى هو قوام الدين ، المرقى الى درجات المتقين . وكان علم اصول الفقه جواده الذى لا يلحق ، وحبله المتين الذى هوا قوى واوثق ، فانه قاعده الشرع ، واصل يرداليه كل فرع ، وقد اشار المصطفى ﷺ فى جوامع كلمه اليه ، ونبه ارباب اللسان عليه ، فصدر فى الصدر الاول منه جملة سنية ، ورموز خفية ، حتى جاء الامام المجتهد محمد بن ادريس الشافعى ؓ ، فاهتدى بمناره ، ومشى الى ضوء ناره ، فشمر عن ساعد الاجتهاد ، وجاهد فى تحصيل هذا الغرض السنى حق الجهاد ، واظهر دفائنه وكنوزه واوضح اشاراته ورموزه ، اوبرز مخباته وكانت مستورة ، وابرزها فى اكمل معنى واجمل صورة ، حتى نور بعلم الاصول دجا الافاق ، وأعاد سوقه بعد الكساد الى نفاق . وجاء من بعده فبينوا واوضحوا وبسطوا وشرحوا ، حتى جاء القاضيان : قاضى السنة ابوبكر بن الطيب ، وقاضى المعتزلة عبد الجبار ، فوسعا العبارات ، وفكا الاشارات ، وبينا الاجمال ، ورفعا الاشكال ، واقتفى الناس باثارهم ، وساروا على لاحب نارهم ، فحرروا ، وقرروا ، وصوروا ، فجز اهم الله خير الجزاء ، ومنهم بكل مسرة وهناء ، ثم جاء ت اخرى من المتاخرين ، فحجروا ماكان واسعا ، وابعدوا ماكان شاسعًا ، واقتصروا على بعض رورس المسائل ، وكثروا من الشبه والدلائل ، واقتصروا على نقل مذاهب المخالفين من الفرق ، وتركوا اقوال من هذا الفن اصل ، والى حقيقية وصل ، فكاد يعود امره الى الاول ، وتذهب عنه بهجة المعول ، فيقولون : خلافا لابى هاشم ، أو وفاقا للجبائى ، وتكون للشافعى منصوصة ، وبين أصحابه بالاعتناء مخصوصة ، وفاتهم من كلام السابقين عبارات رائقة وتقريرات فائقة ، ونقول غريبة ، ومباحث عجيبة" ۔[1]

(حمد وصلاۃ کے بعد اس کی تمہید اور قواعد کی تسدید وتشید کی طرف متوجہ ہونا بہتر ومناسب تھا۔ علم وہ ہے جس کی بنیاد دین ہو اور جو متقین کے درجات تک رسائی دلانے والا ہو اور علم اصول فقہ اس تیز رفتار گھوڑے کی مانند ہے جس کے ساتھ ساتھ نہیں چلا جا سکتا ، اور اس کی مضبوط رسی اس کے لئے ہے جو اقوی واوثق ہو ، وہ (اصول) تو بلاشبہ شرع کا قاعدہ ہیں اور ہر فرع کے لوٹنے کی اصل ہیں۔ اور (حضرت محمدؐ) مصطفیٰ ﷺ نے جوامع میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور ارباب اللسان کو اس پر آگاہ کیا ہے صدر اول میں ان سے بلند قیمت کلمات اور پوشیدہ اسرار کا صدور ہوا۔ یہاں تک کہ امام المجتہد محمد بن ادریس شافعیؒ تشریف لے آئے اور انہوں نے ان (حضور ﷺ) کے مینارہ نور سے ہدایت پائی اور ان کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں چلے ، اجتہاد کے لئے تیار ہوئے۔ آسانی پیدا کرنے کی غرض پانے کے لئے کما حقہ جدوجہد اور سعی کی اور اس کے دفینوں اور خزانوں کو ظاہر کیا۔ اس کے رموز واشارات کو واضح کیا۔ اس کی پوشیدگی کو ظاہر کیا

[1] حوالہ سابق ص ۴۔۶

مکمل ترین معنی اور خوبصورت ترین صورت میں اس کو پیش کیا یہاں تک کہ علم اصول سے آفاق کی تاریکی منور ہوگئی اور واپس اس کساد بازاری کی جگہ گرم بازاری لوٹ آئی۔ اور ان (امام شافعی) کے بعد آنے والوں نے شرح وبسط کے ساتھ تبیین وتوضیح کے کام کو آگے بڑھایا، یہاں تک کہ دو قاضی آئے قاضی السنت ابوبکر الطیب اور قاضی معتزلہ عبدالجبار ان دونوں نے عبارات کو توسیع دی، اشارات کو کھولا اس کے اجمال کو بیان کیا، اشکال کو رفع کیا اور لوگ ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کی جلائی ہوئی آگ کی روشنی میں ان کے آثار پر چلے۔ انہوں نے اس فن پر لکھا، بیان کیا، اس کی تصویر کشی کی، اللہ ان سب کو بہترین جزا، خوشی وحسنا عطا فرمائے۔ پھر متاخرین میں سے دوسرے آئے انہوں نے اس کی وسعت میں تنگی پیدا کی اور اس کے بعد میں اضافہ کیا اور بعض رؤس المسائل پر اختصار کیا، واشباہ ودلائل کی کثرت کی، فرقوں میں سے مخالفین کے مذاہب کی نقل پر اکتفا کیا۔ اس فن کی اصل بیان کرنے والے اور حقیقت تک رسائی دلانے والے اقوال کو ترک کیا۔ یہ فن قریب قریب اپنی ابتداء کی طرف لوٹ آیا اور اس کی رونق جس پر اعتماد کیا جاتا تھا، ختم ہوگئی۔ وہ کہتے ہیں:
" خلا فا لابی هاشم یاوفاقاً للجبائی " یا یہ امام شافعی کا فرمان ہے اور اپنے اصحاب کو خصوصی اہتمام کے ساتھ بیان کیا اور کلام سابقین کی عمدہ عبارتوں اور اعلیٰ تقریروں اور نقول غریبہ اور مباحث عجیبہ کو ترک کر دیا)۔

امام زرکشی کی کتاب " البحر المحیط" کے اثرات کا تحقیقی جائزہ:

امام زرکشی کی اس کتاب نے بعد کے لکھنے والوں پر گہرے اور دُور رس اثرات چھوڑے کیونکہ امام زرکشی نے اپنی کتاب میں ان کتب سے اقوال ونقول پیش کیں جو بعد کے لکھنے والوں کے زمانہ تک ضائع ہوچکی تھیں اور ان سے براہ راست استفادہ کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ اس طرح اس کتاب کی تالیف سے اُمت اسلامیہ کے لئے اس قابل فخر ضخیم سرمایہ کی حفاظت ہوگئی۔ چند ضائع شدہ کتب کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں جن سے امام زرکشی مستفید ہوئے تھے:

۱۔ ابن العارض معتزلی کی کتاب "النکت"

۲۔ ابو یوسف عبدالسلام کی کتاب "الواضح"

۳۔ ابو الوفا ابن عقیل حنبلی کی کتاب " الواضح" وغیرہ

اور یہ تک بھی کہا گیا کہ البحر المحیط کے مقدمہ میں امام زرکشی نے مراجع کی جس فہرست کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں سے صرف بیس فیصد تک دستیاب ہیں باقی کتب یا تو مفقود ہیں یا مفقود کے حکم میں ہیں۔[1]

البحر المحیط سے مستفید ہونے والے:

۱۔ البغدادی نے " شرح ابیات المغنی "میں احکام " انما" میں اس کتاب سے نقل کیا ہے۔

۲۔ آپ کے ایک شاگرد شمس الدین البرماوی محمد بن عبدالدائم بن موسیٰ العسقلانی الاصل البرماوی المصری (متوفی ۸۳۱ھ) نے اصول فقہ میں منظوم کلام پیش کیا جس کا اکثر حصہ البحر المحیط سے ماخوذ ہے۔

۳۔ امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں اس کتاب سے کافی نقل کیا ہے اور یہ تقریباً البحر المحیط کی تلخیص ہے اور امام شوکانی نے اُنہی کے اسلوب کو اپنایا ہے۔

---

[1] حوالہ سابق ص۔۳۱

۴۔ محدثین میں سے شیخ عیسیٰ منون نے "نبراس العقول" میں البحر المحیط سے کثرت سے نقل کیا۔

۵۔ فقہ، قواعد اور اصول شافعی کی تقریباً ان تمام کتب میں زرکشی کا حوالہ ملتا ہے جو اُن کے بعد لکھی گئیں۔[1]

البحر المحیط کی طباعت اور اس پر تحقیق :

یہ کتاب لجنہ علماء ازہر کی تحقیق کے ساتھ آٹھ جلدوں میں مکتبہ دار الکتب مصر سے پہلی مرتبہ ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء میں چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب کی مسلمہ اہمیت کے پیشِ نظر اس پر دنیا کی متعدد یونیورسٹیوں میں تحقیق پیش کی گئیں اور ان پر مختلف شہادات حاصل کی گئیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں جو جامعہ ازہر قاہرہ کلیہ شریعہ والقانون میں موجود ہیں یہاں صرف ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی میں پیش کئے گئے رسالوں کی نشاندہی کی جارہی ہے۔

۱۔ (المقدمات) من البحر المحیط للزرکشی : محمد احمد ابو سالم نے استاذ دکتور محمد حسنی عبدالحکیم ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء کی زیرِ نگرانی تحقیق ودراست مکمل کر کے ماجستر کا رسالہ پیش کیا، اس کا نمبر ۱۱۸۲ ہے۔

۲۔ مباحثہ الاحکام من البحر المحیط للزرکشی : فاروق احمد حسین ابو دنیا نے استاد دکتور رمضان عبدالودود، عبدالتواب کی زیرِ نگرانی ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء میں تحقیق ودراست مکمل کر کے ماجستر کا مقالہ پیش کیا اس کا نمبر ۱۱۵۲ ہے۔

۳۔ مباحث التکلیف وبعض مباحث القران من البحر المحیط : احمد مختار محمود نے دکتور محمد عبداللطیف جمال الدین ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء کی زیرِ نگرانی تحقیق مکمل کر کے ایم۔اے کا رسالہ لکھا جس کا کلیہ شریعہ والقانون الازہر کی لائبریری میں ۱۲۲۲ نمبر ہے۔

۴۔ الحقیقۃ والمجاز وادوات المعانی ومباحث الامر والنہی من الکتاب الکریم : احمد عبدالعزیز السید نے دکتور محمد حسنی عبدالحکیم ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء کی زیرِ نگرانی ایم۔اے کا رسالہ لکھا جس کا نمبر ۱۱۹۲ ہے۔

۵۔ مباحث العام من البحر المحیط للزرکشی : محمد محمد انور شلبی نے تحقیق ودراست کر کے ایم۔اے کا رسالہ لکھا اس کا نمبر ۱۳۷۵ ہے۔

۶۔ الخاص والخصوص والتخصیص والمطلق والمقید والظاہر والمؤول من ابحاث الکتاب العزیز : علی جمعہ محمد نے شعبان محمد اسماعیل کی زیرِ نگرانی ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں ایم۔اے کا رسالہ لکھا اس کا نمبر ۱۴۲۵ھ ہے۔

۷۔ البحر المحیط المجمل والمبین : علاء الدین حسن داحش نے تحقیق پیش کی اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کلیہ شریعہ والقانون کی لائبریری میں اس کا نمبر ۲۴۳۱ ہے۔

۸۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ، الاخبار وکتاب الاجماع ۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۰۔۳۱

۱۔ الادلة المختلف فيها و التعادل و الترجيح و الاجتهاد و التقليد و الافتاء و الاستفتاء : النجدی احمد محمد العیساوی نے دکتور عبدالجلیل سعد القرنشاوی کی زیرِ نگرانی ۱۹۸۸ء میں تحقیق و دراست پیش کر کے دکتوراہ کی شہادت حاصل کی ۔[۱]

ابوالعباس الربعی مالکی (متوفی ۷۹۵ھ)[۲]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ شمس الدین الاصفہانی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، اسکندریہ سے قاہرہ اور پھر دمشق جا کر وہاں کے بعض مشائخ سے علم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح علی مختصر ابن الحاجب الاصلی

۲۔ رفع الاشكال عمافی المختصر من الاشكال، اس کتاب میں ان اشکال اربعہ کی تشریح کی جو ان کی مختصر الاصلی میں پائے گئے ہیں۔[۳]

احمد البقاعی (۷۲۲ھ-۷۹۵ھ)[۴]

اصول فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اصول فقہ کی کتاب "المختصر" اور "المنهاج" کے حل میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم شیخ نورالدین الاردبیلی اور پھر شیخ برہان الدین الاخیمی سے حاصل کی، تدریس، افتاء وغیرہ میں خدمات انجام دیں، قاضی بنائے گئے۔[۵]

احمد السیرامی (متوفی ۷۹۵ھ)[۶]

فقہ، اصول ومعانی وبیان میں کمال حاصل تھا۔ کئی شہروں میں تدریس کی ظاہر برقوق نے جب اپنا مدرسہ تعمیر کروالیا تو اس کی درخواست پر ۷۸۸ھ میں تدریس کی۔[۷]

حافظ ابن رجب حنبلی (۷۳۶ھ-۷۹۵ھ)[۸]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے قواعد فقہ پر ایک کتاب تالیف کی جس کا نام "القواعد الکبریٰ" رکھا۔ حاجی خلیفہ نے ان کی مذکورہ کتاب کا ذکر کرنے کے بعد لکھا :

۱۔ حوالہ سابق ص ۶۷ ۲۔ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن عمر بن علی بن ہلال الاسکندری الدمشقی متوفی ۱۳۹۳ء

۳۔ الفتح المبین ۲/۲۱۰، معجم الاصولیین ۱/۱۸۵ (۱۳۴)

۴۔ ابوالعباس شمس الدین احمد بن صالح بن احمد بن خطاب قاضی القضاة العذری الزہری البقاعی الدمشقی (۱۳۲۲ء-۱۳۹۲ء) دمشق میں وفات پائی۔

۵۔ معجم الاصولیین ۱/۱۳۱-۱۳۲ (۹۴) ۶۔ احمد بن علاء الدین السیرامی متوفی ۱۳۹۲ء ۷۔ معجم الاصولیین ۱/۱۹۳ (۱۴۱)

۸۔ زین الدین ابی الفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد بن حسن بن رجب البغدادی ثم دمشقی حنبلی، کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ لابن رجب دارالمعرفہ سنہ ندکے جزء الثالث کے پہلے صفحہ پر ان کا نام اسی طرح مذکور ہے۔

" وهو كتاب نافع من عجائب الدهر حتى انه استكثر عليه وزعم بعضهم انه وجد قواعد مبدوء ة الشيخ الاسلام ابن تيميه فجمعها وليس الامر كذالك بل كان رحمه الله فوق ذلك كذا قيل ".[1]

(یہ بڑی مفید کتاب ہے، یہ دنیا کے عجائبات میں سے ایک ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن رجبؒ نے علامہ ابن تیمیہ شیخ الاسلام کے متفرق قاعدوں کو صرف جمع کر دیا، خود کوئی اضافہ نہیں کیا۔ لیکن بات اس طرح نہیں ہے، خدا اُن (ابن رجبؒ) پر رحم کرے وہ ان باتوں سے بہت بلند تھے)

حافظ ابن رجبؒ نے یہ قواعد مجتہدانہ شان سے اور اس انداز سے لکھے ہیں کہ مسائل کی طرف مراجعت اصول کے ماتحت کی جاسکے اور تا کہ وہ سب ایک لڑی میں پروئے جاسکیں۔ چنانچہ وہ کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"اما بعد فهذه قواعد مهمة، وقواعد جمة، تضبط للفقيه اصول المذهب، وتطلعه من ماخذ الفقه على ماكان قد تغيب، وتنظم له منثور المسائل في سلك واحد وتقيد الشوارد، وتقرب عليه كل متباعد ".[2]

(امابعد! یہ قاعد مہمہ اور فوائد جمہ ایک فقیہ کے لئے مذہب کے اصول فراہم کرتے ہیں اور فقہ کے جو ماخذ اس کی نظروں سے پوشیدہ ہیں انہیں واضح اور نمایاں کرتے ہیں اور بہت سے بکھرے ہوئے مسائل کو ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں)

شیخ ابوزھرہ نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

اس کتاب میں علامہ ابن رجبؒ نے فروع کو اصل فقہی کی طرف ضابطہ اور قاعدہ کے ساتھ لوٹایا ہے۔ اور فروع کو منظم اور مجتمع کیا ہے، ضروری قاعدے بتائے ہیں پھر ان کے مختلف پہلو واضح کئے ہیں پھر تفریعات کا ذکر کیا ہے۔ خلافیات کے ذکر میں بھی بخل سے کام نہیں لیا، مشہور اور غیر مشہور کی تصریح بھی کی ہے، صحیح اور غیر صحیح کا بیان بھی اس میں موجود ہے، قواعد کے ذکر میں بھی اگر کوئی قاعدہ متفق علیہ نہیں ہے تو اختلاف کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس طرح اس کتاب میں فقہی نظریات وتفریعات کا ایک گنج گراں مایہ نظر آتا ہے اور مذہب حنبلی کے بارے میں تمام ضروری باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔ فروع اور جزئیات کے تمام پہلو نظر کے سامنے آجاتے ہیں، جملہ اہم تفصیلات، لاطائل مباحث سے قطع نظر کرتے ہوئے پیش نگاہ ہوجاتی ہیں۔ یوں سمجھئے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انسان کے علم ونظر کا دائرہ بہت وسیع ہوجاتا ہے۔

اہل دانش وبینش کہتے ہیں کہ یہ کتاب عجائبات دہر میں سے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے۔ اس میں جامع نظریات وضع کئے گئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کوئی ایسا مجموعہ جزئیات نہیں ہے، جس کے قواعد غیر مربوط ہوں اور جس کا ضابطہ فکری غیر منضبط ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک جامع ضابطہ کی حامل ہے اور فقہ حنبلی تو وہ فقہ ہے جو آثار سلف پر قائم ہے، عام اس سے کہ وہ احادیث رسول اللہ ہوں یا اکابر سلف سے ماخوذ اقضیہ اور فتاوئی ہوں۔ کیونکہ فقہ حنبلی میں جو فتوے دیئے گئے ہیں وہ وقائع پر مبنی ہیں، مفروضات پر نہیں۔ اس میں جو مسائل جمع کئے گئے ہیں وہ صرف قیاسی نہیں ہیں جو علت مطردہ کے حامل ہوں۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہونا یہ چاہیے تھا کہ فقہ حنبلی ایسے منتشر جزئیات سے عبارت ہو

[1] (ب) کشف الظنون ۲/۱۳۹۵ [2] (ج) ابن حنبل حیاۃ وعصر آراء وفقہ محمد ابوزہرہ ص ۳۸۳ مصر دار الفکر العربی

جو باہم غیر مربوط ہوں لیکن واقعہ یہ نہیں بلکہ ان مظاہر خاصہ کے باوجود یہ فقہ اس خصوصیت کی حامل بھی ہے کہ اس کے قواعد مرتب اور اس کے مسائل ضوابط کے ساتھ منضبط ہیں۔ یہ ضابطے ہر اعتبار سے جامع و مانع ہیں ان میں صرف فروع ہی نہیں ایسے احکام بھی ہیں جو مستقیم ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس فقہ میں ایسے فتاویٰ نہیں جو خیالات و آراء پر مبنی ہوں بلکہ وہ مناہج و مسالک ثابتہ پر مبنی ہیں جو مضبوط عناصر کے ساتھ وابستگی اور گہرا ربط رکھتے ہیں۔ اور جب فقہ حنبلی ان قواعد و ضوابط کی حامل ہے تو لازمی تھا کہ حنفی، مالکی اور شافعی فقہ میں بھی قواعد فقہیہ موجود ہوتے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ فقہ اسلامی کے تمام مذاہب میں یہ قواعد و ضوابط موجود ہیں مذہب مالک میں ابن جزی کے "قواعد" اور قرافی کی "الفروق"، مذہب شافعی میں علاءالدین بن عبدالسلام کے "قواعد"، مذہب حنفی میں ابن نجیم کی "اشباہ و نظائر" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قواعد سے متعلق یہ کتابیں، فروع سے متعلق ربط قواعد کی قوت کے سلسلہ میں، نیز ضبط احکام اور فہم عناصر مشترکہ اور جمع اشباہ و نظائر کے اعتبار سے مختلف اور متفاوت درجات کی حامل ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے فقہی مذہب کی خصوصاً اور فقہ اسلامی کی عموماً یہ کتابیں لکھ کر بڑی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔[1]

احمد بن الجابی شافعی (متوفی ۷۹۷ھ)[2]

فقہ و اصول میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم البہاء الاخمیمی سے حاصل کی، مصر میں بھی تدریس کی۔[3]

ابن العاقولی شافعی (متوفی ۷۹۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منہاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی" تالیف کی۔ مستنصریہ میں مدرس رہے، نحوی تھے۔[4]

ابن فرحون مالکی (۷۱۹ھ/ ۷۹۹ھ)[5]

فقیہ، اصولی، نحوی، ادیب وغیرہ تھے، اپنے والد و چچا سے تعلیم حاصل کی۔ ابن الحاجب سے سند اجازت حاصل کی۔ حصول و نشر علم کے لئے مصر، قدس دمشق کے اسفار کئے۔ مدینۃ المنورۃ میں طویل قیام کیا، ۷۹۳ھ میں مدینۃ المنورۃ میں مالکی منصب قضاء پر فائز رہے۔ الدیباج المذہب فی اعیان المذہب کے مصنف ہیں جن میں ۶۳۰ سے زائد علماء کے حالات زندگی درج ہیں۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۸۳۔۳۸۴ ملخص اور ۳۸۹۔۳۹۰ ملخص

[2] ابوالعباس نجم الدین احمد بن عیسیٰ بن حسن بن عبدالمحسن الدمشقی ابن الجابی متوفی ۱۳۹۴ء، دمشق میں وفات پائی

[3] معجم الاصولیین ۱/۱۶۱ (۱۱۳)

[4] محمد بن محمد عبداللہ بن محمد بن علی الواسطی غیاث الدین البغدادی ابن العاقولی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۵

[5] برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن فرحون الیعمری (۱۳۱۹ء۔۱۳۹۷ء) مدینۃ المنورہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر تنقیح القرافی تالیف کی اور اس کا نام "اقلید الاصول" رکھا۔

۲۔ کشف النقاب الحاجب علی مختصر ابن الحاجب [1]

احمد الارزنجانی (متوفی ۸۰۰ھ) [2]

انہوں نے "التلویح" پر حاشیہ لکھا اور اس کا نام "الترجیح" رکھا اور یہ حاشیہ علماء کے یہاں مشہور و مقبول ہے۔ [3]

احمد السیواسی حنفی (متوفی ۸۰۰ھ) [4]

حلب اور پھر قاہرہ کے فضلاء سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الترجیح" تالیف کی۔ یہ تفتازانی کی "التلویح" پر حاشیہ ہے حاجی خلیفہ نے کہا: " وھی مفیدة مقبولة" ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے کہ انہوں نے الترجیح شرح التنقیح فی الاصول تالیف کی۔ اور ہو سکتا ہے کہ دو الگ الگ کتابیں ہوں اور انہوں نے دونوں ہی تالیف کی ہوں۔ [5]

تمت

۱۔ ایضاح المکنون ۴/ ۳۶۸، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۸، الفتح المبین ۲/ ۲۱۱، معجم الاصولیین ۱/ ۳۷۔۳۸ (۱۷)

۲۔ برہان الدین احمد الارزنجانی قاضی آرزنجان متوفی ۱۳۹۸ء

۳۔ کشف الظنون ۱/ ۳۳۳، معجم الاصولیین ۱/ ۶۷ (۳۹)

۴۔ احمد بن عبداللہ قاضی برہان الدین السیواسی متوفی ۱۳۹۸ء

۵۔ کشف الظنون ۱/ ۳۳۳، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۷، الطبقات السنیہ ۱/ ۳۳۱۔۳۳۳، معجم الاصولیین ۱/ ۵۲ (۱:۵)

فن اصول فقہ کی تاریخ

(عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے عصرِ حاضر تک)

جلد دوم

فاروق حسن

زیرِ نگرانی

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

اکتوبر ۱۹۹۹ء

فصل سوم

نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ

نویں صدی ہجری میں سیاسی اور علمی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

متوکل علی اللہ (۷۹۱ھ۔۸۰۸ھ) کے بعد اس کا بیٹا مستعین باللہ (متوفی ۸۳۳ھ) خلیفہ بنا مگر وہ ۸۱۶ھ میں معزول کردیئے گئے اور ان کی جگہ ان کے بھائی معتضد باللہ خلیفہ بنائے گئے یہ ذہین و طباع، ذی علم اور اصحاب کمال کے قدردان تھے ان کے زمانے میں سات سلاطین آئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادہ مستعین باللہ ثانی ۸۴۵ھ میں تخت نشین ہو گئے یہ ایک عادل، زاہد، متقی اور خاموش شخص تھے۔ رات دن عبادت و ریاضت میں گذارتے وہ ۸۵۴ھ میں انتقال کر گئے ان کے بعد ان کے بھائی قایم بامر اللہ تخت نشین ہوئے ان کے زمانے میں تین سلاطین آئے ان کے بعد ان کے بھائی مستنجد باللہ ثانی، ۸۵۹ھ میں خلیفہ بنے ان کے زمانے میں چھ سلاطین آئے ان کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے متوکل علی اللہ ان کے جانشین بنے، متوکل پسندیدہ خصائل، خوش اطوار اور عوام و خواص میں مشہور و مقبول تھے۔ علم و فن میں ذوق رکھتے۔ امام سیوطی اس کے زمانے میں تھے متوکل کا انتقال ۹۰۳ھ میں ہوا۔[1]

اس صدی میں مصر اور مشرق میں ممالک جراکہ کا دور دورہ تھا لیکن مشرق میں دولت عثمانیہ بھی اس سے نبرد آزما تھی اور مصر میں حکمرانی کی خواہاں تھی۔ مغرب میں بہت سے داخلی انقلابات آئے مغرب اقصی اور تونس کے ملوک کے مابین دوری بڑھ گئی تھی۔ اسپانیوں نے مسلمانوں کو اندلس سے نکالنا شروع کر دیا اور انہوں نے پرتگالیوں کے ساتھ اس بات کا معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو کسی صورت اندلس کی سرزمین پر برداشت نہیں کریں گے۔ پرتگالیوں نے ۸۱۸ھ میں سبتہ پر اور اسپانیوں کے ۸۶۷ھ میں جبل طارق پر اور ۸۹۷ھ میں غرناطہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور تقریباً آٹھ صدیوں تک جہاں مسلمانوں نے حکمرانی کی وہاں ان کے لئے اب کوئی جگہ نہیں رہی اگرچہ تونس، مغرب اقصیٰ اور الجزائر میں چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستیں باقی تھیں۔ شیخ محمد خضری نے نویں صدی ہجری میں اصول فقہ میں تصنیف و تالیف کا جو رجحان ان حالات میں مروج ہو گیا تھا اس کی عکاسی کرتے ہوئے فرمایا :

"بعد هذه الحلبة اقتصر الكاتبون في هذا العلم على شرح الكتب السابقة لايزيدون شيئاً من عندانفسهم، وعملهم ينحصر في نظر المؤلفات التي لخص منها مايشرحونه من الكتب ليحلوابه عبارتها ويفتحوا مغلقها، وانتهى عندهم التفكير والا ختيار، لان هذا العلم قد عاد اثرا من الاثار ، اذ لا فائدة كانت لهم منه لان الاجتهاد قد اقفل بابه فلم تعد حاجة الى بذل الجهود في القواعد التي هي اصول الاستنباط".[2]

---

[1] تاریخ اسلام خلافت عباسیہ، شاہ معین الدین احمد ندوی حصہ چہارم ۲/ ۳۹۰۔ ۹۵۔ ملخص کراچی ایچ ایم سعید ۱۹۷۳ء۔

[2] اصول الفقہ، شیخ محمد خضری، ص ۱۱ دار الحدیث قاہرہ سنہ ند۔

(اس مرحلہ (آٹھویں صدی ہجری) کے بعد اصول فقہ پر قلم اُٹھانے والوں نے سابق تصنیفات کی تشریح و توضیح پر ہی اکتفاء کیا اپنی طرف سے کچھ بھی اضافہ نہیں کیا ان کا کام صرف اتنا رہ گیا تھا کہ جن کتابوں کی شرح کرنے بیٹھتے ہیں ان کی تلخیص پر لکھی جانے والی تصانیف کا مطالعہ کرلیں تا کہ ان کتابوں کی عبارتیں اور پیچیدہ مقامات حل ہو جائیں، غور فکر اور جانچ پڑتال کا تصور ختم ہو چکا تھا کیونکہ یہ علم زمانہ قدیم کی ایک یادگار بن کر رہ گیا تھا کیونکہ ان لوگوں کی نظر میں اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی فائدہ نہیں رہ گیا تھا۔لہٰذا جن قواعد کی حیثیت اصولِ استنباط کی تھی ان پر محنت خرچ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔)

بہر حال ان سیاسی ہنگاموں اور داخلی انتشارات کے باوجود مصر کی طرح اندلس میں بھی ممتاز علماء اصولیین اور ان کی عمدہ کتب جو زیادہ تر شروح وغیرہ کی صورت میں تھیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ چند قابلِ ذکر اصولیین اور ان کی مؤلفات یہ ہیں: ابن حبیب طاہر بن حسن (متوفی ۸۰۸ھ) کی کتاب "مختصر المنار الاصول" زین الدین الوائلؒ (متوفی ۸۲۱ھ) کی التحریر لما فی منهاج الوصول من المعقول والمنقول، کمال الدین اسکندری (متوفی ۸۶۱ھ) کی الجامع بین اصطلاح الحنفیه والشافعية، امام جلال الدین محلی (متوفی ۸۶۴ھ) کی "شرح الورقات" اور "شرح جمع الجوامع"، کمال الدین محمد معروف بہ امام الکمالیہ (متوفی ۸۷۱ھ) کی "شرح الورقات" ابن امیر الحاج (متوفی ۸۷۹ھ) کی "شرح التحریر" ملاخسرو (متوفی ۸۸۵ھ) کی الوصول الی علم الاصول حسن چلپی (متوفی ۸۸۶ھ) کا حاشیه علی التلویح وغیرہ۔

ان کتب کے ذکر سے جہاں اصول پر تصنیف و تالیف کی طرف التفات نظر آتا ہے وہیں یہ بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں متون لکھنے کے ساتھ زیادہ تر شروح، حواشی، تقریرات، ابحاث لغویہ، منطقیہ، نحویہ اور معموں پر مشتمل کلام اور حقیقی اور تقدیری اعتراضات و جوابات کے اسالیب خصوصی توجہ کا مرکز تھے۔

نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ

ابو العباس ابن التنسی الزبیری مالکی (۷۴۰ھ/۸۰۱ھ) [1]

فقیہ و اصولی تھے اپنے زمانے کے جید علماء سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ اصول الاحکام و الفروع کے ماہر ہو گئے۔ عرصہ دراز تک مصر کے قاضی رہے ان کی مؤلفات ان کے وسعت علمی اور دقت تفکیر پر دلالت کرتی ہیں مختلف فنون پر کتابیں تالیف کیں۔

---

[1] ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن عطاء اللہ بن عوض الزبیدی الاسکندرانی التنسی، (۱۳۳۹ء/۱۳۹۹ء) الفتح المبین ۳/۶ میں ان کا نام احمد بن عطاء اللہ مذکور ہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب ۲۔ مختصر البرہان ۳۔ النکت[1]

عبداللطیف بن ملک حنفی (متوفی ۸۰۱ھ)[2]

فقیہ، اصولی ومحدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح منار الانوار للنسفی تالیف کی اس پر عزمی زادہ، رہاوی اور حلبی کے حواشی ہیں یہ کتاب قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔[3]

علاء الاسود رومی حنفی (متوفی ۸۰۱ھ)

اصول فقہ میں خبازی کی کتاب " المغنی " کی شرح تالیف کی۔[4]

سعدالدین خیرابادی (متوفی ۸۰۲ھ)[5]

نحو، لغت عربیہ، فقہ، اصول وتصوف میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، ان کے والد خیر آباد کے قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح اصول البزدوی

۲۔ شرح الحسامی (المنتخب للاخسیکثی)[6]

ابراہیم الأبناسی شافعی (۷۲۵ھ۔۸۰۲)[7]

فقیہ تھے، فقہ کے علاوہ اصول ولغتِ عربیہ میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ حصول علم کے لئے قاہرہ، شام، مکہ وغیرہ کے سفر کئے، مختلف مدارس کے علاوہ جامعۃ الازھر میں بھی تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حدیث، فقہ، اصول اور عربی زبان میں کتابیں تالیف کیں۔[8]

یوسف بن محمود التبریزی شافعی (متوفی ۸۰۴ھ)

انہوں نے " شرح منهاج الوصول علم الاصول للبیضاوی " تالیف کی۔[9]

---

[1] ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۷، الفتح المبین ۳/ ۶، معجم الاصولیین ۱/ ۲۲۷ (۱۷۰)۔

[2] ابن ملک، عزالدین، عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن فرشتہ متوفی ۱۳۹۱ء۔

[3] ھدیۃ العارفین ۵/ ۶۱۷، الفوائد البھیہ ص ۱۰۷، الفتح المبین ۳/ ۵۰، اس میں تاریخ وفات ۸۸۵ھ مذکورہ ہے معجم الاصولیین ۲/ ۲۲۹ (۳۶۰)۔

[4] علاءالدین علی بن عمر الاسود رومی، کشف الظنون ۲/ ۱۷۴۹۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۷۲۶۔

[5] سعدالدین بن قاضی بدھن بن شیخ محمد القدوائی خیر آبادی متوفی ۱۳۹۹ء۔

[6] ھدیۃ العارفین ۵/ ۳۸۵، اس میں تاریخ وفات ۸۸۲ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/ ۱۱۹ (۳۵۵)۔

[7] ابومحمد برھان الدین ابراھیم بن موسیٰ بن ایوب الابناسی مصری (۱۳۱۵ء/ ۱۳۹۹ء)۔

[8] معجم الاصولیین ۱/ ۶۳، ۶۴ (۳۶)۔

[9] جمال الدین یوسف بن محمود السرائی، تبریزی، ھدیۃ العارفین ۶/ ۵۵۹۔

عمر بن علی بن الملقن شافعی (۷۲۳ھ/۸۰۴ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱. کافی المحتاج کے نام سے قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی شرح لکھی۔

۲. شرح المختصر لابن الحاجب۔[۱]

بہرام الدمیری مالکی (۷۲۴ھ۔۸۰۵ھ)[۲]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے ان کے زمانے میں ریاست مالکیہ ان پر ختم ہوتی تھی تدریس کی اور مصر میں قاضی ... متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مختصر المنتهی لابن الحاجب تالیف کی دار الکتب مصریہ ... مجلدات اس کا مخطوطہ موجود ہے جس نے نمبر (۳۲) اصول ہے۔ ھدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : ... منتهی السول والامل بن الحاجب۔[۳]

عبدالرحیم العراقی شافعی (۷۲۵ھ۔۸۰۶ھ)[۴]

محدث، حافظ، فقیہ، اصولی، ادیب اور لغوی تھے۔ شیخ علاء الدین بن الترکمانی حنفی اور جمال الدین الاسنوی ... سے علم حاصل کیا۔ مدینۃ المنورہ میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔ قاھرہ میں مشیخۃ الحدیث کے کئی جگہ متولی ... دیار مصر کے محدث رہے، آپ کے زمانے کے شیوخ ان کی معرفتِ حدیث پر ثنا خوانی کرتے تھے مثلاً امام سبکی ... عز بن جماعہ اور ابن کثیر وغیرہ۔ اصول فقہ میں بھی عمدہ کلام و بحث پر قدرت رکھتے تھے، کئی فنون پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "النجم الوهاج" یہ کتاب قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کا نظم ہے جو تین سو سڑسٹھ (۳۶۷) ابیات ... مشتمل ہے۔ آپ کے صاحبزادہ احمد نے ان ابیات کی تشریح کی ہے۔

۲۔ "نکت علی المنهاج" صاحب معجم الاصولیین نے لحظ الالحاظ کے حوالے سے لکھا ہے انہوں نے ...

"بین فیها حكمة مخالفته لعبارة المنهاج والتنبيه على دقائق ذلک، بلغ فیه الی اثناء الباب الخامس فی الناسخ والمنسوخ".[۵]

(اس میں انہوں نے المنہاج کی عبارت سے اختلاف کی حکمت کا ذکر کیا اور اس کے دقائق کی طرف اشارہ کیا اور وہ ... کے پانچویں باب ناسخ و منسوخ کے اختتام تک پہنچے۔)

۱۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن احمد بن محمد انصاری المصری، کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ھدیۃ العارفین ۵/۷۹۱۔

۲۔ ابو البقاء تاج الدین بہرام بن عبداللہ بن عبدالعزیز السلمی الدمیری القاھری (۱۳۲۳ء/۱۴۰۳ء)

۳۔ ھدیۃ العارفین ۵/۲۴۴، شذرات الذهب ۷/۷۹، الفتح المبین ۳/۱۲، معجم الاصولیین ۲/۱۱ (۲۳۱)، کشف الظنون ۵/۱۸۵۵۔

۴۔ ابو الفضل عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمن بن ابوبکر بن ابراہیم زین الکردی (۱۳۲۵ء/۱۴۰۴ء) یہ عراق الاصل تھے۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۵/۵۶۲، ۱۴، معجم الاصولیین ۲/۱۹۵ (۳۳۰)۔

عبدالرحمن ابن خلدون الحضرمی مالکی (۷۳۲ھ-۸۰۸ھ)[1]

فقیہ، اصولی، محدث، حافظ مؤرخ، ادیب اور حکیم تھے۔ مصر میں مالکی منصب قضاء پر فائز رہے متقدمین مثلاً امام غزالی وامام فخر الدین رازی کے مسلک پر چلے اور وہ کہتے تھے کہ ہر فن میں کتب کا اختصار اور شیخ عضد وغیرہ کے طرز پر الفاظ کا تعبد متاخرین کی اختراع ہے اور علم تو ان سے بالاتر شئی کا نام ہے، اور وہ ابن الساعاتی کی کتب البدیع کو ابن حاجب کی کتاب المختصر پر مقدم مانتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ ابن حاجب نے اسے شیخ سے حاصل نہیں کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔

۲۔ لسان الدین غرناطی کی اصول میں کتاب "الفیہ" کی شرح لکھی۔

۳۔ امام فخر الدین رازی کی المحصل کی تخلیص کی۔

۴۔ ابن خطیب کی اصول میں کتاب "الرجز" کی شرح لکھی۔[2]

محمد بن محمد الأسدی شافعی (۷۴۲ھ-۸۰۸ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البروق اللوامع فیما اور علی جمع الجوامع، البروق اللوامع کا ایک خطی نسخہ مکتبہ المرکزیہ جامعۃ الملک سعود میں ہے جس کا نمبر (۱۲۸) ہے۔

۲۔ تشنیف المسامع بشرح جمع الجوامع.

۳۔ التوضیح علی مختصر ابن الحاجب۔[4]

ابن العماد الاقفہسی (۷۵۰ھ-۸۰۸ھ)[5]

اسنوی، بلقینی اور عراقی سے زانوے تلمذ طے کیا مختلف علوم میں مہارت حاصل کی۔ سوالات کے جوابات کتب مراجعت کے بغیر بلاتوقف دے دیتے۔ یہ بات ان کی علمی بصیرت پر دلالت کرتی ہے، آپ کی تصانیف نظم ونثر، شرح وحاشیہ پر مشتمل ہیں۔

---

[1] ابن خلدون، ابوزید ولی الدین عبدالرحمن بن محمد بن محمد الحضرمی الاشبیلی الاصل التونسی، القاہری (۱۳۳۲ء/۱۴۰۶ء) تونس میں ولادت ہوئی۔

[2] ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۹، الفتح المبین ۳/۱۳،۱۴، معجم الاصولیین ۲/۱۸۸،۱۸۹ (۳۲۵)۔

[3] محمد بن محمد بن خضر بن سمری الاسدی الزبیری العیزری المقدسی الدمشقی۔

[4] کشف الظنون ۱/۵۹۵، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۸۔

[5] ابوالعباس شہاب الدین احمد بن عماد الدین بن محمد بن یوسف الاقفہسی، ابن العماد (۱۳۴۹ء/۱۴۰۵ء) مصر میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : الفوائد فی شرح الزوائد تالیف کی۔ دراصل کتاب "زوائد الاصول" عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) کی کتاب ہے جس میں انہوں نے ان مسائل کو ذکر کیا جن سے قاضی بیضاوی نے منہاج الاصول میں بے توجہی برتی تھی، اور اس کے مقدمہ میں امام اسنوی نے لکھا تھا :

فلما یسر اللہ الفراغ من شرح المنهاج، شرعت فی شفعه بمجمع ماخلاعنه المنهاج المذکورمن المسائل الاصولیه ".

(جب اللہ تعالیٰ نے المنہاج کی شرح سے فراغت آسان فرمادی تو میں نے اس کی دوسری شرح کی تالیف کا آغاز کیا اس میں ان مسائل اصولیہ کو جمع کیا جو منہاج مذکور میں نہیں تھے۔)

کتاب "الفوائد"، امام اسنوی کی مذکورہ کتاب " زوائد الاصول " کی شرح ہے اس کتاب الفوائد کا ایک نسخہ شستر بیتی ۱۷۷۱ کے تحت موجود ہے اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

" الحمدللہ الذی اسس شریعة نبیه احسن اساس الخ".

اور اختتام ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے :

" اختلف اصحابنا و اصحاب ابی حنیفه فی المزنی وأبی العباس بن سریح وأبی یوسف و محمد بن الحسن، رضی اللہ عنهم ، فقیل مجتهدون مطلقا، وقیل : بل فی المذهبین".

اس کے بعد مؤلف نے کہا :

" وهذا اخرما یسر اللہ تعالیٰ بمنّه و کرمه وسعة فضله من کتاب الفوائد فی شرح الزوائد، فله الحمد...وصحبه اجمعین ".[1]

طاہر بن حبیب الحلبی حنفی (۷۴۰ھ-۸۰۸ھ)[2]

فقیہ، اصولی، مؤرخ، ادیب اور محدث تھے۔ حلب اور پھر قاہرہ میں سیکریٹری رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے المقتبس المختار من نور الانوار تالیف کی۔ یہ کتاب امام نسفی کی اصول فقہ میں " المنار " کا اختصار ہے۔ یہ کتاب دمشق سے شائع ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ جمال الدین قاسمی کے حواشی ہیں۔

اس مختصر پر شروح :

۱۔ قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۹ھ) نے شرح لکھی۔

۲۔ علی بن سلطان القاری نے شرح لکھی اور اس کا نام " توضیح المبانی و تنقیع المعانی " رکھا۔

---

[1] الفتح المبین ۲/۱۲، معجم الاصولیین ۱/۱۷۹، ۱۸۰(۱۳۰)۔

[2] ابوالعزیز زین الدین طاہر بن الحسن بن عمر بن الحسن بن حبیب حنفی (۱۳۳۹ء/۱۴۰۵ء)

۷۔ زکی الیسواسی احمد بن محمد (متوفی ۹۷۴ھ) نے بھی شرح لکھی اور اس کا نام "زبدة الاسرار" رکھا۔
۸۔ عبدالجلیل جمیل نے شرح لکھی اور اس کا نام "زبدة الافكار" رکھا[1]۔

اشرف السمنانی (متوفی ۸۰۸ھ)[2]

چودہ برس کی عمر میں دراست مکمل کر لی تھی، انیس ۱۹ برس کی عمر میں اپنے والد کے قائم مقام کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھالی اور ملکی مہمات میں مشغول ہو گئے۔ ۲۳ برس کی عمر میں یہ ذمہ داریاں اپنے بھائی کے سپرد کر کے بلاد هند، عرب اور عراق کے کبار علماء و مشائخ سے اکتساب علم کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفصول" تالیف کی جو اصول میں ایک مختصر ہے۔[3]

بدرالدین الطنبذی شافعی (متوفی ۸۰۹ھ)[4]

لغت عربیہ، تفسیر، اصول وفقہ میں ماہر تھے، ابوالبقاء، الاسنوی، اور بلقینی وغیرہ سے حصول علم کیا۔ قاہرہ میں ممتاز و مشہور علماء میں سے تھے فتوی، وعظ و درس دیتے، بہت سے تشنگان علم ان سے سیراب ہوئے۔[5]

احمد الکورانی شافعی (متوفی ۸۱۰ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے قاضی بیضاوی کی "منهاج الوصول" کو منظوم کیا۔[7]

ابوالعباس ابن خطیب القسنطینی (۷۴۰ھ-۸۱۰ھ)[8]

فقیہ، محدث ادیب اور مؤرخ تھے شریف تلمسانی مالکی متوفی ۷۷۱ھ صاحب "مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول" وغیرہ سے تعلیم پائی، بلاد مغرب اور افریقہ کا علمی سفر کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تفهيم الطالب لمسائل اصول ابن الحاجب" تالیف کی اور یہ کتاب ابن حاجب کی مختصر المنتهى کی شرح ہے۔[9]

محمد بن عبدالرحمن الحضرمی شافعی (متوفی ۸۱۰ھ)[10]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب "منية اللبيب في شرح التهذيب" تالیف کی، یہ کتاب ابن مطہر الحلی شیعی (متوفی ۷۲۶ھ) کی

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، ایضاح المکنون ۴/۵۳۹، الفتح المبین ۳/۷۸-۸۰، معجم الاصولیین ۲/۱۲۷ (۳۸۲)۔
۲۔ جہانگیر، اشرف بن ابراہیم الحسینی الحسنی السمنانی متوفی ۱۴۰۵ء۔ ۳۔ معجم الاصولیین ۱/۲۷۵ (۳۳۰)۔
۴۔ احمد بن محمد بن عمر بن محمد، بدرالدین الطنبذی متوفی ۱۴۰۶ء۔ ۵۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۳ (۱۶۷)۔
۶۔ احمد بن یوسف عبداللہ بن عمر بن علی بن خضر شہاب الدین الکردی الکورانی الاصل، القرانی متوفی ۱۴۰۷ء۔
۷۔ ایضاح المکنون ۴/۵۹۰، ھدیۃ العارفین ۵/۱۱۹، معجم الاصولیین ۱/۲۳۹ (۱۹۱)۔
۸۔ ابوالعباس احمد بن حسین بن علی بن خطیب، ابن قنفذ، القسنطینی (۱۳۳۹ء/۱۴۰۷ء) ھدیۃ العارفین ۵/۱۱۷ میں قسطمینی مذکور ہے۔
۹۔ معجم الاصولیین ۱/۱۱۵ (۷۹)۔ ۱۰۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن الحضرمی شافعی۔

اصول فقہ میں کتاب "تهذيب طريق الوصول الى الاصول" کی شرح ہے اور ابن مطہر کی کتاب "تہذیب" ایک دوسری کتاب "نهاية الوصول الى علم الاصول" کا اختصار تھا۔

۲۔ الحلى فى الاصول۔[1]

محمد بن عثمان الاسحاقی مالکی (متوفی ۸۱۰ھ)

اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔[2]

شرف الدین القریمی (متوفی ۸۱۰ھ)[3]

علوم اصلیہ وفرعیہ میں جامع، عالم وفاضل تھے۔ اپنے شہر کے علماء سے مستفید ہونے کے بعد بلاد روم گئے جہاں سلطان مراد خان نے ان کی عزت افزائی کی اس لئے سلطان کی وفات تک وہیں مقیم رہے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "شرح المنار لنسفی" تالیف کی اس کا نام "جامع الاسرار" رکھا حاجی خلیفہ نے کہا:

"سود شرحا حافلا و ترکه . ثم انه لما قصد الحج عرضه على علماء الشام فاعجبوا به وطلبوا تبيضه فى طريق الحجاز، وهو شرح بالقول و فرغ منه يوم الثلاثاء الخامس والعشرين من شعبان سنه ۸۱۰ھ".

(انہوں نے مسودہ کی صورت میں ایک عمدہ شرح لکھ کر اسے چھوڑ دیا پھر جب وہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو اسے علمائے شام کے سامنے پیش کیا اور زبانی شرح کی تو انہوں نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور ان سے اس کی حجازی طریقے پر تبییض کا مطالبہ کیا وہ اس مسودہ کی تبییض سے بروز منگل ۲۵ شعبان ۸۱۰ھ میں فارغ ہوئے تھے)[4]

اس کا آغاز یوں ہوتا ہے: الحمد لله الذى شرف خواص نوع الانسان بالهداية (الخ)، فصار احسن شروحه ۔ دکتور مظہر بقا نے اس کے مختلف مقامات پر نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ مکتبہ عارف حکمت بالمدینہ المنورہ (۴۱) اصول، وعاطف ۶۸۲ میں موجود نسخے میں حاشیہ علی شرح المنار لقریمی زادہ مذکور ہے۔

سعید بن محمد العقبانی مالکی (۷۲۰ھ۔۸۱۱ھ)[5]

فقیہ اصولی اور مفسر تھے علم فرائض میں بھی خاص نظر تھی۔ ابوعبداللہ الابلی وغیرہ سے اصول کی تعلیم حاصل کی، متعدد کتابیں تصنیف کیں، تلمسان کے قاضی رہے چالیس برس تک منصب قضاء کی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔

---

[1] ایضاح المکنون ۲/۶۹۳، ھدیۃ العارفین ۶/۲۸۵، ۱۷۹، معجم الاصولیین ۲/۶۱، ۶۲ (۲۹۵)۔

[2] ابوعبداللہ محمد بن عثمان المصری، اسحاق متوفی ۸۰۷، ھدیۃ العارفین ۶/۱۷۹۔

[3] شرف الدین بن کمال القریمی متوفی ۸۰۷ھ، المحصلین باحوال المصنفین، حنیف گنگوہی، ص ۲۱۲۔

[4] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، الفوائد البہیہ ص ۸۳، معجم الاصولیین ۲/۱۳۳ (۳۶۹) ط

[5] سعید بن محمد بن محمد بن محمد العقبانی التلمسانی (۱۳۳۰/۱۴۰۸ء)۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے مختصر ابن الحاجب الاصلی پر ایک عمدہ شرح تالیف کی تھی۔ ایضاح المکنون میں ہے: "لہ شرح علی المنتهی" (ان کی المنتہی پر شرح ہے) اعلام میں ہے : تعلیق علی ابن الحاجب فی الاصول۔[1]

سلیمان بن عبدالناصر الاَبشیطی شافعی (متوفی ۸۱۱ھ یا ۸۸۷ھ)

فقہ، لغت عربیہ، اصول، فقہ وادب میں ماہر تھے، سریاقوس میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر المنتهى.

۲۔ شرح منهاج الوصول فی علم الاصول للبیضاوی.[2]

جلال الدین البغدادی حنفی (۷۳۳ھ۔۸۱۲ھ)

مؤلفات اصولیہ : شرح منتهی السول والامل لابن الحاجب.[3]

ابن القطان شافعی (۷۳۷ھ۔۸۱۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : هادی الطریقین فی الاصول۔[4]

سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ۔۸۱۶ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی اوائل التلویح للتفتازانی.

۲۔ شرح منتهی السول والامل ابن الحاجب.[6]

ابن جماعہ شافعی (۷۵۹ھ۔۸۱۹ھ)[7]

۱۔ حاشیہ علی شرح الاسنوی لمنهاج البیضاوی.

۲۔ حاشیہ رفع الحاجب شرح مختصر ابن الحاجب۔ تاج الدین سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے رفع الحاجب کے نام سے شرح المختصر تالیف کی تھی اس پر یہ حاشیہ ہے۔

۱۔ الدیباج ص ۲۰۴،۲۰۳،۲۰۵، معجم المولفین ۴/ ۲۳۰، معجم الاصولیین ۲/ ۱۲۱،۱۲۲ (۳۵۸) میں بحوالہ ایضاح المکنون ۴/ ۲/ ۸۷ مذکور ہے مگر ہمیں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔

۲۔ صدرالدین سلیمان بن عبدالناصر الاَبشیطی متوفی ۱۴۰۸ء، ھدیۃ العارفین ۵/ ۴۰۲، معجم الاصولیین ۲/ ۱۳۱ (۳۶۶)۔

۳۔ ابوالفتح جلال الدین نصر اللہ بن محمد التستری جلال بغدادی حنفی متوفی ۱۴۰۹ء، ھدیۃ العارفین ۶/ ۴۹۳۔

۴۔ شمس الدین محمد بن علی بن محمد بن عمر بن عیسیٰ المصری، ابن القطان، ھدیۃ العارفین ۶/ ۱۸۰۔

۵۔ سید شریف ابوالحسن علی بن سید محمد بن علی جرجانی، جرجان میں ولادت اور نیشاپور میں انتقال ہوا۔

۶۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۵۳، ھدیۃ العارفین ۵/ ۷۲۸۔

۷۔ ابن جماعہ محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ، قاضی بدرالدین الکنانی المقدسی۔

۳۔ شرح جمع الجوامع للسبکی تالیف کی اور اس کا نام "النجم اللامع" رکھا۔

۴۔ حاشیہ علی شرح الجاربردی ۔امام فخر الدین ابوالمکارم احمد بن حسن تبریزی الجاربردی شافعی (متوفی ۷۴۶ھ) "السراج الوہاج" کے نام سے جو منہاج کی شرح تالیف کی تھی اس پر یہ حاشیہ ہے۔

۵۔ النکت علی جمع الجوامع۔[۱]

عبدالقادر العبادی مالکی (متوفی ۸۲۰ھ یا ۸۸۰ھ)

ان کا ذکر ان کی تاریخ وفات ۸۸۰ھ کے تحت کیا جائے گا۔

احمد الغزی شافعی (۷۷۰ھ۔۸۲۲ھ)[۲]

قرآن کریم کے علاوہ متعدد کتب کے حافظ تھے، حصول علم کی خاطر غزہ سے دمشق اور پھر قدس آ کر علماء سے [illegible] فیض کیا، فقہ واصول میں خصوصیت کے ساتھ کمال حاصل کیا۔ افتاء، تدریس اور قضاء کے فرائض انجام دیئے [illegible] مرتبہ حج کے لئے تشریف لائے مگر آخری مرتبہ مکہ المکرمہ میں مستقل قیام کر لیا تھا جہاں فقہاء کے بھرے ہوئے [illegible] ابن الحاجب کی مختصر الاصلی کا درس دیتے، احمد الغزی کئی کتابوں کے مصنف تھے آخری عمر میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح جمع الجوامع للسبکی ،دکتور مظہر بقا نے برنستن ۹۴۳ (۶۱۰) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس [illegible] طرح مذکور ہے : "حاشیۃ علی اوائل البدر الطالع" محمد بن احمد المحلی نے شرح المحلی علی جمع الجوامع لکھی اور [illegible] نام "البدر الطالع" رکھا جو شرح المحلی علی جمع الجوامع سے مشہور ہے اس کے اوائل پر حاشیہ لکھا [illegible] آغاز یوں ہوتا ہے : "الحمد لله الذى أنار نهار العلوم...."۔

۲۔ وکتب قطعة على منهاج البيضاوى۔[۳]

خواجہ پارسا حنفی (۷۵۶ھ۔۸۲۲ھ)[۴]

فقیہ، محدث اصولی مفسر تھے، فروع واصول کا علم حاصل کیا معقول ومنقول میں کمال حاصل کیا اور حنفی اکابر فقہا [illegible] اور اصولی بن گئے ۔صدر الشریعہ عبیداللہ المحبوبی اور دادا تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفصول الستة في الاصول" تالیف کی ۔الفوائد البہیہ میں مذکور ہے

"وهو كتاب لطيف مشتمل على الفوائد النفيسه"۔

(اور وہ ایک لطیف کتاب ہے جو عمدہ فوائد پر مشتمل ہے۔)[۵]

۱۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ھدیۃ العارفین ۶/۱۸۶۔ ۲۔ ابونعیم شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن بدر بن، مفرج ابن [illegible] العامری الغزی دمشقی (۷۶۸ھ/۱۳۶۸ء، ۱۴۱۹ء)۔ غزہ میں ولادت اور مکہ المکرمہ میں وفات پائی۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ھدیۃ العارفین ۵/۱۲۳، معجم الاصولیین ۱/۱۵۵، ۱۵۶ (۱۰۸)۔

۴۔ محمد بن محمد بن محمود الحافظی البخاری (۱۳۵۵ء/۱۴۱۹ء)، خواجہ پارسا، مدینۃ المنورہ میں وفات پائی۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۵/۵۲۹، الفوائد البہیہ ص ۱۹۹، الفتح المبین ۳/۲۳۔

عبدالرحمٰن البلقینی شافعی (۷۶۳ھ۔۸۲۴ھ) [1]

مفسر، محدث، نحوی، فقیہ اصولی، واعظ اور ادیب تھے قاہرہ سے دمشق اور پھر حلب کے سفر کیئے۔ کئی مرتبہ منصب قضاء پر فائز ہوئے، کئی علوم وفنون پر یادگار تصانیف چھوڑیں، حافظ ابن حجر نے ان کی شان میں فرمایا :

"كان من عجائب الدنيا في سرعة الفهم وجودة الحفظ، وكان من محاسن القاهرہ".

(وہ سرعت فہم اور حافظ کی پختگی میں عجائب دنیا میں سے تھے اور وہ قاہرہ کے محاسن میں سے تھے۔)

مؤلفات اصولیہ : "نظم منتهى السول والأ امل في علمي الاصول والجدل"۔ [2]

محمد رضی الفاسی مالکی (متوفی ۸۲۴ھ)

انہوں نے کتاب "اداء الواجب في تصحيح ابن الحاجب" تالیف کی جو کہ "منتهى السول والامل" پر حاشیہ ہے۔ [3]

ابراہیم البیجوری شافعی (تقریباً ۷۵۰ھ۔۸۲۵ھ) [4]

فقہ اور اصول میں جید علماء میں سے تھے، انہوں نے علامہ اسنوی، بلقینی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : بیجوری نے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی کیونکہ وہ فتویٰ کی کتابت کو منع کرتے تھے اور بالمشافہ فتویٰ دیتے تھے۔ [5]

ابن العراقی الصغیر شافعی (۷۶۲ھ۔۸۲۶ھ) [6]

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور مفسر تھے۔ اپنے والد سے فقہ، اصول اور لغت عربیہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اپنے والد کی طرح خود بھی حافظ حجت اور ثقہ مانے جاتے تھے اور ان ہی کی طرح فقہ، اصول، علوم عربیہ وتفسیر میں کمال رکھتے تھے۔ کم عمری میں ہی کئی شیوخ نے افتاء وتدریس کی اجازت دے دی تھی، دیار مصر کے آخری ائمہ شافعیہ میں سے تھے۔ حدیث وفقہ کی کئی مدارس میں تدریس کی، منصب قضاء پر فائز رہے، آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے "نكت على المنهاج الاصلي" تالیف کی اور اس کا نام "التحرير لمافي منهاج الاصول من المعقول والمنقول" رکھا۔

---

[1] ابوالفضل عبدالرحمٰن بن عمر بن رسلان بن نصیر صالح جلال الدین القنانی البلقی (۱۳۶۲ء/۱۴۲۱ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

[2] کشف الظنون ۱۸۵۶/۲، ھدیۃ العارفین ۵۲۹/۵، معجم الاصولیین ۱۸۲/۲ (۲۱۸)۔

[3] ابوحامد محمد رضی الدین بن ۔۔۔ الفاسی المغربی مالکی، ھدیۃ العارفین ۱۸۴/۶۔

[4] ابواسحاق برھان الدین ابراہیم بن احمد بن عیسیٰ بن سلیمان بن سلیم بن فرج بن احمد المصری بیجوری (۱۳۴۹ء تقریباً/۱۴۲۲ء)۔

[5] معجم الاصولیین ۲۲/۱ (۳)۔

[6] ابوزرعہ ولی الدین احمد بن عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الکردی الاصل، ابن العراقی (۱۳۶۰ء/۱۴۲۳ء) قاہرہ میں ولادت ووفات ہوئی۔

اس کا ایک نسخہ الازہریہ میں (۸٦۸) ۲۲۴۳۱، اصول فقہ کے تحت موجود ہے آغاز یوں ہوتا ہے : "الحمد لله أوضح منهاج الدين لدعاته .... الخ

اختتام یوں ہوتا ہے : التعبير بها والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

کتاب "المنہاج" میں منقول سے جو غلطیاں واقع ہوئی ہیں ان کو بیان کیا اور معقول کے مشتمل ہونے میں جو ..... ہوا تھا اس کو تحریر کیا اور ان کی ترجیح اور ان کے علاوہ دوسرے مشہور علماء کی ترجیح میں جو اختلاف تھا اس کو بھی ضبط تحریر کیا۔

۲۔ اپنے والد کی کتاب "النجم الوهاج" جو منہاج کا نظم ہے اس کی شرح لکھی۔

۳۔ جمع الجوامع کی شرح لکھی اور اس کا نام "الغيث الهامع" رکھا اس شرح میں امام زرکشی کی کتاب "تشنيف المسامع" کا اختصار کیا گیا ہے اور اس میں زیادہ تر الفاظ کے حل اور عبارت کی توضیح پیش کی گئی ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے : اما بعد حمد الله ... فهذا تعليق وجيز على جمع الجوامع ... دکتور مظہر بقا نے کہا کہ جامعہ ام القری میں ۱۴۱۰ھ میں اس پر دکتوراہ کے لئے رجسٹریشن کی گئی تھی۔ الکشاف کے مطابق اس کا مخطوطہ بغداد کے مکتبہ میں موجود ہے۔

۴۔ رسالة في الحكم بالصحة والحكم بالموجب . دار الکتب المصریہ وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ زرکلی نے کہا :

> ان "نكت منهاج البيضاوى" فى الاصول "والتحرير" فى اصول الفقه، لعبد الرحيم بن الحسين العراقي. وهذا خطا من جهتين، الاولى أن "النكت" و "التحرير" كتاب واحد، والثانية انه لابنه احمد بن عبدالرحيم لا لعبد الرحيم، و بد الرحيم نظم المنهاج المسمى "النجم الوهاج" الذى شرحه ابنه احمد".[1]

(بلاشبہ عبدالرحیم بن حسین عراقی کی" نكت منهاج البيضاوى فى الاصول " اور "التحرير فى اصول الفقه" کہنا دو اعتبار سے غلط ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ "النكت " اور "التحرير" دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عبدالرحیم نے "النجم الوهاج" کے نام سے "المنهاج" کا نظم کیا تھا اور پھر ان کے بیٹے احمد بن عبدالرحیم نے اس کی شرح لکھی تھی نہ کہ خود انہوں (عبدالرحیم) نے)

ابوبکر غرناطی مالکی (٧٦٠ھ۔ ٨٢٩ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے، ابو اسحاق الشاطبی (متوفی ٧٩٠ھ) صاحب الموافقات، شریف التلمسانی (متوفی ٧٧١ھ) صاحب مفتاح الاصول وغیرہ سے تعلیم پائی ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : المراغی نے ان کی مندرجہ ذیل تین اصولی مصنفات کا ذکر کیا ہے :

---

[1] کشف الظنون ١/ ٥٩٥، ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۲۳، شذرات الذہب ۷/ ۱۷۳، الکشف عن مخطوطات خزائن کتب الاوقاف، محمد اسعد طلس، ص ١/ ١٠٥، بغداد مطبعہ العانی ۱۳۷۲ھ، ۱۹۵۳ء۔

[2] ابوبکر محمد بن محمد بن محمد بن عاصم الاندلسی الغرناطی (۱۳۵۸ء/ ۱۴۲۵ء)۔

۱۔ مبع الوصول فی علم الاصول۔ یہ کتاب اصول فقہ میں ارجوزہ یعنی بحر رجز میں ایک قصیدہ ہے۔

۲۔ مرتقی الوصول۔ یہ کتاب بھی اوزان شعر کے ایک وزن پر لکھی ہوئی شاہکار ہے۔

۳۔ نیل المنی۔ یہ امام شاطبی کی کتاب "الموافقات" کا مختصر ہے۔

ایضاح المکنون اور ھدیۃ العارفین میں کتب کے اسماء اس طرح مذکور ہیں :

(۱) مرتقی الوصول الی الضروری من الاصول الصغری وله : الحمد لله المحيط علمه الخ .

(۲) مبہج الوصول فی علم الاصول کبری۔[۱]

محمد بن عبدالدایم البرماوی شافعی (۷۶۳ھ۔۸۳۱ھ)[۲]

فقیہ، اصولی ونحوی تھے۔ بدرالدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) صاحب البحر المحیط اور سراج البلقینی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، تحصیل علم کی خاطر مکہ، قاہرہ وقدس کا سفر کیا، قدس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الفیہ فی اصول الفقہ کا نظم تالیف کیا۔

۲۔ "شرح الفیہ" ، یہ دو جلدوں پر محیط الفیہ کی شرح ہے۔

ھدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا نام اس طرح مذکور ہے : النبذة الالفيه فی الاصول الفقهيه۔[۳]

کتاب "الالفیہ" کی شرح :

(۱) اسماعیل بن ابراہیم المقدسی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) جو البرماوی کے شاگرد تھے انہوں نے "توضیح الالفیہ" کے نام سے "الالفیہ" کی شرح تالیف کی۔[۴]

(۲) محب الدین محمد بن خلیل بن محمد البصروی دمشقی شافعی (متوفی ۸۸۹ھ) نے شرح نبذة الالفيه فی اصول الفقهيه للبرماوی تالیف کی۔[۵]

محمد بن محمد الجزری شافعی (۷۵۱ھ۔۸۳۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے قاضی بیضاوی کی "منہاج الوصول" کی شرح لکھی۔[۶]

۱۔ ایضاح المکنون ۴/۳۶۵، ھدیۃ العارفین ۶/۸۲۹، الفتح المبین ۳/۲۵۔

۲۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن عبدالدایم بن موسیٰ النعیمی العسقلانی البرماوی (۱۳۶۲ء/۱۴۲۸ء) دمشق میں ولادت اور قدس میں وفات پائی۔

۳۔ ھدیۃ العارفین ۶/۱۸۶، الفتح المبین ۳/۲۹۔

۴۔ معجم الاصولیین ۱/۲۵۴، ۲۵۵ (۱۹۸)۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۱۲۔

۶۔ ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری، دمشق میں ولادت ہوئی ھدیۃ العارفین ۶/۱۸۷۔

احمد القسیری ابن العجمی حنفی (۷۷۷ھ۔۸۳۳ھ) [1]

فقہ، اصول ولغت عربیہ میں کمال رکھتے تھے مختلف عہدوں پر فائز رہے، افتاء، وتدریس کی خدمات انجام دیں اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔ [2]

شمس الدین الفناری حنفی (۷۵۱ھ۔۸۳۴ھ) [3]

فقیہ، اصولی، منطقی، جدلی، ادیب، مقری اور فرائضی تھے۔ یہ آٹھویں صدی کے اختتامی دور کے ان گنے چنے لوگوں میں سے ایک تھے جن کا ان کے زمانہ میں اس فن میں کوئی مثل نہیں تھا اور شمس الدین فناری تمام علوم نقلیہ وعقلیہ میں ماہرانہ دسترس رکھتے تھے قاہرہ بھی تشریف لائے تھے۔ منصب قضا پر بھی فائز رہے۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے، ان کی وفات الفوائد البہیہ میں اس طرح مذکور ہے کہ جب انہوں نے سنا کہ زمین علماء کے گوشت (جسم) کو نہیں کھاتی تو اپنے استاد الاسود کی میت کو کھول کر دیکھا تو ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کو اسی طرح ان کی چارپائی پر پایا جس طرح دفناتے وقت رکھا گیا تھا۔ تو انہوں نے ایک غیبی آواز سنی جو کہہ رہی تھی "هل صدقت أعمى الله بصرك"۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "فصول البدائع فی اصول الشرائع" تالیف کی۔ مکتبہ حلب میں اس کا مخطوطہ موجود ہے جس کے مطابق انہوں نے اپنی اس کتاب کو دو مقدمات اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا تھا۔ پہلے مقدمہ میں چار ارکان ہیں اور دوسرے میں دو ارکان "التعارض" اور "الترجیح" ہیں جب کہ خاتمہ الاجتہاد اور اس کے توابع کے بیان میں ہے۔ اس کتاب میں المنار، البزدوی، محصول الرازی اور مختصر الرازی وغیرہ کو جمع کیا گیا ہے۔ اوله بعد البسملة الحمد لله الذی شرع شوارع الشرائع لاحكام احكام الوقائع.......... اخره: الی صاحبه الوحی البین منه عند الله وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد واله وصحبه الطيبين الطاهرين. [4]

محمد بن عبد القادر الواسطی شافعی (متوفی ۸۳۸ھ)

انہوں نے قاضی بیضاوی کی "منهاج الاصول" کی شرح تالیف کی۔ [5]

احمد المھدی الزیدی (۷۷۵ھ۔۸۴۰ھ) [6]

وہ علامۃ الوقت اور صاحب التصانیف تھے۔ مذہب اہل بیت میں ان کی کتابوں پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ کئی علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے، یمن کے ائمہ زیدیہ میں سے تھے۔

---

1. احمد بن محمود بن محمد بن عبد اللہ القسیری، ابن العجمی (۱۳۷۵/۷۷۵ء-۱۴۲۹ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔
2. معجم الاصولیین ۱/۲۳۷ (۱۸۰)۔
3. شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری (۱۳۵۰/۱۴۳۱ء)۔
4. ھدیۃ العارفین ۶/ ۱۸۸، الفوائد البہیہ ۱۶۶، ۱۶۷، الفتح المبین ۳/ ۳۰، المنتخب من المخطوطات العربیہ فی حلب، ص ۱۹۸ (۵۷) دار الفکر بیروت، عالم الکتب ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۶ء۔
5. نجم الدین محمد بن عبد القادر الواسطی السکاکینی، ایضاح المکنون ۴/ ۵۸۹، ھدیۃ العارفین ۶/ ۱۸۹۔
6. احمد بن یحییٰ بن المرتضیٰ بن المفضل بن منصور الحسنی زمار (یمن) میں ولادت ہوئی (۱۳۷۳/۱۴۷۳ء)۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "الفصول فی معانی جو ھرۃ الاصول " یا" فائقۃ الاصول فی ضبط معانی جوھرۃ الاصول ".

۲۔ معیار العقول فی علم اصول، اس کتاب کے کئی جگہ نسخے موجود ہیں، ایک نسخہ جامعہ ملک سعود جدہ میں ۲۹۱ کے تحت موجود ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے : الفقہ فی اللغۃ فھم معنی الخطاب الذی فیہ غموض ، وفی الاصطلاح...

اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے : ومن ثم انعکست السالبۃ سالبہ۔

۳۔ "منھاج الوصول الیٰ شرح معیار العقول" یہ ان کی کتاب جس کا مکمل نام مندرجہ ذیل ہے اس کی چھٹی جلد ہے۔ کتاب کا نام یہ ہے : " غایات الأ فکار و نھایات الانظار المحیطۃ بعجائب البحر الذخار الجامع لمذاھب علماء الامصار فی الاعتقادات الدینیۃ و اللطائف الکلامیہ و القواعد الاصولیہ و السیر النبویہ".

ابتدائیہ اس طرح ہے : "بعد البسملۃ والصلاۃ : کتاب منھاج العقول فی علم الاصول ینبغی قبل الشروع ....."

اختتام اس طرح ہے : " ومن ثم أی ومن أجل صدقھا کلیۃ موجبہ بعکس النقیض عرفت انعکاس....."

اس کے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں نسخے موجود ہیں مثلاً دار الکتب مصریہ میں ۲۵۴۹۹ نمبر کے تحت اور جامعہ ملک جدہ میں ۱۱۲۹۷ اور ۱۴۳ کے تحت موجود ہیں وغیرہ وغیرہ مگر برنستن (جیرت) (۱۶۲۰) ۵۹۱۲ میں جو نسخہ موجود ہے اس میں اس کا عنوان یہ ہے : منھاج الوصول الی تحقیق کتاب معیار العقول فی علم الاصول [1]

محمد شاہ الفناری حنفی (متوفی ۸۴۰ھ) [2]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ متقدم الذکر محمد الفناری کے صاحبزادہ ہیں، اپنے والد سے علم حاصل کیا، مرتبہ کمال کو پہنچے اپنے والد ماجد کی زندگی میں ہی " بـروسا" میں مدرسہ سلطانیہ میں تدریس کی، پھر حج کے لئے تشریف لے گئے۔ قاہرہ آئے جہاں اپنے والد کی طرح شہرت پائی اور واپس اپنے شہر لوٹ آئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے فصول البدائع فی اصول الشرائع فی الاصول پر حاشیہ لکھا۔ [3]

علاء الدین رومی حنفی (۷۵۶ھ۔۸۴۱ھ) [4]

فقیہ، اصولی، منطقی ، ادیب اور صوفی تھے سید شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ)، شارح منتہی السول والامل لابن الحاجب اور سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۱ھ) صاحب تلویح سے حصول علم کیا اور پھر تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ پر مستقل علیحدہ کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا مگر انہوں نے "الاسئلہ" جو اسئلہ علاء الدین سے مشہور ہے کتاب لکھی جو چھ فصول پر مشتمل تھی اور اس کی چوتھی فصل اصول پر تھی۔ بعد کے آنے والوں میں سے

۱۔ ایضاح المکنون ۴/ ۵۵۵،۵۱۶، ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۲۵، معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۶، ۲۳۸ (۱۸۹)۔

۲۔ محمد شاہ محمد الدین بن علی بن یوسف بن محمد بن حمزہ الفناری متوفی ۱۴۳۶ء۔ ۳۔ الفوائد البہیہ، ص ۱۸۳، الفتح المبین ۳/ ۳۱۔

۴۔ ابو الحسن علاء الدین علی بن مصطفیٰ الدین، موسیٰ بن ابراہیم رومی (۱۳۵۵ء/ ۱۴۳۷ء)۔

مولی سراج الدین التوقیعی (متوفی ۸۸۹ھ) نے ان سوالات کے جواب دیئے اسی طرح ملا خسرو (متوفی ۸۸۵ھ) نے بھی ان کے جوابات دیئے اور سراج الدین کے جوابات اور علاء الدین کے سوالات پر بحث کی اور پھر ان کا تقابلی جائزہ و تجزیہ پیش کیا۔[1]

محمد بن احمد السباطی مالکی (۷۵۶ھ۔۸۴۲ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ توضیح المعقول وتحریر المنقول فی شرح منتهی السول والامل لابن الاحاجب ۔

۲۔ مقدمہ فی الاصول۔[3]

محمد بن عمر الخضوصی شافعی (متوفی ۸۴۳ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "ارجوزة فی الاصول" تالیف کیا۔[5]

احمد بن حسین الرملی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۴۴ھ)[6]

فقیہ تھے، حصول علم کے لئے مختلف مقامات کے سفر کئے، فقہ میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ قاضی القضاۃ الباعونی نے انہیں افتاء کی اجازت عطا کی۔ افتاء وتدریس سے ایک عرصہ تک وابستہ رہنے کے بعد ترک کر کے طریقہ صوفیہ پر کاربند ہو گئے۔ کئی یادگار کتب تالیف کیں جن میں شرح سنن ابو داؤد و طبقات للشافعیہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب[7] ہدیۃ العارفین میں اس طرح ہے : شرح منهی السول والامل لابن الحاجب ۔[8]

۲۔ شرح جمع الجوامع للسبکی تالیف کی اور اس کا نام "لمع اللوامع" رکھا دیباجہ کے بعد آغاز یوں ہوتا ہے "الحمد لله الذی جمع جوامع العلم مختصرا" الخ اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ نمبر ۲۳۰۱۵ کے تحت اور دوسرا ینی جامع (ترخان) میں ۹۳ نمبر کے تحت موجود ہے۔

۳۔ شرح منهاج البیضاوی تالیف کی اور اس کا نام "نهایة السول" رکھا۔ اتفاق سے علامہ اسنوی نے منہاج کی جو شرح لکھی تھی اس کا نام بھی نہایۃ السول تھا۔ الحمد کے بعد آغاز یوں ہوا ہے : "أما بعد فإن أولی ما صرفت الهمم الی تمهیده" اور اختتام ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے : "سواء اراد الاغتسال فيه ولا والله سبحانه وتعالیٰ اعلم" اس کا ایک نسخہ مکتبہ ملکیہ برلن میں ۴۳۸۳ کے تحت موجود ہے۔[9]

۱۔ کشف الظنون ۱/۹۱، الفتح المبین ۳/۳۲۔
۲۔ ابو یوسف شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن نعیم مقدم السباطی القاصی المصری۔
۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۲۔
۴۔ اثیر الدین محمد بن عمر بن محمد ابو بکر بن محمد الخضوصی ثم القاهری۔
۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۳۔
۶۔ ابن رسلان، ابو العباس شہاب الدین احمد بن حسین بن حسن بن علی بن یوسف بن علی بن ارسلان الرملی المقدسی (۱۳۷۱ء/۱۴۴۰ء)۔
۷۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶۔
۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶۔
۹۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ۲/۱۸۵۶، ۱۸۷۹، ایضاح المکنون ۴/۵۸۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، معجم الاصولیین ۱/۱۱۱، ۱۱۲ (۷۷)۔

احمد الحلبی شافعی (متوفی ۸۴۴ھ)[1]

فقہ، اصول، فرائض، نحو وصرف وغیرہ میں مہارت رکھتے تھے افتاء وتدریس کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : ہمیں اصول فقہ پر ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہوسکا۔[2]

ابن عماد مالکی (۷۶۷ھ۔۸۴۴ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زوال المانع عن شرح جمع الجوامع للسبکی.

۲۔ شرح مختصر ابن الحاجب.

۳۔ الاحکام فی شرح غریب عمدۃ الاحکام.

شاید آخری الذکر کتاب ابن صباغ شافعی (متوفی ۴۷۷ھ) کی کتاب "العمدۃ فی اصول الفقه" کی شرح ہو۔[4]

ابن الصیر فی شافعی (متوفی ۸۴۴ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "کتاب الوصول الی ما وقع فی الرافعی من الاصول" تالیف کی یہ کتاب دو مجلدات میں ہے۔[6]

ابن زاغو التلمسانی مالکی (۷۸۲ھ۔۸۴۵ھ)[7]

فقیہ، مفسر، نحوی، فرائضی، اصولی، متصوف اور محدث تھے۔ شریف تلمسانی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں مختصر ابن الحاجب کے کچھ بعض حصہ کی شرح لکھی۔[8]

شہاب الدین دولت آبادی حنفی (متوفی ۸۴۹ھ)[9]

علوم عقلیہ ونقلیہ میں نابغہ روزگار تھے۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی انہیں چاندی کی کرسی پر بیٹھا کر عزت افزائی کرتا تھا بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں شرح تعلیقہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

۱۔ احمد بن صالح، شہاب الدین، ابوالعباس الحلبی شافعی متوفی ۱۴۴۰ھ۔ ۲۔ معجم الاصولیین ۱/۱۳۰ (۹۳)۔

۳۔ ابویاسر شمس الدین محمد بن عمار بن محمد بن احمد قاہری ابن النجار۔

۴۔ ایضاح المکنون ۳/۶۱۲، ھدیۃ العارفین ۶/۱۹۳۔

۵۔ علاء الدین علی بن عثمان بن عمر، ابن الصیر فی۔ ۶۔ ھدیۃ العارفین ۵/۷۳۲۔

۷۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن (۱۳۸۰ء/۱۴۴۱ء) ابن زاغو التلمسانی۔

۸۔ الفتح المبین ۳/۳۳، معجم الاصولیین ۱/۲۱۵، ۲۱۶ (۱۶۰)۔

۹۔ احمد بن ابوالقاسم عمر الزوالی، دولت آبادی، شہاب الدین بن شمس الدین الھندی متوفی ۱۴۴۵ء ھند میں ولادت ووفات ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح اصول البزدوی" تالیف کی اس کتاب کو شیخ عیسیٰ بن ... دھلوی کے لئے تالیف کیا تھا۔ اس کا ایک خطی نسخہ شیخ عبدالکلام آزاد کے پاس تھا اور اب شاید وہ مکتبہ آزاد علی گڑھ ہند میں ہو۔[1]

صلاح بن علی المھدی زیدی (متوفی ۸۴۹ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "النجم الثاقب فی شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[3]

ابراھیم القباقبی شافعی (متوفی ۸۵۰ھ تقریباً)[4]

انہوں نے کئی کتابیں تالیف کیں جو نحو، معانی و بیان وحدیث وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح جمع الجوامع للسبکی.

۲۔ العقد المنضد فی شروط حمل المطلق علی المقید۔[5]

یوسف بن عبدالملک قرسنان حنفی (متوفی ۸۵۲ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "زین المنار فی شرح منار الانوار للنسفی فی الاصول" تالیف کی۔[7]

احمد بن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ)[8]

کئی فنون اور خاص کر فن حدیث پر معظم کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ......... امام الشوکانی نے فرمایا : " له مؤلفات فی الفقه واصوله"۔

امام سخاوی نے فرمایا :

"زادت تصانیفه التی معظمها فی فنون الحدیث، وفیها من فنون الادب والفقه والاصلین وغیر ذلک علی مائة وخمسین تصنیف".[9]

(ان کی بہت سی مؤلفات ہیں جو زیادہ تر علم حدیث میں اور ان میں سے بعض ادب، فقہ اور اصلین وغیرہ پر ہیں ان کی ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں ہیں۔)

۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۶۷ اس میں تاریخ وفات ۸۴۸ھ مذکور ہے۔ معجم المؤلفین ۴/۳۰۹ معجم الاصولیین ۱/۱۸۱ (۱۳۱) ۲/۱۳۵ (۲۷۰)۔

۲۔ صلاح بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن جعفر الیمنی الصنعانی زیدی فھدی۔

۳۔ ھدیۃ العارفین ۵/۴۲۸۔

۴۔ ابراھیم بن محمد بن خلیل بن ابوبکر، برھان الدین القباقبی حلبی (متوفی ۱۴۴۶ء تقریباً)۔

۵۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ۲/۱۱۵۳، معجم الاصولیین ۱/۵۶ (۴۹)۔

۶۔ یوسف بن عبدالملک الرومی۔

۷۔ ھدیۃ العارفین ۶/۵۶۰۔

۸۔ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد العسقلانی (۱۳۷۲ء/۱۴۴۹ء) مصر میں ولادت ہوئی۔

۹۔ معجم الاصولیین ۱/۱۷۷، ۱۷۸ (۱۲۸)۔

...اعیل المقدسی شافعی (۷۸۲ھ یا ۷۸۳ھ۔۸۵۲ھ)[1]

...شمس الدین البرماوی اصولی (متوفی ۸۳۱ھ) صاحب نظم الفیہ فی الاصول وغیرہ سے تعلیم حاصل کی یہاں ...نحو، علم وادب اور اصول وغیرہ میں ممتاز مقام حاصل کرلیا بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔

...لفات اصولیہ : اپنے شیخ شمس الدین البرماوی کی کتاب (منظوم) الفیۃ فی اصول الفقہ کی توضیح کی۔

...خاوی نے کہا: "وھو توضیح حسن" (اور وہ ایک عمدہ توضیح ہے)۔[2]

...خضرشاہ المنتشوری (متوفی ۸۵۳ھ)[3]

...متکلم، حکیم، اور اصولی تھے۔ آپ کی تصانیف زیادہ تر حواشی وتعلیقات کی صورت میں ہیں۔

...لفات اصولیہ : اصول فقہ میں بھی آپ نے تعلیقہ لکھا جو سعد الدین التفتازانی کی تلویح پر ہے۔[4]

...زین الضیاء حنفی (۷۸۹ھ۔۸۵۴ھ)[5]

...مکہ وقاہرہ میں مختلف فنون کے ماہر اساتذہ سے علم حاصل کیا، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم اپنے والد اور شمس الدین ...ماوی شافعی (متوفی ۸۳۱ھ) وغیرہ سے حاصل کی بیت المقدس بھی گئے۔ مکہ میں منصب قضاء کے فرائض انجام دیئے، ...اس کے ساتھ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

...لفات اصولیہ : انہوں نے "شرح اصول البزدوی" تالیف کی اور وہ قیاس تک اس کی شرح کرسکے تھے، ...یۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے: "شافی فی اختیار الکافی من الاصول البزدوی"۔[6]

...حسین الاھدل شافعی (۷۷۹ھ۔۸۵۵ھ)[7]

...فقیہ، اصولی، متکلم، محدث اور مؤرخ تھے۔ ابواسحاق الشیرازی کی "اللمع" فی اصول الفقہ کی تعلیم ا...رس ...الدین عبداللہ بن محمد الناشری سے حاصل کیا، اجلہ علماء سے استفادہ کیا۔

...لفات اصولیہ : السخاوی نے الضوء اللامع میں لکھا ہے:

"وقد وقفت لہ علی مؤلف فی الاصول دال علی فضلہ وتبحرہ".

(اور میں ان کی اصول میں مؤلفات سے واقف ہوں جو ان کے علم وفضل اور علمی تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔)[8]

---

1. ...ابوالفداء اسماعیل بن ابراہیم بن محمد بن علی بن شرف المقدسی، ابن شرف ابوالفداء اسماعیل بن (شرف) ابراہیم بن (علی بن شرف) محمد بن علی ...ابن المقدسی بن شرف، (۱۳۸۰ء، ۱۴۴۸ء) بیت المقدس میں ولادت ہوئی۔
2. ...معجم الاصولیین ۱/۲۵۴،۲۵۵ (۱۹۸)۔
3. خضرشاہ بن عبداللطیف المنتشوری متوفی ۱۴۴۹ء۔
4. ...کشف الظنون ۱/۴۹۷، ھدیۃ العارفین ۵/۳۳۶، معجم الاصولیین ۲/۸۸ (۳۲۳)۔
5. ...ابن احمد بن محمد بن محمد بن سعید بن محمد بن محمد بن عمر بن یوسف بن علی بن اسماعیل البہاء بن الشہاب بن الضیاء بن العز العمری الصاغانی الاصلی، ...ابن الضیاء (۱۳۸۷ء/۱۴۵۰ء) مکہ میں ولادت ووفات ہوئی۔
6. ...کشف الظنون ۱/۱۱۲،۱۱۳، ھدیۃ العارفین ۶/۱۹۷، الفتح المبین ۳/۳۴۔
7. بدرالدین حسین بن عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن ابوبکر ...الاھدل الحسینی، ابن الاھدل (۱۳۷۷ء/۱۴۵۱ء)۔
8. معجم الاصولیین ۲/۶۶،۶۷ (۳۰۰)۔

ابو بکر السیوطی شافعی (۸۰۴ھ-۸۵۵ھ)[1]

فقہ اصول، کلام نحو معانی اور منطق وغیرہ کی تعلیم علامہ قایانی سے قاہرہ میں حاصل کی۔ شیخ عزالدین القدسی اور
ابن حجر بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ قاضی مکہ برھان الدین بن طھیرہ اور قاضی مالکیہ محی الدین بن تقی
کے شاگردوں میں سے تھے۔ سیوطی خود بھی نائب قاضی رہے، افتاء و تدریسی خدمات انجام دیں، کئی کتابیں تصنیف کیں

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی شرح العضد فی الاصول تالیف کیا عضد الدین الایجی شافعی (متوفی
۷۵۶ھ) نے شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی اس پر ابو بکر السیوطی نے یہ حاشیہ تحریر کیا تھا۔[2]

محبّ الدین النویری (متوفی ۸۵۷ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "بغیۃ الراغب شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[4]

محمد بن محمود الحسینی حنفی (۸۵۷ھ بعدہ)[5]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " التبیان فی شرح المنار للنسفی " تالیف کی۔ انہوں نے ۸۵۷ھ میں
اس کی تالیف سے فراغت پائی۔[6]

مولانا زادہ حنفی (متوفی ۸۵۹ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ابن ساعاتی (متوفی ۶۹۴ھ) کی کتاب " بدیع النظام " پر حاشیہ تحریر کیا۔[8]

علی بن یوسف الغزولی شافعی (متوفی ۸۶۰ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "ایجاز اللامع علی جمع الجوامع للسبکی" تالیف کی۔[10]

زین الدین ابن نجیم (متوفی ۸۶۱ھ یا ۹۷۰ھ)

ان کی مؤلفات اصولیہ کا تعارف تاریخ وفات ۹۷۰ھ کے تحت پیش کیا جائے گا۔

ابن الھمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ)[11]

فقیہ، اصولی، متکلم اور نحوی تھے، اعلیٰ تعلیم حاصل کی منقول و معقول میں کمال حاصل کیا۔ فقہ، اصول فقہ، اصول دین
تفسیر، حدیث، منطق، بیان، نحو، صرف، تصوف و ادب وغیرہ میں حجت تسلیم کئے گئے۔ قاضی القضاۃ جمال الدین حمید

---

1. ابو المناقب کمال الدین ابو بکر بن محمد بن ابو بکر الخضیری السیوطی (۱۴۰۲ء/۱۴۵۱ء) سیوط میں ولادت ہوئی۔
2. معجم الاصولیین ۲/۸، ۹ (۲۳۸)۔
3. محب الدین محمد بن احمد حنفی محمد النویری الخطیب المکی۔
4. ایضاح المکنون ۳/۱۸۷۔
5. محمد بن محمود بن الحسین الحسینی حنفی۔
6. ھدیۃ العارفین ۶/۲۰۰۔
7. محب الدن محمد بن، مولانا زادہ۔
8. ھدیۃ العارفین ۶/۸۱۔
9. علی بن یوسف بن احمد المصری، الغزولی شافعی۔
10. ایضاح المکنون ۳/۱۵۲، ھدیۃ العارفین ۵/۳۴۷۔
11. محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود بن حمید الدین بن سعد الدین، ابن الھمام (۱۳۸۷ء/۱۴۵۶ء) مصر میں وفات پائی۔

قاضی القضاۃ بدرالدین عینی حنفی اور عز بن عبدالسلام وغیرہ سے تحصیل علم کیا قاضی القضاۃ بدرالدین عراقی مالکی اور زین الدین بن قطلو بغا حنفی آپ کے شاگرد تھے۔ قاہرہ، اسکندریہ، حلب وقدس کے علمی سفر کئے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التحریر فی اصول الفقہ" تالیف کی[1]

کتاب "التحریر" کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب "التحریر فی اصول الفقہ الجامع بین اصطلاحی الحنفیة و الشافعیة" متکلمین اور احناف کے طریقوں پر مشتمل ایک جامع اور معروف کتاب ہے اسی لئے یہ کتاب جامعہ ازہر کے کلیہ شریعہ میں شامل نصاب رہی مصطفیٰ البابی الحلبی مصر سے ۱۳۵۱ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی، اس کتاب کی وجہ تالیف کو مصنف خود ان الفاظ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں :

"(وبعد) : فانی لما ، ان صرفت طائفة من العمر للنظر فی طریقی الحنفیة والشافعیة فی الاصول خطر لی ان اکتب کتاباً مفصحاً عن الاصطلا حین ، بحیث یطیر من اتقنه الیهما بجنا حین، اذ کان من علمته افاض فی هذا المقصد لم یوضحهما حق الایضاح، ولم ینادہ مرتاد هما بیانه الیهما بحی علی الفلاح ، فشرعت فی هذا الغرض ضاماً الیه ما ینقدح لی من بحثٍ وتحریرٍ، فظهر لی بعد قلیلٍ انه سفر، وعرفت من اهل العصر انصراف هممهم فی غیر الفقه الی المختصرات، واعراضهم عن الکتب المطولات، فعدلت الی مختصرٍ متضمنٍ ان شاء الله تعالیٰ الغرضین ، واف بفضل الله سبحانه بتحقیق متعلق العزمین ، غیر انه مفتقر الی الجواد الوهاب تعالیٰ ان یقرنه بقبول افئدة العباد". [2]

(جب میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ حنفی اور شافعی طریقوں کے اصول میں تامل کرنے میں گزارا تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں ایک کتاب لکھوں جو دونوں طریقوں کی واضح اصطلاحات پر ہو۔ اس طرح کہ جو اس کو پڑھ لے وہ ان دونوں تک بازوؤں سے اڑ کر پہنچ سکے ہر وہ شخص جس نے بھی اس پر لکھنے کا قصد کیا تو وہ ان دونوں کی توضیح کا حق ادا نہیں کر سکا اور نہ لوگ اس کی آواز پر لبیک کہہ کر متوجہ ہوئے تو میں نے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے کام کا آغاز کیا جو میرے ذہن میں توضیح کی غرض سے آئیں مجھ پر کچھ وقت کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ یہ کام ایک مجلد میں ہو جائے گا میں نے اہل زمانہ کے ارادوں کو علم فقہ کے علاوہ دوسرے علوم کی مختصرات کی طرف مائل پایا اور مطول کتب سے بچتے دیکھا تو میں نے ایک مختصر لکھنے کا ارادہ کیا جو دونوں غرضوں کو پورا کرنے والا ہو۔)

کتاب التحریر کا منہج :

اس کتاب کا اسلوب مشکل ہے اور جگہ جگہ مفہوم میں پیچیدگی نظر آتی ہے شیخ محمد خضری نے طریقہ متاخرین کی کتب پر تبصرہ کے دوران اس کتاب سے متعلق فرمایا کہ :

---

1. الفتح المبین ۳/۳۶، ۳۹۔
2. التحریر فی اصول الفقہ، ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، ص ۳ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۵۱ھ۔

"وهذه الكتب التي عنيت بان تجمع كل شئي استعملت الايجاز في عباراتها حتى خرجت الى حد الالغاز والا عجاز وتكاد لا تكون عربية المبنى ، واد خلها في ذلك كتاب التحرير لابن الهمام لانك اذا جردته من شروحه وحاولت ان تفهم مراد قائله فكانما تحاول فتح المعميات، ومن الغريب انك اذا قرات قبل ان تنظر فيه شروح ابن الحاجب ثم عدت اليه وجدته قد اخذ عبارتهم فاد مجها ادما جا و ادخل بوزنها . حتى اضطربت العبارت واستغلقت"۔[1]

(اور یہ کتابیں جن میں ہر چیز جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان کی عبارتوں میں اس حد تک ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے کہ یہ کتابیں چستان بن کر رہ گئی ہیں ایجاز نویسی میں غلو کی وجہ سے قریب تھا کہ یہ کتابیں عربی زبان کے دائرہ سے خارج ہو جاتیں اس میں سب سے بڑھی ہوئی ابن ہمام کی کتاب "التحریر" ہے اگر آپ اس کتاب کو اس کی شرحوں سے الگ کردیں اور مصنف کی مراد سمجھنے کی کوشش کریں تو آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ آپ معمے حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اگر آپ "التحریر" کا مطالعہ کرنے سے پہلے ابن حاجب کی کتاب کی شرحوں کا مطالعہ کریں پھر آپ "التحریر" کو پڑھیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ مصنف نے ابن حاجب کے شارحین کی عبارتیں لے کر انہیں ضم کردیا ہے اور عبارتوں کا توازن اس طرح بگاڑ دیا ہے کہ عبارت مضطرب اور پیچیدہ ہوگئی ہے۔)

التحریر کی شروح، حواشی واختصار :

(۱) شمس الدین محمد بن محمد بن الحسن حنفی معروف بہ ابن امیر الحاج (متوفی ۸۷۹ھ) نے "التقریر والتحریر" نام سے اس کی شرح لکھی۔[2]

(۲) زین الدین بن ابراہیم بن محمد ابن نجیم حنفی مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے "لب الاصول" تالیف کی جو "التحریر" کا اختصار ہے اس بات کا اظہار انہوں نے اپنی ایک دوسری کتاب "فتح الغفار" کے مقدمہ میں کیا۔[3]

(۳) ابن النجار محمد بن احمد بن عبدالعزیز حنبلی (متوفی ۹۷۲ھ) نے شرح الكوكب المنير المسمى المختصر التحرير يا المختبر المبتكر شرح المختصر في اصول الفقه تالیف کی یہ کتاب چار جلدوں میں محمد زحیلی اور نزیہ حماد کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(۴) شمس الدین محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرملی شافعی (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے حاشیہ علی شرح التحریر تالیف کیا۔[4]

(۵) عبدالبر بن عبداللہ الاجہوری مصری شافعی (متوفی ۱۰۷۰ھ) نے حاشیہ علی شرح التحریر تالیف کیا۔[5]

---

[1] اصول الفقہ، شیخ محمد خضری ص ۱۱۔ [2] الفتح المبین ۳/ ۴۷۔
[3] الفتح المبین ۳/ ۷۸، فتح الغفار بشرح المنار معروف بمشکاۃ الانوار ۱/ ۶۔
[4] الفتح المبین ۳/ ۸۴۔ [5] ھدیۃ العارفین ۵/ ۴۹۸۔

(۶) ابوعبداللہ محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے مختصر التحریر لابن الهمام اور شرح مختصر التحریر لابن الهمام بھی تالیف کی۔[۱]

(۷) حسن بن علی بن احمد المرابغی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ) نے حاشیه علی التحریر تالیف کیا۔[۲]

(۸) احمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد البعلی الحلبی الدمشقی حنبلی (متوفی ۱۱۸۹ھ) نے کتاب "الذخر الحریر فی شرح مختصر التحریر" تالیف کی۔[۳]

احمد بن اسحاق الشیر ازی (متوفی ۸۶۳ھ)[۴]

اصول فقہ کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الابهاج فی شرح المنهاج للبیضاوی" تالیف کی انہوں نے اس کتاب کو عضد الاسلام ابوالقاسم سعود بن محمد الشہید کے لئے تالیف کیا تھا۔ دار الکتب المصریہ میں ۴۸۴ کے تحت دو اجزاء میں اس کا نسخہ موجود ہے۔[۵]

جلال الدین المحلی شافعی (۷۹۱ھ۔۸۶۴ھ)[۶]

فقیہ، اصولی، متکلم، نحوی، منطقی اور مفسر تھے۔ منصب قضا کی پیشکش کے باوجود قبول نہیں کیا، مختلف مشہور مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) انہوں نے کتاب "البدر الطالع بشرح جمع الجوامع" تالیف کی۔ یہ کتاب شرح المحلی علی جمع الجوامع کے نام سے مشہور ہے۔[۷]

اور یہ کتاب دار الکتب العلمیہ بیروت کے علاوہ بھی کئی جگہوں سے چھپ چکی ہے۔

البدر الطالع پر حاشیہ اور اس سے استفادہ کرنے والے علماء :

۱۔ احمد بن عبداللہ بن بدر الغزی شافعی (متوفی ۸۲۲ھ) نے "حاشیه علی اوائل البدر الطالع" لکھا۔[۸]

۲۔ شیخ حلولو مالکی (متوفی ۸۹۸ھ) نے "الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع" تالیف کی اور اپنی اس شرح میں البدر الطالع سے بہت استفادہ و نقل کیا۔

(۲) شرح الورقات فی الاصول۔[۹]

---

۱ ھدیۃ العارفین ۶/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۷۔ ۲ ھدیۃ العارفین ۵/۲۹۸۔ ۳ ایضاح المکنون ۳/۵۴۰، اس میں یہاں تاریخ وفات ۱۱۸۳ھ مذکور ہے جب کہ ۳/۵۹۰ھ اور ۴/۵۹۶ میں ۱۱۸۹ھ ہی مذکور ہے، ھدیۃ العارفین ۵/۱۷۸۔
۴ احمد بن اسحاق الشیر ازی متوفی ۱۴۵۹ء۔ ۵ ایضاح المکنون ۴/۵۹۰، ھدیۃ العارفین ۵/۱۳۲، معجم الاصولیین ۱/۹۳(۶۱)۔
۶ جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم المحلی (۱۳۸۹ء/۱۴۵۹ء) مصر میں ولادت ہوئی۔
۷ ھدیۃ العارفین ۶/۲۰۲، الفتح المبین ۳/۴۰۔ ۸ معجم الاصولیین ۱/۱۵۵، ۱۵۶(۱۰۸)۔
۹ ھدیۃ العارفین ۶/۲۰۲، الفتح المبین ۳/۴۰۔

امام الحرمین جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) کی مشہور کتاب الورقات پر کئی شروح وحواشی لکھے گئے علامہ محلی نے بھی اس کی ایک شرح لکھی۔ یہ شرح اور حاشیہ النفحات علی شرح الورقات لاحمد بن اللطیف الخطیب الجاوی شافعی، مدرس مسجد الحرام ایک ساتھ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر سے ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں چھپ چکے ہیں۔ حاشیہ النفحات کے مؤلف نے اپنا حاشیہ ۱۳۰۸ھ میں مکمل کر لیا تھا جس کا ذکر انہوں نے اپنے حاشیہ کے اختتام پر کیا ہے۔

ابراہیم التازی (متوفی ۸۶۶ھ) [1]

فقہ واصول میں کامل بصیرت رکھتے حصول علم کے لئے مشرق، مکہ و مدینہ کے سفر کئے، علوم قرآن میں امام حدیث کے حافظ، اصول دین میں معرفت تامہ رکھنے والے، پایہ کے بزرگ ہستی تھے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی تالیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ [2]

بدر الدین مالکی (متوفی ۸۷۰ھ) [3]

فقیہ، بلیغ اور اصولی تھے۔ اپنے والد ابو القاسم النویری، بدر التسنی اور شمنی وغیرہ سے فقہ واصلین کی تعلیم حاصل کی ابن الھمام حنفی (متوفی ۷۹۰ھ) صاحب التحریر کے بھی شاگرد رہے، افتاء، تدریس اور اسکندریہ میں قاضی کے طور پر خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب لکھنا شروع کی تھی اور اس کو کئی مقامات پر لکھا تھا۔ [4]

اسماعیل ابن معلیٰ شافعی (۸۲۸ھ۔۸۷۱ھ بعدہ) [5]

فقیہ، نحوی، صرفی اصولی، کلامی اور منطقی تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے اور کئی حج کئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اللیث العابس فی صدمات المجالس فی اصول الفقہ" تالیف کی وہ اس کتاب کی تالیف سے ۸۷۱ھ میں فارغ ہوئے تھے۔ دکتور مظہر بقا نے اس کے کئی مقامات پر نسخوں کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے دار الکتب المصریہ میں بھی ۲۵۰، اور ۲۹۲ کے تحت اس کے نسخے موجود ہیں اور ہدیۃ العارفین میں ہے انہوں نے "فروق الاصول" نامی کتاب بھی تالیف کی۔ [6]

وجیہ الدین الارزنجانی حنفی (۸۷۱ھ بعدہ) [7]

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "شرح اصول البزدوی" تالیف کی۔ [8]

---

[1] ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن علی ابو سالم التازی متوفی ۱۳۶۱ء۔ [2] معجم الاصولیین ۱/ ۶۱ (۳۳)۔

[3] ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد بن یحییٰ بن محمد، بدر الدین بن المخلط متوفی ۱۴۶۵ء غالباً مصر میں وفات پائی۔ [4] الفتح المبین ۳/ ۸۱۔

[5] اسماعیل بن علی بن حسن بن ہلال بن معلیٰ المجد الصعیدی الاصل، (۱۴۳۳ء/۱۴۶۵ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

[6] ہدیۃ العارفین ۱/ ۲۱۲، اس میں تاریخ وفات ۸۸۰ھ مذکور ہے۔ الفتح المبین ۳/ ۱۳۲، اس میں تاریخ وفات ۸۷۰ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۱/ ۲۶۳ (۲۰۸)۔

[7] وجیہ الدین عمر بن عبد المحسن الارزنجانی حنفی۔ [8] ہدیۃ العارفین ۵/ ۷۹۲۔

احمد الشمنی حنفی (۸۰۱ھ-۸۷۲ھ)[1]

مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، متکلم اور نحوی تھے۔ ابتداء میں مالکی مسلک کے پیروکار تھے پھر حنفی بن گئے۔ آخری عمر میں شیخ الفنون ہوگئے تھے اور تمام مذاہب کے تلامذہ ان سے مستفید ہوتے تھے، کئی علم وفنون پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[2]

محمد بن عبدالوہاب المقدی شافعی (متوفی ۸۷۳ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الارشاد فی اصول الفقہ" تالیف کی۔[4]

کمال الدین امام الکاملیہ شافعی (متوفی ۸۷۴ھ)[5]

فقیہ اور اصولی تھے۔ ابن الھمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) صاحب التحریر فی اصول الفقہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح علی منہاج الوصول الی علم الاصول (مطول)۔

۲۔ شرح علی منہاج الوصول الی علم الاصول (مختصر)۔

المراغی نے لکھا : "وقد انتفع بھما الناس" (اور ان دونوں شروح سے لوگوں نے خوب استفادہ کیا)۔

۳۔ شرح علی مختصر ابن الحاجب۔

۴۔ شرح علی الورقات فی الاصول۔[6]

عبدالکریم رومی حنفی (متوفی ۸۷۴ھ)[7]

روم میں قضاۃ الجیش میں تھے سلطان مرادخان عثمان کے امراء میں سے تھے، تدریس کی، مدیر اور قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : ھدیۃ العارفین میں ہے : انہوں نے تعلقیہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول تالیف کیا۔ الفوائد البھیہ کے مطابق "حاشیہ علی التلویح"، کشف الظنون کے مطابق "تعلیقہ علی التلویح" اور الشقائق النعمانیہ کے مطابق "حواش علی اوائل التلویح" تالیف کئے۔[8]

۱۔ ابوالعباس تقی الدین، احمد بن محمد بن محمد بن حسن بن علی بن یحییٰ بن محمد بن خلف اللہ التمیمی الداری القسطنطینی الاصل، الشمنی (۱۳۹۹ء/۱۴۶۸ء)۔

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۸ (۱۷۱)۔

۳۔ ابومساعد محمد بن عبدالوہاب بن خلیل المقدی شافعی۔

۴۔ ایضاح المکنون ۳/۲۶، ھدیۃ العارفین ۶/۲۰۵۔

۵۔ کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن، امام الکاملیہ متوفی ۱۴۶۹ء۔

۶۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۰۶، اور ۵۳۱، الفتح المبین ۳/۴۳۔

۷۔ عبدالکریم بن عبداللہ رومی حنفی متوفی ۱۴۶۹ء۔

۸۔ کشف الظنون ۱/۱۳۹۹، اس میں تاریخ وفات ۹۰۰ھ تقریباً مذکور ہے، ھدیۃ العارفین ۵/۶۱۱، الفوائد البھیہ ص ۱۰۱، معجم الاصولیین ۲/۲۶۶ (۳۵۷)۔

ابوالعباس الیزلیطنی مالکی (متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ) [1]

فقیہ، اصولی اور محقق تھے، زلیطن سے قیروان اور پھر تونس آکر تعلیم مکمل کی، ابو حفص محمد القلشانی تونسی فقیہ مالکی (متوفی ۸۴۷ھ) وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، طرابلس میں قاضی رہے۔[2]

مؤلفات اصولیہ :

(۱) شرح الاشارات للباجی [3] : المراغی نے لکھا : "و(شرح) الارشادات للباجی فی الاصول" (انہوں نے اصول میں باجی کی کتاب الارشادات کی شرح لکھی) حالانکہ باجی کی اصول فقہ پر اس نام سے کسی کتاب کا ہمیں کہیں پتہ نہیں چل سکا، اُمید ہے کہ کاتب کی غلطی سے الاشارات کے بجائے الارشادات تحریر ہوگیا ہوگا۔

(۲) شرح تنقیح الفصول للقرافی [4] : المراغی نے صرف "وشرح التنقیح" لکھا اس سے واضح نہیں ہوتا کہ یہ کون سی تنقیح ہے۔ ھدیۃ العارفین میں اس کا نام "شرح تلقیح الفصول للقرافی فی الاصول" مذکور ہے شاید کاتب کی غلطی سے "تنقیح" سے "تلقیح" بن گیا ہو کیونکہ قرافی نے اصول فقہ میں تلقیح کے نام سے کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی۔ مظہر بقا نے اس کا نام "التوضیح فی شرح التنقیح للقرافی" ذکر کیا ہے۔ اور یہ شرح اپنی اصل کتاب "التنقیح" کے ساتھ ۱۳۲۸ھ میں تونس سے شائع ہو چکی ہے۔

(۳) شرح جمع الجوامع الصغیر [5] : اس کتاب کا پورا نام "الضیاء اللامع فی شرح جمع الجوامع" ہے اور یہ شرح جامعہ امام محمد بن مسعود اسلامیہ ریاض سے ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء میں چھپ چکی ہے اور یہ شرح ۱۳۲۷ھ میں فاس سے نشر البنود علی مراقی السعود کے حاشیہ پر بھی چھپ چکی ہے۔

(۴) شرح جمع الجوامع الکبیر: اس کتاب کا پورا نام "البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع" ہے۔[6] مخلوف نے شجرۃ النور الزکیہ میں لکھا : "ان له شرحين علي اصول ابن السبكي دون تفصيل"۔[7]

کتاب "الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع فی اصول الفقہ" کا تحقیقی تجزیہ :

بسملہ حمد و صلاۃ کے بعد شیخ الیزلیطنی معروف بہ حلولو، اس کتاب کی تالیف کا سبب ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

" وبعد فقد سألني من أدام الله عزه وبركته، ونور الله بالعلم بصيرتي وبصيرته أن اضع مختصرا على جمع الجوامع للشيخ الامام العالم العلامة : تاج الدين عبدالوهاب ابن الشيخ الامام تقى الدين السبكي. رحمهما الله تعالىٰ ورضى عنهما . مبنيا لكلامه بما يناسب من الامثله ومتمما لفائدته

---

[1] ابوالعباس احمد بن عبدالرحمٰن الیزلیطنی (الزلیطنی) القروی المغربی، حلولو القروی متوفی ۸۷۰، ۱۴۷۰ء، کشف الظنون ۱/۵۹۶، اور ھدیۃ العارفین ۵/۳۱ دونوں میں "جلولو" آیا ہے جو درست نہیں ہے۔ طرابلس میں ولادت اور تونس میں انتقال فرمایا۔

[2] الفتح المبین ۳/۴۴۔ [3] حوالہ سابق۔ [4] کشف الظنون ۱/۴۹۹، ھدیۃ العارفین ۵/۱۳۶۔

[5] اس کا ایک نسخہ مصر مکتبۃ الازہریہ میں موجود ہے جس کا ذکر فہرست اصول فقہ ۲/۴۳ میں کیا گیا ہے اور حرف الضاد میں (۱۳۷) ۱۲۳۵۸ کے تحت مذکور ہے۔

[6] اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الحسن الثانی رباط میں ۲۳۱۵ نمبر کے تحت موجود ہے۔

[7] الشجرۃ النور الزکیہ مخلوف ص ۲۵۹ بحوالہ تحقیقی مقدمہ علی الضیاء اللامع، عبدالکریم بن علی ص ۳۹۔

باوضح عبارة، رجاء النفع بذلک فاجبت . بعد الاستخارة . دعوته فیما سالنی واسعفت رغبته فیما کلفنی لما رجوت لی وله من حصول الثواب وحسن الماب"۔[1]

(وبعد : مجھ سے کچھ لوگوں نے "اللہ ان کی عزت اور برکت کو ہمیشہ قائم رکھے اور علم کے نور سے میری اور ان کی بصیرت روشن کر دے" استدعا کی کہ میں شیخ امام، عالم، علامہ تاج الدین عبدالوہاب ابن الشیخ امام تقی الدین ابن سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہما کی جمع الجوامع پر ایک مختصر لکھوں جو ان کے کلام پر مناسب امثلہ پر مبنی ہو اور عبارت کی ایسی تعبیر وتشریح لئے ہوئے ہو جو اس کے فائدہ کو احسن طریقہ سے ظاہر کر دینے کی صلاحیت سے مالا مال ہو تو میں نے استخارہ کرنے کے بعد اللہ سے نفع کی امید کرتے ہوئے ان کی درخواست قبول کی اور ان کی اس ضرورت کو پورا کیا جس کی مجھ سے امید لگائی گئی تھی اور یہ کتاب ان کے لئے حصول ثواب اور بہتر انجام کا باعث ہوگی)

جب کہ محقق عبدالکریم النملہ نے اس کی تالیف کا یہ سبب بیان کیا ہے :

"ولکن الظاهر لی، واللہ اعلم : انه لما رأی انصراف بعض الباحثین عن " الشرح الکبیر" وهو "البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع" حیث انه اطال فیه الکلام واکثر النقول فیه عن العلماء مما جعل الکتاب یخرج عما الفه من اجله وهو بیان جمع الجوامع اراد أن یعصر القراء والطلاب بما یبین لهم کتاب جمع الجوامع فالف هذا الکتاب وهو" الضیاء اللامع" فصار هذا الکتاب هذا اکثر مما فائدة من الشرح الکبیر. ممایدل ذلک انه احیانا یقول مانصه: "وقد نقلت کلامه یقصد کلام بعض العلماء ، فی الشرح الکبیر"۔[2]

(حقیقت حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن مجھے اس کتاب کی تالیف کی یہ وجہ نظر آتی ہے کہ جب انہوں نے باحثین کو ان کی "الشرح الکبیر " جس کا نام البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع ہے سے منہ موڑتے دیکھا کیونکہ طویل کلام اور علماء سے کثرت نقول کے باعث کتاب جس مقصد کے لئے لکھی گئی تھی وہ اسے پورا نہیں کر پا رہی تھی اور یہ بات واضح ہے کہ اس کی تالیف کا مقصد جمع الجوامع کی تشریح تھا۔ تو انہوں نے چاہا کہ قارئین اور طالبین کو اس بحث تک محدود کر دیں جسے جمع الجوامع میں ان کے لئے بیان کیا گیا تھا۔)

الضیاء اللامع کی تالیف کا زمانہ :

صاحب کتاب نے اس کا زمانہ تالیف نہیں بتایا، مگر غور وفکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کو " البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع" کے بعد تالیف کیا ہوگا کیونکہ الضیاء اللامع کی پہلی جلد میں انہوں نے دو مقامات میں البدر الطالع سے نقل کیا ہے۔ پہلی جگہ تو فقہ کی تعریف ہے اور دوسری جگہ "مسالة جائز الترک هل هو واجب اولا" (مسئلہ جائز کا ترک واجب ہے یا نہیں) ہے[3]۔ اور یہ بھی واضح طور پر نظر آتا ہے کہ اس کو شرح تنقیح الوصول سے پہلے تالیف کیا ہوگا۔[4]

---

1. الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع فی اصول الفقہ ، شیخ حلولو، تحقیق عبدالکریم بن علی بن محمد النملۃ ۱/۱۱۴ ریاض جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔
2. تحقیقی مقدمہ علی الضیاء اللامع ،عبدالکریم بن علی ص ۶۸۔
3. حوالہ سابق، تحقیقی مقدمہ ص ۶۹، اور اصلی کتاب ۱۳۸۔
4. تحقیقی مقدمہ ص ۶۹۔

کتاب "الضیاء اللامع" کے مصادر :

شیخ حلولو نے سابقین کی ان کتب اصولیہ وغیر اصولیہ سے بہت استفادہ کیا جو مختلف مذاہب میں مصادر و مراجع کی حیثیت رکھتی تھیں مگر وہ شاذ و نادر ہی کسی کتاب کا نام ذکر کرتے ہیں صرف ان سے علم نقل کرتے ہیں اور صرف اس طرح کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ "قال الابیاری" (ابیاری نے کہا) یا "قال القرافی" (قرافی نے کہا) یا "ذکرہ الرازی" (رازی نے اسے ذکر کیا)۔ محقق عبدالکریم النملہ نے ان مقامات اور کتب کی تعیین کی ہے اور بتایا ہے کہ حلولو نے اس شرح میں کن حضرات کی کن کتب سے مستفید ہوئے۔ محقق کے مطابق انہوں نے جلد اول میں مندرجہ ذیل کتب سے نقل کیا ہوگا اور انہوں نے ساتھ ہی ان مقامات کی بھی نشاندہی کی ہے جہاں پر حلولو نے نقل کیا لیکن ہم صرف کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی غرض سے اختصار کے ساتھ صرف کتابوں کے اسماء اور مؤلفین کے ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے جن سے انہوں نے نقل کیا ہے :

۱۔ احکام الفصول فی احکام الاصول لابی الولید الباجی. مطبوع

۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام لسیف الدین آمدی . مطبوع

۳۔ البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع لحلولو. یہ شارح کی کتاب ہے، مخطوطہ ہے اس کا نام "الشرح الکبیر" ہے۔

۴۔ البرھان فی اصول الفقہ للامام الحرمین الجوینی . مطبوع

۵۔ التحقیق والبیان فی شرح البرھان شمس الدین الابیاری . مخطوطہ

۶۔ تشنیف المسامع بجمع الجوامع لبدر الدین الزرکشی. اس کتاب پر موسیٰ فقیہی کی تحقیق موجود ہے۔

۷۔ الشامل فی اصول الدین لامام الحرمین اس کتاب کا کچھ حصہ مطبوع ہے اور باقی مجلدات مخطوط ہیں اور یہ اول و آخر سے نامکمل ہے۔

۸۔ شرح تنقیح الفصول لشھاب الدین القرافی . مطبوع

۹۔ شرح الکافیہ الشافیہ فی النحو لابن مالک النحوی . مطبوع

۱۰۔ شرح المحصول "نفائس الاصول فی شرح المحصول" لشھاب الدین القرافی . مطبوع

۱۱۔ شرح المحلی لجمع الجوامع جلال الدین المحلی . مطبوع

۱۲۔ شرح مختصر ابن الحاجب للرھونی۔

۱۳۔ شرح مختصر ابن الحاجب للعزبن عبدالسلام حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ۲/۱۸۵۵ میں اس کا ذکر کیا لیکن محقق مذکور کو یہ کتاب کہیں مل نہیں سکی۔

۱۴۔ شرح مختصر ابن الحاجب لابن الکاتب۔ یہ کتاب بھی محقق مذکور کو کہیں بھی دستیاب نہیں ہو سکی۔

۱۵۔ شرح المعالم فی اصول الفقہ لابن التلمسانی ۔ مخطوط

۱۶۔ شرح اللمع فی اصول الفقہ لابی اسحاق شیرازی ۔ مطبوع

۱۷۔ الشفابتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض الیحصبی ۔ مطبوع

۱۸۔ الغیث الهامع شرح جمع الجوامع لولی الدین ابن العراقی ۔ مخطوط

۱۹۔ فتح العزیز للرافعی ۔ مطبوع

۲۰۔ القواعد للقرافی وھو الفروق ۔ مطبوع

۲۱۔ القواعد للمقری المالکی ۔ مطبوع

۲۲۔ المحصول فی علم اصول الفقہ للامام فخر الدین الرازی ۔ مطبوع

۲۳۔ المحصول فی علم الاصول لابی بکر ابن العربی المالکی ۔ مطبوع

۲۴۔ مختصر ابن الحاجب فی اصول الفقہ ۔ مطبوع

۲۵۔ مختصر الشیخ خلیل ۔ مطبوع

۲۶۔ المدونة للامام مالک بن انس ۔ مطبوع

۲۷۔ المستصفی من علم الاصول لابی حامد الغزالی ۔ مطبوع

۲۸۔ المسودہ فی اصول الفقہ لآل تیمیہ ۔ مطبوع

۲۹۔ المقدمات لابن رشد "الجد" ۔ مطبوع

۳۰۔ المنتقی شرح الموطا لابی الولید الباجی ۔ مطبوع

۳۱۔ المنتهی فی الاصول لابن الحاجب ۔ مطبوع

۳۲۔ المنهاج فی ترتیب الحجاج لابی الولید الباجی ۔ مطبوع

۳۳۔ الموافقات فی اصول الشریعہ لابی اسحاق الشاطبی ۔ مطبوع

۳۴۔ نهایة الوصول فی درایة الاصول لصفی الدین الهندی ۔

۳۵۔ الوجیز فی الفقہ الشافعی لابی حامد الغزالی ۔

یہ نام حتی المقدور ہیں اور اصل تعداد ان سے کئی زیادہ ہو سکتی ہے۔[1]

کتاب "الضیاء اللامع" میں مصنف کا منہج

شیخ حلولو نے کہیں بھی صراحت کے ساتھ اپنے منہج کے خدوخال کی تفصیلات کو بیان نہیں کیا، صرف کتاب کا افتتاحیہ میں اشارۃً ذکر کیا ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مگر ہم ان کے منہج کو مندرجہ ذیل نکات میں مختصراً بیان کر سکتے ہیں۔

---

[1] حوالہ سابق، ص ۱۷۱۔۹۱ ملخص۔

(۱) وضع ابواب، فصول، اور مباحث میں وہ اسی نہج پر چلے جس پر امام ابن السبکی، جمع الجوامع میں چلے تھے۔ جس میں وہ اصطلاحات اصولیہ کی تعریفات اور زیادہ تر مسائل میں علماء کے اقوال کو بغیر ان کے ادلہ کی طرف لوٹائے بیان کرتے نظر آتے تھے۔ اور شیخ حلول نے اسی منہج کی پیروی کی ہے۔

(۲) شیخ حلولو جب جمع الجوامع سے ابن السبکی کی کوئی عبارت نقل کرتے ہیں تو وہ کسی ایک خاص موضوع سے متعلق ہوتی ہے اور اگر وہ نص کئی مسائل پر مشتمل ہوتی ہے تو اس کی شرح کرنے سے پہلے "ص" لکھ کر اس کا اشارہ کر دیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل کتاب سے ہے، اور جب اس کی شرح کرنا شروع کرتے ہیں تو "ش" لکھ دیتے ہیں تا کہ اصل کتاب اور شرح میں اس امتیازی علامت سے فرق ہو جائے۔

(۳) ہر اصطلاحی تعریف کی شرح سے پہلے اکثر لغوی تعریف بیان کرتے ہیں۔

(۴) ان اصطلاحی تعریفات کو ذکر کرتے ہیں جنہیں ابن السبکی نے بیان نہیں کیا ہوتا۔

(۵) بہت سے مسائل میں محل النزاع تحریر کر دیتے ہیں۔

(۶) اگر ابن سبکی کا کلام ایک موضوع میں کئی مسائل پر مشتمل ہوتا ہے تو وہ اول شرح میں کہتے ہیں: "فی ذلک مسائل الاولی: کذا............"

(۷) دوسرے علماء کے اقوال کثرت سے نقل کرتے ہیں مگر ان کی تشریح نہیں کرتے۔

(۸) کسی ایک مسئلہ میں ایک ہی عالم کی کئی آراء نقل کر دیتے ہیں۔

(۹) قول کی نسبت اس کے قائل کی طرف بغیر اس کی کتاب کا نام لئے کہ انہوں نے کہاں یہ قول کیا ہے ذکر کر دیتے ہیں۔

(۱۰) قاعدہ اصولیہ کو بیان کرنے کے لئے مسائل فقھیہ کے ساتھ تمثیل پیش کرنے کا شدت سے رجحان رکھتے ہیں۔

(۱۱) اکثر مسائل کے آخر میں تنبیہات لاتے ہیں جس میں وہ "بیان لفظه" اور "بیان مساله مرتبطه" بالمسئلہ جسے ابن سبکی نے ذکر کیا ہوتا اور یہ بھی کہ ابن سبکی نے دوسرے اصولیین کے مقابلہ میں کیا اضافی شئے پیش کی اور ابن سبکی کا ان کے بعض کلام میں اضطراب وغیرہ کو بیان کرتے ہیں۔

(۱۲) اگر کسی مسئلہ میں لفظی اختلاف ہوتا ہے تو اس کو بیان کر دیتے ہیں۔

(۱۳) اپنے مذہب (مالکی) کے علماء سے نقول فقھیہ کو کثرت سے لاتے ہیں۔

(۱۴) کبھی کبھار ابن سبکی کے ذکر کردہ بعض اقوال سے بلا دلیل استدلال کر جاتے ہیں۔

(۱۵) بعض مواقع پر ابن سبکی یا کسی اور کے کلام کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کلام میں نظر ہے لیکن اس میں وجہ نظر نہیں بیان کرتے۔

(۱۶) جب ابن رشد بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد ابن رشد جد، صاحب المقدمات ہوتے ہیں۔

(۱۸) اور جب "الشارح" کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد بدر الدین زرکشی ہوتے ہیں، شیخ حلولو نے ابن سبکی کی جمع الجوامع کی دو شرحیں لکھی تھیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔[1]

۱۔ شرح الصغیر "یہ الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع "ہے۔

۲۔ شرح الکبیر اس کا نام "البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع "ہے۔

ان دونوں شروح کے مابین امتیازی فرق :

فرق ۱ : شیخ حلولو "الضیاء اللامع" میں صرف ان اشیاء کو بیان کرتے ہیں جو جمع الجوامع کے بیان و توضیح میں مفید و معاون ہوں غیر ضروری طوالت کو حذف کر دیتے ہیں۔ جبکہ البدر الطالع میں انہوں نے ایسی اشیاء بیان کیں جن کے متن کا بھی پتہ نہیں چلتا اور وہ اشیاء قریب و بعید کسی بھی طرح جمع الجوامع کی توضیح و بیان میں معاون ثابت نہیں ہوتیں اسی غیر ضروری طوالت کی بناء پر طلبہ میں اس سے اکتاہٹ کا اظہار پایا گیا۔

فرق ۲ : الضیاء اللامع میں وہ اپنے مذہب و دیگر علماء کی ان نقول کو پیش کرتے ہیں جو جمع الجوامع کی عبارات کی شرح میں مفید ہوں اور اس سے ہی متعلق ہوں اور اس کی تشریح سے باہر نہ نکلتی ہوں۔

جب کہ البدر الطالع میں وہ ایک ہی عالم کے کئی طویل صفحات نقل کر جاتے ہیں جن کا نفس کتاب یا نص کتاب کی وضاحت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔

فرق ۳ : الضیاء اللامع میں صرف وہ نصوص لاتے ہیں جو موضوعات اصولیہ سے متعلق ہوں اور پھر ان کی تشریح و تبیین کر دیتے ہیں۔ جبکہ "البدر الطالع" میں ہر کلمہ کی طویل تشریح کرتے ہیں۔[2]

شرح الضیاء اللامع کے چند محاسن :

۱۔ صاحب کتاب ابن السبکی مذہباً شافعی تھے جب کہ شارح حلولو کا مذہب مالکی تھا اس شرح سے ایک تو دو مذہبوں کا اجتماع ہو جاتا ہے اور قاری کے لئے یہ بات علم میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے کہ وہ دونوں کو ایک ساتھ سمجھ لیتا ہے۔

۲۔ شیخ حلولو نے اپنی اس شرح میں کثرت سے متقدمین کے اقوال جمع کیے ہیں جن میں سے کئی ایک اب دستیاب نہیں ہیں جیسا کہ ہم نے اس کو الضیاء اللامع کے مصادر میں بیان کیا ہے، اس سے علماء سابقین کے اقوال محفوظ ہو گئے۔

۳۔ مذہب مالکی کے ذکر میں خصوصی اہتمام کیا ہے اور اپنے مذہب کے علماء کی نقول کثرت سے پیش کرتے ہیں مثلاً امام مالک، ابن القاسم، اشہب، اصبغ، ابن عرفہ، قرافی، ابیاری، ابن الحاجب، شیخ خلیل، ابن العربی، ابن رشد، شاطبی وغیرہ۔ اس طرح یہ کتاب مالکی مذہب کے اصولی و فقہی آراء و اقوال کی حفاظت کا ایک اہم مرجع بن گئی۔

۱۔ حوالہ سابق، ص ۹۲، ۹۳، والفاظ کے حذف و اضافہ و تغیر کلمات کے ساتھ تلخیص۔ ۲۔ حوالہ سابق، ص ۹۴۔

۴۔ مصطلحات اور تعریفات کے مابین فرق بیان کرتے ہیں، مثلاً جس طرح انہوں نے الشکر اور الحمد کے مابین شروع میں شرح کرتے ہوئے فرق کیا۔

۵۔ مسائل اصولیہ کا بعض امثلہ فقہیہ سے ربط بیان کرتے ہیں خاص طور پر فقہ مالکی ان کے پیش نظر رہتی ہے اور اس طرح باحثین اور قارئین کے لئے مسائل اصولیہ کی منظر کشی ہو جاتی ہے۔

۶۔ ان اصطلاحات اصولیہ کی تعریفات بیان کیں جنہیں ابن السبکی نے نہیں بیان کیا تھا۔

۷۔ اگر ضروری ہو تو محل نزاع بیان کر دیتے ہیں۔

۸۔ اگر خلاف لفظی ہوتا ہے تو اس کو بیان کر دیتے ہیں اور اگر معنوی ہو تو اس کی تبیین کے لئے بھی کبھی فروع فقہیہ سے مثال لے آتے ہیں۔

۹۔ ابن سبکی دوسرے اصولیین میں جو انفرادیت رکھتے ہیں اس کو تعلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے وظیفۃ الاصولی میں بیان کیا ہے۔[1]

۱۰ کتاب سہل العبارت اور اس کے الفاظ واضح ہیں ایسی پیچیدگی سے خالی ہے جو مبتدی کے فہم اور علمی استفادہ میں رکاوٹ کا باعث ہو۔

۱۱۔ الشیخ حلولو نے جمع الجوامع کے بعض شارحین مثلاً زرکشی، محلی، ولی الدین ابن العراقی سے استفادہ کیا ہے کتاب ان سب کی باتوں کا تقریباً خلاصہ اور نچوڑ ہے۔[2]

یہ مذکورہ بالا چند محاسن تھے جو بیان کئے گئے جن سے کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

کتاب "الضیاء اللامع" کے چند نقائص :

صرف ذات باری تعالیٰ کو کمال مستلزم ہے اور ہر قسم کے نقص سے پاک ہے صرف تحقیق و علم کی غرض سے اس کتاب کی چند خامیوں کو پیش کیا جا رہا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ شارح حلولو، جمع الجوامع سے ایک مخصوص موضوع سے متعلق نص ذکر کرتے ہیں اور اگر وہ نص چند مسائل پر مشتمل ہو تو پہلے اس کی شرح کرتے ہیں۔ اس دوران اصل عبارت اور شرح میں خلط ملط ہو جاتا ہے، اگر وہ کسی ایک مسئلہ سے متعلق متعینہ نص نقل کریں اور پھر اس کی شرح کریں تو اس طرح کرنا زیادہ مناسب اور مفید ہوتا۔

۲۔ بعض مرتبہ جب کسی ایک مسئلہ میں علماء کے متعدد اقوال نقل کرتے ہیں تو ان میں سے کسی قول کو اہمیت و ترجیح دیتے ہیں اور نہ ہی امثلہ لاتے ہیں۔ "الہ" اور "الفقہ" کو بیان کرتے وقت انہوں نے اسی طرح کیا ہے۔[3]

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۳۳۔ [2] حوالہ سابق ص ۹۹،۹۸۔ حذف اضافہ و تغیر کلمات کے ساتھ تلخیص۔

[3] حوالہ سابق ص ۱۱۹، ۱۳۵۔

۵۔ چند ایک مواقع پر ایسا بھی ہوا کہ آراء کے منسوب کرنے میں ان سے چوک ہوگئی مثلاً الفقہ کے لغوی معنی کے بیان میں انہوں نے کہا قرافی نے اس بارے میں ابواسحاق الشیرازی کی رائے اختیار کی، حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔[1]

۶۔ جب کوئی رائے نقل کرتے ہیں تو کبھی کبھار اس کے فوراً بعد کہتے ہیں "ھذا فیہ نظر" (عدم ظہور کی وجہ سے یہ امر محل غور ہے) مگر اس کی وجہ بیان نہیں کرتے۔

۷۔ کسی ایک مسئلہ میں متعدد آراء پیش کرتے ہیں مگر ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔

۸۔ بعض مرتبہ جمع الجوامع میں کلام ابن السبکی پر بعض شارحین کی طرف سے کئے گئے اعتراضات بیان کرتے ہیں مگر اس میں ان کی رائے کیا تھی اسے بیان نہیں کرتے۔

۹۔ بعض ناموں میں خلط ملط کر جاتے ہیں مثلاً ابن رشد کا نام نقل کرتے ہیں مگر اس میں دادا اور پوتے کی کوئی تفریق نہیں کرتے۔ اسی طرح مطلقاً "الامام" کا لفظ لاتے ہیں مگر اس سے پتہ نہیں چلتا کہ امام سے مراد امام الحرمین ہیں یا امام رازی۔

۱۰۔ عمومی طور سے کتاب سہل العبارۃ اور فصیح الکلام ہے مگر اس کے باوجود شیخ حلولو سے لغوی غلطیاں بھی ہوئیں مثلاً "ال" کو "غیر" پر داخل کرنا جو کہ اکثر اہل اللغہ کے یہاں کی غلطی ہے اسی طرح "ال" کا بعض پر داخل کرنا اور "ال" کا کل پر داخل کرنا جو کہ اہل اللغہ کے یہاں فصیح لغت عربیہ کے منافی ہے۔ اسی طرح "ھل" کے بعد "ام" کا لانا جو کہ اکثر مؤلفین کے یہاں عام ہے مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ "ام" الہمزہ کے بعد آتا ہے اور "او" "ھل" کے بعد آتا ہے۔[2]

الشاہرودی مصنفک حنفی (۸۰۳ھ۔۸۷۵ھ)[3]

اصولی، نحوی، مفسر، ادیب اور باحث تھے۔ کم عمری میں ہی تصانیف لکھنے میں مشغولیت کی بناء پر مصنفک سے معروف ہوئے، قوت تحریر بہت زیادہ تھی، کئی فنون پر کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ المراغی کے مطابق "حاشیہ علی التلویح" اور ھدیۃ العارفین کے مطابق "حاشیہ علی التوضیح" تالیف کیا۔ ہوسکتا ہے، انہوں نے دونوں حاشیے تالیف کئے ہوں۔

۲۔ التحریر فی شرح اصول البزدوی۔ یہ کتاب نامکمل رہی۔

۱۔ حوالہ سابق ص ۱۳۶۔ ۲۔ حوالہ سابق ۱۱۰، ۱۰۱ ملخص۔

۳۔ علاء الدین المولی علی بن محمود بن محمد بن مسعود بن محمود بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد عمر الشاہرودی البسطامی الھروی الرازی العمری البکری، مصنفک (۱۴۰۰ء/۱۴۷۰ء) قسطنطنیہ میں انتقال ہوا۔

۳۔ الوصول الی علم الاصول۔

۴۔ حاشیہ علی بعض شروح البزدوی۔[۱]

عبدالرحمٰن ابن مخلوف الثعالبی (۷۸۶ھ۔۸۷۵ھ)[۲]

الجزائر سے بجایہ پھر تونس اور پھر مشرق کے علماء سے علم حاصل کیا اور بعد میں واپس تونس لوٹ آئے اور کئی فنون پر کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : "شرح ابن الحاجب الاصلی" تالیف کی۔[۳]

احمد بن ابراہیم العسقلانی حنبلی (۸۰۰ھ۔۸۷۶ھ)[۴]

فقیہ و مؤرخ تھے۔ حصول علم کے بعد تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں، دیار مصریہ کے قاضی بنائے گئے۔ کے حنابلہ کے مرجع و معتمد تھے۔ متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نظم اصول ابن الحاجب وتوضیحہ۔

۲۔ شرح مختصر الطوفی فی اصول الفقہ۔

شرح مختصر الطوفی کا مختصر تعارف :

موفق الدین ابن قدام حنبلی (متوفی ۶۲۰ھ) نے کتاب "روضۃ الناظر وجنۃ المناظر ... اصول الفقہ تالیف کی۔ بعد میں نجم الدین الطوفی الصرصری (متوفی ۷۱۶ھ) نے کتاب "مختصر روضۃ الناظر ... الاصول علی طریقۃ ابن الحاجب" تالیف کی اور پھر العسقلانی نے کتاب "شرح مختصر الطوفی" ... جس کی کچھ تفصیل اس طرح سے ہے کہ علامہ العسقلانی نے اپنے نانا علاء الدین علی بن محمد الکنانی العسقلانی ... "سواد الناظر وشقائق الروض" کی تبییض کی جو مختصر الطوفی لروضہ ابن قدامہ کی شرح تھی اور پھر انہوں نے ... بعض ان فوائد کا بھی اضافہ کر دیا جن سے کتاب "سواد الناظر" خالی تھی یا وہ فوائد شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔

کتاب "سواد الناظر" پر تحقیق :

حمزہ حسین الفقر نے اس کتاب پر تحقیق کر کے جامعہ ام القری سے ۱۳۹۹ھ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل ...

۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/۵۳۵، الفتح المبین ۳/۴۵۔

۲۔ ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف الثعالبی (۱۳۸۴ء/۱۴۷۰ء) غالباً تونس میں انتقال ہوا۔

۳۔ ھدیۃ العارفین ۵/۵۳۲، معجم الاصولیین ۲/۱۹۱ (۴۲۷)۔

۴۔ احمد بن ابراہیم بن نصر اللہ بن احمد بن محمد بن ابی الفتح بن ھاشم بن نصر اللہ بن احمد الکنانی العسقلانی الاصل ثم المصری (۱۳۹۷ء/۱۴۷۱ء)

۵۔ معجم الاصولیین ۱/۷۸، ۷۹ (۵۰)۔

عمر ابن احمد البلبیسی شافعی (متوفی ۸۷۸ھ)[1]

انہوں نے کتاب " التحقیقات فی شرح الورقات للاما م الحرمین "تالیف کی ۔[2]

ابن امیر الحاج حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)

فقیہ واصولی تھے۔[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح التحریر فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ یہ ابن الھمام (متوفی ۸۶۱ھ) کی کتاب" التحریر" کی شرح ہے۔[4]

ابن قطلوبغا حنفی (۸۰۲ھ۔۸۷۹ھ)[5]

اصولی، مورخ، مقری اور مفتی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المراغی کے مطابق انہوں نے " حاشیہ علی شرح عبداللطیف بن ملک لمنار الاصول" تالیف کیا۔

۲۔ حدائق الحنفیہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے شرح مختصر المنار تالیف کی۔

۳۔ شرح الورقات لامام الحرمین فی الاصول، ھدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا یہی نام مذکور ہے۔

۴۔ تخریج الاحادیث من اصول البزدوی ۔[6]

ابن عبد الھادی حنبلی (متوفی ۸۸۰ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " تحفۃ الوصول الی علم الاصول "تالیف کی۔[8]

عبدالقادر الانصاری مالکی (۸۱۴ھ۔۸۸۰ھ)[9]

فقیہ، اصولی، نحوی، مفسر اور محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے"حاشیہ علی التوضیح شرح التنقیح" تالیف کیا ۔[10]

۱؎ عمر بن احمد بن محمد المصری سراج الدین، البلبیسی شافعی، اسکندریہ میں وفات پائی۔

۲؎ ایضاح المکنون ۴/۳۰۷، ھدیۃ العارفین ۵/۷۹۳۔

۳؎ شمس الدین محمد بن محمد بن الحسن، ابن امیر الحاج الحلبی متوفی ۱۴۷۴ء، حلب میں وفات پائی۔ ۴؎ الفتح المبین ۳/۴۷۔

۵؎ زین الدین قاسم بن قطلوبغا (۱۴۰۰ء/۱۴۷۴ء) مصر میں وفات پائی۔

۶؎ ھدیۃ العارفین ۵/۸۳۰، الفتح المبین ۳/۴۸، حدائق الحنفیہ، فقیر محمد ص ۳۳۴،۳۳۵ نویں صدی ہجری کے فقہاء وعلماء، لکھنو مطبع نامی کشور ۱۳۹۷ھ۔

۷؎ جمال الدین یوسف بن الحسن بن احمد بن عبدالھادی المقدسی، ابن الھادی۔

۸؎ ھدیۃ العارفین ۶/۵۶۰۔

۹؎ عبدالقادر بن ابو القاسم بن احمد محی الدین الانصاری السعدی العبادی، مکہ میں ولادت ووفات ہوئی۔ (۱۴۱۱ء/۱۴۷۵ء)۔

۱۰؎ ھدیۃ العارفین ۵/۵۹۷، اس میں تاریخ وفات ۸۲۰ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/۲۲۳ (۳۵۴)۔

سیف الدین البکتمری حنفی (۷۹۸ھ۔۸۸۱ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التوضیح۔ ۲۔ شرح التنقیح۔

۳۔ شرح المنار للنسفی۔[2]

سعد الدین خیر آبادی حنفی (متوفی ۸۸۲ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح اصول البزدوی۔ ۲۔ شرح الحسامی۔[4]

احمد الاشیطی حنبلی (۸۰۲ھ۔۸۸۳ھ)[5]

فقہ، اصول، لغت عربیہ، فرائض وحساب وعروض اور منطق وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح منہاج البیضاوی ۲۔ شرح مختصر المنتہی لابن الحاجب

ایضاح المکنون میں شرح منہی السول والامل فی علمی الاصول والجدل لا بن حاجب مذکور ہے۔[6]

ابوبکر الجراعی حنبلی (۸۲۵ھ۔۸۸۳ھ)[7]

فقیہ اور عالم دین تھے، نابلس سے ۸۴۲ھ میں دمشق آکر نائب قاضی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، ۸۶۱ھ میں قاہرہ آئے اور قاضی عز الدین الکنانی کے خلیفہ بنے اور تدریس کی، اور پھر وہاں سے ۸۷۵ھ میں مکہ آگئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح المختصر فی اصول الفقہ للبعلی" تالیف کی۔

اس پر تحقیق :

اس کتاب پر عبد العزیز محمد عیسیٰ الفائدی نے تحقیقی مقالہ پیش کیا اور جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورہ سے ۱۴۰۸ھ میں دکتوراہ کی شہادت حاصل کی۔[8]

۱۔ محمد بن محمد بن عمر بن قطلو بغا ترکی الاصل، مصری، سیف الدین البکتمری حنفی۔

۲۔ ھدیۃ العارفین ۲۱۰/۶۔ ۳۔ سعد الدین بن قاضی خیر آبادی الهندی الحنفی الزاهد۔

۴۔ ھدیۃ العارفین ۳۸۵/۵ حدائق الحنفیہ، فقیر محمد ص ۳۳۶۔

۵۔ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر بن عمر بن برید (بریدہ) الاشیطی القاہری الازہری (۱۴۰۰ء/۱۴۷۸ء)، مدینۃ المنورہ میں وفات پائی۔

۶۔ ایضاح المکنون ۵۷۲/۲، ھدیۃ العارفین ۱۳۵/۵، اس میں تاریخ وفات ۸۸۸ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۹۸،۹۷/۱ (۶۵)۔

۷۔ تقی الدین ابوبکر بن زید بن ابی بکر الحسینی الجراعی الدمشقی الصالحی (۱۴۲۲ء/۱۴۷۸ء) نابلس میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

۸۔ کشف الظنون ۱۱۱/۱، اس میں الجراعی کے بجائے الخزاعی مذکور ہے، معجم الاصولیین ۶/۲ (۲۳۵)۔

برہان الدین بن مفلح حنبلی (۸۱۵ھ-۸۸۴ھ) [1]

فقیہ، محدث اور اصولی تھے۔ علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد اور دادا ممتاز علماء میں سے تھے۔ افتاء و تدریس و تصنیف اور دمشق میں منصب قضاء کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مرقاة الوصول الی علم الاصول" تالیف کی جو اس فن میں ان کے تبحر علمی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ شیخ عبداللہ بن حمید مکتہ المکرمہ میں اور دوسرا نسخہ مکتبہ السعودیہ العامہ ریاض میں ۵۹۲ نمبر کے تحت موجود ہے۔ [2]

علاء الدین المرادوی حنبلی (۸۱۷ھ-۸۸۵ھ) [3]

فقیہ و اصولی تھے۔ قرآن کریم حفظ کیا۔ شیخ الحنابلہ تقی الدین بن قندس سے تفقہ حاصل کیا قاضی القضاۃ بدر الدین سعدی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تحریر المنقول فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے اس کا نام بتایا ہے : "تحریر المنقول و تهذیب الاصول" ۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے، اولہ : الحمد للہ الذی وفق علماء الخ یہ کتاب ایک مقدمہ اور چند ابواب پر مشتمل ہے جس میں مذاہب ائمہ اربعہ کو پیش کیا گیا ہے اور وہ اس میں امام احمد کا صحیح مسلک پیش کرتے ہیں۔ [4]

ملا خسرو محمد بن قراموز حنفی (متوفی ۸۸۵ھ) [5]

فقیہ، اصولی و مفسر تھے۔ علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے اور روم کے مفتی برہان الدین حیدر الہروی سے بھی مختلف علوم کی تحصیل کی تدریس وقضاء کے فرائض انجام دیئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حواش علی التلویح فی اصول الفقہ .
۲۔ مرقاة الوصول فی علم الاصول.
۳۔ مراۃ الاصول فی شرح مرقاة الوصول .
۴۔ شرح اصول البزدوی. [6]

کتاب "مرقاة الوصول" کی شروح وحواشی :

ملا خسرو نے مراۃ الاصول کے نام سے خود بھی اس کی شرح تالیف کی تھی جیسا کہ ان کی مؤلفات اصولیہ میں ذکر ہوا۔ ان کی شرح کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل علماء نے اس کتاب پر شروح وحواشی تالیف کیے :

---

[1] ابو اسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مصلح (۱۴۱۲ء/۱۴۷۹ء) دمشق میں ولادت ووفات ہوئی۔
[2] الفتح المبین ۳/۴۹، معجم الاصولیین ۱/۵۷ (۳۰)۔
[3] ابو الحسن علاء الدین علی بن سلیمان بن احمد بن محمد المرادوی (۱۴۱۴ء/۱۴۸۰ء) دمشق میں وفات پائی۔
[4] کشف الظنون ۱/۳۵۷، الفتح المبین ۳/۵۳۔
[5] محمد بن قراموز، ملا خسرو، رومی الاصل، متوفی ۱۴۸۰ء قسطنطنیہ میں انتقال ہوا اور بروسا میں دفن کیے گئے۔
[6] ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۱، الفتح المبین ۳/۵۱، حدائق الحنفیہ، فقیر محمد، ص ۳۳۷۔

(۱) مولی عثمان بن عبداللہ الرومی حنفی (متوفی ۱۰۳۶ھ) نے تسهیل مرقاة الوصول الی علم الاصول تالیف کی، جو ایک مجلد میں ہے، ایضاح المکنون میں مذکور ہے۔ وھو ترجمة المراۃ علی المرقاۃ لملاخسرو۔[۱]

(۲) حامد آفندی بن مصطفیٰ (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے حاشیہ علی مراۃ الاصول تالیف کیا جو حاشیۃ الحامدی سے مشہور ہے۔ انہوں نے اسے ۱۰۸۷ھ میں اسے تالیف کیا تھا اور یہ حاشیہ ۱۲۸۰ھ میں آستانہ سے چھپ چکا ہے۔[۲]

(۳) حامد بن مصطفیٰ القونوی الاقدرائی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے کتاب شرح المراۃ فی الاصول تالیف کی۔[۳]

(۴) سلیمان بن عبداللہ الزمیری حنفی (متوفی ۱۱۰۲ھ) نے حاشیہ مراۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول لملاخسرو تالیف کیا۔ کشف الظنون میں ہے کہ تعلیقه علی مراۃ الاصول للازمیری جبکہ ایضاح المکنون و ھدیۃ العارفین میں ہے: شرح المرقاۃ لملا خسرو للازمیری اور دوسری طرف مکتبہ ولی الدین ترکی (۱۵...) میں حاشیہ علی مراۃ الاصول، مجلدان، لمحمدبن ولی بن رسول الازمیری مذکور ہے۔[۴]

(۵) مصطفیٰ ابن یوسف الموستاری حنفی (متوفی ۱۱۱۰ھ) نے مفتاح الحصول علی مراۃ الاصول کے نام سے حاشیہ تالیف کیا۔ کشف الظنون میں ہے: "وحاشية كبيرة فی جلد كبير لبعض شركائی المتبحر لمصطفى آفندی البسنوی المصدری توفی بعد سنه ۱۱۱۰ھ"۔[۵]

(۶) محمد بن احمد الطرسوسی حنفی (متوفی ۱۱۱۷ھ) نے حاشیہ علی المراۃ فی الاصول تالیف کیا۔[۶]

(۷) احمد بن مصطفیٰ الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۶۵ھ) نے حاشیہ علی المراۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول لملاخسرو۔[۷]

(۸) مصطفیٰ بن یوسف الموستاری حنفی (متوفی ۱۱۹۹ھ) نے مفتاح الحصول علی مراۃ الاصول یعنی یہ ملاخسرو کی مرقاۃ الوصول کی شرح ہے۔[۸]

(۹) مصطفیٰ بن عبداللہ الودینی (متوفی ۱۲۷۱ھ) نے تقریر المراۃ حاشیہ علی مراۃ الاصول تالیف کیا۔[۹]

(۱۰) محمد بن علی التمیمی (متوفی ۱۲۸۶ھ) نے تعدیل المرقاۃ وجلاء المراۃ کے نام سے ملاخسرو کی مراۃ الوصول پر حاشیہ لکھا۔[۱۰]

عبدالطیف بن عبدالعزیز ابن فرشتہ (متوفی ۸۰۱ھ۔۸۸۵ھ) ان کا ذکر ۸۰۱ھ کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

۱۔ ایضاح المکنون ۳/ ۲۸۸، ھدیۃ العارفین ۵/ ۲۵۷۔
۲۔ کشف الظنون ۲/ ۱۶۵۷، معجم الاصولیین ۲/ ۲۶ (۲۵۵)
۳۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۲۶۰۔
۴۔ کشف الظنون ۲/ ۱۶۵۲، ایضاح المکنون ۴/ ۴۳۹، ھدیۃ العارفین ۵/ ۴۰۳، الفتح المبین ۳/ ۱۱۷، معجم الاصولیین ۲/ ۱۳۰ (۳۶۴)۔
۵۔ کشف الظنون ۲/ ۱۶۵۷، ایضاح المکنون ۴/ ۵۲۴۔
۶۔ ھدیۃ العارفین ۶/ ۳۰۹۔
۷۔ ایضاح المکنون ۴/ ۴۵۴، ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۷۵، معجم الاصولیین ۱/ ۲۲۸ (۱۸۱)۔
۸۔ ایضاح المکنون ۳/ ۴۴۳۔
۹۔ ھدیۃ العارفین ۶/ ۴۵۸۔
۱۰۔ الفتح المبین ۳/ ۱۵۵۔

ابراہیم البقاعی شافعی (۸۰۹ھ۔۸۸۵ھ) [1]

محدث، مفسر، مورخ اور ادیب تھے۔ دمشق میں سکونت اختیار کی، بیت المقدس اور قاہرہ کے سفر کئے۔ جید علماء سے مستفید ہوئے اور کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح جمع الجوامع للسبکی فی الاصول" تالیف کی جو شرح برھان الدین سے معروف ہے۔ ھدیۃ العارفین میں ہے۔ شرح جمع الجوامع للسبکی فی الفروع مگر حقیقت یہ ہے کہ سبکی کی فروع میں جمع الجوامع نامی کوئی کتاب نہیں تھی بلکہ اس نام سے اصول میں کتاب ہے۔ [2]

حسن چلپی بن محمد الفناری حنفی (۸۴۰ھ۔۸۸۶ھ) [3]

فقیہ، اصولی، نحوی، بیانی اور مفسر تھے۔ ملا خسرو، اصولی، حنفی (متوفی ۸۸۵ھ) سے علمی استفادہ کیا یہاں تک کہ کمال حاصل ہوگیا اور شہرت پائی۔ حرمین شریفین، شام و مصر، کے سفر کئے اور ادرن میں تدریس کی۔ الفوائد البھیہ میں مذکور ہے:

"اشتغل علی .... ملاخسرو حتی برع فی الکلام والمعانی، والعربیه والمعقول واصول الفقه"۔

(ملاخسرو۔۔۔ سے تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ علم کلام، معانی، عربیہ، معقول واصول فقہ میں کمال حاصل ہوگیا۔)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیه علی التلویح للتفتازانی تالیف کیا جو ھند آستانہ اور قاہرہ سے چھپ چکا ہے۔

۲۔ شرح فصول البدائع پر "وصول الروائع علی فصول البدائع" کے نام سے حاشیہ تالیف کیا۔

ڈاکٹر مظہر بقا نے اس کے مختلف کتب خانوں میں نسخوں کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سے ایک نسخہ جامعہ الملک سعود ریاض میں ۵۱۱۸ کے تحت موجود ہے۔ [4]

احمد بن موسیٰ الخیالی حنفی (متوفی تقریباً ۸۸۶ھ یا ۸۷۰ھ یا ۸۶۲ھ) [5]

متکلم، فقیہ واصولی تھے۔ اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے۔

---

[1] ابو الحسن برھان الدین ابراہیم بن عمر بن حسن الرباط البقاعی، شامی الاصل (۱۴۰۶ء۔۱۴۸۰ء) دمشق میں وفات پائی۔

[2] کشف الظنون ۱/۵۹۶، ھدیۃ العارفین ۶/۶۱۸، معجم الاصولیین ۱/۳۵ (۳۰)۔

[3] حسن چلپی بن محمد شاہ شمس الدین الفناری (۱۳۳۶ء یا ۱۳۳۹ء۔۱۴۸۱ء) ترکی میں ولادت اور بروسا میں وفات پائی۔

[4] ھدیۃ العارفین ۵/۲۸۸، الفوائد البھیہ، ص ۶۲، الطبقات السنیہ ۲/۱۰۹، الفتح المبین ۳/۵۵، معجم الاصولیین ۲/۵۶، ۵۷ (۲۹۱)۔

[5] شمس الدین احمد بن موسیٰ الخیالی متوفی ۱۴۸۱ء تقریباً۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشية على حاشية الجرجانی على شرح العضد لمختصر ابن الحاجب۔

۲۔ حواش على التلويح۔

۳۔ حاشیہ على منتهى السول والامل۔

احمد بن موسیٰ خیالی کی پہلی کتاب کی تفصیل اس طرح ہے کہ مختصر ابن الحاجب پر عضد الدین عبدالرحمن ابن احمد الایجی متوفی ۷۵۶ھ نے شرح لکھی اس شرح پر سید الشریف علی بن محمد بن علی جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے حاشیہ لکھا اس حاشیہ پر خیالی نے حاشیہ تحریر کیا۔[۱]

سلیمان الابشیطی شافعی (۸۰۷ھ۔۸۸۷ھ)

ان کے بارے میں تاریخ وفات ۸۱۱ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

محمد بن ابوبکر المشہدی شافعی (متوفی ۸۸۹ھ)[۲]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منتهى السوال والامل لابن الحاجب" تالیف کی۔[۳]

محمد بن خلیل البصروی شافعی (متوفی ۸۸۹ھ)[۴]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح نبذة الالفيه فى الاصول الفقهيه للبرماوى" تالیف کی جو شمس الدین برماوی شافعی (متوفی ۸۳۱ھ) کی کتاب نظم الفيه فى اصول الفقه کی شرح ہے۔[۵]

ابن قاوان شافعی (۸۴۲ھ۔۸۸۹ھ)[۶]

مکہ المکرمہ میں کمال بن الہمام سے مختصر ابن الحاجب پڑھی اور امام الکاملیہ سے اصول فقہ وحدیث کا درس لیا اور ان سے خاص طور پر المنہاج الاصلی اور مواضع من شرح پڑھی۔ دمشق میں فقہ واصول فقہ وغیرہ زین الخطاب وغیرہ سے حاصل کیا... شہاب الابشیطی بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح الورقات فى الاصول لامام الحرمين" تالیف کی۔[۷]

شرف الدین العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ تقریباً)[۸]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے تسهيل الطرقات فى نظم الورقات للامام الحرمين تالیف کی۔[۹]

[۱] کشف الظنون ۲/۱۸۵۷، الفوائد البہیہ ص ۴۳، الطبقات السنیہ ۲/۱۱۳ (۳۹۹)، معجم الاصولیین ۱/۲۴۲، ۲۴۳ (۱۸۵)۔

[۲] ابو الفتح بہاء الدین محمد بن ابوبکر بن علی المشہدی القاہری مصری۔

[۳] حدیۃ العارفین ۶/۲۱۲۔

[۴] محمد بن خلیل بن محمد البصروی الدمشقی محب اللہ الشافعی۔

[۵] حدیۃ العارفین ۶/۲۱۲۔

[۶] حسین بن احمد بن محمد بن احمد الگیلانی مکی، ابن قاوان (۱۴۳۸ء/۱۴۸۴ء) گیلان میں ولادت ہوئی۔

[۷] معجم الاصولیین ۲/۶۴ (۲۹۷)۔

[۸] شرف الدین یحییٰ بن نور الدین موسیٰ بن رمضان بن عمیرہ العمریطی شافعی۔

[۹] حدیۃ العارفین ۶/۵۶۹۔

حسن السامسونی حنفی (متوفی ۸۹۱ھ)[1]

فقیہ، اصولی اور متکلم تھے۔ علماء روم سے تحصیل علم کے بعد ملا خسرو کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم اصلیہ، فرعیہ اور ادبیہ حاصل کئے۔ تدریس کی اور شہر قسطنطنیہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی المقدمات الاربع، کشف الظنون میں اس طرح مذکورہ ہے۔ تعلیقة علی المقدمات الاربع اولها : بعد حمد واجب العقل الخ کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کو انہوں نے سلطان محمد خان فاتح کے لئے تصنیف کیا تھا[2] اور ھدیۃ العارفین میں اس طرح مذکورہ ہے : تعلیقة علی مقدمات التوضیح فی الاصول۔[3]

۲۔ حاشیہ علی حاشیہ شرح العضد علی المختصر للسید۔

کشف الظنون میں ہے کہ یہ حاشیہ وہاں تک ہے جہاں تک حاشیہ ابن الافضل تھا اور اس کا آغاز یوں ہوا ہے : احمدک اللهم یا اهل الحمد و الثناء الخ۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو تصنیف کر کے سلطان محمد خان کو ھدیۃً پیش کیا تھا[4] مکتبہ عثمانیہ حلب میں ۳۰ مجموعہ ۸۶۔۱۱۸ کے ضمن میں موجود ہے اس کے علاوہ بھی کئی جگہ اس کے نسخے موجود ہیں۔

۳۔ حواش علی التلویح۔[5]

۴۔ حاشیہ علی شرح منتهی السول و الامل۔[6]

عبداللہ الدھلوی (متوفی ۸۹۱ھ)[7]

عالم، اصولی اور محقق تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب افاضة الانوار فی اضاءة اصول المنار فی اصول الفقه تالیف کی۔[8]

محمد بن شہاب الدین احمد شروانی حنفی (متوفی ۸۹۲ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیة علی شرح العضد لمنتهی السول و الامل تالیف کیا۔[10]

۱۔ حسن ابن عبدالصمد السامسونی متوفی ۱۴۸۶ء۔

۲۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، ھدیۃ العارفین ۵/۲۸۸، معجم الاصولیین ۲/۴۴، ۴۵ (۲۷۵)۔

۳۔ ھدیۃ العارفین ۵/۲۸۸۔ ۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶۔

۵۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷۔ ۶۔ ھدیۃ العارفین ۵/۲۸۸۔

۷۔ ابوالفضائل سعد الدین عبداللہ بن عبدالکریم دھلوی متوفی ۱۴۸۵ء۔

۸۔ ھدیۃ العارفین ۵/۴۷۰، الفتح المبین ۲/۵۶۔

۹۔ شمس الدین محمد بن شہاب الدین احمد شروانی حنفی۔

۱۰۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۱۴۔

احمد بن اسماعیل الکورانی حنفی (۸۱۳ھ۔۸۹۳ھ)[1]

حصول علم کے لئے بلاد روم سے دمشق بیت المقدس اور قاہرہ گئے۔ سلطان مراد خان نے آپ کی عظمت کے اعتراف میں مدرسہ بروسا آپ کے سپرد کردیا۔ سلطان محمد خان جب تخت نشین ہوا تو وزارت کی پیش کش کی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا منصب قضاء پر فائز کئے گئے۔ آپ وزراء مملکت اور سلطان کو ان کے ناموں سے پکارتے، سلطان کو سلام ومصافحہ میں پہل نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی دست بوسی کرتے اور نہ ان کے پاس بغیر بلائے جاتے تھے، مختلف علوم وفنون پر بہت سی کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الدرر اللوامع فی شرح جمع الجوامع للسبکی فی الاصول" تالیف کی۔ وہ ۸۶۱ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تھے اس کتاب کا آغاز اس طرح ہے : الحمد للہ الذی شید بمحکمات کتابہ الخ۔ اس کتاب کے کئی مقامات پر نسخے موجود ہیں۔[2]

احمد الطوخی شافعی (۸۴۷ھ۔۸۹۳ھ)[3]

فقہ، حدیث، اصلین، لغت عربیہ، منطق، معانی، فرائض، حساب، قرات اور تصوف میں کمال رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نظم جمع الجوامع للسبکی.

۲۔ نظم الورقات لامام الحرمین (الزبدۃ فی الاصول).

اولہ : قال الفقیر احمد الطوخی الحمد للہ ھو الولی

آخرہ : وتابعیہ السادۃ الانجاب مالمتد علمہ الی الطلاب

۳۔ نظم المغنی.[4]

عبدالرحمٰن ابن العینی حنفی (۸۳۷ھ۔۸۹۳ھ)[5]

ادب، نحو واصول میں ید طولی رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے لکھا: "شرح ممزوج وجیز اقتصر علی ایسر شئ یمکن علیہ الاقتصار لیغنی حملہ فی الاسفار عن کثرۃ الاسفار"

۱۔ شرف الدین احمد بن اسماعیل بن عثمان بن احمد بن رشید ابن ابراہیم شہاب الدین الشہر زوری الھمدانی التبریزی قاہری ثم رومی حنفی (۱۴۱۰ء/۱۴۸۸ء) قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

۲۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۳۵، معجم الاصولیین ۱/۹۹۔۱۰۱(۲۶)۔

۳۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد رجب الطوخی قاہری، ابن رجب (۱۴۴۳ء/۱۴۸۸ء) طوخ میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون ۲/۲۰۰۶، ھدیۃ العارفین ۵/۱۳۵، معجم الاصولیین ۱/۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۲ (۱۱۶)۔

۵۔ زین الدین عبدالرحمٰن بن ابی الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد ابن العینی (۱۴۳۳ء/۱۴۸۸ء) دمشق میں وفات پائی۔

اس شرح کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : الحمد لله الذی جعل لاصول شرعه منارا الخ انہوں نے اس کی تالیف ۲ شوال ۸۶۸ھ میں فراغت پائی۔[۱]

ابن خطیب الفخریہ شافعی (متوفی ۸۹۳ھ)[۲]

مؤلفات اصولیہ : حاشیه علی شرح منتهی السول والامل للقاضی عضد۔[۳]

الترکی التونسی مالکی (متوفی ۸۹۴ھ)[۴]

فقیہ، اصولی، منطقی اور ادیب تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول" تالیف کی۔[۵]

ابوزید الاردبیلی (متوفی ۸۹۵ھ)[۶]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نهاية الوصول شرح منهاج الوصول البیضاوی" تالیف کی۔[۷]

تاج الدین ابن زہرہ (متوفی ۸۹۵ھ)[۸]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "بهجة الوصول" تالیف کی جو پانچ مجلدات میں ہے۔ یہ کتاب ابوزید الاردبیلی (متوفی ۸۹۵ھ) کی نهاية الوصول شرح منهاج الوصول للبیضاوی کی شرح ہے۔[۹]

سنان الدین ابن یکان حنفی (متوفی ۸۹۵ھ)[۱۰]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تعليقه علی اوائل التلويح للتفازانی فی الاصول" تالیف کیا۔[۱۱]

احمد بن عبدالرحمٰن حلولو المغربی مالکی (متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۸ھ)

ان کی مصنفات اصولیہ کا تحقیقی تجزیہ تاریخ وفات ۸۷۵ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

ابوالعباس احمد بن زکری (متوفی ۸۹۹ھ)[۱۲]

فقیہ، اصولی، مفسر اور بعض دوسرے علوم میں دسترس رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "غاية المرام فی شرح مقدمه الامام" تالیف کی اور یہ کتاب امام الحرمین" کے مقدمہ پر شرح ہے جو الورقات کے نام سے مشہور ہے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، ھدیۃ العارفین ۵/۵۳۳، معجم الاصولیین ۲/۱۷۵، ۱۷۶ (۳۱۲)۔
۲۔ برہان الدین محمد بن محمد، ابن الخطیب الفخریہ۔
۳۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۱۵۔
۴۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد ابراہیم الترکی التونسی متوفی ۱۳۸۸ء۔
۵۔ الفتح المبین ۳/۵۷۔
۶۔ ابوزید رکن الدین محمد بن احمد بن محمد الاردبیلی۔
۷۔ ایضاح المکنون ۴/۶۹۳۔
۸۔ تاج الدین ابوالفضل عبدالوہاب بن محمد بن یحییٰ الطرابلسی، ابن زہرہ۔
۹۔ ایضاح المکنون ۳/۲۰۴، ۴/۶۹۳۔
۱۰۔ سنان الدین یوسف بالی بن محمد یکان بن ارمخان رومی، ابن یکان۔
۱۱۔ حدیۃ العارفین ۶/۵۲۶۔
۱۲۔ ابوالعباس احمد بن زکری المانوی التلمسانی متوفی ۱۴۹۳ء۔

اولہ : قال الشیخ.... سیدی ابو العباس احمد بن زکری : الحمد لله ذی الجلال والاکرام اما بعد فان بعض الطلبة ... سالنی أن اشرح لہ مقدمة امام الحرمین التی صنعها فی اصول الفقه ...وسمیته بغایة المرام فی شرح مقدمة الامام "۔

اخرہ : فیناقض قول القائل : کل مجتهد مصیب ، هذا اخر مارویناه فی هذا التقیید (بعد الحمد و الصلاۃ) دارالکتب المصریہ میں ۳۴۸ نمبر کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔[1]

یوسف بن حسین الکرماستی حنفی (متوفی ۸۹۹ھ یا ۹۰۶ھ)[2]

اصولی، فقیہ، بلاغی اور ادیب تھے۔ خواجہ زادہ کے شاگردوں میں سے تھے انہوں نے تدریسی خدمات انجام دیں اور کئی شہروں مثلاً قسطنطنیہ وغیرہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول فقہ میں " الوجیز فی الاصول " کے نام سے ایک مختصر تالیف کیا۔

۲۔ زبدة الفصول فی علم الاصول .

حاجی خلیفہ نے اصول فقہ میں ان کی اس کتاب " زبدة الفصول " کا تذکرہ اس طرح کیا :

" الوصول الی علم الاصول لعله زبدة الفصول الی علم الاصول للمولی یوسف بن حسین الکرماستی المتوفی سنه ۹۰۶ھ وهو متن مشتمل علی عشرة ابواب ثم اختصره فی کتاب مشتمل علی مقدمة وثمانیة ابواب وسماه الوجیز ".[3]

(بہت ممکن ہے کہ یوسف بن حسین الکرماستی (متوفی ۹۰۶ھ) کی تالیف "الوصول الی علم الاصول " اور "زبدة الفصول الی علم الاصول " دونوں ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں جو دس ابواب پر مشتمل ایک متن ہے اور جس کا بعد میں انہوں نے اختصار کیا تھا اور وہ اختصار ایک مقدمہ اور آٹھ ابواب پر مشتمل ہے انہوں نے اس اختصار کا نام " الوجیز " رکھا)

کتاب "الوجیز" کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب دس مراصد پر مشتمل ہے۔

مرصد اول : مقدمہ اور اصول فقہ کی تعریف میں ہے۔

مرصد ثانی : عالم کے لئے کسی صانع واجب لذاتہ کے وجود کا ضروری ہونے سے متعلق ہے۔

مرصد ثالث : لغت عربیہ کے مباحث سے متعلق ہے اس کو آٹھ مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مبحث اول حقیقت مجاز، صریح، کنایہ میں ہے۔ مبحث ثانی : خاص عام، مطلق ومقید ہیں۔ مبحث ثالث، مشترک ومؤول ہے

---

[1] کشف الظنون ۲/ ۱۱۵۷، معجم الاصولیین ۱/ ۲۱۳، ۲۱۴ (۱۵۷)۔

[2] یوسف بن حسین الکرماستی متوفی ۱۴۹۳ء قسطنطنیہ میں انتقال ہوا کشف الظنون ۲/ ۱۵۱۵، ۲۰۱۴، اس میں بھی تاریخ وفات ۹۰۶ھ مذکور ہے۔

[3] ھدیۃ العارفین ۶/ ۵۶۳، الفوائد البہیہ ص ۲۲۷ تحقیقی مقدمہ علی الوجیز فی اصول الفقہ، امام کراماستی متوفی ۸۹۹، احمد حجازی السقا ص ۳، ۱۲، المکتب الثقافی ۱۹۹۰ء۔

بیان میں ہے۔ مبحث رابع عبارۃ (النص) اشارۃ، الد لا لہ اور اقتضاء کے بارے میں ہے۔ مبحث خامس ظاہر، نص، مفسر، محکم اور متقابلات میں ہے۔ مبحث سادس "البیـــان" میں ہے۔ مبحث سابع منطوق و مفہوم میں ہے اور مبحث ثامن حروف معانی کے بیان میں ہے۔

مرصد رابع : احکام میں ہے اور مرصد خامس : الکتاب کے بیان میں ہے۔

مرصد سادس : السنۃ میں ہے اور مرصد سابع : الاجماع میں ہے۔

مرصد ثامن : القیاس میں ہے اور مرصد تاسع : المعارضہ و ترجیح میں ہے اور

مرصد عاشر : اجتہاد میں ہے۔

کتاب "الوجیز فی اصول الفقہ" بذات خود ایک متن ہے جو کسی کتاب کی شرح نہیں ہے یہ کتاب احمد حجازی السقا کی تحقیق کے ساتھ المکتب الثقافی مصر سے ۱۹۹۰ء میں چھپ چکی ہے۔

حمد و صلاۃ کے بعد ان کلمات سے آغاز ہوتا ہے :

"وبعد : فهذا ماقصده اضعف عباد الله : يوسف بن حسين الكرماستي من تحرير اصول الحنفية، مع الاشارة الى اصول الشافعيه، معرضا عن الدليل والمثال، الانادراً فيما اشتدّت الحاجة اليه، تسهيلا للطالبين، لثواب رب العالمين وسماه عند اختتامه. بلطفه تعالىٰ وجيزا ونساله ان يجعله بالقبول جديراً . ورتبه على (عشرة مراصد)"[1]

(وبعد : اللہ کے کمزور ترین بندے یوسف بن حسین الکرماستی نے ان حنفی اصول کو ضبط تحریر میں لانے کا ارادہ کیا اس میں اصول شافعی کی طرف بھی اشارے ہیں۔ مگر دلیل و مثال سے اجتناب برتا گیا ہے ہاں البتہ شدید ضرورت کے وقت ایسا کیا گیا ہے مگر بہت کم، تشنگان علم کی آسانی اور اللہ تعالی سے ثواب طلب کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ میں نے اس کا نام آخر میں رکھا ہم اللہ تعالی سے اس کی قبولیت کا سوال کرتے ہیں اور میں نے اسے دس مراصد پر مرتب کیا ہے)

عزالدین الھادی الیمنی شیعی زیدی (۸۴۵ھ۔۹۰۰ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح المنهاج للقرشي في الاصول" تالیف کی۔[3]

حسن بن علی الرجراجی (متوفی نویں صدی ہجری)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "کتاب شرح تنقيح القرافي في الاصول" تالیف کی۔[5]

☆☆☆

---
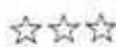
۱ حوالہ سابق ص ۵۔
۲ ھدیۃ العارفین ۵/۶۶۳۔
۳ عزالدین بن الحسن بن علی بن المؤید بن جبرئیل الیمنی الھادی۔
۴ حسن بن علی الرجراجی الشوشاوی (یا رفیق عبدالواو بن حسین الرجراجی) متوفی پندرھویں صدی عیسوی۔
۵ معجم الاصولیین ۲/۴۷۔

فصل چہارم

دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

...سویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر:

اس صدی میں مصر سے عباسی خلافت کا خاتمہ ہوا اور سلطنت عثمانیہ نے ان کی جگہ لے لی۔ تسلسل میں کچھ تفصیل ...یہ ہے کہ متوکل کے بعد اس کا لڑکا مستمسک باللہ ۹۰۳ھ میں اس کا جانشین ہوا، اور مستمسک کے انتقال کے بعد متوکل علی ...اللہ ۹۱۰ھ میں خلافت عباسیہ کا آخری خلیفہ بنا اس کی خلافت کے چوتھے برس ۹۲۳ھ میں سلطان سلیم اول عثمانی نے مصر پر قبضہ کرلیا۔ ممالیک کی حکومت ختم کردی، متوکل نے عثمانی خلیفہ کے حق میں دستبرداری قبول کرلی اور آنحضرت ﷺ کے تبرکات، علم، تلوار اور ردائے مبارک جو خاندان خلافت میں بطور نشان خلافت کے متوارث چلے آئے تھے اور حرمین شریفین کی کنجیاں سلطان کے حوالے کردیں۔ اس دن سے خلافت قریش سے نکل کر عثمانی خاندان میں چلی گئی اور ...ایک مصر کے ساتھ مصر کی عباسی خلافت بھی ختم ہوگئی۔[1]

دوسری طرف سلطنت عثمانیہ کا تاریخی پس منظر کچھ یوں بنتا ہے کہ ارطغرل کے بعد اس کے بیٹے عثمان خان اول ...نے تخت نشین ہوکر ۱۲۸۸ء میں دولت عثمانیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ بروصہ وغیرہ کو فتح کیا، عثمان خان عوام کا ایک ہردلعزیز و محبوب حکمران تھا۔ عثمان کے بعد اس کا بیٹا اصغر اورخان (۱۳۲۶ء۔۱۳۵۹ء) تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس کا بڑا بیٹا علاؤ الدین اس کا وزیر بنا اورخان نے قراسی وغیرہ کو فتح کیا، اس کے تعمیراتی کاموں میں مسجدیں، مدارس اور عمارتیں بھی شامل ہیں۔ بروصہ کی درسگاہ تو اس قدر مشہور ہوئی کہ ایران اور عرب کے طلبہ وہاں حصول تعلیم کے لئے کھچے چلے آتے، ...اس میں سلطنت عثمانیہ کا پہلا مدرسہ قائم کیا گیا۔ اسی عہد میں اورخان کے بیٹے اکبر سلیمان باشا کے ہاتھوں تھریس میں ...دانیال کے مغربی ساحل پر واقع گیلی پولی کے مشہور ترین گیلی قلعہ کی فتح سے ترکوں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوگیا۔ ۱۳۵۴ء میں انہوں نے پہلی بار فاتحانہ حیثیت سے سرزمین یورپ میں قدم رکھ کر عیسائی دنیا میں ایک عظیم الشان ...اسلامی سلطنت کی داغ بیل ڈالی جس کا حلقہ دو ہی صدیوں میں گیلی پولی سے ویانا تک وسیع ہوگیا۔ عرب مجاہدوں نے تبلیغ اسلام کا جو فرض مغربی یورپ میں انجام دیا تھا۔ مشرقی یورپ میں اس کے ادا کرنے کی سعادت ترک مجاہدوں کے ...حصے میں آئی اورخان کا ۱۳۵۹ء میں انتقال ہوگیا۔ عثمان خان نے اپنے ۳۳ سالہ عہد حکومت میں عثمانی فتوحات کو دور دور تک وسعت دی۔ ایشیائے کوچک کے بقیہ بازنطینی علاقوں پر قبضہ کرنے کے علاوہ بعض ترکی ریاستوں کو بھی دولت عثمانیہ میں شامل کیا۔ بلکہ ارض یورپ میں قدم رکھ کر تھریس کے بعض علاقے فتح کیے۔ علوم وفنون کی سرپرستی آل عثمان کی

[1] تاریخ اسلام، خلافت عباسیہ، شاہ معین الدین ندوی ۴/۳۹۶ ملخص سعید ایچ ایم کمپنی کراچی ۱۹۷۳ء۔

ایک امتیازی خصوصیت تھی اور عثمان خان کا یہ اختصاص بھی بہت نمایاں تھا بڑے بڑے مشہور علماء اور مشائخ اس کی مصاحبت میں تھے۔ بروسہ کے علم و فضل کی شہرت اس وقت بھی قائم رہی جب وہ سلطنت عثمانیہ کا دارالخلافہ نہ رہا اور عرصہ تک یہ شہر ارباب فضل و کمال کا مرکز رہا، اورخان کے بعد اس کا بیٹا مراد (۱۳۵۹ء۔۱۳۸۹ء) تخت نشین ہوا۔

مراد نے اپنے عہد حکومت میں سلطنت عثمانیہ کو اپنے باپ کے مقابلہ میں پانچ گنا زیادہ وسعت دی۔ تھریس تقریباً مکمل، بلغاریہ، مقدونیہ، سرویہ، اور بوسنیا بھی دولت عثمانیہ میں شامل ہو گئے۔ مراد نے عیسائی علاقوں کو زیرنگیں کر کے اسلامی حکومت قائم کرنے کے باوجود کسی عیسائی کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا۔ مراد کے بعد اس کا بیٹا بایزید اول یلدرم (۱۳۸۹ء۔۱۴۰۲ء) جانشین ہوا اس کے دور میں بھی فتوحات جاری رہیں، یونان وغیرہ فتح ہوئے۔ جنگ انگورہ میں ۱۴۰۳ء کے فیصلہ کن مرحلہ میں بایزید کو تیمور جو ایک تاتاری مسلمان امیر تھا کے ہاتھوں شکست ہوئی، اس کے چند دن بعد وہ انتقال کر گیا۔ جنگ انگورہ سے بایزید کے ساتھ ہی دولت عثمانیہ کا بھی گویا خاتمہ ہو گیا۔ تیمور نے عثمانیہ سے ملحق کی ہوئی تمام ترکی ریاستیں ترکی امیروں کو واپس دلا دیں اور ایشائے کوچک بظاہر کلیۃً آل عثمان کے ہاتھ سے نکل گیا۔۔۔ بایزید کی وفات کے وقت ایشاء اور یورپ دونوں میں سلطنت عثمانیہ کے مقبوضات کی حالت یاس انگیز تھی لیکن اس کے باصلاحیت اور بہادر جانشینوں نے چند ہی سال کے اندر نہ صرف سلطنت کے تمام قدیم مقبوضات پر دوبارہ قبضہ کر لیا بلکہ اس کی سطوت و عظمت کو چار چاند لگا دیے۔ بایزید کے چاروں بیٹوں نے مختلف مقامات پر قبضہ اور فتوحات کیں۔ سلیمان نے "اورنہ" میں، عیسیٰ نے "بروصہ" میں اور محمد نے "ایشائے کوچک" کے شمال مشرق میں، اور "آماسیا" میں قبضہ کر کے اپنی اپنی سلطنت قائم کر لی۔ اور چوتھا بیٹا موسیٰ بھی ہاتھ پاؤں مارنے لگا محمد اول (۱۴۱۳ء۔۱۴۲۱ء) کے بعد اس کا بڑا بیٹا مراد ثانی (۱۴۲۱ء۔۱۴۱۵ء) تخت نشین ہوا۔ اس نے جنگ انگورہ کے بعد دولت عثمانیہ کے حلقہ اطاعت سے نکل جانے والی ریاستوں کو دوبارہ اپنے حلقہ میں شامل کر کے مطیع بنا لیا۔ یورپ میں جدید مقبوضات کیں۔

مراد ثانی کے بعد اس کا بیٹا محمد فاتح (۱۴۵۱ء۔۱۴۸۱ء) جانشین بنا، اس نے قسطنطنیہ فتح کیا۔ محمد ثانی سے قبل گیارہ مرتبہ سلاطین اسلام قسطنطنیہ کا محاصرہ کر چکے تھے لیکن فتح کا سہرا اسی کے سر رہا۔ سرویہ میں کامیابی سے داخلے کے بعد وہ بلغراد جو اس وقت ہنگری کے زیر تسلط تھا کی طرف متوجہ ہوا۔ یورپ نے صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا، محمد کو یہاں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ ۱۴۶۲ء میں بوسنیا کو دولت عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔ اسی طرح کرمانیہ، یونانی مجمع الجزائر، کریمیا، ولاچیا، البانیہ اور ہرزیگووینا بھی دولت عثمانیہ کا حصہ بن گئے۔

محمد اہل علم و فضل اور ارباب کمال کا قدردان تھا اس نے مسجدیں اور درسگاہیں بنوائیں، اعلیٰ درجے کی درسگاہیں عہد حاضر کے کالجوں کے برابر تھیں۔ ان کے فارغ التحصیل طلبہ کو "دانشمند" ایم اے کی سند دی جاتی لیکن جماعت علماء کا رکن بننے کے لئے دانش مند کی سند لینے کے بعد فقہ اور اصول فقہ کا ایک طویل نصاب مکمل کرنا پڑتا تھا۔ سلطان محمد ثانی کے بعد ان کے بیٹے بایزید ثانی (۱۴۸۱ء۔۱۵۱۲ء) تخت نشین ہوئے اور پھر وہ اپنے بیٹے سلیم اول (۱۵۱۲ء۔۱۵۲۰ء) کے حق میں دستبردار ہو گئے اس کے عہد میں ایران، شام، مصر اور حرمین شریفین میں سلطنت عثمانیہ کا پرچم اقتدار لہرانے لگا ان کے بعد سلطان سلیمان اعظم (۱۵۲۰ء۔۱۵۶۶ء) قانونی جانشین ہوئے اس نے بلغراد، روڈس ہنگری وغیرہ فتح کیے۔

...سلیمان خود عالم فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ اور علوم وفنون کا سرپرست تھا اس کی تصانیف ترکی ادب میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے بعد سلیم ثانی (۱۵۶۶ء۔۱۵۷۴ء) تخت نشین ہوا۔ وہ تصوف کا دلدادہ تھا اس ضمن میں اس کی تصنیف فتوحات الصیام مشہور ہے۔ ان کے بعد اس کا فرزند اکبر ثالث (۱۵۹۵ء۔۱۶۰۳ء) میں جانشین ہوا اور اس کے بعد اس کا بیٹا احمد اول (۱۶۰۳ء۔۱۶۱۷ء) جانشین بنا۔ سلطان احمد اول کے بعد دولت عثمانیہ کے رائج دستور کے خلاف ان کے بیٹے کے بجائے اس کا بھائی مصطفیٰ (۱۶۱۷ء۔۱۶۲۳ء) تخت نشین ہوا۔[1]

دسویں صدی ہجری کے ممتاز اصولیین :

دسویں صدی ہجری میں بعض ممتاز علماء اصولیین نظر آتے ہیں، مثلاً امام جلال الدین سیوطی، مصری، شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) جو مختلف علوم میں ممتاز تھے۔ ان کی مؤلفات میں سے ''جزیل المواهب فی اختلاف المذاهب'' بھی ہے جس میں انہوں نے شیریں الفاظ اور آسان اسلوب پر اصولی نہج سے بحث کی جو ان کی اس علم پر دسترس پر دلالت کرتی ہے۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے متعدد فنون پر کتب تالیف کیں اصول فقہ میں انہوں نے ''حاشیه علی التلویح''، ''کتاب غاية الوصول'' شرح لب الاصول''، اور ''شرح فتح الرحمن علی متن لعجالان'' تالیف کی۔ ابن کمال پاشا حنفی (متوفی ۹۴۰ھ) نے اصول میں ''متن تغییر التنقیح'' اور اس کی شرح تالیف کی۔ حطاب مالکی (متوفی ۹۵۴ھ) اس صدی کے مشہور اصولی ہیں۔ ان کی حجاز و بلاد مغرب میں خدمات ہیں، طرابلس میں وفات پائی۔ انہوں نے اصول فقہ میں ''قراة العین شرح ورقات امام الحرمین'' تالیف کی۔ ابن قاسم شافعی (متوفی ۹۹۴ھ) مصر سے تعلق رکھتے تھے پھر مدینہ المنورہ تشریف لے آئے وہیں وفات پائی۔ انہوں نے ''الآیات البینات'' کے نام سے ''حاشیه علی جمع الجوامع'' تالیف کیا۔ اس میں ان اعتراضات کا جواب دیا جو جمع الجوامع اور اس کی شرح پر وارد ہوئے تھے۔

اصولی منہج کی امتیازی خصوصیات :

اس دور کا ذکر اس وقت تک نامکمل رہتا ہے جب تک یہ نہ جان لیا جائے کہ اس دور میں علماء تقلید کرتے اور اجتہاد و اقوال میں ترجیح تک نہیں کرتے، اسی طرح مؤلفین اپنی کتابوں کے متون میں مشکل اسلوب کو اپناتے پھر اس کی شرح کردیتے پھر اس پر حواشی لکھ دیتے اور اعتراضات و جوابات کی بھرمار کردیتے۔ وسعت ذہنی پیدا کرنے کی خاطر مقدمات علم اصول کو دوسرے علوم وفنون سے خلط ملط کردیتے اور اسی اسلوب پر آج تک کتابیں لکھی جارہی ہیں۔

جب عالم اسلام کے مختلف ممالک میں مختلف فقہی مذاہب پھیل گئے ترکی اور ہندوستان میں حنفی مذہب کا رواج ہوا، افریقہ کے بعض شمالی حصہ میں فقہ مالکی کو مقبولیت حاصل ہوئی، انڈونیشیا میں شافعی مذہب پھیلا، جزیرۃ العرب میں حنبلی مذہب پھیلا اور اجتہاد کا عمل موقوف ہوگیا تو نویں صدی ہجری اور اس کے بعد کے فقہاء کی توجہ اپنے مخصوص مذاہب کے تتبع و مطالعہ اور ایک مذہب کے اندر اختلاف کے وجوہ کی بحث تک محدود ہو کر رہ گئی، خواہ یہ اختلاف مذہب کے مؤسس اور ان کے شاگردوں کے درمیان ہو یا مختلف شاگردوں کے درمیان ہو۔ اس بحث نے ترقی کرکے ایک مذہب کے اندر

[1] تاریخ اسلام ابونعیم عبدالحکیم وعبدالحمید ص ۷۱۔۷۹۸ ملخص کشمیری بازار کتاب منزل لاہور سنہ ند۔

قواعد ترجیح وضع کرنے کی شکل اختیار کرلی تاکہ ہر مسئلہ میں راجح رائے قائم کی جاسکے اور اس کی بنیاد پر فتوے دیئے جا
اور فیصلے کیے جاسکیں۔ مثلاً دولت عثمانیہ کے مختلف ممالک میں مذہب حنفی کے راجح اقوال کی طرف رجوع کرنے کا
ہوگیا اور اس سلسلے میں ابن عابدین کی ردالمختار کو بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس رجحان کے بڑھنے سے
ممالک میں وہاں کے مروجہ مذاہب پر فقہی و اصولی بحث و مطالعہ کا دروازہ کھل گیا جس کی اپنی خصوصیات ہیں۔

دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات

خطیب زادہ حنفی (متوفی ۹۰۱ھ)[۱]

فقیہ و اصولی تھے۔ علم کی نشر و اشاعت کے لئے بلاد روم و دیگر شہروں کے سفر کیے۔ قسطنطنیہ میں منصب قضا پر فائز رہے

۱۔ تعلیقه علی مقدمات التوضیح فی الاصول۔[۲]

۲۔ حواش علی اوائل حاشیه سید علی شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول، سید شریف علی بن
جرجانی حنفی (متوفی ۸۱۶ھ) نے "شرح مختصر المنتهی لابن الحاجب" تالیف کی۔ سید شریف کے
کے اوائل پر خطیب زادہ نے حاشیہ تالیف کیا تھا۔[۳]

مولانا زادہ الخطائی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ)[۴]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشیه علی التلویح للتفتازانی فی الاصول" تالیف کیا۔[۵]

ابن جماعہ شافعی (۸۳۳ھ۔۹۰۱ھ)[۶]

مؤلفات اصولیہ: هدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے "النجم اللامع شرح جمع الجوامع للسبکی فی
الفروع" تالیف کی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جمع الجوامع للسبکی کی فروع پر کتاب ہے مگر حقیقت یہ ہے
سبکی کی فروع میں اس نام سے کوئی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ کتاب اصول میں ہی ہے۔[۷]

ابراہیم بن محمد القباقی شافعی (متوفی ۹۰۱ھ بعدہ)[۸]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ شرح جمع الجوامع للسبکی.

۲۔ العقد المنضد فی شروط حمل المطلق علی المقید۔[۹]

۱۔ خطیب زادہ محمد محی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن الخطیب۔۔۔ متوفی ۱۴۹۵ء قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

۲۔ هدیۃ العارفین ۶/۲۱۸۔

۳۔ هدیۃ العارفین ۵/۷۴۸، الفتح المبین ۳/۶۱۔

۴۔ عثمان بن عبداللہ نظام الدین الخطائی حنفی مولانا زادہ۔

۵۔ هدیۃ العارفین ۵/۶۵۶۔

۶۔ ابوالبقاء نجم الدین محمد بن برهان الدین ابراہیم بن جمال الدین عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابراہیم۔۔۔ المقدسی الدیری۔

۷۔ هدیۃ العارفین ۶/۲۱۸، معجم الاصولیین ۱/۴۵ (۲۰)۔

۸۔ ابراہیم بن محمد بن خلیل بن ابوبکر القباقی برهان الدین الحلبی شافعی۔

۹۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، هدیۃ العارفین ۵/۱

مصلح الدین کستلی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ)[1]

روم (ایلی) میں قاضی العسکر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تعلیقۃ علی المقدمات الاربعہ من التلویح فی الاصول" تالیف کیا۔[2]

داؤد القلقشاوی مالکی (متوفی ۹۰۲ھ)[3]

فقیہ ونحوی تھے۔ کثرت مطالعہ وتحصیل علم کی وجہ سے اپنے زمانے کے مالکی شیوخ میں شمار ہوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح تنقیح القرافی" تالیف کی۔[4]

صدر الدین الشیر ازی حنفی (۸۲۸ھ۔۹۰۳ھ)[5]

فقیہ واصولی تھے تدریسی وتصنیفی خدمات انجام دیں۔ ان کی تصانیف علوم عقلیہ ونقلیہ میں ہیں جو ان کے تبحر علمی پر دلالت کرتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تقریر علی حاشیة الجرجانی علی شرح المختصر ابن الحاجب فی الاصول" تالیف کی۔[6]

ابو المعالی المقدسی شافعی (۸۲۲ھ۔۹۰۵ھ)[7]

فقیہ، اصولی، محدث اور مفسر تھے۔ ۸۴۴ھ میں قاہرہ جا کر صاحب التحریر فی اصول الفقه ،شیخ ابن ہمام (المتوفی ۸۶۱ھ) سے ملاقات کی اور علمی استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الدرر اللوامع بشرح جمع الجوامع للسبکی فی الاصول ۔ حاجی خلیفہ نے اس شرح کے بارے میں لکھا :

"الدرر اللوامع ، وهو شرح جمع الجوامع لكمال الدين محمد ابن الامير محمد المعروف بابن ابی شریف الحلبی"۔

(الدرر اللوامع یہ جمع الجوامع کی شرح ہے جو کمال الدین محمد ابن امیر محمد معروف بہ ابن ابی شریف حلبی کی تالیف ہے)

۲۔ شرح الارشاد للنووی فی الاصول.

۳۔ قطعة علی شرح المنهاج .[8]

---

[1] مصلح الدین مصطفیٰ بن محمد القسطلانی حنفی۔

[2] حدیۃ العارفین ۶/۴۳۳۔

[3] داؤد بن علی بن محمد القلقشاوی الازھری متوفی ۱۴۹۷ء۔

[4] معجم الاصولیین ۱/۱۰۱(۳۳۹)۔

[5] میر صدر الدین محمد بن غیاث الدین منصور الشیر ازی (۱۴۱۹ء/۱۴۹۷ء)۔

[6] الفتح المبین ۳/۶۲۔

[7] شیخ الاسلام کمال الدین ابو المعالی محمد بن ناصر الدین ابی بکر بن ابی شریف المقدسی (۱۴۱۹ء/۱۴۹۹ء)۔ بیت المقدس میں ولادت اور غالباً وہیں [وف]ات ہوئی۔

[8] کشف الظنون ۱/۵۹۷، حدیۃ العارفین ۶/۲۲۲، الفتح المبین ۳/۶۳۔

احمد ابن الصیر فی شافعی (۸۲۹ھ۔۹۰۵ھ)[1]

فقیہ، اصولی، ادیب اور شاعر تھے۔ فقہ واصلین کی تعلیم خاص طور پر جلال الدین محلی سے حاصل کی۔ ان سے جمع الجوامع پر ان کی شرح کا درس لیا اور شرح العضد کو بمعہ حواشی اور "شرح المنهاج الاصلي للاسنوی" کی بھی ان سے تعلیم و تفہیم حاصل کی۔ کئی شیوخ نے ان کو تدریس وافتاء کی اجازت عطا کی۔ نائب قاضی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ آپ سے قاہرہ ومکہ کے بہت سے فضلاء و مستفید ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الورقة في الاصول لابن جماعة، عزالدين ، اور کتاب " الضوء اللامع " میں اس طرح مذکور ہے : الورقة في اصول الفقه للعز ابن جماعة۔

۲۔ منظومة في اصول الفقه۔[2]

خالد الازہری شافعی (۸۳۸ھ۔۹۰۵ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " الثمار اليوانع شرح جمع الجوامع للسبكي " تالیف کی۔ اس کتاب کو ۸۰۰ھ میں مکمل کر لیا تھا اس کتاب کے کئی مقامات پر نسخے موجود ہیں۔[4]

محمد بن صفی الدین الایجی شافعی (۸۳۲ھ۔۹۰۶ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشيه على التلويح للتفتازاني تالیف کی۔[6]

یوسف بن حسین الکرماستی رومی حنفی (۹۰۶ھ یا ۸۹۹ھ)

ان کے بارے میں ان کی تاریخ وفات ۸۹۹ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

احمد الشعراوی (متوفی ۹۰۷ھ)[7]

فقیہ، نحوی، مقری، علم الفرائض وفلک میں ماہر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : شذرات الذہب میں ان کے بیٹے عبدالوہاب کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا:

۱۔ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن صدقہ بن احمد بن حسین بن عبداللہ بن محمد بن محمد العسقلانی المکی الاصل القاهری، ابن صیرفی (۱۴۲۶ء/۱۵۰۰ء)

۲۔ حدیۃ العارفین ۵/ ۱۳۷، معجم الاصولیین ۱/ ۱۳۳۔۱۳۴ (۹۶)، الضوء اللامع لاهل القرن التاسع، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی ۱/ ۳۱۶۔۳۱۹ قاہرہ مکتبہ القدسی ۱۳۵۳ھ۔

۳۔ خالد بن عبداللہ بن ابوبکر بن محمد زین الدین الجرجاوی الازہری المصری، الوقاد (۱۴۳۴ء/۱۴۹۹ء) مصر میں پیدا ہوئے۔

۴۔ شذرات الذہب ۸/ ۲۶، معجم الاصولیین ۲/ ۸۷ (۳۲۲)۔

۵۔ معین الدین محمد بن صفی الدین عبدالرحمن بن محمد بن عبدالسلام الایجی الصفوی الشیرازی۔

۶۔ حدیۃ العارفین ۶/ ۲۲۳۔

۷۔ شہاب الدین احمد بن علی کا شعراوی متوفی ۱۵۰۱ء مصر ولادت ہوئی۔

"وصنف عدة مؤلفات في الحديث والنحو والاصول والمعاني والبيان ونهبت كلها فلم يتغير، وقال الفناهالله فلاعلينا ان ينسبها الناس الينا أم لا" [1]

(انہوں نے حدیث، نحو، اصول، معانی و بیان میں کئی کتب تالیف کی تھیں مگر وہ سب کی سب چرالی گئیں تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور کہا کہ ہم نے ان (کتب) کو اللہ کی رضا کے لئے تالیف کیا تھا ہم پر اس سے کوئی فرق ونقصان نہیں ہوتا کہ لوگ اس کو ہم سے منسوب کریں یا نہ کریں)

دوانی شافعی (۸۳۰ھ۔۹۰۷ھ) [2]

فوائدالبھیہ کے حاشیہ میں مذکور ہے :

"له قدم راسخ في العلوم العقلية ومشاركة في العلوم الشريعة تصانيفه دلت على انه البحر بلانزاع"

(علوم عقلیہ اور علم شریعہ میں انہیں دسترس حاصل تھی۔ ان کی تصانیف بلا تنازع ان کے علمی تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔)

اہل روم، خراسان وماوراءالنہر نے آپ کے علم سے استفادہ کیا۔

تالیفات اصولیہ : انہوں نے "حواش على شرح المختصر العضد في الاصول" تالیف کئے۔ [3]

(احمید) اللہ بن افضل حنفی (متوفی ۹۰۸ھ) [4]

سلطان محمد خان کے قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد وہاں کے چھٹے قاضی بننے کا شرف حاصل کیا۔ تدریسی خدمات انجام دیں۔ انتقال کے وقت وہاں کے مفتی تھے۔

تالیفات اصولیہ : انہوں نے حواش على حاشيه السيد على شرح مختصر ابن الحاجب للعضد تالیف کیے۔ کشف الظنون میں ہے" وهي مقبولة متداولة "(اوران کے حواشی اہل علم کے یہاں مقبول اور متداول ہیں) مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ [5]

جلال الدین السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ) [6]

امام، حافظ، مؤرخ، ادیب، مفسر، محدث، فقیہ اصولی، بلاغی، لغوی اور منطقی تھے ان کے علاوہ بھی دیگر کئی علوم میں کمال دسترس رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ کے افاضل واجلہ اساتذہ سے علم حاصل کیا، چالیس برس کی عمر میں خلق خدا سے گوشہ نشینی اختیار کر کے نیل پر واقع روضۃ المقیاس پر مقیم ہو گئے اور ان کی اکثر کتابیں اسی زمانے کی تالیف ہیں۔ اغنیاء و

---

[1] شذرات الذهب ۳۳/۸، الاعلام ۱۷۹/۱، اس میں الشعرانی تحریر ہے۔ [2] جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی الصدیقی (۱۴۲۶ء۔۱۵۰۱ء)۔

[3] حاشیہ الفوائد البھیہ ص ۸۹۔۹۰، الفتح المبین ۶۴/۳ شذرات الذهب ۱۶۰/۸، الاعلام ۸۶۳/۳۔

[4] حمیدالدین حمداللہ بن افضل الدین الحسینی الھی، ابن افضل متوفی ۱۰۵۲ء۔

[5] کشف الظنون ۱۸۵۷/۲، ھدیۃ العارفین ۳۳۳/۵، ۳۳۵، الفوائد البھیہ ص ۶۹۔

[6] ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد الخضیری السیوطی شافعی (۱۴۴۵ء/۱۵۰۵ء) قاہرہ میں ولادت ووفات ہوئی۔

امراء ان کی زیارت کرنے آتے اور اموال وھدایا پیش کرتے مگر وہ لوٹا دیا کرتے۔ سلطان نے انہیں کئی مرتبہ طلب کیا مگر وہ ان کے پاس نہیں گئے اس نے ھدایا بھیجے تو لوٹا دیئے اسی حالت وکیفیت میں رہتے ہوئے وفات پائی۔ تقریباً سو کتابوں کے مصنف ہیں، طبقات الاصولیین بھی انہیں کی تالیف ہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جزیل المواهب فی اختلاف المذاهب۔ اس کتاب کے نسخے کئی مقامات پر موجود ہیں۔

۲۔ الکوکب الساطع، نظم جمع الجوامع[1]، یہ کتاب قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

۳۔ شرح الکوکب الساطع[2] الظاهریه (۱۰۲۸) اور جامعہ ام القری (۲۰۰۲) میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۴۔ تقریر الاستناد فی تفسیر الاجتهاد[3]

۵۔ الرد الی من اخلدالی الارض وجهل ان الاجتهاد فی کل عصر فرض ، یہ کتاب الجزائر ۱۳۲۵ھ میں چھپ چکی ہے۔[4]

۶۔ النکت اللوامع علی المختصر والمنهاج وجمع الجوامع۔[5]

۷۔ ارشاد المهتدین الی نصرة المجتهدین . اس کتاب میں انہوں نے اجتہاد مطلق کی شروط بیان کی ہیں۔[6]

۸۔ همع الهوامع فی شرح جمع الجوامع۔[7]

الیار حصاری حنفی (متوفی ۹۱۱ھ)[8]

استنبول کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی التوضیح" تالیف کیا۔[9]

محمد بن مصلح الدین البالیکسری (متوفی ۹۱۱ھ)[10]

عسکر روم میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تعلیقه علی مقدمات التلویح للتفتازانی فی الاصول" تالیف کیا۔[11]

---

۱ کشف الظنون ۲/۱۰۹۶، ھدیۃ العارفین ۵/۵۴۲، الفتح المبین ۳/۶۵، معجم الاصولیین ۲/۱۷۶ (۳۱۳)۔

۲ کشف الظنون ۱/۵۹۷۔

۳ کشف الظنون ۱/۴۶۶۔

۴ معجم الاصولیین ۲/۱۷۶ (۳۱۳)۔

۵ کشف الظنون ۲/۱۹۷۷، ھدیۃ العارفین ۵/۵۴۳۔

۶ کشف الظنون ۱/۶۷۔

۷ ھدیۃ العارفین ۵/۵۴۳، ۵۴۴۔

۸ مصلح الدین مصطفیٰ بن اوحد الدین الیار حصاری رومی۔

۹ ھدیۃ العارفین ۶/۴۳۳۔

۱۰ محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ بن الحاج حسن البالیکسری۔

۱۱ ھدیۃ العارفین ۶/۲۲۵۔

سلیمان البجیری مالکی (۸۳۶ھ۔۹۱۲ھ)[1]

قاہرہ آکر تعلیم حاصل کی۔ اصول فقہ کی تعلیم علاء الحصنیی سے حاصل کی، جامع طولون، قاہرہ میں مالکی فقہ کی تدریس کا فریضہ انجام دیتے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح اللمع لابی اسحاق الشیرازی" تالیف کی۔[2]

ابراہیم الوزیری زیدی (۸۳۴ھ۔۹۱۴ھ)[3]

یمن کے بڑے علامہ اور زیدیہ کے مجتہد میں سے تھے۔ صنعاء کے شیوخ سے تعلیم پائی، اصول، لغت عربیہ، فن حدیث، تفسیر اور دوسرے فنون سیکھے۔ ان میں کمال حاصل کیا یہاں تک کہ اپنے زمانے کے مرجع بن گئے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : الفصول اللؤلویہ فی اصول فقہ العترة النبویة

اولہ : "بعد الحمد والصلاة : وبعد فهذه تخب مصطفاة من اقوال ائمتنا".

اخرہ : وفیما ذکرنا منها ارشاد الی مالم یذکر. والله اعلم".

اس کتاب کے مختلف کتب خانوں میں نسخے موجود ہیں، دار الکتب المصریہ میں (۲۵۵۰۰) ب (۱۰ تا ۲۲) میں بھی موجود ہے۔[4]

علاء الدین الحجازی شافعی (۹۱۶ھ بعدہ تھے)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ادراکات الورقات فی الاصول .

۲۔ مدارک الاصول شرح منهاج الوصول للبیضاوی ، اس کی تالیف سے ۹۱۶ھ میں فراغت پائی۔[6]

احمد الہروی، حفید السعد (متوفی ۹۱۶ھ)[7]

تیس برس تک ھراۃ میں قاضی رہے اور وہاں کے رئیس العلماء تھے۔ شاہ اسماعیل بن حیدر الصفوی جب ھراۃ آیا تو انہوں نے بھی دار الامارہ میں اس کا استقبال کیا، لیکن حاسدین نے ان کے خلاف شاہ سے چغلی کھائی جس کی بناء پر بغیر کسی گناہ کے ۹۱۶ھ میں ھراۃ کے علماء کی ایک جماعت سمیت شاہ کے حکم پر قتل کروا دیئے گئے۔

۱۔ سلیمان بن شعیب بن خضر البجیری القاہری (۱۴۳۲ء۔۱۵۰۶ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

۲۔ الفتح المبین ۳/۶۷، معجم الاصولیین ۲/۱۲۶ (۳۶۱)۔

۳۔ صارم الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن الھادی بن ابراہیم الوزیری (۱۴۳۱ء۔۱۵۰۸ء)۔

۴۔ ھدیۃ العارفین ۵/۲۵، اس میں ان کی تاریخ ولادت ۸۶۵ھ مذکور ہے معجم الاصولیین ۱/۵۸، ۵۹ (۳۱)۔

۵۔ علاء الدین ابوالحسن علی بن ناصر المکی الیافعی حجازی۔ ۶۔ ایضاح المکنون ۴/۴۵۳، ھدیۃ العارفین ۵/۳۱۔

۷۔ سیف الدین احمد بن یحیٰی بن محمد بن سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی الھروی، حفید السعد التفتازانی، متوفی ۱۵۱۰ء۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " حاشیہ علی التلویح " تالیف کیا۔[1]

عبدالبر ابن الشحنہ حنفی (۸۵۱ھ۔۹۲۱ھ)[2]

فقیہ واصولی اور دوسری علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ قاہرہ آ کر متعدد شیوخ سے علوم سیکھے۔ تدریس وافتا خدمات انجام دیں۔ حلب وقاہرہ کے قاضی بنے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح جمع الجوامع للسبکی فی اصول الفقه "تالیف کی۔[3]

قوام الدین شیرازی حنفی (متوفی ۹۲۲ھ)[4]

بروسہ میں مدرسہ سلطانیہ میں مدرس رہے اور وہ بغداد میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " حاشیہ علی التلویح للتفتازانی فی الاصول "تالیف کیا۔[5]

ابن ابی شریف المقدسی شافعی (۸۳۶ھ۔۹۲۳ھ)[6]

کبار شافعی فقیہ تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم شیخ جلال الدین محلی (متوفی ۸۶۴ھ) شارح جمع الجوامع اور الورقات سے حاصل کی۔ شرح جمع الجوامع خاص طور پران سے پڑھی، ۹۰۶ھ میں مصر میں قاضی بنائے گئے۔ حج کے موقع پر وہاں کے علما سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "نظم لقطه العجلان" للزرکشی.

۲۔ " نظم الورقات " لامام الحرمین .[7]

الہ داد الجونپوری حنفی (متوفی ۹۲۳ھ یا ۹۳۲ھ)[8]

ھند کے مشہور افاضل علماء میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح اصول البزدوی .

۲۔ حاشیہ علی اصول الشاشی المسمی " فصول الغواشی " مختلف مکتبوں میں اس کتاب کے نسخے موجود ہیں۔ مکتبہ راجھستان ٹونک ہند میں ۸۶ ۷ (ت/۸۸۲) اور ۸۷ ۷ اور ۸۸ ۷ میں بھی موجود ہیں۔

---

[1] معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۵، ۲۳۶ (۱۸۸)۔

[2] ابوالبرکات سری الدین عبدالبر بن محمد بن محمد بن محمود بن الشحنہ القاھری (۱۴۴۸ء) ... حلب میں وفات پائی۔

[3] کشف الظنون ۱/ ۵۹۶ ھدیۃ العارفین ۵/ ۳۹۸، معجم الاصولیین ۲/ ۱۵۳ (۳۸۹)۔

[4] قوام الدین یوسف بن حسن الحسین شیرازی رومی حنفی۔

[5] ھدیۃ العارفین ۶/ ۵۶۳۔

[6] ابواسحاق برھان الدین ابراھیم بن محمد بن ابوبکر بن علی بن ایوب المصری المقدسی المصری، ابن ابی شریف (۱۴۳۰ء-۱۵۱۳ء) قد ... ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی۔

[7] معجم الاصولیین ۱/ ۵۴، ۵۵ (۲۸۱)۔

[8] علاء الدین الہ داد بن عبداللہ الجونپوری الحنفی متوفی ۱۵۱۷ء ھند میں ولادت ہوئی۔

عبداللہ باکثیر الحضرمی شافعی (متوفی ۹۲۵ھ)[1]

فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ''اللدرر اللوامع فی نظم جمع الجوامع'' تالیف کی۔[2]

شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی (۸۲۶ھ۔۹۲۶ھ)[3]

فقہ، اصول، تصوف، منطق، جدل، فرائض، تفسیر، تجوید، حدیث اور دیگر علوم وفنون کے عالم تھے۔ شیخ ابن الہمام صاحب التحریر آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ خلق کثیر نے آپ کے علم سے استفادہ کیا، کئی علوم وفنون پر بہت سی کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ لب الاصول، یہ کتاب ابن السبکی کی جمع الجوامع کا اختصار ہے۔

۲۔ غایة الوصول شرح لب الاصول، یہ کتاب اور شرح دونوں مطبعه البابی الحلبی سے ۱۳۶۰ھ میں چھپ چکے ہیں، اس پر محمد الجوھری کا حاشیہ ہے۔ عبداللہ محمد الاحمد الصالح نے اس پر تحقیقی مقالہ پیش کیا اور ۱۴۰۳ھ۔۱۴۰۴ھ میں جامعہ اُم القری سے ایم اے کی شہادت حاصل کی۔

۳۔ فتح الرحمن علی متن لقطة العجلان، لبدرالدین الزرکشی، یہ کتاب مطبعه النیل، قاہرہ سے ۱۳۲۸ھ میں چھپ چکی ہے اور کتاب کے حاشیہ پر شیخ یاسین کا حاشیہ ہے جو شرح مذکورہ پر ہے۔

۴۔ حاشیه علی التلویح ۔ یہ حاشیہ ۱۹۹۲ء میں ھند سے چھپ چکا ہے۔

۵۔ حاشیه علی شرح جمع الجوامع'' النجوم الطوالع فی ابراز دقائق شرح جمع الجوامع'' مصر، ترکی، تیونس، مکہ، رباط، حلب وغیرہ کے مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۶۔ حدود الالفاظ المتداوله فی اصول الفقة والدین، یہ کتاب عبدالغفور بلوچی کی تحقیق سے چھپ چکی ہے۔

۷۔ مجموع النقول لفک الفاظ نبذة الاصول، یہ کتاب '' نبذة الاصول'' کی شرح ہے۔ دار الکتب المصریہ میں (۴۰۱) کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔

۸۔ شرح المنہاج للبیضاوی ۔ مکتبہ الاحمدیہ عکا میں (۲۰) کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔[4]

---

[1] عبداللہ بن احمد الیمانی، باکثیر۔ [2] ایضاح المکنون ۳/ ۳۶۸، ھدیة العارفین ۵/ ۴۷۲۔

[3] زین الدین حافظ قاضی القضاۃ زکریا بن محمد بن احمد زکریا الانصاری (۱۴۲۳ء۔۱۵۲۰ء) تاریخ ولادت ۸۲۳ھ یا ۸۲۴ھ اور تاریخ وفات ۹۲۵ھ یا ۹۲۶ھ بھی بتائی جاتی ہے۔ قاہرہ میں وفات پائی۔

[4] کشف الظنون ۲/ ۱۸۸۰، ھدیة العارفین ۵/ ۳۷۴، الفتح المبین ۳/ ۶۸، ۶۹، معجم الاصولیین ۲/ ۱۰۷۔۱۰۹ (۳۳۵)۔

جلال الدین مصری مالکی (متوفی ۹۲۶ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الرسالة .

۲۔ شرح منتهى السول والامل فى علمى الاصول والجدل لابن الحاجب ۔[2]

محمد بن محمد البردعی حنفی (متوفی ۹۲۷ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی تلویح التفتازانی فی الاصول تالیف کیا۔[4]

حکیم شاہ القزوینی حنفی (متوفی ۹۲۸ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مدار الفحول فی شرح منار الاصول" تالیف کی۔[6]

احمد الشماخی اباضی (متوفی ۹۲۸ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "مختصر العدل والانصاف" لشمس الدین ابی یعقوب الوارجلانی، واضح رہے کہ اسی مختصر کو "مقدمة فی اصول الفقه" بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔ شرح مختصر العدل والانصاف ۔اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں (۲۱۵۸۷ب) کے تحت موجود ہے۔[8]

الیاس الرومی (۸۳۹ھ-۹۲۹ھ)[9]

علوم کی کئی شاخوں کے ماہر عالم تھے۔ادرن میں مدرسہ بایزید میں مدرس تھے،متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب حواش علیٰ حاشیہ العضد للسید الشریف علی مختصر ابن الحاجب تالیف کی۔[10]

حسن الناصر المويد الحسنی الیمنی (۸۶۲ھ-۹۲۹ھ)[11]

فقیہ،اصولی تھے۔

---

۱ جلال الدین محمد بن قاسم المصری۔

۲ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۸۔

۳ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بن البردعی التمریزی رومی۔

۴ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۹۔

۵ محمد بن مبارکشاہ بن محمد الهروی رومی۔

۶ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۹۔

۷ احمد بن سعید بن عبدالواحد الشماخی،جبل نفوسہ کے شہر یفرن میں وفات پائی۔

۸ معجم الاصولیین ۱/۱۲۳(۸۷)۔

۹ شجاع الدین الیاس رومی (۱۴۳۵ء-۱۵۲۳ء)۔

۱۰ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۶ میں ان کا نام الیاس بن شجاع الدین رومی مذکور...

۱۱ حسن بن عز الدین بن الحسن بن علی المؤید الحسنی الیمنی (۱۴۵۸ء/۱۵۲۳ء) شہر فللة میں وفات پائی۔ معجم الاصولیین ۱/۲۷۸،۲۷۹ (۲۲۳)۔

مولفات اصولیہ : والقسطاس المقبول شرح معیار العقول فی علم الاصول۔[1]

عبدالعلی البرجندی حنفی (متوفی ۹۳۲ھ)[2]

فقیہ، اصولی، فلکی اور حاسب تھے۔ ھیئت، مناظرہ، حساب، فقہ واصول وغیرہ میں کتب تصنیف کیں۔

مولفات اصولیہ :

۱۔ شرح منار الانوار للنسفی۔ یہ کتاب مکتبہ محمود پاشا (یوسف آغا) ۱۸۶ کے تحت موجود ہے۔

۲۔ شرح زبدۃ الاصول یہ کتاب نور عثمانیہ ۱۳۳۵ کے تحت موجود ہے۔[3]

بدرالدین حسن العاملی امامی (متوفی ۹۳۳ھ)[4]

مولفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " العمدۃ الجلیلۃ فی الاصول الفقھیہ " تالیف کی۔[5]

ابن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰ھ)

ان کے والد امراء دولت عثمانیہ میں سے تھے۔ اس لئے ان کی پرورش بڑی شان وشوکت میں ہوئی۔ مولی مصلح الدین القسطلانی، مولی خطیب زادہ، اور مولی معروف زادہ جیسے افاضل اور پائے کے علماء سے علم حاصل کیا۔ کئی مدارس میں تدریس کی، اردن کے قاضی اور قسطنطنیہ کے مفتی رہے۔ مختلف علوم میں آپ کی تصانیف ہیں۔ " الطبقات السنیہ " کے مطابق عربی، فارسی اور ترکی زبانوں میں کتب تالیف کیں، مختلف فنون میں تین سو سے زائد رسائل لکھے۔

مولفات اصولیہ : معجم الاصولیین میں آپ کی کتب اس طرح مذکور ہیں :

۱۔ " حواش علی اوائل التلویح " للتفتازانی۔ اولہ قال : وھو فی اللغۃ اسم للمکتوب، اقول: خالف المشھور۔

۲۔ تغیر التنقیح لصدر الشریعہ۔

صاحب کشف الظنون نے کہا :

" ذکر انہ اصلح مواقع الطعن صرح فیہ الجارح واشار الی ماوقع لہ من السھو والتساھل وماعرض لہ فی شرحہ من الخطا والتغافل۔ واو وعہ فوائد ملتقطۃ من الکتب، ثم شرح ھذا التغیر وفرغ منہ فی شعبان ۹۳۱ اس کتاب میں ولکن الناس لم یلتفتوا الی مافعلہ والاصل باق علی رواجہ والفرع علی التنزل فی کسادہ "۔

(بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے ان مواقع کے جوابات دیئے ہیں جہاں ناقد نے اعتراضات کئے تھے اور ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں مصنف سے سہو اور سستی ہوئی تھی اور ان کی شرح میں غلطی وتغافل سے کچھ واقع نہیں ہوا اور بہت سے

۱۔ معجم الاصولیین ۲/ ۳۶، ۳۷ (۲۷۷)۔ ۲۔ عبدالعلی بن محمد حسین البرجندی حنفی متوفی ۱۵۲۶ء۔

۳۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۶۳، ھدیۃ العارفین ۵/ ۵۸۶، معجم الاصولیین ۲/ ۲۱۳ (۴۴۷)۔

۴۔ بدرالدین حسین بن جعفر بن فخر الدین حسن بن ابو جعفر الاعرجی العاملی الکرکی متوفی ۱۵۲۷ء شام کے شہر کرک کی نسبت سے کرکی کہلاتے ہیں۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۲۸۸، الفتح المبین ۳/ ۷۰، معجم الاصولیین ۲/ ۳۸ (۲۶۷)۔

فائدے اس کتاب میں شامل کر دیئے گئے جسے انہوں نے دوسری کتابوں سے حاصل کیا تھا۔ پھر اس تغییر کی شرح لکھی جس سے شعبان ۹۳۱ھ میں فارغ ہوئے لیکن لوگ ان کے اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اصل کی نشر واشاعت ہوتی رہی اور فرع کی قبولیت بہت کم رہی)

جب کہ الفوائد البهیه میں اس طرح مذکور ہے :

"ومتن فی الاصول سماه تغییر التنقیح وشرحه".
(اصول میں ایک متن بنام تغییر التنقیح لکھا اور اس کی شرح کی)[1]

اس سے یوں لگتا ہے کہ یہ صدر الشریعہ کی التنقیح سے الگ کوئی کتاب ہے۔ الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے
"متن تغییر التنقیح وشرحه فی الاصول".

۳۔ شرح تغییر التنقیح .

۴۔ رسالة فی تحقیق المناسبة والملائمة والتاثیر[2]

محمد بن ابراہیم التتائی مالکی (متوفی ۹۴۲ھ)[3]

ایک عرصہ تک منصب قضاء پر فائز رہنے کے بعد مستعفی ہو گئے اور تالیف وتدریس کی طرف مشغول ہو گئے کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشية علی شرح المحلی علی جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کیا۔[4]

احمد القریمی (متوفی ۹۴۳ھ)[5]

سلطان مراد خان کے عہد میں جب بلاد روم آئے۔ تدریس کی پھر سلطان محمد خان کے دور میں قسطنطنیہ آئے اور کی بہت تعظیم کرتا اور ان کی بات کو مانتا تھا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : حواش علی التلویح

آغاز یوں ہوتا ہے : قال الحمد لله ،قد جرت عادة المؤلفین الخ ۔اس کتاب کے کئی مخطوط نسخے موجود ہیں۔[6]

---

[1] ابن کمال پاشا، شمس الدین احمد بن سلیمان رومی متوفی ۱۵۳۳ء قسطنطنیہ میں وفات پائی۔
[2] کشف الظنون ۱/ ۳۹۹، ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۳۱-۱۳۲، الطبقات السنیۃ ۱/ ۳۰۹-۳۱۱ (۱۹۹)، الفوائد البهیه ص ۲۱-۲۲، الفتح المبین ۳/ ۷۱-۷۲، معجم الاصولیین ۱/ ۱۲۵، ۱۲۷ (۸۹)۔
[3] ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابراہیم التتائی متوفی ۱۵۳۵ء۔
[4] الفتح المبین ۳/ ۷۳۔
[5] احمد بن عبداللہ القریمی متوفی ۱۵۳۶ء قسطنطنیہ میں وفات پائی۔
[6] الطبقات السنیہ ۱/ ۳۲۹-۳۳۱، مگر اس میں ان کا نام القرمی مذکور ہے۔ الفوائد البهیه ص ۲۵، الفتح المبین ۳/ ۷۴، معجم الاصولیین ۱/ ۱۵۳ (۹۱)

عبدالرحیم شیخ زادہ امامی (متوفی ۹۴۴ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب نظم الفرائد و جمع الفوائد فی الاصول تالیف کی۔[2]

عبدالرحمٰن بن علی شافعی (۸۶۴ھ۔۹۴۴ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تیسرا الوصول الی جامع الاصول" تالیف کی۔[4]

حبیب اللہ ملا میرزا جان شیرازی شافعی (متوفی ۹۴۴ھ)[5]

دقت نظر اور ہمت مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ اس کثرت سے مطالعہ کرتے تھے، شروع رات سے لے کر صبح تک مطالعہ میں مشغول رہتے اور پیشاب تک کرنے نہیں اُٹھتے جس کی وجہ سے پیشاب کی جگہ خون آنے لگا، کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : صاحب معجم الاصولیین نے ان سے متعلق مندرجہ ذیل اقوال کو جمع کرکے نقل کیا ہے :

قول (۱) حاشیہ علی شرح العضد لمختصر المنتھی لابن الحاجب اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہی وہ کتاب ہے جس کا نام " الردود والنقود" ہے اور روضات الجنات میں ہے۔ "ولہ کتاب" الردود والنقود" المعروف الذی علقہ علی شرح المختصر العضدی" (اور ان کی کتاب الردود والنقود ہے جو شرح المختصر العضدی ء، پر تعلیقہ سے مشہور ہے۔)

قول (۲) حاشیۃ علی شرح المختصر للعضد لمیرزاجان حبیب اللہ متوفی سنہ ۹۹۴ھ۔

قول (۳) حاشیہ علی حاشیہ السید علی شرح العضد۔

قول (۴) حاشیہ علی شرح مختصر المنتھی للسید الشریف لمیراجان حبیب اللہ الشیرازی (متوفی ۹۹۴ھ)۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے صاحب معجم الاصولیین نے کہا : سید شریف کی مختصر المنتھی پر شرح نہیں ہے بلکہ ان کا حاشیہ ہے جو شرح العضد لمختصر المنتھی پر ہے۔

قول (۵) حاشیہ علی شرح مختصر المنتھی العضدی لحبیب اللہ میرزا جان الشیرازی (ت ۹۹۴)۔

قول (۶) حاشیہ العلامہ میرزاجان حبیب اللہ الشیرازی علی مختصر ابن الحاجب فی اصول الفقہ۔

قول (۷) معجم المؤلفین میں ہے : "حبیب اللہ میراز جان الشیرازی (متوفی ۹۹۴ھ۔۱۵۸۵م) من تصانیفہ... حاشیہ علی شرح عضد الدین الایجی لمنتھی السول والامل فی علمی الاصول والجدل"۔

---

[1] عبدالرحیم بن علی الامامی رومی، شیخ زادہ۔ [2] ایضاح المکنون ۴/۶۵۹۔

[3] ابوالفرج، وحیدالدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن یوسف الزبیدی الیمنی الدبیع۔

[4] ھدیۃ العارفین ۵/۵۳۵۔

[5] حبیب اللہ الباغوتی الشیرازی الاشعری متوفی ۱۵۳۷ء ان کی تاریخ وفات ۹۹۴ھ اور ۹۱۸ھ بھی بیان کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا اقوال میں مختلف طرح سے ان کی طرف نسبت کی گئی ہے تمام اقوال بالا کو اسماء الرجال کی کتب اور مکتبوں کے مکمل حوالوں کے ساتھ بیان کرنے کے بعد صاحب معجم الاصولیین نے اپنی تحقیق قلمبند کرتے ہوئے لکھا:

اقول: الصحیح "حاشیة علی شرح عضد الدین الایجی لمختصر منتهی السول الخ" لان عضد الدین لیس له شرح علی منتهی السول بل علی مختصر منتهی السول".

(میں کہتا ہوں کہ ان تمام مذکورہ بالا باتوں میں سے) صحیح بات حاشیہ علی شرح عضد الدین الایجی لمختصر منتهی السول الخ ہے کیونکہ عضد الدین کی منتہی السول پر کوئی شرح نہیں تھی بلکہ مختصر منتہی السول پر ان کی شرح تھی۔)[1]

ابراہیم الاسفرائینی (۸۷۳ھ۔۹۴۵ھ)[2]

استاد ابو اسحاق الاسفرائینی کی نسل میں سے تھے جو ایک علمی گھرانہ تھا۔ اسفرائین میں ان کے والد قاضی تھے۔ مختلف فنون میں آپ کی عمدہ تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشیہ علی التلویح" تالیف کیا۔

اولہ: (بعد الحمد و الصلوٰة): " فهذه تحقیقات بدیعة و تدقیقات منیعة للفاضل العلامه عماد الملة و الدین".

اخرہ: "بالاستغناء عن تقدیر "ان" واستعارة "أو" بمعنی "حتی" "الا" "تم".

مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔[3]

حسین الاردبیلی (متوفی ۹۵۰ھ)[4]

مختلف علوم وفنون کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ حاشیة علی شرح العضدیه لمختصر ابن الحاجب۔

۲۔ حاشیه علی حاشیة الجرجانی۔

۳۔ شرح تهذیب الاصول للعلامة الحلی۔[5]

---

۱ معجم الاصولیین ۲/۲۸۔۲۹ (۲۵۸)۔

۲ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ الاسفرائینی (۱۴۶۸ء۔۱۵۳۸ء) خراسان میں ولادت اور سمرقند میں انتقال ہوا۔

۳ معجم الاصولیین ۱/۶۰ (۳۲)۔

۴ حسین بن عبدالحق، کمال الدین الاردبیلی الالاھی متوفی ۱۵۴۳ء اردبیل میں ولادت و وفات ہوئی۔

۵ ھدیۃ العارفین ۵/۳۱۸، معجم الاصولیین ۲/۶۵،۶۶ (۲۹۹)۔

علی بن محمد البکری شافعی (متوفی ۹۵۲ھ)[۱]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المطلب فی شرح المنهاج ۔ ۔ ۲۔ المغنی شرح اخر المنهاج ۔[۲]

محمد بن محمد الحطاب مالکی (۹۰۲ھ۔۹۵۴ھ)[۳]

حافظ، محقق، علوم نقلیہ وعلقیہ میں متبحر تھے۔اپنے والد اور قاضی مدینہ محمد بن احمد السخاوی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، کئی کتابیں تصنیف کیں جو ان کے تبحر علمی پر دلالت کرتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "قرة العین شرح ورقات امام الحرمین فی الاصول" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ وہ اس کی تالیف سے ۹۶۵ھ میں فارغ ہوئے جو کہ غلط ہے۔[۴]

عیسیٰ بن محمد الایجی شافعی (۹۰۰ھ۔۹۵۵ھ)[۵]

انہوں نے "حاشیه علی شرح جمع الجوامع للمحلی فی الفروع" تالیف کیا۔[۶]

شہاب الدین عمیرہ شافعی (متوفی ۹۵۶ھ)[۷]

تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں ان کے زمانے میں علم کی ریاست شافعیہ ان پر ختم ہوتی تھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع "تالیف کیا۔ ایضاح المکنون میں حاشیه علی شرح جمع الجوامع للسبکی کے الفاظ مذکور ہیں۔[۸]

ابراہیم بن محمد الحلبی حنفی (متوفی ۹۵۶ھ)[۹]

علوم عربیہ، تفسیر، حدیث اور علوم قرآنی میں امام تھے۔ فقہ واصول میں ید طولی رکھتے تھے مصر جاکر وہاں کے کبار اساتذہ سے حدیث، تفسیر، اصول وفروع کا علم حاصل کیا، بلاد روم تشریف لے گئے اور پھر قسطنطنیہ میں مقیم ہوگئے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔[۱۰]

۱۔ ابوالحسن شمس الدین علی بن جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن ابن البکری الصدیقی المصری۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۷۔

۳۔ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب (۱۴۹۶ء۔۱۵۴۷ء) مکہ میں ولادت اور طرابلس میں وفات پائی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۲، الفتح المبین ۳/۷۵۔

۵۔ عیسیٰ بن محمد بن عبداللہ بن محمد الصفوی قطب الدین الایجی، مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۸۱۰۔

۷۔ شہاب الدین احمد البرلسی العمیرہ المصری متوفی ۱۵۴۹ء۔

۸۔ ایضاح المکنون ۳/۳۶۶ مگر تاریخ وفات ۹۷۰ھ مذکور ہے۔ الفتح المبین ۳/۷۶ معجم الاصولیین ۱/۶۸(۴۱)۔

۹۔ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی حنفی متوفی ۱۵۴۹ء۔

۱۰۔ الطبقات السنیہ ۱/۲۵۶، ۲۵۷، معجم الاصولیین ۱/۵۲(۲۶)۔

بہران الیمنی زیدی (متوفی ۹۵۷ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "الکامل بنیل السول فی علم الاصول" تالیف کی۔[2]

احمد الرملی شافعی (متوفی ۹۵۷ھ)[3]

شیخ الاسلام زکریا الانصاری (متوفی ۹۲۶ھ) صاحب غایۃ الاصول کے خاص شاگرد تھے۔ اسی لئے انہوں نے افتاء وتدریس کی اجازت دی اور اپنی زندگی اور موت بعد کے سوائے ان کے کسی کو بھی ان کی کتب کی تصحیح کی اجازت نہیں دی، یہی وجہ تھی کہ شرح البہجہ اور شرح الروض میں الرملی نے شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں چند مقامات کی تصحیح بھی کی تھی، مصر میں علوم شرعیہ کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ ان کا شمار بڑے علمائے شافعیہ میں ہوتا ہے ان کے زمانے میں سوائے چند ایک کے تمام علماء نے آپ سے علمی استفادہ کیا، آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "غایۃ المامول فی شرح ورقات الاصول" تالیف کی۔ اور اس کی تالیف سے ۹۲۰ھ میں فراغت پائی اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "الحمد للہ الذی رفع معالم دین الاسلام الخ" کئی مقامات پر اس کے نسخے اب بھی موجود ہیں۔[4]

ابوعبداللہ اللقانی مالکی (۸۷۳ھ-۹۵۸ھ)[5]

محقق، نظار اور اصولی تھے۔ ریاست علم واستفتاء ان کے زمانے میں ان پر ختم ہوتی تھی۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشیہ علی شرح جمع الجوامع للمحلی فی الاصول" تالیف کیا۔[6]

ابوبکر تقی الدین المقدسی شافعی (متوفی ۹۶۰ھ)[7]

مختلف فنون پر اور بالخصوص اصول فقہ میں مہارت رکھتے اسی لئے شیخ ابوبکر اصولی کے نام سے مشہور ہوگئے تھے۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا پھر دمشق آکر بدر غربی سے شرح جمع الجوامع للمحلی پڑھی۔[8]

قوجہ حسام حنفی (متوفی ۹۶۰ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔[10]

---

[1] محمد بن یحییٰ محمد بن احمد بن موسیٰ بن احمد بہران الصعدی الیمنی المصری۔
[2] ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۳۔
[3] احمد شہاب الدین الرملی المصری الانصاری متوفی ۱۵۵۰ء۔
[4] معجم الاصولیین ۱/۶۸، ۶۹ (۴۲)۔
[5] ابوعبداللہ محمد بن حسن اللقانی، ناصر الدین (۱۴۶۸ء-۱۵۵۱ء)۔
[6] ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۴، الفتح المبین ۳/۷۷۔
[7] ابوبکر تقی الدین بن شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن ابو اللطف المقدسی متوفی ۱۵۵۲ء۔
[8] ایضاح المکنون ۳/۳۶۶، ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۴، معجم الاصولیین ۲/۱۱، ۱۲ (۲۴۰)۔
[9] حسام الدین حسین الاماسی رومی حنفی الشہیر بقوجہ حسام۔
[10] ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۸۔

حسین الاسترابادی حنفی (متوفی ۹۶۱ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔[2]

مصطفیٰ بن شعبان شروری حنفی (متوفی ۹۶۲ھ)[3]

ادیب وقاضی تھے۔استنبول میں قاضی رہے اور بعض سلاطین عثمانیہ کی اولاد کے معلم بھی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی التلویح للتفتازانی" تالیف کیا۔[4]

عبدالعزیز المکناسی مالکی (متوفی ۹۶۴ھ)[5]

مقری،ادیب،شاعر اور بعض دوسرے علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔مدینۃ المنورہ میں شیخ القراء تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں "دار الاصول" کے نام سے ایک منظوم تالیف کیا۔[6]

زین الدین العاملی الشہید امامی (۹۱۱ھ۔۹۶۶ھ)[7]

فقیہ،اصولی،محقق اور بعض دوسرے علوم کے جاننے والے تھے۔متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تمهيد القواعد الاصوليه والفروعيه لتفريع موائد الاحكام الشرعيه.

یہ کتاب سات مجلدات میں ہے اور انہوں نے اس کتاب کی تالیف سے ۹۵۸ھ میں فراغت پائی۔ اوله : الحمد لله الذى وفقنا لتمهيد قواعد الاحكام الخ اس کتاب کو دو اقسام پر مرتب کیا۔ الاول : فى الاصول وتفريع ما يلزمها. والثانى : فى تقرير المطالب الفرعية منهما(منها) مائة قاعدة اس کا ایک نسخہ کربلا میں مخطوطات محمد باقر الطبا طبائی میں ۶ نمبر پر اور دوسرا مکتبہ امام الجمعہ "زنجان" میں ہے۔

۲۔ الاقتصاد والارشاد الى طريق الاجتهاد۔[8]

عرب زادہ حنفی (متوفی ۹۶۹ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی صدر الشریعہ" تالیف کی۔[10]

۱۔ کمال الدین حسین بن مسعود الاسترابادی متوفی ۱۵۵۳ء۔

۲۔ ھدیۃ العارفین ۵/۳۱۸،معجم الاصولیین ۲/۸۲(۳۱۶)۔

۳۔ مصطفیٰ بن شعبان الکلیبولی الرومی سروری۔

۴۔ ھدیۃ العارفین ۶/۴۳۳۔

۵۔ عبدالعزیز بن عبدالواحد بن محمد بن موسیٰ المغربی المکناسی متوفی ۱۵۵۶ء مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔

۶۔ معجم الاصولیین ۲/۲۱۱(۴۴۴)۔

۷۔ زین الدین بن علی بن احمد بن محمد بن علی النحاریری الجبعی العاملی الشامی الشیعی شہید ثانی (۱۵۰۵ء۔۱۵۵۸ء)۔

۸۔ کشف الظنون ۱/۴۸۴،ھدیۃ العارفین ۵/۳۷۸،۹۷۹،معجم الاصولیین ۲/۱۱۳(۳۳۹)۔

۹۔ محمد ابن الواعظ محمد الانطاکی البرسوی الرومی،عرب زادہ حنفی۔بحرابیض میں غرق ہو کر وفات پائی۔

۱۰۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۴۷۔

ابن نجیم حنفی (متوفی ۹۷۰ھ)[۱]

فقیہ، محقق اور اصولی تھے۔ قاسم بن قطلوبغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)، صاحب حاشیہ علی شرح عبداللطیف بن ملک لمنار الانوار فی اصول الفقہ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ افتاء وتدریس کی اجازت حاصل کی، فقہ حنفی کے قواعد وضوابط میں شہرہ آفاق کتاب "الاشباہ والنظائر" کے بھی مصنف ہیں، متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الاشباہ والنظائر، یہ کتاب قواعد فقہیہ پر مشتمل ہے۔

۲۔ فتح الغفار بشرح المنار للنسفی۔[۲]

یہ کتاب "مشکاۃ الانوار فی اصول المنار" کے نام سے مشہور ہے۔ بالفاظ دیگر دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں یہ کتاب جامعہ الازہر کلیہ الشریعہ الاسلامیہ کے دوسرے سال کے کورس میں شامل ہے اور یہ مطبع مصطفی البابی الحلبی، مصر سے ۱۳۵۵ھ۔۱۹۳۶ء میں چھپ چکی ہے۔

فتح الغفار پر حواشی :

شیخ عبدالرحمٰن البحراوی حنفی مصری (متوفی ۱۳۲۲ھ) نے اس کے بعض مقامات پر حواشی لکھے ہیں جو مشکاۃ الانوار کے ساتھ ہی چھپے تھے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد مشکاۃ الانوار کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"(وبعد) فهذا شرح على (المنار) في اصول الفقه، شرعت فيه حين اقرائه بالجامع الازهر درسا بدرس سنه خمس وستين وتسعمائة، يحل الفاظه ويبين معانيه، معرضا فيه عن التطويل والاسهاب، مقتصراً فيه غالبا على كلام جماعة من محققي المتاخرين من اصحابنا: كصدر الشريعة، وسعد الدين التفتازاني، وابن الهمام، والاكمل، مبنيا للأصح المعتمد مفصحا عماهو التحقيق والأوجه وسميته بمشكاة الانوار في اصول الفقه راجيا من الله تعالىٰ القبول، انه تعالىٰ خير مامول، هذا وقد كنت اختصرت تحرير الاصول قبله لمولانا المحقق ابن الهمام وسميته(لب الاصول) وهو حسبي ونعم الوكيل".[۳]

(وبعد : یہ کتاب "المنار فی اصول الفقہ" کی شرح ہے میں نے غیر ضروری طوالت اور شدید اختصار سے اجتناب کرتے ہوئے اس کے الفاظ کی توضیح اور اس کے معانی کی تبیین کی۔ اور یہ کام میں نے ۹۶۵ھ میں اس وقت شروع کیا۔ جب میں نے اس کتاب کو جامع الازہر میں درساً درساً پڑھاتا تھا۔ میں نے اس کتاب کے اکثر حصے میں اپنے اصحاب میں سے بعض متاخرین کے طریقے کو اپنایا ہے جیسے صدر الشریعہ، سعد الدین تفتازانی، ابن ہمام اور اکمل اور یہ تحقیقی کام اپنے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لحاظ سے واضح ہے۔ میں نے اس کتاب کا نام "مشکاۃ الانوار فی اصول الفقہ" رکھا۔

۱۔ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد الحنفی المصری ابن نجیم متوفی ۱۵۶۳ء۔ ۲۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۷۸۔

۳۔ فتح الغفار بشرح المنار معروف بمشکاۃ الانوار، ابن نجیم، ۱/۶ مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۵ھ۔۱۹۳۶ء۔

میں اللہ تعالیٰ سے جو خیر المرجوع ہے قبولیت کا سوال کرتا ہوں اور اس کتاب سے قبل میں نے مولانا محقق ابن الھمام کی کتاب کا اختصار کیا تھا اور اس کا نام لب الاصول رکھا تھا، میرے لئے اللہ کافی اور بہتر مددگار ہے۔)

ابن نجیم نے مشکاۃ الانوار کے آخر میں جس طرح اختتام کیا ہے اس سے یقین ہو جاتا ہے کہ دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وہ اس تعلیق الانوار علی اصول المنار نامی شرح کی تالیف سے اور فتح الغفار شرح المنار کی تالیف سے ۴ شوال ۹۶۵ھ کو فارغ ہوئے اور اللہ کی توفیق وطاقت سے اس کام کو پورے ماہ میں مکمل کیا۔

۳۔ لب الاصول۔

یہ کتاب ابن الھمام (متوفی ۸۶۱ھ) صاحب التحریر فی اصول الفقہ کا اختصار ہے۔ دار الکتب المصریہ وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اس کتاب لب الاصول کو انہوں نے "فتح الغفار" سے قبل تالیف کیا تھا، اور اس بات کی تصریح انہوں نے فتح الغفار کے مقدمہ میں کر دی تھی۔[1]

۴۔ تعلیق الانوار علی اصول المنار للنسفی۔

ھدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے تعلیق الانوار علی اصول المنار للنسفی بھی تالیف کیا۔ کشف الظنون میں ہے: "انہ مختصر لمنار النسفی"۔

۵۔ شرح معالم الاصول۔[2]

شہاب الدین عمیرہ شافعی (متوفی ۹۷۰ھ یا ۹۵۵ھ)

ان کا بیان ۹۵۵ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

ابن المعمار حنفی (متوفی ۹۷۱ھ)[3]

مدینۃ المنورہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے تعلیقہ علی حاشیہ التلویح الحسن چلپی تالیف کیا۔[4]

محمد بن ابراہیم ابن الحنبلی حنفی (متوفی ۹۷۱ھ)[5]

مؤرخ تھے اور کئی فنون کے ماہر عالم تھے۔ ۹۵۴ھ میں حج کیا اور دمشق جا کر علم کے فروغ میں بھرپور حصہ لیا۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "انوار الحلک علی شرح المنار لابن ملک" تالیف کی۔[6]

---

[1] کشف الظنون ۱/۳۵۸، ھدیۃ العارفین ۵/۳۷۸۔

[2] کشف الظنون ۲/۱۸۲۷، ھدیۃ العارفین ۵/۳۷۸، الفتح المبین ۳/۷۸، معجم الاصولیین ۲/۱۱۱، ۱۱۲ (۳۴۸)۔

[3] مصطفیٰ بن محی الدین محمد رومی حنفی، ابن العماد۔

[4] ھدیۃ العارفین ۶/۳۶۶۔

[5] ابوعبداللہ رضی الدین محمد بن ابراہیم بن یوسف بن عبدالرحمٰن ابن حنبلی، متوفی ۱۵۳۵ء۔

[6] کشف الظنون ۱/۱۹۸، ۲/۱۸۶۵، الفتح المبین ۳/۷۹۔

امیر بادشاہ البخاری حنفی (متوفی ۹۷۲ھ یا ۹۸۷ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "نجاح الوصول فی علم الاصول" تالیف کی۔[2]

ابن النجار حنبلی (۸۹۸ھ۔۹۷۲ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ:

انہوں نے کتاب "شرح الکوکب المنیر المسمی مختصر التحریر" یا "المختبر لمنکر شرح المختصر فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ڈکتور محمد زحیلی اور دکتور نزیہ حماد کی تحقیق کے ساتھ مکۃ المکرمہ اور دمشق سے ایک ساتھ ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔[4]

ابن جلال التوقیعی حنفی (متوفی ۹۷۳ھ)[5]

کئی علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ تدریسی خدمات انجام دیں۔ حلب، دمشق و مصر کے قاضی بنائے گئے، بہت سے فنون پر کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "تعلیقہ علی تغییر التنقیح لابن کمال فی الاصول" تالیف کیا۔[6]

ابوالثناء حنفی (متوفی ۹۷۴ھ)[7]

فقیہ واصولی تھے۔ ادباءِ روم میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ زبدۃ الاسرار فی شرح مختصر المنار۔ وہ اس کی تالیف سے ۹۷۴ھ میں فارغ ہوئے تھے، ۱۸۸۷ء میں قازان سے طبع ہو چکی ہے۔

۲۔ دائرۃ الاصول۔[8]

احمد الهیتمی، ابن حجر (۹۰۹ھ۔۹۷۴ھ)[9]

تفسیر، حدیث، فقہ، واصول فقہ، فرائض، صرف، نحو، منطق وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی سے تعلیم حاصل کی بعض اساتذہ سے افتاء وتدریس کی اجازت حاصل کی، کئی کتب تالیف کیں۔

۱۔ محمد امین بن الشریف، امیر بادشاہ البخاری۔ ۲۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۴۹۔ ۳۔ محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن علی الفتوحی الحنبلی، ابن النجار۔ ۴۔ شرح الکوکب المنیر المسمی مختصر التحریر یا المختبر المبتکر شرح المختصر فی اصول الفقہ، ابن النجار ۸۹۸ھ۔۹۷۲ھ، تحقیق محمد الزحیلی ونزیہ حماد، دمشق دار الفکر ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء اس کے علاوہ مکۃ المکرمہ جامعۃ الملک عبدالعزیز سے بھی اسی سن میں شائع ہوئی۔

۵۔ صالح ابن القاضی جلال الدین التوقیعی رومی، ابن جلال متوفی ۱۵۶۵ء۔ ۶۔ حدیۃ العارفین ۵/۴۲۳، معجم الاصولیین ۲/۱۳۸(۲۷۲)۔

۷۔ ابوالثناء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف بن ابوالبرکات الزیلی السیواسی حنفی متوفی ۱۵۶۶ء تاریخ وفات ۱۰۰۶ھ اور ۱۰۰۹ھ بھی بتائی گئی ہے۔

۸۔ کشف الظنون ۱/۷۲۹، حدیۃ العارفین ۵/۱۵۰، ۱۵۱، الفتح المبین ۳/۸۰، معجم الاصولیین ۱/۲۱۴(۱۵۸)۔

۹۔ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی السعدی الانصاری المکی ۱۵۰۴ء۔۱۵۶۷ء مکہ میں انتقال فرمایا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " التعریف فی الاصلین والتصوف" تالیف کی۔ یہ کتاب محمد بن علان الدیامی کی ''التلطف" کے ساتھ مکتبہ مصطفیٰ الحلبی ، قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔[1]

مصطفیٰ بن محمد بستان آفندی حنفی (متوفی ۹۷۷ھ) [2]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔[3]

شرف الدین العیثاوی شافعی (متوفی ۹۷۸ھ) [4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ''شرح الورقات للامام الحرمین فی الاصول " تالیف کی۔[5]

ابوالسعود العمادی (متوفی ۹۸۲ھ) [6]

اصول وفروع میں قوت کاملہ رکھتے تھے۔ بعض مسائل میں اجتہاد کرتے اور بعض دلائل میں ترجیح و تخریج کرتے ، سلطان سلیمان خان اور ان کے بعد اس کے بیٹے سلطان سلیم خان آپ کا بہت اکرام و تعظیم کرتے ۔ تدریس کی ، قسطنطنیہ میں منصب قضا پر فائز رہے انہوں نے تیس برس سے زائد عرصہ تک قاضی کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ثواقب الانظار فی اوائل المنار۔

۲۔ غمزات المليح ، على مباحث قصر العام من التلويح ۔[7]

احمد بن محمد الغزی شافعی (۹۳۱ھ۔۹۸۳ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ''الهج فی مختصر المنهج من الاصول" تالیف کی۔[9]

عبدالرحمٰن علمشاہ (متوفی ۹۸۷ھ)[10]

متکلم واصولی تھے۔ منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " شرح منار الانوار للنسفی " تالیف کی۔[11]

احمد الرومی قاضی زادہ حنفی (متوفی ۹۸۸ھ)[12]

تدریسی خدمات انجام دیں۔ حلب و قسطنطنیہ میں قاضی رہے، دیار رومیہ میں مفتی رہے، متعدد کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۹ (۱۷۲)۔

۲۔ مصطفیٰ بن محمد علی الرومی حنفی ، بستان آفندی۔

۳۔ هدیة العارفین ٦/٤٣٥۔

۴۔ شرف الدین یونس بن عبدالوہاب بن احمد بن ابوبکر الدمشقی شافعی العیثاوی۔

۵۔ هدیة العارفین ٦/٥٧٣۔

۶۔ ابوالسعود بن محی الدین محمد العمادی متوفی ۱۵۷۴ء۔

۷۔ هدیة العارفین ٦/٢٥٣، معجم الاصولیین ٢/١٣٠، ١٣١ (٣٥٧)۔

۸۔ احمد بن محمد بن محمد احمد الغزای شہاب الدین الدمشقی شافعی۔

۹۔ هدیة العارفین ٥/١٤٨۔

۱۰۔ علمشاہ عبدالرحمٰن بن صالحی امیر۔

۱۱۔ هدیة العارفین ٥/٥٤٧، معجم الاصولیین ٢/١٧٩ (٤١٥)۔

۱۲۔ احمد بن محمود شمس الدین بدرالدین الارونوی قاضی زادہ، رومی حنفی شیخ الاسلام متوفی ۱۵۸۰ء۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے تعلیقه علی التلویح للتفتازانی تالیف کیا۔ حدیۃ العارفین کے الفاظ یہ ہیں! انہوں نے "تعلیقه علی التلویح فی کشف حقائق التنقیح فی الاصول" تالیف کیا۔ مظہر بقا نے لکھا کہ ان کے خیال کے مطابق قاضی زادہ کی اصول فقہ پر ایک دوسری کتاب بنام "محاکمات بین صدر الشریعه وابن کمال باشا" بھی ہے واللہ اعلم۔[1]

احمد بن احمد السنباطی شافعی (متوفی ۹۹۰ھ)[2]

انہوں نے اپنے والد گرامی اور علماء مصر سے تعلیم حاصل کی۔ تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔ اپنے زمانے کے گنے چنے علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی شرح المحلی للورقات" تالیف کیا۔ الحمد کے بعد اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :...... وبعد فهذه حواش علی الورقات وشرحها للعلامه ...... المحلی الخ۔ اور اختتام یوں ہوتا ہے : ولیکن هذا اخر ما اردنا ایراده من الحواشی ...... اللهم اجعلها خالصة ...... وباحسان الی یوم الدین۔ اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں (۴۰۶) نمبر کے تحت بھی موجود ہے۔[3]

فضیل بن علاء الدین الجمالی حنفی (۹۲۰ھ۔۹۹۱ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے "تنویع الاصول الی علم الاصول" کے نام سے ایک مختصر متن لکھا۔ جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ "حامد الشارع لشرع مشارع الشرع والدین" الخ، انہوں نے اپنی اس کتاب کو دو مقاصد یعنی اول ادلہ اور دوم احکام پر مرتب کیا اور وہ اس کی تالیف سے ۹۵۸ھ میں فارغ ہوئے۔

۲۔ توسیع الاصول فی شرح تنویع الاصول۔ نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ ان کی اول الذکر کتاب تنویع الاصول کی شرح ہے۔[5]

احمد بن احمد التنبکتی (۹۲۹ھ۔۹۹۱ھ)[6]

محدث اصولی، بیانی اور منطقی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[7]

---

[1] کشف الظنون ۱/۴۹۸، اس میں تاریخ وفات ۹۸۸ھ مذکور ہے۔ حدیۃ العارفین ۵/ ۱۴۸، معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۶، ۲۳۷ (۱۷۹)۔

[2] احمد بن احمد عبدالحق شہاب الدین السنباطی المصری الشافعی، ان کی تاریخ وفات ۹۹۵ھ اور ۹۹۷ھ بھی بتائی جاتی ہے۔

[3] حدیۃ العارفین ۵/ ۱۴۹، معجم الاصولیین ۱/ ۸۴، ۸۵ (۵۴)۔

[4] فضیل ابن علاء الدین علی بن احمد بن محمد الجمالی الاقصری الحنفی۔

[5] حدیۃ العارفین ۵/ ۱۴۹، معجم الاصولیین ۱/ ۸۴، ۸۵ (۵۴)۔

[6] احمد بن احمد بن عمر بن محمد اقیت التکروری التنبکتی، حاج احمد (۱۵۲۲ء۔۱۵۸۳ء)۔

[7] معجم الاصولیین ۱/ ۸۶ (۵۵)۔

محمد الاردبیلی امامی (متوفی ۹۹۳ھ) [1]

شہید ثانی کے بعض تلامذہ اور فضلاء عراق سے معقول و منقول کی تعلیم حاصل کی وہ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

مولفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعلیقات علی شرح المختصر للعضد" تالیف کی۔ [2]

احمد بن قاسم شافعی (متوفی ۹۹۴ھ) [3]

مولفات اصولیہ :

۱۔ حاشیه علی شرح جمع الجوامع

انہوں نے اس کتاب کا نام "الایات البینات" رکھا۔ اس کے مقدمہ میں اس کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے جمع الجوامع اور محقق المحلی کی اس شرح پر ہونے والے اعتراضات کے اندفاع وفساد کو بیان کیا۔ یہ حاشیہ مطبعہ بولاق سے ۱۲۸۹ھ میں چھپ چکا ہے صاحب معجم الاصولیین نے البورینی کا یہ قول نقل کیا ہے :

"یجمع فیها بین الحاشیتین لکمال بن ابی شریف وللقاضی، زکریا، وله بینهما المحاکمات العادلة والافادات الشامله".

(انہوں نے اپنی اس کتاب میں کمال بن ابی شریف اور قاضی زکریا کے حاشیوں کو جمع کیا اور ان دونوں حاشیوں کے درمیان ان کے مفید اور اصح اقوال ہیں۔)

۲۔ حاشیه علی شرح الورقات

شرح ورقات پر العبادی کے دو حاشیہ یا دو شرحیں ہیں۔ الکبیر اور الصغیر، ان میں سے "الصغیر" مطبعہ الحلبی، قاہرہ سے ارشاد الفحول کے حاشیہ پر چھپ چکا ہے اور اسی طرح یہ مطبعہ الخیریہ قاہرہ سے سنہ ۱۳۰۶ھ میں امام قرافی کی کتاب "شرح التنقیح" کے حاشیہ پر چھپ چکا ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں شارح نے لکھا :

"هذا شرح لطیف ومجموع شریف للورقات وشرحها للعلامه المحلی. رحمه الله یستحسنه الناظرون ویعترف بفضله المنصفون حمدا، لخصته من شرحی الکبیر علیهما".

جہاں تک "شرح الکبیر" کا تعلق ہے تو اس کا ایک نسخہ خطیہ مکتبہ الملکیہ برلن میں ۴۳۶۳ کے تحت موجود ہے۔

اوله : حمدا یلیق بجلال عزتک یارب العالمین ...... وبعد فهذا مادعت الیه حاجة المتفهمین الخ۔

اخره : کلما ذکره الذاکرون وغفل عن ذکره الغافلون، مکتبہ الاحمدیہ حلب میں ۳۱۲ کے تحت ۹۹۶ھ میں ناصر الدین المنزلی کے ہاتھ کا لکھا ہوا مخطوطہ موجود ہے اور دیگر مقامات میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔ [4]

۱۔ احمد بن محمد الاردبیلی الاذربیجانی متوفی ۱۵۸۸ء۔

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۱۹۱ (۱۳۹)۔

۳۔ شہاب الدین احمد بن قاسم العبادی قاھری متوفی ۱۵۸۵ء مدینۃ المنورہ میں وفات پائی۔

۴۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۳۹، الفتح المبین ۳/۸۱، معجم الاصولیین ۱/۱۸۷، ۱۸۸ (۱۳۶)۔

عوض بن عبداللہ العلائیہ وی حنفی (متوفی ۹۹۴ھ)[1]

فقیہ اور روم میں قاضی العسکر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی التلویح" تالیف کیا۔[2]

حبیب اللہ الشیر ازی حنفی (متوفی ۹۹۴ھ)[3]

متکلم، اصولی اور منطقی تھے۔ بہت سی کتب تالیف کیں جو زیادہ تر شروح کی صورت میں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی شرح القطب الشیرازی لمختصر المنتھی تالیف کیا۔[4]

احمد المکناسی المنجو ر (۹۲۶ھ۔۹۹۵ھ)[5]

مظہر بقا نے نیل الابتہاج سے یہ عبارت نقل کی ہے :

"کان اخر فقهاء المغرب ومشار کیهم فی الفنون فقها و اصولا"۔
(وہ مغرب کے آخری فقہاء اور ان کے فنون فقہ واصول میں مشارکت رکھنے والے شخص تھے)

اپنے وقت کے تقریباً تمام بڑے شیوخ سے اکتساب علمی کیا۔ تاریخ، بیان منطق، اصول وحدیث، تفسیر وغیرہ سب سے بڑے عالم حافظ وعارف تھے۔ عقائد واصول میں ید طولی رکھتے، متعدد کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : شرح المنهج المنتخب علی قواعد المذهب۔[6]

محمد بن مصطفیٰ الوانی (لوانی) حنفی (متوفی ۱۰۰۰ھ)[7]

مدینہ المنورہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نقد الدرر حاشیه علی الدرر والغرر لملا خسرو فی الاصول" تالیف کی۔[8]

ابو الخیر الطبر ی (دسویں صدی ہجری کے عالم)[9]

مسجد الحرام میں مدرس تھے۔ مختلف فنون کی تعلیم وتعلم میں مصروف رہے اور کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح الورقات لامام الحرمین" تالیف کی۔[10]

☆☆☆

1۔ عوض بن عبداللہ العلائیہ وی الموعادی۔
2۔ ھدیہ العارفین ۸۰۴/۵۔
3۔ شمس الدین حبیب اللہ بن عبداللہ العلوی الدھلوی، میرزا جان شیرازی متوفی ۱۵۸۶ء۔
4۔ ھدیہ العارفین ۲۶۲/۵، ۲۶، معجم الاصولیین ۲/ ۲۷، ۲۸ (۲۵۷)۔
5۔ احمد بن علی بن عبدالرحمن بن عبداللہ المنجو ر المکناسی التجار (۱۵۲۰ء۔۱۵۸۷ء) فارس میں ولادت ہوئی۔
6۔ معجم الاصولیین ۱۷۲/۱ (۱۴۳)۔
7۔ محمد بن مصطفیٰ الکورانی رومی حنفی۔
8۔ ھدیہ العارفین ۲۶۰/۶۔
9۔ ابو الخیر بن محمد ابو السعادات بن المحب محمد بن الرضی۔ محمد حسین الطبر ی مالکی۔
10۔ معجم الاصولیین ۹۸/۲ (۳۳۶)۔

فصل پنجم

گیارہویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

گیارہویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر

عثمانی خلیفہ سلطان مراد خان ثالث کی وفات کے بعد ۱۵۹۵ھ میں اس کا بیٹا محمد ثالث جانشین ہوا۔ اسے کئی مقامات پر بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا، شاہ ایران نے بھی دولت عثمانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور اپنے غصب شدہ صوبوں کو واپس لے لیا۔ ۱۶۰۳ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا احمد اول جانشین ہوا ستر ہویں صدی کا ابتدائی زمانہ سلطنت عثمانیہ کے لئے نہایت نازک اور تشویش انگیز تھا لیکن سلطنت کی خوش نصیبی تھی کہ یورپ کی کوئی بڑی طاقت ترکوں کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کے قابل نہ تھی۔ ۱۶۱۷ء میں احمد اول کے انتقال کے بعد دولت عثمانیہ کے رائج دستور کے خلاف اس کے بیٹے کے بجائے اس کا نااہل و ناعاقبت اندیش بھائی تخت حکومت پر بیٹھا، مگر ۱۶۱۸ء میں اس کو ہٹا کر اس کی جگہ احمد کے بیٹے عثمان کو تخت پر بٹھایا گیا مگر جب اس کے خلاف بھی بغاوتیں پھوٹ پڑیں تو صدر اعظم داؤد پاشا نے عثمان کو نظر بند کر کے پھانسی دلوادی...... ۱۶۲۳ء میں عثمان کے بھائی شہزادہ مراد رابع کو اس پر بٹھایا گیا اس وقت یمن، مصر، تیونس، طرابلس اور الجزائر وغیرہ میں بغاوتیں اپنے عروج پر تھیں مگر مراد رابع نے اپنی والدہ سلطانہ کے تدبر اور سیاسی علم و بصیرت کی بدولت مستحکم ستون بن کر گرتے ہوئے قصر سلطنت کو تھام لیا اور حافظ پاشا کو بغداد بھیج کر ۱۶۳۹ء میں اسے فتح کروایا جہاں شاہ ایران عباس صفوی ولی بن بیٹھا تھا۔ مراد کا دور عدل و انصاف، رعایا کے تمام طبقوں میں اطمینان، آسودگی اور حکومت کے ہر شعبے میں انتظام، تعمیر و ترقی سے عبارت تھا۔

۱۶۴۰ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کا بھائی ابراہیم جانشین ہوا جس کی کاہلی، بے تدبیری، عیش پرستی نے بدنظمی و تباہی کے کنارے پر لا ڈالا البتہ اس کے دور میں ازف کی فتح ہوئی اور کویت کی فتح کی داغ بیل پڑ گئی جو محمد رابع کے زمانے میں فتح کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ ان کے بعد محمد رابع (۱۶۴۸ء۔ ۱۶۸۷ء) تخت نشین ہوا مگر ملکی باگ دوڑ صدر اعظم محمد کوبریلی کے ہاتھ میں رہی جو ایک کم تعلیم یافتہ مگر سیاسی بالغ نظری اور انتظام و سلطنت میں گہری واقفیت رکھنے والا شخص تھا اس کے دور میں حکومت کے ہر شعبے میں باقاعدگی، تنظیم، انصاف، تعمیر، اصلاح و ترقی کے مناظر دکھائی دینے لگے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا ۱۶۶۱ء جانشین بنا جو رعایا کے تمام طبقوں میں نہایت ہر دل عزیز تھا اس کے زمانے میں روس کے حمایت یافتہ پولینڈ سے جنگ ہوئی اور کئی علاقے جن میں اوگرین کا تقریباً سارا علاقہ بھی شامل تھا، دولت عثمانیہ میں شامل ہو گئے۔ سلطان محمد رابع علم دوست، فنون نواز شخص تھا وہ علماء و فضلاء اور ارباب کمال کو نہایت قدر و عزت سے دیکھتا، اور پھر جب سلطان سلیمان ثانی (۱۶۸۷ء۔ ۱۶۹۱ء) کا دور آیا تو اس میں سلطنت کی گرفت ڈھیلی نظر آنے لگی۔ آسٹریا، بلغراد اور بوسنیا کے ایک بڑے حصہ پر مخالفین کا تسلط و قبضہ ہو گیا ڈلماشیا بغاوت کے زور سے خود مختار

ہو گیا مملکت کے جنوبی علاقوں کی حالت بھی کچھ اسی طرح تھی اور پھر اسی زمانے میں یہ بھی حقائق رونما ہوئے انہوں نے چھینے گئے علاقوں کو واپس لینے کی کوشش کی اور کئی مفید نتائج بھی نکلے۔[1]

دسویں صدی ہجری کے اواخر میں افریقہ تک دولت عثمانیہ پہنچ گئی دوسری طرف مغرب میں اسپانیوں کے اندلس میں اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں تسلط حاصل کر لینے کے بعد سے وہاں انقلابات، اور سیاسی ہنگامہ نہیں ہوئے علماء میں سے جو کچھ وہاں باقی رہ گئے تھے وہ علم کی ترویج واشاعت کے لئے افریقہ ہجرت کر گئے۔ اس زمانے میں علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں عثمانیوں نے کوئی خاطر خواہ خدمات انجام نہیں دیں۔ وہ دار الخلافہ سے مختلف شہروں میں قضاہ کے لئے قاضی روانہ کرتے۔ اس دور میں اصول فقہ کی تصنیف وتالیف میں بھی کوئی بنیادی کام نظر نہیں آتا اور اسی طرح فقہ میں عملی اجتہاد بھی نظر نہیں آتا۔ تصنیف وتالیف زیادہ تر شروح، حواشی، مختصر وتعلیقات کی صورت میں کی گئیں۔ اس صدی کے چند مشہور اصولی مؤلفین یہ ہیں، علامہ حسن الشرنبلالی مصری حنفی (۱۰۶۹ء) انہوں نے کتاب "العقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید" تالیف کی، علاء الدین الحصکفی دمشقی حنفی (۱۰۸۸ھ) انہوں نے کتاب "افاضۃ الانوار علی اصول المنار" تالیف کی، علامہ محمد حسن الکواکبی الحلبی حنفی (۱۰۹۶ھ) انہوں نے اصول فقہ میں ایک منظومہ تالیف کیا۔ اس دور میں اصول فقہ پر نسبتاً کم تالیفات لکھی گئیں اور لکھی گئی تصنیفات زیادہ حنفی علماء کی تھیں کیونکہ انہیں دولت عثمانیہ میں ایک مقام حاصل تھا اور دولت عثمانیہ کا مذہب بھی حنفی تھا۔

گیارہویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات

محمد بن عبداللہ خطیب التمرتاشی حنفی (متوفی ۱۰۰۴ھ)[2]

قاہرہ آ کر ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) کی شارح المنار سے تفقہ حاصل کیا بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح المنار للنسفی فی الاصول، یہ شرح صرف "باب السنۃ" تک ہے۔

۲۔ کتاب الوصول الی قواعد الاصول ۳۔ شرح مختصر المنار[3] یہ شرح ایک جلد میں ہے۔

شمس الدین الرملی شافعی (۹۱۹ھ۔۱۰۰۴ھ)[4]

اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے تلامذہ کو تفسیر، حدیث، اصول وغیرہ نحو وغیرہ کی تعلیم وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ افتاء شافعیہ کے منصب پر فائز ہوئے۔

---

1. تاریخ اسلام، ابو نعیم عبدالحکیم نشتر جالندھری، ص ۹۰۔۸۱۷ ملخص لاہور کتاب منزل کشمیر بازار۔
2. شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد الخطیب التمرتاشی الغزی متوفی ۱۵۹۶ء، غزہ میں ولادت ہوئی۔
3. ہدیۃ العارفین ۶/۲۶۳، الفتح المبین ۳/۸۶۔
4. محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرملی المصری الانصاری شافعی الصغیر (۱۵۱۳ء۔۱۵۹۶ء) مصر میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نهاية المحتاج الى شرح المنهاج ۲۔ حاشيه على شرح التحرير[۱]

احمد بن محمد السیواسی حنفی (متوفی ۱۰۰۶ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ دائرة الاصول ۲۔ زبدة الاسرار شرح مختصر المنار[۲]

ابن ابی السعود حنفی (متوفی ۱۰۰۸ھ)

انہوں نے "حاشيه على الدرر والغرر لملا خسرو" تالیف کیا۔[۳]

محمد بن یحییٰ القرافی مالکی (۹۳۹ھ۔۱۰۰۸ھ)[۴]

اپنے زمانے کے رئیس العلماء اور شیخ المالکیہ رہے اور مالکی منصب قضاء پر فائز ہوئے۔ بہت سی مفید کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعليق فى الاصول على ابن الحاجب" تالیف کی۔[۵]

احمد الجابری (متوفی ۱۰۰۸ھ)[۶]

کئی مشہور واہم مدارس میں تدریس کی، شام، مصر، اردن، قسطنطنیہ میں قاضی القضاۃ رہے۔ معقولات اور ان کے فنون میں امتیازی مقام رکھتے تھے کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : حواش على التلويح۔[۷]

احمد قرہ باغی (متوفی ۱۰۰۹ھ)[۸]

فضلاء میں سے تھے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد استنبول گئے قاضی العسکر مقرر ہوئے۔ فقہ وغیرہ میں کتب تالیف کیں۔ انہوں نے "حاشيه التلويح" تالیف کیا۔[۹]

علی بن جار اللہ المکی حنفی (متوفی ۱۰۱۰ھ)[۱۰]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشيه على شرح التوضيح" تالیف کیا۔[۱۱]

۱۔ الفتح المبین ۳/۸۴۔ ۲۔ ابو الثناء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف الزیلی الرومی السیواسی ھدیۃ العارفین ۵/۱۵۰۔

۳۔ مصطفیٰ بن ابو السعود شیخ الاسلام محمد بن الرومی الحنفی ھدیۃ العارفین ۶/۴۳۸۔

۴۔ بدر الدین محمد بن یحییٰ بن عمر بن یونس القرافی مالکی مصری۔ ۵۔ الفتح المبین ۳/۸۷۔

۶۔ احمد بن روح اللہ بن ناصر الدین بن غیاث الدین بن سراج الدین الانصاری الجابری الرومی متوفی ۱۵۹۹ء۔

۷۔ الطبقات السنیہ ۱/۴۰۵، ۴۰۶ (۱۹۳) معجم الاصولیین ۱/۱۱۹ (۸۴)۔

۸۔ ملا احمد شمس الدین قرہ باغی متوفی ۱۶۰۰ء۔ ۹۔ معجم الاصولیین ۱/۷۰ (۴۳)۔

۱۰۔ علی بن جار اللہ بن محمد بن ابو الیمنی ابن ابی بکر بن علی بن البرکات المخزومی القرشی۔ ۱۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/۷۵۱۔

حسن بن زین الدین شامی امامی (۹۵۹ھ۔۱۰۱۱ھ)[1]

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور شاعر تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ معالم الدین وملاذا لمجتهدین، یہ کتاب ایران سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ مشكاة القول السديد فی تحقيق معنى الاجتهاد والتقليد۔[2]

۳۔ تمهيد القواعد الاصوليه والعربيه والفروعيه لتفريع الاحكام الشرعيه یہ کتاب ۶ مجلدات میں ہے۔[3]

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ)[4]

ہرات کے بعد مکہ آ کر وہاں کے علماء سے مستفید ہوئے۔ قاضی زکریا الانصاری کے شاگرد رشید شیخ احمد مصری سے بھی تعلیم حاصل کی مختلف فنون پر یادگار کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب توضيح المبانی وتنقيح المعانی تالیف کی۔ یہ زین الدین ابوالعز طاہر بن حسن بن عمر کی کتاب "مختصر المنار" کی شرح ہے۔ ھدیۃ العارفین میں ہے : شرح مختصر المنار لابن حبيب الحلبی فی الاصول۔[5]

حسین الخلخالی (متوفی ۱۰۱۴ھ)[6]

مشہور محققین اور علماء عاملین میں سے تھے۔ علامہ حبیب اللہ معروف بہ میرزا جان (متوفی ۹۹۴ھ) صاحب حاشیہ علی شرح العضد الشیرازی لمختصر المنتهی سے تعلیم حاصل کی اور وہ مختلف فنون پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیه علی حاشية الجرجانی علی شرح العضد لمختصر ابن الحاجب تالیف کیا۔ دار الکتب المصریہ میں ۴۹۴ کے علاوہ مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔[7]

نسیمی زاده (متوفی ۱۰۱۴ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تحارير الملحقات وتقارير المتحققات فی شرح الورقات الامام الحرمين۔

۲۔ جامع المتفرقات من فرائد الورقات۔[9]

۱۔ ابو منصور جمال الدین حسن بن زین الدین علی الشہید العاملی شامی (۱۵۵۲ء۔۱۶۰۲ء)۔

۲۔ ایضاح المکنون ۴/۴۸۸، اس میں ان کا نام حسن بن علی بن احمد الحرانی الشیعی مذکور ہے۔

۳۔ ایضاح المکنون ۳/۳۲۲، الفتح المبین ۳/۸۸، معجم الاصولیین ۲/۴۸ (۲۸۰)۔

۴۔ نور الدین علی بن سلطان محمد الھروی متوفی ۱۶۰۵ء، ہرات میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۵/۷۵۱، الفتح المبین ۵/۷۵۱۔

۶۔ حسین (حسن) الحسینی الخلخالی متوفی ۱۶۰۵ء۔

۷۔ معجم الاصولیین ۲/۶۳ (۲۹۶)۔

۸۔ شیخ ابراہیم بن سید النکہاری الرومی نسیمی زادہ۔

۹۔ ھدیۃ العارفین ۵/۲۰۔

امام الکاملیہ شافعی (متوفی ۸۷۴ھ یا ۱۰۱۵ھ)

ان کا بیان ۸۷۴ھ تاریخ وفات کے تحت گزر چکا ہے۔

محمد بن مصطفیٰ العینی حنفی (متوفی ۱۰۱۶ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "حدائق الاصول" تالیف کی۔[2]

مصطفیٰ چلپی حنفی (متوفی ۱۰۱۷ھ)[3]

انہوں نے اصول فقہ میں حواش علی صدر الشریعۃ تالیف کیے۔[4]

عمر بن محمد الفارسکوری شافعی (متوفی ۱۰۱۸ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب "جوامع الاعراب وھوامع الاداب" تالیف کی اور اس میں جمع الجوامع کو نظم کیا۔

۲۔ ھمع الھوامع، یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔[6]

محمد بن عبدالجبار القرہ باغی (متوفی ۱۰۲۳ھ)[7]

استنبول کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے تعلیقہ علی صدر الشریعۃ تالیف کیا۔[8]

احمد الحمیدی الرومی (متوفی ۱۰۲۴ھ)

قدس میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح الغرر و الدرر لملا خسرو فی الاصول" تالیف کی۔[9]

حسین بن طورخان الاقحصاری حنفی (متوفی ۹۵۱ھ۔۱۰۲۵ھ)[10]

فقیہ، باحث اور کئی علوم میں مہارت رکھتے۔ استانہ میں تعلیم حاصل کی۔ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں پر عبور رکھتے۔ اقحصار میں قاضی رہے، کئی کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ محمد بن مصطفیٰ التیرہ وی الرومی حنفی عینی۔
۲۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۶۷۔
۳۔ مصطفیٰ چلپی بن......البرسوی ھوائی۔
۴۔ ھدیۃ العارفین ۵/۴۳۹۔
۵۔ سراج الدین عمر بن محمد بن ابوبکر الفارسکوری مصری نحوی شافعی۔
۶۔ ھدیۃ العارفین ۵/۷۹۶۔
۷۔ محمد بن عبدالجبار القرہ باغی الاصول، عبدالجبار زادہ، قسطنطنیہ میں پیدا ہوئے۔
۸۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۷۰۔
۹۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۵۴۔
۱۰۔ حسن بن طورخان بن داؤد بن یعقوب الاقحصاری کافی (۱۵۴۴ء۔۱۶۱۶ء) اقحصار میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ سمت الوصول الی علم الاصول وشرحه ۔ ھدیۃ العارفین میں "سمط" (بالطاء) مذکور ہے شاید کتابت کی غلطی ہو اور یہ کتاب النسفی کی "المنار" کا مختصر ہے اور کشف الظنون میں اس کتاب پر ان الفاظ کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے :

"(منار الانوار للنسفی) لایخلو من نوع التعقید والحشو والتطویل، فحرره ورتبه علی ابلغ نظام وترتیب بزیادة التوضیح والتنقیح".

(منار الانوار للنسفی پیچیدگی بلا فائدہ کلام، اور غیر ضروری طوالت سے خالی نہیں ہے اس کتاب کو انہوں نے بہترین انداز میں ترتیب دے کر تحریر کیا اور انہوں نے اپنی اس کتاب کو التوضیح والتنقیح کی ترتیب پر مرتب کیا ہے)

مکتبہ الازھریہ (۸۹۷) ۲۲۴۶ اور (۱۵۸۳) کے علاوہ دیگر مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۲۔ شرح تغییر التنقیح۔[1]

احمد بن علی الاردیسی مالکی (۹۷۱ھ۔۱۰۲۷ھ)[2]

فقیہ تھے، فاس میں تعلیم حاصل کی۔ علم الوثائق والاحکام میں کمال حاصل کیا اور واپس شفشاون لوٹ آئے اور وہاں کے خطیب اور کئی بار قاضی بنائے گئے کئی کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تقییدات فی الفقه والاصول" تالیف کی۔[3]

قاسم بن محمد زیدی (متوفی ۱۰۲۹ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الاساسی المتکفل بکشف الالتباس فی الاصول۔[5]

۲۔ مرقاة الوصول الی علم الاصول۔[6]

شرح مرقاة الوصول : قاسم بن محمد زیدی کے پوتے محمد بن الحسینی ابن القاسم (متوفی ۱۰۷۹ھ) نے اس کی شرح لکھی اور اس کا نام "التسھیل" رکھا۔[7]

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ھدیۃ العارفین ۱/۲۹۱ اس میں ان کا نام حسن بن عبداللہ الاقصاری القاضی الحنفی الزاہد المعروف بکافی الصولی ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۴۳ (۳۷۴)۔

[2] ابوالعباس احمد بن علی بن احمد بن علماء الحسینی الشریف (۱۵۶۴ء۔۱۶۱۸ء) شفشاون میں ولادت و وفات ہوئی۔

[3] معجم الاصولیین ۱/۱۶۲ (۱۱۷)۔

[4] امام منصور باللہ الزیدی قاسم بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن رشید صاحب الیمنی۔

[5] ھدیۃ العارفین ۵/۸۳۳۔

[6] ایضاح المکنون ۴/۴۶۹، ھدیۃ العارفین ۵/۸۳۳۔ [7] ایضاح المکنون ۴/۴۶۹۔

بہاءالدین العاملی امامی (۹۵۳ھ-۱۰۳۱ھ)[1]

امام، عالم اور ادیب تھے۔ ان کے والد ان کو ساتھ لے کر بلاد عجم منتقل ہو گئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیه علی شرح العضدیه لمختصر الاصول۔[2]

۲۔ الزبدۃ فی الاصول۔[3]

ابراہیم الحصکفی ابن الملا شافعی (متوفی ۱۰۳۲ھ)[4]

ادیب تھے۔ صاحب اشعار و کتب ہیں۔ اپنے والد اور پھر علماء دمشق سے علم و اجازت حاصل کی اور پھر واپس حلب آ گئے۔ گوشہ نشینی اختیار کر لی اور پھر صرف تلاوت، قرآن، مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے تھے اس دوران کئی عمدہ کتب تالیف کیں جو زیادہ تر فقہ، منطق میں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : امام الحرمین کی الورقات پر مندرجہ ذیل تین شروح لکھیں :

۱۔ "کفایة الرقاة الی معرفة عرف الورقات" یہ ایک مختصر شرح ہے۔

۲۔ "التحاریر الملحقات و التقاریر الملحقات" یہ ایک متوسط شرح ہے۔

۳۔ "جامع المتفرقات من فوائد الورقات" یہ ایک مطول شرح ہے۔

آغاز یوں ہے : "حمد المن من علینا بالاهتداء والوصول الی حقائق ورقات الاصول" الخ معجم الاصولیین میں اس کے کئی مقامات پر نسخوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۴۔ منح ذی اللب السرح بین فوائد اللب و الشرح دار الکتب المصریه (التیموریه ۲۶۰ مجامیع) (۱۱) میں مؤلف کے خط میں اس کا نسخہ موجود ہے جو آخر سے ناقص ہے۔

۵۔ اور "شرح اللب" فی الاصول للعلامه محمد بن احمد الانصاری القاهری[5]

عبدالقادر الطبری شافعی (۹۷۶ھ-۱۰۳۳ھ)[6]

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) شارح مختصر المنار زین الدین وغیرہ سے اخذ علم کیا۔ تدریس، افتاء و تصنیفی خدمات انجام دیتے رہے۔

---

[1] بہاءالدین محمد بن حسین بن عبدالصمد بن عزالدین الحارثی العاملی (۱۵۴۷ء-۱۶۲۲ء) بعلبک میں ولادت اور اصفہان میں وفات پائی۔

[2] ھدیة العارفین ۲۷۳/۶۔ [3] الفتح المبین ۹۱/۳۔

[4] ابراہیم بن احمد بن محمد بن علی بن الملا الحصکفی شافعی، ابن الملا متوفی ۱۶۲۳ء حلب میں ولادت و وفات ہوئی۔

[5] کشف الظنون ۲۰۰۶/۲، ھدیة العارفین ۳۰/۵، معجم الاصولیین ۲۵،۲۳/۱ (۵)۔

[6] عبدالقادر بن محمد بن یحییٰ بن مکرم الطبری المکی الشافعی (۱۵۶۸ء-۱۶۲۳ء) مکہ میں ولادت و وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " الاقلید فی التقلید" تالیف کی۔[1]

حسان زادہ حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی صدر الشریعہ. ۲۔ حاشیہ علی التلویح.[3]

ابن الاھدل حنفی (۹۸۴ھ۔۱۰۳۵ھ)[4]

عالم اور بہترین ادیب تھے۔اور کئی علوم کے عارف تھے،کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : نظم الورقات فی اصول الفقہ[5]

عبدالرحمٰن بن محمد القصر ی مالکی (۹۷۲ھ۔۱۰۳۶ھ)[6]

نحو،لغت،تفسیر،فقہ،اصول،کلام،منطق،بیان اور موسیقی کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ :اصول میں " حاشیہ علی المحلی "تالیف کیا۔[7]

مولی عثمان بن عبداللہ الرومی حنفی (متوفی ۱۰۳۶ھ)[8]

مکہ المکرمہ میں قاضی بنائے گئے۔

مؤلفات اصولیہ : تسہیل مرقاۃ الوصول الی علم الاصول ،یہ ایک مجلد کی صورت میں ہے۔آغاز اس طرح ہوتا ہے : " الحمد للہ الذی ھدانا لدینہ" الخ . ایضاح المکنون میں ہے :

" وھو ترجمۃ المراۃ علی المرقاۃ لملا خسرو فی مجلد مطبوع ".
(اور وہ کتاب مراۃ علی المرقاۃ لملا خسرو کی شرح ہے جو ایک مجلد میں مطبوع ہے۔)[9]

ھدایۃ اللہ العلائی (متوفی ۱۰۳۹ھ)[10]

مؤلفات اصولیہ : تعلیقہ علی التلویح للتفتازانی فی الاصول۔[11]

۱۔ معجم الاصولیین ۹/۲۲۴(۳۵۵)۔
۲۔ مصطفی بن حسام الدین حسین بن محمد بن حسام الدین البرسوی الرومی حسام زادہ۔
۳۔ ھدیۃ العارفین ۶/۴۳۹۔
۴۔ ابوبکر بن ابوالقاسم بن احمد بن محمد الحسینی الیمنی التھامی الصوفی ابن الاھدل ،الحنفی (۱۵۷۶ء۔۱۶۲۶ء)۔
۵۔ ھدیۃ العارفین ۵/۲۳۹،معجم الاصولیین ۲/۸(۲۳۷)۔
۶۔ ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن یوسف القصر ی الفاسی (۱۵۶۴ء۔۱۶۲۱ء) فاس میں ولادت ہوئی۔
۷۔ الفتح المبین ۳/۹۲،معجم الاصولیین ۲/۱۹۰(۴۲۶)۔
۸۔ مولی عثمان بن عبداللہ الکلیونی الرومی حنفی۔
۹۔ ایضاح المکنون ۳/۲۸۸،ھدیۃ العارفین ۵/۶۵۷۔
۱۰۔ ھدایۃ اللہ بن محمد العلائی الرومی حنفی۔
۱۱۔ ھدیۃ العارفین ۶/۵۰۷۔

ابن لقمان الیمنی الزیدی (متوفی ۱۰۳۹ھ)[1]

فقیہ اور زیدی مجتہد تھے اپنے زمانے کے جید علماء سے اکتساب فیض کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الکاشف لذوی العقول عن وجوہ معانی الکافل بنیل السول فی علم الاصول، لمحمد بن بھران ، اس کتاب میں منہاج الوصول الی معیار الاصول اور اسنوی کی القسطاس المقبول وغیرہ سے نقل پر اعتماد کیا گیا ہے۔ دار الکتب المصریہ کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔

۲۔ "شرح الفصول اللؤلویہ فی اصول فقہ العترۃ النبویہ" لابراھیم الوزیری۔

۳۔ "شرح مرقاۃ الاصول" للامام قاسم۔

۴۔ "شرح اوائل المنھاج" (منھاج الوصول الی تحقیق کتاب معیار العقول فی علم الاصول) لاحمد بن یحیی المرتضی۔

۵۔ شرح الأساس۔[2]

عزمی زادہ حنفی (۹۷۷ھ-۱۰۴۰ھ)[3]

اپنے زمانے کے مشہور متاخرین اور علماء روم میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اجلہ علماء و شیوخ سے علم حاصل کیا، کئی مشہور مدارس میں تدریس کی۔ شام، مصر، بروسہ، دمشق اور قسطنطنیہ میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی شرح المنار لابن ملک فی الاصول ، الکشاف کے مطابق انہوں نے کتاب "نتائج الافکار علی شرح المنار" تالیف کی تھی۔

۲۔ حاشیہ علی الدرر والغرر[4]

ابراہیم بن ابراہیم اللقانی مالکی (متوفی ۱۰۴۱ھ)[5]

علم حدیث، درایت، وکلام وغیرہ میں تبحر علمی تھا۔ اپنے زمانے میں مشکلات اور فتاویٰ کے حوالے سے عوام کا مرجع تھے تدریس و افتاء میں زیادہ تر وقت گزارتے، بہت سی کتابیں تصنیف کیں جو مختلف فنون پر ہیں۔

۱۔ علی الاسلام احمد بن محمد بن لقمان بن احمد بن شمس الدین الامام المھدی، احمد بن یحییٰ متوفی ۱۶۳۰ء۔

۲۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۵۷، معجم الاصولیین ۱/۲۲۵، ۲۲۶ (۱۶۹)۔

۳۔ مصطفیٰ بن محمد عزمی زادہ (۱۵۶۹ء-۱۶۳۰ء)۔

۴۔ ھدیۃ العارفین ۶/۴۳۰، الفتح المبین ۳/۹۳، الکشاف عن مخطوطات خزائن کتب الاوقاف، ۱/۱۰۶ (۱۲۷۸) علم اصول الفقہ، محمد اسعد طلس بغداد مطبع العانی ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء۔

۵۔ برہان الدین ابراہیم بن ابراہیم بن حسن بن علی اللقانی، محمد بن ہارون مالکی متوفی ۱۶۳۱ء۔

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ علی جمع الجوامع تالیف کیا اور اس کا نام البدور اللوامع من خدور جمع الجوامع رکھا۔ مگر یہ کتاب نامکمل رہی، بسملہ کے بعد آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

" الحمد لله على أفضاله، والصلاة والسلام على سيدنا محمد واله ورضى الله عن التابعين" الخ

اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

"لكن فيه حذف الجار مع بقا الجر فى المجرور، وهو ضعيف ،والله سبحانه وتعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والماب".

مکتبہ جامعہ ام القری (۴۰۲) کے علاوہ مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔[1]

احمد الغنیمی الانصاری حنفی (۹۶۴ھ۔۱۰۴۴ھ)[2]

علم معقول و منقول میں کمال حاصل تھا۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری (متوفی ۹۲۶ھ) ،صاحب لب الاصول لمختصر من جمع الجوامع ،اور احمد بن قاسم العبادی شافعی (متوفی ۹۹۴ھ) صاحب الایات البینات (یہ شرح جمع الجوامع پر حاشیہ ہے) وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف علوم پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح المحلی لجمع الجوامع" تالیف کیا۔

زرکلی نے لکھا :

" له شروح و حواش فى الاصول".

(اصول میں ان کی شروح وحواشی ہیں)[3]

صلاح بن احمد المؤیدی الزیدی (متوفی ۱۰۴۸ھ)[4]

فقیہ، شاعر اور بعض دوسرے علوم کے عالم تھے۔ صرف ۲۹ برس عمر پائی، لیکن اللہ نے ان پر خاص عنایت فرمائی اور وہ اس کم عمری میں کئی علوم پر مہارت رکھتے اور کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قنطرة الوصول الى علم الاصول ، مکتبہ جامع الکبیر صنعاء میں ۱۹۷ اصول فقہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۲۔ شرح الفصول فى علم الاصول لصارم الدين ابراهيم الوزير۔[5]

---

[1] حدیۃ العارفین ۵/۳۰، معجم الاصولیین ۱/۱۹، ۲۰ (۵۱)۔

[2] احمد بن محمد بن علی شہاب الدین بن شمس الدین بن نور الدین الغنیمی الانصاری، الخزرجی المصری الحنفی (۱۵۵۷ء۔۱۶۳۴ء)۔

[3] معجم الاصولیین ۱/۲۲۲ (۱۶۵)۔

[4] صلاح بن احمد بن مہدی المؤیدی الحسنی الزیدی الیمانی (۱۶۱۰ء۔۱۶۳۸ء)۔

[5] معجم الاصولیین ۲/۱۴۵ (۳۸۰)۔

حسین الیمنی الزیدی (۹۹۹ھ-۱۰۵۰ھ)[1]

اپنے والد اور اپنے زمانے کے دوسرے علماء سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ بہت سے علوم میں ماہر ہو گئے۔ دقائق اصولیہ، بیانیہ، منطقیہ و نحویہ کی گتھیاں سلجھانے میں شہرت پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غایة السول فی علم الاصول المشید لمذهب ائمة الرسول ہدیۃ العارفین میں اس طرح ہے: کتاب الغایة فی الاصول۔

۲۔ هداية العقول الى غاية السول۔ یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔

امام شوکانی نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :

"وهو كتاب نفيس يدل على طول باع مصنفه وقوة ساعده وتبحره في الفن، اعتصره من مختصر المنتهى وشروحه وحواشيه، ومن مؤلفات ابائه من الائمة في الاصول....."

(یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ جس سے مصنف کی اس فن میں وسعت علمی اور مضبوط گرفت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کی یہ کتاب درحقیقت مختصر المنتہی اور اس پر اب تک لکھے جانے والے حواشی اور شروح کا اور ان کے ائمہ اسلاف کی اصول فقہ پر کتاب کا نچوڑ ہے)

اور پھر آگے چل کر فرمایا کہ :

"ولم يكن الان في كتب الاصول من مؤلفات اهل اليمن مثله، ومع هذا فهو الفه وهو يقود الجيوش ويحاصر الا تراك في كل موطن".[2]

(آج تک اہل یمن نے اصول فقہ میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ فوجی لشکر کی قیادت کرنے اور جگہ جگہ اتراک کا محاصرہ کرنے کے باوجود بے مثال کتابیں تصنیف کر لیتے تھے)

دار الکتب المصریہ (التیموریہ) ۱۹۹ کے علاوہ کئی مکتبوں میں غایۃ السول کے نسخے موجود ہیں اور اسی طرح هداية العقول کے نسخے مکتبہ جامعہ الملک سعود ریاض ۱۵۳۹ کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی موجود ہیں۔

۳۔ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے کتاب "كفاية السول فى علم الاصول" بھی تالیف کی۔[3]

۴۔ اور پھر ساتھ ہی لکھا کہ انہوں نے "هدية العقول في شرح كفاية السول المذكور" تالیف کی۔[4]

---

[1] الحسین بن الامام القاسم بن محمد بن علی۔

[2] ایضاح المکنون ۴/۲۱۷، ۳۷۱، ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۲، معجم الاصولیین ۲/۷۶-۷۷ (۳۱۱)۔

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۲، ۵۳۹۔ [4] ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۲۔

ایضاح المکنون میں دو الگ الگ مقامات میں اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ اس طرح مذکور ہے :

کفایة السول فی علم الاصول تالیف حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی المتوفی سنه ۱۰۵۰ ھ شرحها عبدالرحمن بن محمد بن شرف الدین الحجا فی الیمنی المتوفی سنه ۱۰۵۳ ھ.[1]

(کفایة السول فی علم الاصول حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی متوفی سنہ ۱۰۵۰ھ کی تالیف ہے۔ عبدالرحمن بن محمد بن شرف الدین الحجافی الیمنی متوفی سنہ ۱۰۵۳ھ نے اس کی شرح لکھی۔)

جبکہ دوسری جگہ اس طرح ذکر کیا :

هداية العقول شرح كفاية السول فی علم الاصول. کلاهما تالیف السید حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی الزیدی المتوفی سنه، ۱۰۵۰ ھ.[2]

(هدایة العقول شرح کفایة السول فی علم الاصول۔ دونوں سید حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی الزیدی متوفی سنہ ۱۰۵۰ھ کی تالیف ہیں۔)

دکتور مظہر بقا کی تحقیق کے مطابق صرف اول الذکر دو کتابیں غاية السول اور اس کی شرح هداية العقول ان کی کتابیں ہیں۔ انہوں نے البدر الطالع اور خلاصہ الاثر پر اعتماد کیا ہے۔ مگر ایضاح المکنون کی دو الگ الگ عبارات اس طرح ہدیۃ العارفین کی دو الگ الگ مقامات کی عبارات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کفایۃ السول اور اس کی شرح سمیت چاروں کتابیں ان ہی کی تصنیف ہیں۔ واللہ اعلم

ابو العباس الدلائی (متوفی ۱۰۵۱ھ)

اپنے والد، بھائی اور دیگر علماء سے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی۔

عبدالحلیم الرومی (متوفی ۱۰۵۱ھ)

فقیہ اصولی، اور بوسنہ میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح المنار للنسفی فی الاصول" تالیف کی۔

محمد بن عبدالعظیم المورومی حنفی (متوفی ۱۰۵۲ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب القول السدید فی بعض مسائل احکام الاجتہاد والتقلید تالیف کی اور وہ اس کی تالیف سے ۱۰۵۲ھ میں فارغ ہوئے۔ آغاز یوں ہوتا ہے : الحمد لله ارنا الحق حقا واهدنا لاتباعه وارنا الباطل باطلا ووفقنا لاجتنابه۔

---

[1] ایضاح المکنون ۴/۳۷۱۔ [2] ایضاح المکنون ۴/۷۲۱۔

سید عبدالرحمٰن الحجافی (متوفی ۱۰۵۳ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح علی کفایة السول فی علم الاصول" تالیف کی۔ کفایة السول ابو حسین ابن الامام قاسم بن محمد الیمنی (متوفی ۱۰۵۰ھ) کی تالیف ہے۔

محمد بن علی الوارداری حنفی (متوفی ۱۰۵۵ھ)

انہوں نے کتاب مناقب الدرر والغرر المسلاخسرو تالیف کی۔

ابن النقیب الحلبی حنفی (۱۰۵۶ھ)

انہوں نے "حاشیه علی الغررو الدرر لملا خسرو فی الفقه" تالیف کیا۔

ابوالحسن السبحلماسی (متوفی ۱۰۵۷ھ)

حصول علم کے لئے مصر وفاس کے سفر کیے، فاس کے مفتی بنائے گئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مسالک الوصول فی مدارک الاصول

۲۔ منظومة فی الاصول

۳۔ نظم اصول الشریف التلمسانی — محمد بن احمد بن علی مالکی (متوفی ۷۷۱ھ) جو شریف تلمسانی سے مشہور ہیں انہوں نے کتاب "مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول" تالیف کی تھی۔ اس کو ابوالحسن السبحلماسی نے منظوم کیا۔

ابن علان الصدیقی شافعی (۹۹۶ھ۔۱۰۵۷ھ)

مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ صرف اٹھارہ برس کی کم عمری میں مسند افتاء پر بیٹھے چوبیس برس کی عمر میں علم وعمل، روایت ودرایت کا جامع ہوگئے۔ حفظ ومعرفت حدیث، اور کثرت مؤلفات میں امام جلال الدین سیوطی سے مشابہت رکھتے تھے۔ المراغی نے شیخ عبدالرحمٰن الخبازی کا قول نقل کیا کہ انہوں نے انہیں اپنے زمانے کا سیوطی قرار دیا ہے انہوں نے کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التلطف فی الوصول الی التعرف فی الاصول — ۲۔ نظم مختصر المنار فی اصول الحنیفة

---

۱ حوالہ سابق، ص ۳۵۴، ۳۵۵۔ ۲ ایضاح المکنون ۳/۱۵۶، ہدیۃ العارفین ۶/۸۸، الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ۔ ص ۳۲۷، ۳۷۵، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ، الفتح المبین، المراغی ۲/۲۶۔

۳ الدیباج، ابن فرحون مالکی ص ۳۰۶، الفتح المبین، المراغی ۲/۵۱۔

۴ البرہان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوینی متوفی ۴۷۸ھ، ص ۵۸ مصر دار الوفا طبعہ ثالثہ ۱۴۱۲ھ۔

محمد بن علی الحرفوشی الشیعی (متوفی ۱۰۵۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح الزبدة فی الاصول" تالیف کیا۔

یاسین بن زین الدین العلیمی شافعی (متوفی ۱۰۶۱ھ) [۱]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح التوضیح" تالیف کیا۔ [۲]

احمد بن یحییٰ الصعدی زیدی (متوفی ۱۰۶۱ھ) [۳]

فقیہ اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ صعدہ میں انتقال ہونے تک قاضی رہے۔ کئی فنون پر آپ کی مؤلفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الانوار الھادیہ" تالیف کی۔ ان کی یہ کتاب "شرح الکامل" سے معروف ہے مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں اصول فقہ ۲۲۔۲۳ نمبر کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔ بسملہ اور دیباچہ کے بعد آغاز ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے :

"وبعد فلما کان معرفة الحلال والحرام سبب الصلاح فی القوام والنجاة...."

اختتام ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے :

"واختم لنا بالحسنی حتی تنادی فی الحشر (أن تلکموا الجنة اورثتموها بما کنتم تعلمون)" [۴]

محمد بن النقیب البیرونی شافعی (متوفی ۱۰۶۴ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "فتح التجلی علی المنهاج والمحلی" تالیف کی جس کے متعلق ایضاح المکنون میں ہے : "وهو حاشیه علی شرح المحلی للمنهاج" [۵]

حسین خلیفہ امامی (۱۰۰۱ھ۔۱۰۶۴ھ) [۶]

اکابر علماء امامیہ میں سے تھے کئی علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ کئی سلاطین کے وزیر رہے اور کئی فنون پر آپ کی مؤلفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی معالم الاصول، مکتبہ اصفیہ حیدرآباد ھند ۴۴ کے علاوہ کئی مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۲۔ حاشیہ علی شرح المختصر للعضد۔ [۷]

۱۔ یاسین بن زین الدین ابوبکر بن محمد بن شیخ علیم الحمصی علیمی، مصر میں وارد تھے۔

۲۔ ھدیة العارفین ۶/۲۴۸۔

۳۔ احمد بن یحییٰ حابس الیمنی الصعدی متوفی ۱۶۵۱ء۔

۴۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۴، ۲۲۵ (۱۷۸)۔

۵۔ محمد بن النقیب البیرونی، دمیاط میں وارد تھے، ایضاح المکنون ۳/۱۶۰۔

۶۔ علاء الدین سلطان العلماء حسین بن محمد بن محمود ابو طالب الحسینی نسباً، المرعشی الآملی اصلاً، الاصفہانی منشاً و موطناً، خلیفہ سلطان (۱۵۹۳ء۔۱۶۵۴ء) نجف میں مدفون ہیں۔

۷۔ معجم الاصولیین ۲/۸۱، ۸۲ (۳۱۵)۔

جواد الکاظمی (متوفی ۱۰۶۵ھ)[1]

فقہ اصول اور دوسرے کئی علوم کے عالم تھے۔ البھائی العاملی کے شاگرد تھے۔ بغداد کے اہل کاظمین میں سے تھے، ایران کا سفر کیا، اور شیخ الاسلام کے مرتبہ کو پہنچے۔ فقہ، حساب وافلاک وغیرہ پر کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اپنے شیخ البھائی العاملی کی زبدة الاصول کی شرح لکھی اور اس کا نام غاية المامول رکھا جو تقریباً چودہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو اپنے شیخ کی زندگی میں بلکہ ان کے حکم پر تالیف کیا تھا۔ مکتبہ جامعہ پنجاب، نوادر المخطوطات العربیہ (۱۰۰۹) کے علاوہ کئی مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں[2]۔

عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی (۹۸۸ھ۔۱۰۶۷ھ)[3]

ھند کے بادشاہ شاہ جہاں کے یہاں رئیس العلماء تھے۔ بہت سے موضوعات پر قلم اُٹھایا اور عمدہ کتب تالیف کیں، جو حاشیہ تعلیقہ وغیرہ کی صورت میں بھی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیه على التلويح على المقدمات الأربع فقط، یہ کتاب ھند سے ۱۲۲۹ھ میں چھپ چکی ہے۔

۲۔ حاشیه على الحسامی[4]۔

احمد القلیوبی شافعی (متوفی ۱۰۶۹ھ)[5]

فقیہ ومحدث تھے۔ شمس الدین الرملی شافعی (متوفی ۱۰۰۴ھ) صاحب حاشیہ علی شرح التحریر کی خدمت میں تین برس تک رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے اور دیگر مشہور مشائخ سے بھی مستفید ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیه على شرح الورقات للمحلی تالیف کیا، اس کا ایک نسخہ مکتبہ الملکیۃ برلن ۴۳۱۷ میں موجود ہے۔

آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

" الحمدلله مانح الصواب لطالبه......وبعد فهذه حواش لطيفة على شرح الورقات......

اختتام یوں ہے : "اللفظ يحمل على معناه الشرعي ثم العرفي ثم اللغوى ". والله اعلم

---

[1] جواد (محمد جواد) بن سعد (سعید) بن جواد البغدادی الکاظمی، فاضل جواد متوفی ۱۶۵۵ء۔

[2] ایضاح المکنون ۴/۱۴۰، ھدیۃ العارفین ۵/۲۵۸، اس میں ان کا نام جواد بن سعد اللہ ہے، معجم الاصولیین ۲/۳۳ (۲۵۳)۔

[3] عبدالحکیم بن شمس الدین محمد ملک العلماء سیالکوٹی (۱۵۸۰ء۔۱۶۵۶ء)۔

[4] ھدیۃ العارفین ۵/۵۰۲، الفتح المبین ۳/۹۸، معجم الاصولیین ۲/۱۶۴ (۳۹۹)۔

[5] احمد بن احمد بن سلامہ القلیوبی المصری متوفی ۱۶۵۹ء۔

اس کے نسخوں میں سے ایک نسخہ مکتبہ الازھریہ میں (۱۰۸۴) ۔سقا ۲۸۵۱۳م میں بھی موجود ہے۔[1]

الشرنبلالی حنفی (۹۹۴ھ۔۱۰۶۹ھ)[2]

فقیہ تھے ، جامعہ الازھر میں مدرس تھے۔خلق کثیر آپ سے مستفید ہوئی مختلف موضوعات پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "العقد الفرید ببیان الراجع من الخلاف فی التقلید" تالیف کی۔ مکتبہ الازھریہ ۱۸۰۶،اُمبابی ۴۸۲۶۵ کے علاوہ بھی کئی مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔آغاز : الحمد للہ الذی جعل ھذہ الامۃ خیرامۃ اخرجت للناس الخ سے ہوتا ہے۔[3]

عبدالسلام الدیوی (متوفی ۱۰۶۹ھ)[4]

معقول ومنقول کے جامع عالم تھے۔اپنے شہر میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور آئے اور مفتی عبدالسلام لاہوری سے زانوئے تلمذ طے کیا یہاں تک کہ فقہ،کلام اور اصول میں کامل دسترس حاصل ہوگئی۔ایک زمانہ تک لاہور میں تدریس کرتے رہے پھر سلطان شاہجہاں کے یہاں مفتی العسکر مقرر ہوئے اور پھر اس سے علیحدگی اختیار کرلی اور لاہور میں مقیم ہوگئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التحقیق

۲۔ شرح المنار (الاشراحات المعالیہ)[5]

سید صلاح الدین بن احمد الشریف یمنی (۱۰۱۵ھ۔۱۰۷۰ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب شرح الفصول من علم الاصول لصارم الدین ابراھیم الوزیر تالیف کی[7]

نوح بن مصطفیٰ القونوی حنفی (متوفی ۱۰۷۰ھ)[8]

فقیہ تھے۔قاہرہ کا سفر کیا،انہوں نے کتاب" نتائج النظر فی حواشی الدرر لملا خسرو فی الفروع"تالیف کی۔[9]

علی بن صلاح الصعدی زیدی (متوفی ۱۰۷۰ھ تقریباً)[10]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب" ایضاح سبیل الوصول الی معنی ذوی العقول فی معرفۃ قواعد الاصول" تالیف کی۔[11]

۱۔ معجم الاصولیین ۱/۸۲،۸۳(۵۳)۔

۲۔ حسن بن عمار بن علی ابوالاخلاص،الشرنبلالی المصری (۱۵۸۵ء۔۱۶۵۹ء) مصر میں وفات پائی۔

۳۔ ایضاح المکنون ۲/۱۰۹،ھدیۃ العارفین ۱/۲۹۲ میں جہاں ان کی دوسری کتب کا ذکر آیا وہاں ان کا نام حسن بن عمار بن یوسف الوفائی درج ہے۔الفتح المبین ۳/۹۹،۱۰۰،معجم الاصولیین ۲/۵۱،۵۲(۳۸۵)۔

۴۔ عبدالسلام المفتی بن ابی سعید بن محب اللہ الحسینی الکرمانی الدیوی متوفی ۱۶۵۸ء لکھنو میں پیدا ہوئے۔

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۲۰۱،۲۰۲۔

۶۔ سید صلاح بن احمد بن عز الدین بن الحسینی بن عز الدین بن الامام عز الدین الشریف الیمنی۔

۷۔ ھدیۃ العارفین ۵/۴۲۸۔

۸۔ نوح بن مصطفیٰ القونوی حنفی۔

۹۔ ھدیۃ العارفین ۶/۴۹۸۔

۱۰۔ علی بن صلاح بن علی بن محمد بن عبداللہ الصعدی الیمانی الزیدی۔

۱۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/۷۶۰۔

عبدالبر الاجھوری شافعی (متوفی ۱۰۷۰ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "حاشیہ علی شرح التحریر" تالیف کیا۔[2]

عبدالجواد بن شعیب القنانی شافعی (متوفی ۱۰۷۳ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نظم الورقات للامام الحرمین" تالیف کی۔[4]

بادشاہ بن احمد حنفی (۹۹۷ھ۔۱۰۷۷ھ)[5]

شیخ الاسلام اور مکۃ المکرمہ کے مفتی تھے۔فنون کے ماہر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، مسجد الحرام میں مدرس اور مکۃ المکرمہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "رسالۃ فی جواز التلفیق فی التقلید" تالیف کی۔[6]

ابن جلال الیمنی زیدی (متوفی ۱۰۷۹ھ)[7]

فقیہ، مفسر، منطقی، نحوی اور لغوی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الفصول فی الاصول۔[8]

۲۔ مختصر فی علم الاصول، خلاصۃ الاثر میں تحریر ہے : " ولہ مختصر فی اصول الفقہ وشرح یدل علی فضلہ . واختار اختبارات مخالفۃ لعلماء الاصول "۔[9]

۳۔ بلوغ النھی فی شرح المنتھی ای منھی السول والامل لابن الحاجب۔[10]

۴۔ بلاغ النھی شرح مختصر المنتھی الحاجب،اس کا ایک خطی نسخہ مکتبۃ الجامع الکبیر صنعاء میں موجود ہے۔[11]

۵۔ نظام الفصول فی الاصول ،[12] شاید" شرح الفصول فی الاصول"اور "نظام الفصول "ایک ہی کتاب کے دو نام ہوں اس لئے ھدیۃ العارفین میں جب نظام الاصول کا ذکر کیا تو شرح الفصول کا ذکر نہیں کیا اسی طرح المراغی نے جب شرح الاصول کا ذکر کیا تو نظام الاصول کا ذکر نہیں کیا۔

---

۱ عبدالبر بن، عبداللہ بن محمد بن علی ابن یوسف الاجھوری مصری شافعی۔ ۲ ھدیۃ العارفین ۵/ ۴۹۸۔

۳ عبدالجواد بن شعیب بن احمد بن عباد بن شعیب القنانی الاصل مصری۔ ۴ ھدیۃ العارفین ۵/ ۵۰۱۔

۵ (السید) صادق بن احمد بن محمد بن امیر بادشاہ، بن احمد الحسینی حنفی (۱۵۷۷ء۔۱۶۶۶ء) غالباً مکہ میں وفات پائی۔

۶ معجم الاصولیین ۲/ ۱۳۵،۱۳۶ (۳۷۱)۔

۷ جلال الدین حسن بن احمد الیمنی حسن بن سید احمد جلال الدین بن محمد بن علی بن صلاح زیدی متوفی ۱۶۶۸ء، یمن میں وفات پائی۔

۸ ایضاح المکنون ۴/ ۲۵، الفتح المبین ۳/ ۱۰۱۔ ۹ ھدیۃ العارفین ۵/ ۲۹۵، الفتح المبین ۳/ ۱۰۱۔ ۱۰ ھدیۃ العارفین ۵/ ۲۹۵۔

۱۱ فہرست مخطوطات مکتبۃ الکبیر صنعاء، ۲/ ۸۰۸ اعداد : احمد عبدالرزاق الرقیحی، وزارۃ الاوقاف والارشاد الجمھوریۃ العربیۃ الیمنیۃ سند، معجم الاصولیین ۲/ ۳۵ (۲۶۴)۔ ۱۲ ھدیۃ العارفین ۵/ ۲۹۵۔

محمد بن الحسین الحر العاملی امامی (۱۰۳۳ھ۔۱۰۷۹ھ)[1]

فقیہ، اصولی و ادیب تھے۔ شام میں ولادت ہوئی۔ عراق اور پھر خراسان میں مستقل سکونت اختیار کر لی کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفصول المهمة فی اصول الائمة" تالیف کی۔[2]

محمد بن حسین بن القاسم (متوفی ۱۰۷۹ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اپنے دادا قاسم بن محمد (متوفی ۱۰۲۹ھ) کی اصول فقہ پر کتاب "مرقاة الوصول الی علم الاصول" کی شرح لکھی اور اس کا نام "التسهیل" رکھا۔ اس کتاب کا ایک مخطوط مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں موجود ہے۔[4]

عبداللہ سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۸۰ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التصریح بغوامص التلویح ۲۔ شرح التنقیح فی الاصول[6]

جمال الدین المرعشی (۱۰۲۹ھ۔۱۰۸۱ھ)[7]

فقیہ، اصولی، شاعر اور حکیم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "التعلیقه علی مختصر بن الحاجب فی الاصول" تالیف کیا۔[8]

عبداللطیف البہائی حنفی (متوفی ۱۰۸۲ھ)[9]

بعلبک کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قرة عين الطالب فی نظم المنار فی الاصول ۲۔ شرح قرة العین۔ یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔[10]

محمود بن عبداللہ الموصلی حنفی (متوفی ۱۰۸۲ھ)[11]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی التلویح للتفتازانی فی الاصول" تالیف کیا۔[12]

ابراہیم حوریہ الصعدی زیدی (متوفی ۱۰۸۳ھ)[13]

یمن کے زیدی علماء میں سے تھے۔ ترجمان الشریعہ تھے اور وسیع علوم شریعہ میں تبحر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "الروض الحافل" تالیف کی جو الکافل کی شرح ہے۔[14]

۱۔ محمد بن الحسین بن علی بن محمد، الحر العاملی (۱۶۲۳ء۔۱۶۶۸ء) سوریا میں ولادت اور غالباً خراسان میں وفات پائی۔
۲۔ الفتح المبین ۳/۱۰۲۔ ۳۔ محمد بن حسین بن قاسم۔ ۴۔ ایضاح المکنون ۴/۲۶۹، فہرست مخطوطات مکتبہ الکبیر صنعاء ۲/۸۰۹ وزارۃ الاوقاف والارشاد الجمہوریہ العربیہ الیمنیہ سن ند۔ ۵۔ عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹی ھندی حنفی۔ ۶۔ ھدیۃ العارفین ۵/۴۷۸۔
۷۔ جمال الدین بن علاء الدین بن محمد بن ابو المجد الحسینی المرعشی۔ ۸۔ معجم الاصولیین ۲/۳۱ (۲۵۰)۔ ۹۔ عبداللطیف بہاء الدین بن عبدالرحمٰن البعلبکی دمشقی بہائی حنفی۔ ۱۰۔ ھدیۃ العارفین ۵/۶۱۷۔ ۱۱۔ محمود بن عبداللہ الموصلی، حلب میں وفات پائی۔
۱۲۔ ھدیۃ العارفین ۶/۴۱۶۔ ۱۳۔ ابراہیم بن محمد بن احمد المویدی الحسینی، حوریہ صعدی متوفی ۱۶۷۶ء۔ ۱۴۔ معجم الاصولیین ۱/۵۳ (۱۷)

عبدالرشید جونپوری حنفی (متوفی ۱۰۸۳ھ)[1]

منطق، حکمت و اصول کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ شیخ نظام الدین سہالوی کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب" تالیف کیا۔[2]

حسن جلال الیمنی (متوفی ۱۰۷۹ھ یا ۱۰۸۴ھ)

ان کے بارے میں ان کی تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

عبدالقادر البصری حنفی (متوفی ۱۰۸۵ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : خلاصۃ الاثر کے مطابق انہوں نے "حاشیہ علی تلویح التفتازانی" تالیف کیا۔[4]

طریح الطریحی شیعی (متوفی ۱۰۸۵ھ)[5]

کئی علوم وفنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ فوائد الاصول، فی اصول الفقہ ۲۔ حجیۃ الظن یہ کتاب لاس اینجلس میں کتاب السادس میں ۳۵۱ نمبر پر موجود ہے۔

۳۔ حجیۃ الظواھر، یہ بھی لاس اینجلس میں کتاب السابع میں ۳۵۱ پر موجود ہے۔[6]

علی بن علی الشبر املسی شافعی (۹۹۸ھ۔۱۰۸۷ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی نہایۃ السول ۲۔ شرح منہاج الاصول لشمس الدین الرملی[8]

علاء الدین الحصکفی حنفی (۱۰۲۵ھ۔۱۰۸۸ھ)[9]

فقیہ، محدث، اصولی اورنحوی تھے۔ اپنے زمانے کے جید علماء سے حصول علم کیا اس سلسلے میں قدس کا سفر بھی کیا۔ فقہ، اصول، نحو، تفسیر وغیرہ میں عمدہ کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "افاضۃ الانوار علی اصول المنار" لکھی اور اس کا آغاز ۱۰۵۴ھ میں کیا تھا۔ یہ ایک شرح ہے جس کا نام اس طرح بھی لیا جاتا ہے شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول المنار۔[10]

۱۔ عبدالرشید بن مصطفیٰ شمس الحق جونپوری ھندی متوفی ۱۶۷۲ء، غالباً ھند میں وفات پائی۔

۲۔ معجم الاصولیین ۲/۲۰۰ (۴۳۵)۔

۳۔ عبدالقادر بن احمد بن علی بن عیسیٰ البصری حنفی متوفی ۱۶۷۴ء، بصرہ میں وفات پائی۔

۴۔ ھدیۃ العارفین ۵/۶۰۲، معجم الاصولیین ۲/۲۲۱ (۴۵۲)، تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، المولی محمد المحبی ۲/۴۶۹، ابن عیسیٰ کے حالات زندگی میں بیان کیا، مصر مطبعہ الوھبیہ ۱۲۸۴ء۔

۵۔ طریح بن محمد بن علی بن احمد بن طریح فخر الدین الرماحی المسعلی النجفی الشیعی، طریحی۔

۶۔ ایضاح المکنون ۲/۲۰۴، ھدیۃ العارفین ۵/۴۳۲، معجم الاصولیین ۲/۱۵۰، ۱۵۱ (۳۸۶)۔

۷۔ ابوالضیاء نور الدین علی بن علی الشبر املسی المصری۔ (۱۵۹۰ء۔۱۶۷۷ء)

۸۔ ھدیۃ العارفین ۵/۷۶۱۔

۹۔ محمد بن علی بن محمد الحصنی، علاء الدین الحصکفی (۱۶۱۶ء۔۱۶۷۷ء) دمشق میں ولادت و وفات ہوئی۔

۱۰۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۳، ۱۰۴۔

شرح افاضۃ الانوار پر حاشیہ :

شیخ محمد امین بن عمر بن عابد نے اس شرح پر حاشیہ لکھا اور اس کا نام "حاشیہ نسمات الاسحار" رکھا۔ شرح افاضۃ الانوار اور حاشیہ نسمات الاسحار دونوں ایک ساتھ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی مصر سے دوسری بار ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء میں شائع ہو چکے ہیں اور اس شرح اور حاشیہ پر شیخ محمد الطوخی کی بعض تقییدات بھی موجود ہیں۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد علاء الدین الحصکفی شرح افاضۃ الانوار میں فرماتے ہیں :

ھذہ الفاظ یسیرۃ حللت بھا منار الاصول حین اقرائہ ثالثا بجامع بنی امیہ سنہ اربع وخمسین والف ھجریہ مراجعا لغالب شروحہ کالمصنف وابن ملک وابن نجیم وغیرھا کالتوضیح والتلویح وتغییر التنقیح، وسمیتہ (افاضۃ الانوار علی اصول المنار)[1]

(میں نے منار الاصول کو آسان انداز میں اس وقت لکھنا شروع کر دیا تھا جب میں نے جامع بنی اُمیہ میں ۱۰۵۴ھ میں اس کو پڑھا۔ میں نے دوران شرح اس کی اکثر شروح جیسے مصنف، ابن الملک، ابن نجیم اور اس کے علاوہ فن کی دوسری کتابوں جیسے توضیح، تلویح اور تغییر التنقیح وغیرہ کی طرف مراجعت کی اور میں نے اس کا نام "افاضۃ الانوار علی اصول المنار" رکھا)

علامہ ابن عابدین، شرح افاضۃ الانوار پر حاشیہ لکھنے کی وجہ تسمیہ ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں :

"(افاضتہ الانوار علی اصول المنار) المنسوب الی عمدۃ المتاخرین الشیخ علاء الدین ابن الشیخ علی الامام الحنفی، فانہ شرح لم تسمع اذن بمثالہ، ولم تنسج قریحۃ علی منوالہ بید انہ جری فیہ علی عادتہ من التزام الاختصار، فلم یظھر المراد منہ لامثالہ من الطلبۃ الصغار، مع ما اھملہ فی بعض المواضع من المتن عن البیان مما یحتاج الی الایضاح لخفائہ عن الاذھان، فاوضحت فی ھذہ الحواشی ما اجملہ، وذکرت فیھا ما اھملہ، مراجعا لجملۃ کتب معتبرۃ فی ھذا الفن".[2]

(کتاب "افاضتہ الانوار علی اصول المنار" عمدۃ المتاخرین شیخ علاؤالدین ابن شیخ علی امام حنفی کی طرف منسوب ہے یہ ایک شرح ہے جس کی مثال کانوں نے کبھی نہیں سنی اور نہ کوئی ان کی سوا اس طریقے پر چلا، اختصار کرنا ان کی طبیعت میں رچ بس گیا ہے، جس کی وجہ سے کئی مرتبہ مبتدی پر ان کی مکمل طور سے مراد ظاہر نہیں ہو پاتی اس کے علاوہ یہ کہ متن میں بعض جگہوں پر توضیح و تشریح نہیں ہے جس کی وجہ سے ذہن میں باقی رہ جانے والے اشکالات کو رفع کرنے کے لئے اس کی ضرورت تھی تو میں نے ان حواشی میں مختصراً ان کی تشریح کر دی ہے اور جو کچھ بیان کرنے سے رہ گیا تھا اس فن کی تمام معتبر کتب کی طرف مراجعت کرتے ہوئے ذکر کر دیا ہے)

عبد الحلیم الرومی حنفی (متوفی ۱۰۸۸ھ)[3]

دمشق میں قاضی رہے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

---

[1] حاشیہ نسمات الاسحار لابن عابدین علی شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول المنار لعلاء الدین الحصکفی ص ۸، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۰ء۔ [2] حوالہ سابق ص ۳۔ [3] عبد الحلیم بن محمد قدم بن نصوح بن مصطفیٰ الرومی حنفی متوفی ۱۶۷۷ء۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی منار الانوار للنسفی" تالیف کیا۔[1]

خلیل القزوینی امامی (۱۰۰۱ھ۔۱۰۸۹ھ)[2]

امامی عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح العدة فی الاصول" تالیف کی۔[3]

مرابط الدلائی مالکی (۱۰۲۱ھ۔۱۰۸۹ھ)[4]

فقیہ، اصولی، ادیب، شاعر، خطیب اور واعظ تھے۔ اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور قاھرہ اور حرمین شریفین کے علماء سے بھی علمی استفادہ کیا، کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المعارج المرتقیات فی (الی) معانی الورقات لامام الحرمین فی الاصول" تالیف کی۔[5]

محمد باقر بن محمد السبزواری شیعی (متوفی ۱۰۹۰ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح زبدة الاصول" تالیف کی۔[7]

محسن الکاشی شیعی (متوفی ۱۰۹۱ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "نقد الاصول الفقهیه" تالیف کی۔[9]

احمد بن سلیمان گجراتی (متوفی ۱۰۹۲ھ)[10]

ان کے والد کرد سے ھند آ کر سرزمین گجرات میں مقیم ہو گئے تھے وہیں احمد بن سلیمان پیدا ہوئے، بہت سے علوم میں آپ کی شاہکار کتابیں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیة علی حاشیة السعد والسیر علی شرح مختصر الاصول" تالیف کیا۔[11]

محمد بن محمد الفاسی السوسی (۱۰۳۷ھ۔۱۰۹۴ھ)[12]

حرمین شریفین میں وارد ہ تھے۔ وہاں سے روم و دمشق کے علمی سفر کئے وہاں کے علماء سے مستفید ہوئے آپ کے اساتذہ میں محمد ابن ابی بکر الدلائی اصولی (متوفی ۱۰۸۹ھ) بھی شامل ہیں۔

۱۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۰۵، ایضاح المکنون ۴/۳۶۰ میں ان کی ایک دوسری کتاب کا ذکر ہے اس میں ان کا نام عبدالحلیم بن پیر قدم مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۱۶۵ (۴۰۰)۔

۲۔ خلیل بن الغازی القزوینی امامی (۱۵۹۳ء۔۱۶۷۸ء)۔

۳۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۵۴، الفتح المبین ۳/۱۰۵، معجم الاصولیین ۲/۹۶ (۳۳۳)۔

۴۔ ابوعبداللہ محمد المرابط بن محمد بن ابوبکر الدلائی۔

۵۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۹۶، الفتح المبین ۳/۱۰۶۔

۶۔ محمد باقر بن محمد مومن السبزواری الخراسانی۔

۷۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۹۷۔

۸۔ ملا محسن محمد بن الشاہ مرتضی ابن الشاہ محمود الکاشی، فیض شیعی۔

۹۔ حدیۃ العارفین ۶/۶۔

۱۰۔ احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۶۸۱ء گجرات میں ولادت و وفات ہوئی۔

۱۱۔ معجم الاصولیین ۱/۱۲۸ (۹۰)۔

۱۲۔ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی (۱۶۲۷ء۔۱۶۸۳ء) دمشق میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر التحریر لابن الهمام فی اصول الحنیفه

۲۔ شرح مختصر التحریر لابن الهمام

۳۔ حاشیه علی التوضیح

۴۔ مختصر تلخیص المفتاح

۵۔ شرح مختصر تلخیص المفتاح ، شاید یہ محمد بن احمد الشریف التلمسانی (متوفی ۷۷۱ھ) کی کتاب "مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول" کا اختصار اور اس اختصار کی شرح ہو[1]۔ واللہ اعلم

ابو زید الفاسی (۱۰۴۰ھ۔۱۰۹۶ھ)[2]

عالم محقق، متفنن العلوم شخص تھے، ان کی مؤلفات کی تعداد ستر سے بھی زیادہ ہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " اصول فقه و اصول الدین و حدیث " وغیرہ میں کتابیں تالیف کیں۔[3]

محمد بن حسن الکواکبی حنفی (۱۰۱۸ھ۔۱۰۹۸ھ)[4]

حلب کے علماء جلیلہ سے علم حاصل کیا، تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ

۱۔ نظم المنار فی الاصول

۲۔ شرح نظم المنار، انہوں نے مذکورہ بالا کتاب "نظم المنار" کی شرح لکھی اور اس کا نام ارشاد الطالب رکھا۔[5]

حامد آفندی (متوفی ۱۰۹۸ھ)[6]

عساکر عثمانیہ میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی مراۃ الاصول لملا خسرو " تالیف کیا اور یہ حاشیه الحامدی کے نام سے مشہور ہے، انہوں نے اسے ۱۰۸۷ھ میں تالیف کیا تھا۔ ۱۲۸۰ھ میں استانہ سے طبع ہو چکا ہے۔[7]

حامد بن مصطفیٰ القونوی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ)[8]

قبرص میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح المراۃ فی الاصول " تالیف کی۔[9]

1۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۹۸، الفتح المبین ۳/۱۰۷۔
2۔ ابو زید عبد الرحمٰن بن عبد القادر الفاسی (۱۶۳۰ء۔۱۶۸۵ء)۔
3۔ الفتح المبین ۳/۱۰۸، معجم الاصولیین ۲/۱۸۰(۲۱۶)۔
4۔ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ الکواکبی الحلبی (۱۶۰۹ء۔۱۶۸۵ء)۔
5۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۹۸، الفتح المبین ۳/۱۰۷ معجم الاصولیین ۲/۳۶(۲۵۵)۔
6۔ حامد آفندی بن مصطفیٰ متوفی ۱۶۸۷ء۔
7۔ کشف الظنون ۲/۱۶۵۔
8۔ حامد بن مصطفیٰ القونوی الاقرائی۔ ۳/۱۷۵
9۔ ہدیۃ العارفین ۱/۲۶۵۔

احمد بن محمود الحموی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ) [1]

فقیہ، اصولی، امام المحققین اور عمدۃ العلماء والعالمین میں سے تھے۔ مدرسہ سلیمانیہ قاہرہ میں مدرس رہے حنفی مسند افتاء پر فائز رہے۔ فقہ، علوم اللغہ اور اصول میں ان کی مؤلفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الدر الفرید فی بیان حکم التقلید دارالکتب المصریہ (۵۶۹) میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ [2]

۲۔ حاشیہ علی الدررو الغرر لمنلاخسرو [3]

ابراہیم بن بیری حنفی (۱۰۲۳ھ۔۱۰۹۹ھ) [4]

مکۃ المکرمہ میں مفتی تھے۔ اکابر فقہاء حنیفہ میں ان کا شمار ہوتا تھا، خلاصۃ الاثر میں مذکور ہے :

"صار فرید عصرہ فی الفقہ وانتھت الیہ الریاسۃ".

(اپنے زمانے میں فقہ میں ممتاز مقام حاصل کر لیا تھا اور ریاست فقہ ان پر ختم ہوتی ہے)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تبلیغ الامل فی عدم جواز التقلید بعد العمل

۲۔ غایۃ التحقیق فی عدم جواز التلفیق فی التقلید، دار الکتب المصریہ (۵۴۵ مجامیع) میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۳۔ الکشف والتدقیق بشرح غایۃ التحقیق فی منع التلفیق فی التقلید، دار الکتب المصریہ ۴۰۳ نمبر میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ [5]

خضر بن محمد الاماسی حنفی (متوفی ۱۰۸۶ھ یا ۱۱۰۰ھ) [6]

کئی علوم میں ماہر تھے، اماسیہ میں صاحب مسند افتاء تھے۔ کئی فنون پر کتب لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غصون الاصول (مختصر المنار للنسفی)

۲۔ تھییج غصون الاصول (شرح غصون الاصول)

اولہ : الحمد للہ الذی جعل لنا الشریعۃ الغراء الخ ، مکتبہ حرم مکی شریف ۱/۳۳۴، اصول فقہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ [7]

۱۔ احمد بن محمود الحموی الاصل مصری متوفی ۱۶۸۷ء۔ ۲۔ ھدیۃ العارفین ۱/۱۶۴، ۱۶۵، الفتح المبین ۳/۱۱۰، معجم الاصولیین ۱/۱۹۲ (۱۴۰)۔

۳۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۶۴۔ ۴۔ ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد بن احمد بن بیری (۱۶۱۴ء۔۱۶۸۸ء) مدینۃ المنورہ میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۵/۳۴، الفتح المبین ۳/۱۱۱، معجم الاصولیین ۱/۲۹ (۹)، خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، المولی محمد المحبی ۱/۱۹، ۲۰، ابن بیری کے حالات زندگی میں بیان کیا، مصر الوھبیہ ۱۲۸۴ھ۔ ۶۔ خضر بن محمد الاماسی حنفی متوفی ۱۶۸۹ء۔

۷۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۷، ھدیۃ العارفین ۵/۳۴۷، اس میں تاریخ وفات ۱۰۸۶ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/۸۸، ۸۹ (۳۴۳)۔

ابن عبد الهادی شافعی (متوفی ۱۱۰۰ھ) [1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اختصار همع الهوامع شرح جمع الجوامع للسیوطی" تالیف کی۔ [2]

محمد طاہر الشیر ازی شیعی (متوفی ۱۱۰۰ھ تقریباً) [3]

علماء شیعہ اخباریہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حجة الاسلام فی اصول الفقه و الکلام" نامی کتاب تالیف کی۔ [4]

فرج اللہ الحویزی شیعی (متوفی ۱۱۰۰ھ تقریباً) [5]

انہوں نے کتاب "الصفوه فی الاصول" تالیف کی۔ [6]

☆☆☆

---

[1] عبدالقادر بن بہاء الدین بن نبہان ابن جلال الدین الدمشقی، ابن عبد الہادی۔

[2] ھدیۃ العارفین ۶۰۲/۵۔

[3] محمد طاہر بن حسین الشیر ازی الاصل، نجف میں پرورش پائی۔

[4] ھدیۃ العارفین ۳۰۱/۶۔

[5] فرج اللہ بن محمد درویش بن محمد بن حسین جمال الحویزی الشیعی۔

[6] ھدیۃ العارفین ۸۱۶/۵۔

...فصل ششم

...طی"

بارہویں، تیرہویں اور چودہویں صدی کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

ان دور میں علمی و دینی و سیاسی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کی علمی و دینی و سیاسی حالت بھی مختلف اسلامی ممالک میں گیارہویں صدی ہجری سے کچھ مختلف نہیں تھی۔ سیاسی طور پر عدم استحکام تھا اور جگہ جگہ فتنے اُٹھ رہے تھے۔ تقریباً ہر طرف علمی جمود کی کیفیت طاری تھی۔ مصر میں جہاں دولت عثمانیہ تھی کوئی قابل ذکر علمی کام نظر نہیں آتا۔ ان دونوں صدیوں میں کہیں بھی ...رائے اجتہاد کے حوالے سے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا۔ اصول فقہ پر جو کتب لکھی گئیں وہ طویل مطبوع یا مخطوط کتابوں کا اختصار تھیں یا ان کی شرح و تعلیقہ ہوتیں۔ تیرہویں صدی ہجری میں انقلاب فرانس کی آندھی چلی اور ۱۷۹۸ء میں ...نپولین نے مصر پر قبضہ کرلیا۔ مصر سے فرانسیسیوں کے اخراج کی تحریکوں نے شدت اختیار کرلی۔

ان کے مصر سے اخراج کے بعد محمد علی پاشا ۱۲۲۰ھ۔۱۲۶۴ھ (۱۸۰۵ء۔۱۸۴۹ء) نے ایک نئے مصر کی بنیاد رکھ دی، مگر اس کے باوجود وہاں ملکی استحکام پیدا نہ ہوسکا جس کی وجہ سے کوئی مؤثر علمی کام نظر نہیں آتا۔ چودہ صدی ہجری میں برطانیہ نے مصر پر قبضہ کرلیا اور وہاں ہر قسم کی دینی، علمی اور فنون کی اعلانیہ ترقی رُک گئی اور علماء و اہلِ علم خفیہ طور پر یہ کام انجام دینے لگے۔

اگرچہ تیرہویں صدی کے اواخر میں سید جمال الدین افغانی اور ان کے شاگرد محمد عبدہ نے علمی جمود کو توڑنے کے لئے کچھ کام کیا اور اجتہادی فکر کو ترویج دینے لگے۔ چودہویں صدی ہجری میں وہاں سے برطانیہ کا تسلط ختم ہوجانے کے بعد ...فواد اول کے زمانے میں جامعہ الازہر میں کچھ علمی و دینی حرکت نظر آنے لگی جو اس وقت کے شیخ الازہر محمد مصطفیٰ المراغی اور استاد محمد عبدہ کے بعض مصلح شاگردوں کی کوشش کا نتیجہ تھی۔ فاروق اول کے زمانے میں اس کو نمو اور تقویت حاصل ہوئی۔ اور بالآخر یہ ہوا کہ اجتہاد ایک خاص دائرہ میں محدود طور پر کیا جانے لگا۔ اس کی تنفیذ عام نہیں تھی بلکہ بعض علاقوں ...میں تھی۔ ان تین صدیوں کے بعض مشہور اصولیین اور ان کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ شیخ النابلسی عبدالغنی بن اسماعیل حنفی دمشقی معروف بہ شیخ الاسلام (۱۰۵۰ھ۔۱۱۴۳ھ) انہوں نے اصول میں "خلاصة التحقيقي فى بيان التقليد والتلفيق" تالیف کی۔

۲۔ شیخ عطار حسن بن محمد مصری شافعی (۱۱۹۰ھ۔۱۲۵۰ھ) انہوں نے "حاشيه على شرح الجلال المحلى على جمع الجوامع" تالیف کیا۔

۳۔ الشوکانی محمد بن علی، فقیہ مجتہد (۱۱۷۲ھ۔۱۲۵۰ھ)۔ اصول فقہ میں ان کی مشہور کتاب "ارشاد الفحول الى تحقيق الحق من علم الاصول" ہے۔

۴۔ الجوہری الصغیر محمد بن احمد، ابن ہادی الشافعی، فقیہ، اصولی (۱۱۵۱ھ۔۱۲۱۵ھ) انہوں نے "رسالة فی الاصولی والاصول" تالیف کیا۔

۵۔ شیخ شرقاوی عبداللہ بن حجازی، شافعی، فقیہ، اصولی، (۱۱۵۰ھ۔۱۲۲۷ھ) ان کا اصول میں کتاب "جمع الجوامع" پر رسالہ ہے۔

۶۔ ابن عابد بن محمد امین بن عمر الدمشقی (۱۱۹۸ھ۔۱۲۵۲ھ) انہوں نے کتاب "نسمات الاسحار علی شرح المنار" تالیف کی۔

۷۔ احمد بک الحسینی شہاب الدین احمد بن احمد شافعی اصولی (۱۲۷۱ھ۔۱۳۳۲ھ) انہوں نے اصول میں کتاب "تحفة الرأی السدید فی الاجتهاد والتقلید" تالیف کی۔

۸۔ الشنقیطی، مصطفیٰ بن محمد مالکی اصولی (متوفی ۱۳۲۸ھ) انہوں نے اصول میں کتاب "نظم الورقات لامام الحرمین" کی شرح لکھی۔

۹۔ شیخ بخیت المطیعی (۱۲۷۱ھ۔۱۳۵۳ھ) انہوں نے کتاب "نهاية السول فی علم الاصول" تالیف کی۔

۱۰۔ أستاد امام المراغی (۱۲۹۹ھ۔۱۳۶۳ھ) ، اصول فقہ میں ان کی آراء ہیں۔

☆☆☆

بارہویں صدی ہجری کے اصولیین اوران کی اصولی خدمات کا جائزہ

حسن المطہر بن المطہر الجرموزی زیدی (متوفی ۱۱۰۱ھ)[1]

انہوں نے کتاب "نظم الکامل فی الاصول" تالیف کی۔[2]

عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی (متوفی ۱۱۰۲ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التلویح للتفتازانی

۲۔ شرح التنقیح فی الاصول[4]

حسن الیوسی مالکی (۱۰۴۰ھ۔۱۱۰۲ھ)[5]

فقیہ، ادیب اور کئی علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علی الاطلاق مشائخ مغرب کے صدر تھے۔ فارس میں مدرس رہے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الکوکب الساطع فی شرح جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کی مگر وہ نامکمل رہی۔ زرکلی نے صاحب الصفوۃ کا بیان نقل کیا کہ انہوں نے کہا :

"لو کمل هذا الشرح لأغنى عن جميع الشروح"

(اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی تو جمیع شروح سے مستغنی کر دیتی)[6]

سلیمان بن عبداللہ الازمیری حنفی (متوفی ۱۱۰۲ھ)[7]

علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت رکھتے تھے۔

۱۔ سید حسن بن المطہر بن محمد الجرموزی ابو المطہر الیمنی الزیدی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۶

۳۔ شیخ عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی الرومی الصوفی، فضلی، آتیا زاری ۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۷

۵۔ ابو علی نور الدین، حسن بن مسعود بن محمد الیوسی (۱۶۳۰ھ۔۱۶۹۱ھ) فارس میں انتقال ہوا

۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۶، الفتح المبین ۳/۱۱۸، ان دونوں میں تاریخ وفات ۱۱۱۱ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۵۹ (۲۹۳)

۷۔ سلیمان بن عبداللہ الکریدی الاصل، الازمیری حنفی متوفی ۱۶۹۰ء

مصطفیٰ ابن یوسف الموستاری حنفی (متوفی ۱۱۱۰ھ) [1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مفتاح الحصول علی مراۃ الاصول" تالیف کی جو حاشیہ ہے۔[2]

حسن بن یحییٰ سیلان السفیانی (متوفی ۱۱۱۰ھ) [3]

مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ کئی فنون میں کمال حاصل تھا۔ صعدہ اور اس کے نواح میں مدرس وقاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

حاشیہ علی ھدایۃ العقول ، شرح غایۃ السول ، للحسین بن القاسم ، المساۃ بضیاء من رام الوصول الی توضیع خفیات ھدایۃ العقول فی علم الاصول ، مکتبہ غرب جامع کبیر صنعاء میں اصول فقہ ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۶۸، ۷۰ نمبروں پر اس کے نسخے موجود ہیں۔[4]

محمد الطیب بن محمد مالکی (۱۰۶۴ھ۔۱۱۱۳ھ) [5]

اپنے والد، دادا، چچازاد بھائی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : المراغی نے ان الفاظ کے ساتھ ان کی کتاب کا ذکر کیا :

" ولہ من التالیف شرح المقدمۃ جدہ فی الاصول "

(اور ان کے تالیف میں سے ایک شرح ہے جو ان کے دادا کی اصول میں کتاب المقدمہ کی شرح ہے)۔[6]

حسن بن حسین الصنعانی (۱۰۴۴ھ۔۱۱۱۴ھ) [7]

کئی علوم وفنون کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح الورقات للجوینی" تالیف کی۔[8]

---

1. مصطفیٰ ابن یوسف الموستاری الرومی الحنفی۔
2. ایضاح المکنون ۵۲۴/۴
3. حسن بن یحییٰ سیلان السفیانی الصعدی الیمنی متوفی ۱۶۹۸ء
4. البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ ۲۱۳/۱، معجم الاصولیین ۶۰/۲ (۲۹۴)۔
5. ابوعبداللہ محمد الطیب بن محمد بن عبدالقادر الفاسی
6. الفتح المبین ۱۱۹/۳
7. حسن بن حسین بن القاسم بن محمد بن علی الحسنی الصنعانی، حصن ضوران میں ولادت ہوئی۔
8. ہدیۃ العارفین ۲۹۶/۵، معجم الاصولیین ۳۰/۲ (۲۷۱)

احمد بن محمد الدمیاطی البنا شافعی (متوفی ۱۱۱۷ھ) [1]

علمائے قاہرہ سے زانوئے تلمذ طے کیا، یہاں تک کہ لغت، قرأت، اصول، تاریخ و سیرت میں مہارت حاصل ہوگئی اور ایسی بصیرت حاصل ہوئی جو آپ کے زمانے کے علماء کو حاصل نہ تھی۔ حجاز مقدس کے بھی سفر کیے، کئی کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح الجلال المحلی علی الورقات" تالیف کیا اور یہ حاشیہ مکتبہ میمنیہ سے ۱۳۱۵ھ میں طبع ہو چکا ہے۔ [2]

محمد بن احمد الطرسوسی حنفی (متوفی ۱۱۱۷ھ) [3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی المرأۃ فی الاصول" تالیف کیا۔ [4]

محب اللہ بہاری حنفی (متوفی ۱۱۱۹ھ) [5]

فقیہ، اصولی، منطقی محقق اور باحث تھے۔ سلطان عالمگیر نے لکھنؤ اور پھر حیدر آباد کا قاضی مقرر کیا۔ ان کے لئے اپنے محل میں مدرسہ بنوایا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "کتاب مسلم الثبوت فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ نزہۃ الخواطر میں اسے فقہی کتاب بتایا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

مسلم الثبوت کی شرح :

۱۔ عبد العلی محمد بن نظام محمد الدین الانصاری الہندی (متوفی ۱۲۲۵ھ) نے اس کی ایک عمدہ شرح لکھی اور اس کا نام "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" رکھا۔

۲۔ عبد الحق فرنگی محلی (متوفی ۱۱۸۷ھ) نے شرح مسلم الثبوت لکھی۔ [6]

ابن زاکور الفاسی مالکی (متوفی ۱۱۲۰ھ) [7]

فقیہ، عالم اور شیخ شیوخ مالکیہ تھے۔ مختلف علوم پر عمدہ کتابیں لکھیں۔

---

1. شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبد الغنی الدمیاطی متوفی ۱۷۰۵ء دمیاط میں ولادت اور مدینہ میں وفات ہوئی۔
2. ہدیۃ العارفین ۱۲۰/۳، معجم الاصولیین ۱/ ۱۹۹۔۲۰۰ (۱۳۸)
3. محمد بن احمد بن محمد الطرسوی حنفی
4. ہدیۃ العارفین ۳۰۹/۲
5. محب اللہ بن عبد الشکور العثمانی الصدیقی بہاری حنفی، ہند میں ولادت وفات ہوئی۔
6. ایضاح المکنون ۳۸۱/۴، نزہۃ الخواطر ۲۵۰۔۲۵۲ (۳۶۹)، الفتح المبین ۱۲۲/۳، معجم الاصولیین ۲۲۳/۱ (۱۶۸)
7. ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زاکو الفاسی متوفی ۱۷۰۸ء

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح ورقات امام الحرمین" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا نام اس طرح مذکور ہے : "نظم الورقات لامام الحرمین فی الاصول" ۔[1]

[ص]الح بن احمد الانصاری زیدی (متوفی ۱۱۲۱ھ)[2]

جمیع علوم میں منفرد مقام رکھتے اور علوم الاصول میں مدقق تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نظم متن الکافل فی اصول الفقه" تالیف کی اور اس کا نام "العقد [ا]لکامل، الناظم والجامع" رکھا۔ بسملہ وحمدلہ کے بعد آغاز یوں ہوتا ہے :

وبعد ذافهذه ارجوزة ضمنتها فوائد وجيزة

اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

ثم الصلاة والسلام على الذى قد ظلل الغمام
محمد المختار فى البريه والآل اعنى العترة الزكية

اس کا ایک نسخہ مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں ۴۴ نمبر اصول فقہ میں موجود ہے۔[3]

[س]لیمان بن عبداللہ البحرانی امامی (متوفی ۱۱۲۱ھ)[4]

علمائے شیعہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "العشر الکاملہ فی عشرة مسائل من اصول الفقه" تالیف کی۔[5]

(قرہ) خلیل بن حسن رومی حنفی (متوفی ۱۱۲۳ھ)[6]

اہلِ رُوم میں قاضی العسکر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی مختصر لا بن الحاجب" تالیف کیا۔[7]

[ج]مال الدین گجراتی (۱۰۸۸ھ۔۱۱۲۴ھ)[8]

مشہور مشائخ میں سے تھے۔ اپنے والد سے علمی و رُوحانی فیض حاصل کیا، درس وافادہ وتصنیف وتالیف میں مشغولیت [اخ]تیار کی۔ بہت عبادت گزار تھے۔ ان کی ایک سو بیالیس (۱۴۲) تصانیف شمار کی گئی ہیں۔

---

[1] ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۰، الفتح المبین ۳/۱۲۱
[2] صالح بن احمد بن صالح النصری الانصاری الرداعی الزیدی متوفی ۱۷۰۹ء
[3] معجم الاصولیین ۲/۱۳۷ (۳۷۳)
[4] سلیمان بن عبداللہ بن علی بن الحسن بن احمد بن ابن یوسف بن عمار البحرانی السراوی۔
[5] ہدیۃ العارفین ۵/۴۰۵
[6] خلیل بن حسن بن محمد البرکیلی الرومی حنفی بقرہ خلیل متوفی ۱۷۱۱ء۔
[7] ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۴، معجم الاصولیین ۲/۹۳ (۳۲۹) میں صرف ہدیۃ العارفین ۱/۱۱۷ کے حوالے سے یہ بات مذکور ہے مگر ہمیں ۱/۱۱۷ [م]یں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔
[8] جمال الدین بن رکن الدین العمری چشتی گجراتی (۱۶۷۷ء/۱۷۱۲ء) احمد آباد ہند میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ التلویح" تالیف کیا۔[1]

احمد بن محمد الکواکبی حنفی (۱۰۵۴ھ۔۱۱۲۴ھ)[2]

ممتاز عالم اور محقق تھے۔ اپنے والد اور علمائے حلب سے علم سیکھا، ۱۰۶۹ھ میں اپنے والد کی جگہ مسند افتاء حنفیہ پر بیٹھے۔ مختلف مدارس میں تدریس کی۔ قدس، اُزنیق، طرابلس (شام) میں قاضی رہے۔ بعد میں یہ سب چھوڑ کر قسطنطنیہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے مختلف علوم کے متعدد واہم موضوعات پر عمدہ مباحثے اور مذاکرے کئے۔ کئی علوم پر آپ کی تصانیف پائی جاتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : سلک الدرر کے مطابق اصول پر ان کی مندرجہ ذیل تین کتب ہیں :

۱۔ اپنے والد کی اصول میں کتاب "منظومة الکواکب" پر حاشیہ لکھا۔

۲۔ "ارشاد الطالب" کے نام سے مذکورہ بالا کتاب کی شرح لکھی، اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں ۱۶۸ پر موجود ہے۔

۳۔ "تحریرات علی التلویح"

ان کی اکثر مؤلفات مسودہ کی صورت میں ہیں۔ ہدیۃ العارفین میں ہے :

" حاشیه علی ارشاد الطالب لوالده فی الفروع "

(انہوں نے اپنے والد کی فروع میں کتاب ارشاد الطالب پر حاشیہ لکھا)

لیکن مظہر بقا نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا :

" ولیس صحیحا ، بل ارشاد الطالب ، فی الاصول "

(صاحب ہدیۃ العارفین کی یہ بات درست نہیں ہے بلکہ ارشاد الطالب اصول کی کتاب ہے)[3]

محمد بن عبد الفتاح التنکابنی شیعی (متوفی ۱۱۲۴ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "سفینة النجاة فی الاصول" تالیف کی۔[5]

محمد بن حسین الخوانساری شیعی (متوفی ۱۱۲۵ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی شرح مختصر الاصول" تالیف کی۔[7]

---

[1] معجم الاصولیین ۲/۲۰ (۲۴۹)، نزہۃ الخواطر ۶/۵۸۔۵۹ (۱۲۰)

[2] احمد بن محمد بن حسن بن احمد الکواکبی الحلبی حنفی (۱۶۴۴ء/۱۷۱۲ء) حلب میں ولادت اور قسطنطنیہ میں وفات ہوئی۔

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۱۶۹، معجم الاصولیین ۱/۲۰۳۔۲۰۴ (۱۵۲)، سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی العشر، ابو الفضل سید محمد خلیل آفندی المرادی ۱/۱۷۵۔۱۷۶۔ بغداد مکتبہ ۱۲۹۱ھ۔

[4] محمد بن عبد الفتاح التنکابنی المازندرانی الشیعی، سراب۔

[5] ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۶

[6] جمال الدین محمد بن حسین بن محمد الخوانساری الشیعی الدماس

[7] ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۲

احمد بن محمد الولالی (متوفی ۱۱۲۸ھ)[۱]

امام، علامہ، محقق و مدقق تھے۔ ممتاز علماء سے علم حاصل کیا۔ تدریس کی مختلف فنون پر آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں "حاشیه علی المحلی" تالیف کیا۔[۲]

ملاجیون حنفی (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۰ھ)[۳]

حفظ قرآن کیا۔ حصول علم کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کئے۔ سولہ برس کی عمر میں تحصیل علم مکمل کرلی۔ شہنشاہ عالمگیر نے ان سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ۱۱۰۵ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا، حج و زیارت سے مشرف ہونے کے بعد علماء مدینہ سے "منار الانوار للنسفی" کو پڑھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التفسیرات الاحمدیه فی بیان الایات الشرعیه مع تعریفات المسائل الفقیه، حرکة التالیف میں اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا :

"جمع فیه الایات القرانیه التی تستخرج منها الاحکام الفقیه و تستبط منها القواعد الاصولیه والمسائل الکلامیه ثم فسرها و شرحها باحسن وجه یقبله العقل والمنطق"

(انہوں نے اس میں ان آیات قرآنیہ کو جمع کیا جن سے احکام فقیہ کا استخراج اور قواعد اصولیہ اور کلامی مسائل کا استنباط ہوتا ہے پھر ان کی تفسیر کی اور ایسے عمدہ پیرائے میں شرح کی جسے عقل اور منطق قبول کرتی ہے)

۲۔ "نور الانوار فی شرح المنار"۔[۴]

نور الانوار پر حاشیہ :

ملاجیون کی اس شرح پر شیخ محمد عبدالحلیم نے حاشیہ تحریر کیا اور اس کا نام "قمر الاقمار" رکھا۔

امان اللہ بنارسی حنفی (متوفی ۱۱۳۳ھ)[۵]

فقہ، اصول، منطق، کلام اور دوسرے علوم کے بھی عالم تھے۔ لکھنو میں اہم عہدے پر فائز تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ السفر فی الاصول ۲۔ شرح محکم الاصول ۳۔ حواش علی التلویح[۶]

۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن یعقوب الولالی۔ ۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۷۰/۵، الفتح المبین ۳۱۶/۳، معجم الاصولیین ۲۳۰/۱ (۱۷۳)

۳۔ ملاجیون بن ابوسعید بن عبداللہ (عبید) بن الرزاق حنفی المکی الصالحی ہندی جونپوری (۱۶۳۷ء/۱۷۱۷ء) ہند میں ولادت و وفات ہوئی۔

۴۔ الفتح المبین ۱۲۳/۳، حرکة التالیف فی الاقلیم الشمالی الهندی فی القرنین الثامن عشر والتاسع عشر، جمیل احمد۔ ص ۱۰۸۔ کراچی بحوالدراسات الاسلامیہ سندھ۔ ۵۔ امان اللہ بن نور اللہ بن الحسین بنارسی ہندی متوفی ۱۷۲۱ء ہند میں ولادت ہوئی۔

۶۔ ایضاح المکنون ۳۳۳/۴ اور ۵۳۰، ہدیۃ العارفین ۲۲۷/۵، معجم الاصولیین ۲۸۱/۱۔۲۸۲ (۳۲۵) نزہۃ الخواطر ۹۰۶/۲ (۸۰)

خلیل بن ملا حسین الاسعردی شافعی (۱۰۸۵ھ۔۱۱۳۴ھ) [۱]

مؤلفات اصولیہ : کتاب "اصول الفقه" تالیف کی۔ [۲]

محمد بن تاج الدین الفاضل ہندی امامی (۱۰۶۲ھ۔۱۱۳۷ھ) [۳]

شیعی امامی علماء میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الخورا البدیعة (البریعه) فی اصول الشریعه

۲۔ رموز الاحکام الشریعة من الخمسة التکلیفیة والوضعیة۔ [۴]

محمد بن عبدالہادی سندی حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ) [۵]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی شرح جمع الجوامع" لکھا۔ [۶]

الیاس بن ابراہیم الکردی الکورانی شافعی (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۸ھ) [۷]

فقیہ تھے۔ تقریباً ۱۰۷۰ھ میں دمشق جا کر وہاں کے علماء سے تحصیل علم کیا۔ بیت المقدس کا پیدل سفر کیا۔ حج بیت اللہ کیا اور وہاں رہ کر علمی و روحانی پیاس بجھائی۔ والی دمشق وزیر رجب پاشا ان کا بڑا معتقد و محبت کرنے والا تھا۔ ایک مرتبہ حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا :

"واللہ ان دعائی لا یصل الی السقف، وما ینفعک دعائی والمظلمون فی حبسک یدعون علیک"

(واللہ تیرے حق میں میری دعا چھت تک بھی نہیں پہنچے گی اور تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گی کیونکہ مظلوم تیری قید میں تیرے لئے بددعا کر رہے ہیں)

انہوں نے مختلف فنون پر کئی کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی شرح جمع الجوامع" تالیف کیا۔ [۸]

۱۔ شیخ خلیل بن الملا حسین الاسعردی الکردی شافعی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۷

۳۔ بہاء الدین محمد بن تاج الدین حسن الاصبہانی، فاضل ہندی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۸

۵۔ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی السندی، مدینۃ المنورہ میں وارد تھے۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۸

۷۔ الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر الکردی الکورانی (۱۶۳۷ء/۱۷۲۶ء) دمشق میں وارد تھے۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۶، معجم الاصولیین ۱/۲۷۹۔۲۸۰ (۲۲۳)

احمد، برناز، قوہ خوجہ حنفی (۱۰۷۴ھ۔۱۱۳۸ھ)[1]

اپنے زمانے کے ممتاز فقہاء میں سے تھے۔ کئی علوم کے عالم و عارف تھے۔ ان کے دادا محمد اپنے علاقے کے پہلے حنفی مفتی تھے۔ مصر، مکہ، قسطنطنیہ، الجزائر جا کر وہاں کے شیوخ سے علم حاصل کیا اور پھر واپس تونس لوٹ کر وہاں کے اساتذہ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ کئی مشہور مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ بہت سی کتابیں ان کی یادگار تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح المنار لا بن الملک" تالیف کیا۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ الاحمدیہ تونس نمبر ۱۴۴۱/۱ میں موجود ہے۔[2]

عبدالرحمن بن احمد بصیری حنفی (متوفی ۱۱۳۹ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الرشاد شرح الارشاد من الاصول" تالیف کی۔[4]

عبدالغنی النابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ۔۱۱۴۳ھ)[5]

کئی علوم کے عالم تھے۔ فقہ واصول کی تعلیم شیخ احمد القلعی سے حاصل کی۔ بغداد، سوریہ، فلسطین، لبنان، مصر و حجاز کے سفر کیے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "خلاصہ التحقیق فی بیان التقلید و التلفیق" تالیف کی۔[6]

محمد امین قصیری زادہ حنفی (متوفی ۱۱۵۱ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح منار الانوار للنسفی فی الاصول" تالیف کی۔[8]

محمد بن عیسی الکنانی حنبلی (۱۰۷۴ھ۔۱۱۵۳ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الزھور البھیہ فی شرح الرسالۃ الاصول الفقھیہ" تالیف کی۔[10]

احمد بن مبارک السجلماسی مالکی (۱۰۹۰ھ۔۱۱۵۵ھ)[11]

فقیہ، محدث، خاتمۃ المحققین والعلماء والعاملین، فھامہ تھے۔ جمیع علوم کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی، شیخ عارف باللہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ بہت سی کتب نافعہ تصنیف کیں۔

---

1. احمد بن مصطفیٰ بن محمد بن مصطفیٰ، قرہ خوجہ، برناز (۱۶۶۴ء/۱۷۲۶ء) ترکی النسل تھے مگر تونس میں مستقل رہائش پذیر تھے۔
2. معجم الاصولیین ۱/۲۳۸۔۲۴۰ (۱۸۲) 3. قاضی عبدالرحمن بن احمد بصیری رومی 4. ایضاح المکنون ۳/۵۷۲
5. شیخ الاسلام عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی النابلسی الدمشقی (۱۶۴۱ء/۱۷۳۱ء)۔ دمشق میں انتقال ہوا۔
6. ہدیۃ العارفین ۵/۵۹۰۔۵۹۴، الفتح المبین ۳/۱۲۵۔۱۲۶، معجم الاصولیین ۲/۲۱۸ (۳۵۰)
7. محمد امین ابن الشیخ محمد الاسکداری، قصیری زادہ 8. ہدیۃ العارفین ۶/۳۲۳
9. محمد بن عیسی بن محمود بن کنان الکنانی الصالحی الدمشقی الخلوتی۔ دمشق میں وفات پائی۔ 10. ہدیۃ العارفین ۶/۳۲۵
11. ابوالعباس احمد بن مبارک بن محمد بن علی البکری الصدیقی (۱۶۷۹ء/۱۷۴۲ء) سجلماسہ میں پیدا ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "اشارۃ الافھام بسماع ما قیل فی دلالۃ العام" المراغی نے اس طرح ذکر کیا ہے :

"وله فی الاصول رسالة فی دلالة العام علی بعض افراده"

(اصول میں ان کا رسالہ ہے جو عام کی اس کے بعض افراد پر دلالت کے بارے میں ہے)

۲۔ "رد التشدید فی مسالة التقلید"

۳۔ "شرح علی شرح السحلی علی جمع الجوامع"[1]

نورالدین احمد بن محمد ہندی حنفی (۱۰۶۴ھ۔۱۱۵۵ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی التلویح" تالیف کیا۔[3]

احمد بن احمد العمادی مالکی (متوفی ۱۱۵۵ھ)[4]

فقیہ، اصولی، محدث، نحوی اور منطقی تھے۔ اصول و فروع میں متحضر رہتے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[5]

احمد بن اسحاق الذماری (۱۱۰۷ھ۔۱۱۵۸ھ)[6]

علمائے ذمار اور صنعاء سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "حواش علی شرح الغایة فی الاصول" تالیف کی۔[7]

حمد اللہ الشیعی (متوفی ۱۱۶۰ھ)[8]

حکیم، منطقی، اصولی اور طبیب تھے۔ کمال الدین سہالوی اور نظام الدین لکھنوی کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح زبدة الاصول، للعاملی" تالیف کی۔[9]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۱۷۳/۵، اس میں تاریخ وفات ۱۱۵۶ھ ہے۔ الفتح المبین ۱۲۷/۳، معجم الاصولیین ۱۹۰/۱ (۱۳۸)

۲۔ نورالدین احمد بن الشیخ محمد صالح احمد آبادی ہندی۔

۳۔ ایضاح المکنون ۱۷۳/۴

۴۔ احمد بن احمد بن عیسیٰ العمادی متوفی ۱۷۴۲ء۔

۵۔ معجم الاصولیین ۷۸/۱ (۵۶)

۶۔ ابوعبداللہ صفی الدین احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن الامام المہدی احمد بن الحسن (۱۶۹۵ء/۱۷۴۵ء) صنعاء میں وفات پائی۔

۷۔ معجم الاصولیین ۹۳/۱۔۹۵ (۶۲)

۸۔ احمد اللہ بن شکر اللہ بن دانیال متوفی ۱۷۴۷ء۔

۹۔ معجم الاصولیین ۸۴/۲ (۳۱۸)

احمد بن محمد القاز آبادی حنفی (متوفی ۱۱۶۳ھ)[1]

سیواس میں تعلیم حاصل کی۔ استنبول میں تدریس کی، مکہ المکرمہ میں قاضی رہے۔ مفسر اور کئی علوم کے عالم تھے۔ کئی مصنفات تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

حاشیة الاصول وغاشية الفصول " (شرح مقدمات الاربعة لصدر الشريعه)

اوّلہ : الحمد لله الذی علم مالم نعلم من بدائع الاصول .... وبعد فيقول أفقر عباده الله الى الله الهادى .... ابو النافع احمد بن محمد بن اسحاق القاز آبادى .... هذه كلمات .... على المقدمات الاربع التى اخترعها صدر الشريعه .... الخ

آخرہ : بل فتح مفتح الابواب و كشف رب الأرباب (اور اس کے بعد حمد و صلاۃ ہے) مختلف مقامات میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ استنبول کے میوزیم کی الماری ۱۳۱ میں موجود ہے۔

صاحب معجم الاصولیین نے لکھا کہ مکتبہ لالہ لی ترکی ۷۴۸ کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ایک حاشیہ علی شرح مختصر المنتهى للسيد بھی ہے واللہ علم۔ مگر صورت حال یہ ہے کہ سید کی مختصر المنتهى پر کوئی شرح نہیں ہے بلکہ ان کا ایک حاشیہ ہے جو شرح العضد لمختصر المنتهى پر ہے۔[2]

اسماعیل بن محمد الصنعانی زیدی (۱۱۱۰ھ۔۱۱۶۴ھ)[3]

فقیہ، اصولی اور شاعر تھے۔ اپنے والد اور سید محمد بن اسماعیل الامیر سے تعلیم حاصل کی اور مختلف علوم میں خاص طور پر اصول میں کمال حاصل کیا۔ اپنے زمانے کے کبار اور مشہور عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

"شرح منظومة الكافل فى الاصول " یہ ان کے شیخ سید محمد الامیر کی کتاب کی شرح ہے۔ جو دو مجلدات پر محیط ہے اس میں طویل مگر مفید بحثیں کی گئیں ہیں۔[4]

احمد بن مصطفیٰ الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۶۵ھ)[5]

خادم میں مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشيه على مراة الاصول شرح مرقاة الوصول لملاخسرو تالیف کی۔[6]

---

[1] ابو النافع احمد بن محمد بن اسحاق الرومی القاز آبادی متوفی ۱۷۵۰ء۔ ترکی سے تعلق تھا، قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

[2] ہدیۃ العارفین ۱۷۵/۵، معجم الاصولیین ۲۰۲/۱۔۲۰۳ (۱۵۱)

[3] اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن المہدی احمد بن الحسن بن امام القاسم بن محمد الیمانی الصعنانی الزیدی (۱۶۹۸ء/۱۷۵۱ء) صنعاء میں ولادت ہوئی۔

[4] ہدیۃ العارفین ۲۲۱/۵، معجم الاصولیین ۲۶۸/۱ (۲۱۳)

[5] ابو نعیم احمد بن مصطفیٰ بن عثمان الخازمی الرومی۔

[6] ایضاح المکنون ۴۵۷/۳، ہدیۃ العارفین ۱۷۵/۵، معجم الاصولیین ۲۳۸/۱ (۱۸۱)

اسماعیل بن غنیم الجوہری (۱۱۶۵ھ بعدہ) [1]

انہوں نے کئی نفع بخش کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الکلم الجوامع فی بیان مسالۃ الأصولی لجمع الجوامع" تالیف کی۔

صاحب جمع الجوامع کے قول "والاصولی العارف بھا" کی شرح میں یہ رسالہ ہے۔

اولھا : "حمد المن ھدانا لمنھاج الوصول" وہ اس کتاب کی تالیف سے ۱۱۵۰ھ میں فارغ ہوئے۔

دار الکتب مصریہ نمبر ۴۰۴ کے علاوہ مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ [2]

عمر بن محمد الشنوانی (متوفی ۱۱۶۷ھ) [3]

شاعر، ادیب، فقیہ اور اصولی تھے۔ قاہرہ آکر وہاں کے اکابر علماء فضلاء سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "صارم الحق القصام لظھر من ادعی أن الاباحۃ لیست من الاحکام" تالیف کی۔

اس میں اُحکام خمسہ ذکر کئے گئے ہیں اور بتایا کہ "اباحۃ" ان احکام میں سے ایک ہے اور ان لوگوں کا رد کیا جو اباحت کے حکم شرعی ہونے کے منکر ہیں ادعاء، استدلال اور رد علی الخصوم میں طریقہ اصولیہ کے مطابق بحث کی گئی ہے۔ [4]

حسن بن علی المرابغی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ) [5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التحریر ۲۔ حاشیہ علی جمع الجوامع۔ [6]

حامد بن یوسف الباندری موی حنفی (۱۱۱۱ھ۔۱۱۷۲ھ) [7]

کئی علوم کے عالم تھے۔ آستانہ سوریہ ومصر میں تعلیم حاصل کی، مدینۃ المنورہ میں ایک عرصہ تک قیام کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعریفات الفحول فی الاصول" تالیف کی۔ [8]

احمد بن علی المنینی حنفی (۱۰۸۹ھ۔۱۱۷۲ھ) [9]

حنبلی مفتی شیخ ابوالمواہب اور شیخ عبدالغنی نابلسی اصولی حنفی (متوفی ۱۱۴۳ھ) صاحب "خلاصۃ التحقیق فی بیان التقلید والتلفیق" وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف فنون پر بہت سی کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ اسماعیل بن غنیم الجوہری، ۱۱۷۵ھ میں زندہ تھے۔

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۲۶۷ (۲۱۲)

۳۔ عمر بن محمد بن عبداللہ الحسینی الشنوانی۔ مصر میں وفات پائی۔

۴۔ الفتح المبین ۳/۱۲۸

۵۔ حسن بن علی بن احمد بن عبداللہ الطاوی الازہری المرابغی۔ مصر میں وفات پائی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸

۷۔ ضیاء الدین حامد بن یوسف بن حامد الاسکدرائی الباندرموی (۱۷۰۰ء/۱۷۵۸ء)۔ باندرمہ میں وفات پائی۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۶۰، معجم الاصولیین ۱/۶۶۔۶۷ (۲۵۶)

۹۔ ابوالنجاح احمد بن علی بن عمر بن صالح العدوی الطرابلسی الاصل، المنینی المولد، الدمشقی المنشاء (۱۶۷۸ء/۱۷۵۹ء)۔

مؤلفات اصولیہ :

علامہ قاسم بن قطلو بغا نے رسالہ "عرف الناسم" کی شرح لکھی۔ ہدیۃ العارفین میں یہ الفاظ ہیں : "شرح رسالة ابن قطلو بغافی الفقة" معجم المؤلفین میں احمد المکینی کے حالات زندگی میں اس طرح مذکور ہے : "من تاليفه .... شرح رسالة قاسم بن قطلو بغافي اصول الفقه" [1]

احمد الأصرم (متوفی ۱۱۷۲ھ)[2]

فقیہ، اصولی، ادیب اور شاعر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشيه على شرح المحلي بجمع الجوامع" تالیف کی۔[3]

شاہ ولی اللہ دہلوی حنفی (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ)[4]

فقیہ، اصولی، محدث، مفسر اور اصولی تھے۔ حفظ قرآن و تحصیل علوم کی تکمیل کے بعد پندرہ برس کی عمر میں بارہ برس تک اپنے والد کے مدرسہ میں تدریس کی۔ انہوں نے علوم ظاہرہ، تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، نحو و صرف کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ ۱۱۴۴ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں کے شیوخ سے مستفید ہوئے، پھر واپس دہلی لوٹ آئے۔ مختلف فنون و موضوعات پر دو سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

شاہ ولی اللہ نے اصول فقہ کے جمیع ابواب پر محیط کوئی مکمل کتاب نہیں لکھی سوائے "عقد الجيد في احكام الاجتهاد و التقليد" کے، اس میں ابواب اصول فقہ میں سے ایک باب "الاجتهاد و التقليد" کو زیر بحث لائے ہیں، مگر جمیع مسائل اصول فقہ میں آپ کی منتشرہ صورت میں آراء موجود ہیں جنہیں ڈاکٹر مظہر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ بعنوان "اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ" میں یکجا کیا ہے۔ اس پر کراچی یونیورسٹی، پاکستان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی اور یہ مقالہ کتاب کی صورت میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ المراغی نے لکھا ہے :

"من مؤلفاته الانصاف في بيان سبب الاختلاف وهو كما يرى من اسمه كتاب في اصول الفقه"

(ان کی مؤلفات میں سے ایک "الانصاف في بيان سبب الاختلاف" ہے اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ اصول فقہ میں کتاب ہے)[5]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۵۔۱۷۶، معجم الاصولیین ۱/۱۷۵۔۱۷۶ (۱۲۶)

[2] احمد الاصرم متوفی ۱۷۵۶ء۔ قیروان میں ولادت ہوئی۔ [3] معجم الاصولیین ۱/۶۷ (۴۰)

[4] ابوالفیاض، ابوعبدالعزیز، احمد بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین العمری، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳ء/۱۷۶۲ء) ہند میں ولادت ہوئی۔

[5] ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۷، الفتح المبین ۳/۱۳۰، معجم الاصولیین ۱/۱۴۷۔۱۴۹ (۱۰۳)

محمد بن مصطفیٰ الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۷۶ھ)[1]

ان کے دادا عثمان بلخ سے آئے تھے اور "خادم" کو اپنا وطن بنالیا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مجامع الحقائق فی الاصول" تالیف کی۔

شرح مجامع الحقائق :

بعد میں ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن محمد خادمی (متوفی ۱۱۹۲ھ) نے "منافع الدقائق شرح مجامع الحقائق" کے نام سے اس کتاب کی شرح لکھی۔[2]

محمد بن محمد البلیدی مالکی (۱۰۹۶ھ-۱۱۷۶ھ)[3]

فقیہ، عمدة المحققين، صدر شیوخ المالکیہ اور بہت سے علوم وفنون کے عالم وعارف تھے۔ علماء الازہر اور شام ان سے مستفید ہوئے۔ جامعہ الازہر میں جب ان کا تفسیر بیضاوی کا درس ہوتا تو وہاں دوسو سے بھی زیادہ مدرسین جمع ہوتے۔ ان کی بہت سی مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "رسالة فی دلالة العام علی بعض افراده فی الاصول" تالیف کی۔[4]

رستم علی القنوجی (۱۱۱۵ھ-۱۱۷۸)[5]

فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ اکثر کتب درسیہ اپنے والد سے پڑھیں اور ان کی وفات کے بعد لکھنو جا کر تمام کتب شیخ نظام الدین السہالوی سے پڑھیں اور واپس آکر اپنے والد کے مدرسہ میں تدریس کی۔ قنوج پر مرہٹوں کے تسلط کے بعد فرح آباد اور پھر بریلی آکر مقیم ہوگئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "منتخب نور الانوار شرح منار الاصول، لملا جیون" تالیف کی۔[6]

بحر العلوم لکھنوی حنفی (متوفی ۱۱۸۰ھ یا ۱۲۲۵ھ)

تاریخ وفات ۱۲۲۵ھ کے تحت ان کا بیان آئے گا۔

عبد الغفور الامدی شافعی (متوفی ۱۱۸۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "رسالة فی الاصول" تالیف کیا۔[7]

---

[1] ابوسعید محمد بن مصطفیٰ بن عثمان الحسینی المفتی الخادمی النقشبندی، ان کے دادا عثمان بلخ سے آئے اور خادم کو وطن بنایا۔

[2] ہدیۃ العارفین ۴۸۵/۵، ۳۳۳/۶ [3] محمد بن محمد بن محمد الحسینی المغربی، البلیدی (۱۶۸۵ء-۱۷۶۳ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

[4] الفتح المبین ۱۲۹/۳ [5] رستم علی بن علی اصغر الصدیقی القنوجی (۱۷۰۳ء-۱۷۶۷ء) قنوج میں ولادت وتدفین ہوئی، جبکہ وفات اور چھ ماہ تک پہلی تدفین بریلی میں رہی۔ [6] معجم الاصولیین ۱۰۴/۲ (۳۳۲)

[7] عبد الغفور الامدی، لبیب، ہدیۃ العارفین ۵۸۸/۵

ابراہیم الشرقاوی شافعی (متوفی ۱۱۸۵ھ)[1]

فقیہ واصولی تھے۔ اصول اور فروع فقہیہ میں مہارت حاصل تھی۔ صبح سے رات تک جامعہ الازہر میں درس وتدریس کی جگہ سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے اور ایک مدت تک اکیلے اپنے مذہب کی مسند افتاء پر فائز رہے۔[2]

خلیل الخضیری شافعی (متوفی ۱۱۸۶ھ)[3]

فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "اتحاف الیقظان بأسرار لقطة العجلان" تالیف کی۔ یہ بدرالدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) کی "لقطة العجلان وبلة الظمان" کی شرح ہے۔ دارالکتب المصریہ میں نمبر ۲۲۸۴۱ (ب) پر اس کا نسخہ موجود ہے۔[4]

عبدالحق فرنگی محلی (متوفی ۱۱۸۷ھ)[5]

اپنے چچا ملا نظام الدین سے علم سیکھا۔ مدرسہ فرنگی محلی میں مدرس رہے۔ لکھنو کے اکابرین میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح مسلم الثبوت" تالیف کی۔[6]

احمد بن محمد الراشدی شافعی (متوفی ۱۱۸۸ھ)[7]

محدث، فرضی اور اصولی تھے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[8]

احمد بن عبداللہ البعلی حنبلی (۱۱۰۸ھ۔۱۱۸۹ھ)[9]

فریضہ حج ادا کیا۔ مدینۃ المنورہ میں تدریس کی۔ شیخ ابراہیم المواہبی کے بعد ۱۱۸۸ھ میں حنبلی مسند افتاء پر بیٹھے۔ کئی موضوعات پر کتب تصنیف کیں۔

---

[1] ابراہیم بن عبداللہ الشرقاوی شافعی متوفی ۱۷۷۱ء
[2] معجم الاصولیین ۱/۳۵(۱۵)
[3] خلیل بن محمد بن زہران بن علی الرشید المصری، خضیری شافعی متوفی ۱۷۷۲ء
[4] ایضاح المکنون ۳/۲۰۸، ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۵، معجم الاصولیین ۲/۹۸(۳۳۵)
[5] احمد عبدالحق بن محمد سعید بن قطب الدین فرنگی محلی متوفی ۱۷۷۳ء
[6] معجم الاصولیین ۱/۲۲۳(۱۶۵۸)
[7] احمد بن محمد بن شاہین الراشدی شافعی الازہری متوفی ۱۷۷۴ء، قاہرہ میں وفات پائی
[8] معجم الاصولیین ۱/۲۳۱(۱۷۴)
[9] احمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن مصطفیٰ الحلبی الاصل البعلی الدمشقی (۱۶۹۷ء۔۱۷۷۵ء) دمشق میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "ذخر الحریر فی شرح مختصر التحریر" تالیف کی۔[1]

عبداللہ بن محمد الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۹۲ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "منافع الدقائق شرح مجامع الحقائق" تالیف کی۔ یہ کتاب ان کے والد محمد بن مصطفیٰ الخادمی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی اصول فقہ میں کتاب "مجامع الحقائق" کی شرح ہے۔[3]

محمد بن عبادہ العدوی مالکی (متوفی ۱۱۹۳ھ)[4]

ممتاز مالکی شیوخ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حصول علم کے لئے مصر آئے اور مختلف علوم وفنون حاصل کیے۔ کئی مفید کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی جمع الجوامع[5] ۲۔ حاشیہ علی السعد

۳۔ تقییدات علی ورقات امام الحرمین فی الاصول[6]

محمد بن یوسف الاسیری حنفی (۱۱۳۳ھ۔۱۱۹۴ھ)[7]

حلب میں مفتی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المستغنی شرح المغنی فی الاصول۔[8]

۲۔ بدائع الافکار فی شرح اوائل الانوار۔[9]

حسن بن علی العشاری شافعی (۱۱۵۰ھ۔۱۱۹۴ھ)[10]

فقیہ، اصولی، بہترین نثر نگار اور شاعر تھے۔ فقہ کا اتنا غلبہ تھا کہ "شافعی الصغیر" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ رضا کحالہ کے مطابق بصرہ کے قاضی رہے۔ ۱۱۹۴ھ میں تدریس کے لئے بغداد سے بصرہ بھیجے گئے مگر سال پورا ہونے سے قبل ہی وفات پا گئے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ ایضاح المکنون ۳/۵۴۰، ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۸۔۱۷۹، معجم الاصولیین ۱/۱۵۴(۱۰۷)

۲۔ عبداللہ بن ابی سعید محمد بن مصطفیٰ الخادمی الرومی حنفی

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۸۵

۴۔ ابو عبداللہ محمد بن عبادہ بن بری الصوفی مالکی العدوی متوفی ۱۷۲۷ء

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۴۱

۶۔ الفتح المبین ۳/۱۳۳

۷۔ محمد بن یوسف بن یعقوب بن علی بن محسن بن شیخ اسکندر الغزالی۔ حنفی الاسیری، غالباً حلب میں وفات پائی

۸۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۲

۹۔ ایضاح المکنون ۳/۱۶۹

۱۰۔ ابو عبداللہ نجم الدین حسین بن علی بن حسن بن محمد بن فارس العشاری البغدادی الشافعی (۱۷۳۷ء۔۱۷۸۰ء) بغداد میں ولادت ووفات ہوئی

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " تعلیقات علی شرح جمع الجوامع للمحلی تالیف کی ۔[1]

اسماعیل بن محمد القونوی حنفی (متوفی ۱۱۹۵ھ)[2]

اصولی، منطقی، مفسر، علوم عقلیہ ونقلیہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ قسطنطنیہ میں تدریس کرتے تھے۔ اس قدر شہرت پائی کہ سلطان مصطفیٰ خان نے ان کو "دار السعادۃ" کا رئیس المعلمین بنادیا تھا۔ سلطان عبدالحمید خان بھی ان کی انتہائی تعظیم وتکریم کرتا اور جب ان کے درس میں شرکت کے لئے آتا تو سلسلہ درس جاری رکھنے کا حکم دیتا۔ ان کے بھائی سلطان مصطفیٰ کا بھی یہی معمول تھا۔ انہوں نے کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے " حاشیه على المقدمات الأربع لصدر الشريعه " تالیف کیا مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک تیموریہ (۲۳۲ مجامع) میں بھی موجود ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے:

" الحمد لله خالق السماء والأرضين ۔[3]

عبدالرحمٰن بن جاداللہ البنانی مالکی (متوفی ۱۱۹۸ھ)[4]

فقیہ واصولی تھے۔ جامعہ الازہر میں تعلیم حاصل کی۔ اپنے زمانے کے ممتاز جید علماء سے علمی استفادہ کیا۔ معقول و منقول میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "حاشیه على شرح جلال الدين المحلی علی جمع الجوامع " دو مجلدات میں تالیف کیا۔ جو بولاق سے ۱۲۸۵ھ میں چھپ چکا ہے۔[5]

مصطفیٰ بن یوسف الموستاری حنفی (متوفی ۱۱۹۹ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ فتح الاسرار فی شرح المغنی فی الاصول

۲۔ مفتاح الحصول على مراة الاصول اعنی شرح مرقاة الوصول لملا خسرو ۔[7]

---

[1] معجم الاصولیین ۲/۳۷۳ـ۴۷۴ (۳۰۸)

[2] ابوالفداء، عصام الدین اسماعیل بن محمد بن مصطفیٰ القونوی حنفی متوفی ۱۷۸۱ء، قونیہ میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

[3] معجم الاصولیین ۱/۲۷۰ـ۲۷۱ (۲۱۵)

[4] ابوزید عبدالرحمٰن بن جاداللہ المغربی البنانی متوفی ۱۷۸۳ء مصر میں وارد ہوئے تھے۔

[5] ہدیۃ العارفین ۵/۵۵۵، الفتح المبین ۳/۱۳۳، معجم الاصولیین ۱/۱۷۸ـ۱۷۹ (۲۱۴)

[6] مصطفیٰ بن یوسف بن مراد الموستاری البوسنوری الرومی حنفی

[7] ایضاح المکنون ۳/۴۴۳

علی بن صادق الشماخی (متوفی ۱۱۹۹ھ) [1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ''حاشیہ علی مختصر المنتهی'' تالیف کیا۔[2]

سید عمر بن حسین بوز جی زادہ الآمدی (متوفی ۱۲۰۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ''شرح الوجیر فی الاصول'' تالیف کی۔[3]

☆☆☆

[1] علی بن الحاج صادق بن محمد بن ابراہیم الداغسانی، دمشق میں سکونت اختیار کی۔
[2] ہدیۃ العارفین ۵/۷۷۰
[3] ایضاح المکنون ۴/۴۷، ہدیۃ العارفین ۵/۸۵۸۰

تیرہویں صدی ہجری کے اصولین کا تعارف اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فیض اللہ الداغستانی شافعی (متوفی ۱۲۰۲ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی جمع الجوامع فی الفروع تالیف کیا۔[2]

سید ابراہیم القروینی شیعی (متوفی ۱۲۰۳ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "ضوابط الاصول" تالیف کی۔[4]

محمد باقر بن محمد اکمل البہبہانی شیعی (متوفی ۱۲۰۸ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی الذخیرہ ۲۔ حاشیہ علی معالم الاصول۔[6]

احمد بن یونس الخلیفی شافعی (۱۱۳۱ھ۔۱۲۰۹ھ)[7]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے۔ منصب افتاء پر فائز ہوئے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[8]

عبداللہ بن محمد الاحسقہ وی حنفی (۱۱۴۶ھ۔۱۲۱۲ھ)[9]

آستانہ میں مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "جامع الفصول فی علمی الفروع والاصول" تالیف کی۔[10]

۱۔ فیض اللہ بن عبداللہ الداغستانی شافعی، مدینۃ المنورہ میں وارد ہ تھے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۸۲۲/۵ ۳۔ سید ابراہیم بن باقر القروینی الشیعی ۴۔ ایضاح المکنون ۲۳/۳

۵۔ محمد باقر بن محمد اکمل الاصبہانی الفارسی البہبہانی، کربلا میں آ کر مقیم ہو گئے تھے۔ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۰/۶

۷۔ ابوالعباس احمد بن یونس الخلیفی الازہری الشافعی (۱۷۱۹ء۔۱۷۹۵ء) قاہرہ کے رہنے والے تھے۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۵، معجم الاصولیین ۲۵/۱ (۱۹۳)

۹۔ ابومحمد ضیاء الدین عبداللہ بن محمد الاحسقہ وی الارغوری حنفی۔ آستانہ میں مدرس تھے۔

۱۰۔ ایضاح المکنون ۸۵۶/۳، ہدیۃ العارفین ۴۸۷/۵

سید محمد مہدی البروجروی شیعی (۱۱۵۵ھ۔۱۲۱۲ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الوافیہ فی الاصول　　۲۔ قواعد الاصولیہ۔[2]

حسین بن علی الایدینی حنفی (متوفی ۱۲۱۳ھ)[3]

شیخ خادمی کے شاگرد تھے۔ پہلے اپنے شہر مغنیسیا میں وفات تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "حاشیہ علی حاشیہ السید لشرح العضد لمختصر ابن الحاجب" تالیف کیا۔ ایضاح المکنون اور معجم المؤلفین دونوں میں اس طرح مذکور ہے :

"حسين الرومي الشهيد بطات زاده له حاشية على لشرح الشريف الجرجاني لمنتهي السول والأمل"

(حسین رومی جوطات زادہ سے مشہور ہیں۔ ان کا شرح الشریف الجرجانی لمنتھی السول والامل پر حاشیہ ہے)

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ شریف جرجانی نے نہ تو شرح لمنتھی السول والامل تالیف کی اور نہ ہی مختصر المنتھی تالیف کی، بلکہ ان کا شرح العضد لمختصر المنتھی پر حاشیہ ہے۔ واللہ اعلم[4]

اسماعیل بن مصطفیٰ تائب حنفی (متوفی ۱۲۱۴ھ)[5]

عالم تھے۔ عینتاب میں قاضی بنائے گئے۔ کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

ایضاح المکنون کے مطابق انہوں نے کتاب "شرح منتھی السول والامل لابن الحاجب" تالیف کی، جب کہ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : حاشیہ علی حاشیہ السید علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب[6]

احمد ابو سلامہ شافعی (متوفی ۱۲۱۵ھ)[7]

اصول وفروع میں تبحر تھا۔ علوم نقلیہ، نحویہ، منطقیہ اور فقہیہ میں کمال حاصل کیا۔ فروع فقہیہ اور مذاہب اربعہ کے دقیق مسائل میں مستحضر رہتے۔ اصول غریبہ میں ان کا ذہن قیاس وغور وفکر میں محو رہتا۔ کثرت مطالعہ کے

---

[1] بحر العلوم السید محمد مہدی بن السید مرتضیٰ بن محمد الطباطبائی البروجردی

[2] ہدیۃ العارفین ۳۵۱/۶

[3] حسین بن علی الایدینی الرومی حنفی، نطات زادہ، متوفی ۱۷۹۸ء مغنیسیا میں وفات پائی

[4] ایضاح المکنون ۵۷۳/۲ میں تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ مذکور ہے، اسی طرح معجم المؤلفین ۲۷/۴ میں مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۳۲۸/۵ معجم الاصولیین ۷۱/۲ (۳۰۶)

[5] اسماعیل بن مصطفیٰ الارضروی حنفی تائب متوفی ۱۷۹۹ء قسطنطیہ میں وفات پائی

[6] ایضاح المکنون ۵۷۳/۲، ہدیۃ العارفین ۲۲۲/۵، معجم الاصولیین ۲۷۱/۱ (۲۱۶)، اس میں ہدیۃ العارفین ۱۲۲/۵، مذکور ہے جو کہ کاتب کی غلطی ہے۔ اصلا یہ ۲۲۲/۵ کا حوالہ ہے

[7] ابو محمد احمد بن سلامہ، ابو سلامہ شافعی متوفی ۱۸۰۰ء

سب اصول کی ان کی کتب قدیمہ پر مطلع رہتے جن سے عموماً متاخرین بے اعتنائی برتتے تھے۔ ان کے زمانے کے فضلاء مسائل اصولیہ میں ان کی طرف رجوع کرتے اور ان کے قول پر اعتماد کیا جاتا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[1]

احمد بن محمد العطار امامی (۱۱۲۸ھ۔۱۲۱۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی و عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں دو مجلدات پر مشتمل ایک بڑی کتاب تالیف کی اور اس کا نام "التحقیق" رکھا۔[3]

محمد بن احمد الجوہری الصغیر شافعی (۱۱۵۱ھ۔۱۲۱۵ھ)[4]

فقیہ، اصولی، ادیب و بلاغی تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم کے لئے شیخ الاجھوری کے دروس میں شرکت کی۔ جامعۃ الازہر اور مشہد حسینی میں تدریس کی درخواست کی گئی مگر انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ شیخ الجامعہ الازہر شیخ احمد الدمنھوری کی وفات کے بعد جب شیخ عبدالرحمن العریش حنفی کو ان کی جگہ نامزد کیا تو اس فیصلے سے ناراض شافعی علماء ان کے پاس آئے۔ اس کے بعد ان کی درخواست پر امراء و فقہاء شافعیہ کا امام شافعی کے مزار کے پاس اجتماع ہوا۔ انہوں نے شیخ الازہر کے لئے شیخ احمد العروسی شافعی کو منتخب کیا تو سب کو یہ فیصلہ ماننا پڑا اور ایسا ہی ہوا۔ وہ کئی بہترین کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "رسالة في الاصولي والأصول" تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین میں ہے : "مرقي الوصول الى معنى الاصولي والاصول"۔ دار الکتب المصریہ میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔ اس کے مطابق شیخ جوہری اس کے شرح میں فرماتے ہیں :

> "لما من الكريم الوهاب بمطالعة شرح جمع الجوامع مع بعض الاصحاب و كان في تكلمه على مسئلة الاصولي والاصول نوع غموض على بعض الاذهان والعقول اردت ان اكتب عليها بعض شيء يحل مبانيها مازجا للشرح بالمشروح".[5]

> (جب اللہ کریم نے بعض اصحاب کے ساتھ شرح جمع الجوامع کے مطالعہ کا احسان فرمایا اور مسئلہ الاصولی والاصول کی بحث میں بعض ذہنوں اور عقلوں پر کچھ خفا طاری تھا۔ میں نے چاہا کہ اس پر کچھ لکھوں جو اس پوشیدگی کو دور کر دے اور جو میرے مشروح کے ذریعہ شرح کی مطابقت اور اعانت کر سکے)

وہ اس کتاب کی تالیف سے ۱۱۹۶ھ میں فارغ ہوئے تھے۔

---

[1] معجم الاصولیین ۱/۱۲۲ (۸۸)

[2] احمد بن محمد بن علی بن سیف الدین الحسنی الحسینی البغدادی العطار (۱۷۱۶ء۔۱۸۰۰ء) [3] معجم الاصولیین ۱/۲۲۳ (۱۲۶)

[4] ابوالہادی محمد بن احمد بن حسن بن عبدالکریم الخالدی، جوہری صغیر، ابن الجوہری، شافعی (۱۷۳۸ء۔۱۸۰۱ء) مصر میں وفات پائی

[5] ہدیۃ العارفین ۶/۳۵۲، الفتح المبین ۳/ ۱۳۶۔۱۳۸، فہرست الکتب العربیہ المخطوطہ بالکتب خانہ المصریہ ۲/۲۶۴ (علم الاصول) جمع و ترتیب احمد الحی و محمد البیلاوی، مصر مطبعہ العثمانیہ ۱۳۰۵ھ

اسماعیل مفید بن علی رُومی حنفی (۱۱۳۲ھ۔۱۲۱۷ھ) [1]

فاضل، ادیب وخطاط تھے۔ موالی حرمین میں سے تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "شرح المناز للنسفی" تالیف کی۔ اس کا ایک نسخہ برنستن (یھودا) ۹۰۸(۵۹۸۵) میں موجود ہے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : الحمد لله الذی ارشد ناطریق الوصول الی علم الاصول..... اما بعد فهذا هل عقد المنار الخ [2]

صالح بن محمد الفلانی مالکی (۱۱۶۶ھ۔۱۲۱۸) [3]

فقیہ، اصولی، محدث، حافظ تھے۔ سوڈان میں ولادت ونشاۃ ہوئی۔ مراکش وتونس ومصر کے علمی اسفار کئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ مدینہ المنورہ میں سکونت اختیار کرلی تھی، انتقال تک وہیں تدریس کرتے رہے۔ انہوں نے کتاب "ایقاظ همم الابصار لاقتداء بسید المهاجرین والانصار" بھی تالیف کی جو ۱۲۹۸ھ میں ہند سے چھپ چکی ہے۔ [4]

عبدالحمید السباعی شافعی (متوفی ۱۲۲۰ھ) [5]

فقیہ واصولی تھے۔ شافعی المذہب ہونے کے باوجود مذہب حنفی کی مسند افتاء پر فائز کئے گئے اور وہ اس کے مطابق فتویٰ دیتے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے زمانے میں دونوں مذاہب کا ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا اور روح قفص عنصری سے پرواز کرجانے تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ ان کی کئی مؤلفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی جمع الجوامع" دو ضخیم جلدوں میں تالیف کیا۔ [6]

اسد اللہ الکاظمی شیعی (متوفی ۱۲۲۰ھ) [7]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نظم زبدة الاصول" تالیف کی [8]۔ مزید ۱۲۳۴ھ کے ضمن میں ان کا ذکر کیا جائے گا۔

خلیل بن احمد القونوی حنفی (متوفی ۱۲۲۴ھ) [9]

فقیہ، اصولی، متکلم اور مفسر تھے۔ شہر مغنیسیا میں مفتی رہے، کئی علوم وفنون پر کتابیں لکھیں۔

---

1. اسماعیل مفید بن علی العطار الرومی النقشبندی الحنفی (۱۷۲۰ء۔۱۸۰۳ء)
2. ہدیۃ العارفین ۲۲۳/۵، معجم الاصولیین ۲۶۶/۱ (۲۱۱) معجم المؤلفین ۲۹۷/۲
3. صالح بن محمد بن نوح بن عبداللہ العمری المالکی فلانی (۱۷۵۳ء۔۱۸۰۳ء) سوڈان میں ولادت اور مدینہ المنورہ میں وفات ہوئی
4. ہدیۃ العارفین ۴۲۳/۵، معجم الاصولیین ۱۳۹/۲ (۳۷۵)
5. عبدالحمید بن عبدالوہاب السباعی الحمصی شافعی متوفی ۱۸۰۵ء
6. معجم الاصولیین ۱۶۹/۲ (۳۰۵)
7. اسد اللہ ابن الحاج اسماعیل الکاظمی متوفی ۱۸۰۵ء
8. ہدیۃ العارفین ۲۰۳/۵
9. خلیل بن احمد بن حمست القونوی الرومی حنفی متوفی ۱۸۰۹ء، مغنیسیا میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "حاشیہ علی حاشیۃ السید للشرح العضد" تالیف کیا۔ ایضاح المکنون اور معجم المؤلفین میں اس طرح مذکور ہے: له شرح منتهى السول والامل فى علمى الاصول والجدل لابن الحاجب (والله اعلم) [1]

بحر العلوم عبد العلی لکھنوی حنفی (۱۱۴۴ھ۔۱۲۲۵ھ) [2]

فقیہ، اصولی اور منطقی تھے۔

اپنے والد سے کتب درسیہ پڑھ کر سترہ برس کی عمر میں فراغت پائی۔ والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ مدرسہ فرنگی محل لکھنو میں تدریس کی پھر شاہجہاں پور، رام پور، اور پھر بہار آ کر زندگی کے باقی ایام درس وتدریس میں گذارے۔ اصول فقہ کے علاوہ فقہ و منطق میں بھی آپ کی تصانیف ہیں

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت فی اصول الفقه۔ یہ شرح اور امام غزالی کی کتاب " المستصفی '' دونوں کا ایک ساتھ ۱۳۲۴ھ میں مطبعہ بولاق سے دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

فواتح الرحموت پر حواشی :

شاہ احمد رضا خان بریلوی حنفی (متوفی ۱۳۴۰ھ) نے اس پر حواشی لکھے جو تقریباً ۱۷۱ صفحات میں ہیں۔ اس کے غیر مطبوعہ نسخہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کراچی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۔ تکملہ شرح تحریر الاصول

۳۔ "تنویر المنار" یہ المنار کی فارسی میں شرح ہے۔ اس کو ڈاکٹر فاضل برکات احمد ٹونکی نے عربی زبان میں منتقل کیا۔ مظہر بقا نے کہا کہ اس کے نسخہ کی فوٹو کاپی ان کے پاس موجود ہے جو انہوں نے ان کے پوتے ڈاکٹر سید محمود احمد برکاتی سے لی تھی۔

۴۔ شرح اصول البزدوی [3]

عبداللہ بن حجازی الشرقاوی شافعی (۱۱۵۰ھ۔۱۲۲۷ھ) [4]

جامعۃ الازہر و دیگر مدارس سے تعلیم حاصل کی اور پھر جامعہ الازہر میں مدرس رہے۔ مختلف علوم پر آپ نے کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "رسالۃ فی مسالۃ اصولیۃ علی جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کی۔ [5]

---

۱ ایضاح المکنون ۴/۵۷۲، ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۶، معجم الاصولیین ۲/۹۰۔۹۱ (۳۲۷)

۲ ابو العباس بحر العلوم عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد لکھنوا الانصاری۔ (۱۷۳۱ء/۱۸۱۰ء)

۳ ہدیۃ العارفین ۵/۵۸۶۔۵۸۷، الفتح المبین ۳/۱۳۲۔ اس میں تاریخ وفات ۱۱۸۰ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۲۱۵۔۲۱۶ (۴۳۸)

۴ عبداللہ بن حجازی بن ابراہیم، الشرقاوی (۱۷۳۷ء/۱۸۱۲ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

۵ الفتح المبین ۳/۱۳۹

محمد تقی الکاشانی شیعی (۱۲۲۶ھ بعدہ)

انہوں نے کتاب "جامع الاصول" تالیف کی۔[1]

جعفر بن خضر الجناحی شیعی (۱۱۵۶ھ۔۱۲۲۷ھ)[2]

اپنے زمانے کے ممتاز و جید شیوخ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غایة المامول فی علم الاصول

۲۔ کشف الغطار عن مبھمات الشریعة الغواء

یہ ایک شعری مجموعہ ہے جو اصول فقہ، اصول الدین اور فقہ میں ہے اور اس میں چالیس ہزار سے زائد اشعار ہیں۔[3]

خلیل بن احمد نعیمی حنفی (متوفی ۱۲۳۰ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی شرح المنتهی" تالیف کیا۔[5]

مختار بن بونہ الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۲۳۰ھ تقریباً)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نظم جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کی۔[6]

محمد حسن بن محمد القزوینی شیعی (متوفی ۱۲۳۰ھ تقریباً یا ۱۲۴۰ھ)[7]

امامی مجتہد تھے۔ بہت سے علوم میں کمال حاصل کیا، علم اصول فقہ میں خاص ملکہ و شہرت حاصل تھی، فتویٰ کا مرجع تھے۔
ان کی کئی مصنفات بھی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تنقیح المقاصد الاصولیه فی شرح ملخص الفوائد الحائریه

۲۔ کشف الغطافی الاصول، یہ کتاب و شرح دونوں انہی کی تالیفات ہیں۔[8]

۱۔ طہران میں وارد ہ تھے۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۹۲

۲۔ جعفر بن خضر بن یحییٰ الحلی الجناحی الاصل، النجفی (۱۷۴۳ء/۱۸۱۲ء) نجف میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۱/۲۵۶، معجم الاصولیین ۲/۱۵ (۲۳۵)

۴۔ خلیل بن احمد مکی زادہ المغنیساوی نعیمی

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۲

۶۔ مختار بن بونہ الشنقیطی مغربی مالکی، ہدیۃ العارفین ۶/۴۲۳

۷۔ محمد حسن بن محمد معصوم القزوینی الحسائری الشیعی، شیراز میں وفات پائی۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۵۷، الفتح المبین ۳/۱۴۱، معجم الاصولیین ۳/۵۵ (۴۸۹)۔ اس میں تاریخ وفات ۱۲۴۰ھ مذکور ہے۔

محمد بن محمد الشفشاونی مالکی (۱۱۷۹ھ۔۱۲۳۲ھ)[1]

فقیہ، اصولی اور معقول و منقول میں متفنن تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن البنانی مالکی (متوفی ۱۱۹۸ھ)، صاحب حاشیہ علی شرح جلال الدین المحلی علی جمع الجوامع و دیگر شیوخ زمانہ سے تعلیم و اجازت حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی المحلی فی الاصول

۲۔ المراغی نے لکھا کہ انہوں نے حاشیہ علی شرح البنانی تالیف کیا تھا مگر درست یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن البنانی نے شرح نہیں بلکہ حاشیہ لکھا تھا۔ انہوں نے حاشیہ علی شرح جلال الدین المحلی علی جمع الجوامع لکھا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی دیگر مؤلفات میں کوئی شرح نہیں ہے۔[2]

اسماعیل بن احمد الکلبسی (۱۱۵۰ھ۔۱۲۳۳ھ)[3]

اصول و فروع میں امام تھے، جامعہ روضہ میں مدرس تھے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[4]

سید محمد بن مصطفیٰ العلائی حنفی (متوفی ۱۲۳۴ھ)[5]

قونیہ میں فقہ و حدیث کے مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح علی اواخر المجامع الاصول للخادمی

۲۔ شرح نتیجۃ الاصول[6]

اسد اللہ الکاظمی امامی (۱۱۸۶ھ۔۱۲۳۴ھ بعدہ)[7]

فقہ و اصول میں فاضل تھے۔ زیادہ تر آقا محمد باقر البہبہائی (متوفی ۱۲۰۸ھ) صاحب حاشیہ علی معالم الاصول اور سید مہدی الطباطبائی النجفی اور شیخ جعفر نجفی سے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کشف القناع عن وجوہ حجیۃ الاجماع، ایک بہت بڑی مبسوط کتاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ محمد باقر الطباطبائی کربلا نمبر ۳۱ میں موجود ہے۔

۱۔ ابو عبداللہ محمد بن محمد الشفشاونی (۱۷۶۵ء۔۱۸۱۶ء)

۲۔ الفتح المبین ۱۴۲/۳

۳۔ اسماعیل بن احمد بن محمد الکلبسی الروضی الحسینی (۱۷۳۷ء۔۱۸۱۷ء)

۴۔ معجم الاصولیین ۲۵۶/۱ (۲۰۰)

۵۔ السید محمد بن مصطفیٰ العلائی القونوی نقشبندی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۹/۶

۷۔ اسد اللہ بن الحاج اسماعیل الکاظمی التستری الامامی (۱۷۷۲ء۔۱۸۱۹ء) عراق میں وفات پائی۔

۲۔ "نظم زبدۃ الاصول" للعاملی

۳۔ "المنہاج" فی الاصول للنراقی[1]

دلدار علی نقوی شیعی (۱۱۶۶ھ۔۱۲۳۵ھ)[2]

شیعی علماء میں سے تھے۔فقیہ،اصولی،متکلم،حکیم اور بعض دوسرے علوم کے بھی عالم تھے۔یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہند کی اقلیم شمالی میں امامی مذہب کے ارکان کو مضبوط کیا۔لکھنو وعراق کے افاضل شیعی علماء سے تعلیم حاصل کی نواب آصف الدولہ کی دعوت ودرخواست پر لکھنو میں مقیم ہو گئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اساس الاصول فی الرد علی الفوائد المدینہ للاسترابادی

۲۔ منتہی الافکار فی اصول الفقہ[3]

سید محسن الکاظمی شیعی (متوفی ۱۲۴۰ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المحصول فی علم الاصول" تالیف کی۔[5]

حسن بن محمد معصوم القزوینی امامی (متوفی ۱۲۴۰ھ یا ۱۲۳۰ھ)

ان کا بیان ۱۲۳۰ھ کے تحت گذر چکا ہے۔

اسماعیل بن عبدالملک العقدائی امامی (متوفی ۱۲۴۰ھ تقریباً)[6]

فقیہ،اصولی تھے۔آیۃ اللہ بحر العلوم اور استاذ مرزا سلیمان الطباطبائی کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

"حقائق الاصول" لوس انجلس میں ۵۴۳۱۳ پر اس کا نسخہ موجود ہے۔الذریعہ میں ہے :

"عناوینہ "حقیقۃ، حقیقۃ" فلذا یسمی "حقائق الاصول"

(اس کے عنوانات "حقیقۃ،حقیقۃ" ہیں اس لئے اس کا نام حقائق الاصول ہو گیا)۔[7]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۳۰۳/۵۔اس میں تاریخ وفات ۱۲۳۰ھ مذکور ہے۔معجم الاصولیین ۳۵۲/۱(۱۹۵)

[2] دلدار علی بن محمد معین النقوی النصیر آبادی لکھنوی شیعی مجتہد(۱۷۵۳ء/۱۸۲۰ء)

[3] ہدیۃ العارفین ۳۷۷/۵،معجم الاصولیین ۱۰۳/۲(۳۳۰)

[4] سید محسن بن حسن الاعراجی الاسلامی الکاظمی الشیعی متوفی ۱۸۲۵ء

[5] ہدیۃ العارفین ۶/۶

[6] اسماعیل بن عبدالملک العقدائی الیزدی امامی متوفی ۱۸۲۵ء تقریباً

[7] معجم الاصولیین ۲۶۳/۱(۲۰۶)

احمد بن زین الدین الاحسائی امامی (۱۱۶۶ھ-۱۲۴۱ھ)[1]

فلسفی اور مذہب "الکشفیہ" کے مؤسس تھے۔ جس کے کشفی اور الہامی ہونے کے وہ دعویدار تھے۔ بلاد فارس میں تعلیم حاصل کی عراق جا کر وہاں کے علماء سے استفادہ کرتے رہتے تھے، بحرین میں سکونت اختیار کی۔ بہت سی کتب اور رسائل لکھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مباحث الالفاظ
۲۔ رسالة فی حجیة الاجماع
۳۔ رسالة فی تحقیق القول بالاجتهاد والتقلید
۴۔ رسالة فی تقلید غیر الاعلم
۵۔ رسالة فی ان الامتثال یقتضی الصحة
۶۔ رسالة فی براء ة الذمة
۷۔ شرح مسائل الاصول فی مقدمات کشف الغطاء[2]

محمد بن عبد النبی (الغنی) النیشاپوری شیعی (۱۱۷۴ھ-۱۲۴۱ھ)[3]

ہند اور پھر بغداد آئے پھر نجف الاشرف میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قلع الاساس فی نقص اساس الاصول
۲۔ کشف القناع عن عور الاجماع
۳۔ مصادر الانوار فی الاجتهاد والاخبار
۴۔ سینة المرتاد فی ذکر نفاة الاجتهاد[4]

سید محمد بن علی الکربلائی امامی (متوفی ۱۲۴۲ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مفاتیح الاصول
۲۔ الوسائل الی النجاة فی الاصول[6]

عثمان بن سند البصری (۱۱۸۰ھ/-۱۲۴۲ھ)[7]

خاص کر تاریخ ادب، اصول اور فقہ میں شہرت رکھتے تھے۔ جوانی میں حصول علم کے لئے عراق آئے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور پھر دار الخلافہ بغداد میں منتقل ہو گئے۔ ان کی اکثر مؤلفات نظم کی صورت میں ہیں۔

---

[1] احمد بن زین الدین بن ابراہیم الاحسائی البحرانی امامی (۱۷۵۳ء-۱۸۲۶ء) الاحساء میں ولادت اور مدینۃ المنورہ کے قریب وفات پائی۔
[2] ہدیۃ العارفین ۱۸۵/۵، معجم الاصولیین ۱۳۰/۱ (۸۵)
[3] محمد عبد النبی بن عبد الصانع النیشاپوری الشیعی الاخباری نجف الاشرف میں سکونت اختیار کی۔
[4] ہدیۃ العارفین ۳۶۲/۶ [5] السید محمد بن علی بن محمد علی الطباطبائی الکربلائی [6] ہدیۃ العارفین ۳۶۳/۶
[7] بدر الدین عثمان بن سند النجدی البصری (۱۷۶۶ء-۱۸۲۶ء) نجد میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب "نظم الورقات لامام الحرمین فی الاصول" تالیف کی اور اس کا نام "الشذرات الفاخرة فی نظم الورقات الناضرة" رکھا۔ مکتبہ عباسیہ مصر میں موجود نسخے کے مطابق اس کا آغاز یقول عثمان المکنی ابن سند، بعد ارتجاء المن من رب صمد سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو ۱۲۱۹ھ میں مکمل کیا تھا۔

۲۔ شرح نظم الورقات[1]

احمد بن محمد باقر البہبہانی امامی (۱۱۹۱ھ۔۱۲۴۳ھ)[2]

فقہ، اصول، حدیث، تاریخ وتفسیر وغیرہ میں ید طولی رکھتے۔ کئی موضوعات پر ان کی کتابیں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ربیع الازہار فی مسائل متفرقة من اصول الفقه
۲۔ الاجتهاد والاخبار
۳۔ الاستصحاب
۴۔ رسالة فی القیاس
۵۔ رسالة فی الاجماع

ان میں آخری چار لوس انجلس میں مجموعہ نمبر ۳۵۱ کے ضمن میں موجود ہیں۔[3]

احمد بن محمد النراقی امامی (۱۱۸۵ھ۔۱۲۴۵ھ)[4]

امامی علماء ومجتہدین میں سے تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "مناهج الوصول الی علم الاصول" یہ کتاب دو مجلدات میں ہے۔ اس کا ایک نسخہ جامعہ ام القری میں ۱۷۷ نمبر پر موجود ہے۔

۲۔ عین الاصول، اس کا ایک نسخہ مکتبہ لوس انجلس، ش ۵۵۹ پر موجود ہے۔

۳۔ عوائد الایام، اس کا ایک نسخہ مکتبہ امام الجمعہ زنجان میں موجود ہے۔

۴۔ تنقیح الفصول شرح تجرید الاصول واضح رہے کہ "تجرید الاصول" ان کے والد کی کتاب ہے۔

۵۔ "مفتاح الاصول ومصباح الوصول"۔

---

[1] الفتح المبین ۳/۱۴۳، مخطوطات المکتبہ العباسیہ فی البصرہ ۲/۳۹۔ بقلم علی الخاقانی المجمع العلمی العراقی ۱۳۱۰ھ۔۱۹۶۱ء

[2] احمد بن محمد علی بن محمد باقر الحائری الکرمانشاہی، وحید البہبہانی (۱۷۷۷ء۔۱۸۲۷ء) کرمانشاہ میں ولادت ووفات ہوئی۔

[3] معجم الاصولیین ۱/۲۳۲ (۱۷۵)

[4] احمد بن محمد مہدی بن ابی ذر الکاشانی النراقی (۱۷۷۱ء۔۱۸۲۸ء) کاشان کے گاؤں نراق میں وفات اور نجف میں تدفین ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب "نظم الورقات لامام الحرمین فی الاصول" تالیف کی اور اس کا نام "الشذرات الفاخرة فی نظم الورقات الناضرة" رکھا۔ مکتبہ عباسیہ مصر میں موجود نسخے کے مطابق اس کا آغاز یقول عثمان المکنی ابن سند ، بعد ارتجاء المن من رب صمد سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو ۱۳۱۹ھ میں مکمل کیا تھا۔

۲۔ شرح نظم الورقات[۱]

احمد بن محمد باقر البہبہانی امامی (۱۱۹۱ھ۔۱۲۴۳ھ)[۲]

فقہ، اصول، حدیث، تاریخ و تفسیر وغیرہ میں ید طولی رکھتے۔ کئی موضوعات پر ان کی کتابیں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ربیع الازهار فی مسائل متفرقة من اصول الفقه ۲۔ الاجتهاد والاخبار

۳۔ الاستصحاب ۴۔ رسالة فی القیاس ۵۔ رسالة فی الاجماع

ان میں آخری چار لوس انجلس میں مجموعہ نمبر ۳۵۱ کے ضمن میں موجود ہیں۔[۳]

احمد بن محمد النراقی امامی (۱۱۸۵ھ۔۱۲۴۵ھ)[۴]

امامی علماء و مجتہدین میں سے تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "مناهج الوصول الی علم الاصول" یہ کتاب دو مجلدات میں ہے۔ اس کا ایک نسخہ جامعہ ام القری میں ۱۷۷ نمبر پر موجود ہے۔

۲۔ عین الاصول، اس کا ایک نسخہ مکتبہ لوس انجلس، ش ۵۵۹ پر موجود ہے۔

۳۔ عوائد الایام، اس کا ایک نسخہ مکتبہ امام الجمعہ زنجان میں موجود ہے۔

۴۔ تنقیح الفصول شرح تجرید الاصول واضح رہے کہ "تجرید الاصول" ان کے والد کی کتاب ہے۔

۵۔ "مفتاح الاصول ومصباح الوصول"۔

۱۔ الفتح المبین ۳/۱۴۳، مخطوطات المکتبہ العباسیہ فی البصرہ ۲/۳۹۔ بقلم علی الخاقانی المجمع العلمی العراقی ۱۳۱۰ھ۔۱۹۶۱ء

۲۔ احمد بن محمد علی بن محمد باقر الحائری الکرمانشاہی، وحید البہبہانی (۱۷۷۷ء۔۱۸۲۷ء) کرمانشاہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ معجم الاصولیین ۱/۲۳۲ (۱۷۵)

۴۔ احمد بن محمد مہدی بن ابی ذر الکاشانی النراقی (۱۷۷۱ء۔۱۸۲۸ء) کاشان کے گاؤں نراق میں وفات اور نجف میں تدفین ہوئی۔

۶۔ اساس الاحکام فی تنقیح عمد مسائل الاصول بالاحکام۔

۷۔ رسالة فی اجماع الامر والنھی ، یہ کتاب حسن صدرالدین الکاظمی کی لائبریری میں موجود ہے۔

۸۔ "مفتاح الاحکام" اصول فقہ میں ایک مختصر کتاب ہے۔[1]

زین العابدین الخوانساری امامی (۱۱۸۸ھ۔۱۲۴۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور بعض دوسرے علوم کے عالم تھے۔صاحب روضات الجنات کے والد تھے، کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اللالی المتلا لا فی اصول الفقه مستقلا

۲۔ حاشیه علی القوانین

۳۔ حاشیه علی اصول المعالم۔[3]

عبدالحمید بن عبداللہ الرجبی حنفی (متوفی ۱۲۴۷ھ)[4]

فقیہ اصولی اور بصرہ کے قاضی تھے، صاحب مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نظم منار الانوار للنسفی ۲۔ شرح منظومة المنار۔[5]

محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۲ھ۔۱۲۵۰ھ)[6]

فقیہ، مجتہد، اصولی، مقری اور نظار تھے۔تفسیر حدیث و تاریخ میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔اپنے والد اور اپنے شہر کے اہل علم و فضل سے علم حاصل کیا۔اصول فقہ میں مختصر المنتھی لابن الحاجب پڑھی۔الغرض تمام علوم نقلیہ و عقلیہ حاصل کر لئے۔یہاں تک کہ تشنگان علم ہند و یمن وغیرہ تک سے ان کی خدمات میں جمع ہونے لگے۔زندگی کے ابتدائی زمانے میں انہوں نے امام زید بن علی بن حسین کے مذہب پر تفقہ حاصل کیا اور اس میں کمال حاصل کیا اور اس پر شہرت پائی۔مگر پھر تقلید ترک کر دی اور مجتہد بن گئے۔اپنے آپ کو مذہب زیدیہ میں مقید نہیں کیا اور وہ آراء علماء سابقین میں اپنے آپ کو پابند نہیں سمجھتے۔ان کی کتاب نیل الاوطار کے مطالعہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے جس میں وہ مذاہب علماء امصار، اور آراء

۱۔ ایضاح المکنون ۴/۱۳۱، ۳۳۱، ۵۲۳، ۵۶۳، ہدیۃ العارفین ۵/۱۸۵

۲۔ زین العابدین بن باقر الموسوی الجہری الخوانساری (۱۷۷۴ء۔۱۸۲۹ء) نجف میں ولادت و وفات ہوئی

۳۔ ایضاح المکنون ۴/۳۹۶، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۰، معجم الاصولیین ۲/۱۱۵ (۳۵۱)

۴۔ عبدالحمید بن عبداللہ الرجبی البغدادی الحنفی متوفی ۱۸۳۱ء بصرہ میں وفات پائی

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۶، معجم الاصولیین ۲/۱۶۸ (۴۰۳)

۶۔ محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی الصنعانی الیمانی (۱۷۵۹ء۔۱۸۳۴ء) صنعاء میں وفات پائی۔الفتح المبین ۳/۱۴۴، ۱۴۵

صحابہ وتابعین نقل کرتے ہیں اور ہر ایک کے دلائل دیتے ہیں پھر ایک خاص رائے کے بیان پر کلام ختم کرتے ہیں۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صدر اول کی نسبت متاخرین کے لئے اجتہاد کو اللہ نے زیادہ آسان کر دیا ہے۔ مختلف فنون پر آپ کی کتابوں کی تعداد دو سو سے زائد بیان کی جاتی ہے، جس میں صرف بیالیس کتابیں مطبوعہ ہیں باقی سب مخطوطے کی شکل میں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "القول المفید فی ادلة الاجتهاد و التقلید" تالیف کی۔

یہ کتاب مطبعہ المعاہد سے سنہ ۱۳۴۰ھ میں اور مکتبہ مصطفی الحلبی سے سنہ ۱۳۴۷ھ میں اور مکتبہ المنیر یہ سے سنہ ۱۳۴۸ھ میں اور دار القلم، کویت سے ۱۳۹۶ھ میں عبد الرحمن الخالق کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

کتاب القول المفید کا تحقیقی تجزیہ :

آغازِ زندگی میں مذہب امام "زید بن علی بن الحسین" پر تفقہ وکمال وشہرت حاصل کی، پھر تقلید کا پٹہ اپنے گلے سے اُتار دیا اور منصب اجتہاد سے اپنے آپ کو آراستہ کر لیا۔ اور ایک کتاب "السیل الجرار المتدفق علی الحدائق الازهار" تالیف کی، جس میں اپنے آپ کو مذہب زیدیہ میں مقید نہیں رکھا بلکہ وہ ادلہ سے اپنے اجتہاد کے ذریعہ جس نتیجے پر پہنچے تو اس سے مذہب زیدیہ کی تصحیح کی اور جس پر دلیل نہیں تھی اسے بے حقیقت وکھوٹ ثابت کیا۔ اس سے مذہب زیدیہ کے اصول وفروع کے ماننے والوں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ اس وقت شوکانی نے ایک رسالہ بنام "القول المفید فی ادلة الاجتهاد و التقلید" تالیف کیا۔ اس میں تقلید کی مذمت وتحریم بیان کی۔

اس سے فتنہ واشتعال میں شدت آگئی اور مذہب زیدیہ ماننے والوں نے اسے مذہب اہل بیعت کو منہدم کرنے سے تعبیر کیا اور ان کے انصار ومخالفین کے مابین صنعاء میں حالات خراب ہو گئے تو اس وقت امام شوکانی نے ان کے جواب میں کہا کہ "وہ صرف مذہب زیدیہ میں تقلید کی حرمت کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کا یہ موقف جمیع مذاہب کے بارے میں ہے"۔ [1]

امام شوکانی تقلید کی مذمت اور تحریم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کے لئے اجتہاد آسان ہے۔ متاخرین کے لئے اجتہاد آسان ہونے کے بارے میں وہ ارشاد الفحول میں فرماتے ہیں :

" فانه لا يخفى على من له ادنى فهم ، ان الاجتهاد قد يسر الله للمتاخرين ، تيسيرًا لم يكن للسابقين ، لان التفاسير لكتاب العزيز قد دونت ، و صارت فى الكثرة الى حد لا يمكن حصره ، و كذلك السنة المطهره ، وتكلم الائمة فى التفسير ، والتجريح والتصحيح ، والترجيح ، بما هو زيادة على مايحتاج اليه المجتهد ، وقد كان السلف الصالح ، ومن قبل هؤلاء المنكرين يرحل للحديث الواحد ، من قطر الى قطر ، فالاجتهاد على المتاخرين أيسر وأسهل من الاجتهاد على المتقدمين ، ولا يخالف فى هذا من له فهم صحيح ، وعقل سوى " [2]

---

[1] تحقیق مقدمہ علی ارشاد الفحول الی تحقیق من علم الاصول للشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ۔ شعبان محمد اسماعیل ص ۱۶، ۲۵، ۲۸ تلخیص، دار الکتب قاہرہ رقم الیداع ۴۶۔۹۲/۹۲ سنہ ند

[2] ارشاد الفحول للشوکانی ۲/ ۳۰۷، ۳۰۸ قاہرہ دار الکتب سنہ ند

(بلاشبہ تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متاخرین کے لئے اجتہاد آسان فرمادیا ہے اور یہ آسانی سابقین کو میسر نہیں تھی۔ کیونکہ کتاب اللہ کی تفاسیر اتنی کثرت سے مدون ہو چکی ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ اسی طرح سنت مطہرہ بھی مدون ہو چکی ہے اور آئمہ کرام نے بھی تفسیر، تجریح تصحیح و ترجیح سے متعلق بہت کچھ لکھ دیا ہے، جس سے اجتہاد کرنے میں سہولت پیدا ہوگئی ہے۔ سلف صالحین منکرین حدیث کے جواب کی خاطر صرف ایک حدیث کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے۔ اس طرح اجتہاد متاخرین کے لئے متقدمین کی بہ نسبت آسان ہوگیا ہے اور جو بھی عقل صحیح اور فکر سلیم رکھتا ہے وہ اس بات کی مخالفت نہیں کرے گا)

۲۔ "ارشاد الفحول الی تحقیق الحق الی علم الاصول"

یہ کتاب بھی مختلف جگہوں سے کئی بار چھپ چکی ہے۔ ان میں سے ایک دکتور شعبان محمد اسماعیل کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں دار الکتبی، مصر (سنہ ند) سے چھپی۔ اس کے علاوہ مطبع السعادہ سے ۱۳۲۷ھ میں مکتبہ المنیر یہ مصر سے سنہ ۱۳۲۷ھ میں اور مکتبہ الحلبی مصر سے ۱۳۵۶ھ میں بھی چھپ چکی ہے۔

کتاب "ارشاد الفحول" تحقیقی تجزیہ :

امام شوکانی کا کتاب "ارشاد الفحول" میں منہج :

یہ بات عام ہے کہ ہر مؤلف اپنی تالیف کے خطبہ میں اپنے اس مقصد کو بیان کرتا ہے جو اس کی تحقیق کا ہدف ہوتا ہے۔ امام شوکانی واسع الاطلاع اور تمام عقلیہ و نقلیہ میں متبحر تھے۔ انہوں نے تقلید کے بجائے اجتہاد کا راستہ اپنایا اور اپنے لئے ایک جداگانہ فقہی مذہب اختیار کیا جو مشہور مذاہب سے مربوط نہیں تھا۔ اس حیثیت سے کہ ان میں معروف مصادر شرعیہ سے احکام شرعیہ کے لئے استنباط کیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کا اثر ان کی کتاب میں عیاں ہے اور وہ اس علم کو منقح کرنا چاہتے ہیں اور ہر مسئلہ میں حق و درست وجہ و بیان کا ارادہ رکھتے تھے اور ان کی اس کتاب کا نام ان کے مطلوبہ ہدف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی "ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول" وہ اپنی اس کتاب کا آغاز قواعد اصولیہ میں اپنی رائے کے اظہار سے کرتے ہیں۔ ان کے مطابق وہ قواعد ظنی الدلالہ ہیں اور دائرہ اجتہاد کے تحت داخل ہیں۔ ان کے برعکس بہت سے علماء ان قواعد کی قطعیت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نصوص سے ثابت ہیں۔ اس لئے ان سے عدول و مخالفہ جائز نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد وہ اس کتاب کی تالیف کی غرض بیان کرتے ہیں۔

کتاب کی تقسیم و ترتیب :

انہوں نے اس کتاب کو ایک مقدمہ، سات مقاصد اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا۔

مقدمہ : اس میں اصول فقہ کی تعریف، موضوع، غرض و غایۃ، استمداد، احکام اور اس کی اقسام، مبادی اللغویہ اور الفاظ کی تقسیمات پر کلام کیا۔ کتاب کے سات مقاصد مندرجہ ذیل ہیں :

پہلا مقصد : کتاب عزیز میں ہے۔

دوسرا مقصد : سنت اور اس کے متعلقات کے مباحث میں ہے۔

تیسرا مقصد : اجماع اور اس کے متعلقات میں ہے۔

چوتھا مقصد : اوامر ونواہی، عموم وخصوص، اور دلالت کے بارے میں ہے۔

پانچواں مقصد : قیاس اور اس کے متعلقات میں ہے۔

چھٹا مقصد : اجتہاد، تقلید اور افتاء میں ہے۔

ساتواں مقصد : تعادل وترجیح میں ہے۔

جبکہ خاتمہ الکتاب مندرجہ ذیل دو مسائلوں پر مشتمل ہے :

پہلا مسئلہ : وہ اصل جس میں خلاف واقع ہوا ہو، کیا وہ اباحت ہے یا منع ؟

دوسرا مسئلہ : اس میں منعم کے شکر کا عقلاً وجوب پر بحث کی ہے۔

امام شوکانی ہر مسئلہ میں صاحب رائے کی رائے کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اکثر ہر رائے سے استدلال کرتے ہیں۔ پھر اس پر مناقشہ کرتے ہیں اور پھر راجح قول پیش کرتے ہیں۔ کبھی کبھار ان کی رائے تمام علماء کی آراء سے منفرد ہو جاتی ہے۔ دکتور شعبان محمد اسماعیل ان کے منہج پر ان کلمات کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

" وبالجملة فإن كتاب " ارشاد الفحول " قد فتح آفاقًا واسعه للبحث والمناقشة ، وأضاف الى علم الاصول اضافات جديده ، وفتح امام العلماء ابوابا من البحث والاجتهاد ، من خلال عرضه لاراء العلماء ومستندهم فى كل مسالة ، بعد تحرير محل الخلاف ومنشه ، ثم بمناقشة كل دليل وبيان الراجح من الموجوح ".[1]

(مجموعی طور پر کتاب 'ارشاد الفحول' نے نئے باب کھولے اور بحث ومناقشہ کے میدان کو وسعت دی اور علم الاصول میں نت نئے اضافے کئے اور علماء کے سامنے بحث واجتہاد کے دروازے کھولے۔ اپنے بیان کی توضیح میں علماء کی آراء پیش کیں اور ہر مسئلہ میں محل اور مظہر خلاف تحریر کرنے کے بعد دلیل لائے اور دلیل پر مناقشہ کیا اور ان میں سے راجح قول بیان کیا)

ارشاد الفحول کے مصادر :

اہم کتب اصولیہ جنہیں امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں ذکر کیا۔ ان مصادر پر نظر ڈالنے سے کتاب کی اہمیت وافادیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے :

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام لا بن حزم متوفی ۴۵۶ھ

۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام للامدی متوفی ۶۳۱ھ

۳۔ الارشاد والتقریب . باقلانی متوفی ۴۰۳ھ

۴۔ البرهان فی اصول الفقه . امام الحرمین متوفی ۴۷۸ھ

۵۔ التبصره فی اصول الفقه . ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۷۶ھ

۶۔ البحر المحیط۔ الزرکشی متوفی ۷۹۴ھ

[1] تحقیق مقدمہ علی ارشاد الفحول، شعبان محمد اسماعیل ص ۳۱

۷۔ التلويح على التوضيح ۔ تفتازانی حنفی متوفی ۷۹۲ھ

۸۔ التوضيح على التنقيح ۔ صدر الشريعه متوفی ۷۴۷ھ

۹۔ شرح تنقيح الفصول في اختصار المحصول ۔ القرانی متوفی ۶۸۴ھ

۱۰۔ شرح العضد على مختصر ابن الحاجب ۔ قاضی عضد الدين الايجی متوفی ۷۵۶ھ

۱۱۔ شرح المحلی على جمع الجوامع ۔ جلال الدين المحلی متوفی ۸۶۴ھ

۱۲۔ العده فی اصول الفقه ۔ قاضی ابو یعلی حنبلی متوفی ۴۵۸ھ

۱۳۔ اللمع فی اصول الفقه ۔ ابو اسحاق الشيرازی متوفی ۴۷۶ھ

۱۴۔ المحصول فی علم الصول ۔ فخر الدين رازی متوفی ۶۰۶ھ،امام شوکانی نے اس کتاب سے خاص طور پر نقل کیا ہے اور کبھی ایک وقت میں ایک صفحہ سے بھی زیادہ نقل کر جاتے ہیں جس کا ایک نمونہ "حجية الاجماع" کے موضوع پر بحث کے دوران نظر آتا ہے۔

۱۵۔ المستصفی من علم اصول الفقه ۔ الغزالی متوفی ۵۰۵ھ

۱۶۔ المعتمد فی اصول الفقه ۔ ابو الحسين معتزلی متوفی ۴۳۶ھ

۱۷۔ منتهی السول والامل فی علمی الاصول والجدل ۔ ابن حاجب مالکی متوفی ۶۴۶ھ

۱۸۔ المنخول من تعليقات الاصول ۔ الغزالی متوفی ۵۰۵ھ

۱۹۔ نهاية السول فی شرح منهاج الوصول الی الاصول ۔ اسنوی شافعی متوفی ۷۷۷ھ

۲۰۔ الوصول الی الاصول ۔ ابو الفتح احمد بن علی برهان البغدادی متوفی ۵۱۸ھ

یہ بعض اہم کتب اصولیہ ہیں جن کی طرف امام شوکانی اپنی اس کتاب میں رجوع کرتے ہیں، ورنہ حقیقت میں تو مراجع بہت زیادہ ہیں جنہیں اس کتاب میں ذکر کیا گیا[1]

حسن بن محمد العطاء شافعی (۱۱۹۰ھ-۱۲۵۰ھ)[2]

اصول، نحو، منطق، ہندسہ، فلک اور دوسرے علوم کے عالم تھے۔ مشائخ قاہرہ سے بہت سے علوم سیکھے۔ جب فرانسیسی مصر میں داخل ہوئے اور قابض ہو گئے تو ان سے ان کے علوم سیکھے۔ تدریس و تصنیف میں مشغول رہے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۳-۳۴

[2] حسن بن محمد بن محمود العطار شافعی (۱۷۷۶ء-۱۸۳۵ء) قاہرہ میں ولادت ووفات ہوئی

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "حاشیہ علی شرح جلال المحلی علی جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کیا۔ اس حاشیہ پر شیخ عبدالرحمٰن الشربینی اور حرم مکی کے مدرس شیخ محمد علی بن حسین مالکی کی قیمتی تقریرات ہیں۔ یہ تینوں ایک ساتھ بیروت دار الکتب العلمیہ (سن ند) سے چھپ چکی ہیں اس کے علاوہ یہ کتاب دار الکتب العلمیہ، قاہرہ سے بھی ۱۳۱۶ھ میں چھپ چکی ہے اور اس کے حاشیہ پر شیخ عبدالرحمٰن الشربینی کی تقریر ہے۔[۱]

سید احمد بن ادریس (متوفی ۱۲۵۱ھ)[۲]

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "رسالہ القواعد" تالیف کی۔ جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : " وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی الہ عدد ماوسعہ علم اللہ "۔ الخ[۳]

احمد بن یوسف زبارہ الصنعانی زیدی (۱۱۶۶ھ۔۱۲۵۲ھ)[۴]

فروع، اصول، حدیث، تفسیر، نحو، صرف ولغت کے امام تھے۔ اپنے والد اور بھائی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔[۵]

ابن عابدین (۱۱۹۸ھ۔۱۲۵۲ھ)[۶]

فقہ، اصول، حدیث، تفسیر اور بہت سے علوم میں ماہر تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب " نسمات الاسحار علی شرح المنار فی الاصول" تالیف کی[۷]، یہ کتاب نسمات الاسحار حاشیہ ہے جو شیخ محمد علاء الدین الحصکفی حنفی کی "شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول الانوار" پر ہے۔ یہ حاشیہ اور شرح ایک ساتھ مصطفی البابی حلبی سے ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء میں دوسری مرتبہ طبع ہوئے۔ حاشیہ اور شرح کے بعض مقامات پر شیخ محمد احمد الطوخی کی تقییدات ہیں۔

ابن عابدین حاشیہ نسمات الاسحار لکھنے کا سبب اور مصادر کتاب کو یوں بیان کرتے ہیں :

" فانہ شرح لم تسمع اذن بمثالہ، ولم تنسج قریحۃ علی منوالہ، بیدا أنہ جری فیہ علی عادۃ من التزام الاختصار، فلم یظہر المراد منہ لا مثالہ من الطلبۃ الصغار، مع ما اہملہ فی بعض

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۱، الفتح المبین ۳/۱۳۶، معجم الاصولیین ۲/۵۸ (۲۹۳) ۲۔ سید احمد بن ادریس الیمنی الصوفی
۳۔ ایضاح المکنون ۳/۵۶۷ ۴۔ احمد بن یوسف بن حسین الصنعانی، زبارہ (۱۷۵۲ء۔۱۸۳۶ء) صنعاء میں ولادت ہوئی
۵۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۸ (۱۹۰) ۶۔ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز بن احمد بن عبدالرحیم بن نجم الدین محمد صلاح الدین ابن عابدین (۱۷۸۴ء۔۱۸۳۶ء) دمشق میں ولادت ووفات ہوئی ۷۔ الفتح المبین ۳/۱۴۷۔۱۴۸

المواضع من المتن عن البیان مما یحتاج الی الایضاح لخفائه عن الاذهان ، فاوضحت فی هذا الحواشی ما أجمله ، وذكرت فیما أهمله مراجعا لجملة كتب معتبرة فی هذا الفن ، تركن الیها القلوب وتطمئن ، كشرح المصنف المسمی بكشف الاسرار ، وشرح الكاكی المسمی بجامع الاسرار ، وشرح ابن فرشته وشرح ابن نجیم ، والتوضیح والتلویح ، وتغییر التنقیح لا بن كمال باشا ، والتحریر لا بن الهمام ، وشرحه التحبیر لا بن أمیر حاج ، والمراة لمولانا خسرو ، وغیرها من الكتب المعتبرة المنقحة المحررة ، ولم أخرج فی الغالب عما ذكرته هنا ، فمن أشكل علیه شیء فلیر جع الی تلك الاصول "۔[1]

(بے شک انہوں نے ایک ایسی شرح لکھی جس کی مثل کانوں نے نہیں سنا۔اور سوائے ان کے کوئی اس اسلوب پر نہیں چلا۔ وہ حد درجہ اختصار کرتے ہیں، جس سے مبتدئین پر ان کی مراد ظاہر نہیں ہو پاتی اور ساتھ ہی متن میں بعض مواقع پر انہوں نے توضیح بیان میں خاص توجہ نہیں دی جو ذہن میں رہ جانے کے باعث توضیح کی محتاج تھیں تو میں نے اس فن کی معتبر کتب کی طرف مراجعت کرتے ہوئے مختصراً ان حواشی میں ان کی تشریح کر کے اس کمی کو پورا کر دیا۔ میں نے اطمینان قلب کے لئے مصنف کی شرح کشف الاسرار اور شرح الکاکی بنام جامع الاسرار، شرح ابن فرشتہ، شرح ابن نجیم، توضیح وتلویح، ابن کمال پاشا کی تغییر التنقیح، ابن ہمام کی التحریر، ابن امیر الحاج کی شرح التحبیر اور ملا خسرو کی المرآۃ وغیرہ جیسی معتبر اور عمدہ کتابوں کی طرف مراجعت کی اور میں توضیح بیان میں اکثر مذکورہ کتب سے باہر نہیں نکلا اور جسے کچھ بھی شک ہو وہ ان اصول کی کتابوں کی طرف مراجعت کرلے)

امین اللہ بن احمد لکھنوی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ)[2]

فقیہ وعالم تھے۔اپنے چچا اور نانا مفتی ظہور اللہ سے تعلیم حاصل کی۔کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التوضیح والتلویح ۲۔ حاشیہ شرح مسلم الثبوت ۔[3]

محمد بن مصطفیٰ البرزنجی شافعی (متوفی ۱۲۵۴ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ سلم الوصول الی علم الاصول ۲۔ وسیلہ الوصول الی علم الاصول۔[5]

---

1. حاشیہ نسمات الاسحار بن عابدین علی شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول المنار لعلاء الدین الحصکفی ص۳، قاہرہ مصطفیٰ البابی حلبی مصر، طبع ثانی ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء)
2. امین اللہ بن محمد اکبر بن احمد بن یعقوب الانصاری لکھنو متوفی ۱۸۳۷ء، لکھنو میں ولادت ہوئی
3. نزہۃ الخواطر ۸۵/۷، معجم الاصولیین ۲۸۸/۱ (۲۳۱)
4. شیخ عارف باللہ محمد بن مصطفیٰ بن احمد الحسینی البرزنجی القادری شافعی
5. ہدیۃ العارفین ۳۶۹/۶

خلیل بن الحسین الأسعردی شافعی (۱۱۶۷ھ-۱۲۵۹ھ)[1]

کئی علوم کے عالم تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اصول الفقه" تالیف کی۔[2]

احمد بن بابا الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۲۶۰ھ بعدہ)[3]

ادیب، فقیہ اور بعض دوسرے علوم کے عالم تھے۔ خاص طور پر فن سیر، فقہ، اصول، بیان، نحو، لغۃ، منطق، عروض، اشعار العرب اور ان کے ایام اور اخبار ونوادر میں ید طولیٰ رکھتے، ان کی مختلف علوم پر مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "ارجوزة نظم فيها ورقات امام الحرمين" تالیف کی۔[4]

محمد حسین الطہرانی امامی (متوفی ۱۲۶۱ھ)[5]

فقیہ واصولی تھے۔ سرزمین حائر میں مقیم تھے، فقہ واصول کی تدریس کرتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الفصول في علم الاصول، المراغی نے اس کتاب کی تعریف میں لکھا :

"انتفع به كثير من الطلبة وتقبلوه قبولا حسنا في جميع البلدان وهو من أحسن ما كتب في علم اصول الفقه وأحسنهما تدقيقا".

(بہت سے شائقین نے اس کتاب سے فائدہ حاصل کیا اور تمام شہروں میں اسے خوب پذیرائی ملی اور وہ اصول فقہ میں ایک عمدہ اضافہ ہے)

۲۔ الفصول الغروية في الاصول الفقهيه، اس کتاب میں اصول شیعہ پر بحث کی گئی ہے۔[6]

محمد ابراہیم بن محمد شیعی (متوفی ۱۲۶۲ھ)[7]

فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اشارات الاصول" تالیف کی۔[8]

---

[1] خلیل بن الحسین الأسعردی، العمری الکردی شافعی (۱۷۵۴ء/۱۸۴۳ء)

[2] ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۷، معجم الاصولیین ۲/۹۳-۹۴ (۳۳۰)

[3] ابو العباس احمد بن بابا بن عثمان بن محمد بن عبد الرحمٰن بن الطالب الشنقیطی، التیجانی العلوی متوفی ۱۸۴۴ء بعدہ۔ شنقیط میں ولادت اور مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

[4] معجم الاصولیین ۱/۱۰۳ (۶۸)

[5] محمد حسین بن عبد الرحیم الطہرانی الرازی امامی متوفی ۱۸۴۵ء۔ حائر میں وفات پائی، عراق میں دفن کیے گئے۔

[6] ایضاح المکنون ۲/۳۱۹، ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۱، الفتح المبین ۳/۱۳۹

[7] محمد ابراہیم بن محمد حسن الکرباسی العجمی شیعی

[8] ایضاح المکنون ۳/۸۲

حسن بن جعفر نجفی امامی (متوفی ۱۲۶۲ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اپنے والد کی کتاب "مقدمات کشف الغطاء" کی شرح تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : "شرح اصول کشف الغطاء"۔[2]

شیخ جعفر الاستر آبادی (متوفی ۱۲۶۳ھ)

انہوں نے رسالہ "اصل الاصول" تالیف کیا۔[3]

محمد بشیر الدین العثمانی القنوجی حنفی (متوفی ۱۲۶۴ھ تقریباً)[4]

فقیہ واصولی تھے۔ دراست فقہ واصول میں تبحر حاصل کیا اور ان میں حجت مانے جاتے، فتاویٰ میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "کشف المبهم مما فی المسلم" تالیف کی۔ یہ کتاب مسلم الثبوت فی الاصول کی شرح ہے۔[5]

ابراہیم بن محمد القزوینی امامی (۱۲۱۴ھ/۱۲۶۴ھ)[6]

فقیہ واصولی تھے۔ کربلا میں اصول کی ریاستِ تدریس ان پر ختم ہوتی تھی۔ اصول کی تعلیم شریف الدین بن محمد بن حسن علی الاملی المازندرانی الحائری سے حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ضوابط الاصول ، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ۱۲۷۵ھ میں عجم سے طبع ہو چکی ہے۔

۲۔ "نتائج الافکار" یہ کتاب ۱۲۵۸ھ میں مستقل کتاب کی صورت میں ممبئی سے چھپ چکی ہے۔ آپ کے کئی شاگردوں نے مشترکہ طور پر اس کی شرح لکھی اور اس کا نام "مصابیح الانوار" رکھا اس کتاب کی شرح کرنے والے شاگردوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ مہدی الشیر ازی، ابو الحسن القزوینی، الاقا باقر الیزدی اور ان کے علاوہ شارحین میں محمد التنکابنی، ملا سمیع الیزدی، حسین الاردکانی، محمد علی الکاشانی اور سید کاظم الحائری شامل ہیں۔

۳۔ حجیۃ المظنۃ فی الجملۃ۔[7]

۱۔ حسن بن جعفر نجفی امامی متوفی ۱۸۴۶ء۔ الحلہ میں ولادت اور نجف میں وفات پائی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۲، الفتح المبین ۳/۱۵۰، معجم الاصولیین ۲/۳۸ (۳۶۸)

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۷۔ کربلا میں وارد ہوئے وہیں نشو ونما ہوئی۔

۴۔ محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین العثمانی القنوجی حنفی متوفی ۱۸۴۷ء تقریباً۔ ۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۲، الفتح المبین ۳/۱۵۱

۶۔ ابراہیم بن محمد باقر الموسوی القزوینی الحائری امامی ۱۲۶۴ھ/۷۹۹ء۔ کربلا میں وفات پائی۔

۷۔ ایضاح المکنون ۴/۳۷۳، ہدیۃ العارفین ۵/۳۱، معجم الاصولیین ۱/۳۶ (۳۱)

محمد بن السید صالح الفیضی التوقادی حنفی (متوفی ۱۲۶۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح السید لمختصر ابن الحاجب" تالیف کیا۔[۱]

حبیب اللہ القندھاری (۱۲۱۳ھ/ ۱۲۶۵ھ)[۲]

قندھار میں تعلیم حاصل کی، ہرات بھی گئے۔ ایران و ہند کے کئی سفر کئے اور علماء و اکابرین سے علمی فیض حاصل کیا۔ قندھار کے قاضی القضاۃ ملا احمد الکوزی قندھاری آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ عربی اور فارسی زبانوں میں مختلف فنون پر تقریباً چونتیس کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "مغتنم الحصول فی علم الاصول" تالیف کی۔ مکتبہ کلیہ اسلامیہ، پشاور، پاکستان میں شمار نمبر ۶۲۲ پر یہ کتاب موجود ہے اس کے علاوہ بھی پاکستان کے مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ یہ کتاب درحقیقت فاضل محب اللہ بہاری کی کتاب مسلم الثبوت کا رد ہے۔ مظہر بقا نے مغتنم کے مقدمہ میں سے یہ حصہ تحریر کیا ہے جس سے اس کتاب کے لکھنے کی وجہ تسمیہ کا اندازہ ہوتا ہے :

"لما وجدت كتاب "المسلم" للفاضل محب الله البهاري من متون الفن موصوفا بالمتانة، ومعروفا بالرصانة، حتى رايت الطالبين مكبين عليه، ملقين اسماعهم اليه، اذا وصفه مصنفه بانه حاو لطريقتي الحنفية والشافعيه، وغير مائل عن الوقعية، أحببت أن احتذى على مثاله، وأنسخ على منواله معترضا لاكثر مافيه أوفي حواشيه حلاوعقدا، معتنيا بذكر ماله أو عليه ردا ونقدا، مراعيا فيه شريطة الانصاف، مستعيذا بالله سبحان عن الجور والاعتساف، فحررت......."

(جب میں نے فاضل محب اللہ بہاری کی کتاب المسلم کو اس فن کے عمدہ اور بہترین الفاظ کے متون میں سے پایا جس کی وجہ سے میں نے طالبین کو اس کی طرف متوجہ ہوتے دیکھا۔ صاحب کتاب نے اس کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتاب حنفی و شافعی طریقے پر جامع ہے اور حقائق سے کسی طرح دور نہیں۔ میں نے چاہا کہ اس کی مثل اور اس کے طریقے کو اپناؤں مگر اس میں اور اس کے حواشی میں پائی جانے والی بہت سی آسان و مشکل چیزوں کے ذکر سے اجتناب کروں۔ میں نے حق راستے کو اختیار کرتے ہوئے اس کے محاسن و معائب کا اہتمام رکھا۔ اللہ کے غضب اور تنگی سے پناہ مانگتے ہوئے یہ کتاب تحریر کی)

کتاب "المغتنم" پر تحقیق :

سید فدا احمد نے کتاب "المغتنم" کے باب القیاس پر تحقیقی مقالہ پیش کیا اور سندھ یونیورسٹی، پاکستان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔[۳]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۸۰۰

۲۔ حبیب اللہ کاکر بن فیض اللہ، اخوند زادہ بن ملا بابر، حبوا اخوند زادہ (۱۷۹۸ء/ ۱۸۴۸ء)۔ قندھار افغانستان میں ولادت ہوئی۔

۳۔ معجم الاصولیین ۲/۳۰۔۳۱ (۲۵۹)

ابراہیم بن محمد الاصفہانی امامی (۱۱۸۰ھ/۱۲۶۵ھ)[۱]

فقیہ واصولی تھے۔ سید محمد باقر البہبہانی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اشارات الاصول یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے۔

۲۔ کتاب "الایقاظات فی الاصول" تالیف کی۔[۲]

جعفر بن اسحاق العلوی امامی (۱۱۸۹ھ۔۱۲۶۷ھ)[۳]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نخبة العقول فی علم الاصول

اولہا: الحمدلله الاول لايقاربه البداية . اخرها : فلايناسبه النهاية .

۲۔ نخبة العقول وزبدة الكلام فی الاصول ، منظومه ، اولها: باسم القديم الملک العلام ۔[۴]

مصطفی بن عبداللہ الودینی (متوفی ۱۲۷۱ھ)[۵]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تقرير المراة حاشيه على مراة الاصول" تالیف کی۔[۶]

خادم احمد بن حیدر فرنگی محلی (متوفی ۱۲۷۱ھ)[۷]

فقہ واصول کے عالم تھے، اپنے چچا شیخ محمد معین سے تعلیم حاصل کی۔ تدریس وافتاء میں مشغولیت اختیار کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعليقات على نور الانوار شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔[۸]

احمد بن محمد البلاغی شیعی (متوفی ۱۲۷۱ھ)[۹]

اصولی اور بہترین عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح تهذيب الاصول للحلى" تالیف کی۔[۱۰]

۱۔ ابراہیم بن محمد حسن الخراسانی الکاخی، الاصفہانی، الھروی الکرباسی (۱۷۷۶ء/۱۸۴۴ء) اصفہان میں ولادت ووفات ہوئی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۴، معجم الاصولیین ۱/۴۷ (۴۲) ۳۔ جعفر بن (ابی) اسحاق العلوی الموسوی الدارابی امامی کشفی (۱۷۷۵ء/۱۸۵۱ء)

۴۔ ایضاح المکنون ۴/۶۳۱، معجم الاصولیین ۲/۱۳ (۲۴۳) ۵۔ خواجہ مصطفی بن عبداللہ الودینی الرومی بروجرد میں وفات پائی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۵۸ ۷۔ خادم احمد بن حیدر علی بن محمد مبین فرنگی محلی متوفی ۱۸۵۴ء۔

۸۔ معجم الاصولیین ۲/۸۶ (۳۳۱)، نزهۃ الخواطر ۷/۱۵۵۔۱۵۶ (۲۷۳)۔ حركة التاليف باللغة العربية فى الاقليم الشمالى الهندى فى القرنين الثانى عشر والتاسع عشر، جمیل احمد، ص ۳۵۴۔۳۵۵۔ جامعہ الدراسات الاسلامیہ سندھ

۹۔ احمد بن محمد علی بن عباس بن حسن البلاغی النجفی شیعی متوفی ۱۸۵۵ء۔ ۱۰۔ معجم الاصولیین ۱/۲۱۵ (۱۵۹)

احمد بن محمد التبریزی امامی (۱۲۷۱ھ بعدہ)[۱]

فقیہ واصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں تین مجلدات میں کتاب لکھی۔

پہلا مجلد: "الصحیح والاعم الی اخر المفاھیم" اس کے بعض اجزاء کی تالیف سے ۱۲۶۸ھ میں اور بعض کی تالیف سے ۱۲۷۱ھ میں فارغ ہوئے۔

دوسرا مجلد: "العام والخاص الی اخر الاجماع" اس کی تالیف سے ۱۲۶۸ھ میں فارغ ہوئے۔

تیسرا مجلد: "البراءۃ والاشتغال" وہ اس کی تالیف سے ۱۲۶۸ھ میں فارغ ہوئے۔

آغا بزرگ طہرانی نے الذریعہ میں کہا کہ یہ تینوں مجلدات مؤلف کے خط میں انہوں نے شیخ زین العابدین بن شیخ اسد اللہ المہر بانی السرابی النجفی (متوفی ۱۳۵۶ھ) کی کتابوں میں دیکھے تھے۔[۲]

عبدالھادی السلجماسی مالکی (متوفی ۱۲۷۱ھ)[۳]

مالکی مذہب کے فقیہ واصولی تھے۔ استنباطِ احکام کا ملکہ رکھتے اور دوسرے کئی علوم کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح تیسیر الوصول الی جامع الاصول لابن الشیبانی" تالیف کی۔[۴]

حسن بن علی المدرس امامی (۱۲۱۰ھ/۱۲۷۳ھ)[۵]

فقیہ واصولی تھے۔ حصولِ علم کے لئے کربلا و نجف کا سفر کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جامع الاصول (یاجوامع الاصول) ۲۔ رسالۃ فی اصالۃ الصحۃ[۶]

حسن بن عمر الشطی حنبلی (۱۲۰۵ھ/۱۲۷۴ھ)[۷]

فقیہ، نحوی، فرضی، ریاضی، متکلم وعروضی تھے۔ بغداد سے دمشق آکر تعلیم حاصل کی وہیں علوم میں تبحر حاصل کیا اور کتب تصنیف کیں۔

---

۳ احمد بن محمد باقر بن ابراہیم التبریزی امامی۔ ۱۸۸۸ء میں زندہ تھے۔

۴ معجم الاصولیین ۱/۱۹۴ (۱۳۲)، الذریعہ ۲/۲۰۳، معجم المؤلفین ۲/۸۴۔

۵ ابوعبداللہ عبدالھادی بن عبداللہ بن التہامی الشریف السلجماسی، قاضی الجامعہ متوفی ۱۸۵۴ء۔

٦ الفتح المبین ۳/۱۵۲ ۷ حسن بن علی بن محمد باقر الاصفہانی، المدرس (۱۷۹۵ء/۱۸۵۷ء)، اصفہان میں ولادت ووفات ہوئی۔

۸ ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۲۔۳۰۳، معجم الاصولیین ۲/۵۰۔۵۱ (۲۸۴)

۱ حسن بن عمر بن معروف الشطی حنبلی (۱۷۹۰ء/۱۸۵۸ء) دمشق میں ولادت اور غالباً وہیں وفات پائی۔ الفتح المبین ۳/۱۵۳، معجم الاصولیین ۲/۵۲ (۲۸۶)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ''التقلید و التلفیق'' تالیف کی۔[1]

[م]رتضی بن محمد النجفی شیعی (متوفی ۱۲۸۱ھ)

انہوں نے کتاب ''فرائد الاصول'' تالیف کی۔[2]

محمد بن عبدالحلیم لکھنوی حنفی (۱۲۲۹ھ/۱۲۸۵ھ)[3]

فقیہ، اصولی، منطقی تھے۔ صاحب الفوائد البہیہ، عبدالحئی لکھنوی ان کے بیٹے اور شاگرد تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ''حاشیہ قمر الاقمار علی نور الانوار شرح المنار'' تالیف کیا۔[4]

محمد بن علی التمیمی (متوفی ۱۲۸۶ھ)[5]

فقیہ، اصولی، نحوی وادیب تھے۔ تونس میں نشو ونما پائی، وہاں کے علماء سے تحصیل علم کے بعد مصر آگئے۔ وہ جامعہ الازہر میں مدرس رہے۔ مصر میں والی مصر کا قرب حاصل رہا پھر حالات بدل گئے دوسرے والی مصر کی وجہ سے ان کو حجاز جلا وطن ہونا پڑا پھر وہاں سے قسطنطنیہ چلے گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ''تعلیل المرقاۃ وجلاء المراۃ'' تالیف کی۔ جو ملا خسرو کی کتاب ''مراۃ الاصول'' پر حاشیہ ہے۔[6]

السید محمد باقر القزوینی الشیعی (متوفی ۱۲۸۶ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مفاتیح الاصول ۲۔ نخبۃ الاصول[8]

سلیمان القرہ آغاجی حنفی (متوفی ۱۲۸۷ھ)[9]

فقیہ و اصولی تھے۔ اپنے شہر کی مسند افتاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح خاتمۃ الاصول ۲۔ شرح مجامع الحقائق للخادمی[10]

۱۔ شیخ مرتضی بن محمد امین الدسفولی النجفی، النجفی الانصاری۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۴۵

۳۔ محمد بن عبدالحلیم بن محمد امین اللہ لکھنوی انصاری (۱۸۲۳ء/۱۸۶۸ء) ہند میں ولادت اور وفات ہوئی۔

۴۔ الفتح المبین ۳/۱۵۴

۵۔ محمد بن علی التمیمی المغربی التونسی متوفی ۱۸۶۹ء قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

۶۔ الفتح المبین ۳/۱۵۵

۷۔ سید محمد باقر بن السید علی القزوینی الشیعی

۸۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۸

۹۔ سلیمان بن عبداللہ القرہ آغاجی حنفی متوفی ۱۸۷۰ء

۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۰۷، معجم الاصولیین ۲/۱۳۰۔۱۳۱ (۳۶۵)

عبدالحکیم لکھنوی حنفی (متوفی ۱۲۸۸ھ)[1]

فقہ، اصول، منطق وحکمت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ لکھنو میں پیدا ہوئے اور وہاں کے علماء سے تعلیم حاصل کی، پوری زندگی تدریس، تعلیم وتعلم میں گذاری۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مسیر الدائر، شرح دائر الاصول فی علم الاصول" تالیف کی۔[2]

حسین بن رضا الجزائری الشیعی (متوفی ۱۲۹۱ھ)[3]

فقیہ واصولی تھے۔ انہوں نے کتاب " فوائد الاصول" تالیف کی جو دو جلدوں میں ہے۔[4]

منۃ اللہ الشباسی مالکی (۱۲۱۳ھ ـ ۱۲۹۲ھ)[5]

اپنے زمانے کے ممتاز علماء سے تحصیلِ علم کیا۔ مذہب مالکیہ میں مراجع کی حیثیت رکھتے تھے، جامعہ الازہر میں تدریس کی، کئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " رسالۃ فی الرد علی من نفی تقلید الائمۃ الاربعۃ " تالیف کیا۔ اس رسالہ میں تقلید کے منکرین کا بالعموم اور ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکرین کا بالخصوص اصولی منہج کے مطابق رد کیا۔[6]

محمد المہدی بن الطالب سودہ مالکی (۱۲۲۰ھ/۱۲۹۴ھ)[7]

فقیہ، اصولی ومنطقی تھے۔ اپنے زمانے کے جلیل القدر اساتذہ سے فنون سیکھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "حاشیہ علی المحلی فی الاصول" تالیف کی۔[8]

محمد بن میرزا التنکابنی الشیعی (۱۲۹۶ھ بعدہ)[9]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ لسان الصدق فی الاصول

۲۔ موارد الاصول[10]

۱۔ عبدالحکیم بن عبدالرب بن عبدالعلی بحر العلوم لکھنوی حنفی متوفی ۱۸۷۱ء، لکھنو میں پیدا ہوئے۔

۲۔ معجم الاصولیین ۲/۱۶۳ (۳۹۸)

۳۔ حسین بن رضا بن علی اکبر بن عبداللہ الجزائری التستری، النجفی الشیعی متوفی ۱۸۷۴ء۔ تستر میں ولادت اور نجف میں وفات پائی۔

۴۔ معجم الاصولیین ۲/۶۵ (۲۹۸)

۵۔ ابو العباس، شیخ الاسلام، احمد بن احمد منۃ اللہ الشباسی الازہری۔

۶۔ الفتح المبین ۳/۱۵۶، معجم الاصولیین ۱/۸۰ (۵۱)

۷۔ محمد مہدی بن الطالب بن سودہ الغربی مالکی (۱۸۰۵ء/۱۸۷۷ء)

۸۔ الفتح المبین ۳/۱۵۷

۹۔ محمد بن میرزا سلیمان بن محمد رفیع بن عبدالمطلب التنکابنی العجمی الشیعی

۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۹۳

بشیر الدین عثمانی (۱۲۳۴ھ/۱۲۹۶ھ) [۱]

فقہ و دیگر علوم اپنے والد اور دوسرے علماء سے حاصل کئے، شاہ عبد العزیز دہلوی کے بھی شاگرد رہے۔ ہندوستان میں مختلف مقامات پر تدریس کی اور پھر بھوپال تشریف لے آئے جہاں ۱۲۹۵ھ میں منصب قضاء پر فائز ہوئے اور پھر اس کے ایک سال بعد انتقال کر گئے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "کشف المبهم مما فی المسلم" کے نام سے کتاب "مسلم الثبوت" کی شرح تالیف کی جو ۱۲۸۷ھ میں کانپور سے چھپ چکی ہے۔ ایضاح المکنون میں اس طرح مذکور ہے : کشف المبهم مما فی السلم اعنی سلم الثبوت فی المنطق مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ [۲]

جعفر بن مہدی القزوینی امامی (۱۲۵۳ھ/۱۲۹۸ھ) [۳]

فقیہ واصولی تھے۔ حلۃ میں پیدا ہوئے مگر نجف میں فقہ، اصول، فلسفہ، تاریخ ولغۃ کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التلويحات الغروية فی الاصول" تالیف کی۔ [۴]

ابراہیم بن صبغۃ اللہ شافعی (۱۲۳۶ھ/۱۲۹۹ھ) [۵]

ادیب وعالم تھے۔ بغداد میں نائب قاضی کے طور پر بھی خدمات انجام دیں، کئی کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "جلاء الغشاوات عن المراة" کے نام سے کتاب "مراة" پر حاشیہ لکھا۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ برنستن (یہودا) میں ۹۵۴ (۲۶۸۱) پر موجود ہے۔ [۶]

عبد الرحمٰن الحسینی الخالدی (۱۳۰۰ھ بعدہ) [۷]

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "هداية السول شرح منهاج الاصول" تالیف کی اور انہوں نے ۱۳۰۰ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔ اس کتاب کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : شكرا لمن انعم علينا بمحامده واعلى نقاف ديننا قواعده۔ [۸]

---

۱ بشیر الدین بن کریم الدین القاضی العثمانی (۱۸۱۸ء۔۱۸۷۸ء) ہند میں ولادت ووفات ہوئی نجف میں مدفون ہوئے۔

۲ ایضاح المکنون ۴/۲۶۶۔۳، معجم الاصولیین ۲/۵ (۱۳۴)

۳ جعفر بن مہدی بن حسن بن احمد بن محمد، ابوالہادی، الحسینی، الحلی القزوینی (۱۸۳۷ء۔۱۸۸۰ء) حلۃ میں ولادت ووفات ہوئی۔

۴ معجم الاصولیین ۲/۱۶ (۲۳۶)، معجم المولفین ۳/۱۵۱، ان کی تاریخ وفات ۱۲۹۷ھ بتائی گئی ہے۔

۵ فصیح الدین، ابراہیم فصیح، حیدری زادہ، ابراہیم بن صبغۃ اللہ بن محمد اسعد بن عبید اللہ بن صبغۃ اللہ الحید ری البغدادی الشافعی (۱۸۲۱ء۔۱۸۸۲ء) کردی الاصل تھے۔ بغداد میں وفات ہوئی۔

۶ معجم الاصولیین ۱/۳۲ (۱۲) ۷ عبد الرحمٰن الحسینی الخالدی ۸ ایضاح المکنون ۳/۱۶۸

سنہ لی زادہ، طٰہٰ بن احمد شافعی (۱۲۳۱ھ/۱۳۰۰ھ)[1]

موصل میں منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح المنار للنسفی فی الاصول" تالیف کی۔[2]

محمد بن ابراہیم الکرباسی (۱۳۰۰ھ)[3]

فقہ واصول میں تبحر حاصل تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اشارات الاصول" تالیف کی۔ اس کو ایک مقدمہ، مناہج اور خاتمہ پر مرتب کیا۔[4]

امیر علی لکھنوی (۱۲۷۴ھ/۱۳۰۰ھ بعدہ)[5]

ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریس کی۔ حجاز مقدس تشریف لے گئے، جدہ میں بھی تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی التوضیح والتلویح" تالیف کیا۔[6]

☆☆☆

۱۔ سنہ زادہ، طٰہٰ بن شیخ احمد بن محمد قسیم السندجی الکورانی الاصل، والبغدادی، موطنا ودارا، والشافعی الاشعری مذہبا۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۳۳ ۳۔ محمد بن ابراہیم بن محمد حسن الکرباسی ۴۔ الفتح المبین ۳/۱۳۵

۵۔ امیر علی بن معظم علی الحسینی ملیح آبادی، لکھنو ہندی (۱۸۵۷ء) ۶۔ معجم الاصولیین ۱/۲۸۳۔۲۸۴ (۳۲۷)

چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی کتب کا مختصر تعارف

سید مہدی القزوینی شیعی امامی (۱۲۱۲ھ۔۱۳۰۱ھ)[۱]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "فرائد الاصول"، یہ کتاب چار مجلدات میں ہے۔

۲۔ "مواود الوصول الی علم الاصول"، ایک مجلد ہے۔

۳۔ "المذھب البارع فی الاصول"۔[۲]

خلیل فوزی رُومی (متوفی ۱۳۰۲ھ)[۳]

انہوں نے کتاب "توشیح الاصول" تالیف کی۔[۴]

جواد القمی الشیعی (متوفی ۱۳۰۳ھ)[۵]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "شرح تھذیب الاصول"

۲۔ "قوانین الاصول"، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔[۶]

عرب الکربلائی شیعی امامی (متوفی ۱۳۰۳ھ)[۷]

انہوں نے کتاب "تھذیب فی الاصول" تالیف کی۔[۸]

۱۔ السید مہدی بن السید حسن بن احمد بن محمد الحلی، معروف بن القزوینی نجف میں مدفون ہیں۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۲۸۵/۶

۳۔ خلیل فوزی بن عبداللہ القلیبہ وی، الروی (متوفی ۱۸۸۵ء)

۴۔ معجم الاصولیین، مظہر بقا ۹۳/۲ (۳۳۱)

۵۔ جواد القمی الشیعی (متوفی ۱۸۸۵ء)

۶۔ ہدیۃ العارفین ۲۵۹/۵، معجم الاصولیین ۳۳/۲ (۲۵۲)

۷۔ شیخ محمد صالح بن السید حسین شیعی امامی معروف بہ عرب الکربلائی (متوفی ۱۸۸۵ء)

۸۔ ہدیۃ العارفین ۳۸۴/۶

محمد عبدالحی لکھنوی حنفی (۱۲۶۴ھ۔۱۳۰۴ھ)[1]

نزھة الخواطر میں مذکور ہے :

"وله فی الاصول والفروع قوة كاملة"

(اور وہ اصول وفروع میں کامل قدرت رکھتے تھے)

انہوں نے ملا جیون کی کتاب "نور الانوار فی شرح المنار" پر حاشیہ تالیف کیا۔[2]

المراغی نے لکھا کہ انہوں نے "اكام النفاس فی اداء الاذكار بلسان فارس" نامی کتاب اصول میں تالیف کی، مگر نزھة الخواطر میں عبدالحی کے حالات زندگی میں اس کتاب کو ان کی فقہ وحدیث میں کتابوں کی فہرست میں بیان کیا گیا ہے۔[3]

السيد محمد القاوقيجی حنفی (۱۲۲۲ھ۔۱۳۰۵ھ)[4]

انہوں نے "كتاب الاصول" تالیف کی۔[5]

محمود حمزہ الحسینی حنفی (۱۲۳۶ھ۔۱۳۰۵ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ القواعد الفقهيه

۲۔ نظم مرقاة الاصول لملاخسرو

۳۔ النور اللامع فی اصول الجامع الكبير۔[7]

احمد بن محمد کاکہ شافعی (متوفی ۱۳۰۵ھ)[8]

انہوں نے اپنے والد کی کتاب "سلم الوصول الی علم الاصول" کی "فك القفول" کے نام سے شرح لکھی۔[9]

۱۔ محمد عبدالحی بن الشیخ الحافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی، ابوالحسنات (۱۸۴۷ء۔۱۸۸۶ء)، ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۵ میں ان کا نام محمد بن عبدالحی مذکور ہے جو درست نہیں ہے، کیونکہ الفوائد البہیہ میں ان کا نام محمد عبدالحی اور نزہۃ الخواطر میں بھی ان کے ترجمہ میں یہی مذکور ہے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۵ ۳۔ نزہۃ الخواطر، عبدالحی ۳۳۴۔۳۳۹(۳۲۲)، الفتح المبین ۹۳/۱۵۸

۴۔ ابوالمحاسن السید محمد بن خلیل بن ابراہیم بن محمد بن علی محمد المشیشی الطرابلسی (الشام) ۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۷

۶۔ ابن حمزہ السید محمود بن السید محمد نصیب (نسیب) الحمزاوی الدمشقی (۱۸۲۱ء۔۱۸۸۸ء) دمشق میں ولادت ووفات ہوئی

۷۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳۰، الفتح المبین ۳/۱۵۹

۸۔ احمد بن محمد معروف بن احمد الحسینی النودھی البرزنجی الشہر وزی، کاکہ (متوفی ۱۸۸۸ء)، سلیمانیہ میں ولادت ہوئی

۹۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱/۲۰۰۔۲۰۱(۱۳۹)

نواب صدیق حسن خان (۱۲۴۸ھ۔۱۳۰۷ھ)[۱]

انہوں نے کتاب "حصول المامول من علم الاصول" تالیف کی۔[۲] جو امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) کی کتاب "ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول" کا اختصار ہے۔ حصول المامول پہلی مرتبہ ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۵ء میں دار الصحوۃ، قاہرہ سے مقتدی حسن الازہری کے تعلیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

ابن القمان یمنی (متوفی ۱۳۰۷ھ)[۳]

انہوں نے کتاب "شرح الکافی فی علم الاصول" تالیف کی۔[۴]

حبیب اللہ الرشتی امامی (۱۲۳۴ھ۔۱۳۱۲ھ)[۵]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ بدائع الاصول
۲۔ رسالۃ فی العام والخاص والمطلق والمقید
۳۔ رسالۃ فی الاجتھاد والتقلید (تقریرات درس)
۴۔ رسالۃ فی أن الامر بالشئی ھل یقتضی النھی عن ضدہ ؟
۵۔ رسالۃ فی التحسین والتقبیح (تقریرات درس)[۶]

احمد بن حسین التفریشی امامی (۱۳۱۲ھ میں بعدہ)[۷]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "محاکمات الاصول بین القوانین والفصول" یہ کتاب ایران سے "مقاییس الاصول" کے نام سے چھپ چکی ہے۔
۲۔ حاشیہ علی فرائد الاصول۔[۸]

عبدالرحیم نجفی امامی (۱۲۶۲ھ۔۱۳۱۳ھ)[۹]

انہوں نے کتاب "اصول الفقہ" تالیف کی جو چھ مجلدات میں ہے۔[۱۰]

۱۔ صدیق حسن خان بن علی ابو الطیب الحسینی القنوجی البخاری ہندی (۱۸۳۲ء۔۱۸۸۹ء) قنوج میں ولادت ہوئی
۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۸، الفتح المبین ۳/۱۶۰، معجم الاصولیین ۲/۱۳۳ (۳۷۸)
۳۔ ابن لقمان یمنی، احمد بن السید محمد بن لقمان ابن احمد بن شمس الدین محمد بن مرتضی الیمنی (متوفی ۱۸۸۹ء)
۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۵۷
۵۔ حبیب اللہ بن محمد علی بن اسماعیل بن جہانگیر الگیلانی، رشتی (۱۸۰۹ء۔۱۸۹۴ء)
۶۔ معجم الاصولیین ۲/۳۲ (۲۶۰)
۷۔ احمد بن الحسین التفریشی امامی (۱۸۹۵ء میں زندہ تھے)
۸۔ معجم الاصولیین ۱/۱۱۰ (۷۵)
۹۔ عبدالرحیم بن محمد حسین بن عبدالکریم التستری نجفی امامی (۱۸۴۶ء۔۱۸۹۵ء)
۱۰۔ معجم الاصولیین ۲/۱۹۸ (۳۳۲)

ابوالحسن کشمیری امامی (۱۲۶۰ھ۔۱۳۱۳ھ)[1]

انہوں نے کتاب "اسعاف المامول شرح زبدة الاصول" تالیف کی جو۱۳۱۲ھ میں لکھنو سے چھپ چکی ہے۔[2]

ضیاء الدین محمد حسین الشہر ستانی شیعی امامی (۱۲۵۸ھ۔۱۳۱۵ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تحقیق الادلة فی الاصول

۲۔ تلخیص الفصول الی مسائل العام والخاص

۳۔ غایة المسول فی الاصول

۴۔ اللآئی فی مسائل متفرقة من الاصول۔[4]

احمد بن صالح الستری شیعی (۱۲۵۱ھ۔۱۳۱۵ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ سلم الوصول الی علم الاصول

۲۔ ملا ذالعباد فی احکام التقلید والاجتهاد

۳۔ العمدة فی نظم الزبدة البهائیة۔[6]

جادالمولی سلیمان (۱۳۱۶ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "فصول فی اصول التشریع الاسلامی" تالیف کی۔

عبدالحق العمری حنفی (۱۲۴۴ھ۔۱۳۱۶ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مسلم الثبوت للبهاری

۲۔ شرح حصول المامول للنواب صدیق حسن خان ۔[10]

۱۔ السید ابوالحسن کشمیری لکھنوی معروف بہ "میرزا صاحب" (۱۸۴۴ء۔۱۸۹۵ء)

۲۔ معجم الاصولیین ۲/۳۴(۲۶۲)

۳۔ ضیاء الدین محمد حسین بن محمد علی بن محمد علی الشہر ستانی الحسینی المرشی الشیعی الامامی (متوفی ۱۸۹۸ء) کربلا میں وارد ہوئے تھے۔

۴۔ ہدیة العارفین ۶/۳۹۶

۵۔ احمد بن صالح بن طعان الستری البحرانی الشیعی (۱۸۳۵ء۔۱۸۹۸ء)

۶۔ معجم الاصولیین ۱/۱۳۳(۹۵)

۷۔ جادالمولی سلیمان ۱۸۹۸ء قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

۸۔ الفتح المبین ۳/۲۰۵، معجم الاصولیین ۲/۱۲(۲۴۲)

۹۔ عبدالحق بن الشیخ فضل حق العمری خیرآبادی حنفی (۱۸۲۸ء۔۱۸۸۹ء)

۱۰۔ معجم الاصولیین ۲/۱۲۰(۳۹۵)

احمد حمد اللہ الانقروی حنفی (۱۲۲۵ھ۔۱۳۱۷ھ)[۱]

انہوں نے "قضبطة الفنون" کے نام سے "مراة الاصول" پر حاشیہ لکھا۔[۲]

اسماعیل المرندی شیعی (متوفی ۱۳۱۸ھ)[۳]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "التعادل والتراجیح" وہ اس کی تالیف سے ۱۲۶۹ھ میں فارغ ہوئے۔

۲۔ "حاشیه علی الفصول"

۳۔ "حاشیه علی القواعد الکلیة الاصولیة الفرعیة" لمحمد بن مکی۔[۴]

حسن بن جعفر الاشتیانی امامی (۱۲۴۸ھ۔۱۳۱۹ھ)[۵]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ بحر الفوائد فی شرح الفرائد

۲۔ اقتضاء الامر و النھی عن الضد۔[۶]

علی پاشا الثانی ابن حسین (متوفی ۱۳۲۰ھ)[۷]

انہوں نے کتاب "منهاج التعریف فی اصول التکلیف" تالیف کی۔[۸]

احمد المری بن سودۃ (۱۲۴۱ھ۔۱۳۲۱ھ)[۹]

معجم المؤلفین میں انہیں "اصولی" بتایا گیا ہے مگر اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[۱۰]

حسن بن عبد اللہ المامقانی امامی (۱۲۳۸ھ۔۱۳۲۳ھ)[۱۱]

انہوں نے کتاب "بشری الوصول الی اسرار علم الاصول" تالیف کی جو آٹھ اجزاء پر مشتمل ہے۔[۱۲]

۱۔ احمد حمد اللہ بن اسماعیل حامد بن احمد شکری الانقروی حنفی (۱۸۱۰ء۔۱۸۹۹ء)

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۹۵، معجم الاصولیین ۱/۱۱۶ (۸۰)

۳۔ اسماعیل بن نجف المرندی التبریزی شیعی (متوفی ۱۹۰۰ء)

۴۔ معجم الاصولیین ۱/۲۷۲ (۲۱۷)

۵۔ حسن (محمد حسن) جعفری بن محمد الاشتیانی الامامی، (۱۸۳۲ء۔۱۹۰۱ء) اہل طہران میں سے تھے۔

۶۔ معجم الاصولیین ۲/۳۹ (۲۶۹)

۷۔ علی پاشا الثانی ابن حسین (متوفی ۱۹۰۲ء) امراء تونس میں سے تھے۔

۸۔ ایضاح المکنون ۲/۵۸۶

۹۔ احمد بن الطالب بن محمد بن محمد، بن سودۃ ابو العباس المری (۱۸۳۶ء۔۱۹۰۳ء)

۱۰۔ معجم المؤلفین ۱/۲۵۵، معجم الاصولیین ۱/۱۳۵ (۹۷)

۱۱۔ حسن (محمد حسن) بن عبد اللہ بن محمد باقر المامقانی الامامی (۱۸۲۳ء۔۱۹۰۵ء) مامقان (ایران) میں پیدا ہوئے اور نجف میں وفات پائی۔

۱۲۔ معجم الاصولیین ۲/۳۶ (۲۷۶)

عبدالرحمن الشربینی شافعی (متوفی ۱۳۲۶ھ)[1]

انہوں نے کتاب "تقریر علی جمع الجوامع" تالیف کی۔[2]

عبدالحکیم الافغانی حنفی (۱۲۵۱ھ۔۱۳۲۶ھ)[3]

انہوں نے کتاب "تعلیقات علی شرح المنار للعلائی (الحصکفی) تالیف کی اور "ابن عابدین" پر حواشی لکھے۔[4]

ماء العینین الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۳۲۸ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الاقدس علی الانفس فی الاصول ، یہ کتاب نظم الورقات لامام الحرمین کی شرح ہے۔

۲۔ المرافق علی الموافق ، یہ کتاب امام شاطبی کی الموافقات کی شرح ہے۔[6]

زکریا بن عبداللہ مکی (۱۳۲۹ھ)[7]

انہوں نے کتاب " اسنی التقریرات علی نظم الورقات فی الاصول الفقہیات " تالیف کی۔[8]

الحاج محمد ذھنی رومی (۱۲۶۲ھ۔۱۳۲۹ھ)[9]

انہوں نے کتاب "اقتباس الانوار فی ترجمة المنار فی الاصول "تالیف کی۔[10]

محمد عثمان النجار مالکی (متوفی ۱۳۳۱ھ)[11]

انہوں نے کتاب "شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کی۔[12]

---

۱ عبدالرحمن بن محمد بن احمد الشربینی المصری شافعی (متوفی ۱۹۰۸ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

۲ الفتح المبین ۳/۱۶۱، معجم الاصولیین ۱/۱۸۷ (۳۴۳)

۳ عبدالحکیم بن محمد نور بن الحاج میرزا الافغانی حنفی (۱۸۳۵ء۔۱۹۰۸ء)

۴ معجم الاصولیین ۲/۱۶۱ (۳۹۷)

۵ مصطفی بن محمد فاضل، ماء العینین، ابوعبداللہ الشریف الحسنی الادریسی الشنقیطی (متوفی ۱۹۱۰ء)

۶ الفتح المبین ۳/۱۶۲

۷ زکریا بن عبداللہ حسن بیلہ الجاوی، المکی (۱۹۱۱ء) مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

۸ معجم الاصولیین ۲/۱۰۶ (۳۴۴)

۹ الحاج محمد ذہنی بن محمد رشید الاستانبولی الرومی

۱۰ ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۰

۱۱ ابوعبداللہ محمد بن عثمان النجار مالکی (متوفی ۱۹۱۳ء)

۱۲ الفتح المبین ۳/۱۶۴

ابو محمد السالمی الأباضی (متوفی ۱۳۳۲ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ طلعة الشمس ،

۲۔ شرح طلعة الشمس ۔ یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے جو دو اجزاء میں ہے۔[2]

احمد بک الحسینی شافعی (۱۲۷۱ھ۔۱۳۳۲ھ)[3]

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "تحفة الرأی السدید فی الاجتهاد والتقلید" تالیف کی۔[4]

جمال الدین القاسمی سلفی[5] (۱۲۸۳ھ۔۱۳۳۲ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تبیین الطالب الی معرفة الفرض والواجب فی اصول الفقه ۔[7]

۲۔ تعلیقه علی مختصر المنار للحلبی

۳۔ تعلیقه علی الورقات لامام الحرمین

۴۔ تعلیقه علی تنقیح الفصول للقرافی

۵۔ تعلیقه علی قواعد الاصول للصفی البغدادی ۔[8]

احمد بن عبد اللطیف شافعی (۱۲۷۶ھ۔۱۳۳۴ھ)[9]

انہوں نے اصول فقہ میں "حاشیه النفحات علی شرح الورقات" تالیف کیا۔ مظہر بقا نے اپنی کتاب معجم الاصولیین میں اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا : "النفحات" حاشیه علی الورقات الفهاسنة ۱۳۰۱ھ۔[10] ("النفحات" الورقات پر حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۱۳۰۶ھ میں تالیف کیا تھا)

---

[1] الامام المجاہد الاصولی عبداللہ بن حمید بن سالوم السالمی الاباضی (متوفی ۱۹۱۴ء)

[2] الفتح المبین ۳/۱۶۶

[3] احمد بن احمد بن یوسف شہاب الدین الحسینی شافعی (۱۸۵۴ء/۱۹۱۳ء)

[4] الفتح المبین ۳/۱۶۷، معجم الاصولیین ۱/۸۹ (۵۸)

[5] یہ عقیدۃً سلفی تھے اور مقلد کی حیثیت سے بات نہیں کرتے تھے۔

[6] جمال الدین (محمد جمال الدین) بن محمد سعید بن قاسم بن صالح القاسمی الدمشقی (۱۸۶۶ء/۱۹۱۴ء) دمشق میں ولادت و وفات ہوئی۔

[7] الفتح المبین ۳/۱۶۸

[8] معجم الاصولیین ۲/۲۰۔۲۱ (۲۵۱)

[9] احمد بن عبد اللطیف بن عبداللہ الخطیب الجاوی شافعی (۱۸۵۹ء/۱۹۱۵ء)

[10] معجم الاصولیین ۱/۱۵۰ (۱۰۴)

تجزیہ :

ظاہری طور پر مظہر بقا کی عبارت درست معلوم نہیں ہوتی کہ " النفحات " ، "الورقات" پر حاشیہ نہیں ہے بلکہ "شرح الورقات للامام جلال الدین المحلی" پر "حاشیہ" ہے۔ اس کا اظہار خود "النفحات" کے مؤلف نے اپنی کتاب کے آغاز میں فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں :

" وقد كنت ممن عنى بهذا الفن حتى انفقت فى تحصيله ومزاولته برهة عزيزة من الزمن قرأت فى خلالها درسا بالمسجد الحرام تجاه بيت الله ذى الفضل والانعام شرح الامام جلال الدين محمد بن احمد المحلى الشافعى على الورقات لمؤلفه ابى المعالى عبد الملك بن يوسف بن محمد الجوينى العراقى الشافعى .... لكنه لمزيد اختصاره وانطواء المسائل غامضة فى غضون اسفاره جدير بأن توضع عليه حاشيه [1]

کتاب "حاشیہ النفحات علی شرح الورقات "، مطبع مصطفی البابی الحلبی مصر سے ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء میں چھپ چکا ہے۔

عبدالحق بن محمد دہلوی حنفی (متوفی ۱۳۳۴ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب" النامی شرح الحسامی لمحمد بن محمد الاخسیکثی فی الاصول" تالیف کی۔ جو ہند سے ۱۳۱۰ھ میں چھپ چکی ہے۔[2]

عبدالحمید الخطیب شافعی (متوفی ۱۳۳۵ھ)[3]

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب " لطائف الاشارات الی شرح تسهيل الطرقات لنظم الورقات فی اصول الفقه" تالیف کی۔ یہ کتاب مصر سے ۱۳۳۰ھ میں طبع ہو چکی ہے اور اس کے حاشیہ پر کتاب" قرة العين فی شرح ورقات امام الحرمين للحطاب" بھی موجود ہے۔[4]

ابن الخیاط الکردی (۱۲۵۳ھ۔۱۳۳۵ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منهج (منهاج) الوصول فی شرح منهاج الاصول للبيضاوی۔

۲۔ تنبيه الاصدقاء فی بيان التقليد والاجتهاد والافتاء والاستفتاء ، یہ کتاب بغداد سے ۱۳۰۳ھ میں چھپ چکی ہے۔[6]

---

۱ حاشیۃ النفحات علی شرح الورقات، احمد بن عبداللطیف الخطیب الجاوی الشافعی۔ ص ۲، مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء۔

۲ عبدالحق بن محمد دہلوی حنفی متوفی ۱۹۱۵ء، معجم الاصولیین ۲/۱۶۱(۳۹۶)

۳ عبدالحمید بن محمد بن علی بن عبدالقادر شافعی متوفی ۱۹۱۶ء

۴ الفتح المبین ۳/۱۶۹، معجم الاصولیین ۲/۱۶۹۔۱۷۰(۴۰۶)

۵ عبدالرحمن بن محمد القرادغی، ابن الخیاط الکردی (۱۸۳۸ء/۱۹۱۷ء) عراق میں پیدا ہوئے۔

۶ معجم الاصولیین ۲/۱۸۵(۴۲۱)

ابوبکر العلوی شافعی (۱۲۶۲ھ/۱۳۴۱ھ)[1]

انہوں نے "التریاق النافع بایضاح وتکمیل مسائل جمع الجوامع" تالیف کی جو دو اجزاء میں ہے۔ یہ کتاب حیدرآباد دکن سے ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو چکی ہے۔[2]

حسن الکاشانی امامی (متوفی ۱۳۴۲ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مقفلات الاصول فی التعلیق علی الفصول، یہ کتاب سات مجلدات میں ہے۔

۲۔ نتائج الافکار فی الادلة العقلیة، یہ کتاب پانچ جلدوں میں ہے۔[4]

سالم بن عمر مالکی (۱۲۴۳ھ/۱۳۴۲ھ)[5]

انہوں نے "شرح علی الفیه ابن عاصم فی الاصول" تالیف کی۔[6]

اسماعیل بن محمد النجفی امامی (۱۲۶۹ھ/۱۳۴۳ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نفائس الفوائد فی مہمات اصول الفقه

۲۔ لباب الاصول باسقاط القشور والفضول

۳۔ الدرر اللوامع فی جمله من مسائل الفقه وللاصول والرجال[8]

امین بن محمد السوید الدمشقی (۱۳۴۴ھ میں بعدہ)[9]

انہوں نے کتاب "تسہیل الحصول علی قواعد الاصول" تالیف کی۔[10]

۱۔ ابوبکر بن عبدالرحمن بن محمد بن شہاب الدین العلوی الحسینی شافعی (۱۸۴۶ء/۱۹۲۲ء) حضرت موت کے گاؤں میں ولادت ہوئی اور حیدرآباد دکن میں انتقال فرمایا۔

۲۔ معجم الاصولیین ۱/ ۷(۲۳۶)

۳۔ حسن بن احمد بن رکن الدین الحسینی الکاشانی امامی متوفی ۱۹۲۳ء، مشہد الرضوی میں وارده تھے۔

۴۔ معجم الاصولیین ۲/ ۳۶(۲۶۵)

۵۔ سالم بن عمر بوجب۔ ابو النجا النجیلی التونسی مالکی (۱۸۲۷ء/۱۹۲۳ء)

۶۔ معجم الاصولیین ۲/ ۱۱۷(۳۵۳)

۷۔ اسماعیل بن محمد علی بن زین العابدین المحلاتی النجفی امامی (۱۸۵۳ء/۱۹۲۴ء)

۸۔ معجم الاصولیین ۱/ ۲۶۹(۲۱۳)

۹۔ امین بن محمد السوید الدمشقی ۱۹۲۵ء میں زندہ تھے۔

۱۰۔ معجم الاصولیین ۱/ ۲۸۶(۲۲۹)

محمود عمر الباجوری (۱۲۷۲ھ/۱۳۴۴ھ)[1]

انہوں نے کتاب "الفصول البدیعه فی اصول الشریعه" تالیف کی۔[2]

شیخ محمد الخضری (متوفی ۱۳۴۶ھ)[3]

انہوں نے کتاب "اصول الفقه" تالیف کی جو مکتبہ دارالحدیث، قاہرہ سے (سنہ ند) چھپ چکی ہے۔

عبدالقادر بن بدران حنبلی (متوفی ۱۳۴۶ھ)[4]

انہوں نے کتاب "نـزهة الـخاطر العاطر شرح روضة الناظر لابن قدامه فی الاصول" تالیف کی جو دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔[5]

عباس بن محمد المدنی شافعی (۱۲۹۳ھ/۱۳۴۶ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ "عمدة الطالب" نظم، وشرحه

۲۔ "فتح المنعم الوهاب بشرح عمدة الطلاب"[7]

علی النجار شافعی (۱۲۹۳ھ/۱۳۵۱ھ)[8]

انہوں نے "حـاشیه علـی شـرح الاسنوی لمنهاج القاضی البیضاوی فی اصول الفقه" تالیف کیا۔ المراغی نے لکھا کہ اس کا بعض حصہ چھپ چکا ہے اور یہ طلبہ و مدرسین میں مشہور و متداول ہے۔[9]

نجم الغنی خان (۱۲۷۶ھ/۱۳۵۱ھ)[10]

انہوں نے کتاب "مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی" تالیف کی۔ یہ کتاب میر محمد کتب خانہ کراچی (سنہ ند) سے بھی چھپ چکی ہے اس کے علاوہ انہوں نے کتاب "مختصر الاصول" بھی تالیف کی تھی۔

۱۔ محمود عمر الباجوری (متوفی ۱۹۲۵ء)

۲۔ الفتح المبین ۳/۱۷۰

۳۔ شیخ محمد خضری متوفی ۱۹۲۷ء

۴۔ عبدالقادر بن احمد بن مصطفی ...... محمد بدران رومی، دمشقی حنبلی ابن بدران (متوفی ۱۹۲۷ء)

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۲۲۱ (۴۵۳)

۶۔ عباس بن محمد امین بن محمد احمد السید رضوان المدنی شافعی (۱۸۷۶ء/۱۹۲۷ء) مدینۃ المنورہ میں ولادت اور مصر میں وفات ہوئی۔

۷۔ معجم الاصولیین ۲/۱۵۲ (۳۸۸)

۸۔ علی بن محمد بن عامر النجار شافعی (۱۸۷۶ء/۱۹۳۲ء) مصر میں پیدا ہوئے۔

۹۔ الفتح المبین ۳/۱۷۹

۱۰۔ حکیم نجم الغنی خان رام پوری (۱۸۵۹ء/۱۹۳۲ء) رام پور میں ولادت و وفات پائی۔

عبداللہ دراز (۱۲۹۱ھ/۱۳۵۱ھ)[1]

انہوں نے امام شاطبی کی کتاب " الموافقات " پر ایک عمدہ مقدمہ تالیف کیا، اس کو گمنامی سے نکال کر بہتر انداز میں روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔[2]

صادق بن محمد القراداغی شیعی (۱۲۶۹ھ/۱۳۵۱ھ)[3]

انہوں نے "المقالات الغروية في مباحث الالفاظ من اصول الفقه" تالیف کئے۔[4]

محمد بخیت المطیعی (۱۲۷۱ھ-۱۳۵۴ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البدر الساطع على مقدمة جمع الجوامع فى الاصول

۲۔ نهاية السول فى علم الاصول[6]

حسین التائینی شیعی (۱۲۷۳ھ-۱۳۵۵ھ)[7]

انہوں نے کتاب " اجود التقريرات" تالیف کی۔ دراصل یہ اصول فقہ پر ان کے دو اجزاء پر مشتمل لیکچرز ہیں۔[8]

عبدالحفیظ بن حسن (۱۲۸۰ھ/-۱۳۵۶ھ)[9]

انہوں نے کتاب " الجواهر اللوامع نظم جمع الجوامع "تالیف کی جو فاس سے ۱۳۲۷ھ میں چھپ چکی ہے۔[10]

محمد حسنین العدوی مالکی (۱۲۷۷ھ-۱۳۵۶ھ)[11]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ بلوغ السول فى مدخل علم الاصول

۲۔ حاشیه على جمع الجوامع یہ کتاب دو اجزاء پر مشتمل ہے۔[12]

۱۔ شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن حسنین دراز مصری (۱۸۷۴ء/۱۹۳۲ء)

۲۔ الفتح المبین ۳/۱۷۳

۳۔ صادق بن محمد بن محمد علی التبریزی القراداغی النجفی شیعی (۱۸۵۳ء/۱۹۳۳ء)

۴۔ معجم الاصولیین ۲/۱۳۶-۱۳۷ (۳۷۲)

۵۔ محمد بخیت المطیعی مفتی مصر (۱۸۵۶ء/۱۹۳۵ء)

۶۔ الفتح المبین ۳/۱۸۰

۷۔ حسین بن عبدالرحیم التائینی شیعی (۱۸۵۷ء/۱۹۳۶ء)۔ اصفہان میں ولادت اور نجف میں وفات پائی۔

۸۔ معجم الاصولیین ۲/۶۷ (۳۰۱)

۹۔ عبدالحفیظ بن الحسن، سلطان المغرب الاقصی (۱۸۶۳ء/۱۹۵۰ء) فاس میں ولادت اور مراکش میں نشوونما ہوئی۔

۱۰۔ معجم الاصولیین ۲/۱۵۹ (۳۹۴)

۱۱۔ محمد حسنین العدوی مالکی (۱۸۵۸ء/۱۹۳۶ء)

۱۲۔ الفتح المبین ۳/۱۸۸

شیخ احمد الزرقاء (متوفی ۱۳۵۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح القواعد الفقهيه" تالیف کی۔

حسن العلیاری امامی (متوفی ۱۳۵۸ھ)[1]

انہوں نے کتاب "مشکاۃ الاصول الی علم الاصول" تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔[2]

حسین المکی (۱۳۰۹ھ/۱۳۵۹ھ)[3]

انہوں نے کتاب "شرح نظم مختصر المنار" تالیف کی۔[4]

عبدالحمید بن بادیس (۱۳۰۵ھ/۱۳۵۹ھ)[5]

انہوں نے "شرح (مختصر) علی مفتاح الوصول للشریف التلمسانی ، فی الاصول" تالیف کی۔[6]

خلیل الخالدی حنفی (۱۲۸۲ھ/۱۳۶۰ھ)[7]

انہوں نے کتاب "حدود اصول الفقه" تالیف کی۔[8]

امین بن محمد حنفی (۱۲۹۸ھ/۱۳۶۲ھ)[9]

انہوں نے کتاب "ازلة الالتباس عن مسائل القیاس فی الاصول" تالیف کی۔[10]

احمد الحسینی (۱۲۹۱ھ/۱۳۶۴ھ)[11]

انہوں نے کتاب "علم اصول الفقه ومصادر التشریع الاسلامی" تالیف کی۔[12]

---

1. حسن بن علی بن عبداللہ العلیاری، القراجہ داغی التبریزی امامی متوفی (۱۹۳۹ء) دس برس سے زائد نجف میں رہے۔
2. معجم الاصولیین ۲/ ۴۸ (۲۸۱)
3. حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی (۱۸۹۱ء/۱۹۴۰ء) مکہ میں ولادت اور پرورش ہوئی۔
4. معجم الاصولیین ۲/ ۸۰۔۸۱ (۳۱۴)
5. عبدالحمید بن محمد المصطفی بن مکی بن بادیس، رئیس جمعیۃ العلماء المسلمین بالجزائر (۱۸۸۷ء/۱۹۴۰ء) ولادت و وفات قسنطنیہ میں ہوئی۔
6. معجم الاصولیین ۲/ ۱۷۰ (۴۰۷)
7. خلیل جواد بن بدر بن مصطفی بن خلیل، ابوالوفا الخالدی المقدسی حنفی (۱۸۶۶ء/۱۹۴۱ء) قاہرہ میں وفات پائی۔
8. معجم الاصولیین ۲/ ۹۱۔۹۲ (۳۲۸)
9. امین بن محمد بن سلیمانی البسیونی حنفی (۱۸۸۰ء/۱۹۴۳ء)
10. الفتح المبین ۳/ ۱۹۴، معجم الاصولیین ۱/ ۲۸۷ (۲۳۰)
11. احمد ابراہیم الحسینی (۱۸۷۳ء/۱۹۴۵ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔
12. معجم الاصولیین ۱/ ۷۳ (۳۶)

احمد ابوالفتح بک (متوفی ۱۳۶۵ھ)[1]

انہوں نے کتاب "المختارات الفتحیه فی تاریخ التشریع الاسلامی واصول الفقه" تالیف کی۔[2]

محمد الخضر حسین مالکی (۱۲۹۴ھ)[3]

انہوں نے کتاب "تعلیقات علی کتاب الموافقات للشاطبی فی اصول الفقه" تالیف کی۔[4]

احمد مصطفیٰ المراغی بک (۱۳۰۰ھ/۱۳۷۱ھ)[5]

انہوں نے "کتاب الموجز فی علم الاصول" تالیف کی۔[6]

عبدالوہاب خلاف بک (۱۳۰۵ھ/۱۳۷۵ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب علم اصول الفقه ، یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۳۶۱ھ۔۱۹۴۲ء میں اور بیسویں مرتبہ ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء میں مکتبہ دار العلم کویت سے چھپی۔ ساتویں طباعت ۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۶ء میں ہوئی اور اس پر استاد بوزہرہ نے افتتاحیہ لکھا تھا۔

۲۔ الحلقة الاولی من سلسلة الدرسارت العلیا فی علم اصول الفقه فی الاجتهاد بالنصوص۔

۳۔ الحلقه الثانیه من سلسله الدراسات العلیا فی علم اصول الفقه فی الاجتهاد بالرأی۔[8]

عبدالرحمٰن بن ناصر حنبلی (۱۳۰۷ھ۔۱۳۷۶ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ القواعد والاصول الجامعة فی اصول الفقه

۲۔ طریق الوصول الی العلم الماموال من الاصول۔[10]

۱۔ احمد ابوالفتح بک متوفی ۱۹۳۶ء

۲۔ الفتح المبین ۱۹۹/۳، معجم الاصولیین ۷۰/۱۔۷۲ (۴۳)

۳۔ شیخ محمد الخضر حسین بن علی بن عمر تونس میں پیدا ہوئے

۴۔ الفتح المبین ۲۱۳/۳

۵۔ عبدالوہاب خلاف بک (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۵ء)

۶۔ الفتح المبین ۲۰۶/۳

۷۔ احمد بن مصطفیٰ بن محمد بن عبدالمنعم القاضی مصری (۱۸۸۲ء۔۱۹۵۲ء) مصر میں پیدا ہوئے

۸۔ الفتح المبین ۲۰۲/۳، معجم الاصولیین ۲۲۱/۱ (۱۸۳)

۹۔ عبدالرحمٰن بن ناصر بن عبداللہ التمیمی حنبلی (۱۸۹۰ء۔۱۹۵۶ء)

۱۰۔ معجم الاصولیین ۱۹۲/۲ (۴۲۸)

عبدالجلیل بن احمد (۱۲۸۷ھ۔۱۳۷۶ھ)[۱]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زبدة الافکار، شرح مختصر المنار فی الاصول

۲۔ محاضرات فی اصول الفقه[۲]

حافظ بن احمد (۱۳۴۲ھ۔۱۳۷۷ھ)[۳]

انہوں نے کتاب "سلم الوصول الی علم الاصول" تالیف کی۔[۴]

شیخ محمد امین الشنقیطی (متوفی ۱۳۹۳ھ)[۵]

انہوں نے کتاب "مذکرہ اصول الفقه علی روضة الناظر لا بن قدامه" تالیف کی۔

حسن المشاط المکی مالکی (۱۳۱۷ھ۔۱۳۹۹ھ)[۶]

انہوں نے کتاب "نیل المنی والمامول علی لب الاصول" تالیف کی۔[۷]

عبدالغنی المصری (۱۳۲۶ھ۔۱۴۰۴ھ)[۸]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب "حجیة السنة"۔ یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔

۲۔ "اصول الفقه لغیر الحنفیة" مختلف اساتذہ کے اشتراک سے ۱۹۶۳ء میں لکھا گیا۔

۳۔ "محاضرات فی اصول الفقه" یہ جامعہ الازہر میں دیئے گئے لیکچرز پر مشتمل کتاب ہے۔

۴۔ "حجیة الاجماع حقیقته وحجیته"۔[۹]

☆☆☆
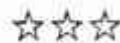
۱۔ عبدالجلیل بن احمد بن عبدالرزاق (۱۸۷۰ء/۱۹۵۷ء) بغداد میں ولادت ووفات ہوئی۔

۲۔ معجم الاصولیین ۲/۱۵۸ (۳۹۳)

۳۔ حافظ بن احمد بن علی الحکمی (۱۹۲۳ء/۱۹۵۸ء) علماء جیزان میں سے تھے جو حجاز ویمن کے درمیان ہے

۴۔ معجم الاصولیین ۲/۳۵ (۳۵۴)

۵۔ الشیخ محمد امین ابن المختار الشنقیطی

۶۔ حسن بن محمد بن عباس بن الشاط مالکی (۱۸۹۹ء/۱۹۷۸ء) المعلاہ میں مدفون ہیں

۷۔ معجم الاصولیین ۲/۵۳،۵۴ (۳۸۸)

۸۔ عبدالغنی بن عبدالخالق بن حسن بن مصطفیٰ المصری (۱۹۰۸ء/۱۹۸۳ء)

۹۔ معجم الاصولیین ۲/۲۱۹ (۳۵۱)

باب سوم

منتخب فقہی مذاہب کا تعارف ونشأ وارتقاء

فصل اوّل : حنفی مذہب اوراس کا نشأ وارتقاء

فصل دوم : مالکی مذہب اوراس کا نشأ وارتقاء

فصل سوم : شافعی مذہب اوراس کا نشأ وارتقاء

فصل چہارم : حنبلی مذہب اوراس کا نشأ وارتقاء

فصل پنجم : اہلِ سنت کے متروک مذاہب اوران کا نشأ وارتقاء

فصل ششم : مذاہب شیعہ اوران کا نشأ وارتقاء

ب سوم

منتخب فقہی مذاہب کا تعارف ونشأ وارتقا

خلفائے راشدین کے زمانے میں مسائل عام طور پر پیچیدہ نہیں ہوتے تھے۔ اوران کا وقوع بھی آج کی نسبت کم ہوتا
تھا اس لئے اس زمانے میں استنباط مسائل کا کام آسان تھا۔ مفتی اور قاضی کو بھی ان سے کم ہی واسطہ پڑتا تھا۔ اکیانوے
سال پر محیط (۴۱ھ۔۱۳۲ھ) اموی دور جس میں چودہ خلفاء گزرے ہیں، اس میں بھی کم وبیش یہی حالت نظر آتی ہے اور تمام
فیصلوں کا دارومدار قرآن کریم اور سنت نبوی پر تھا۔ کبار صحابہ فقہی معاملات میں اپنی ذاتی رائے دینے سے گریز کرتے، ان
کی حتی الامکان کوشش ہوتی تھی کہ ہر معاملہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات تلاش کی جائیں۔

عباسی دور میں تہذیب وتمدن کے دائرہ میں وسعت آجاتی ہے اور اسلام عرب سے نکل کر دور دراز علاقوں تک پھیل جاتا ہے
ماہرین شریعت اور راویان حدیث بھی مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ مفتوحہ علاقوں میں مملکت اسلامیہ کو نت نئے مسائل سے
واسطہ پڑنے لگا۔ یہ حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ مسائل کے حل کے لئے زاویہ فکر میں وسعت پیدا کی جائے۔

خلیفہ منصور عباسی نے بغداد کو دارالحکومت بنایا تو ہر طرف سے علماء، تاجر، فنون کے ماہرین یہاں جمع ہونے لگے۔
یہاں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا، علوم وفنون ترقی کرنے لگے۔ عہد امویہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے
دور خلافت میں علمی ترقی کی داغ بیل ڈال دی گئی تھی اور انہی کے حکم پر احادیث جمع کی گئیں۔ مگر آپ کے بعد یہ کام
جاری نہ رہ سکا اور پھر عہد عباسی کا آغاز ہوتے ہی فروغ علم کا کام انتہائی تیز رفتاری سے اپنی منزلیں طے کرنے لگا۔
چونکہ ایرانیوں، رومیوں اور مصریوں کی ایک بڑی تعداد اسلام میں داخل ہوگئی تھی، اس لئے فارسی اور رومی زبانوں کی
کتابیں بھی تیزی سے عربی میں ترجمہ ہونے لگیں اور سلطنت اسلامیہ میں دیگر اقوام کے علوم بھی متعارف ہونے لگے۔
علوم وفنون کی ترویج واشاعت نے بحث وتمحیص اور اختلافات کا دروازہ بھی کھول دیا اور یہ اندیشہ پیدا ہونے لگا کہ ان
اختلافات کا دائرہ کہیں احکام شریعت تک بھی وسیع نہ ہوجائے تو اس نظریہ ضرورت کے پیش نظر شریعت کو باقاعدہ طور پر کتابوں
میں مدون کرنے کا رجحان بڑھنے لگا اور تدوین کی وجہ یہ بھی تھی تاکہ شریعت کے قوانین اور اصول کی بنیاد پر ایسے قوانین
مرتب کئے جاسکیں جو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق روزمرہ کی زندگی میں لوگوں کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔

خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام مالکؒ سے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''موطا'' مرتب کرنے کی درخواست کی
تھی اور پھر جب خلیفہ نے اس کتاب کو اپنی مملکت کا عدالتی مجموعہ قوانین قرار دینا چاہا تو امام مالک نے اسے یہ کہہ کر روک
دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں اور ہر ایک اسی حدیث پر عمل کرنا ضروری
سمجھتا ہے جو اس کے نزدیک پایہ صحت کو پہنچتی ہے وہ سب ہدایت پر ہیں۔ سب کا مقصود رضائے الٰہی اور اطاعت رسول ہے۔
ایسی صورت میں لوگوں کو صرف موطا میں لکھی ہوئی احادیث اور احکام پر عمل کرنے پر مجبور کرنا مناسب نہیں۔ اس پر خلیفہ نے
اپنے ارادہ کو ترک کردیا۔

اس عہد میں واضعین قوانین اسلامیہ (فقہاء) کا طبقہ وجود میں آیا۔ علوم دینیہ کے ماہر تو پہلے بھی ہوتے تھے مگر انہیں فقہاء کے بجائے قراء کہا جاتا تھا۔ فقہاء کی اس جماعت میں بڑے صاحب کمال لوگ موجود تھے اور انہوں نے فقہ اسلامی کے اصول وضوابط کی ترتیب اور استنباط احکام میں بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ ان میں سے بعض فقہاء مخصوص مکاتب فکر کے بانی ہوئے اور آج بھی دنیا کے بیشتر مسلمانوں کا انہی میں سے کسی نہ کسی مکتبہ فکر کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ اصحاب امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تھے اور ان کے پیروکار حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کہلائے۔

شیعہ اصحاب علیحدہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے پیروکار زیدی، شیعہ اور امامی شیعہ وغیرہ ہیں۔ زیدی شیعہ زید بن علی بن حسین بن ابی طالب کی طرف منسوب ہیں اور امامی شیعہ امام ابوعبداللہ جعفر صادق کی طرف منسوب ہیں۔ بعض فقہاء نے اپنے عہد میں تو بہت شہرت حاصل کی، لیکن بعد میں ان کے نظریات وافکار کو فروغ حاصل نہ ہوسکا اور نہ ان کے پیروکار کی تعداد میں اضافہ ہوسکا۔ ایسے لوگوں کی تعداد بے شمار ہے۔ امام اوزاعی، داؤد الظاہری اور طبری کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کے افکار کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں اور ان کا شمار بلند پایہ لوگوں میں عزت واحترام سے لیا جاتا ہے اور ان کی خدمات کو سراہا جاتا ہے۔ جہاں ضروری ہوتا ہے ان سے اختلاف کیا جاتا ہے۔

ان فقہاء کرام سے منسوب مذہب کا مختصر حال اور بانیان مذہب کا مختصر تعارف اور مختلف ممالک میں ان کی نشوونما وغیرہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔ فقہاء اربعہ سے متعلق پہلے گفتگو کی جائے گی۔

☆☆☆

فصل اوّل

حنفی مذہب اور اس کا نشأ وارتقاء

امام ابوحنیفہ حنفی مذہب کے بانی ہیں۔ان کے تعارف کے بغیر مذہب حنفی کا تعارف مکمل نہیں ہوسکتا۔اس لئے پہلے بانی مذہب کا مختصر ذکر کیا جائے گا۔اور یہی ترتیب دیگر فقہاء کے بیان میں بھی ملحوظ رکھی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی اصح قول کے مطابق[1] ۸۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔وہیں پرورش پائی اور ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔[2]

خطیب بغدادی میں لکھا ہے :

" وذهب ثابت الى علي بن ابى طالب وهو صغيره فد عاله بالبركة فيه وفي ذريته ....
والنعمان بن المرزبان ابو ثابت هو الذى اهدى لعلي بن ابى طالب الفالو ذج في يوم النيروز فقال نوروز نا كل يوم "۔[3]

(اور امام ابوحنیفہ کے والد) ثابت حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ابھی کمسن تھے تو آپ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے خیر وبرکت کی دعا فرمائی اور نعمان بن مرزبان جو ثابت کے والد (اور امام اعظم کے دادا) وہی ہیں جنہوں نے یوم نوروز پر حضرت علی بن ابی طالب کو فالودہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا :
''ہمارا ہر دن ہی نوروز ہے'')

اس بیان سے آپ کے خاندان کے متمول اور خوشحال ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔یہی وجہ تھی کہ امام اعظم نے اپنی عملی زندگی کا آغاز تجارت سے کیا اور زندگی بھر اس پیشہ سے وابستہ رہے۔تاہم جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں مختلف النوع عقائد کے لوگ آباد تھے۔ان میں شیعہ، خارجی، معتزلہ، علم صحابہ کے حامل تابعی وغیرہ شامل تھے۔ان میں مناظروں کی گرم بازاری تھی۔آغاز شباب ہی سے آپ بھی ان مناظروں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔بعد میں پوری توجہ علم فقہ کی طرف مبذول کی۔یہ میلان کیسے پیدا ہوا،اس کے بارے میں سوانح نگار متعدد روایات بیان کرتے ہیں، جس کا یہاں ذکر ضروری نہیں ہے۔اُستاد ابوزہرہ، امام ابوحنیفہ کی عصری علوم سے واقفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" وهذه الرواية تبين أنه راد العلوم التى كانت شائعة في عصره ، ليختار من بينها مايجعل همة اليه ، ويتخصص فيه ، وبهذا يستبين أنه تثقف في الجملة بكل العلوم التى كانت في عصره ، وان لم ينصرف من بعد الاّ الى الفقه " ۔[4]

---

[1] "تبييض الصحيفة في مناقب الامام ابى حنيفه" ،امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی ص ۲۸ ، مجلس دائرہ المعارف النظامیہ الکائنہ ، حیدرآباد دکن۔۱۳۱۷ھ

[2] "مناقب الامام ابى حنيفه ، للامامين ، الامام الموفق بن احمد المكيّ"۔(۴۸۴ھ تقریباً ۵۶۸ھ) والامام حافظ الدین محمد بن محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردی الحنفی متوفی ۸۲۷ھ ۱/۴۔۶،کوئٹہ مکتبہ اسلامیہ ۱۴۰۷ھ

[3] "تاريخ بغداد"،خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۳۲۶/۱۳ (۷۲۹۷) بیروت دار الکتب العلمیہ سن ند

[4] "ابو حنيفه حياته وعصره وارائه وفقهه"،ابوزہرہ ص ۲۱ ،دار الفکر العربی سن ند

آپ نے رائج الوقت علوم وفنون پر تنقیدی نگاہ ڈالی تا کہ ان میں سے اپنے لئے کسی مناسب علم کا انتخاب کر کے اس میں امتیاز و تخصیص پیدا کر سکیں۔ اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تمام عصری علوم میں واجبی حد تک واقفیت حاصل کر لی تھی۔ اگر چہ بعد میں صرف فقہ ہی آپ کا جولا نگاہ فکر و نظر بنا)

تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہ کی علم فقہ سے وابستگی سے متعلق منقول ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں :

" فجعلت على نفسي أن لا افارق حمادا حتى يموت فصحبته ثماني عشر سنة " [1]

(میں نے اپنے اُوپر یہ لازم کر لیا کہ (اپنے اُستاد) حماد سے زندگی بھر الگ نہ ہوں۔ چنانچہ میں پورے اٹھارہ برس ان کی صحبت میں رہا)

مکتب حماد سے وابستگی کے اثرات اور ان کا جائزہ :

مکتب حماد سے وابستگی نے آپ کی استعداد کو اور زیادہ جلا بخشی اور آپ فقہ کے ایک عظیم امام مانے گئے۔ دنیا بھر میں آپ کے پیروکار ہر زمانے میں کثرت سے رہے۔ آپ کی فقہی عظمت کے اعتراف میں شیخ صبحی محمصانی امام ابو یوسف کا یہ قول بھی نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا :

" كنا نختلف في المسالة ، فنأتي ابا حنيفة ، فكا نما يخر جها من كمه فيد فعها الينا " [2]

(جب کسی مسئلے میں ہمارا باہمی اختلاف ہوتا تھا تو ہم اسے امام ابوحنیفہ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپ اتنی جلدی جواب دیتے تھے جیسے اسے اپنی آستین سے نکالا ہو)

زاہد کوثری نے اپنی کتاب میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے :

" وعن الامام الشافعي الناس عيال في الفقه على ابي حنيفة " [3]

(امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں)

امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہ کی شان میں فرمایا :

" رايت رجلا لو كلمته في هذه السارية ان يجعلها ذهبا لقام بحجته " [4]

(میں نے ایک آدمی کو دیکھا اگر وہ اس ستون کو سونے کا کر دینے کو کہے تو وہ ضرور اپنے دلائل سے ایسا کر دے گا)

خطیب بغدادی نے امام شافعی کے اسی مفہوم میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ [5]

خطیب بغدادی نے امام مالک اور امام شافعی کے علاوہ خلف بن ایوب، ابن عیینہ، ابوبکر بن عیاش، سہل بن مزاحم، قاسم بن معن، ابن جریج، عبداللہ بن مبارک، مسعر بن کدام، ابوجعفر الرازی، اعمش، فضیل بن عیاض، سفیان ثوری

---

1. تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳۳۳/۱۳ (۲۹۷ھ) بیروت۔ مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء
2. فلسفه التشريع في الاسلام، صبحی محمصانی ص ۳۱،
3. فقه اهل العراق وحديثهم، محمد زاہد الکوثری (۱۲۹۶ھ۔ ۱۳۷۱ھ) تحقیق عبدالفتاح ابوغدہ ص ۵۴، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی سن ند
4. الجواهر المضيئه في طبقات الحنيفه، محی الدین ابی محمد عبدالقادر ابن ابی الوفاء متوفی ۶۹۶ھ، ۲۹۶/۱ کراچی میر کتب خانہ سن ند
5. تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳۴۶/۱۳ (۲۹۷ھ)

اور ایسی ہی مقتدر اور صاحب علم و فضل شخصیتوں کے مدحیہ اقوال درج کئے ہیں جس میں آپ کے مختلف کمالات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔[1]

ان میں سے صرف ابن مبارک کا ایک قول مندرجہ ذیل ہے :

" رایت مسعرا فی حلقة ابی حنیفة جالسابین یدیه یساله ویستفید منه ومارایت احدا قط تکلم فی الفقه احسن من ابی حنیفة ۔[2]

(میں نے مسعر کو امام ابو حنیفہ کے سامنے ان کے حلقہ درس میں بیٹھا دیکھا وہ ان سے سوال پوچھتے اور مستفید ہوتے۔ میں نے کبھی کسی شخص کو فقہ میں امام ابو حنیفہ سے بہتر کلام کرتے نہیں دیکھا)

شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں آپ کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے :

"Abu Hanifa, Leading Fikh Scholar and Theologian in 'Irak' after whom the Madhhab of the Hanafites has been named". [3]

(ابو حنیفہ عراق میں ایک سربرآوردہ فقیہ اور اصول دین کے عالم تھے، جن کی نسبت سے اس مذہب کا نام حنفی مذہب پڑ گیا)

قاضی ابو یوسف :

امام اعظم کے بعد دوسری شخصیت جس نے فقہ حنفی کی تدوین میں گرانقدر خدمات انجام دیں ہیں وہ قاضی ابو یوسف کی ہیں ۔ آپ کا اصلی نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری ہے، ۱۱۳ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم حاصل کی، آپ عربی النسل تھے ۔ آپ شروع میں بڑے غریب تھے لیکن علم سے وابستگی اور شوق کی بنا پر علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے ۔ امام اعظم نے آپ کی ہی حالت دیکھی تو مالی امداد فرمانے لگے۔ ابو یوسف پہلے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے شاگرد رہ چکے تھے بعد میں جب امام اعظم کی صحبت اختیار کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے ۔ علم و فضل کی بنا پر عہدہ قضا پر فائز ہوئے اور اس طرح عباسی خلافت کے اوّلین قاضی قرار پائے ۔ خطیب بغدادی نے لکھا :

" وولاه موسیٰ بن المهدی القضاء بهاثم هارون الرشید من بعده وهو اول من دعی بقاضی القضاة فی الاسلام "[4]

شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں :

" وکان اشهر اصحابه ذکرا ابو یوسف رحمه الله فولی قضاء القضاة ایام هارون الرشید فکان سبب لظهور مذهبه والقضاء به فی اقطار العراق وخراسان وما وراء النهر "[5]

---

[1] حوالہ سابق ۱۳/۳۳۵۔۳۴۷ [2] حوالہ سابق ۱۳/۳۴۳

3 Shorter Encycloaedia of Isalm, Edited by H.A.R. Gibb and J.H. Kramers, page 9, Leiden E.J. Brill 1953.

[4] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۱۳/۲۴۲ (۷۵۵۸)

[5] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء ۱/۳۵۶ کراچی، شیخ غلام علی سنز سن ند۔

(امام ابوحنیفہ کے مشہور ترین شاگرد امام ابو یوسف ہیں۔ امام ابو یوسف خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور تھے اور انہی کے ذریعے عراق، خراسان، ماوراء النہر وغیرہ ممالک میں امام ابوحنیفہ کا مذہب اور ان کے قضایا شائع ہوئے)

ابوزہرہ نے ابن جریر اور ابن عبدالبر کے ان مدحیہ اقوال کو نقل کیا ہے جو انہوں نے امام ابو یوسف کے متعلق کہے ہیں۔

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں :

" كان ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضى فقيها عالما حافظا، ذكر انه كان يعرف بحفظ الحديث وانه كان يحضر المحدث، فيحفظ خمسين اوستين حديثا، ثم يقوم فيمليها على الناس وكان كثير الحديث . ولقد ولى القضاة لثلاثه من الخلفاء : للمهدى ثم للهادى، ثم للرشيد "[1]

(قاضی ابو یوسف بڑے فقیہ، عالم اور حافظ تھے، حفظ حدیث میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ محدث کے یہاں حاضر ہوتے اور پچاس یا ساٹھ احادیث تک یاد کر لیتے۔ پھر کھڑے ہو کر املا کرا دیتے، بڑے کثیر الحدیث تھے۔ آپ تین خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے قاضی رہے)

ابن عبدالبر لکھتے ہیں :

" كان الرشيد يكرمه ويجله، وكان عندهٔ حظيا مكينا "[2]

(ہارون رشید آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور ابو یوسف ان کے یہاں بڑے موقر و مکرم تھے)

خطیب بغدادی نے امام ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھا :

" قال سمعت ابا يوسف يقول، سالنى الاعمش عن مسالة فاجبته فيها، فقال لى من اين قلت هذا؟ فقلت لحديثك الذى حدثتناه انت ثم ذكرت له الحديث، فقال لى يا يعقوب انى لا احفظ هذا الحديث قبل ان يجتمع ابواك فما عرفت تاويله حتى الان "[3]

(اعمش نے ابو یوسف سے ایک مسئلے کے متعلق دریافت کیا۔ ابو یوسف نے اس کا شافی جواب دیا تو اعمش نے کہا کہ تم نے یہ جواب کس شرعی سند کی بنا پر دیا ہے؟ ابو یوسف نے کہا اس حدیث کی بنا پر جسے آپ نے ہمارے سامنے بیان کیا ہے تو اعمش نے کہا بخدا میں نے اس حدیث کو اس وقت حفظ کیا کہ تمہارے باپ کی ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی لیکن اس کے معنی آج معلوم ہوئے)

اس سے آپ کی ذہانت و فطانت اور استنباط مسائل کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام ابو یوسف نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں انہوں نے اپنے اور اپنے استاد امام ابوحنیفہ کے افکار و نظریات کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی

---

1. ابوحنیفہ، ابوزہرہ۔ ص ۱۹۶۔ دار الفکر العربی سنہ ند۔ 2. حوالہ سابق
3. تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۴/۲۴۶ (۷۵۵۸)

سب سے مشہور تصنیف "کتاب الخراج" ہے یہ دراصل ایک خط ہے، جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں وہ حکومت کے مالی وسائل اور ذرائع کی تفصیلات ذکر کرتے ہیں۔ ابوزہرہ نے اس کتاب کے بارے میں لکھا :

"وکتاب الخراج فی بابه الفقهی ثروة فقهية ليس لها مثيل فی العصر الذی كتب فيه".[1]

(اور یہ کتاب الخراج بلاشبہ اپنے موضوع پر بہترا ور قیمتی فقہی سرمایہ ہے۔ جس دور میں یہ لکھی گئی اس میں اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ملتی)

اس کتاب کا E. Fagnan نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جو ۱۹۲۱ء میں پیرس سے شائع ہوا[2]۔ امام ابویوسف کی ایک اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ہے، جس میں امام موصوف نے وہ مسائل جمع کئے ہیں جو امام اعظم اور قاضی ابن ابی لیلیٰ میں مختلف فیہ تھے۔ ان تمام مسائل میں امام ابویوسف نے امام اعظم کا ساتھ دیا ہے۔ امام ابویوسف کی کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں :

"هذه كتب للامام ابی یوسف رضی الله عنه، وقد عرضنا عليک بعض نصوصها، وانک لترى فيها جمالا فی التعبير، ووضوحا وجزالة، ودقة قياس، واحكام فكر، وترى بجوار ذلک ادلة فقهية مصورة لاتجاه ابی حنيفة فی تفكيره ......".[3]

(یہ امام ابویوسف کی تصانیف ہیں، مذکورہ بالا کتب کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر حسین تعبیر، وضوح بیان، جزالت وفخامت، دقت نظر اور قوت فکر پائی جاتی ہے اس کے پہلو بہ پہلو فقہی دلائل ہیں جن سے امام ابوحنیفہ کے منہاج فکر کا پتہ چلتا ہے)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ :

فقہ حنفی کے تیسرے عظیم ستون امام محمد ہیں۔ آپ کا پورا نام محمد بن الحسن شیبانی اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی طور پر امام اعظم سے اکتساب فیض کیا، تکمیل امام ابویوسف کے پاس کی۔ علاوہ ازیں امام ثوری اور امام اوزاعی سے بھی استفادہ علمی کیا۔ عراقی فقہ (فقہ حنفی) کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے فقہ، حدیث، روایات اور ان کے افکار وآراء اخذ کئے۔ آپ نے تین برس امام مالک کے یہاں قیام کیا۔ ہارون الرشید کے عہد میں قضاء کے منصب پر فائز رہے۔ آپ بالغ نظر ادیب بھی تھے اس لئے لسانی وبیانی خصوصیات سے بہرہ ور تھے۔ شخصیت بھی بڑی بارعب اور جاذب نظر تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :

"وكان حسنهم تصنيفا والزمهم درساً محمد بن الحسن وكان من خبره انه تفقه على ابی یوسف ثم خرج الى المدينة فقرأ الموطا على مالک".[4]

---

[1] ابوحنیفہ، ابوزہرہ۔ ص ۱۹۷

[2] حوالہ سابق ص ۱۹۹۔ اور Shorter Encyclopaedia of Isalm Page ۱ ۳۱

[3] ابوحنیفہ، ابوزہرہ۔ ص ۲۰۵

[4] حجة الله البالغه، شاہ ولی اللہ/ ۳۵۶۔ کراچی، شیخ غلام علی سنز سن ند۔

(امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے تصنیف وتالیف، درس وتدریس کی بہترین خدمات انجام دینے والے امام محمد بن الحسن ہیں۔ان کی حالت یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے فقہ کی تحصیل کی۔اس کے بعد مدینہ منورہ گئے اور امام مالک ؒ کے سامنے زانوئے شاگردی بچھایا اور ان سے موطا پڑھی)

ابوزہرہ لکھتے ہیں :

" اجتمع لمحمد بن الحسن مالم يجتمع لغيره من اصحاب ابی حنيفة غير شيخه ابی يوسف ، فهو قد تلقى فقه العراق كاملا، وقد صقله القضاء ، اذ تلقى عن ابی يوسف القاضی، وتلقى فقه الحجاز كاملا عن شيخ المدينه مالک وفقه الشام عن شيخ الشام الاوزاعی ، وكانت له قدرة ومهارة فی التفريع والحساب ويملک عنان البيان ثم تمرس بالقضاء ، فكانت هذا الولاية دراسة اخرى افادتة علما وتجربة وقربت فقهه من الناحية العملية ......فهو الذی يعد بحق ناقل فقه العراقيين الى الاخلاف " [1]

(محمد بن حسن ان اوصاف کے جامع تھے جو اُن کے استاد امام ابو یوسف کے سوا کسی میں جمع نہ ہو سکے۔آپ نے عراقی فقہ مکمل طور پر حاصل کی، منصب قضاء کی ذمہ داریوں نے اس میں مزید جلاء پیدا کی۔استاذ مدینہ امام مالک سے اہلِ حجاز کی فقہ حاصل کی۔اہلِ شام کی فقہ ملک شام کے مشہور شیخ امام اوزاعی سے پڑھی۔تفریع اور حساب میں مہارت تامہ رکھتے تھے، زبردست قوت بیانیہ کے مالک تھے۔جب قضاء کی ذمہ داریوں سے دوچار ہوئے تو آپ کے علم وتجربہ کو چار چاند لگ گئے اور آپ کو فقہ کا عملی تجربہ حاصل ہوا...... سچی بات یہ ہے کہ عراقی فقہ کو متاخرین تک نقل کرنے کا سہرا امام محمد کے سر ہے)

امام محمدؒ نے فقہ پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ امام محمد کی تصانیف ہی فقہ حنفی کا اولین مرجع سمجھی جاتی ہیں۔ابوزہرہ آپ کی ایک تصنیف " الجامع الكبير " سے ایک مثال پیش کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" ولا شک ان العبارة التی نقلنا ها تدل دلالة واضحة على جودة التعبير ، والجمع بين احكام الفكرة ، وسلامة العبارة ، بل جمالها" [2]

(نقل کردہ عبارت سے روزِ روشن کی طرح یہ امر واضح ہے کہ یہ کتاب تعبیر، احکامِ فکر، سلاست عبارت اور حسن بیان میں اپنی مثال آپ ہے)

فقہ حنفی سے متعلق امام ابو یوسف اور امام محمد کی گرانقدر خدمات کا ذکر شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے :

"The two pupils are more autoritative for the development of the teaching of the school than Abu Hanifah himself" [3]

(یہ دونوں شاگرد حنفی مکتبِ فکر کی تعلیمات کی نشوونما اور ارتقاء کے ضمن میں خود ابوحنیفہ سے بھی سبقت لے گئے ہیں)

---

1. ابوحنیفہ، ابوزہرہ۔ص ۲۰۶۔۲۰۷
2. حوالہ سابق۔ص ۲۱۳
3. Shorter Encyclopaedia of Isalm Pg. 131

امام اعظم کے دو قابل فخر تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں جنہیں عرفِ عام میں "صاحبین" کہا جاتا ہے۔ان کے علم و فضل، کمالات، مہارت اور فقہی بصیرت کا اندازہ مندرجہ بالا اقوال سے آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے استاد کے اقوال وافکار کو متاخرین تک پہنچانے میں عظیم خدمت انجام دی ہے اور فقہ حنفی ہی نہیں فقہ اسلامی کی آبیاری اور اسے توانائی بخشنے کے لئے ناقابل فراموش کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

امام زفر :

فقہ حنفی کے چوتھے ستون امام زفر ہیں۔ آپ کا پورا نام زفر بن ہذیل ہے۔ یہاں واضح رہنا چاہئے کہ آپ امام اعظم کے دونوں قابل فخر تلامذہ ابو یوسف اور محمد سے صحبت کے اعتبار سے مقدم تھے۔ چنانچہ امام اعظم کی وفات کے صرف آٹھ سال بعد ہی وفات پاگئے، گویا آپ کا سنِ وفات ۱۵۸ھ ہے آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ امام اعظم کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے۔ اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ پوری زندگی آپ امام اعظم کے افکار وآراء کی نشر واشاعت میں سرگرم عمل رہے۔ امام اعظم کی زندگی ہی میں آپ بصرہ کے قاضی بن گئے تھے۔ تاہم آپ امام اعظم کے حلقہ درس کے جانشین ہوئے اور ان کے بعد ہی مسند تدریس امام ابو یوسف کے حصے میں آئی۔ تاریخ بغداد میں ان چاروں بزرگوں کا بڑا عمدہ تقابل پیش کیا گیا ہے۔ لکھا ہے :

"فوقف عليه رجل فسأله عن اهل العراق فقال له : ما تقول في ابي حنيفة ؟ فقال سيد هم ، قال فابو يوسف؟ قال اتبعهم للحديث ، قال فمحمد بن الحسن قال اكثرهم تفريعا قال فزفر؟ قال احدهم قياسا "[1]

(مروی ہے کہ ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا "ابو حنیفہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" امام مزنی نے کہا "اہل عراق کے سردار"۔ اس نے پوچھا اور ابو یوسف کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ وہ بولے "وہ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے شخص ہیں"۔ اس نے پھر کہا اور امام محمد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ مزنی بولے "وہ تفریعات میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں"۔ وہ بولا اچھا تو زفر کے متعلق فرمایئے۔ امام مزنی بولے "وہ قیاس میں سب سے زیادہ تیز ہیں"

فقہ حنفی کی تدوین اور اس کا طریقہ کار :

عصرِ صحابہ میں جو مجتہد پائے جاتے تھے وہ اپنے فتاویٰ اور اجتہادات کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے حدیث نبوی کی جمع وتدوین بھی نہیں کی۔ بعد میں مدینۃ المنورہ کے فقہاء حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس اور ان کے بعد تابعین کے فتاویٰ جمع کرنے لگے ان کو دوسرے مسائل کے لئے بنیاد قرار دیتے تھے۔ عراقی فقہاء عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے فتاویٰ، شریح اور دیگر قضائے کوفہ کے فیصلوں کو جمع کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم نخعی نے بھی فتاویٰ کو ایک مجموعے میں جمع کیا تھا۔ امام ابو حنیفہ کے استاد حماد کا بھی ایک مجموعہ تھا تاہم ان کی حیثیت ایک ذاتی ڈائری کی تھی کہ مجتہد عند الضرورت اس کی طرف رجوع کرتا تھا۔ فقہ کی باقاعدہ تدوین کا سہرا امام اعظم کے سر پر ہے۔

---

[1] تاریخ بغداد ، خطیب بغدادی ۲۳۶/۱۴

علامہ موفق بن احمد مکی (متوفی ۵۶۸ھ) فرماتے ہیں :

" ابو حنيفه اول من دون علم هذه الشريعة ، لم يسبقه احد من قبله ، لان الصحابة والتابعين رضى الله عنهم لم يضعوا فى علم الشريعة ابوابا مبوبة ، ولا كتبا مرتبة ، وانما كانوا يعتمدون على قوة فهمهم ، وجعلوا قلوبهم صناديق علمهم ، فنشأ ابو حنيفة بعد هم ، فرأى العلم منتشرا فخاف عليه الخلف السوء ان يضيعوه .... فلذلک دونه ابو حنيفة ، فجعله ابوابا مبوبة ،

السوء ان يضيعوه .... فلذلک دونه ابو حنيفة ، فجعله ابوابا مبوبة ، و كتبا مرتبة "۔[1]

(امام ابوحنیفہ اولین شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا، آپ سے قبل یہ فخر کسی کو حاصل نہ ہوسکا۔ صحابہ وتابعین نے نہ ابواب مرتب کئے اور نہ بالترتیب تصنیف کی، ان کا تمام تر اعتماد قوت فہم پر تھا۔ ان کے دل ہی علم کے صندوق تھے۔ امام ابوحنیفہ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ اوراق علم بکھرے پڑے ہیں۔ ان کے جی میں آیا کہ مبادا بعد میں آنے والے ناخلف انہیں ضائع کردیں۔ اسی لئے امام ابوحنیفہ نے تدوین علم کا بیڑا اُٹھایا اور اسے ابواب وکتب میں منضبط ومرتب کیا)

فقہ حنفی کی تدوین میں امام اعظم کی حیثیت بانی وقائد اور رہنماء کی ہے۔ تاہم اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ امام اعظم کی براہ راست فقہ حنفی پر کسی یقینی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے تلامذہ نے آپ کی زیر سرپرستی آپ کے اقوال مدون کئے اور حضرت امام نے کبھی کبھی ان پر نظر ثانی فرمائی، چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب کی تدوین میں کچھ حد تک امام ابو یوسف ورنہ تقریباً مکمل فقہ حنفی کی تدوین امام محمد نے کی۔ امام اعظم کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں :

" لم يعرف لابى حنيفة كتاب فى الفقه ، رتب ابوابه وعقد نظامه ، كما علمت ، وان ذلک هو الذى يتفق مع روح العصر وسير الزمان ، اذ أن تاليف الكتب لم يشع وينتشر الا بعد وفاة ابى حنيفة ، أوفى اخر حياته ، وقد ادركته الشيخوخة "۔[2]

(فقہ میں امام ابوحنیفہ نے کوئی مرتب ومنظم کتاب تصنیف نہیں کی۔ اگر آپ کے عہد کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات رُوحِ عصر اور رفتار زمانہ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ کتابیں تصنیف کرنے کا رواج آپ کی وفات کے بعد یا آپ کی زندگی کے آخری دور میں ہوا جبکہ آپ بوڑھے ہوچکے تھے)

فقہ حنفی کی ایک نمایاں اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تدوین شورائی طریق کار پر ہوئی۔ اس طریق کار پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں :

"امام ابوحنیفہ کا طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مسئلہ پیش کرتے اور ہر ایک کی معلومات اس کے حل کے لئے دریافت کرتے اور اپنی رائے بھی پیش کرتے اور مہینہ بھر بلکہ اس سے بھی زیادہ تک مناظرہ جاری رہتا اور جب کسی رائے کے دلائل پوری طرح واضح ہوجاتے تو پھر ابو یوسف اس کو لکھ لیتے اور دیگر آئمہ کے (بر) خلاف امام ابوحنیفہ نے انفرادی کوشش اور تنہا استبدادی رائے کی جگہ اپنے مذہب کو مشورے پر منحصر کردیا"۔[3]

---

[1] مناقب الامام الاعظم ابی حنیفه ، موفق بن احمد مکی متوفی ۵۶۸ھ ۲/۱۳۶ کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ ۱۴۰۷ھ

[2] ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۱۸۷، دار الفکر العربی سن ندارد

[3] ابوحنیفہ کی تدوین قانون سازی، محمد حمید اللہ ص ۴۹ کراچی اردو اکیڈمی طبع ششم ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء اس میں بحوالہ موفق ۱/۳۳ کردری، ۱/۵۰ مذکور ہے

مجلسِ شوریٰ میں شریک تلامذہ کس پائے کے تھے اور علم وفضل کے کس مقام پر فائز تھے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے تلامذہ کے متعلق فرمایا :

" اصحابنا ھئولاء ستة وثلاثون رجلا منهم ثمانية وعشرون يصلحون للقضاء ومنهم ستة يصلحون للفتوى ومنهم اثنان يصلحان يؤدبان القضاة واصحاب الفتوىٰ ، واشار الى ابى يوسف وزفر "۔[1]

(یہ چھتیس آدمی ہیں، ان میں سے اٹھائیس قاضی بننے کے لائق ہیں اور چھ مفتی بننے کے اور دو قاضی اور مفتیوں کی اصلاح وتادیب کی قابلیت رکھتے ہیں، اور آپ نے ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ فرمایا)

اس میں جہاں باقی تلامذہ کی فضیلت علمی کا اندازہ آسانی سے ہو سکتا ہے وہاں ابو یوسف اور زفر کی علمی عظمت کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام اعظم نے فقہ حنفی میں کوئی مرتب و منظم تصنیف نہیں فرمائی تھی، آپ کے اصحاب و تلامذہ آپ کی آراء کو مدون کرتے اور ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ کبھی انہیں املا بھی کراتے۔ تاہم یہ تمام کام امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہاتھوں تکمیلی مراحل تک پہنچا، چنانچہ ابو زہرہ لکھتے ہیں :

" ودون ابو يوسف كتاب الخراج وغيره من كتب الفقه العراقى ، ثم جاء محمد فاوفى على الغاية ، ودون الفقه العراقى كاملا أوقريبا من الكمال "۔[2]

(اور ابو یوسف نے کتاب الخراج اور فقہ حنفی کی دیگر کتب مدون کیں، پھر امام محمد کا دور آیا تو انہوں نے مکمل یا تقریباً مکمل فقہ حنفی کو ترتیب دیا)

امام محمد نے جن کتابوں کی تدوین کی ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جسے ثقہ راویوں نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔ انہیں کتب ظاہر الروایہ یا مسائل اصول کہا جاتا ہے، دوسری قسم وہ ہے جو ثقہ راویوں سے روایت نہیں کی گئیں۔ ان کا نام کتب یا مسائل النوادر ہے۔ کتب ظاہر الروایہ چھ ہیں : المبسوط ، الجامع الكبير ، الجامع الصغیر ، کتاب السیر الكبير ، السير الصغير اور زیادات ۔ چھ کتابیں ابو الفضل نے اپنی تصنیف "کتاب الکافی" میں جمع کر دی ہیں۔ بعد ازاں علامہ سرخسی نے کتاب " المبسوط " میں جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے کافی کی شرح لکھی ہے۔[3]

فقہ حنفی کے اصول اور استنباط مسائل کا طریقہ کار :

امام اعظم نے اپنی فقہ کی بنیاد کتاب وسنت اور صحابہ کرام کے اقوال وفتاویٰ پر رکھی۔ آپ نے فرمایا :

" تلقيت فقه عمر وفقه على ، وفقه عبد الله بن مسعود وفقه ابن عباس عن اصحابهم "۔[4]

(میں حضرت عمر ﷺ، حضرت علی ﷺ، حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ، حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ اور ان کے اصحاب وتلامذہ کی فقہ حاصل کر چکا ہوں)

---

1. تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۳/ ۳۴۷۔۳۴۸ (۷۵۵۸)
2. ابو حنیفہ، ابو زہرہ ص ۲۶، دار الفکر العربی سن ند
3. فلسفه التشريع فى الاسلام ، صبحی محمصانی ص ۳۳ مفہوم
4. ابو حنیفہ، ابو زہرہ ص ۲۶

شیخ شہاب الدین مکی (متوفی ۹۷۳ھ) نے فرمایا :

" فقد جاء عن ابی حنیفة من طرق کثیرة ماملخصه انه اوّلا یاخذ بما فی القرآن فان لم یجد فبالسنة فان لم یجد فبقول الصحابة فان اختلفوا أخذ بما کان اقرب الی القرآن اوالسنة من اقوالهم ولم یخرج عنهم فان لم یجد لاحد منهم قولا لم یاخذ بقول احد من التابعین بل یجتهد کما اجتهدوا " [1]

(امام ابوحنیفہ سے متعدد طرق سے جوبات ہم تک پہنچی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اوّلاً کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اگر اس میں وہ مسئلہ نہ ملتا تو سنت رسول ﷺ سے دلیل لیتے اگر دونوں میں نہیں پائے تو وہ صحابہ کرام سے اس مسئلہ کے بارے میں ایک سے زائد قول ہونے کی صورت میں جو قول اقرب الی القرآن یا اقرب الی السنہ سمجھتے ہیں لے لیتے اور اس سے باہر نہیں جاتے۔ یا اگر اس بارے میں ان صحابہ کرام میں سے کسی کا قول نہ پاتے تو تابعین میں سے کسی کا قول نہ لیتے بلکہ ان کی طرح اجتہاد کرتے)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں :

" واصل مذهبه فتاوی عبدالله بن مسعود قضایا علی رضی الله عنهما وفتاواه وقضایا شریح وغیره من قضاة الکوفة فجمع من ذلک مایسر الله " [2]

(اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی اصل واساس حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاویٰ اور حضرت علی ﷺ کے قضایا اور فتاویٰ اور قاضی شریح کے قضایا، فیصلے اور دیگر کوفہ کے قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں۔ انہوں نے اسی سے حسب توفیق الٰہی مسائل فقہ جمع کیے)

شاہ ولی اللہ امام ابوحنیفہ کے طریق اور ان کی فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" وکان ابو حنیفة رضی الله عنه الزمهم بمذهب ابرهیم واقرانه لایجاوزه الاّ ماشاء الله . وکان عظیم الشان فی التخریج علی مذهبه دقیق النظر فی وجوه التخریجات مقبلا علی الفروع اتم اقبال " [3]

(اور حضرت امام ابوحنیفہ عموماً حضرت امام ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کو نہایت التزام سے تھامے ہوئے تھے۔ اس سے وہ ذرہ برابر متجاوز نہ ہوتے تھے الا ماشاء اللہ۔ حضرت امام ابوحنیفہ ان کے مذہب کی تخریجات میں ایک عظیم الشان حیثیت رکھتے تھے۔ تخریجات مسائل کی وجوہات پر نہایت دقیق وعمیق نظر رکھتے تھے اور فروعات پر پوری نظر اور کامل توجہ تھی)

---

[1] کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان، شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الھیتمی المکی متوفی ۹۷۳ ص ۲۹ گیارہویں فصل فیماتبنی علیہ مذہبہ کے تحت لکھا، مصر مطبعہ الخیریہ ۱۳۱۱ھ

[2] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی ۱/۳۵۶، باب اختلاف الصحابہ والتابعین فی الفروع، کراچی غلام سن ند

[3] حوالہ سابق

...ے مندرجہ بالا بیان کی تائید و تصدیق کے لئے شاہ صاحب فرماتے ہیں :

"فان شئت أن تعلم حقيقة ما قلنا فلخص اقوال ابراهيم و اقرانه من كتاب الاثار لمحمد رحمه الله و جامع عبدالرزاق و مصنف ابی بكر بن شيبه ثم قايسه بمذهبه تجده لا يفارق تلك المحجة الا فی موضع يسيرة وهو فی تلك اليسيرة ايضا لا يخرج عما ذهب اليه فقهاء الكوفة "۔[1]

(اگر تم ہمارے اس بیان کی تصدیق چاہتے ہو تو امام محمد کی کتاب "الاثار" اور "جامع عبدالرزاق" اور "مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ" کا مطالعہ کرو اور ان میں حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کے اقوال کا تفحص کرو، پھر ان کو امام ابوحنیفہ کے مذہب پر منطبق کرو۔ ٹھیک ٹھیک تم اپنے اساتذہ کی روش اور طریقہ کا پیرو پاؤ گے)

امام ابو یوسف کی کتاب "الرد علی سیر الاوزاعی" پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ نے امام اعظم کے طرق استنباط اور فقہی مہارت و بصیرت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے :

" وتری فيه صورة قوية لادلة ابی حنيفة وطرق استنباطه ، ومسالكه فی الاستدلال ، ثم تری فيه صورة قوية لعقل ابی حنيفة الفقهی القائس ، والمفسر للنصوص بغا ياتها و بوا عثها و عللها ، غير مقتصر فی بيانها علی مرامی عبارا تها الظاهرة "۔[2]

(اس کتاب میں امام ابوحنیفہ کے دلائل، طرق استنباط اور مسالک استدلال کی اصلی صورت دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آپ فقہی قیاسات میں کس قدر مہارت تامہ رکھتے تھے اور نصوص کتاب و سنت کی تشریح و توضیح کرتے وقت آپ کی عقل سلیم ان کے غایات اور بواعث و علل تک پہنچ جاتی تھی اور آپ ظاہری عبارت ہی میں اُلجھے نہیں رہتے تھے)

امام ابو یوسف کی دوسری کتاب " اختلاف ابی حنيفة و ابن ابی ليلی" پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں :

" والكتاب فيما اشتمل عليه من مسائل و ادلتها قبس من عقل ابی حنيفة الفقهی و صورة نيرة له "۔[3]

(یہ کتاب جن مفید مسائل وادلہ پر مشتمل ہے وہ امام ابو حنیفہ کی فقہی بصیرت و فراست کی جیتی جاگتی تصویر ہے)

اس مہارت اور دقیق و عمیق نظر اور فقہی بصیرت و فراست کے باوجود امام اعظم جب کسی مسئلے پر فتاویٰ دیتے تو یہ فرماتے :

" هذا رای النعمان بن ثابت يعنی نفسه وهو احسن ماقدرنا عليه فمن جاء باحسن منه اولی بالصواب "۔[4]

(یہ نعمان بن ثابت کی یعنی میری رائے ہے اور ہمیں جہاں تک قدرت حاصل ہوئی اس میں یہ بہترین قول ہے جو کوئی اس سے بہتر قول پیش کر سکے تو وہی زیادہ صحیح ہے)

---

[1] حوالہ سابق [2] ابوحنیفہ ابو زہرہ ۲۰۳۔۲۰۴ دار الفکر العربی سنہ ند [3] حوالہ سابق ۲۰۳

[4] حجۃ اللہ البالغہ ، شاہ ولی اللہ ۳۸۴/۱ کراچی شیخ غلام علی سنز سنہ ند

شاہ ولی اللہ نے امام شعرانی کی کتاب "الیواقیت والجواھر" کے حوالے سے امام اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے:

"انه روی عن ابی حنیفة رضی الله عنه انه کان یقول لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی أن یفتی بکلامی"۔[1]

(جسے میری دلیل کا علم نہیں اسے میرے قول پر فتاویٰ نہیں دینا چاہئے)

امام محمد جنہوں نے امام اعظم سے قدرے استفادہ کرنے اور امام ابو یوسف سے خاطر خواہ بہرہ ور ہونے کے بعد فقہ حنفی کی عملی طور پر تدوین کی ان کے متعلق شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

"ثم رجع الی نفسه فطبق مذهبه اصحابه علی الموطأ مسالة مسالة فان وافق فیها والا فان رای طائفة من الصحابة والتابعین ذاهبین الی مذهب اصحابه فکذلک وان وجدقیاسا ضعیفا اوتخریجا لینا یخالفه حدیث صحیح فیما عمل به الفقهاء اویخالفه عمل اکثر العلماء ....ترکه الی مذهب من مذاهب السلف عمایراه ارجح ما هناک"۔[2]

(انہوں نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے مذہب پر غور وخوض کرنا شروع کیا اور ان کے ہر مسئلے کو امام مالک کے موطا پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اگر یہ مسائل موطا پر منطبق ہو جاتے تو فبہا ورنہ پھر صحابہ اور تابعین کے اقوال پر نگاہ ڈالتے۔ اگر صحابہ اور تابعین کو اپنے اصحاب و اساتذہ کے مذہب کے مطابق پاتے تو اسے اختیار کر لیتے۔ اور اگر اپنے مذہب و مسلک اور عمل فقہاء کو ضعیف قیاس اور کمزور تخریج پر مبنی پاتے اور وہ صحیح حدیث کے خلاف ہوتا اور اکثر علماء اس کے خلاف ہوتے تو وہ اسے ترک کر دیتے اور علماء سلف میں سے جس کا مذہب و مسلک راجح اور قوی پاتے، اختیار کر لیتے)

فقہ حنفی کا مدار قرآنی دلائل، احادیث نبویہ اور اصحابہ کرام کے فتاوئ پر ہے۔ عہدِ عباسی میں چونکہ اسلامی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور مختلف تہذیب وتمدن سے وابستہ لوگ مشرف با اسلام ہو رہے تھے۔ لہٰذا نت نئے مسائل کا پیدا ہونا ایک فطری بات تھی ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے عالی ہمت فقہائے کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں ان کے حل کے لئے پوری پوری کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ بعض مسائل میں مختلف مکاتب فکر کے فقہاء کرام کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہوئے۔ ابن خلدون فقہائے احناف کی مہارت اور فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وکان تلمیذه صحابة الخلفاء من بنی العباس فکثرت تالیفهم ومناظراتهم مع الشافعیه وحسنت مباحثهم فی الخلافیات وجاء وامنها بعلم مستظرف وانظار غریبة وهی بین ایدی الناس"۔[3]

(امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے خلفائے عباسیہ کی صحبت میں رہ کر تالیفات کے تودے لگا دیئے اور شافعیوں کے ساتھ ان کے زبردست مناظرے رہے اور اختلافی مسائل میں اچھی بحثیں ان کے قلم سے نکلیں اور وہ علم میں منجھ گئے اور عمیق النظر بن گئے اور جو کچھ ان کی فضیلت وبرتری تھی وہ منظر عام پر آگئی)

1۔ حوالہ سابق   2۔ حوالہ سابق ۱/۳۵۷

3۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۳۲۸، بغداد مکتبۃ المثنی سن ند

ابن خلدون نے مذہب حنفی کے ذکر کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ وہ مذہب مالکی کے متعلق لکھتے ہیں:

" ولم یاخذہ تنقیح الحضارۃ وتھذیبھا کما وقع فی غیرہ من المذاھب " [1]

(آپ دیکھیں گے کہ مالکی مذہب بہ نسبت اور مذاہب کے حضریت کے رنگ واثر سے دُور ہی رہا)

حنبلی مذہب کے متعلق بیان کرتے ہیں:

" فاما احمد بن حنبل فمقلدہ قلیل لبعد مذھبہ عن الاجتھاد " [2]

(امام احمد حنبل کے مقلدین بہت کم تعداد میں ہیں کیونکہ ان کا مذہب اجتہاد سے دُور رہا)

حنبلی فقہاء کا فقہائے احناف سے استفادہ علمی کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون لکھتے ہیں:

" وقرأ اصحابہ (احمد بن حنبل) علی اصحاب الامام أبی حنیفۃ مع وفور بضاعتھم من الحدیث فاختصوا بمذھب أخر " [3]

(امام احمد بن حنبل کے شاگردوں نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے استفادہ علمی کیا۔ گو ان کا خود اپنا مرتبہ حدیث میں بہت اُونچا تھا مگر پھر بھی فقہ حنفی ہی کے خوشہ چین ہوئے)

فقہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ ابن خلدون نے اصول فقہ کے ضمن میں امام شافعی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے اس علم پر قلم اُٹھایا اور اس میں ایک مشہور رسالہ لکھا۔ پھر فقہائے حنفیہ نے اس میدان میں قدم رکھا تو قواعد پر بصیرت افروز بحثیں اُٹھائیں۔ اصول فقہ میں فقہائے احناف کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون نے لکھا ہے:

" فکان لفقھاء الحنفیۃ فیھا الید الطولی من الغوص علی النکت الفقھیۃ والتقاط ھذہ القوانین من مسائل الفقہ ما امکن وجاء ابوزید الدبوسی من ائمتھم فکتب فی القیاس باوسع من جمیعھم وتمم الابحاث والشروط التی یحتاج الیھا فیہ وکملت صناعۃ اصول الفقہ بکمالہ وتھذبت مسائلہ وتمھدت قواعد " [4]

(بہرحال ماننا پڑتا ہے کہ فقہائے حنفیہ کو اس میں بے نظیر مہارت ہے کہ نکات کی گہرائیوں تک خوب پہنچتے ہیں اور مسائل فقہ سے اصول فقہ کے قواعد خوب نکالتے ہیں۔ اس فن میں ابوزید الدبوسی امام حنفی کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے قیاس پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جو تمام کتابوں پر فوقیت لے گئی اور اس میں قابل قدر بحثیں اُٹھا کر وہ تمام شروط زیر بحث لائے جن کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور جن کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ خلاصہ کلام یہ کہ فقہائے احناف نے علم فقہ پر بیش از بیش کتابیں لکھیں اور اس علم کو کہاں سے کہاں تک پہنچادیا)

بعض مستشرقین نے اسلامی فقہی مذاہب کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ جوزف شاخت (JOSEPH SCHACH) نے امام اعظم اور امام شافعی اور دیگر آئمہ کے طرق استنباط پر تبصرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں:

---

[1] حوالہ سابق ص ۴۴۹ [2] حوالہ سابق ۴۴۸ [3] حوالہ سابق [4] حوالہ سابق ۴۵۵

"Shafi'i merely borrows and repeats the reasoning of Abu Hanifa"........ "He is less technically legal than Abu Hanifa"........."Shafi'i reproduces almost literally Shaibanis arguments".........."Shafi'i adopts and elaboraters parts of shaibanis systematic arguments against The Medinese although in each case he diverges from both ancient schools". [1]

(امام شافعی امام ابوحنیفہ کے استدلال کو محض مستعار لیتے ہیں اور اس کا اعادہ کرتے ہیں۔وہ فنی اور قانونی اعتبار سے ابوحنیفہ سے پیچھے ہیں۔امام شافعی، امام محمد الشیبانی کے استدلال کو تقریباً نقل کرتے نظر آتے ہیں۔امام شافعی امام مالک کی مدنی مکتب فکر کے بجائے امام محمد الشیبانی کے مرتب استدلال کو جزوی طور پر اپناتے ہیں اور اس پر اپنے استدلال کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔اگرچہ وہ مسئلے میں ان دونوں قدیم مکاتب فکر سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں)

مصنف مذکور نے ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کے طرق استنباط اور دلائل کا تقابل پیش کیا ہے، بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں :

"The examples with which I illustrated the development of legal reasoning show the superirority of Abu Hanifa's technical legal thought over that of Ibn Abi Laila.[2]

(وہ مثالیں جن سے میں نے قانونی استدلال کے نشوونما ارتقاء کو واضح کیا اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ابوحنیفہ کا فنی اور قانونی نقطہ نگاہ ابن ابی لیلیٰ کے استدلال اور نقطہ نگاہ سے بہت بہتر ہوتا ہے)

امام اوزاعی (نیز ابن ابی لیلیٰ) کے ساتھ امام اعظم کے منہاج استدلال کا موازنہ کرتے ہوئے یہی شاخت لکھتا ہے :

"..........those numerous cases which show Abu Hanifa's legal thought not only more broadly based and more thoroughly applied than that of Auzai and Ibn Abi Laila, but technically more highly developed, more circumspect, and more refined".[3]

(ان کثیر التعداد مسائل سے ظاہر ہے کہ نہ صرف یہ کہ اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کی نسبت ابوحنیفہ کا قانونی نقطہ نگاہ زیادہ وسیع النظری پر مبنی اور کامل و مکمل طور پر منطبق نظر آتا ہے بلکہ فنی محاسن کے اعتبار سے انتہائی ارتقائی، زیادہ محتاط اور زیادہ معنی خیز ہے)

شاخت نے امام اعظم کے طریق استدلال کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے :

"Abu Hanifa shows a high degree of technical reasoning, is sharprighted and systematic, and anticipates Shafi'i's doctorine".[4]

(ابوحنیفہ ایک اعلیٰ درجہ کے فنی استدلال کا ظاہر ثبوت دیتے ہیں۔وہ بڑے باریک بین، صاحب بصیرت اور بااصول ہیں اور شافعی کے اصول و نظریات کو ان سے بہت پہلے زیر بحث لائے ہیں)

فقہ حنفی کی خصوصیات :

اسلام دین فطرت ہے اور پوری انسانی زندگی کے لئے ایک روشن ضابطہ حیات ہے۔قرآن حکیم نے جو منبع رشد و ہدایت ہے اور اسلامی فقہ و قانون کا ماخذ اوّل ہے۔انسانی زندگی کے لئے بنیادی زریں اصول کی نشاندہی کردی ہے۔

---

1. The Origins of Muhammad Jurisprudence, Joseph Schacht, page 17, Oxford 1950.

2. حوالہ سابق ص ۲۹۴ 3. حوالہ سابق ص ۲۹۶ 4. حوالہ سابق ص ۲۹۷

ان کے اجمالی احکام کی تشریح وتوضیح سنت رسول اکرم ﷺ سے میسر آجاتی ہے اور ان دونوں یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں مشابہ اور مماثل مسائل پر قیاس کرتے ہوئے یا علت وحکمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے نئے اُبھرنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ مسائل کے استنباط میں فقہی اختلافات ہونا ایک فطری بات تھی۔ چنانچہ مختلف فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے جن میں سے صرف چار کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں آئمہ کرام احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ان مقبول ومشہور فقہی مکاتب فکر میں سے فقہ حنفی کو خصوصی طور پر فروغ نصیب ہوا۔ فقہ حنفی کی مقبولیت اور شہرت کی وجہ اس میں پائے جانے والی کشش، جاذبیت اور معقولیت تھی اور جب حنفی فقہاء عہدہ قضاء پر بیٹھے تو اس نے بھی تقویت بخشی۔ فقہ حنفی کی شہرۂ آفاق کتاب الهدایہ سے صرف ایک مسئلہ کو جو نکاح میں گواہ سے متعلق ہے۔ بطور مثال پیش کرتے ہیں جن سے فقہ حنفی کے موقف اور طریق استدلال کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

"ولا تشترط العدالة حتى ينعقد بحضرة الفاسقين عندنا خلافا للشافعي رحمة الله له ان الشهادة من باب الكرامة و الفاسق من اهل الاهانة ولنا انه من اهل الالوية فكون من اهل الشهادة وهذا انه لما لم يحرم الولاية على نفسه لا سلامه لا يحرم على غيره لا نه من جنسه ولا نه صلح مقلدا فيصلح مقلدا "[1]

(نکاح میں گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ ہماری رائے میں نکاح دو فاسق گواہوں کی گواہی سے بھی منعقد ہو جائے گا۔ اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ گواہی وجہ اعزاز ہے اور فاسق کا شمار حقیر لوگوں میں ہوتا ہے۔ ہماری (احناف کی) رائے یہ ہے کہ فاسق ولی ہو سکتا ہے لہٰذا وہ گواہ بھی بن سکتا ہے اور یہ امر واضح امر ہے کہ جب اسے مسلمان ہونے کی بناء پر خود اپنے متعلق حق ولایت سے محروم نہیں کیا جاتا تو دوسرے کے متعلق بھی محروم نہیں رکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ اسی جنس میں سے ہے اور دوسرے جب وہ قاضی مقرر کر سکتا ہے تو وہ خود بھی قاضی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا گواہ بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے)

لیکن امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ کتاب وسنت کے احکام عقل پر مبنی ہیں، ان میں حکمتیں اور اسرار ہیں جو انسانی زندگی کے رُوحانی، اخلاقی، تہذیبی، تمدنی اور نفسیاتی فوائد کے حامل ہیں، جو عقل سلیم سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ نتیجتاً فقہ حنفی کے اصول مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ فقہ حنفی کی خصوصیات کا تنقیدی جائزہ لینے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ :

☆ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں فقہ حنفی کے مزاج کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان تر ہے۔

☆ یہ تمدن کے تقاضوں کے موافق اور لچکدار ہے۔

☆ اس کے احکام ومسائل مصلحتوں پر مبنی ہیں۔

---

[1] الهداية الاولين المرغيناني ۱/۳۰۶، "کتاب النکاح" کراچی کلام کمپنی

☆ اس کی تدوین مجلس مشاورت سے عمل میں آئی ہے۔

☆ اس کے بانیان بلند پایہ علمی کمالات کے حامل ہیں۔ جس کے سب ہی معترف ہیں۔

☆ اور اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ استنباط مسائل کے لئے انحصار قرآن حکیم پر ہے اور اس کے بعد حدیث اور اقوال صحابہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ چاروں آئمہ کرام نے حسن نیت، اخلاص اور پوری جانفشانی سے کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل کا استنباط کیا ہے۔ لیکن شریعت کے دائرے کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے تمدنی تقاضوں کے موافق مسائل کا حل تلاش کرنا فقہ حنفی کا خاصہ ہے۔ جس سے اس کا حسین چہرہ اور پرکشش اور جاذب نظر بن گیا اور وہ اس کی عالمی شہرت کا سبب بنا۔

مختلف ممالک میں فقہاء حنفی کا نشاءوارتقاء (تاریخی تناظر میں)

فقہ حنفی کے مرتبین بے انتہاء علمی کمالات کے حامل تھے اور انہوں نے جس قدر جانفشانی، محنت اور مہارت سے کام لیا۔ اسی کا ثمر تھا کہ فقہ حنفی کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ ابن خلدون نے اپنے دور میں فقہ حنفی کے عالمی فروغ کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

" واما ابو حنیفة فقلده الیوم اهل العراق و مسلمة الهند و الصین و ما وراء النهر و بلاد العجم کلها لما کان مذهبه اخص بالعراق و دار السلام " [1]

(امام ابوحنیفہ کے مقلدین آج عراق، ہند، چین، ماوراءالنہر اور بلاد عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں)

شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں حنفی مکتب فکر کے تعارف اور عہد عباسی میں اس کے تاریخی ارتقاء کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

"The Hanafi School Originated in Irak and was in the time of the Abbasids the prevailing official doctrine. It spread to the East and Flourished Particularly in Khurasan and Transoxania, Numerous Famous jurists of this School came from there. From the fifth century till well into the time of the mongols the family Ibn Maza wielded even the Political power in Bukhara as hereditary rais (chief) of the Hanafites of the town, with the little of Sadr. In Khurasan they developed from the third century an irrigation law of their own, adopted to the canal systems there. But also in the maghrib they had their adherents alongside the Malikites until the fifth century, in sicily they even predominated ....".[2]

(حنفی مکتبہ فکر کا آغاز عراق میں ہوا اور عہد عباسیہ میں اسے غالب وفائق سرکاری قانون کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ مشرق کی سمت میں فروغ پذیر ہوتا رہا اور خاص طور سے خراسان اور ماوراءالنہر کے علاقوں میں پھیل گیا۔ اس مکتبہ فکر کے بے شمار مشہور فقہاء اسی علاقے میں پیدا ہوئے۔ پانچویں صدی ہجری سے منگول خاندان کی آمد تک ابن ماز اوران کے خاندان کو

---

1. مقدمہ ابن خلدون، ص ۴۴۸

2. Shorter Encyclopaedia of Islam Page 131

حنفی رئیس کی حیثیت سے بخارا میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ان کا لقب صدر ہوتا تھا اور خراسان کے علاقوں میں انہوں نے تیسری صدی ہجری سے ایک قانون زراعت متعارف کیا تھا جسے بعد میں نہری نظام کے طور پر اپنا لیا گیا تھا۔لیکن اسلامی مغربی دنیا میں بھی ان کے مقلدین کا اثر و نفوذ پانچویں صدی ہجری تک صقلیہ کے جزیرہ تک تسلط پا گیا تھا)

عباسی خلفاء کے عہد میں فقہ حنفی کی مقبولیت اور فروغ کے ذکر کے بعد عثمانیوں کے عہد میں اس کی حالت کو یوں بیان کیا :

"With the decline of the Abbasid Callphale the Hanafi School also declined in power, but with the rise of the Ottaoman empire they revived".[1]

(سلطنت عباسیہ کے زوال کے ساتھ ہی حنفی مذہب کے اثر و رسوخ میں بھی کمی واقع ہوگئی تھی لیکن خلافت عثمانیہ کے عروج پاتے ہی حنفی مذہب کا اثر و رسوخ دوبارہ بحال ہوگیا)

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے :

"The Hanafi Mahhab became the only authoritative code of law in the Public Life and Official Administration of Justice in all the Provincess of the Ottoman Empire".[2]

(حنفی مذہب کو کلی طور پر سلطنت عثمانیہ کے تمام صوبوں میں نہ صرف عوامی پذیرائی حاصل تھی بلکہ سرکاری نظام عدل میں مستند مجموعہ قوانین کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی)

حنفی قاضی اور جج اپنی مہارت کی بنا پر ایسے دوسرے ممالک میں بھی تعینات تھے جہاں فقہ حنفی کے بجائے دوسرے مکتب فکر کی پیروی کی جاتی تھی اس میں مزید لکھا ہے :

"Under the Ottomans the Judgement Seats were occupied by Hanafites sent from Constantinople. even in countries where the population followed another madhab".[3]

(عثمانی ترکوں کے عہد میں عدالت کے تمام مناصب پر حنفی فائز تھے جنہیں قسطنطنیہ سے بھیجا جاتا تھا۔حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جہاں کی آبادی دوسرے فقہی مذاہب کی پیروکار تھی)

ماہر قانون ڈاکٹر صبحی محمصانی فقہ حنفی کی عالمی اشاعت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اما انتشار هذا المذهب في الاقطار الاسلاميه ، فكان اكبر حظامن جميع المذاهب الاخرىٰ ، فقد كان المذهب الغالب في العراق ايام العباسيين لايثار هم اياه في القضاء . وكان مذهب الدولة العثمانيه الرسمي ، وعنه اخذت ودوّنت مجلة الاحكام العدليه "[4]

(ہم یہ بتائیں گے کہ مذہب حنفی کی اشاعت سب سے زیادہ کیوں ہوئی؟ حنفی مذہب تمام ممالک اسلامیہ میں اس لئے زیادہ پھیلا کہ خلفائے عباسیہ نے محکمہ عدل وقضاء کے لئے یہی مذہب منتخب کیا تھا اور اہل عراق عموماً اسی مذہب کے مقلد تھے۔اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا اور اس مذہب کی روشنی میں "مجلة الاحکام العدلیه" کی تدوین ہوئی)

---

1 حوالہ سابق　2 حوالہ سابق ص ۱۰۶　3 حوالہ سابق ص ۱۳۱

4 فلسفه التشريع في الاسلام ، صبحي محمصاني ص ۳۹، بیروت مکتبۃ الکشاف سن ند

دائرہ معارف اسلامیہ میں مذکور ہے :

"مجلّے کے ذریعہ حنفی مذہب نے مشرق کے بہت سے ممالک کو شدید طور پر متاثر کیا" [1]

سرکاری سطح پر اسلامی قانون سازی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہوئے صبحی محمصانی لکھتے ہیں :

" كان ممّن اهتم لجمع الفتاوى فى القرن الحادى عشر للهجره (السابع عشر للميلاد) احد ملوك الهند السلطان محمد اورنك زيب بهادر عالمكير ، فانه الف لجنة مشاهير علماء الهند برئاسة الشيخ نظام ليؤلفوا كتابا حامشا (جامعا) لظاهر الروايات التى اتفق عليها وافتى بها الفحول ، ويجمعوا فيه من النوادر مماتلقتها العلماء لقبول" فجمعوا ذلك فى كتاب معروف بالفتاوىٰ الهنديه او بالفتاوىٰ العالمكيريه نسبة الى ذلك السلطان وهو كتاب جامع يقع فى ستة اجزاء ضخمه .... وقد كان ولا يزال من المراجع الشهيرة فى الفقه الحنفى وهذا الجمع شبه الرسمى لم يكن الزاميا " [2]

(گیارہویں صدی ہجری (مطابق سترہویں صدی عیسوی) میں ہندستان کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے فتاویٰ جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس مقصد کے لئے اس نے شیخ نظام کی زیر قیادت ہندوستان کے مشاہیر علماء کی ایک کمیٹی بنائی تا کہ وہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف کریں جس میں ظاہر روایات کے وہ تمام مسائل آجائیں جن پر تمام علمائے فقہ متفق ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل فقہیہ ایک کتاب میں جمع کر دیئے جو فتاویٰ ہندیہ یا فتاویٰ عالمگیریہ کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی نسبت بادشاہ مذکور کی طرف ہے ۔ فتاویٰ عالمگیر یہ ایک جامع کتاب ہے ، جس کی چھ ضخیم جلدیں ہیں (اس کا اُردو ترجمہ دس (۱۰) جلدوں میں شائع ہو چکا ہے) یہ کتاب ہمیشہ فقہ حنفی کا مشہور ماخذ رہی ہے ۔ فتاویٰ کا یہ مجموعہ نیم سرکاری حیثیت رکھتا ہے)

مختصر یہ کہ فقہ حنفی جسے خلافت عباسی میں غالب وفائق سرکاری قانون کی حیثیت حاصل تھی ، خلافت عثمانیہ میں بھی مستند مجموعہ قوانین قرار پائی ۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اسلامی قانون سازی کے لئے اسے ہی موزوں پایا ۔ بقول محمصانی "والمجلة ماخوذه بوجه عام من كتب الرواية فى المذهب الحنفى " [3] (مجلة الاحكام العدليه کے اکثر احکام ومسائل بھی مذہب حنفی کی ظاہر الروایہ کتابوں سے ماخوذ ہیں)

حکومت مصر کے زیر اہتمام قدری پاشا مرحوم نے قانون کی ایک کتاب "مرشد الحيران الى معرفة احوال الانسان " مرتب کی جو مذہب ابوحنیفہ سے ماخوذ تھی اور قانون عصر جدید کے مطابق تھی ۔ دور حاضر میں فقہ حنفی کو جو فروغ حاصل ہے اس کے متعلق شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بیان کیا گیا ہے :

"Even nowadays the Hanafi School prevails in the former Ottoman countries, in Tunisia for instance it is equal to the Malki rite and also in Egypt it is the officially recognized Law-School. Further it is predominant in Central Asia (Afghanistan, Turkestan, BuKhara, Samarkand) and in India".[4]

1۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۶۸۸ حنفیہ ۔ 2۔ فلسفۃ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۶۹ ۔ 3۔ حوالہ سابق ص ۷۳

4۔ Shorter Encyclopaedia od Islam Page 131

(آج بھی حنفی مکتب فکر کو سابق عثمانی ممالک میں فوقیت حاصل ہے۔ تونس میں اسے مالکی مکتب فکر کے مساوی حیثیت حاصل ہے۔ مصر میں اسے سرکاری قانون کے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حنفی مکتب فکر وسط ایشاء (افغانستان، ترکستان، بخارا، سمرقند اور ہند) میں بھی غالب و فائق ہے)

عصر حاضر میں عالمی اشاعت سے متعلق صبحی محمصانی لکھتے ہیں :

"وهو لا يزال اليوم مذهب الدولة في الفتيا والقضاء في البلاد التي خضعت للحكم العثماني كمصر وسوريا ولبنان، ومذهب الامارة في تونس، والمذهب الغالب في مسائل العبادات على سكان تركيا وبعض البلاد التي ذضعت لحكمها، كالشام والالبان، وعلى مسلمي البلقان والقوقاز. وكذلك هو المذهب الغالب في افغانستان وتركستان وعند مسلمي الهند. وله اتباع في كثير من البلدان الاخرىٰ"۔[1]

(جو ملک سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت رہے ہیں، جیسے مصر، سوریا اور لبنان، ان کا مذہب بھی محکمہ عدل و قضاء میں حنفی چلا آیا ہے۔ حکومت تونس کا مذہب بھی یہی ہے۔ ترکی اور اس کے زیر اثر ممالک مثلاً شام والبانیہ کے باشندوں کا مذہب بھی عبادت میں یہی ہے اور مسلمانانِ بلقان وقوقاز بھی مسائل عبادات میں اسی مذہب کے مقلد ہیں۔ اسی طرح اہل افغانستان وترکستان اور مسلمانانِ (پاک و) ہند وچین میں بھی یہی مذہب غالب ہے اور اس مذہب کے پیرو دوسرے ملکوں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں)

سلطنت عباسیہ کی تنزلی کے بعد جن خاندانوں کو عروج ہوا اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں :

"عباسیہ کے تنزل کے بعد جن خاندانوں کو عروج ہوا اکثر حنفی تھے۔ خاندانِ سلجوقی جس نے ایک وسیع مدت تک حکومت کی اور جن کے دائرہ حکومت کی وسعت طول میں کاشغر سے بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطنیہ میں سے بلاد خزر تک پہنچی تھی حنفی تھا۔ محمود غزنوی جس کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا۔ فن فقہ میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے جس کا نام "التفريد" ہے اور جس میں کم وبیش ساٹھ ہزار مسئلے ہیں نورالدین زنگی کا نام چھپا ہوا نہیں ہے جو ہماری نمایاں شخصیتوں میں داخل ہے، بیت المقدس کی لڑائیوں میں اوّل اسی نے نام حاصل کیا، صلاح الدین فاتح بیت المقدس اسی کے دربار میں ملازم تھا۔ دنیا میں پہلا دارالحدیث اسی نے قائم کیا۔ اگر چہ وہ شافعی و مالکی فقہ کی عزت کرتا تھا لیکن وہ خود اور اس کا تمام خاندان مذہباً حنفی تھا، صلاح الدین خود شافعی تھا لیکن اس کے خاندان میں بھی حنفی المذہب موجود تھے۔ الملک المعظم عیسیٰ بن الملک العادل جو ایک وسیع ملک کا بادشاہ تھا علامہ ابن خلکان اس کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ نہایت عالی ہمت، فاضل، ہوشمند، دلیر پُر رعب تھا اور حنفی مذہب میں غلو رکھتا تھا۔ چراکسہ مصر جو نویں صدی کے آغاز میں مصر کی حکومت پر پہنچے اور ۱۳۸ برس تک فرمانروار ہے اور بہت سی فتوحات حاصل کیں خود حنفی تھے اور ان کے دربار میں اسی مذہب کو زیادہ فروغ تھا۔ سلاطین ترک جو کم وبیش چھ سو برس سے روم کے فرمانروا ہیں اور آج انہی کی سلطنت اسلام کی عزت ووقار کی اُمید گاہ ہے عموماً حنفی تھے۔ خود ہمارے ہندوستان کے فرمانروا خوانین اور آل تیمور اسی مذہب کے پابند رہے اور ان کی وسیع سلطنت میں اس طریقہ کے سوا کسی طریقہ کو رواج نہ ہو سکا"۔[2]

---

[1] فلسفه التشريع في الاسلام، صبحي محمصاني ص ۳۹

[2] سیرۃ النعمان، شبلی نعمانی ص ۱۵۴، ۱۵۵، کراچی دارالاشاعت ۱۴۱۲

علامہ کرمانی نے اپنی شرح بخاری میں فرمایا کہ اگر اس مذہب حنفی میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا راز پوشیدہ نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب مسلمان اس کے مقلد نہ ہوئے ہوتے۔ ہمارے زمانے تک جس کو امام صاحب سے تقریباً چار سو سال ہوتے ہیں ان کی فقہ کے مطابق اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت ہو رہی ہے اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے اس میں اس کی صحت کی دلیل ہے۔[1]

ملا علی قاری اپنے زمانے کے مسلمانوں میں حنفیہ کی تعداد ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کل مسلمانوں میں حنفیہ کی تعداد دو ثلث ہے۔[2]

مذہب حنفی کی مقبولیت اور اشاعت سے متعلق نواب صدیق حسن خان کی ایک تحریر مندرجہ ذیل ہے:

"کتاب مسالک الممالک میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ واثق باللہ عباسی نے چاہا کہ سد سکندری کا حال معلوم کرے۔ چنانچہ اس نے اس کے لئے ۲۲۸ھ میں سلام نامی کو جو چند زبانوں کا ماہر تھا پچاس آدمیوں کے ساتھ سامانِ رسد دے کر روانہ کیا یہ لوگ بلاد آرمینیہ، سامرہ ترخان سے گزر کر ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں سخت بدبو نکلتی تھے پھر دو روز چل کر ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں ان کو ایک پہاڑ نظر آیا، وہاں ایک قلعہ بھی تھا اور کچھ لوگ اس میں تھے مگر آس پاس آبادکاری کے نشانات نہ تھے۔ ۲۷ منزل وہاں سے آگے اور طے کیں اور ایک قلعہ پر پہنچے جہاں سے ایک پہاڑ قریب تھا اور اس کی گھاٹیوں میں سد یاجوج ماجوج تھی۔ اگرچہ اس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحرا اور متفرق مکانات بہت تھے۔ سد مذکور کے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے ان کا مذہب حنفی تھا۔ زبان عربی اور فارسی بولتے تھے۔"[3]

ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) کے خیال میں حنفی مذہب کی اشاعت کی وجہ یہ ہے، وہ فرماتے ہیں:

" مذهبان انتشرا في بدء امرهما بالرياسة والسلطان، الحنفي بالشرق، والمالكي بالاندلس"۔[4]

(دو مذہب ایسے ہیں جو اپنے آغاز ہی سے حکومت واقتدار کے ذریعہ دنیا میں پھیلے ہیں۔ مذہب حنفی مشرق میں اور مذہب مالکی اندلس میں)

علامہ شبلی نعمانی نے ابن حزم کے ان خیالات پر جو تبصرہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہے، وہ فرماتے ہیں:

"بعضوں کا خیال ہے کہ حنفی مذہب کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ حکومت کے صدقے سے ہوا۔ ابن حزم جو ارباب ظاہر کے مشہور امام ہیں ان کا قول ہے کہ "دو مذہبوں نے سلطنت کے زور سے ابتداء ہی میں رواج عام حاصل کیا، ایک امام ابوحنیفہ کا مذہب، کیونکہ جب قاضی ابویوسف صاحب کو قاضی القضاء کا منصب ملا تو انہوں نے حنفی لوگوں کو عہدۂ قضاء پر مقرر کیا۔ دوسرا امام مالک کا مذہب اندلس میں۔ کیونکہ امام مالک کے شاگرد یحییٰ اصمودی خلیفہ اندلس کے نہایت مقرب تھے اور کوئی شخص بغیر ان کے مشورے کے عہدۂ قضاء پر مقرر نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ صرف اپنے ہم مذہبوں کو مقرر کراتے تھے"۔

---

1. امام اعظم ابوحنیفہ، مفتی عزیز الرحمٰن ص ۳۲۸ لاہور مکتبہ رحمانیہ ۱۹۷۹ء اس میں بحوالہ اوشحہ ص ۳۲۹ مذکور ہے۔
2. حوالہ سابق ۳۲۹، اس میں مرقاۃ ملا علی قاری ۲/۲۴ کے حوالہ سے مذکور ہے۔
3. حوالہ سابق ص ۳۲۹، اس میں انوار الباری، نواب صدیق حسن خان ۱/۱۵۷ کے حوالہ سے مذکور ہے۔
4. ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۳۶۱

(جب تک عباسی خلفاء مصر پر قابض رہے وہاں حنفی فقہ غالب رہی مگر کسی حال میں مصریوں میں حنفی فقہ کو وہ قبول عام حاصل نہ ہو سکا جو شرقی ممالک میں تھا، بلکہ اہل مصر زیادہ تر شافعی مذہب سے وابستہ تھے۔ کیونکہ امام شافعی کے مصر میں عرصہ دراز تک اقامت گزیں رہنے کی وجہ سے مصری لوگ شافعی مذہب سے بہت متاثر تھے یا مالکی فقہ کے گرویدہ تھے۔ کیونکہ امام مالک کے بہت سے تلامذہ مثلاً ابن وہب اور ابن عبدالحکیم وغیرہ مصر میں سکونت پذیر تھے)

بالآخر جب مصر پر فاطمیوں کا تسلط اور وہ اسماعیلی شیعہ مذہب کے علمبردار تھے تو انہوں نے قاضی بھی اسی مذہب کے مقرر کئے۔ اس طرح حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے یہ مذہب وہاں خوب مضبوط ہوا اور اسی کے فقہی احکام وہاں جاری ہو گئے اور تمام عدالتی فیصلے اسی کے مطابق ہونے لگے۔ البتہ سنی مذاہب کے مسائل عبادت میں دخل نہیں دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادات ادا کرنے کی پوری آزادی رکھتے تھے۔

قلقشندی اپنی کتابوں میں لکھتا ہے :

"فاطمی اہل سنت والجماعت کی تالیف قلب کرتے رہتے تھے اور ان کو اپنے اپنے مذہبی شعائر کے اظہار کی آزادی دیتے تھے۔ حتی کہ ان کی چھوٹی بڑی مساجد میں نماز تراویح کرنے سے بھی نہیں روکتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ان کی حکومت میں مالکی شافعی اور حنبلی سب اپنے اپنے مذہبی شعائر کھلے عام ادا کرتے تھے، سوائے احناف کے۔ فاطمی حکمران (اور ان کے قضاۃ فیصلہ اور فتویٰ دینے میں) مالکی مذہب کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ان سے جب بھی کوئی مالکی فقہ کے مطابق فیصلہ مانگتا تھا تو وہ اس کے مطابق حکم صادر کرتے تھے۔"[1]

فاطمی خلفاء کے حنفی مذہب سے عناد کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں :

" والسبب في معاداة الفاطمين للمذهب الحنفي ، وتخصيصه بالمقاومة من بين المذاهب الاربعه انه كان مذهب الدولة العباسية ، وانه كان في مصر يستمد نفوذه من نفوذ تلك الدولة ، وهم كانوا يقاومون نفوذها ، فكان من ذلك مقاومة ذلك المذهب ، والغض من قيمته "[2]

(فاطمی خلفاء اس لئے حنفی فقہ کے دشمن تھے اور مذاہب اربعہ میں سے خاص طور پر اس کے خلاف تبرد آزما رہتے تھے کہ عباسی خلفاء کا سرکاری مذہب حنفی تھا۔ مصر میں حنفی مذہب کا فروغ زیادہ تر عباسی اثر و رسوخ کا مرہون منت تھا۔ فاطمی یہ کسی طرح گوارا نہ کر سکتے تھے کہ مصر میں عباسی پروپیگنڈا رائج ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حنفی سے ان کو ایک طرح کی چڑ تھی۔ وہ اس کی قدر و قیمت کے گھٹانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے)

مختلف سلاطین کے ادوار میں مصر میں حنفی مذہب کی حالت پر ابوزہرہ کے کلام کا ماحصل مندرجہ ذیل ہے :

جب مصر میں ایوبی سلطنت قائم ہوئی تو سلاطین نے شافعی اور مالکی فقہ کو از سر نو فروغ دیا۔ مالکی اور شافعی فقہ پڑھانے کے لئے مدارس قائم کئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین ایوبی شافعی مسلک سے وابستہ تھے۔ مصریوں میں مالکی فقہ کا رواج تھا۔ جب شام میں نورالدین شہید برسراقتدار آئے وہ حنفی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب پر ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ انہوں نے شام میں حنفی مذہب پھیلایا، پھر شام سے یہ مذہب مصر پہنچا۔ اس مرتبہ یہ مذہب عوام میں پھیلا مگر اسے سرکاری حیثیت حاصل نہ ہوئی۔ قبل ازیں عباسی دور میں حنفی فقہ سرکاری مذہب کی حیثیت رکھتی تھی۔ مگر مصر کے عوام میں مقبول نہ تھی۔

---

[1] کتاب صبح الاعشی ، قلقشندی ۵۲۳/۳
[2] ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۳۶۵

(جب تک عباسی خلفاء مصر پر قابض رہے وہاں حنفی فقہ غالب رہی مگر کسی حال میں مصریوں میں حنفی فقہ کو وہ قبول عام حاصل
نہ ہو سکا جو مشرقی ممالک میں تھا، بلکہ اہل مصر زیادہ تر شافعی مذہب سے وابستہ تھے۔ کیونکہ امام شافعی کے مصر میں عرصہ
دراز تک اقامت گزیں رہنے کی وجہ سے مصری لوگ شافعی مذہب سے بہت متاثر تھے یا مالکی فقہ کے گرویدہ تھے۔
کیونکہ امام مالک کے بہت سے تلامذہ مثلاً ابن وہب اور ابن عبدالحکیم وغیرہ مصر میں سکونت پذیر تھے)

بالآخر جب مصر پر فاطمیوں کا تسلط اور وہ اسماعیلی شیعہ مذہب کے علمبردار تھے تو انہوں نے قاضی بھی اسی مذہب کے
مقرر کئے۔ اس طرح حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے یہ مذہب وہاں خوب مضبوط ہوا اور اسی کے فقہی احکام وہاں جاری
ہو گئے اور تمام عدالتی فیصلے اسی کے مطابق ہونے لگے۔ البتہ سنی مذاہب کے مسائل عبادات میں دخل نہیں دیا جاتا تھا۔
وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادات ادا کرنے کی پوری آزادی رکھتے تھے۔

قلقشندی اپنی کتابوں میں لکھتا ہے:

"فاطمی اہل سنت والجماعت کی تالیف قلب کرتے رہتے تھے اور ان کو اپنے اپنے مذہبی شعائر کے اظہار کی آزادی دیتے تھے۔
حتیٰ کہ ان کی چھوٹی بڑی مساجد میں نماز تراویح کرنے سے بھی نہیں روکتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔
ان کی حکومت میں مالکی شافعی اور حنبلی سب اپنے اپنے مذہبی شعائر کھلے عام ادا کرتے تھے سوائے احناف کے۔ فاطمی حکمران
(اوران کے قضاۃ فیصلہ اور فتویٰ دینے میں) مالکی مذہب کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ان سے جب بھی کوئی مالکی فقہ کے مطابق
فیصلہ مانگتا تھا تو وہ اس کے مطابق حکم صادر کرتے تھے۔"[1]

فاطمی خلفاء کے حنفی مذہب سے عناد کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں:

"والسبب فی معاداة الفاطمين للمذهب الحنفي، وتخصيصه بالمقاومة من بين
المذاهب الاربعة انه كان مذهب الدولة العباسية، وانه كان فى مصر يستمد نفوذه
من نفوذ تلك الدولة، وهم كانوا يقاومون نفوذها، فكان من ذلك مقاومة ذلك
المذهب، والغض من قيمته"۔[2]

(فاطمی خلفاء اس لئے حنفی فقہ کے دشمن تھے اور مذاہب اربعہ میں سے خاص طور پر اس کے خلاف نبرد آزما رہتے تھے کہ
عباسی خلفاء کا سرکاری مذہب حنفی تھا۔ مصر میں حنفی مذہب کا فروغ زیادہ تر عباسی اثر و رسوخ کا مرہون منت تھا۔ فاطمی یہ
کسی طرح گوارا نہ کر سکتے تھے کہ مصر میں عباسی پروپیگنڈا رائج ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حنفی سے ان کو ایک طرح کی چڑ تھی۔
وہ اس کی قدر و قیمت کے گھٹانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے)

مختلف سلاطین کے ادوار میں مصر میں حنفی مذہب کی حالت پر ابوزہرہ کے کلام کا ماحصل مندرجہ ذیل ہے:

جب مصر میں ایوبی سلطنت قائم ہوئی تو سلاطین نے شافعی اور مالکی فقہ کو از سر نو فروغ دیا۔ مالکی اور شافعی فقہ پڑھانے کے لئے
مدارس قائم کئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین ایوبی شافعی مسلک سے وابستہ تھے۔ مصریوں میں مالکی فقہ کا رواج تھا۔
جب شام میں نورالدین شہید برسر اقتدار آئے وہ حنفی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب پر ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔
انہوں نے شام میں حنفی مذہب پھیلایا، پھر شام سے یہ مذہب مصر پہنچا۔ اس مرتبہ یہ مذہب عوام میں پھیلا مگر اسے سرکاری
حیثیت حاصل نہ ہوئی۔ قبل ازیں عباسی دور میں حنفی فقہ سرکاری مذہب کی حیثیت رکھتی تھی۔ مگر مصر کے عوام میں مقبول نہ تھی۔

---
[1] کتاب صبح الاعشیٰ، قلقشندی ۳/۵۲۳
[2] ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۴۶۵

جب مصر میں حنفی فقہ مقبول عام ہوا اور سلطان صلاح الدین کو عباسی خلافت سے روابط استوار کرنے کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے قاہرہ میں احناف کے لئے مدرسہ سیوفیہ قائم کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حنفی مذہب عام طور سے مصریوں میں پھیلنے لگا۔ جب نجم الدین ایوب نے مدرسہ صالحیہ قائم کیا تو اس میں آئمہ اربعہ کی فقہ پڑھانے کا انتظام کیا گیا۔ پھر مملوک سلاطین کے زمانہ میں ایسے مدارس بڑی کثرت سے تعمیر کئے جانے لگے۔ دونوں مملوک سلطنتوں کے زمانہ میں چار قاضی ہوا کرتے تھے، جن میں ایک حنفی ہوتا تھا۔ جب عثمانی ترک مصر پر قابض ہوئے تو سب قاضی احناف میں سے تعینات کئے جانے لگے۔ کثیر التعداد طلباء حنفی فقہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فقہ حنفی نے اس سے بڑا فروغ پایا اور ابتدائی دور کی طرح حنفی مذہب کو پھر سرکاری سرپرستی نصیب ہوئی اور احکام وفتاوی اسی فقہ کی روشنی میں صادر کئے جانے لگے۔[1]

[ف]قہ حنفی کے مشرق قریب میں اثرات کا جائزہ لینے کے بعد دائرہ معارفِ اسلام میں مذکور ہے کہ :

تقریباً اسی زمانہ میں مصر میں محمد قدری پاشا نے حنفی فقہ کے مطابق خاندان، وراثت، جائیداد اور اوقاف کے احکام کا [ق]انونی مجموعہ تیار کیا تھا۔ ان میں سے صرف عائلی قوانین کو سرکاری طور پر نافذ کیا گیا تھا۔ باقی ماندہ قوانین سرکاری [سر]پرستی سے محروم رہے۔[2]

[م]غربی ممالک میں حنفی مذہب کی اشاعت :

براعظم افریقہ میں طرابلس تیونس اور الجزائر کے ملکوں میں حنفی مذہب پہلے غالب نہ تھا۔ وہاں اس کے برعکس [ب]اطنین حدیث و آثار کے مسلک کا زیادہ چرچا تھا۔ جبکہ اسد بن فرات یہاں کے قاضی مقرر ہوئے۔ اسد بن فرات امام [ابو ح]نیفہ اور امام مالک کے تلامذہ سے استفادہ کر چکے تھے مگر ان کا میلانِ خاطر اہلِ عراق کی جانب تھا۔ چنانچہ انہوں نے [حن]فی مذہب پھیلانے کا یہاں کام کیا جس سے حنفیت کو اچھا خاصہ فروغ حاصل ہو گیا۔

[اب]ن فرحون مالکی لکھتے ہیں :

" وظهر بافريقيه ظهورًا كثيرًا الى قريب من اربعمائة عام ، فانقطع منها و دخل منه شيء ماوراء ها من المغرب قديما بجزيرة الاندلس وبمدينه فاس "۔[3]

(۴۰۰ھ تک حنفی مذہب افریقہ میں جاری رہا پھر ختم ہو گیا۔ افریقہ کے مغرب کی جانب اندلس میں بھی قدیم زمانہ میں قدرے اس کی اشاعت ہوئی تھی)

نیز مقدسی، احسن التقاسیم میں لکھتے ہیں "جزیرہ سسلی کے رہنے والے حنفی تھے"۔ مقدسی کا یہ بیان بھی ہے کہ انہوں نے بعض اہلِ مغرب سے پوچھا، "حنفی مذہب تمہاری طرف کیونکر پہنچا حالانکہ تمہیں کبھی عراق جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ [ا]نہوں نے بتایا، جب "وہب بن وہب، امام مالکؒ سے علوم دینیہ حاصل کر کے آئے تو اسد بن عبداللہ نے اپنے مرتبہ و وقار کی بناء پر ان سے اخذِ علم کرنے میں عار سمجھی اور امام مالکؒ سے تحصیلِ علم کے لئے مدینہ آئے۔ امام مالکؒ ان [د]نوں بیمار تھے۔ جب کافی مدت مدینہ میں اقامت گزیں رہے تو امام مالکؒ نے فرمایا : ابن وہب کے پاس جائیے۔

---

[1] حوالہ سابق ۳۶۵۔۳۶۶ [2] دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۶۸۸ حنفیہ

[3] الدیباج المذھب، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۶ء۔ ۱۴۱۷ھ

میں نے اپنا علم اس کے سپرد کردیا ہے، تمہیں زحمتِ سفر گوارا کرنے کی ضرورت نہیں"۔ اسد پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ لوگوں سے پوچھا کہ دینی علم میں کسی اور کو بھی یہ مقام حاصل ہے؟ لوگوں نے بتایا کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کا نوجوان شاگرد جس کو محمد بن حسنؒ کہتے ہیں، ان کے پاس جائیے۔ اسد امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام محمدؒ نے بڑی توجہ ورغبت سے پڑھانا شروع کیا اوران میں ذہانت وفطانت اور شوقِ علم کے آثار ملاحظہ کئے۔ جب کافی پڑھ چکے اور من مانی مراد پالی تو امام محمدؒ نے انہیں واپس مغرب بھیج دیا۔

جب اسد مغرب پہنچے تو نوجوان آپ کے یہاں آنے جانے لگے۔ اسد سے فقہی فروعات سن کر وہ محوِ حیرت ہوئے اوران سے ایسے ایسے علمی نکات اور مسائل سننے میں آئے جن سے ابن وہب بالکل آگاہ نہ تھے۔ لاتعداد لوگوں نے ان سے اکتسابِ علم وادب کیا اور اس طرح حنفی فقہ نے مغرب میں فروغ پایا۔

پھر میں نے پوچھا کہ اندلس میں حنفی مذہب کیونکر اشاعت پذیر نہ ہوسکا جب کہ وہاں نشرواشاعت کے وسائل کچھ کم نہ تھے؟ جواب میں کہا گیا کہ ایک مرتبہ دو فریق سلطان کے سامنے جھگڑتے لگے، سلطان نے پوچھا "ابوحنیفہؒ کہاں کے رہنے والے تھے؟" لوگوں نے کہا، کوفہ کے۔ سلطان نے پوچھا امام مالکؒ کہاں اقامت گزیں تھے؟ جواب دیا گیا، مدینہ میں۔ سلطان نے کہا عالمِ دارالہجرت ہمارے لئے کافی ہے دوسرے کی حاجت نہیں۔ سلطان نے تمام حنفی علماء کو اپنے سلطنت کی حدود سے نکال دیا۔ کہنے لگا "میں اپنی سلطنت میں دو مذہب پسند نہیں کرتا"۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسد بن فرات نے مغرب میں حنفی فقہ کو شائع کیا، یہ مسلک اندلس میں بھی رائج ہوا۔ مگر دیرپا ثابت نہ ہوسکا۔ ۴۰۰ھ کے بعد حنفی مذہب مغربی ممالک میں کمزور پڑ گیا اور ان ممالک میں اس کی یاد باقی نہ رہی۔[1]

محقق احمد تیمور پاشا نے مقدسی کی اس خبر کو بیان کرنے کے بعد جو تبصرہ کیا اس کا مفہوم مندرجہ ذیل ہے:

وہب بن وہب ایک مجہول شخصیت ہے اس نام کے کسی شخص کا ذکر امام مالک کے تلامذہ میں نہیں آتا۔ البتہ عبداللہ بن وہب نام کے ایک شخص ان کے شاگرد گذرے ہیں لیکن وہ مغرب کی طرف کبھی نہیں گئے وہ مصر میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ دوسرے یہ کہ اسد بن عبداللہ کہنا درست نہیں بلکہ صحیح نام ابوعبداللہ معلوم ہوتا ہے اور اس سے مراد ابوعبداللہ اسد بن الفرات ہیں جو امام محمد بن الحسن الشیبانی سے ملے تھے اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے فقہ کی تعلیم حاصل کرکے (شمالی) افریقہ گئے اور وہاں حنفی مذہب کو رواج دیا۔[2]

اسی سیاق میں وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

اس مذکورہ روایت میں یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ پہلے امام مالک کے پاس گئے اور انہیں بیمار پایا پھر امام مالک نے ان کو وہب بن وہب کے پاس جانے کی ہدایت کی بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ بیشک امام محمد کے پاس جانے سے قبل مدینہ میں امام مالک کے پاس گئے اور ان کے آگے زانوئے تلمذتہ کیا۔ جب وہ امام مالک سے تحصیلِ علم کرچکے تو مزید علم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر انہوں نے عراق جانے کا مشورہ دیا۔[3]

1۔ ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۶۳ ۴۔ ۶۴ ۴ مفہوم

2۔ اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، احمد تیمور پاشا ص ۶۷۔ کراچی قدیمی کتب خانہ سن ند۔

3۔ حوالہ سابق مفہوم کی تلخیص

ملک شام اوراس کے قرب وجوار میں فقہ حنفی کی اشاعت :

ملک شام اوراس کے قرب وجوار میں حنفی مذہب جگہ بنا چکا تھا۔اور جو سلاطین مصر وشام کے حاکم تھے وہ جس طرح مصر میں حنفی مذہب سے سرد مہری برت رہے تھے شام میں بھی انہوں نے ایسا ہی کرنا چاہا مگر مصر کے برعکس شام میں ان کی روش کا کچھ فائدہ نہ ہوا اس لیے کہ حنفی مذہب اہلیانِ شام میں اشاعت پذیر ہو چکا تھا اور حکومت کی پشت پناہی اور سرپرستی کا محتاج نہ تھا۔

مشرقی ممالک میں فقہ حنفی کی اشاعت :

جہاں تک بلادِ مشرق، عراق، خراسان، سیستان اور ماوراء النہر کا تعلق ہے احناف کی ان میں بڑی کثرت تھی۔ان ممالک میں صرف شوافع ہی ان کے حریف مقابل تھے اور کبھی کبھی ان میں رسہ کشی بھی ہو جاتی تھی۔ مسجدوں، امراء کی مجلسوں اور عوام کی محفلوں میں حنفیوں اور شافعیوں کے مابین مجالس مناظرہ منعقد ہوتیں۔ان مجادلات کی بنا پر علم فقہ اور فن بحث ومناظرہ کو بڑا فائدہ پہنچا۔مگر بحث وجدل سے تعصب کی روح جاگ اُٹھی۔ایک دوسرے کے خلاف لعن طعن کا بازار گرم ہوا اور آگے چل کر یہ مذہبی تعصب، فقہی تعطل وجمود کا باعث بنا۔

روسی ترکستان اور فارس میں فقہ حنفی :

آرمینیہ، آذربائیجان، تبریز، رے اور اہواز کے رہنے والوں میں حنفی مذہب کا بڑا غلبہ رہا۔ملک فارس میں پہلے احناف کی بڑی کثرت تھی پھر اثنا عشری شیعہ کو وہاں غلبہ حاصل ہوا۔

پاک وہند میں حنفی مذہب :

ہندوستان میں بھی تقریباً حنفی مذہب ہی کا سکہ جاری ہے۔شافعی مذہب دوسرے درجے پر ہے۔شوافع کی تعداد ہندوستان میں ایک ملین کے قریب قریب ہے باقی سب احناف ہیں۔چین میں چالیس ملین سے زیادہ مسلمان بستے ہیں ان میں سے اکثر حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔علی ہذا القیاس یہ مذہب مشرق ومغرب تک پھیل گیا اس کے متبعین کی بڑی کثرت پائی جاتی ہے۔اگر حنفی فقہ میں تخریج کا دروازہ کھول دیا جائے تو اب بھی علماء اس کے قواعد سے ایسے احکام استنباط کر سکتے ہیں جو اس کائنات ارضی پر بسنے والے تمام بنی نوع آدم کے لئے یکساں طور پر سازگار ہوں۔[1]

مختصر یہ کہ آج کل (پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں) حنفی مذہب کے پیرو افغانستان، پاکستان، ہندوستان (بھارت)، بنگلہ دیش، عراق، ترکی، شام، مشرقی ترکستان، مغربی ترکستان (ترکمانستان، تاجکستان، ازبکستان، قازقستان وغیرہ) بوسینا، البانیہ وبلقان میں اکثریت سے پائے جاتے ہیں۔ایران، انڈونیشیا، عدن، برازیل، برما، سری لنکا، ملائشیا، تھائی لینڈ، سعودی عرب ودیگر ممالک میں اقلیت میں ہیں۔ایک اندازے کے مطابق احناف دنیا کے

[1] ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۳۶۶ مفہوم

۵۔ اس کے معاملاتی قاعدے اور احکام ہر دور کی ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں۔

۶۔ ائمہ نے جو فقہ حنفی مرتب کی تھی وہ نصوص شرعی کے عین مطابق ہے اور یہ بدگمانی اور مغالطہ ہے کہ فقہ حنفی کے مسائل حدیث کے مخالف ہیں۔[1]

ان سب باتوں کے باوجود یہ سمجھنا غلط ہے کہ فقہ حنفی کی جزئیات پر دوسرے مذاہب کے جملہ استدراک غلط ...ہیں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ مسائل کے استنباط میں علمائے احناف سے غلطیاں سرزد ہوئی ہوں مگر بمصداق "المجتهد قد يخطي و قد يصيب" ان کی نیک نیتی میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ دور تقلید میں نصوص کی ایسی تاویل جو ...کے اقوال کو صحیح ثابت کر سکے، ہوتی رہی اس کی وجہ سے مسلک کے بارے میں اگر مغالطہ پیدا ہو جائے تو اس ...میں تعجب نہیں کرنا چاہئے۔[2]

☆☆☆

[1] حوالہ سابق ۶۹۱/۸-۶۹۲ مذہب حنفی کے شیوع کے مزید اسباب کے لئے ابو حنیفہ از ابو زہرہ۔ ص ۳۶۱

[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۶۹۲/۸

فصل دوم

مالکی مذہب اور اس کا نشأ دارتقاء

امام مالک :

امام مالک بن انس کی حتمی تاریخِ ولادت محفوظ نہیں ۔شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا مؤلف لکھتا ہے :

"Thedate of his birth is not known, the dates givens varying between 90 and 97, are hypotheses, which are presumably approximately correct".[1]

(آپ کی تاریخ پیدائش بالکل صحیح طور پر معلوم نہیں ہے ۔مختلف کتابوں میں ۹۰ھ سے ۹۷ھ تک مرقوم ہے جو قرین قیاس اور غالباً صحیح ہیں)

مشہور قول کے مطابق امام مالک ۹۳ھ میں مدینۃ المنورہ میں پیدا ہوئے اور صحیح روایت کے اعتبار سے ۱۷۹ھ میں ہارون رشید عباسی کے عہد میں مدینہ المنورہ ہی میں وفات پائی ۔ان کا نسب ذی اصبح یمنی سے جاملتا ہے ۔امام مالک کی ولادت کے وقت بنی اُمیہ کی حکومت کا اوج شباب تھا ۔ولید بن عبدالملک جو اُموی مروانی حکومت کا تیسرا تاجدار تھا ، اس کا سریر آرائے خلافت دمشق تھا ۔فتوحات اسلامیہ کا سیلاب مشرق میں ترکستان ، کابل اور سندھ کو عبور کر چکا تھا اور مغرب افریقہ اور اسپین کی سرزمینوں میں موجیں لے رہا تھا ، یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس عہد میں امام پیدا ہوئے اس کا تاجدار جس سرزمین کو تلوار سے فتح کر رہا تھا امام کے قلم نے سب سے زیادہ وہیں قبضہ حاصل کیا یعنی طرابلس ، تیونس ، الجزائر ، مراکش اور اسپین میں ۔[2]

امام مالک فنِ حدیث کے مسلمہ امام ہیں ۔بڑے بڑے محدثین اور نامور فقہاء کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے ۔ مصر ، بلاد مغرب اور اندلس جیسے دُور دراز علاقوں سے تشنگان علم جوق در جوق آپ کے پاس مدینہ منورہ آتے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہو کر واپس جاتے ۔آپ کی علمی و دینی بصیرت اور سیاسی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ پانچویں اُموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اپنے دورِ خلافت میں ان سے مشورہ طلب کرتے تھے ۔[4]

الزواوی (متوفی ۷۴۳ھ) نے اپنی کتاب "مناقب امام مالک" میں آپ کی علمی و فقہی عظمت سے متعلق مختلف اقوال بیان کئے ہیں ۔ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ :

"وقال الشافعی : لولا مالک و سفیان لذهب علم الحجاز"۔[5]

(اور امام شافعی نے فرمایا کہ اگر امام مالک و سفیان نہ ہوتے تو علم حجاز سے چلا جاتا)

---

1. Shorter Encyclopaedia of Islam Page 321
2. مناقب الامام مالک بن انس ، قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی متوفی ۷۴۳ھ تحقیق الطاہر الدردیری ص ۱۵۹ ۔۱۶۰ مدینہ المنورہ ، مکتبہ طیبہ ۱۴۱۱ھ ۔۱۹۹۰ء ، مقدمہ الدیباج ، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۵۷ ۔۵۸ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ ۔۱۹۹۶ء
3. سیرت آئمہ اربعہ ، سید رئیس احمد جعفری ص ۲۲۳ ۔۲۲۴ کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز سن ند
4. الدیباج ، ابن فرحون مالکی ص ۵۷
5. مناقب الامام مالک بن انس ، قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی ص ۹۸

فقہی مسائل میں آپ کتاب اللہ اور سنتِ نبوی کے بعد مدینۃ المنورہ کے تعامل کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ نص صریح موجود نہ ہونے کی صورت میں کبھی کبھی قیاس سے بھی کام لے لیا کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے اپنی کتاب میں نقل کیا کہ امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے :

"مامن احد الاّ وهو ماخوذ من كلامه و مردود عليه الا رسول الله صلى الله عليه وسلم "[1]
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے سوا کسی بھی آدمی کے کلام کو قبول یا رد کیا جا سکتا ہے) یعنی آئمہ کی بات میں بھی قبول و رد کی گنجائش ہوتی ہے۔

امام مالکؒ کی وہ کتب جنہوں نے مالکی مذہب کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا :

۱۔ "المؤطا" : کہا جاتا ہے کہ امام مالکؒ چالیس سال تک "المؤطا" کی تالیف میں مشغول و مصروف رہے۔ جب کہیں وہ موجودہ شکل میں مدوّن ہو سکی۔ تقریباً ایک ہزار اشخاص نے المؤطا کو امام مالکؒ سے روایت کیا، اگرچہ المؤطا کئی طرق سے روایت کی گئی ہے لیکن اس کے متداول نسخے دو ہیں۔

پہلا بروایت یحییٰ بن یحییٰ اللیثی (المصمودی) الاندلسی (م ۲۳۴ھ۔ ۸۴۸ء) اور دوسرا بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانی (م ۱۸۹ھ۔ ۸۰۴ھ) یہ دونوں نسخے متعدد بار بالترتیب مصر اور ہندوستان میں چھپ چکے ہیں اور دونوں کی شروح اور حواشی و اختصارات موجود ہیں۔ المؤطا میں امام مالکؒ نے صحیح احادیث، اخبار و آثار اور صحابہ و تابعین کے فتاویٰ کو جمع کر دیا ہے۔ بظاہر یہ حدیث و اثر کی کتاب ہے، لیکن اس کا لب لباب فقہ ہے۔ حضرت امام نے اس میں فقہ کی طرز پر ابواب کو مرتب کیا ہے اور اس کا اصل موضوع احکام فقہیہ ہی ہیں۔[2]

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں :

"امام مالک نے مؤطا میں ابواب کی جو ترتیب رکھی ہے وہ امام ابوحنیفہ کی ترتیب سے مختلف ہے اور عبادات و معاملات سب خلط ملط ہیں"۔[3]

وہ مزید لکھتے ہیں :

"احادیث نبوی کو فقہی ابواب پر مرتب کرنے کی کوشش امام مالک (ف ۱۷۹ھ) کی مؤطا سے بھی قبل امام بن الماجشون (ف ۱۶۴ھ) نے کی، لیکن سوائے زرقانی کی شرح مؤطا کے دیباچے میں نام کے حوالے کے اس کتاب کا اب کوئی پتہ نہیں چلتا۔ امام مالک کی تالیف اسی کی اصلاح اور اس کے جواب میں تھی۔ یہ خیال کیا جاتا رہا ہے کہ اولاً خالص حدیث کے مجموعے تیار ہوئے، پھر فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب ہونے کے بعد آخر خالص فقہی کتابیں تیار ہوئیں۔ لیکن میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ خالص حدیث کے بعد خالص فقہی کتابیں لکھی گئیں تو ردعمل کے طور پر قانونی احادیث کے مجموعے تیار ہوئے۔ امام زید بن علی، امام ابوحنیفہ اور الماجشون (ف ۱۶۴ھ) جنہوں نے صرف روایات مدینہ جمع کر کے ایک کتاب شائع کی اور دیگر اہل الرائے نے ایک مکتب خیال قائم کیا، جس کے پیروؤں نے بعد میں غلو پیدا کیا

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، ۱/۳۸۴ کراچی غلام علی اینڈ سنز سندھ
[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/۳۹۳ (اردو)
[3] امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، محمد حمید اللہ ص ۵۹ کراچی اردو اکیڈمی سندھ، طبع ششم ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء

تو بطور ردِ عمل اہل حدیث نے سنت کی پیروی پر زور دینے کے لئے فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب کیں۔ امام مالک (ف ۱۷۹ھ) وغیرہ چند ہم عصروں کی مؤطاؤں کی اسی تحریک کا آغاز سمجھنا چاہئے اور صحیح بخاری کو اس کی انتہاء۔[1]

زواوی (متوفی ۷۴۳ھ) نے امام شافعی کے حوالے سے مؤطا کی تالیف کا یہ سبب بیان کیا کہ :

"وقال الشافعي : بعث ابو جعفر المنصور الى مالك لما قدم فقال له : ان الناس قد اختلفوا في العراق فضع الناس كتابا نجمعهم عليه . فوضع المؤطا "[2]

(امام شافعی نے فرمایا کہ ابو جعفر منصور امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ عراق میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں، آپ کتاب تالیف کیجئے تا کہ ہم انہیں اس پر متفق کر سکیں، تو آپ نے مؤطا تالیف کر دی)

زواوی مزید لکھتے ہیں کہ :

"جب مؤطا کی تالیف مکمل ہو گئی اور ابو جعفر منصور نے اس کو عباسی مملکت کے قانون کی حیثیت سے نافذ کرنے کی اور سب کو اس پر متفق کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو امام مالک نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا :

"ما ينبغي لك يا امير المؤمنين أن تحمل الناس على قول رجل واحد يخطى ويصيب ، وانما الحق من رسول الله صلى الله عليه وسلم . وقد تفرقت اصحابه في البلدان وقلد اهل كل بلد من صار اليهم فاقر اهل كل بلد ما عندهم "[3]

(اے امیر المؤمنین آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ تمام لوگوں کو ایک شخص کی فقہ کا پابند کر دیں جو خطا و صواب دونوں کرتا ہے۔ جو کچھ رسول ﷺ سے منقول ہے وہ سب حق ہے۔ آپ کے صحابہ مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے ہیں اور اہلیان شہر نے ان کی توقیر و تقلید کو بہتر جانا ہے)

ب۔ **المدونہ الکبری** : یہ امام مالکؒ کی براہ راست تصنیف تو نہیں ہے، لیکن فقہ مالکیہ کی اصل الاصول ہونے کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اسی لئے یہ مالکی مسلک کا بنیادی اور اہم ماخذ ہے۔ المدونۃ ایک ضخیم مجموعہ رسائل کا نام ہے، جس میں تقریباً چھتیس ہزار مسائل کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ گویا امام مالکؒ کی آراء بالنص اور ایسے مسائل کا مجموعہ ہے جن کا استنباط امام مالکؒ کے فتاویٰ سے صحیح سمجھا گیا۔ اس طرح اس کتاب میں امام مالکؒ کے فتاویٰ کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس کی تصنیف میں متعدد اہم شخصیتوں کی کوششیں شامل رہی ہیں۔

سب سے پہلے مسائل امام مالک کو ان کے شاگرد اسد بن الفرات التونسی نے مدون کیا۔ انہوں نے سوالات تو امام محمد کی کتابوں سے اخذ کئے اور جوابات امام مالکؒ کے دیئے ہوئے لکھے۔ اس مجموعے کا نام انہوں نے المدونۃ رکھا۔ وہ عراق کے بعد مصر پہنچے اور جب وہاں سے قیروان گئے تو یہی مسائل ان سے مغربی فقیہ سحنون، عبد السلام بن سعید التنوخی نے حاصل کئے اور اس کا نام اسدیہ رکھا۔ انہوں نے اسے امام مالکؒ کے ایک اور شاگرد عبد الرحمن بن القاسم المصری کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے بعض مسائل میں تصحیح کی۔ اسد بن الفرات کا مجموعہ ابواب کی صورت میں مرتب نہیں تھا۔ سحنون نے اسے باقاعدہ ترتیب دیا اور بعض مسائل میں آثار و روایات سے از خود استنباط و اجتہاد

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۳-۳۴ [2] مناقب الامام مالک بن انس، عیسیٰ بن مسعود الزواوی متوفی ۷۴۳ھ ص ۱۲۰ [3] حوالہ سابق

ایک زمانہ ایسا بھی گزرا جبکہ یہ (مالکی مذہب) خود اپنے سر چشمہ یعنی مدینہ میں گمنام سا ہو گیا، یہاں تک کہ جب ابن فرحون ۷۹۳ھ میں یہاں کے قاضی مقرر ہوئے تو انہوں نے اس کو گوشہ گمنامی سے نکالا اور وہاں دوبارہ متعارف کرایا۔[1]

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) مالکی مسلک کے بلاد مغرب وافریقیہ، تونس، الجزائر، مراکش، اندلس اور مصر میں زیادہ فروغ پانے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وامام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ فاختص بمذهبه اهل المغرب والاندلس وان كان يوجد فى غيرهم الا انهم لم يقلدوا غيره الا فى القليل لما ان رحلتهم كانت غالبا الى الحجاز وهو منتهى سفرهم والمدينة يومئذ دار العلم ومنها خرج الى العراق ولم يكن العراق فى طريقهم فاقتصروا عن الاخذ عن علماء المدينة وشيخهم يومئذ وامامهم مالك وشيوخه من قبله وتلميذه من بعده فرجع اليه اهل المغرب والاندلس وقلدوه دون غيره ممن لم تصل اليهم طريقته وايضا فالبداوة كانت غالبة على اهل المغرب والاندلس ولم يكونوا يعانون الحضارة التى لاهل العراق فكانوا الى اهل الحجاز اميل لمناسبة البداوة ولهذا لم يزل المذهب المالكى غضا عندهم ولم ياخذه تنقيح الحضارة وتهذيبها كما وقع فى غيره من المذاهب"۔[2]

(لیکن امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان کے مذہب سے اہل مغرب واہل اندلس مختص ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ بھی یہ مذہب پایا جاتا ہے لیکن ان ملکوں میں ان کے علاوہ کسی اور مذہب کی پیروی نہیں کی گئی اور اگر کی گئی تو بہت کم۔ جبکہ ان کا سفر غالباً حجاز کی طرف تھا اور یہ ان کے سفر کی انتہا تھی۔ مدینہ اس زمانہ میں دار العلم تھا۔ عراق اس سے خارج تھا۔ عراق ان کے راستے میں نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے علماء مدینہ سے لینے پر انحصار کیا۔ ان کے اُستاد اور ان کے امام اس زمانہ میں امام مالکؒ تھے۔ ان سے پہلے امام مالکؒ کے اساتذہ ان کے شیوخ تھے اور امام مالکؒ کے بعد ان کے شاگرد ان لوگوں کے اساتذہ بنے۔ لہٰذا امام مالکؒ کی جانب اہل مغرب اور اہل اندلس متوجہ ہوئے اور ان لوگوں نے امام صاحب کی تقلید کی۔ نیز یہ کہ بدوی زندگی اہل مغرب اور اندلس پر غالب تھی اور اہلِ عراق کو جو تمدن حاصل تھا اس سے یہ لوگ دُور تھے۔ چنانچہ بدویت کی مناسبت سے اہل حجاز کی طرف مائل ہوئے، اسی لئے مالکی مذہب ان کا پسندیدہ رہا۔ اور تمدن وتہذیب کی صفائی وشستگی انہیں حاصل نہیں ہوئی جیسا کہ دوسرے مذاہب کو حاصل ہوئی)

استاد ابو زہرہ نے ابن خلدون کے اس بیان کو مالکیوں پر اتہام قرار دیا اور چار وجوہ سے ان کے بیان پر تنقید کی، جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

(الف) مالکی مذہب کے مغرب واندلس میں فروغ کا یہ سبب کہ وہاں کے لوگ امام کے اساتذہ اور امام مالک کے شاگرد تھے۔ مصر پر بھی صادق آتی ہے اور وہاں مالکی وشافعی قاضیوں کا غلبہ رہا۔ شافعی مذہب کو ایوبیہ حکومت کی تائید وامداد حاصل ہوئی اور اندلس میں مالکی مذہب کے فروغ کا سبب صرف حج ہی نہیں بلکہ سلطان الدولہ کی سرپرستی بھی تھی۔ اسی کو ابن حزم نے ثابت بھی کیا کہ ان کا فروغ شاہی طاقت پر ہوا۔

---

[1] اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، احمد تیمور پاشا مترجم معراج محمد بارق ص ۸۸ کراچی قدیمی کتب خانہ سن ند

[2] مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۴۴۹، بغداد مکتبۃ المثنی سن ند

(ب) جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ حجاز اور اہل مغرب واندلس کے لوگ دونوں بدوی ہونے کی مناسبت رکھتے تھے، تو یہ بات بھی درست نہیں۔ کیونکہ اہل حجاز کو کوئی بدوی نہیں کہتا اور خاص کر اُموی دور میں یہاں کا تمدن اعلیٰ تھا۔ پھر بھی اگر مان لیں کہ اہلِ حجاز کے باشندے بدوی تھے تو اہلِ اندلس کے لئے یہ تسلیم نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ اسلام سے پہلے اور بعد دونوں زمانوں میں اعلیٰ تمدن رکھتے تھے۔

(ج) ابن خلدون کے نظریہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مالکی مذہب اہل بدو کا مذہب ہے، اہل تمدن وتہذیب کا نہیں ہے۔ یہ بات ان حالات کے مطابق نہیں ہے اور نہ ان قواعد وضوابط اور اصول کے مقابلہ میں درست ہے جو اس مذہب کے اصول ہیں۔ یہ مذہب اپنی خوبی وسعت اور قوت میں بہت اچھا ہے۔ مصالح مرسلہ، ذرائع، مراعات، عرف، قیاس کے نظریات کو اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(د) ابن خلدون کا یہ دعویٰ کہ اہلِ مغرب کی بدووت نے مذہب کو خراب کر دیا۔ اس میں خوبی داخل ہونے نہیں دی۔ درست نہیں ہے۔ اہل مصر بھی کبھی بدوی نہیں رہے اور یہ بات کہ مالکی مذہب میں تنقیح وصفائی نہیں ہے، ابن خلدون کی یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ اس میں صفائی وترقی ہے۔ استخراجِ مسائل اور اصول وفروع کا استنباط ہوتا ہے جو تمام عالم پر حاوی ہے۔[1]

مصر میں مالکی فقہ خود امام مالکؒ کی زندگی ہی میں فروغ پزیر ہو چکی تھی اور حجاز کے بعد مصر کو پہلا ملک سمجھنا چاہئے جہاں امام مالکؒ کا فیض پہنچا۔ مصر کے ممالیک کے زمانے میں شافعی قاضی کو پہلا درجہ اور مالکی قاضی کو دوسرا درجہ حاصل ہوتا تھا۔ بلاد تونس میں مذہب مالک ہمیشہ غالب رہا اور آج کل بھی وہاں اس کا غلبہ ہے۔ اندلس میں پہلے پہل اگرچہ امام اوزاعیؒ کا مسلک غالب تھا، لیکن ۲۰۰ھ کے بعد سے یہاں فقۂ مالک کو غلبہ حاصل رہا۔ یہ ملک بڑے بڑے علماء وفقہاء اور مصنفوں کی قرارگاہ رہا۔ مغرب اقصیٰ میں بنو تاشفین (۴۴۸ھ۔۱۰۵۶ء تا ۵۴۱ھ۔۱۱۴۷ء) کے عہد میں مالکیہ کو بہت فروغ ملا اور ان کی قوت میں اضافہ ہوا۔ ان علاقوں کے علاوہ سوڈان، بحرین اور کویت میں بھی یہ مذہب پھیلا۔ خاص طور پر بالائی مصر میں اسے وہی حیثیت حاصل رہی جو زیریں مصر میں شافعی مسلک کو حاصل تھی۔ آج مختلف ممالک اسلامیہ میں مالکیہ کی کل تعداد تقریباً چار پانچ کروڑ ہے۔[2]

صبحی محمصانی نے بھی اپنی کتاب میں پروفیسر سیسیون کا قول نقل کیا ہے کہ:

"دنیا میں مالکیوں کی مجموعی تعداد ساڑھے چار کروڑ ہے"۔[3]

آج کل یعنی پندرہویں صدی عیسوی میں مالکی مذہب کے پیروکار شمالی مغربی افریقہ کے ممالک مثلاً مراکش، موریطانیہ، تونس، الجزائر اور لیبیا میں اکثریت میں ہیں۔ مصر، سوڈان، شام، لبنان اور حجاز میں ان کی اقلیت ہے۔ ۱۹۳۰ء میں اس مذہب کے مقلدین کی تعداد کا اندازہ ساڑھے چار کروڑ لگایا گیا تھا"۔[4]

---

[1] مالک حیاۃ وعصرہ وارائہ وفقھہ، ابوزہرہ ص ۴۳۱۔۴۳۳۔ مصر مکتبۃ الانجلو المصریہ طبع ثانی سن ند

[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/۳۹۹

[3] فلسفۃ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۴۳۔ بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵۔۱۹۴۶

[4] اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، احمد تیمور پاشا کی کتاب ص ۱۰۰ پر معراج محمد بارق کا حاشیہ کراچی قدیمی کتب خانہ سن ند

مختلف ممالک میں مالکی مذہب کی اشاعت :

امام مالکؒ کے چند مشہور ترین تلامذہ اور تلامذہ التلامذہ جن کی بدولت مالکی مذہب کی اشاعت ہوئی :

مدینۃ المنورہ میں مالکی مذہب کی اشاعت :

امام مالکؒ کے اصحاب میں سے عبدالعزیز بن ابی حازم (م ۱۸۵ھ) محمد بن ابراہیم بن دینار (م ۱۸۲ھ) جو امام مالکؒ کے زمانے میں مدینے کے فقیہ تھے اور معن بن عیسیٰ (م ۱۹۸ھ) جو عصیہ مالک کہلاتے تھے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[1]

مصر میں مالکی مذہب :

۱۔ (ابو) محمد عبداللہ بن وہب بن مسلم القریشی (م ۱۹۷ھ) نے امام مالکؒ، لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، سفیان الثوری جیسے اہلِ علم و فضل سے علم حاصل کیا۔ ۱۶۸ھ میں امام مالکؒ کے پاس آئے اور ان کی وفات تک ان کی صحبت میں رہے۔ امام مالکؒ انہیں فقیہ مصر اور المفتی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے، اُستاد کے معتمدین میں سے تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی بدولت مسلک مالکی مصر اور بلاد مغرب میں پھیلا۔ امام مالکؒ کی وفات کے بعد لوگ فقہ کی تعلیم کے لئے ان کے پاس آتے تھے۔ انہوں نے امام مالکؒ کی کوئی تیس کتابیں مدون کیں۔ ان میں سے موطا، جامع کبیر، کتاب الاحوال، کتاب تفسیر الموطا، کتاب المناسک اور کتاب المغازی مشہور ہیں۔

۲۔ ابو عبداللہ، عبدالرحمن بن القاسم العتقی (م ۱۹۱ھ) مصر میں فقہ مالکی کی اشاعت کا کام کیا۔ امام مالکؒ کے علاوہ لیثؒ، الماجشون اور مسلم بن خالد سے روایت حدیث کی۔ فقہ مالکی کی تدوین میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ابو زہرہ نے انہیں اصحاب ابی حنیفہ میں (مذہب کا روای و ناقل ہونے کے سبب) امام محمد بن الحسن سے تشبیہ دی ہے۔ لوگ فتاویٰ و مسائل مالک میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ ان کی بعض آراء امام مالکؒ کی آراء سے مختلف ہیں۔

۳۔ اشہب بن عبدالعزیز القیسی المعافری (م ۲۰۴ھ) ایک عرصے تک اُستاد کی خدمت میں رہے۔ امام مالکؒ کے راویان فقہ میں سے ہیں۔ امام شافعیؒ کہا کرتے تھے کہ میں نے اشہب سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں : کتاب الاختلاف فی القسامۃ، کتاب فی فضائل عمر بن عبدالعزیز۔ ان کی ایک کتاب کا نام بھی المدونہ ہے۔ جس کی قاضی عیاضؒ نے بڑی تعریف کی ہے۔

۴۔ ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن اللیث (م ۲۱۴ھ) امام مالکؒ کے علاوہ لیث بن سعد، ابن عیینہ وغیرہ سے روایت کی۔ وہ محقق مذہب مالک مشہور ہیں۔ موطا امام مالکؒ سے روایت کی اور امام کے دوسرے شاگردوں سے ان کی دیگر کتابیں بھی سنیں اور انہیں یکجا کیا۔ وہ امام شافعیؒ کے دوستوں میں سے تھے۔

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/۳۸۳

۵۔ اصبغ بن الفرج الاموی (م ۲۲۵ھ۔۸۴۰ء) وہ اس دن وارد مدینہ ہوئے جس دن امام مالک ؒ کا انتقال ہوا۔ اکتساب علم امام مالک ؒ کے تلامذہ ابن القاسم ؒ، ابن وہب ؒ اور اشہب ؒ سے کیا۔ (ان کا شمار نامور اور مشہور اکابر مالکی فقہاء میں ہوتا ہے۔ ابن الماجشون کے نزدیک وہ مصر میں مالکی فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے)۔

۶۔ (ابوعبداللہ) محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم (م ۲۶۸ھ۔۸۸۲ء) مصر کے مسلمہ فقیہ تھے۔ شاگردان مالک میں سے تھے۔ نیز امام شافعی ؒ سے علم حاصل کیا۔ مغرب اور اندلس میں فقہ کی ترویج میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مصر میں علم کی ریاست ان پر ختم ہوگئی۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

۷۔ محمد بن ابراہیم بن زیاد الاسکندری المعروف بابن المواز (م ۲۸۱ھ۔۸۹۴ء) مالکی فقہ کے جید عالم اور مصنف، امام مالک ؒ کے بعض تلامذہ سے تحصیل علم کی فقہ وافتاء میں عالم راسخ تھے۔[1]

افریقہ واندلس میں مالکی مذہب :

"تاریخ الفلسفه فی الاسلام" کا مؤلف اندلس کے چوتھی صدی کے واقعات وحالات میں لکھتا ہے :

" ولم يدخل فى الاندلس الا مذهب فقهى واحد، هو مذهب الامام مالك ".[2]

(اور اندلس میں سوائے ایک فقہی مذہب کے کوئی دوسرا داخل نہیں ہوا، اور وہ امام مالک کا مذہب ہے)

افریقہ اور اندلس میں مالکی مذہب کی ترویج واشاعت میں حصہ لینے والے بعض حضرات کے اسماء وتعارف مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ ابوعبداللہ زیاد بن عبدالرحمن القرطبی المعروف بہ شبطون (م ۱۹۳ھ) اندلس میں مؤطا امام مالک ؒ سب سے پہلے انہی کے ذریعہ پہنچی۔ وہ دوبار امام مالک ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فتاویٰ مسلک مالک میں بھی ان کی ایک تصنیف ہے، جو 'سماع زیاد' کے نام سے مشہور ہے۔ لوگ انہیں فقیہ اندلس کے نام سے یاد کرتے تھے۔

۲۔ عیسیٰ بن دینار الاندلسی (م ۲۱۲ھ) اندلس میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں مانا جاتا تھا۔ قرطبہ کے مفتی بھی رہے۔ امام مالک ؒ سے مدینہ منورہ میں المؤطا کا درس لیا اور مشرق سے لوٹے تو ریاست علم کے مالک مانے گئے۔

۳۔ یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر اللیثی (المصمودی) (م ۲۳۴ھ۔۸۴۹ء) امام مالک ؒ سے المؤطا سنی۔ اس سے پہلے اندلس ہی میں زیاد بن عبدالرحمن القرطبی سے اس کا سماع کر چکے تھے۔ اندلس میں فقہ ومسلک مالکی انہیں کے ذریعے پھیلا اور پھلا پھولا۔ وہ اگرچہ اندلس میں عہدہ قضاء پر متمکن تو نہیں ہوئے لیکن وہاں ان کے مشوروں کے بغیر کوئی قاضی مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔ ان کے بے شمار شاگرد تھے۔ المؤطا کی مشہور ومتداول روایت انہیں کی ہے اور یہی معتبر ترین سمجھی جاتی ہے۔ وہ عاقل اہل اندلس کے لقب سے مشہور تھے۔

---

[1] حوالہ سابق ۳۹۶/۱۸

[2] تاریخ الفلسفہ فی الاسلام، الاستاذ ٹ۔ ج۔ دی بور جامعہ امستردام T.J. D Doer اس کتاب کا محمد عبدالہادی ابوریدہ نے عربی زبان میں ترجمہ کیا ص ۳۶۲۔ مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۷ء طبع رابع سنہ ند

ز۔ عبدالملک بن حبیب بن سلیمان السلمی (القرطبی) (م ۲۳۸ھ۔۸۵۳ء) فقہ مالک کے حافظ سمجھے جاتے تھے۔ تاریخ وادب میں بھی بڑی دسترس تھی۔ کثیر التعداد کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے کتاب "الواضحة فی السنن و الفقه" مشہور ترین ہے۔ ابن الماجشون، مطرف، عبداللہ بن الحکم جیسے علماء سے فقہ وحدیث کا درس لیا۔ قرطبہ کے مفتی بھی رہے۔ یحیٰ بن یحیٰ تلمیذ امام مالکؒ کی وفات کے بعد ریاست علمی انہیں کے حصے میں آئی (اور وہ اپنے زمانے میں اندلس کے عالم اور فقیہ مشہور تھے)۔

ح۔ شمالی افریقہ میں عبداللہ بن غانم الافریقی (م ۱۹۰ھ) تھے اور ان کے ساتھ ابوالحسن علی بن زیاد التونسی (م ۱۸۳ھ) تھے جنہوں نے امام مالکؒ، سفیان ثوری، لیث بن سعد جیسے علماء سے سماعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے زمانے میں افریقہ میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ الزواوی (م ۴۳۷ھ) کی کتاب "مناقب الامام مالک بن انس" کے تحقیقی حاشیہ میں الدردیری نے لکھا: "وهو اول من ادخل مؤطا مالک و جامع سفیان الثوری الی افریقیة"[1] (سب سے پہلے انہوں نے ہی مؤطا امام مالکؒ اور جامع سفیان ثوری کو اہل افریقہ میں متعارف کرایا) قیروان کے اہل علم اختلاف مسائل کے وقت ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ قاضی اسد بن الفرات اور سحنون جیسے علماء نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

ط۔ اسد بن الفرات (م ۲۱۳ھ۔۸۲۸ء) مسائل فقہ مالک کی اولین کتاب المدونة (الاسدیہ) انہی کی تصنیف ہے۔ اصلاً نیشاپور کے رہنے والے تھے، ولادت حران میں ہوئی اور نشوونما (قیروان اور) تونس میں پائی۔ اولاً علی بن زیاد تلمیذ مالک سے مؤطا کا درس لیا اور پھر بنفس نفیس امام سے ملاقات کی اور شرف صحبت حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ عراق بھی گئے اور امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ عظام قاضی ابویوسف، امام محمد اور اسد بن عمرو سے فقہ کی تحصیل کی اور قاضی ابویوسف نے ان سے مؤطا کی سماعت کی۔ (۲۱۲ھ۔۸۲۷ء) میں بحری بیڑہ لے کر جزیرہ صقلیہ کو فتح کیا) زیادۃ اللہ والی افریقہ نے انہیں معاً قاضی وامیر صقلیہ مقرر کیا۔ صقلیہ میں نظام حکومت کی تشکیل کے ساتھ ہی باقاعدہ محکمہ قضاء بھی قائم ہوا۔ دارالسلطنت بلرام کے قاضی کو قاضی القضاء کی حیثیت دی جاتی اور دیگر شہروں میں قاضی ومفتی مقرر کئے جاتے تھے۔ مقدمات کا فیصلہ اسلامی قوانین فوجداری کی رُو سے ہوتا تھا۔ نفاذ حدود میں فقہ حنفی سے رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔ اہل صقلیہ کی اکثریت حنفی المذہب تھی، تاہم کچھ عرصہ بعد حنفی ومالکی دونوں فقہوں کے علماء قاضی بنائے جانے لگے۔ فاطمی دور حکومت میں صقلیہ کی عدالتوں میں شیعی فقہ کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ جبکہ دولت کلبیہ کے عہد میں قضاء پر سنی المذہب علماء کا تقرر عمل میں آیا۔ صقلیہ میں اسلامی نظام حکومت ۴۶۴ھ۔۱۰۷۱ء) تک قائم رہا۔[2] وہ قیروان کے قاضی بھی تھے اور حصار سرقوسہ میں امیر لشکر بھی اور اسی معرکے میں ان کی وفات ہوئی۔

۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/۳۸۳

[1] حاشیہ مناقب الامام مالک بن انس للزواوی، طاہر محمد الدردیدی ص ۸۳

[2] تاریخ نفاذ حدود، نور احمد شاہتاز ص ۱۹۷۔ کراچی فضلی سنز ۱۹۹۸ء اس میں احسن التقاسیم للمقدسی ص ۲۲۸ گستاولی بان، تمدن عرب ص ۲۸۱۔ تاریخ صقلیہ ۱/۲۲۱، ۲/۹۳۔ ایس پی اسکاٹ۔ اخبار الاندلس ۲/۳۴ کے حوالہ سے مذکور ہے

۷۔ عبد السلام بن سعید (بن حبیب) التنوخی المعروف بہ سحنون (م ۲۴۰ھ۔۸۵۴ء) (قیروان میں پیدا ہوئے) انہوں نے تونس اور پھر مصر میں امام مالکؒ کے تلامذہ سے تحصیل علم کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ بھی گئے اور وہاں کے علماء سے اکتساب کیا۔ اس وقت امام مالکؒ انتقال کر چکے تھے۔ ان کے بارے میں ابن القاسم کا کہنا ہے کہ افریقیہ سے ہمارے پاس سحنون جیسا کوئی عالم نہیں آیا، قیروان کے قاضی بھی رہے۔ المدونہ کا سہرا انہی کے سر ہے۔ وہ اپنے زمانے کے محبوب ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔[1]

مشرق میں مذہب مالکی کی اشاعت :

مشرق میں اس مذہب کی اشاعت کرنے والے مشہور حضرات میں سے چند مشرق ادنیٰ میں تھے۔ مثلاً بصرہ میں عبداللہ بن سلمہ القعنبی (م ۲۲۱ھ) تھے اور مشرق اقصیٰ مثلاً یحیٰ بن یحیٰ التمیمی (م ۲۲۶ھ) نیشاپور میں رہے تھے۔[2]
ان کے علاوہ مشہور حضرات یہ ہیں :

۱۔ ابو مروان عبدالملک بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشون (م ۲۱۲ھ۔۸۲۷ء) سحنون وغیرہ علماء نے انہیں سے تحصیل فقہ کی۔ ان کے والد عبدالعزیز بن الماجشون امام مالکؒ کے دوست تھے، وہ فقیہ بن فقیہ تھے۔ وہ امام مالکؒ کے تلامذہ میں اپنی دانائی کے اعتبار سے مشہور تھے۔ انہوں نے امام مالکؒ اور اپنے والد سے روایت کی ہے۔

۲۔ احمد بن المعذل بن غیلان العبدی، ابن الماجشون وغیرہ سے تحصیل کی۔ مشرق اور خصوصاً عراق میں وہ مالکیہ میں بلند ترین فقیہ سمجھے جاتے تھے۔

۳۔ القاضی ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید (م ۲۸۲ھ۔۸۹۶ء) بن المعذل سے فقہ کا درس لیا اور ابن المدینی سے حدیث پڑھی۔ مالکیہ عراق نے فقہ کی تعلیم انہی سے لی۔ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ انہوں نے فقہ مالک کی نشر و اشاعت میں بڑا حصہ لیا اور لوگوں کو مسلک مالک کی طرف رغبت دلائی اور کئی کتابیں تصنیف کیں۔ مثلاً احکام القرآن، احوال القیامۃ (تقریباً تین صد ورق)، المبسوط، الاحتجاج بالقرآن، شواہد الموطا، الاموال والمغازی۔[3]

مالکی اور حنفی مذہب کی نشو ونما میں فرق :

(الف) امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد مل کر ایک مکتبہ تھے۔ لہٰذا ان کی شخصیتیں امام کی شخصیت میں مدغم نہیں ہوئیں، بلکہ وہ امام ابوحنیفہ کی زندگی میں ان سے مجادلہ، قیاسات میں ان سے تنازع ومخالفت کرتے۔ امام صاحب کی وفات کے بعد فقہ عراقی کی ریاست امام ابو یوسف اور امام محمد کے سپرد ہوئی تو فقہ حنفی نے ترقی کی۔

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/ ۳۹۷ [2] حوالہ سابق ۸/ ۳۸۳ [3] حوالہ سابق ۸/ ۳۹۷

جبکہ امام مالکؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی طرح اپنے شاگردوں کے لئے مناقشہ کا دروازہ نہیں کھولا، قیاس کے طریقہ یا آراء میں تنازع پیش نہیں آیا۔ بلکہ مسائل کے احکام ان کے اخذ کے طریق سے واضح کر کے تعلیم کرتے تھے اور ان سے ان کے شاگرد جمع کرتے۔ جس کی تدوین خود امام مالک نے کی ہوئی تھی، لہٰذا ان کے شاگردوں کی امام مالکؒ کی شخصیت کی طرح حیثیت نہیں تھی۔ امام مالکؒ کی وفات کے بعد ان کے بڑے شاگردوں کی رائے قائم ہوئیں جس میں انہوں نے امام مالکؒ سے اختلاف بھی کیا۔ استاد ابوزہرہ نے اس طرح کے اختلاف کی کئی مثالیں اپنی کتاب میں پیش کیں ہیں۔[1]

(ب) دوسری حقیقت جس میں مالکی مذہب، حنفی مذہب سے جدا ہے یا عام شکل میں عراقیین کے مذہب سے جدا ہے وہ یہ ہے کہ مالکی مذہب میں استنباط یا تخریج کا طریقہ حنفی منہاج کے خلاف ہے۔[2]

Noel J. Coulson اپنی کتاب میں حنفی و مالکی مذاہب کی دیگر مذاہب پر تقدیم اور ان کے مخصوص موطن سے متعلق لکھتے ہیں:

"The two oldest schools are the Hanafis and Malikis, and both came into existence as the represantatives of the legal tradition of a particular geographical Locality ——— The Former being the disciples of Abu Hanifa (d.767) in the Iraq center of Kufa, the later the followers of Malik b. Anas (d. 769) in the Arabian Center of Medina.[3]

(حنفی اور مالکی مذاہب دونوں قدیم ترین ہیں۔ یہ دونوں معارض وجود میں ایک خاص قانونی روایت اور مخصوص جغرافیائی یا حالات کی مرہون منت ہیں۔ جس میں اول الذکر امام ابو حنیفہؒ (متوفی ۷۶۷ء) کے مقلدین کا عراق کے مرکزی شہر کوفہ میں مرکز تھا اور موخر الذکر امام امالکؒ بن انس (متوفی ۷۶۹ء) کا مرکز مدینۃ المنورہ جزیرہ نمائے عرب میں تھا)

حنفی مالکی مذہب کے مناہج کے مابین فرق و اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے Noel J. Coulson مزید لکھتے ہیں:

"Because this group believed that every rule of Law must be derived either from the Qur'an or from the Prophet's practice as recorded in reports known as Hadith they became known as the supporters of Hadith" (ahl-al-Hadith), as against the supporters of ray" (ahl-al-ra'y). Who maintained that the free use of human reason to elaborate the Law was both legilimate and necessary. The rift between the two groups hardened in the eight century into the first fundamental conflict of principle in nascent Islamic Jurispruedence and epitomized the tension between the divine and the human element in Law".[4]

۱۔ مالک حیاتہ وعصرہ وآرؤہ وفقہہ ص ۳۴۳-۳۴۴ ملخص ۲۔ حوالہ سابق ص ۳۴۶

۳۔ Conficts and Tensions in Islamic Jurisprudence, Noel J. Coulson Page # 21, The University of Chicago Press Chicago and London 1969.

۴۔ حوالہ سابق ص ۳۳

(مالکی مذہب کے ماننے والے اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ ہمیں احکام قرآنی کے ساتھ حدیث کو بھی ایک بنیادی ماخذ کے طور پر مشعلِ راہ بنانا چاہئے۔اسی وجہ سے انہیں اہلِ حدیث کہا گیا۔اس کے برعکس حنفی مذہب کے اصحاب الرائے اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ قرآن واحادیث نبوی کے بعد نئے مسائل کا حل اجتہاد کے ذریعہ کرنا چاہئے۔اجتہاد سے مقصد یہ تھا کہ ہر صاحب فہم وفکر انسان قرآن وسنت کی روشنی میں نئے مسائل کا حل دریافت کرے،اسی لئے حنفیہ کا نام اہل الرائے پڑ گیا اور انسانی ذہن وفکر کو رکھتے ہوئے اس انداز سے اسلامی قوانین کی تشریح وتوضیح ان کے لئے ضروری تھی۔لیکن ان دونوں مکاتب فکر کے درمیان اختلاف آٹھویں صدی عیسوی میں زیادہ اُبھر کر سامنے آیا اور اسی وقت سے ان دونوں مکاتب ہائے فکر میں اسلامی فقہ کی تدوین وتشریح مختلف انداز سے کی جانے لگی)

☆☆☆

فصل سوم

شافعی مذہب اور اس کا نشأ وارتقاء

امام شافعیؒ :

محمد بن ادریس بن العباس، شافعی ۱۵۰ھ میں خودان کے ایک قول کے مطابق بمقام غزہ (شام) میں پیدا ہوئے[۱] اور صحیح قول کے مطابق ۲۰۴ھ میں مصر میں وفات پائی[۲]۔

ان کا سلسلہ نسب عبد مناف پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد میں سے حضرت سائب کو حضور ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے وہ جنگ بدر کے روز اسلام لائے تھے۔ ان کے بیٹے شافع کو بھی جوانی میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔[۳]

غزہ امام شافعی کا آبائی وطن نہیں بلکہ ان کے والد کسی ضرورت سے شام آئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا[۴]۔ امام شافعی کی ولادت کے دو سال بعد ان کی والدہ انہیں آبائی وطن مکہ لے آئیں۔ وہیں انہوں نے سات برس کی عمر میں قرآن کریم اور دس برس کی عمر میں مؤطا حفظ کرلی[۵]۔ امام شافعی نے جن اساتذہ کو تحصیل علم کے لئے منتخب فرمایا اس سے متعلق ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں :

> " وانتهت رياسة الفقه بالمدينة الى مالک بن انس رحل اليه ولازمه واخذ عنه وانتهت رياسة الفقه بالعراق الى ابى حنيفة فاخذ عن صاحبه محمد ابن الحسن جملا ليس فيها شئى الا وقد سمعه عليه فاجتمع له علم اهل الرای وعلم اهل الحديث فتصرف فی ذلک حتى اصل الاصول وقعد القواعد واذعن له الموافق والمخالف واشتهر امر وعلا ذكره وارتفع قدره حتى صار منه ماصار "[۶]۔

۱۔ توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس فی مناقب الامام شافعی، حافظ ابن حجر العسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ۔ ص ۴۹، مطبعہ المیریہ بولاق مصر المحمیہ ۱۳۰۱ھ۔ ابن حجر نے ان کی جائے پیدائش سے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں اس میں امام شافعی سے ایک قول غزہ میں ولادت کا بھی منقول ہے۔

۲۔ مناقب الامام الشافعی، ابی السعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم، ابن الاثیر الجزری (۵۴۴ھ۔ ۶۰۶ھ) ص ۷۲۔ ۷۵۔ تحقیق تعلیق خلیل ابراہیم ملا خاطر، جدہ، دار القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ، بیروت موسسہ علوم القرآن ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰ء

۳۔ حوالہ سابق ص ۶۳۔ ۶۴

۴۔ کتاب الجواهر اللماع، فيما ثبت بالسماع من حكم الامام الشافعی المنظومه والمنثورة، حسین ابن عبد اللہ باسلامیہ شافعی مکی ص ۱۹۔ مصر مطبعہ کردستان العلمیہ ۱۳۲۶ھ

۵۔ کتاب الجواهر النفیس فی تاریخ حیاة الامام محمد بن ادریس محمد آفندی مصطفیٰ ص ۳۔ المطبعہ الحسینیہ المصریہ ۱۳۲۶ھ۔ ۱۹۰۸ء

۶۔ توالی التاسیس، ابن حجر عسقلانی ص ۵۴

(مدینہ کی ریاست فقہ امام مالک بن انس پر ختم ہوتی تھی ان کی خدمت میں رہ کر اکتساب کیا۔ عراق کی ریاست فقہ امام ابوحنیفہ پر ختم ہوتی تھی وہاں ان کے شاگرد محمد بن حسن سے ان کی مکمل فقہ سیکھی۔ اس طرح ان میں اہل الرای اور اہل حدیث دونوں کا علم مجتمع ہوگیا۔ پھر آپ نے اس علم کی روشنی میں اپنے اصول وقواعد وضع کئے۔ موافق ومخالف آپ کی فضیلت علمی کے معترف ہوئے آپ کو شہرت وقدر ومنزلت حاصل ہوئی اور آپ کیا سے کیا ہوگئے)

ابن حجر نے آپ کی فقہی عظمت وشان سے متعلق مختلف اقوال پیش کئے ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ:

"وقال احمد بن حنبل: لولا الشافعی ماعرفنا فقه الحدیث".[1]

(امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اگر امام شافعی نہ ہوتے تو ہم فقہ الحدیث نہیں سمجھ پاتے)

مگر امام شافعی اپنے منہج سے متعلق فرماتے تھے:

"اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقولوا بها ودعوا ماقلته".[2]

(اگر تم میری کتاب میں سنتِ رسول ﷺ کے خلاف کچھ پاؤ تو اس کی نشاندہی کرو اور میری بات کو چھوڑ دو)

اور وہ فرماتے تھے:

"کل متکلم من الکتاب والسنة فهو الحق وماسواه هذیان".[3]

امام مزنی فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا:

"اذا وجدتم سنة صحیحة فاتبعوها ولا تلتفتوا الی قول احد".[4]

(اگر تمہیں سنت صحیحہ ملے تو اس کی اتباع کرو اور کسی اور کے قول کی طرف توجہ نہ دو)

فقہ شافعی کی اشاعت:

مصر اور شام شافعی مذہب کا مرکز تھے ان علاقوں میں جب سے شافعی مذہب کا ظہور ہوا، برابر غلبہ حاصل کرتا رہا۔ ان شہروں میں ان کے علاوہ قضا اور خطابت کا عہدہ کسی کے سپرد نہ کیا جاتا تھا۔ پھر مذہب شافعی نے مصر سے نکل کر عراق میں عروج حاصل کیا اور بغداد میں ان کے متبعین کی اکثریت ہوگئی اور بہت سے علاقے خراسان، توران، شام اور یمن میں انہوں نے غلبہ حاصل کیا۔ ماوراء النہر فارس، حجاز اور ہندوستان کے بعض علاقوں میں جا پہنچا اور ۳۰۰ھ میں شمالی افریقہ اور اندلس میں بھی اس نے رسوخ حاصل کرلیا۔

عبدالحئی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) نے لکھا:

"وشاع مذهب الشافعی فی اکثر بلاد الحجاز والیمن بعض بلاد الهند وبعض اطراف بلاد الدکن وبعض اطراف خراسان وتوران".[5]

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۳۵ [2] حوالہ سابق ص ۶۳ [3] حوالہ سابق ص ۶۴

[4] کتاب الجواهر النفیس فی تاریخ حیاة الامام محمد بن ادریس، محمد آفندی مصطفیٰ ص ۲۴، المطبعة الحسینیه المصریه ۱۳۲۶ھ۔ ۱۹۰۸ء

[5] الفوائد البهیه فی تراجم الحنفیه، امام ابوالحسنات محمد عبدالحئی لکھنوی ہندی (۱۲۶۴ھ۔ ۱۳۰۴ھ) ص ۶۔ کراچی مکتبہ خیر کثیر سندھ

(اور مذہب شافعی حجاز اور یمن کے اکثر شہروں میں اور ہند کے بعض شہروں میں، دکن، خراسان اور توران کے بعض حصوں میں پھیلا)

ابن خلدون متوفی (۸۰۸ھ)، شافعی مذہب کی اشاعت سے متعلق فرماتے ہیں:

"واما الشافعي فمقلدوه بمصر اكثر مما سواها وقد كان انتشر مذهبه بالعراق وخراسان وماوراء النهر وقاسموا لحنفية في الفتوى والتدريس في جميع الامصار وعظمت مجالس المناظرات بينهم وشحنت كتب الخلافيات بانواع استدلالاتهم ثم درس ذلك كله بدروس المشرق واقطاره وكان الامام محمد بن ادريس الشافعي لمّا نزل على بني عبدالحكم بمصر اخذ عنه جماعة من بني عبدالحكم واشهب وابن القاسم وابن المواز وغيرهم ثم الحارس بن مسكين وبنوه انقرض فقه اهل السنة من مصر بظهور دولة الرافضة وتداول بها فقه اهل البيت وتلاشي من سواهم الى أن ذهبت دولة العبيديين من الرافضة على يد صلاح الدين يوسف بن ايوب ورجع اليهم فقه الشافعي واصحابه من اهل العراق والشام فعاد الى احسن ماكان ونفقت سوقه واشتهر منهم محيي الدين النووی من الحلبه التي ربيت في ظل الدولة الايوبية بالشام وعز الدين بن عبدالسلام ايضا ثم ابن الرفعة بمصر وتقي الدين بن دقيق العيد ثم تقي الدين السبكي بعدها الى ان انتهى ذلك الى شيخ الاسلام بمصر لهذا العهد وهو سراج الدين البلقيني فهوا ليوم اكبر الشافعيه بمصر كبير العلماء بل اكبر العلماء من اهل المصر"[1]

(امام شافعی کے مقلدین کی تعداد اور دوسرے علاقوں کی نسبت مصر میں زیادہ ہے۔ ان کا مذہب عراق وخراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں بھی پھیل چکا ہے اور تمام شہروں میں فتویٰ وتدریس میں احناف کے حریف بنے ہوئے ہیں۔ ان کے مابین مناظروں کی محفلیں گرم رہتی ہیں اور کتب خلافیات انواع واقسام کے استدلالات سے بھری پڑی ہیں اور مشرق کے تمام مدارس میں ان کا درس دیا جاتا ہے۔ امام شافعی جب مصر میں بنی الحکم کے پاس وارد ہوتے تو بنی الحکم کے خاندان کی ایک جماعت اور اشہب، ابن القاسم اور ابن المواز وغیرہ نے ان کا مذہب اخذ کیا۔ پھر حارث بن المسکین اور ان کی اولاد نے ان سے استفادہ کیا۔ پھر شیعہ سلطنت کے ظہور سے اہلِ سنت کی فقہ ختم ہوگئی اور وہاں اہلِ بیت کی فقہ نے رواج حاصل کرلیا اور دوسرے مذاہب کی فقہ ختم ہوگئی۔ یہ صورت سلطان صلاح الدین ایوبی کے مصر پر قبضہ تک باقی رہی۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین کے تسلط حاصل کر لینے کے بعد فقہ شافعی اور ان کے اصحاب عراق وشام سے دوبارہ مصر چلے آئے اور وہی بازار دوبارہ گرم ہوگیا۔ اور ان میں محی الدین النووی نے شہرت حاصل کی جو کہ شام میں دولت ایوبیہ کے زیرِ سایہ تربیت حاصل کر چکے تھے۔ نیز عز الدین بن عبدالسلام، ابن الرفعۃ، تقی الدین، بن دقیق العید، پھر ان کے بعد تقی الدین سبکی نے شہرت حاصل کی۔ یہاں تک کہ مصر کے شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی نے فقہ شافعی کا علم اپنے ہاتھ میں لے لیا جو کہ آج کل شافعیہ کے بہت بڑے فقیہ بلکہ اس دور کے سب سے بڑے عالم ہیں)

---

[1] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون (۷۳۲ھ۔۸۰۸ھ) ص ۴۴۸۔۴۴۹۔ بغداد، مکتبۃ المثنیٰ سن ند

مصر میں شافعی مذہب کی اشاعت :

مصر تو اس کا پہلا وطن سمجھا جاتا ہے۔ وہاں حنفی اور مالکی مذہب پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اسی کی سیادت رہی اور دولت فاطمی کے آنے تک اسے غلبہ حاصل رہا۔ اس کے بعد مصر میں شیعہ امامیہ کی فقہ پنپنے لگی اور اس کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۴۶ھ۔ ۱۱۶۹ء) نے مصر پر قبضہ کیا اور اس نے مذہب معروف کو دوبارہ بحال کیا، مذہب شافعیؒ پر عمل درآمد ختم ہوگیا۔ ایوبی خاندان نے ہمیشہ مذہب کو عزت کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ یہ سب شافعی المسلک تھے، بجز عیسیٰ بن العادل ابوبکر کے جو شام کا حاکم تھا اس نے حنفی مذہب اختیار کرلیا تھا اور نہ عیسیٰ کے سوا اس خاندان کا کوئی فرد حنفی نہ تھا پھر ان کی اولاد بھی حنفی مذہب کی پابند رہی۔ چنانچہ حنفیہ اسے اپنے فقہاء میں شمار کرتے ہیں۔ پھر جب سلطنت ایوبی کے بعد دولت ممالیک کا دور آیا تو شافعیؒ مذہب کی وقعت اور عزت میں کمی نہیں آئی کیونکہ ان کے سلاطین بجز سیف الدین بیبرس کے سب شافعی المسلک تھے صرف سیف الدین حنفی مذہب کا پابند تھا بلکہ امام جلال الدین سیوطی نے تو کتاب "حسن المحاضرہ" میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس خاندان کے تمام افراد شافعی تھے۔

چنانچہ اس سلطنت میں بھی شافعی مذہب کے مطابق فیصلے ہوتے رہے اور عہدۂ قضا شافعی علماء کے ہاتھ میں رہا لیکن ۶۶۴ھ/۔ ۱۲۶۵ھ۔ ۱۲۶۶ھ میں ملک الظاہر بیبرس نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر مذہب کا الگ قاضی ہونا چاہئے جو اس مذہب کے مطابق فیصلہ کرے۔ لہٰذا اس وقت سے لے کر قاہرہ اور فسطاط میں ہر مذہب کا الگ قاضی ہوتا تھا اور اس نے نواب مقرر کئے اور شہود کا اجلاس بٹھایا مگر شافعی کا مرتبہ دوسرے مذاہب اربعہ پر بلند رکھا کیونکہ یہاں انہی کو تولیت نواب کے اختیارات حاصل تھے۔ اموال یتامیٰ اور اوقاف کے محکمے بھی اسی کے سپرد تھے اس لئے اس مذہب کو سلطنت میں اونچا مقام حاصل تھا۔ پھر اس کے بعد مالکی اور پھر حنبلی کا درجہ تھا مگر صبح الاعشیٰ میں مذکور ہے کہ ابن بطوطہ الملک الناصر کے دور میں ترتیب بیان کرتے ہوئے حنفی کو مالکی پر مقدم رکھتے ہیں۔ پھر جب عہدۂ قضا زہان الدین بن عبدالحق الحنفی کے ہاتھ آیا تو وزراء نے ملک الناصر کو اشارہ کیا کہ مالکی اس سے اُوپر بیٹھا کرے۔ جیسا کہ پہلے سے رواج چلا آتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کے مطابق عمل کیا۔

پھر چرکسی ممالیک کے دور میں بھی یہی حالت قائم رہی۔ حتیٰ کہ مصر میں عثمانی سلطنت قائم ہوگئی انہوں نے مذاہب اربعہ کے عہدۂ قضاء کو مذہب کے اختصاصات کو ختم کر کے عہدہ حنفی مذہب کے سپرد کردیا اور آج تک اسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔ ہاں احوال شخصیہ، وقف، توارث اور وصیت کے مسائل میں اس نے دوسرے مذاہب سے بھی استفادہ کیا ہے اور یہی وہ مسائل ہیں جن کے فیصلے شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ہوتے ہیں[1]

صبحی محمصانی لکھتے ہیں :

"وان مصر ولاریب ھی عمادۃ المذھب الشافعی ، ففیھا نشر الامام ال شافعی مذھبہ الجدید . وفیھا کان کثیر من اصحابہ وتلامیذہ وناشری مذھبہ ، وفیھا لایزال لہ اتباع

[1] شافعی حیاۃ وعصرہ و آرائوہ وفقھہ ، ابوزہرہ ص ۳۷۱۔۳۷۲۔ مفہوم دارالفکر العربی سن ند

كثيرون ، وخاصة في الريف ، وكان هذا المذهب مذهب الدولة ايام الايوبيين ، وكان منصب شيخ الازهر الشريف محصوراً في علمائه مدة من الزمن "۔[1]

(یا شبہ مصر شافعی مذہب کا مرکز تھا کیونکہ امام شافعی نے یہیں اپنے مذہب کو رواج دیا اور آپ کے اکثر شاگرد اور ناشرین مذہب بھی یہیں گزرے ہیں اور آپ کے پیروکار وہاں کثرت سے موجود ہیں، بالخصوص ریف کے علاقے میں۔ حکومت ایوبیہ کے عہد میں حکومت کا یہی مذہب تھا اور مدت دراز تک جامعۃ الازہر کے شیخ کا منصب شافعی علماء کے لئے مخصوص رہا)

شام میں مذہب شافعی کی اشاعت :

تیسری صدی ہجری کے اختتام، دسویں صدی کے آغاز تک انہوں نے شام میں اوزاعیوں کے مقابلے میں کافی کامیابی حاصل کی۔ چنانچہ ابوزرعہ (م ۳۰۲ھ۔ ۹۱۵ء) سے شروع ہو کر دمشق میں قاضی کا عہدہ ہمیشہ انہی کے پاس رہا۔ مقدسی کے زمانے میں شام، کرمان، بخارا اور خراسان کے بڑے حصے میں قاضی کا عہدہ شوافع ہی کے پاس تھا۔ شمالی الجزیرہ (اقور) اور دیلم میں انہیں زبردست قوت حاصل ہو چکی تھی۔[2]

عراق میں مذہب شافعی کی اشاعت :

امام شافعی پہلی مرتبہ جب بغداد آئے تو وہ مالکی فقہ سے تو واقف ہی تھے وہاں مشہور حنفی عالم محمد بن حسن الشیبانی کے ذریعہ سے فقہاء عراق کے نظریات کا تفصیلی علم بھی حاصل کر لیا۔ کچھ عرصہ بغداد میں قیام کے بعد وہ حجاز چلے گئے اور ہارون الرشید کی وفات کے بعد ۱۹۵ھ میں دوبارہ عراق آئے تو علماء عراق ان سے مستفید ہوئے ان علماء کے سامنے امام شافعی نے اپنے نظریات کی وضاحت کی اور انہیں فقہ شافعی کے اصول وضوابط تحریر کرائے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ حجاز چلے گئے اور پھر ۱۹۸ھ میں تیسری بار عراق آئے اور اسی سال مصر چلے گئے۔

یہ وہ پس منظر تھا جس میں امام شافعی نے وہاں اپنے مذہب کی اشاعت کی۔ عراق میں ان کے شاگردوں کی ایک کثیر جماعت موجود تھی جو اس مذہب کی ترویج و اشاعت کے کام میں مصروف رہتی جس کی وجہ سے عراق میں بھی مذہب شافعی کو قدر و منزلت حاصل ہوگئی مگر وہ کسی صورت حنفی مذہب پر غلبہ حاصل نہ کر سکی۔ اس بات کی تصدیق "کتاب خطط المقریزی" میں مذکور چوتھی صدی ہجری کے اس واقعہ سے بھی ہو سکتی ہے جس میں تحریر ہے کہ خلیفہ قادر باللہ ابوالعباس احمد کے زمانہ خلافت میں شافعی مذہب کے ایک بہت بڑے پیروکار ابو حامد الاسفر ایینی کو خلیفہ کے دربار میں تقرب حاصل ہو گیا۔ اسفر ایینی کی سفارش اور اصرار پر خلیفہ نے ابو محمد بن الاکفانی الحنفی کی جگہ ابوالعباس احمد بن محمد البارزی شافعی کو بغداد کا قاضی مقرر کر دیا۔ حنفیوں کو خلیفہ کے اس اقدام سے تشویش پیدا ہوئی اور انہوں نے اس تقرر کی پُر زور مخالفت شروع کر دی۔ دریں اثناء خلیفہ کو بھی بعض شواہد کی بناء پر یقین ہو گیا کہ اسفر ایینی ان کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔ چنانچہ خلیفہ نے اسفر ایینی کو جلاوطن اور بارزی کو عہدۂ قضا سے علیحدہ کر دیا۔ اس طرح قضاء دوبارہ حنفیوں کے ہاتھ میں آگئی اور ان کی گمشدہ عزت و شوکت بحال ہو گئی۔ یہ واقعات ۳۹۳ھ میں پیش آئے۔

---

[1] فلسفه التشريع في الاسلام ، صبحي محمصاني ص ۴۸، بیروت الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء

[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۱/۵۸۱

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر عراق میں تو شافعی مذہب کی ترقی رک گئی لیکن سلطان محمود بن سبکتگین اور نظام الملک کی وجہ سے بلاد مشرق میں صلاح الدین ایوبی اور اس کے جانشینوں کی مدد سے مصر میں اس مذہب کی کافی اشاعت ہوئی [1]

دائرہ معارف اسلامیہ میں مذکور ہے :

"امام شافعیؒ کی سرگرمیوں کے دو بڑے مراکز بغداد اور قاہرہ تھے .... تیسری اور چوتھی صدی / نویں و دسویں صدی عیسوی میں ان دو شہروں میں شافعی مذہب کے مقلدین کا اضافہ ہونے لگا۔ حالانکہ ابتداء ہی سے بغداد میں جو اس وقت اہل الرائے کا مرکز تھا انہیں بڑی مشکلات درپیش رہیں [2]

فارس، خراسان، بحستان اور ماوراء النہر میں شافعی مذہب کی اشاعت :

اس بارے میں استاد ابوزہرہ کی تحقیق کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

شافعی مذہب فارس میں بھی پہنچا۔ بقول سبکی کے ایک زمانہ تو وہ تھا کہ وہاں سوائے مذہب شافعی اور مذہب داؤد ظاہری کے کسی مذہب کے قدم ہی نہیں جم پائے۔ پھر شیعی مذہب وہاں کا عوامی مذہب بن گیا۔ اسی طرح بلاد خراسان، بحستان اور ماوراء النہر وغیرہ میں بھی شافعی مذہب ایک مخصوص منزلت رکھتا تھا۔ یہاں حنفیوں اور شیعوں سے اس مذہب کے متبعین کی جنگیں بھی ہوئیں۔

مذہب شافعی کے شیوع ان بلاد وامصار میں سبب اس کے علماء کی نشاط فکر تھی۔ محمد بن اسماعیل القفالی الکبیر الشاشی (متوفی ۳۶۵ھ) وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ابن سبکی کے بیان کے مطابق رے اور ماوراء النہر میں پاؤں جمانے کے مواقع فراہم کئے۔ اسی طرح عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ المروزی کے باعث جیسا کہ سخاوی کا قول ہے، مرو میں اور سفرائینی کے باعث اسفرائن میں یہ مذہب پھیلا۔ مذہب شافعی جس طرح عوام کے لئے جذب وکشش رکھتا تھا اسی طرح خواص بھی اس کے اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ابن اثیر نے اپنی تاریخ "الکامل" میں ۵۹۵ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غزنہ کا فرماں روا غیاث الدین جو مذہب کرامیہ کا پیرو تھا، شافعی ہوگیا تھا۔ اس مذہب کو دوسرے مذاہب شیعہ، حنفی وغیرہ سے مصروف پیکار بھی ہونا پڑا۔ اور یہ رزم و پیکار خونریزی تک بھی کبھی کبھی منتج ہوئی۔ مقدسی نے احسن التقاسیم میں بتایا ہے کہ متعدد ممالک میں یہ اکثریت کا مذہب تھا۔ مثلاً طوس، ہرات، بحستان اور سرخس وغیرہ۔ لیکن بحستان اور سرخس وغیرہ میں فتنے بھی ابھرے اور تعصب کے باعث خونریزیوں کا بھی سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسی طرح دیلم میں فتنوں کی وہ کثرت رہی کہ خدا کی پناہ۔ [3]

مغرب اقصیٰ اور اندلس میں شافعی مذہب کی اشاعت :

مذہب شافعی مشرق کے دور دراز گوشوں میں پہنچ گیا۔ عراق، شام، یمن اور حجاز میں پہلے پھیل چکا تھا، مگر مغرب اقصیٰ اور اندلس (اسپین) میں شافعی مذہب کے قدم نہ جم سکے، بجز اس کے کہ یوسف بن یعقوب بن عبدالمومن

1۔ تاریخ القضاء فی الاسلام، محمود بن محمد عرنوس ص ۱۱۷ بحوالہ الحفظ المقریزی، ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی، لاہور ادارہ فروغ اردو سن ند
2۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۵۸۱/۱۱ 3۔ الشافعی، ابوزہرہ ص ۳۷۴ مفہوم، دار الفکر العربی سن ند

فرمانروائے مغرب واندلس کی وساطت سے کسی حد تک اشاعت پذیر ہوا۔ کیونکہ اس نے ظاہری مذہب اختیار کرنے کے بعد اپنی زندگی کے آخری ایام میں شافعی مسلک اختیار کرلیا تھا اور اپنے ممالک محروسہ کے بعض شہروں پر شافعی مذہب کے قاضی مقرر کردیے تھے جیسا کہ ابن اثیر نے "الکامل" میں بیان کیا ہے۔

بلاد مغرب واندلس میں مالکی مذہب کے غلبہ کی وجہ سے شافعی مسلک کو اثر ورسوخ حاصل نہ ہوسکا۔ چنانچہ مقدسی صاحب احسن التقاسیم لکھتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں بلاد مغرب کے تمام شہروں میں حدود مصر تک امام شافعیؒ سے کوئی شخص واقف نہ تھا۔ ایک روز کسی نے ان کے سامنے امام شافعیؒ کا قول ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ شافعی کون شخص ہیں؟ مشرق کے امام ابوحنیفہ اور اہل مغرب کے امام مالک !

علامہ مقدسی یہ بھی لکھتے ہیں : "میں نے اصحاب مالک کو دیکھا کہ وہ شافعی سے بغض رکھتے اور کہتے ہیں کہ امام مالک کا شاگرد ہوکر انہوں نے اپنے اُستاد کی مخالفت کی"۔ اہل قیروان کے متعلق لکھتے ہیں : "وہاں کے تمام باشندے حنفی یا مالکی مذہب رکھتے ہیں اور ان میں باہم میل میلاپ ہے کوئی کسی کو بُرا نہیں سمجھتا۔ تعصب اور شور وشغب کا نام تک نہیں ہے"۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل خراسان نے شافعی مسلک آسانی اور تیزی سے اس لئے اختیار کرلیا کہ وہاں بہت سے علماء نہ تھے اور حکام بھی اس مذہب کے پیرو تھے۔ لیکن مصر کے شافعی علماء اس نشاطِ فکر وذہن سے محروم تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب اور اندلس کے فرمانروا مالکی مذہب اختیار کئے ہوئے تھے اور کسی دوسرے مذہب کو اس کا بدل نہیں پاتے تھے۔

بلاشبہ مذہبی تعصب جو شیعہ، حنفیہ اور شافعیہ کے مابین پایا جاتا تھا، وہ اس مذہب کے شیوع وتوسیع پر اثر انداز ہوا مگر مصر میں چونکہ تعصب نہ تھا، نہ شافعیہ اور حنفیہ کے مابین کسی قسم کی چپقلش پائی جاتی تھی اور نہ ان کے اور مالکی مذہب کے مابین کوئی کشمکش تھی۔ اس لئے وہاں مذہبی پروپیگنڈے سے جوش اور ولولہ پیدا نہیں ہوسکا۔ بلکہ ہر ایک اپنے امام کی تقلید کرتا تھا اور کسی قسم کی عصبیت کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔ گوشوافع اور دیگر مذاہب کے مابین کبھی کبھی مناظروں کی محفلیں قائم ہوتی تھیں مگر وہ علمی حلقوں کے اندر ہی رہتی تھیں اور عوام میں کسی قسم کی فتنہ انگیزی کا باعث نہیں بنتی تھیں۔ [1]

مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں شافعی مذہب کی اشاعت :

چوتھی صدی ہجری میں مصر کے بعد مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ ان کے بڑے مرکز تھے.........آل عثمان کے عروج سے پہلے کی آخری صدیوں میں اسلام کے مرکزی ممالک میں انہیں کامل غلبہ حاصل تھا۔ ابن جبیر کے وقت میں بھی خود مکۃ المکرمہ میں شافعی امام نمازوں میں امامت کراتا تھا۔ [2]

---

[1] حوالہ سابق ص ۷۵-۷۳ ملخص [2] دائرہ معارف اسلامیہ ۵۸۳/۱۱

قسطنطنیہ اور وسطی ایشیاء وغیرہ میں اشاعت :

عثمانی (ترک) سلاطین کے عہد میں دسویں صدی ہجری/سولہویں صدی عیسوی میں قسطنطنیہ سے شوافع کی جگہ حنفی قاضی مقرر ہو کر آنے لگے اور وہی امامت کرانے لگے۔ ادھر وسطی ایشیاء میں صفویوں کے عروج (۱۵۰۱ء) کے ساتھ فقہ شیعہ نے شوافع کی جگہ لے لی۔ تاہم مصر، شام اور حجاز میں عوام شافعی مذہب ہی کے پابند رہے۔ جامع الازہر میں اس وقت بھی شافعی فقہ کا ذوق وشوق سے مطالعہ ہوتا ہے۔ جنوبی عرب، بحرین، ملیشیا، انڈونیشیا، مصر اور مشرقی افریقہ، داغستان اور وسط ایشیاء کے بعض حصوں میں اس وقت بھی شافعی مذہب ہی کو اقتدار حاصل ہے۔[1]

امام شافعی کے بعض مشہور تلامذہ جنہوں نے مذہب شافعی کی اشاعت میں حصہ لیا، امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے کتاب "مناقب الشافعی" میں ایک فصل "فی شرح تلامذہ الشافعی" کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔[2] امام ابن حجر عسقلانی نے توالی التاسیس میں حجازیین، عراقیین اور مصریین میں سے شافعی مذہب کی فقہ وحدیث نقل کرنے والے کبار اصحاب شافعی کا کچھ ضروری تفصیل کے ساتھ تعارف پیش کیا ہے۔[3]

ابن حجر کی اس فہرست کو ابوزہرہ نے کچھ حذف واضافہ کے ساتھ جس ترتیب پر مرتب کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

امام شافعی کے مکی تلامذہ :

مکہ معظمہ میں امام شافعی سے مستفیض ہونے والے تلامذہ یہ ہیں :

۱۔ **ابوبکر الحمیدی** .... بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ حافظ حدیث تھے، ثقہ تھے۔ ۲۱۹ھ میں مکہ میں ہی انتقال ہوا۔ امام شافعی کے ساتھ یہ بھی مصر آئے تھے اور یہیں رُک گئے تھے۔ پھر جب امام شافعی کا انتقال ہو گیا تو یہ مکہ لوٹ گئے اور باقی زندگی وہیں گزاری۔[4]

۲۔ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن العباس بن عثمان بن شافعی المکی .... ان کا شمار بھی حفاظ حدیث میں ہوتا تھا اور ثقہ مانے جاتے تھے۔ لیکن فقہ میں ان سے کوئی چیز منقول نہیں ہے۔ مکہ ہی میں انہوں نے نشوونما کے مدارج طے کئے اور یہیں ۲۳۷ھ میں وفات پائی۔

۳۔ **ابو بکر محمد بن ادریس** .... ان کے بارے میں ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ اصحاب شافعی میں سے تھے لیکن کس سال وفات ہوئی یہ نہیں معلوم۔ مکہ میں جن لوگوں نے امام شافعی سے علم اخذ کیا یہ انہی میں سے ہیں۔

۴۔ **ابو الولید موسیٰ بن ابی الجارود** .... اصحاب شافعی میں سے تھے۔ اُستاذ کی کئی کتابیں لکھیں۔ فقہ کا علم ان سے حاصل کیا۔ ان کے بغداد جانے سے پہلے برابر ان کے دامن علم سے وابستہ رہے۔[5]

---

[1] حوالہ سابق ۱۱/۵۸۲

[2] مناقب الامام الشافعی، ابوعبداللہ بن محمد بن عمر الرازی متوفی ۶۰۶ص ۱۳، مصر، مکتبہ العلمیہ سنہ طبع ۱۳۰۱ھ

[3] توالی التاسیس، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ص ۴۳۔۴۷ مصر مطبعہ المیریہ ۱۳۰۱ھ

[4] حوالہ سابق ص ۴۷ [5] الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۴۷، دار الفکر العربی سنہ ندارد

بغدادی تلامذہ :

بغداد میں جن لوگوں نے امام شافعی سے علم حاصل کیا اور ان سے مستفیض ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں :

۱۔ ابو علی الحسن الصباح الزعفرانی .... امام شافعی کے شاگردوں میں ان سے زیادہ فصیح اللسان اور جادو بیان کوئی شخص نہیں تھا۔ لغت عربیہ اور فن قرأۃ پر جوان کو عبور حاصل تھا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے ہی امام شافعی کے سامنے ان کی مشہور کتاب ''القدیم'' کی قرأت کی۔ ۲۶۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

۲۔ ابو علی الحسین بن علی الکرابیسی .... یہ بہت بڑے عالم، مصنف اور پرہیزگار شخص تھے۔ سلطان کی رائے انہی کے گرد گھومتی تھی۔ اچھے مناظر بھی تھے۔ یہ مذہب اہل عراق پر عامل تھے۔ پھر جب امام شافعی بغداد تشریف لائے تو انہوں نے انہیں کے ساتھ مجالست اختیار کر لی اور الزعفرانی متوفی ۲۶۰ھ سے مذہب شافعی کی کتب پڑھنے لگے۔ ۲۵۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[2]

۳۔ ابو ثور الکلبی .... یہ مذہب اہل عراق پر عامل تھے۔ پھر امام شافعی کی صحبت اختیار کی اور ان سے حصول علم کیا اور ان کی کتابوں کی انہی سے سماعت کی۔ چنانچہ امام شافعی کی طرف ان کا میلان زیادہ ہو گیا۔ ۲۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[3]

۴۔ ابو عبد الرحمٰن احمد بن محمد بن یحییٰ الاشعری البصری .... انہوں نے بغداد میں امام شافعی کا فیض صحبت اُٹھایا تھا۔ اس مذہب کی تائید وحمایت میں مناظرے بھی کیا کرتے تھے۔ بہت بڑے عالم اور متکلم تھے۔ اجماع و اختلاف کے عارف تھے۔ حکومت کی نظر میں بلند مقام رکھتے تھے۔ صاحب اقتدار تھے۔ نظر وجدل کے فن سے خوب واقف تھے۔ بہت وسیع علم رکھتے تھے۔ یہ عراق میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام شافعی کی متابعت کی اور ان کی تائید وحمایت اور نصرت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ متعدد مصنفات جلیلہ ان کی یادگار ہیں۔ بغداد ہی میں ان کی وفات ہوئی۔[4]

یہاں یہ بھی بیان کر دینا مناسب ہے کہ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) اور اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۷۷ھ) نے بھی امام شافعی سے اکتساب فیض کیا لیکن ان کے مذہب کی پیروی نہیں کی۔

امام شافعی کے مصری اصحاب :

مصر میں جن حضرات نے امام شافعی سے کسب فیض کیا ان کی تعداد بھی خاصی ہے، چند یہ ہیں :

(۱) حرملہ بن یحییٰ بن حرملہ : یہ بلند پایہ شخصیت کے حامل تھے اور بہت بڑے عالم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امام شافعی مصر میں انہی کے پاس ٹھہرتے تھے۔ ابن عبد البر ان کے بارے میں کہتے ہیں :

---

[1] توالی التاسیس ص ۳۹، مناقب الامام الشافعی، محمد بن عمر الرازی ص ۱۳، الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۴۷۔۱۴۸ ملخص

[2] مناقب امام شافعی، محمد بن عمر الرازی ص ۱۳، الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۴۸ ملخص

[3] توالی التاسیس، ابن حجر ص ۳۹، مناقب الامام الشافعی، محمد بن عمر الرازی ص ۱۳، الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۴۸ ملخص

[4] الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۴۸

"روی عن الشافعی من الکتب ما لم یروہ الربیع ، منها کتاب الشروط ثلاثة اجزاء ، ومنها کتاب السنن ، عشرة اجزاء ومنها کتاب الوان الابل والغنم وصفاتها واسنانها، ومنها کتاب النکاح، وکتب کثیرہ انفرد بروایتها عن الربیع"۔[1]

(انہوں نے امام شافعی سے وہ کتابیں روایت کی ہیں جن کی روایت ربیع بھی نہیں کر سکے تھے۔ مثلاً کتاب الشروط جو تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ نیز کتاب السنن جس کے دس اجزاء ہیں۔ علاوہ ازیں "کتاب الوان الابل والغنم وصفاتها واسنانها" اور "کتاب النکاح" مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں جن کی روایت میں یہ ربیع سے منفرد ہیں)

حرملہ بن یحییٰ بن حرملہ کا ۲۶۶ھ میں مصر میں انتقال ہوا۔[2]

۲۔ ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ البویطی : ان کے مقام و منزلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام شافعی نے اپنے حلقہ میں انہیں اپنا جانشین بنا رکھا تھا اور انہیں محمد بن عبداللہ بن الحکم پر، ابن حکم سے غیر معمولی محبت باوجود ترجیح دیتے تھے۔ بویطی بہت بڑے عالم، فقیہ، زاہد اور متقی شخص تھے۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں انہوں نے معتزلہ کی تائید نہیں کی۔ چنانچہ قید کر لئے گئے اور اسی حالتِ اسیری میں انہوں نے ۲۳۱ھ وفات پائی۔[3]

۳۔ ابو ابراهیم اسماعیل بن یا یحییٰ المزنی : یہ بھی بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ حسنِ بیان ان کی خصوصیت تھی۔ میدان جدل میں حریف کو کامیاب نہ ہونے دیتے۔ مذہب شافعی سے متعلق یہ کتب کثیرہ کے مصنف ہیں، جن میں "المختصر الکبیر" اور "المختصر الصغیر" جسے "المختصر الکبیر المبسوط" بھی کہتے ہیں، بہت مشہور ہیں۔ حجت اور مناظرہ کے فن میں اپنی مثال آپ ہیں، عابد، عالم اور متواضع تھے۔ نکتہ سنجی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کی "المختصر" کی شرح کئی لوگوں نے لکھی ہے۔ جن میں ابو اسحاق المروزی اور ابو العباس بن شریح خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[4]

۴۔ محمد بن عبداللہ بن الحکم : ابن حجر نے "توالی التاسیس" میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں : "وقال ابو عمر الصدفی کان اهل مصر لا یعدلون به احد"۔[5] (ابو عمر صدفی نے کہا کہ اہل مصر ان کے مقابلہ میں سب کو کمتر سمجھتے تھے) ابن حجر نے امام مزنی اور ابو اسحاق الشیرازی کے اقوال بھی نقل کیے کہ امام مزنی نے فرمایا : "نظر الشافعی الیه فاتبعه بصرہ وقال وددت لو ان لی ولدا امثله"۔[6] (امام شافعی نے جب انہیں دیکھا تو پہلی مرتبہ اتنے متاثر ہوئے کہ فرمایا : "مجھے حسرت ہے کہ کاش ایسا ہی لڑکا میرا ہوتا")

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۴۹

[2] توالی التاسیس، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ص ۳۹، مناقب الامام الشافعی، الرازی ص ۱۳

[3] توالی التاسیس ص ۴۰، مناقب الامام الشافعی، الرازی ص ۱۳، مناقب الشافعی، ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۴۹۔۱۵۰ ملخص

[4] توالی التاسیس ص ۴۰، مناقب الامام الشافعی، الرازی ص ۱۳، مناقب الشافعی، ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۵۰ ملخص

[5] توالی التاسیس ص ۴۱ [6] حوالہ سابق ص ۴۱۔۴۲

ابو اسحاق شیرازی نے فرمایا: "انتهت اليه رياسة العلم بمصر" [1] (مصر کی ریاست علم ان پر ختم ہوگئی) محمد بن عبداللہ بن الحکم نے ۲۶۸ھ میں وفات پائی۔ [2]

۸۔ ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل ابو محمد المرادی: عرصۂ دراز تک امام شافعی کی صحبت میں رہے اور اس مذہب کی اشاعت کی۔ وہ امام شافعی کی کتب جدیدہ کے راویوں میں سے ہیں۔ انہوں نے ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ [3]

عالمی درسگاہ جامعۃ الازہر میں شیخ الازہر کا مذہب (تاریخی تناظر میں):

جامعۃ الازہر کے سب سے پہلے شیخ الازہر، شیخ محمد الخرشی (متوفی ۱۱۰۱ھ) تھے جو مذہباً مالکی تھے۔ ان کے بعد شیخ ابراہیم بن محمد البرقاوی (متوفی ۱۱۰۶ھ) شیخ الازہر ہوئے جو مذہباً شافعی تھے۔ اس کے بعد یہ عہدہ ۱۱۳۷ھ تک مالکیوں کے لئے مخصوص رہا پھر شافعیوں کو منتقل ہوگیا۔ [4]

مصر میں ۱۱۳۷ھ سے ۱۲۸۷ھ تک شیخ الازہر کا عہدہ شافعیوں کے لئے مخصوص رہا اس عہدہ کا حامل مصر کے علماء کا سربراہ سمجھا جاتا تھا۔ پھر ۱۲۸۲ھ میں یہ عہدہ حنفی عالم شیخ محمد المہدی العباسی کو حاصل ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ مفتی اعظم کا عہدہ بھی ان کو ملا۔ پھر ان کے بعد شیخ الازہر کا منصب کسی خاص مذہب کے لئے مخصوص نہیں رہا لیکن ابھی تک اس منصب پر کوئی حنبلی عالم فائز نہیں ہوسکا کیونکہ مصر میں حنابلہ کی تعداد بہت کم ہے۔ [5]

مذہب شافعی کے ماننے والوں کی موجودہ زمانے میں تعداد:

اس سلسلے میں بالکل درست اعداد و شمار تو کہیں دستیاب نہیں ہے ہاں البتہ اس سلسلے میں کچھ اندازے ہیں صبحی محمصانی نے لکھا:

"ويغلب مذهب الشافعي اليوم ايضاً على اهل فلسطين، وكذلك له كثير من الاتباع في سوريا ولبنان، وخاصة في مدينة بيروت، وفي العراق، والحجاز والهند الصينية وجاوا، وبين اهالي فارس واليمن السنيين"۔ [6]

---

[1] حوالہ سابق ص ۴۲

[2] الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۵۰

[3] تولی التاسیس ص ۴۲۔۴۳، الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۵۱۔۱۵۲ ملخص

[4] المذاهب الفقهيه الاربعه، لاحمد تیمور پاشا کے مترجم معراج محمد بارق کا ص ۱۰۷ پر حاشیہ کا مفہوم، الفاظ کے حذف و اضافہ کے ساتھ کراچی قدیمی کتب خانہ سنہ ند

[5] حوالہ سابق ص ۱۰۷ (متن)

[6] فلسفه التشريع في الاسلام، صبحی محمصانی ص ۳۸۔ بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء

(فلسطین (اور اُردن) کے لوگوں میں بھی آج کل مذہب شافعی زیادہ عروج پر ہے۔ اس مذہب کے مقلدین سوریا اور لبنان میں بھی بکثرت ہیں خصوصاً بیروت کے شہر میں اور عراق، حجاز، پاکستان، ہند، چین جاوا، ایران اور یمن میں بھی ہیں)

آج کل یعنی پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں شافعی مذہب کے پیروا کثر انڈونیشیا، ملائشیا، فلپائن، تھائی لینڈ، سری لنکا، مصر، سوڈان، اُردن، لیبیا، فلسطین اور لبنان میں آباد ہیں۔ جزوی طور پر یہ شمالی افریقہ کے دیگر ممالک، برصغیر ہند کے ساحلی علاقوں، سعودی عرب، عراق، شام اور یمن میں بھی آباد ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں شوافع کی دنیا میں تعداد کا اندازہ دس کروڑ لگایا گیا تھا۔[1]

☆☆☆

[1] المذاهب الفقهيه الاربعه کے مترجم معراج محمد بارق کا ص ۱۱۶ پر حاشیہ

فصل چہارم

حنبلی مذہب اوراس کا نشأ وارتقاء

امام احمد بن حنبلؒ :

امام احمد بن حنبل بن ہلال الذہبی الشیبانی المروزی بغدادی ۱۶۴ھ ۷۸۰ء کو بغداد میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ ۸۵۵ء کو بغداد ہی میں وفات پائی۔ وہ نسلاً عرب اور ربیعہ کی ایک شاخ بنوشیبان میں سے تھے جنہوں نے عراق اور خراسان کی فتح میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ بغداد میں قاضی ابویوسف (۱۸۲ھ۔۷۹۸ء) کے درس میں بھی شریک ہوئے ابراہیم النخعی کے شاگرد ھیثم بن بشیر کے درس میں ۱۷۹ھ تا ۱۸۳ھ باقاعدگی سے شریک رہے، امام شافعی سے بھی استفادہ کیا[1]۔ امام شافعی "اعلم اهل الارض فی زمانه" ہونے کے باوجود حدیث کی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں[2]۔ اوران کی علمی عظمت کے اعتراف میں انہیں " انتم اعلم بالحدیث وبالرجال "[3]۔ فرماتے ہیں امام شافعی بغداد سے چلے جانے کے بعد فرمایا کرتے تھے :

" خرجت من بغداد وما خلفت فیها اتقی ولا افقه من ابن حنبل ".[4]

(میں نے اپنے پیچھے احمد بن حنبل سے زیادہ فاضل عالم فقیہ کسی کو نہیں چھوڑا)

آپ نے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ اور یمن وغیرہ کے علمی اسفار کیئے[5]۔ خلق قرآن کا عقیدہ قبول نہ کرنے کی بنا پر کوڑے کھائے اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔ ۲۱۸ھ سے ۲۳۳ھ تک مسلسل پندرہ برس قید خانے میں رہے، متوکل کے عہد میں رہائی ملی۔ عمران احسن خان نیازی نے امام احمد بن حنبل کے مذہب کی تدوین سے متعلق لکھا :

Imam Ahmad Ibn-e-Hanbal, the founder of this, school, was involved more in the work on traditions, his views on the law as well as on legal theory were collected later by his pupils and transformed into a theory.❶

(حنبلی مذہب کے بانی امام احمد بن حنبل زیادہ تر احادیث رسول ﷺ میں مشغول رہے ان کی آراء و مذہب کو ان کے بعد ان کے شاگردوں نے مدون کیا اور اسی کی روشنی میں اصول وضع کیے)

---

[1] دائرہ معارف الاسلامیہ ۲/ ۶۱۔۶۲، احمد بن حنبل الفاظ کے حذف واضافہ کے ساتھ تلخیص۔

[2] سیرت ائمہ اربعہ، سید رئیس احمد جعفری ص ۵۲۵، کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز سن ند

[3] التالیف بین الفرق، محمد حمزہ ص ۲۶۵، دمشق دار قتیبہ ۱۴۰۵۔۱۹۸۵ء

[4] حوالہ سابق ص ۲۶۵۔ بحوالہ وفیات الاعلان ۱/ ۴۹

[5] حوالہ سابق ص ۲۶۵

❶ Theories of Islamic Law, Imran Ahsan Khan Nyazee Pg186, Islamic Research Institute and International Institute of Islamic Thought.

شیخ عبداللہ بن محمد الخلفی نے حنبلی مذہب کی تدوین کے خدوخال کو اس طرح بیان کیا :

"قد ذكر الاصحاب ان الامام احمد لم يؤلف كتابا ، وانما اخذوا مذهبه من اقواله وافعاله واجوبته ، وغير ذلك مما لا يخفى ، فان الاصحاب كانوا اذا وجدوا عن الامام فى مسائلة قولين يعدلون اولا الى الجمع بينهما بطريقة من طرق الاصول ، اما بحمل عام على خاص او مطلق على مقيد ، فاذا امكن ذلك كان القولان مذهبه ، وان قدر الجمع بينهما وعلم التاريخ ، فاختلف الاصحاب فقال قوم : الثانى مذهبه ، وقال اخرون : الثانى والاول ، وقالت طائفة : الاول ، ولو رجع عنه ، وصحح القول الاول الشيخ علاء الدين المرداوى فى كتابه "تصحيح الفروع" فان جهل التاريخ فمذهبه اقرب الاقوال من الادلة ، او قواعد مذهبه "[1]

(اصحاب امام احمد نے بیان کیا کہ انہوں نے (امام احمد) نے کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی اور ان کا مذہب ان کے اقوال افعال اور جوابات سے ماخوذ ہے اور یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ان کے اصحاب کسی مسئلہ میں ان کے دو قول پاتے تھے تو ان کے درمیان اصولی طریقہ پر تطبیق کی کوشش کرتے۔ کبھی عام کو خاص اور کبھی مطلق کو مقید پر محمول کرتے اور وہ تطبیق دینے میں کامیاب ہوجاتے تو دونوں اقوال کو ان کا مذہب قرار دیتے۔ اور اگر ان دونوں اقوال میں تطبیق ممکن ہوتی اور ان کی تاریخ کا بھی علم ہوتا تو اس صورت میں ان کے اصحاب میں اختلاف ہوا۔ کچھ نے کہا کہ دوسرا قول ان کا مذہب اور کچھ نے پہلے اور دوسرے دونوں اقوال کو ان کا مذہب بتایا اور کچھ نے کہا کہ صرف پہلا قول ہی ان کا مذہب ہے چاہے اس سے رجوع ہی کر لیا ہو۔ شیخ علاؤ الدین المرداوی نے اپنی کتاب تصحیح الفروع میں پہلے قول کے صحیح مذہب ہونے کا قول کیا ہے اور اگر دونوں اقوال کی تاریخ کا علم نہ ہوسکا تو ان میں سے ادلہ اور ان کے مذہب کے قواعد سے قریب ترین قول کو ان کا مذہب قرار دیا)

ابن قیم جوزی (متوفی ۷۵۱ھ) کے مطابق امام احمد بن حنبل کے مذہب کی بنیاد پانچ اصولوں پر ہے :

۱۔ آیاتِ قرآنی واحادیثِ نبوی ﷺ۔

۲۔ صحابہ کے فتاویٰ بشرطیکہ ان کے خلاف دوسرے اقوال نہ ہوں۔

۳۔ بعض کا قول بشرطیکہ قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔

۴۔ مرسل اور ضعیف احادیث۔

۵۔ ضرورت کے وقت قیاس۔[2]

---

[1] كتاب المسترشد الى المقدم فى مذهب احمد ، عبداللہ بن محمد الخلفی رابعہ وصحہ محمد زہری النجار ص ۸۔۹، العالمیہ مع اجازۃ القضاء والتدريس ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

[2] اعلام الموقعين عن رب العالمين ، ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ ص؟ بیروت دار الفکر طبع اول ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵ء

محمصانی حنبلی مذہب کو ایک مستقل مذہب کی حیثیت سے تسلیم نہ کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"وقد اشتهر ابن حنبل بالا بتعاد عن الراى وبتمسكه بنصوص الكتاب والحديث، حتى عدّه بعضهم فى فئة المحدثين اكثر منه فى فئة المجتهدين ومن هولاء ابن النديم ، الذى وضع ابن حنبل مع البخارى ومسلم و باقى المحدثين فى باب فقهاء الحديث، ومنهم ايضاً ابن عبدالبر الذى لم يذكر ترجمة هذا الامام فى كتابه ، " الانتفاء فى فضائل الائمة الفقهاء " وكذلك الطبرى فى كتابه " اختلاف الفقهاء" وابن قتيبه فى " كتاب المعارف " لم يذكرا شيئا عن ابن حنبل ولا عن مذهبه".[1]

(امام احمد بن حنبل اجتہاد بالرائے سے احتراز کرتے اور فقط قرآن و حدیث سے استدلال کرنے میں یہاں تک مشہور ہیں کہ بعض علماء نے آپ کو زمرۂ مجتہدین سے زیادہ زمرۂ محدثین میں شمار کیا ہے ۔ مثلاً ابن ندیم نے فقہاء حدیث کے باب میں ابن حنبل کو امام بخاری، مسلم اور دیگر محدثین کے ساتھ رکھا ہے اور ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "الانتفاء فی فضائل الائمة الفقهاء " میں طبری نے اپنی کتاب " اختلاف الفقهاء " میں اور ابن قتیبہ نے اپنی تصنیف " كتاب المعارف " میں امام ابن حنبل کا اور ان کے مذہب کا کوئی تذکرہ نہیں کیا)

اس کے بعد وہ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ولاريب فى ان هذا القول مردود ، اذ ان المذهب الحنبلى يعد من المذاهب الفقهيه السنية الاصلية ، التى لها اسلوبها المستقل ومبادئها الخاصة فى علمى الاصول الفروع ".[2]

(قول مذکورہ یقیناً قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ مذہب حنبلی اہل سنت کے بنیادی مذاہب فقہ میں شمار ہوتا ہے جس کا اپنا ایک مستقل اسلوب ہے اور علم اصول اور علم فروع میں اس کے اپنے خاص اصول ہیں)

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) حنبلی مذہب کے مقلدین کی کمی کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :

"واما احمد بن حنبل فمقلده قليل لبعد مذهبه عن الاجتهاد ، واصالته فى معاضدة الروايه ، وللاخبار بعضها ببعض ".[3]

(امام احمد کے مذہب فقہی کی تقلید کرنے والے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے کہ یہ مذہب اجتہاد سے بعید ہے اور اس کی اصل واساس احادیث وروایات کے توافق پر قائم ہے)

ابن خلدون نے حنبلی مذہب کی کم اشاعت کے سلسلہ میں جو وجہ بیان کی ہے اس پر ابوزہرہ نے سخت تنقید کی اور کہا کہ ابن خلدون کے لئے اس قسم کی بات کرنا مناسب نہیں تھی ۔ ابوزہرہ کی تنقید کے اہم نکات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

☆ حقیقت یہ ہے کہ امام احمدؒ بہت بڑے فقیہ ومجتہد تھے ۔ ان کا اجتہاد سنتِ نبوی ﷺ اور صحابہ وتابعین کے آثار ثابتہ پر مبنی تھا، ان کی رائے اور قیاس کی بنیاد حدیث پاک تھی ۔ مسائل کے حل کے لئے وہ اسی بنیاد پر فتویٰ دیتے تھے

---

[1] فلسفہ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۴۹۔۵۰، بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۶ء [2] حوالہ سابق ص ۵۰

[3] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۴۴۸۔ بغداد، مکتبۃ المثنی سن ندارد۔

جو آثار صحابہ سے ماخوذ ہو۔ امام احمد کا اجتہاد عمدہ، مضبوط اور سرچشمہ اثر وحدیث سے مستفید تھا اور ان کا یہ مرتبہ صرف فقیہ و مجتہد سے کسی طرح کم نہیں تھا کیونکہ ان کی فقہ کے فتاوی آنحضرت ﷺ کے عملِ مبارک اور فعل صحابہ کی روشنی میں ترتیب پاتے تھے۔

☆ ابن خلدون نے جو امام احمد کے قلت اجتہاد و کثرت روایات کی طرف اشارہ کر کے ثابت کرنا چاہا کہ امام صاحب فقیہ سے زیادہ محدث تھے۔ بالفاظ دیگر ان کی فقہ درایت کے بجائے روایت پر مبنی تھی۔ ابن خلدون کی یہ بات انصاف پر مبنی نہیں ہے۔

☆ ابن خلدون کی یہ بات بھی بڑی کمزور ہے کہ امام صاحب کے متبعین کی قلت ان کے قلت اجتہاد کی بنا پر ہے کیونکہ لوگ جب کسی امام کی پیروی کرتے ہیں تو وہ موازنہ ادلہ اور معرفت فقہیہ پر مبنی نہیں ہوتی۔ شام و مصر میں شوافع کی اس لئے کثرت نہیں ہے کہ مصریوں اور شامیوں نے امام شافعی اور دوسرے ائمہ فقہ کے دلائل کا صحیح موازنہ کر کے یہ مسلک اختیار کیا ہے۔ بالکل یہی بات امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے مقلدین کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔

☆ مقلدین کی قلت و کثرت میں بھی وقت کی سیاست کارفرما ہوتی ہے اور کچھ اجتماعی مؤثرات ہوتے ہیں جو کسی مذہب کے پھیلنے میں آسانی یا دشواری پیدا کرتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ امام احمد کا مذہب دوسرے فقہی مذاہب کی طرح جو وسعت کے ساتھ نہ پھیل سکا تو اس کے اسباب و عوامل میں اجتہاد کی قلت و کثرت نہیں بلکہ کچھ دوسرے بواعث شامل ہیں۔[1]

ابن عقیل حنبلی (متوفی ۵۱۳ھ) اس مذہب کے کم شہرت پانے کا یہ سبب بیان کرتے ہیں:

"هذا المذهب انما ظلمه اصحابه لان اصحاب ابی حنيفة والشافعی اذا برع احد منهم فی العلم تولی القضاء وغيره من الولايات فكانت الولاية سببا لتدريسه واشتغاله بالعلم، فاما اصحاب احمد فانه قل منهم من تعلق بطرف من العلم الايخرجه ذلک الی التعبد والزهد، لغلبة الخير علی القوم فينقطعون عن التشاغل بالعلم".[2]

(اس مذہب (حنبلی) سے خود اس کے حاملین نے انصاف نہیں کیا۔ کیونکہ جس نے بھی علم میں کمال حاصل کیا وہی زہد و ورع کو اختیار کرتے ہوئے علمی شغل ترک کر کے گوشہ نشین ہوگیا بخلاف حنفیہ اور شافعیہ کے کہ وہ حصول علم کے بعد مناسب عہدوں پر فائز ہوگئے۔ اور اس طرح وہ عہدے ان کے درس و شغل علم اور شہرت کا سبب ہوگئے)

ابوزہرہ حنبلی مذہب کے قلت شیوع کا ایک سبب یہ بیان کرتے ہیں:

"ومن هذه الاسباب انه جاء آخر المذهب الاربعة وجودا".[3]

(اور ان (عدم شیوع کے) اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ امام احمد کا مذہب دوسرے فقہی مذاہب کے بعد عالم وجود میں آیا)

---

1. ابن حنبل حیاۃ وعصرہ وآراؤہ وفقہہ، ابوزہرہ ص ۳۹۲۔۳۹۳۔ دار الفکر العربی سن ند
2. حوالہ سابق ص ۳۹۴۔ بحوالہ المناقب لابن الجوزی ص ۵۵
3. حوالہ سابق ص ۳۹۳

تجزیہ :

ابوزہرہ نے اس کے قلت شیوع کا جو یہ سبب بیان کیا کہ جب یہ مذہب اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا اس وقت تک تمام فقہی مذاہب لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکے تھے۔ حنفی مذہب عراق میں اور مذہب شافعی حجاز، مصر اور شام میں مالکی مذہب مغرب اقصیٰ میں پھیل چکا تھا۔

ابوزہرہ کی اس بات سے مکمل اتفاق کرنا مشکل ہے کیونکہ یہی بات ہر بعد کے آنے والے مذہب کے بارے میں کہی جاسکتی ہے مگر بعد کے آنے والے بعض مذاہب نے سابق مذاہب کی موجودگی میں متبعین کی کثرت حاصل کی۔ مثلاً شافعی مذہب کے ماننے والے مالکی مذہب سے زیادہ ہیں حالانکہ مالکی مذہب کو شافعی مذہب پر تقدم حاصل تھا۔

حنبلی مذہب کا آغاز :

محمد عبدالحی لکھنوی حنفی (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں :

"فشاع مذهب احمد في نواحي بغداد شيوعه دون شيوع باقي المذاهب في البلاد" [1]

(اس کا ظہور سب سے پہلے بغداد میں ہوا اور پھر وہیں سے یہ دیگر علاقوں میں پھیلا۔ لیکن بقیہ تین مذاہب کے مقابلہ میں اس کو بہت کم فروغ حاصل ہو سکا)

ابن فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ) اس مذہب کے موطن سے متعلق لکھتے ہیں :

" واما مذهب احمد بن حنبل رحمه الله فظهر ببغداد، ثم انتشر بكثير من بلاد الشام، وغيرها، وضعف الان " [2]

(امام احمد بن حنبل کے مذہب کا ظہور سب سے پہلے بغداد میں ہوا، پھر یہ شام کے بہت سے شہروں میں پھیلا، لیکن اب (یعنی آٹھویں صدی ہجری) میں یہ کمزور پڑ گیا ہے)

مصر میں حنبلی مذہب کی اشاعت :

مصر میں یہ مذہب بہت مدت کے بعد پھیلا اور واضح طور پر ساتویں صدی ہجری میں ظاہر ہوا۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) اس تاخیر کی توجیہ کرتے ہوئے "حسن المحاضرہ" میں لکھتے ہیں :

"هم بالديار المصرية قليل جدا ولم اسمع بخبر هم فيها الا في القرن السابع وما بعده وذلک ان الامام احمد رضی الله عنه كان في القرن الثالث ولم يبرز مذهبه خارج العراق الا في القرن الرابع وفي هذا القرن ملكت العبيديون مصر وافنوا من كان بها من ائمة المذاهب

---

[1] الفوائد البهيه في طبقات الحنفيه، محمد عبدالحی لکھنوی حنفی، ۱۲۶۴ھ۔۱۳۰۴ھ۔ ص ۶۔ کراچی مکتبہ خیر کثیر سندھ

[2] الدیباج المذھب، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، ص ۲۸۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء

الثلاثة قتلا ونفيا وتشريد او أقاموا مذهب الرفض والشيعة ولم يزولوا منها الى اواخر القرن السادس فتراجعت اليها الائمة من سائر المذاهب واول امام من الحنابلة علمت حلوله بمصر الحافظ عبد الغنى المقدسى صاحب العمدة "[1]

(حنابلہ دیار مصر میں بہت کم ہیں۔ مصر میں ان کا کوئی نشان ساتویں صدی ہجری سے پہلے نہیں ملتا۔ عراق سے باہر بھی چوتھی صدی ہجری سے پہلے یہ مذہب ظاہر نہیں ہوا۔ اس زمانہ میں مصر پر عبیدیوں کی حکومت تھی۔ انہوں نے آئمہ مذاہب ثلاثہ کے پیروؤں کو قتل، جلاوطن اور تباہ کرنا شروع کیا اور مذہب رفض وشیعیت کو فروغ دیا۔ یہ کیفیت چھٹی صدی ہجری کے اواخر تک قائم رہی۔ اس کے بعد پھر دوسرے مذاہب کے لوگ آنے لگے۔ حنابلہ میں سے جو بزرگ سب سے پہلے پہنچے وہ عمدۃ الاحکام کے مصنف حافظ عبدالغنی مقدسی تھے)

محمود بن محمد بن عرنوس نے اپنی کتاب "تاریخ القضاء فی الاسلام" میں امام سیوطی کے بیان کو نقل کیا اور اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ:

"سیوطی کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حنبلی مذہب صرف عراق تک محدود رہا۔ بیرونی ممالک میں اس کی اشاعت چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اندلس میں یہ مذہب اس سے بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ اس علاقے میں حنبلی مذہب کا آغاز ۲۰۱ھ میں بقی بن مخلد متوفی ۲۷۶ھ کے ہاتھوں ہوا۔ وہ اندلس سے بغداد آئے اور یہیں حنبلی مذہب کی تعلیم حاصل کی۔ اندلس واپس جا کر انہوں نے جامع قرطبہ میں درس دینا شروع کیا۔ مالکی فقہاء کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ کوئی شخص ان کے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کا درس دے۔ انہوں عامۃ الناس کو بھڑکا کر ان کا درس بند کرا دیا۔

جب اس کی خبر امیر محمد بن عبدالرحمن کو پہنچی تو اس نے بقی بن مخلد اور ان کے مخالف علماء کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ابن مخلد سے پوچھا کہ تم بغداد سے اپنے ساتھ کیا کتاب لائے ہو؟ انہوں نے کتاب پیش کر دی جو "مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ" تھی۔ امیر نے اسے پڑھا اور کتب خانے کے منتظم کو بلا کر کہا کہ ہمارا کتب خانہ اس بے نظیر کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ تم اس کی نقل کر کے کتب خانے میں رکھو، ساتھ ہی ابن مخلد کو کہا کہ آپ اپنا درس جاری رکھئے اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مالکی مذہب کی اشاعت کیجئے۔ ان کے مخالف علماء کو اس نے حکماً مخالفت کرنے سے روک دیا۔ مقدسی لکھتا ہے کہ اہل اندلس کے نزدیک قابل عمل صرف دو کتابیں تھیں۔ ایک قرآن دوسری موطا۔ اگر انہیں کسی شخص کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ وہ حنفی یا شافعی مذہب کا پیرو ہے تو اسے اندلس سے نکال دیتے۔ معتزلیوں اور شیعوں کے تو وہ جانی دشمن تھے۔"[2]

---

[1] حسن المحاضرہ، امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ۲۲۷/۱۔۲۲۸۔ ذکر من کان بمصر من ائمة الفقهاء الحنابلة، مصر مطبعہ موسوعات سنہ ندارد۔

[2] تاریخ القضاء فی الاسلام، محمود بن محمد بن عرنوس، انہوں نے ۱۹۳۴ء میں یہ کتاب لکھی تھی۔ ص ۱۲۳۔۱۲۴۔ ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۶۰ء

استاد ابو زہرہ نے امام سیوطی کے بیان کی تائید کرتے ہوئے جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

''سیوطی کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عراق کے حدود سے چوتھی صدی ہجری سے پہلے حنبلی مذہب نے قدم باہر نہیں نکالا تھا۔ پھر یہ مذہب جب مصر میں آیا تو یہاں دولت فاطمیہ کا عروج تھا۔ پھر ایوبی تخت حکومت پر متمکن ہوئے۔ ایوبی بادشاہ بڑے متعصب قسم کے شافعی تھے۔ انہوں نے دوسرے مذاہب سے پیکار کا سلسلہ شروع کر دیا اور شافعی مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کو پنپنے کی اجازت نہیں دی۔ بجز اس صورت کے کہ وہ عوام کے دلوں میں جڑ پکڑ چکا ہو۔ جیسے مالکی مذہب کہ اسے وہ برداشت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حنبلی مذہب کو یہ نفوذ نہیں حاصل تھا اور چوتھی صدی ہجری میں حنابلہ اور شوافع کے مابین بغداد میں معرکہ آرائیاں ہو چکی تھیں۔ لہٰذا اب مصر میں شافعی مذہب کے سامنے حنابلہ کا چراغ جلنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ مصر میں حنابلہ سے پہلے، ان کے تشدد اور تعصب کی داستانیں پہنچ چکی تھیں۔ پھر جب دولت ایوبیہ زوال پذیر ہوئی تو حنبلی مذہب کو مصر میں پنپنے کا موقع ملا'' ، خطط متریزیہ میں ہے :

" انه لم يكن له وللمذهب الحنفي كبير ذكر بمصر في دولة الايوبية ،ولم يشتهر الا في اخرها" ۔
(حنبلی اور حنفی مذہب کے لئے مصر میں گنجائش اس وقت نکلی جب دولتِ ایوبیہ زوال پذیر ہونے لگی)

دوسرے اقالیم میں مذہب حنبلی جو پہنچا اور پھیلا تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہاں کے اربابِ اقتدار بھی اس کے حلقہ بگوش ہو گئے یا وہاں بڑی تعداد میں یہ پھیل گیا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے اتباع ہمیشہ قلیل رہے، البتہ تیسری صدی ہجری کے شروع میں اس مذہب کو بغداد میں پھیلنے اور ترقی کا خوب موقع ملا۔ لیکن بعد کی فتنہ جوئیوں اور ہنگامہ آرائیوں نے وہاں بھی اسے شدتِ تعصب کے باعث زوال آشنا بنا دیا۔ علماء حنابلہ میں بہت سے لوگ دمشق میں پناہ گزیں ہو گئے کچھ دوسرے دیار و امصار میں پہنچ گئے ان لوگوں نے مذہب کو قائم کیا۔ اس کی خدمت کی، نقل و تفسیر اور تخریج مسائل کا کام کیا''۔[1]

خلافت کی مذہبی وسیاسی تاریخ میں حنابلہ کا کردار :

خلافت کی مذہبی و سیاسی تاریخ میں حنابلہ نے جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ کسی تاریخ دان سے پوشیدہ نہیں۔ اس سلسلے میں البربہاری (متوفی ۳۲۹ھ/ ۹۴۰۔۹۴۱ء) کی سرگرمیاں قابل ذکر ہیں۔ جنھوں نے معتزلہ اور دوسرے فرقوں کے اثر سے مرکز خلافت کو محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی اور اس معاملے میں اتنا جوش دکھایا کہ ۳۲۳ھ۔۹۳۵ء میں خلیفہ الراضی کو حنبلی مسلک کے خلاف ایک فرمان جاری کرنا پڑا۔

البربہاری کے ایک نامور ہمعصر ابوالقاسم الخرقی (متوفی ۳۳۴ھ۔۹۴۵۔۹۴۶ء) مصنف " کتاب المختصر" نے آل بویہ کی آمد پر بغداد کو خیر باد کہہ کر دمشق میں پناہ لی۔ بغداد میں بنو بویہ کی حکومت کے قیام کے وقت حنبلی مسلک اس شہر میں خاصا مضبوط تھا، حنبلیوں نے بیک وقت امامیہ مسلک کے فروغ (جو بنو بویہ کے مدِ نظر تھا) فاطمیین مصر کے نفوذ اور اسمعیلیت کی ترقی کا بڑی مستعدی کے ساتھ مقابلہ کیا۔[2]

---

[1] ابن حنبل حياة وعصره ،ابوزہرہ ص۳۹۹۔۴۰۰

[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۸/ ۶۷۵ حنابلہ

مذہب حنبلی کی تجدید ونشاۃ ثانیہ :

عمران احسن خان نیازی لکھتے ہیں :

"The Hanbali School also faced total extinction and was to be revived later by ❶ Ibn-e-Taymiyah and Ibn-e-Qayyim al-Jawziyah".

(حنبلی مذہب بھی ایک زمانے میں معدوم ہوگیا تھا اور بعد میں ابن تیمیہ اور ابن قیم جوزیہ نے اس کا احیاء کیا)

مندرجہ ذیل مقلدین امام احمدؒ کے مذہب کی روایت کرنے میں مشہور ہیں :

☆ ابوبکر بن ھانی عرف اثرم مؤلف کتاب "السننؒ فی الفقہ"۔

☆ ابوالقاسم خرقی (متوفی ۳۳۴ھ) یہ "المختصر" کے مصنف ہیں۔

☆ عبدالعزیز بن جعفر (متوفی ۳۶۳ھ)

☆ موفق الدین بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ)، فقہ اسلامی کی جلیل القدر کتاب "المغنی" کے مصنف ہیں۔

☆ شمس الدین قدامہ مقدسی (متوفی ۶۸۲ھ) یہ "الشرح الکبیر علی متن المقنع" کے مؤلف ہیں۔

☆ تقی الدین احمد بن تیمیہ (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) یہ فتاویٰ مشہور "مجموعہ الرسائل الکبریٰ، منہاج السنہ" اور "رسالہ معارج الاصول" وغیرہ کے مصنف ہیں۔

☆ عبداللہ بن زرعی دمشقی معروف بہ ابن القیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ) یہ "اعلام الموقعین عن رب العالمین"، "الطرق الحکمیہ فی السیاسہ الشرعیہ" اور "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" وغیرہ کے مؤلف ہیں۔[2]

دائرہ معارف اسلامیہ میں حنبلی مسلک کی اشاعت میں حصہ لینے والے علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"زنگیوں اور ایوبیوں کے عہد حکومت میں حنبلی علماء کے دو اور خاندان مشہور تھے : بنو منجا اور بالخصوص بنو قدامہ۔ دوسری قصبہ حراں بھی قدیم زمانے سے حنبلی مذہب کا ایک اہم مرکز تھا جس کی نمائندگی...... ابن تیمیہ (م ۶۵۲ھ/۱۲۵۴ء-۱۲۵۵ء) نے کی۔ بحری ممالیک اور عثمانیوں کے دور میں بھی حنبلی مسلک کا خاصا اثر نظر آتا تھا۔ اس زمانے کے عظیم ترین نمائندے احمد بن تیمیہ (م ۷۲۸ھ-۱۳۲۸ء) تھے۔ ان کا خاندان منگولوں کے حملے کے خطرے کے پیش نظر ۶۶۶ھ/۱۲۶۷ھ-۱۲۶۸ء میں دمشق آ گیا تھا...... ان کے بڑے شاگرد ابن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء-۱۳۵۱ء) اپنے گرامی قدر اُستاد کے قدم بہ قدم چلے اور معتوب ہوتے رہے...... ان کے شاگرد عبدالرحمن بن رجب (۷۹۵ھ-۱۳۹۳ء) حنبلی مسلک کی تاریخ ذیل علی طبقات الحنابلہ کی بدولت مشہور ہوئے۔ ان کی کتاب "فوائد" بھی اہمیت رکھتی ہے"۔

---

1. Theories of Islamic Law, Imran Ahsan Khan Nyazee Page 188
2. فلسفہ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۵۱-۵۲۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ء

ممالیک کے دور میں آگے چل کر حنبلی مسلک شام اور فلسطین میں زوال پذیر ہوتا گیا، جس کی ایک وجہ ابن عربی کے خیالات کی اشاعت تھی، لیکن حنبلی خاندان جو سرکاری مناصب پر فائز چلے آئے تھے، خاصے با اثر تھے، ان کا اثر پھر بھی باقی رہا۔ قاضی القضاۃ برہان الدین ابن المفلح (م ۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ھ۔۱۴۸۰ء) ایک ایسے ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس میں کئی بلند پایہ علماء پیدا ہوئے۔[1]

عالم اسلام کی قدیم ترین یونیورسٹی جامعہ الازہر میں حنبلی طلبہ و اساتذہ :

اس صدی کے اوائل میں جامعہ الازہر میں حنبلی اساتذہ و طلبہ کی تعداد کو شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا مؤلف یوں بیان کرتا ہے :

"In the Azhar Mosque it is, of couse in a relatively small number represented by teachers and students (riwak al-Hanabila) in 1906 there were 3 Hanbalite teachers and 28 pupils (out of a total of 312 teachers and 9,069 students").[2]

(یہ ایک حقیقت ہے کہ مسجد الازہر میں حنبلی اساتذہ و طلبہ کی نسبتاً بڑی قلیل تعداد تھی۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۶ء میں (۳۱۲ اساتذہ کی مجموعی تعداد میں سے) صرف تین حنبلی اساتذہ اور (۹۰۶۹ طلبہ کی مجموعی تعداد میں سے صرف) ۲۸ حنبلی طلبہ تھے)

یہ بھی ایک تاریخ حقیقت ہے کہ مصر میں ۱۱۳۷ھ سے ۱۲۸۷ھ تک شیخ الازہر کا عہدہ شافعیوں کے لئے مخصوص رہا۔ اس کے بعد یہ عہدہ ۱۱۳۷ھ تک مالکیوں کے لئے مخصوص رہا، پھر یہ شافعیوں کے منتقل ہو گیا۔ ۱۲۸۷ھ میں یہ عہدہ حنفی عالم کو منتقل ہو گیا پھر ان کے بعد شیخ الازہر کا منصب کسی خاص مذہب کے لئے مخصوص نہیں رہا لیکن ابھی تک اس منصب پر کوئی حنبلی عالم فائز نہیں ہو سکا ہے۔[3]

حنبلی مذہب کی تجدید و نشاۃ ثانیہ اور اس صدی میں ان کی تعداد :

اس مذہب کی تجدید و نشاۃ ثانیہ پہلے آٹھویں صدی ہجری میں امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم وغیرہ کے ذریعہ ہوئی۔ اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں نجد کے شیخ محمد بن عبدالوہاب (متوفی ۱۲۰۶ھ۔۱۷۹۲ء) کے ذریعہ حنبلی مذہب کی تجدید و اشاعت ہوئی۔ ان کو حکومت سعودی عرب کے بانی جلالت الملک عبدالعزیز ال سعود کی پشت پناہی حاصل ہوئی اور ان کے عہد میں اس مذہب کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ آج کل مملکت عربیہ سعودیہ کا یہی سرکاری مذہب ہے۔ سعود ریاست ۱۱۹۷ھ۔۱۷۴۴ء میں وجود میں آئی تھی اور جزیرۃ العرب کے دیگر علاقوں کے علاوہ فلسطین، شام اور عراق وغیرہ میں بھی اس مذہب کے پیرو پائے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں اس مذہب کے متبعین کی تعداد کا اندازہ تیس چالیس لاکھ کے درمیان لگایا جا سکتا تھا۔[4]

---

[1] دائرہ معارف الاسلامیہ ۸/ ۶۷۷۔۶۷۸، حنابلہ

[2] Shorter Encylopaedia of Islam Page 21.

[3] المذاهب الفقهيه الاربعة، احمد تیمور پاشا ص ۷۰ متن و حاشیہ سے الفاظ کی تغیر کے ساتھ تلخیص کراچی قدیمی کتب خانہ

[4] حوالہ سابق ص ۱۲۱ مترجم محمد بارق کا حاشیہ کچھ تبدیلی الفاظ کے ساتھ

مختصراً یہ کہ ان چاروں مذاہب کو وقت کے ساتھ ساتھ فروغ حاصل ہوتا گیا اور اہل سنت کے بقیہ مذاہب جن میں سے بعض کا ہم اشارۃً ذکر کریں گے۔ سکڑتے چلے گئے اور سوائے ظاہری مذہب کے تمام مذاہب ساتویں صدی ہجری تک تقریباً ختم ہو گئے کیونکہ اسلام نے بھی انہی مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی اتباع کو ضروری قرار دیا۔

فقہی مذاہب کی موجودہ صورتحال پر ایک سرسری نظر:

آج مذاہب اربعہ بلادِ اسلامی کے کن کن علاقوں میں کس تناسب سے موجود ہیں؟ اس بارے میں جدید دور کے جائزہ کا ماخذ زیادہ تر یورپی مستشرقین کی کتابیں اور ان کی تحقیقات ہیں۔ مثلاً فرانسیسی مستشرق لوئی ماسینیون کی کتاب Louis Massignono : Annuarire Lu monde musolman Paris 1930, 1929 وغیرہ

موجودہ زمانے میں فقہی مذاہب کے ماننے والوں کے علاقوں کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ آج کل مغرب اقصیٰ (مراکش وغیرہ) میں مذہب مالکی کو غلبہ حاصل ہے۔ اسی طرح الجزئر، تونس اور طرابلس (لیبیا) میں بھی وہی چھایا ہوا ہے ان تمام ممالک میں مالکیوں کے سوا کسی دوسرے مذہب کا مقلد نظر نہیں آتے، البتہ صرف حنفی بہت تھوڑی تعداد میں ملتے ہیں جو در حقیقت عثمانی ترک خاندانوں کے آثار باقیہ ہیں۔ یہ بھی زیادہ تر تونس میں ہیں جن میں سے چند افراد شاہی خاندان سے بھی تعلق رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں کے دار الحکومت میں مالکی قاضی کے ساتھ ساتھ حنفی قاضی بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن ملک کے بقیہ تمام حصوں کے قضاۃ مالکی المذہب ہیں۔ دار الحکومت میں دو قاضیوں (ججوں) کی طرح دو بڑے مفتی بھی ہیں۔ ان میں سے ایک حنفی ہے، جن کو شیخ الاسلام کا خطاب ملا ہوا ہے اور دونوں میں اس کا پہلا درجہ ہے اور معنوی طور پر تمام مفتیانِ ملک کا وہ سربراہ اور رئیس ہے۔ دوسرا مفتی مالکی ہے اور دوسرا درجہ ہے۔ لیکن اب کچھ دنوں سے اس کو بھی شیخ الاسلام کا لقب مل گیا ہے۔

اگرچہ پورے ملک (تونس) میں مذہب حنفی کے مقلدین کی تعداد بہت کم ہے لیکن قدیم دستور کے مطابق وہاں کی مشہور جامع الزیتونیہ کے اساتذہ کی نصف تعداد احناف میں سے ہوتی ہے اور نصف، مالکیوں میں سے۔ دراصل تونس میں احناف کو یہ امتیاز صرف اس لئے حاصل ہے کہ وہ شاہی خاندان کا مذہب ہے۔ (واضح رہے کہ ۱۹۵۷ء میں تونس کے شاہی خاندان کی حکومت ختم کر دی گئی تھی اور اس کی جگہ جمہوریہ قائم ہو گئی ظاہر ہے اس سیاسی انقلاب کے اثرات ان عدالتی انتظامات پر پڑے ہوں گے اور موجودہ دور کی تبدیلی ہوئی ہوگی)۔

آج کل مصر میں شافعی اور مالکی مذہب غالب ہے۔ شافعی ریف (شمالی مصر) میں، اور مالکی صعید (جنوبی مصر) اور سوڈان میں۔ ان کے بعد حنفی بھی بڑی تعداد میں ہیں اور حکومت کا یہی مذہب ہے اور اسی کے مطابق (سرکاری طور پر) فتوے دیئے جاتے ہیں اور عدالتوں میں مقدمے فیصل کئے جاتے ہیں۔ باقی رہے حنابلہ تو وہاں ان کی تعداد نہایت قلیل ہے بلکہ وہ شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔

ملک شام میں حنفی مذہب کو غلبہ حاصل ہے۔ کیونکہ وہاں سنیوں میں سے نصف احناف ہیں اور ایک چوتھائی شوافع ہیں اور ایک چوتھائی حنابلہ ہیں۔ فلسطین میں شوافع اکثریت میں ہیں اس کے بعد حنبلی اور پھر مالکی۔ عراق میں احناف کی اکثریت ہے اس کے بعد شافعی ہیں پھر مالکی اور سب سے کم حنبلی۔ عثمانی ترکوں کی بھاری اکثریت حنفی المذہب ہے۔

اسی طرح البانی اور باشندگانِ بلقان اکثر حنفی ہیں۔ کُردوں کی اکثریت شافعی ہے، کُردوں کی آبادی پہاڑی علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے جو کُردستان کہلاتا ہے اور یہ سیاسی اعتبار سے کئی ملکوں میں بٹا ہوا ہے یعنی ترکی، عراق، ایران، آرمینیا اور آذربائیجان میں۔ یہی حال آرمینیہ کے مسلمانوں کا ہے کیونکہ وہ نسلی اعتبار سے ترکمانی ہیں یا کُردی ہیں۔

ایران کے سنّیوں کی اکثریت شافعی مذہب کی پیرو ہے اور باقی جو تھوڑے بچ جاتے ہیں وہ حنفی المذہب ہیں۔ (ایران میں سنّیوں کی اکثریت جنوب میں ایرانی بلوچستان میں ہے اور شمال میں اس کے صوبہ آذربائیجان اور کردستان میں ہے جو ترکی سے متصل ہے)۔ افغانستان میں اکثریت احناف کی ہے، شافعی اور حنبلی بہت ہی کم ہیں۔ مغربی ترکستان جس میں بخارا اور خیوہ (قازقستان، ترکمانستان، ازبکستان، تاجکستان) وغیرہ ہیں، وہاں کے باشندے حنفی ہیں۔ اور مشرقی ترکستان جس کو چینی ترکستان بھی کہتے ہیں وہاں کی اکثریت پہلے شافعی تھی لیکن پھر بخارا سے آنے والے علماء کی کوششوں سے وہاں بھی احناف کی اکثریت ہوگئی۔

بلادِ قوقاز اور اس کے گردونواح میں اکثر مسلمان حنفی ہیں اگرچہ شافعی بھی آباد ہیں۔ بلادِ قوقاز یا قفقاس سے مراد کاکیشیا ہے۔ جو بحرِ اسود اور بحیرہ کیسپین کے درمیانی علاقہ پر مشتمل ہے، داغستان بھی یہیں واقع ہے۔

برصغیر ہند میں احناف کی اکثریت ہے اور وہاں ان کی تعداد تقریباً چار کروڑ اسی لاکھ ہے (یہ اعداد و شمار ظاہر ہے کہ ۱۹۳۰ء یا اس سے قبل کے ہیں، جبکہ برصغیر ہند (بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش) کی کُل آبادی تقریباً چالیس کروڑ یا اس سے کچھ کم تھی۔ لیکن اب ۱۹۹۴ء میں اس برصغیر کی کل آبادی تقریباً ایک ارب ساڑھے چونتیس کروڑ ہے۔ اس میں سے صرف بھارت کی آبادی تقریباً ساڑھے چوراسی کروڑ ہے اور اس کا آٹھواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے یعنی وہاں تقریباً ساڑھے دس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ (ان میں حنفی مسلمان تقریباً دس کروڑ ہوں گے)

اب ۱۹۹۴ء میں پاکستان کی آبادی تقریباً ساڑھے بارہ کروڑ ہے اور بنگلہ دیش کی آبادی بھی تقریباً اتنی ہی ہے۔ گویا ان دونوں ملکوں کی کل آبادی ۲۵ کروڑ ہے۔ اور ان میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۲۲ کروڑ ۷۵ لاکھ ہے، جن میں حنفی مسلک کے مسلمان تقریباً ساڑھے اکیس کروڑ ہیں۔ اس حساب سے پورے برصغیر ہند میں آج کل احناف کی تعداد دس + ساڑھے اکیس = ساڑھے اکتیس کروڑ کے قریب ہے۔

رُوئے زمین پر آج کل تقریباً ایک ارب تیس کروڑ مسلمان آباد ہیں اور ماہرین کے اندازے کے مطابق حنفی مذہب کے پیرو تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں۔ اس لحاظ سے آج کل پوری دنیا میں حنفی مسلمانوں کی تعداد تقریباً ساڑھے چھیاسی کروڑ ہے۔

وہاں شوافع بھی تقریباً دس لاکھ کی تعداد میں ہوں گے۔ اہلِ حدیث بھی یہاں کثرت سے ہیں۔ بعض دیگر مذاہب (اثنا عشریہ وغیرہ) کے متبعین بھی یہاں پائے جاتے ہیں۔ جزیرۂ سیلون (سری لنکا)، فلپائن، ملائیشیا، جاوہ اور اس کے قرب وجوار کے دوسرے جزیروں (انڈونیشیا) کے باشندے شافعی المذہب ہیں۔ اسی طرح سیام (تھائی لینڈ) کے مسلمان بھی شافعی ہیں لیکن تھوڑی تعداد میں حنفی بھی ہیں جو ہندوستان سے آکر یہاں آبسے ہیں۔

ہند چینی (یعنی ویت نام، لاووس اور کمبوڈیا) اور آسٹریلیا کے مسلمان بھی شافعی المذہب ہیں۔ جنوبی امریکہ کے ملک برازیل میں تقریباً پچیس ہزار حنفی مسلمان آباد ہیں جبکہ امریکہ کے دیگر ممالک اور ریاستوں میں آباد مسلمان مختلف فقہی مذاہب کے مقلد ہیں اور ان کی مجموعی تعداد تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار ہے۔

حجاز میں شافعی اور حنبلی غالب اکثریت میں ہیں لیکن وہاں کے شہروں میں حنفی اور مالکی بھی پائے جاتے ہیں۔ نجد کے باشندے سب حنابلہ ہیں اور اہلِ عسیر (غیر سعودی عرب میں حجاز اور یمن کے مابین ساحلی اور پہاڑی علاقہ کا نام ہے گویا مکہ اور طائف اس کے شمال میں واقع ہیں اور نجران اس کے جنوب میں) شوافع ہیں۔ یمن، عدن اور حضر موت کے سنّی لوگ شوافع ہیں، البتہ عدن کے گرد و نواح میں حنفی بھی پائے جاتے ہیں۔

عمان میں مذہب اباضیہ کا غلبہ ہے (بلکہ وہاں انہی کی حکومت ہے) البتہ وہاں حنابلہ اور شوافع بھی ملتے ہیں اور قطر اور بحرین میں مالکیوں کی اکثریت ہے اور جو لوگ حنابلہ ہیں وہ نجد سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ اور احساء (سعودی عرب کے مشرقی ساحل کا علاقہ جو کویت اور قطر کے درمیان ہے اس کا قدیم نام "ہجر" و بحرین ہے) کے اہل سنت کی اکثریت حنبلی اور مالکی مذہب کی پیرو ہے اور کویت میں مالکیوں کی اکثریت ہے۔[1] واللہ اعلم

شیعہ مصنف محمد تیجانی سماوی اپنی کتاب شیعہ ہی اہلِ سنت ہیں میں مذہب اربعہ کی مجموعی تعداد سے متعلق لکھتے ہیں:

> مسلمان کا وہ بڑا فرقہ جو پوری دنیا میں مسلمانوں کا ۳/۴ حصہ ہے اور ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالکی، شافعی اور احمد بن حنبل کی تقلید کرتا ہے اور انہی کے فتووں کے مطابق عمل کرتا ہے...... اور یہ سب ہی اپنے آپ کو اہلِ سنت کہتے ہیں۔[2]

☆☆☆

[1] المذاہب الفقہیہ الاربعۃ، احمد تیمور باشا ص ۱۲۸-۱۳۲، مفہوم، الفاظ کے حذف و اضافہ و تغیر کے ساتھ۔
[2] شیعہ ہی اہلِ سنت ہیں۔ محمد تیجانی سماوی ترجمہ نثار احمد زین پوری ص ۲۸۔ انتشارات انصاریان ۱۹۹۴ء۔ اور مترجم کا حاشیہ کراچی قدیمی کتب خانہ

[ف]صل پنجم

اہلِ سنت کے متروک مذاہب اور ان کا نشأ وارتقاء

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسالک کو وقت کے ساتھ فروغ حاصل ہوتا گیا اور دوسری طرف اہلِ سنت کے بقیہ [م]ذاہب تقریباً ساتویں صدی ہجری تک اور ظاہری مذہب آٹھویں صدی ہجری تک ختم ہوگئے تھے۔ ان متروک [م]ذاہب میں سے چند قابلِ ذکر مسالک کا ان کے بانیان کی تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ مختصراً تعارف [م]ندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ شریک النخعی (متوفی ۱۷۷ھ)
۲۔ ابن ابی لیلیٰ (متوفی ۱۴۸ھ)[1]
۳۔ ابن شبرمہ (متوفی ۱۴۴ھ)[2]
۴۔ امام اوزاعی (۸۸ھ/۱۵۷ھ)
۵۔ سفیان الثوری (۹۷ھ۔۱۶۱ھ)
۶۔ لیث بن سعد (۹۳ھ۔۱۷۵ء)
۷۔ اسحاق بن راھویہ (متوفی ۲۳۸ھ)
۸۔ ابوثور البغدادی (متوفی ۲۴۰ھ)
۹۔ داؤد ظاہری (۲۰۲ھ۔۲۷۰ھ)
۱۰۔ ابن جریر الطبری (۲۲۴۔۲۲۵ھ۔۳۱۰ھ)

۱۔ شریک النخعی (متوفی ۱۷۷ھ):

ان کے مذہب سے متعلق تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔

۲۔ ابن ابی لیلیٰ (متوفی ۱۴۸ھ):

ان کے مذہب سے متعلق تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔

۳۔ عبداللہ ابن شبرمہ (متوفی ۱۴۴ھ):

وہ امام ابوحنیفہ کے معاصر، کوفہ کی مشہور شخصیت، فقیہ اور یمن کے والی تھے۔ ابن الاثیر الجزری نے اپنی مشہور تاریخ "الکامل" میں لکھا ہے کہ اہلِ ہمدان حضرت علیؓ کے حامی تھے۔ منصور نے موصل پر لشکرکشی اور شب خون مارنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے قبل اس نے مشہور فقہاء کرام سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ ابن اثیر کے الفاظ یہ ہیں:

"فاحضر ابا حنيفة وا بن ابی ليلى وابن شبرمة وقال لهم ان اهل الموصول شرطو الى انهم لا يخرجون على فان فعلوا حلت دمائهم واموالهم وقد خرجوا فسكت ابو حنيفة وتكلم الرجلان وقالا رعيتک فان عنوت فاهل ذلک انت وان عاقبت فبما يستحقون: فقال لابی

[1] طبقات الفقہاء، ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۷۶ھ۔ ص ۶۴۔ بغداد المکتبہ العربیہ ۱۳۵۶ھ۔ دائرہ معارف الاسلامیہ ۱۵/۳۱۳۔۳۱۴
[2] کتاب الطبقات الکبیر، ابن سعد ۶/۲۴۱۔ لندن مطبعہ بریل ۱۳۲۵ھ

حنیفة اراک سکت یاشیخ! فقال یا امیر المؤمنین! اباحوک مالا یملکون ارایت لو ان امراة اباحت فرجها بغیر عقد نکاح وملک یمین اکان یجوز ان توطا؟ قال لا ، و کف عن اهل الموصل وامر ابا حنیفة وصاحبیه بالعود الی الکوفة"۔[1]

(پس منصور نے ابوحنیفہ، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کو بلوایا اور کہا : اہلِ موصل نے میرے ساتھ عہد کیا تھا کہ وہ میرے خلاف بغاوت نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے اس کا ارتکاب کیا تو ان کا مال و جان مباح ہو جائے گا اور اب وہ بغاوت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ امام ابوحنیفہ خاموش رہے، دوسرے دو حضرات بولے اہلِ موصل آپ کی رعیت ہیں اگر آپ معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ اس کے مستحق ہیں۔ منصور نے امام ابوحنیفہ کو مخاطب ہو کر کہا، ''حضرت آپ کیوں خاموش ہیں؟'' آپ نے فرمایا، امیر المومنین! جس چیز کو ان لوگوں نے آپ کے لئے مباح قرار دیا ہے، انہیں اس کا حق حاصل نہیں (کیونکہ مومن صرف تین صورتوں میں مباح الدم ہوتا ہے اور یہاں ان میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں)۔ بھلا فرمایئے اگر کوئی عورت منکوحہ یا باندی ہونے کے بغیر اپنے جسم کو کسی شخص کے لئے مباح کر دے تو کیا اس سے مقاربت کرنا درست ہوگا؟ (یعنی عورت نے ایسے طریق سے از خود اپنے جسم کو مباح کیا ہے جسے شریعت روا نہیں رکھتی)۔ منصور بولا نہیں، اور اہلِ موصل سے ہاتھ روک لیا اور ابوحنیفہ اور ان کے دونوں رفقاء کو کوفہ لوٹ جانے کا حکم دیا)

اس واقعہ سے ابن شبرمہ کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اب ان کے مذہب اور کتابوں کا نام ونشان باقی نہیں ہے دیگر مذاہب خصوصاً حنفی مذہب کے علماء نے ان کے بیان کردہ بعض مسائل اور آراء کو اپنی کتابوں میں جگہ دی اور جابجا ان پر اعتراضات کئے ہیں۔

۱۲۸۶ھ میں حکومت ترکیہ نے سلطنت کے مختلف حصوں سے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو اکٹھا کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ اُمور شہریت کے بارے میں ضابطہ قانون وضع کریں جس کا ماخذ تو حنفی فقہ ہے البتہ بوقتِ ضرورت دوسرے مذاہب سے بھی استفادہ کر لیا جائے بشرطیکہ ان کے بیان کردہ احکام موجودہ زمانے کے حالات اور اس کی رُوح کے عین مطابق ہوں۔ چنانچہ ان علماء نے مل کر ایک ضابطہ قانون وضع کیا جس کا نام مجلة الاحکام العدلیہ رکھا گیا، ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ء میں اس کو نافذ کر دیا۔ اس ضابطہ قانون میں خرید وفروخت کے احکام ابن شبرمہ کی بیان کردہ شرائط کے مطابق مندرج کئے گئے ہیں جس کی باقاعدہ صراحت ضابطہ مذکور میں کر دی گئی ہے۔

اسی طرح حکومت مصر نے بھی کمسن بچوں کی شادی کے متعلق ابن شبرمہ کا مسلک اختیار کیا اور ۱۱ دسمبر ۱۹۲۳ء بمطابق ۳ جمادی الاولی ۱۳۴۲ھ کو ایک قانون کے ذریعہ لڑکوں کے لئے شادی کی ابتدائی حد اٹھارہ سال اور لڑکی کے لئے سولہ سال مقرر کر دی۔ اس طرح مجلة الاحکام العدلیہ میں ان کے بیان کردہ بعض مسائل کو اپنا کر اور حکومت مصر نے بعض مسائل نافذ کروا کر ابن شبرمہ کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے اور اُنہیں تاریخی حیثیت دی ہے۔

---

[1] تاریخ الکامل، ابن اثیر الجزری ۵/ ۲۱۷۔ اس میں انہوں نے ۱۴۸ھ کے واقعات میں تحریر کیا، شیخ احمد الحلبی ومحمد آفندی مصطفیٰ نے مطبعہ ذات التحریر سے ۱۳۰۳ھ میں چھپوایا۔

۴۔ امام اوزاعی (۸۸ھ۔۱۵۷ھ):

ابو عمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بعلبک (دمشق) میں پیدا ہوئے اور بیروت میں بعمر تقریباً ستر برس وفات پائی۔ بیروت کے جنوبی حصہ میں جہاں آپ مدفون ہیں آج کل محلّہ اوزاعی کے نام سے مشہور ہے[1]۔ امام اوزاعی کی تصنیفات جنہیں وہ اپنے شاگردوں کو لکھوا دیتے تھے اور جن میں سے کتاب السنن فی الفقہ اور کتاب المسائل فی الفقہ کا تذکرہ "الفہرست" میں آیا ہے وہ اپنی اصل شکل میں محفوظ نہیں رہیں[2]۔ تاہم ان کی آراء حسبِ ذیل کتب میں بکثرت منقول ہیں۔

(۱) الرد علی سیرۃ الاوزاعی لابی یوسف۔ یہ کتاب ان خیالات کے رد میں ہے جو امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ کی بعض آراء کے متعلق ظاہر کئے تھے۔ امام اوزاعی کی "کتاب السیر" کا ایک اصلی نسخہ جو ان کے ایک شاگرد نے تیار کیا تھا، گیارہویں/ سترہویں صدی عیسوی میں بھی موجود تھا۔

(۲) کتاب اختلاف الفقہاء للطبری : الاوزاعی کی آراء میں بالعموم (فقہی مسائل کے) وہ قدیم ترین حل ملتے ہیں جو آگے چل کر فقہاء نے اختیار کر لئے تھے، ان کے مذہب کی قدیم نوعیت سے۔ اگرچہ وہ امام ابوحنیفہ کے ہم عصر تھے۔ یہ گمان گزرتا ہے کہ نہ انہوں نے اپنے سے ایک پشت پہلے کے ان پیشروؤں کی تعلیمات کو محفوظ رکھا ہے جن کے ہم محض ناموں سے واقف ہیں ان کا منظم طریق استدلال بہت واضح ہے، ان کے استدلال پر "تواترِ سنت" کے اصول کا غلبہ نظر آتا ہے۔ "تواترِ سنت" سے ان کی مراد وہ تعامل ہے جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے وقت سے شروع ہوا اور جسے خلفائے راشدین نے قائم رکھا اور ان کے بعد بھی قائم رہا۔ یہی سنتِ رسول ﷺ ہے، خواہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مروی باقاعدہ احادیث میں مذکورہ ہو یا نہ ہو۔ الاوزاعی سارے اموی عہد کو "خیر القرون" میں شمار کرتے ہیں۔ سنت کے اس تصور اور بعض دوسرے پہلوؤں کے لحاظ سے الاوزاعی کا مذہب قدیم عراقی فقہاء کے مسلک کے بہت قریب آجاتا ہے۔[3]

مذہب اوزاعی کی اشاعت :

جس طرح فقہ اسلامی کے دوسرے دبستان ائمہ سے منسوب ہوئے اسی طرح قدیم شامی فقہ کا دبستان امام اوزاعی کے نام سے منسوب ہوا۔ امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں :

"...... کان اهل الشام ثم اهل الاندلس علی مذهب الاوزاعی مدة من الدهر ثم فنی العارفون به وبقی منه مایوجد فی کتب الخلاف".[4]

(اہل شام اور پھر اہل اندلس ایک زمانے تک اوزاعی مذہب کے پیروکار رہے پھر اس مذہب کے علماء ختم ہو گئے اور اب صرف ان کا ذکر ان سے اختلاف کرنے والوں کی کتابوں میں باقی رہ گیا ہے)

---

[1] فلسفہ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص۵۴۔۵۵۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵۔۱۹۴۶
[2] دائرہ معارف الاسلامیہ ۳/۵۳۵ [3] حوالہ سابق ملخص
[4] تذکرۃ الحفاظ، ابو عبداللہ شمس الدین الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ۔۱۳۴۷ء) ۱/۱۸۲۔ بیروت داراحیاء التراث العربی

عبدالعزیز سیدالاھل اپنی کتاب " الامام الا اوزاعی فقیه اهل الشام" میں لکھتے ہیں :

" فان الاوزاعی کان له مذهب قد انتشرفي الشام و افريقية والمغرب والاندلس "[1]

(امام اوزاعی ایک دبستان فقہ رکھتے تھے۔ان کا مذہب شام، افریقہ، مغرب اور اندلس میں پھیلا)

وہ مزید لکھتے ہیں :

" قيل ان مذهبه ساد سورية فترة من الزمان ثم طغى عليه مذهب مالک ولم يكد هذا المذهب ينتشر حتى تقدم اليه مذهب الشافعي "[2]

(بعض نے کہا کہ ان کا مذہب ایک زمانے تک شام میں رائج رہا پھر اس کی جگہ مذہب مالکی نے لے لی اور وہ (مالکی مذہب) شافعی مذہب کے آنے تک باقی رہا)۔

امام اوزاعی کے تلامذہ :

امام اوزاعی کے بعض ممتاز شاگرد جنہوں نے ان کے مذہب کی کتب لکھیں اور مختلف علاقوں میں اس کی اشاعت کی

☆ ابوسعید البیروتی، دمشقی الاصل، بیروت میں رہتے تھے۔امام اوزاعی کے ثقہ اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

☆ الہقل بن زیاد دمشقی (متوفی ۱۷۹ھ) بیروت میں وارد ہوئے تھے۔طویل زمانے تک امام اوزاعی کے ساتھ رہے۔ جب وہ شام آئے تو ان سے بڑا عالم کوئی نہ تھا۔اور امام اوزاعی کے بعد بیس برس سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔

☆ سعید بن عبدالعزیم، ابومحمد التنوخی دمشقی، سعید بن عبدالعزیز کی موجودگی میں امام اوزاعی سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ فرماتے : "سلوا أبامحمد" (ابومحمد سے پوچھو)۔

عقبہ بن علقمہ، ابن حدیج المعافری، طرابلس غرب سے افریقی تھے۔شام اور بیروت میں امام اوزاعی کے معاصر اور کاتب رہے۔

ان کے علاوہ صدقہ بن الفضل، بشر بن بکر اور ولید بن مزید بھی ہیں، جنہوں نے امام اوزاعی کے رسائل وفتاویٰ کو پھیلانے میں مدد کی۔[3]

عبدالعزیز سیدالاھل میں لکھتے ہیں :

" وبتتبع هؤلاء وغير هم ممن كتب عن الاوزاعي أن روايات الاوزاعي قد جاوزت الشام وفلسطين الى حران والى عراق والى طرابلس الغرب ، ومع أن من ذكرنا من الكتاب لم تجاوز مواطن اكثر هم بلاد الشام وحران فانهم تجاوز وها فيما يكتبون ويتر اسلون "[4]

(مذہب اوزاعی کا بنظر غائر مطالعہ کرنے والوں اور دیگر جنہوں نے اس مذہب سے متعلق لکھا اچھی طرح علم ہے کہ امام اوزاعی کی روایات شام، فلسطین اور پھر حران اور عراق تک اور پھر وہاں سے طرابلس غرب تک پہنچیں۔ان تمام مذکورہ باتوں کے باوجود حقیقت حال یہ ہے کہ ان کا مذہب بلاد شام وحران سے آگے نہیں پھیل سکا)

---

[1] الامام الاوزاعی فقیه اهل الشام ، عبدالعزیز دسید الاهل ص ٦٥ ، قاهره المجلس الاعلى للشئون الاسلاميه ، الكتاب التاسع والعشرون ١٣٨٦ھ۔١٩٦٦ء

[2] حوالہ سابق ص ١٣٢ [3] حوالہ سابق ص ٦٦۔٦٩ [4] حوالہ سابق ص ٦٩

اہل شام میں اوزاعی مذہب پھیلا، پھر وہاں سے شامی فوجیں سواحل افریقہ پھر اندلس کی طرف گئیں جس سے رابطہ استوار ہوگیا۔ اہل اندلس میں سے "ساشاط بن سلمہ" نے امام اوزاعی کے پاس آکر ان کے مذہب کی تعلیم حاصل کی اور پھر واپس (اندلس) جا کر اس مذہب کی ترویج میں حصہ لیا۔ امام اوزاعی کے فتوے اندلس میں حکم بن ہشام کے زمانے تک چلتے رہے۔ (اندلس) میں ان کا نام امالہ کے ساتھ اوزیعی (Auzu یا Aowzei) لیا جاتا تھا۔[1] مالکی مذہب نے مغرب میں تیسری صدی (ہجری)/نویں صدی عیسوی کے وسط میں اور شام میں چوتھی/دسویں صدی کے آخر میں اس کی جگہ لے لی۔[2]

(۵)۔ سفیان الثوری (۹۷ھ۔۱۶۱ھ):

ابو عبداللہ سفیان بن سعید (سعد) بن مسروق الثوری الکوفی، دوسری صدی ہجری کے مشہور فقیہ، محدث وصوفی تھے۔ (آپ ان) کبار ممتاز فقہاء علماء میں سے تھے جنہوں نے سرکاری عہدے قبول کرنے سے انکار کیا اور ارباب حکومت سے علیحدگی (و) کنارہ کشی کی وجہ سے معتوب ہوگئے۔ امام ثوری ۱۵۰ھ میں کوفے سے رخصت ہوگئے اور بہت سے دوسرے لوگوں کی (ط)رح منصب قضاۃ پر تقرر سے بچنے کے لئے عراق کی حدود سے نکل کر یمن چلے گئے اور وہاں ایک تاجر کی حیثیت سے (آ)باد ہوگئے مگر جب سرکاری لوگوں نے انہیں شناخت کرلیا تو آپ وہاں سے مکۃ المکرمہ چلے گئے، مگر جب وہاں بھی ان کا (ر)ہنا دشوار ہوگیا تو بصرہ آگئے اور وہیں عبدالرحمن بن مہدی کے گھر پر روپوشی کی حالت میں انتقال فرماگئے۔[3]

(۶)۔ لیث بن سعد (۹۳ھ۔۱۷۵ء)[4]

ابوالحارث اللیث بن سعد مولی قیس، فسطاط سے کچھ فاصلے پر واقع ایک گاؤں قرقشندہ میں پیدا ہوئے۔ ابن حجر (ع)سقلانی نے "الرحمۃ الغیثیہ بالترجمۃ اللیثیہ" میں آپ کی فقہی عظمت سے متعلق ممتاز علماء وفقہاء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ چند یہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"ما فی هؤلاء المصريين اثبت من الليث لا عمرو بن الحرث ولا غيره ما اصح حديثه وجعل يثنی عليه"[5]

امام شافعی نے فرمایا:

"الليث افقه من مالك الا أن اصحابه لم يقوموا به"۔[6]

(لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے۔ لیکن ان کے اصحاب نے ان کے مذہب کی تدوین نہیں کی)

امام نووی نے "التهذيب" میں فرمایا:

"اجمعوا على جلالته وامانته وعلو مرتبته فی الفقه والحديث"۔[7]

(لوگوں کا ان کی فقہ وحدیث میں جلالت، امانت اور بلند مرتبہ ہونے پر اتفاق ہے)

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۳/۵۳۵ [2] حوالہ سابق [3] حوالہ سابق اور ۱۱/ ۷۸۔۸۲۔ ملخص الفاظ کی تبدیلی وحذف واضافہ کے ساتھ، حاشیہ مناقب الامام مالک بن انس [4] قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی متوفی ۷۴۳ھ، تحقیق طاہر محمد الدرویری ص ۵۲۔۵۳، مدینۃ المنورہ مکتبہ (ال)نیہ طبع اول ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰ء [5] لیث بن سعد کی تاریخ ولادت ۹۲ھ اور ۹۴ھ بھی بتائی جاتی ہے۔ کتاب الرحمۃ الغیثیہ بالترجمۃ اللیثیہ فی مناقب الامام اللیث بن سعدؒ، ابوالفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی ص ۳ مطبعہ المیریہ ببولاق مصر المحمیہ ۱۳۰۱ھ اور حاشیہ مناقب الامام مالک للزواوی ص ۵۶ [6] الرحمة الغيثيه بالترجمة الليثيه ابن حجر ص ۲ [7] حوالہ سابق

ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے "مناقب" میں امام شافعی کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا :

" واما اهل مصر ، فانتهى العلم الى الليث بن سعد فاخذه الشافعي من جماعة من اصحابه " [1]

(اہل مصر کے علم کی انتہا لیث بن سعد پر ہوتی ہے۔ امام شافعی نے اصحاب لیث کی ایک جماعت سے علم حاصل کیا)

ابن حجر نے امام لیث کا مذہب مدون نہ ہونے کے اسباب بتاتے ہوئے لکھا :

" قال عبدالله بن وهب لولا مالک والليث لضللنا (قلت) واخذ عنه الفقه ايضامع ابن وهب عبدالرحمٰن بن قاسم واشهب ويحي بن بكير وابو صالح وغير هم لكنه ما صنف شيئا من الكتب ولا دون اصحابه المسائل عنه ولذلک قال الشافعي ضيعه اصحابه يعني لم يدونوا فقهه كما دونوا فقه مالک وغيره وان كان بعضهم قد جمع منها شيئا .... ولقد تتبعت كتب الخلاف كثيرا فلم اقف منها على مسئله واحدة انفرد بها الليث عن الائمه من الصحابة والتابعين الا في مسئلة واحدة وهي انه كان يرى تحريم اكل الجراد الميت وقد نقل ذلک ايضا عن بعض المالكية " [2]

(عبداللہ بن وہب نے فرمایا کہ اگر امام مالک اور امام لیث نہ ہوتے تو ہم ضرور گمراہ ہو جاتے۔ میں نے کہا، امام لیث سے ابن وہب عبدالرحمٰن بن قاسم کے ساتھ ساتھ اشہب، یحیٰ بن بکیر اور ابو صالح وغیرہ نے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی، لیکن امام لیث نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اور نہ ہی تلامذہ نے ان کے مسائل کو مدون کیا۔ اسی لئے امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام لیث کے اصحاب نے ان کا مذہب ضائع کر دیا، یعنی ان کی فقہ کی تدوین نہیں کی۔ جس طرح مالکی فقہ وغیرہ کو ان کے اصحاب نے مدون کیا۔ اگرچہ بعض نے انکے مذہب کو تھوڑا بہت جمع کیا.......... میں نے بہت سی خلافی کتب کا بغور مطالعہ کیا، لیکن میں نے سوائے ایک مسئلے کے کہ مردار ٹڈی کا کھانا حرام ہے کسی مسئلے میں ان کا آئمہ صحابہ اور تابعین سے اختلاف نہیں پایا اور بعض مالکیوں سے بھی اس بارے میں یہی منقول ہے)

۷۔ اسحاق بن راھویہ (متوفی ۲۳۸ھ) :

ان سے متعلق تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔

۸۔ ابو ثور البغدادی (متوفی ۲۴۰ھ)

ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان الکلبی ایک ممتاز مفتی دین اور ایک مذہب فقہ کے بانی تھے۔ عراق میں ان کی وفات ہوئی۔ ابو ثور عراق میں امام شافعی سے ایک پشت بعد آئے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام شافعی کے تمسک بالحدیث پر منظم اصرار سے متاثر ہوئے۔ لیکن انہوں نے رائے کے استعمال کو ترک نہیں کیا جیسا کہ قدیم مذاہب فقہ کا دستور تھا۔ مؤخر سوانح نگاروں نے اس بات کو اس امر پر محمول کیا ہے کہ ابو ثور نے قدیم فقہائے عراق کے مذہب استخراج بالرائے کو چھوڑ کر مذہب شافعی اختیار کر لیا تھا اور درحقیقت بسا اوقات وہ اسی مذہب کے پیروکاروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

---

[1] مناقب الامام شافعی ، ابن الاثير الجزری (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) ص ۸۳ بیروت مؤسسہ علوم القرآن طبع اول ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء

[2] الرحمة الغيثيه بالترجمة الليثيه ص ۹

لیکن ان کی آراء کو جو اکثر شوافع کے مسلک سے مختلف ہیں مذہب شافعی ہی کی متبادل آراء (وجوہ) نہیں سمجھا جاتا اور نہ
دث کی حیثیت سے ان کی کوئی خاص شہرت ہی ہے۔ مفتی کی حیثیت سے بعض محتاط تعریفی کلمات ان کے زمانے کے زیادہ
معاصر امام احمد حنبل کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اختلاف کے موضوع پر بحث کرنے والی کتابوں میں خاص
جریر الطبری کی کتاب "اختلاف الفقهاء" کے دو اجزاء میں احکام شرعیہ پر ابو ثور کی چند آراء نقل کی گئی ہیں۔
ابو ثور کا فقہی مذہب چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی میلادی تک بھی بالخصوص آرمینیہ اور آذربائیجان میں وسیع
پیمانے پر رائج تھا۔[1]

داؤد ظاہری (۲۰۲ھ۔۲۷۰ھ):

ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ وہ
امام شافعی کے بھی شاگرد تھے اور ان کے مذہب کی تائید میں کتابیں بھی لکھی۔ حتیٰ کہ تمام شافعی فقہاء، انہیں اپنا امام تسلیم
کرنے لگے۔ لیکن بعد میں انہوں نے خود ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ صرف کتاب وسنت کے
ظاہری احکام پر عمل لازمی ہے اور کسی شخص کے اقوال نہ ہمارے لئے حجت بن سکتے ہیں اور نہ ہم ان پر عمل کرنے کے لئے
مجبور ہیں۔ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے فقہی مذاہب پر تبصرہ کرتے ہوئے داؤد ظاہری اور ظاہریہ مذہب کے متعلق
بھی چند الفاظ لکھے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

"انكر القياس طائفة من العماء وابطلوا العمل به وهم الظاهرية وجعلوا المدارك كلها منحصرة في النصوص والاجماع وردّوا القياس اجلّى والعلة المنصوصة الى النص لانّ النص على العلة على الحكم في جميع محالها وكان امام هذا المذهب داؤد ابن على وابنه واصحابهما ...... ثم درس مذهب اهل الظاهر اليوم بدروس ائمته وانكار الجمهور على منتحله ولم يبق الا في الكتب المجلدة وربما يعكف كثير من الطالبين ممن تكلف بانتحال مذهبم على تلك الكتب يروم اخذ فقههم منها ومذهبهم فلايخلو بطائل ويصير الى مخالفة الجمهور وانكارهم عليه وربماعد بهذه النحلة من اهل البدع بنقله العلم من الكتب من غير مفتاح المعلمين وقد فعل ذلك ابن حزم بالاندلس على علو رتبته في حفظ الحديث وصار الى مذهب اهل الظاهر ومهرفيه باجتهاد زعمه في اقوالهم وخالف امامهم داؤد وتعرض للكثير من ائمة المسلمين فنقم الناس ذلك عليه واوسعوا مذهبه استهجانا وانكارًا وتلقوا كتبه بالاغفال والترك حتى انها ليحصر بيعها بالاسواق وربما تمزق في بعض الاحيان "[2]

(اس کے بعد منکرین قیاس کا گروہ پیدا ہوا، جنہوں نے قیاس پر عمل کرنے کو سراسر لغو بتایا۔ ان منکرین قیاس کو ظاہریہ کے
نام سے پکارا گیا۔ انہوں نے تمام احکام شرعیہ کو نصوص واجماع میں منحصر کر دیا، حتیٰ کہ قیاس جلی اور علت منصوصہ کو بھی
انہوں نے نص ہی میں شمار کر لیا۔ اس مذہب ظاہریہ کے امام داؤد بن علی اور ان کی اولاد و اصحاب ہیں .... پھر آئمہ
ظاہریہ کے ختم ہوتے ہی ان کا مذہب بھی مٹ گیا اور آج تک اسی حالت میں ہے اور محض کتابوں میں باقی ہے اور اگر آج بھی

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱/۷۶۵ ملخص

[2] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۴۴۶۔۴۴۷ بغداد، مکتبۃ المثنی سن ند

کوئی طالب علم ان کی کتابوں سے ان کی فقہ اور ان کا مذہب سیکھنے بیٹھتا ہے تو در حقیقت وہ وقت کا ضیاع کرتا ہے اور جمہور اُمت کو مخالفت کے لئے چیلنج کرتا ہے اور اُمت کی طرف سے بدعتی ہونے کی بدنامی مول لیتا ہے۔ چنانچہ ابن حزم کے ساتھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ اگرچہ وہ حفظ حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے مگر وہ ظاہریہ مذہب کے پیرو بن گئے اور اس میں انہوں نے وہ مہارت وحذاقت حاصل کی کہ اس فرقہ کے امام (بانی) داؤد سے بھی جا بجا اختلاف کیا اور دوسری طرف آئمہ مسلمین سے بھی جنگ وجدل جاری رہتی۔ آئمہ اسلام نے ان کو بُری نظر سے دیکھا اور ان کے مذہب کو لغو ثابت کر کے تہس نہس کر دیا۔ ان کی کتابوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا اور چھوتا تک نہیں۔ بازار بکنے آتیں تو کوئی خریداری پر راضی نہیں ہوتا اور کبھی ان کتابوں کو پھاڑ دیا جاتا)

ابن خلدون کی رائے کا تجزیہ :

ابن خلدون نے ابن حزم سے متعلق یہ الفاظ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر لکھے۔ اس زمانے میں اہل افریقہ مالکی مذہب رکھتے تھے اور وہ مالکی مذہب کے علاوہ کسی مذہب کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ابن حزم کے عقائد کے اختلاف سے قطع نظر ان کے علم وفضل کے تقریباً سب معترف ہیں اور ان کی کتابوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہ ہر عظیم لائبریری کی زینت ہیں۔ ان کی خرید وفروخت بھی ہمارے زمانے میں عام ہے۔ فقہ پر طالب علم جو کسی مسلک سے بھی تعلق رکھتا ہو ان کی کتب سے استفادہ کرتا ہے اور اب ان کی کتابیں چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں اور ان پر ہر سطح پر تحقیق کا کام جاری ہے، لوگ ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں۔

ظاہری مذہب کے اثرات کا جائزہ :

عراق میں مذہب ظاہریہ جو اپنے بانی (داؤد بن خلف) کے نام پر داؤدی بھی کہلاتا ہے ایک باقاعدہ فقہی مسلک بن گیا اور اس کا اثر رفتہ رفتہ ایران وخراسان تک پھیل گیا۔ لیکن اندلس میں ابن حزم ہی اس مسلک کے علمبردار تھے .... المنصور (۵۸۰ھ۔۱۱۸۴ء تا ۵۹۴ھ / ۱۱۹۷ء۔۱۱۹۸ء) کے عہد میں ظاہری مسلک سرکاری قانون کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ ۷۸۸ھ۔۱۳۸۶ء میں شام میں ظاہریوں کی ایک بغاوت کا ذکر ملتا ہے۔ حالانکہ یہ مسلک وہاں کبھی زیادہ مقبول نہیں ہوا اور مصر میں بھی ہم المقریزی کو ظاہریہ کے رنگ میں لکھتا ہوا پاتے ہیں۔ امام شعرانی جو ایک صوفی بھی تھے، انہوں نے ظاہریہ کی بہت سی آراء کو محفوظ کر دیا۔ یہ درست ہے کہ مفسرین قرآن بالخصوص فخر الدین رازی اور شارحین کتب حدیث، ظاہریہ کی مخصوص تفاسیر کا بکثرت ذکر کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف متاخر فقہاء ظاہریہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ علامہ شعرانی اپنی کتاب "میزان" میں داؤد ظاہری کو ابن حنبل اور سفیان عیینہ کے درمیان ایک نمایاں مقام دے رہے ہیں اور جنت کے دروازے کی طرف جانے والی متوازی سڑکوں پر اسے ابن حنبل اور ابو لیث بن سعد کے درمیان دکھا رہے ہیں۔[1]

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۳/ ۶۲۳۔۶۲۴ ملخص الفاظ کی تغییر کے ساتھ۔

۱۔ ابن جریر الطبری (۲۲۴ھ۔۲۲۵ھ/۳۱۰ھ)[۱]

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید طبری، آپ صوبہ طبرستان میں بمقام امل پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ مزید علم کی تلاش میں رلے، بغداد، بصرہ، کوفہ، مصر اور شام وغیرہ گئے۔ طبری عالمانہ مزاج اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ اپنی عمر کے ابتدائی ایام میں انہوں نے عرب اور اسلام کی روایات کے سلسلے میں مواد جمع کرنے کی انتہائی کوشش کی اور عمر کا باقی حصہ تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف میں گزارا۔ اپنے خاص مضامین مثلاً علم تاریخ، علم فقہ، علم قرأۃ اور علم تفسیر القرآن کے علاوہ انہوں نے علم عروض، علم اللغۃ، صرف و نحو، علم الاخلاق بلکہ ریاضیات اور علم طب کی طرف بھی گہری توجہ کی۔ مصر سے واپس آنے کے بعد دس برس تک وہ شافعی مذہب کے پیرو رہے۔ اپنا ایک الگ دبستان قائم کیا، جس کے پیرو جریریہ کہلائے۔ چونکہ اعتقادات میں شافعی مذہب سے اختلاف اتنا نہ تھا جتنا کہ عمل میں۔ اس لئے یہ تحریک نسبۃً جلد فراموش ہوگی۔ البتہ امام احمد بن حنبل کے مذہب سے ان کا اختلاف زیادہ بنیادی تھا۔ وہ امام احمد بن حنبل کو حدیث کا امام تو مانتے تھے لیکن فقہ کے متعلق وہ ان کے خیالات کے چنداں قائل نہ تھے۔[۲] یہی وجہ ہے کہ ابن جریر طبری اپنی کتاب "اختلاف الفقہاء" میں امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کرتے۔

احمد محمد الحوفی نے لکھا:

"فلما الف كتابه (اختلاف الفقهاء) اغفل ذكر احمد بن حنبل، على حين انه ذكر كثيرا من الفقهاء مثل ابى حنيفة، والشافعي، ومالك، والاوزاعى، وغيرهم من الصحابة والتابعين وتابعيهم. وقيل انه سئل فى ذلك فقال: لم يكن ابن حنبل فقيها، انما كان محدثا"۔[۳]

(جب انہوں نے اپنی کتاب (اختلاف الفقہاء) تالیف کی تو امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ دوسرے بہت سے فقہاء مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام اوزاعی وغیرہ کا ذکر کیا، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے بہت سے لوگوں کا ذکر کیا۔ جب ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن حنبل فقیہ نہیں تھے بلکہ وہ محدث تھے۔

ابن ندیم نے لکھا:

"وله مذهب فى الفقه اختار لنفسه وله فى ذلك عدة كتب"۔[۴]

(ان کا فقہ میں الگ مذہب ہے اور اس مذہب پر ان کی کئی کتابیں ہیں)

اس کے بعد ان کی کتابوں کا تذکرہ کیا اور ان کے مذہب کے فقہاء اور ان کی کتب کا تذکرہ کیا۔ طبری مذہب کے فقیہ ابو الفرج المعافی بن زکریا النہروانی کی کتابوں میں سے "كتاب التحرير والنقر (المنقر) فى اصول الفقه"

۱۔ الطبری، احمد محمد الحوفی ص ۲۷۔۲۸، المجلس الاعلى للشؤون الاسلاميه كتاب الثالث والستون ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰ء۔ اس میں تاریخ ولادت ۲۲۴ھ کے آخر یا ۲۲۵ھ کے اول میں مذکور ہے اور تاریخ وفات ۳۱۱ھ اور ۳۱۶ھ کا قول بھی نقل کیا ہے۔

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۲/۲۰۲۔۲۰۳ ملخص

۳۔ الطبری، احمد محمد الحوفی ص ۲۴۶ المجلس الاعلى للشؤون الاسلاميه کتاب الثالث والستون ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰ء

۴۔ کتاب الفهرست لابن النديم ص ۲۹۱۔ کراچی نور محمد کتب خانہ۔

اور ''کتاب الحدود و العقود فی اصول الفقه'' بھی ہیں[1]۔ ایک اور فقیہ ابوالحسن علی بن یحییٰ کے تذکرہ میں ان کی کتب میں ''کتاب الاجماع فی الفقه علی مذهب الطبری''، ''کتاب المدخل الی مذهب الطبری ونصرة مذهبه'' [2] کا بھی ذکر کیا۔ احمد محمد الحوفی نے اپنی کتاب میں امام طبری کی علمی وفقہی عظمت کے معترفین کے اقوال نقل کئے ہیں[3] اور ان کی ۲۸ کتابوں کی فہرست دی ہے[4] انہوں نے اس مذہب کی کتابوں کی عدم دستیابی سے متعلق لکھا :

" لکن کتبه التی الفها فی مذهبه فقدت ، فلانعرف من آرائه الا ماذکره فی کتابه (اختلاف الفقهاء) أوفی تفسیره للقران الکریم أو ماحکاه عنه الفقهاء والمؤرخون "۔[5]

(لیکن ان کی وہ کتب جن میں ان کے مذہب کو مدون کیا گیا تھا مفقود ہوگئیں۔ ہم ان کی آراء سے واقف نہیں ہو سکتے ماسوائے ان کی کتب (اختلاف الفقہاء) یا ان کی قرآن کریم کی تفسیر کے یا جو کہ فقہاء اور مؤرخین نے ان سے متعلق بیان کیا)

وہ مزید لکھتے ہیں :

" انقطع اتباع مذهبه بعد القرن الرابع "۔[6]

(چوتھی صدی ہجری کے بعد اس مذہب کے متبعین ختم ہو گئے)

صبحی محمصانی لکھتے ہیں :

" ان مذهب الطبری اندرس فی منتصف القرن الخامس للهجرة واصبح مدفونا فی بطون التاریخ "۔[7]

(مذہب طبری پانچویں صدی ہجری کے وسط میں ختم ہو گیا تھا اور اب اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں کے سینوں میں دفن ہے)
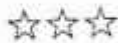
☆☆☆

---

[1] حوالہ سابق ص ۲۹۲ [2] حوالہ سابق ص ۱۷۱۔۱۹۱

[3] الطبری، احمد محمد الحوفی ص ۶۰۔۶۱ [4] حوالہ سابق ص ۷۶۔۷۴ [5] حوالہ سابق ص ۲۲۶ [6] حوالہ سابق

[7] فلسفه التشریع فی الاسلام ، صبحی محمصانی ص ۵۸۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵۔۱۹۶۲

فصل ششم

مذاہب شیعہ اوران کا نشأ وارتقاء

جن مذاہب کا ہم نے ذکر کیا وہ سنی مذہب کہلاتے ہیں۔ مگر ایک جماعت ہے جو حضرت علی ؓ کو خلافت کا پہلا مستحق مانتی تھی وہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، اور حضرت عثمان غنی ؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔

محمد تیجانی سماوی اپنی کتاب میں شیعی مذہب کا یوں تعارف پیش کرتے ہیں:

"شیعہ اہل بیت میں سے بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں اوران میں سے اول علی ؓ ابن ابی طالب پھران کے بیٹے حسن ؓ اوران کے بعد حسین ؓ اور پھر امام حسین ؓ کی نسل سے نو معصوم امام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد بار ائمہ کی امامت پر واضح اشارے اور کنایہ میں نص فرمائی ہے۔ بعض روایات میں ناموں کے ساتھ ائمہ کا تذکرہ ہے"۔[1]

مسئلہ امامت میں اہلِ شیعہ کے بھی کئی فرقہ ہوگئے جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ امامیہ ۲۔ زیدیہ ۳۔ اسماعیلیہ

یہ تینوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ امامت صرف اہلِ بیت کا حق ہے۔ وہ پہلے چار اماموں (حضرت علی ؓ، حضرت حسن ؓ، حضرت حسین ؓ، زین العابدین ؒ) کے بارے میں متفق الرائے ہیں۔

بعض فرقوں کا مختصر تعارف مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ شیعہ امامیہ:

مذہب جعفریہ جو شیعہ امامیہ اثنا عشریہ سے معروف ہے۔ امامیہ کے فرقوں میں سب سے زیادہ شہرت اثنا عشری فرقہ کی ہے۔[2]

استاذ محمد حمزہ لکھتے ہیں:

" والامامیہ لیست فرقة واحدة کما یتبادر للذھن، بل ھی فرق کثیرة کالباقریة والجعفریة والموسویة والاسماعیلیة، وجمیع ھذہ الفرق تتفرع عن الائمة الاثنا عشر الذین تنسب الیھم اشھر الفرق الامامیة وھی الاثنا عشریہ".[3]

(اور امامیہ کوئی ایک فرقہ کا نام نہیں ہے جیسا کہ لگتا ہے، بلکہ وہ بہت سے فرقوں مثلاً باقریہ، جعفریہ، موسویہ، اسماعیلیہ کا نام ہے۔ اور یہ تمام فرقے بارہ اماموں سے نکلتے ہیں اوران (ائمہ) کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ امامیہ کے مشہور فرقوں میں سے فرقہ اثنا عشریہ ہے)

[1] شیعہ ہی اہل سنت ہیں۔ محمد تیجانی سماوی ص ۹۱۔ ترجمہ نثار احمد زین پوری انتشاران انصاریان ۱۹۹۴ء

[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۳/۲۲۷

[3] التالیف بین الفرق الاسلامیہ، استاذ محمد حمزہ ص ۸۴۔ دمشق دار قتیبہ طبع اول ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۵ء

مسئلہ امامت کو زیادہ اہمیت دینے، آئمہ کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنے اور امام مہدی کے منتظر کے قائل ہونے کی بنا پر امامی کہلاتے ہیں۔ اور محمد تیجانی سماوی کے مطابق آج پوری دنیا میں شیعہ جعفری کی تعداد ۲۵۰ ملین ہے اور سب آئمہ اثنا عشری کی تقلید کرتے ہیں۔[1]

فقہ جعفری کا پہلا دور :

اعیان الشیعہ کے مطابق فقہ کا پہلا مدرسہ مدینۃ المنورہ میں قائم ہوا اور شیعی فقہاء اپنے آئمہ کرام علیہم السلام سے رجوع کرتے اور اختلافات میں ان کے حکم کو حکمِ رسول کا شارح یا ترجمان سمجھتے رہے۔ بقول السیوطی حضرت علیؓ کی طرح امام حسن بھی کتابت حدیث وسنن کے قائل تھے۔[2]

امام حسنؓ، امام حسینؓ کا دور فقہ امامیہ کا عہد وسعت ہے۔ امام زین العابدین بھی اپنے خاندانی علم کے وارث تھے اور تمام اہلِ مدینہ ان کو اعظم جانتے اور مانتے تھے۔[3] مدینہ منورہ میں دوسری صدی کا آغاز علمی نہضت سے ہوا جس میں آئمہ اہلِ بیت اور شیعی فقہاء پیش پیش تھے۔ حضرت امام باقر کا درس فقہ وتفسیر وحدیث وعقائد خاص اہمیت رکھتا تھا۔ فقہ کی تدوین جدید اور حدیث سے استخراج احکام کا سلسلہ اسی عہد میں شروع ہوا۔ اکابر مجتہدین اسی دور میں پیدا ہوئے اور ربع صدی کے اندر اندر اکابر کے خاص نظریات وافکار کی بنا پر فقہ کے الگ الگ دبستان اُبھرنے لگے۔ شیعوں نے بھی بہت سی کتابیں لکھیں۔[4]

امام باقر کے بعد ان کے فرزند امام ششم حضرت جعفر صادقؓ مسند امامت پر متمکن ہوئے۔ اس وقت کم وبیش ان کی عمر چونتیس سال تھی کیونکہ ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور امام محمد باقرؓ کا سنہ رحلت ۱۱۴ھ ہے۔ امام جعفر صادقؓ تقریباً بارہ سال اپنے جد بزرگوار امام زین العابدین اور ان کے بعد انیس سال اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے۔[5]

امام جعفر صادقؓ (۸۰ یا ۸۳ھ۔۱۴۸ھ) اکابر مجتہدین میں سے تھے اور حق گوئی بزرگی اور فضیلت علمی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ فرقہ امامیہ کی فقہ کو احیاناً آپ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسے مذہب جعفری کہتے ہیں۔ فرقہ امامیہ میں زرارہ بن اعین (متوفی تقریباً ۱۵۰ھ) اور آپ کے دو صاحبزادے حسین وحسن اور دوسرے بہت سے لوگوں نے شہرت حاصل کی۔[6]

صبحی محمصانی نے فرقہ امامیہ کے معتقدین کی تعداد کے متعلق لکھا کہ وہ ایران میں تقریباً ستر اسی لاکھ، ہند میں پچاس لاکھ، عراق میں پندرہ لاکھ، لبنان میں ایک لاکھ چھپن ہزار اسے کچھ زیادہ[7] اور شام میں تقریباً گیارہ ہزار ہیں۔[8] استاد صبحی محمصانی نے جو اعداد وشمار بتائے ہیں ان کا زمانہ نہیں بتایا۔ شاید یہ ماضی کے اعداد وشمار ہوں۔

---

1. شیعہ ہی اہلِ سنت ہیں۔ محمد تیجانی سماوی ص ۱۴۵
2. اعیان الشیعہ ۲۹/۱۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۴۲۵/۱۵
3. دائرہ معارف اسلامیہ ۴۲۵/۱۵
4. الذریعہ الی تصانیف الشیعہ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۴۲۵/۱۵
5. اعیان الشیعہ ۲۹:۲/۴۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۴۲۶/۱۵
6. فلسفہ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۶۲۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء
7. حوالہ سابق ص ۶۲-۶۳
8. حوالہ سابق ص ۶۳

...ذہب امامی اثنا عشری کی مختلف علاقوں میں نشر و اشاعت :

...بو زہرہ فرماتے ہیں :

"قد انتشر المذهب الامامي في اماكن مختلفة ، ولكن لم يكن في بلد من البلدان التي دخلها له غالبية كبيرة في كل البلاد التي دخلها واستقر فيها، ولكن بعضها له فيه كثيرة ، وبعضها له فيه قلة ، وهم في قلتهم وكثرتهم يتلاقون على العمل في الفروع بالمذهب الجعفري ، فهو المذهب السائد في الفرع ، ذلك ان الامامية يتلاقون متفقين عند الامام الصادق رضي الله تبارك و تعالىٰ عنه ، ثم يكون التفرق من بعده ، فالاسماعيلية اعتبروا الامام من بعده اسماعيل ، والاثنا عشرية اعتبروا الامام من بعده موسى الكاظم ، ثم ارسلوا سلسلتهم الى محمد بن الحسن العسكري الذي غيب ، ولا يزال ينتظر ولذلك نقول ان كل ارض دخلها المذهب الامامي دخلها معه المذهب الجعفري والاثنا عشرية على اى حا ل هم الكثرة من الشيعة ، الامامية في الجملة وان المذهب الاثنا عشرى في ايران يستغرق الكثرة ، والمذاهب السنيه فيه عدد متبعها اقل من عدد الاثنا عشرية ، والا كثرون منهم من الشافعية ، ذلك لأن المذهب الشافعي من قديم الزمان كان له شان في تلك البقاع "[1]

(مذہب امامی اثناعشریہ مختلف اماکن میں پھیلا اور پھلا پھولا لیکن یہ جہاں جہاں بھی گیا اور بہت سی جگہوں پر گیا کہیں بھی اس نے غالب ترین اکثریت کی صورت اور حیثیت اختیار نہیں کی ۔ یہ مذہب جملہ بلاد و امصار میں پہنچا، کہیں اس نے کچھ اکثریت حاصل کر لی، کہیں اقلیت میں رہا لیکن کثرت وقلت ہر حالت میں اس مذہب کے متبعین نے مذہب جعفری کے فروع تک اس پر عملدرآمد کا سلسلہ قائم رکھا۔ امام صادق رضی اللہ عنہ کے وجود گرامی تک امامیہ پورے طور پر متفق نظر آتے ہیں ۔ ان کے بعد ان میں تفرقہ پیدا ہوا۔ اسماعیلیہ نے امام جعفر صادق کے بعد اسماعیل کو امام مانا اور اثناعشریہ نے موسیٰ کاظم کے سر پر تاج امامت رکھا۔ پھر اس کا سلسلہ امامت محمد بن حسن العسکری تک برابر جاری رہا۔ امام حسن عسکری عالم ظاہر سے پردہ غیب میں چلے گئے اور انہوں نے امام منتظر کی حیثیت اختیار کر لی۔ حقائق بالا کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر اس خطہ ارض میں جہاں مذہب امامی داخل ہوا، مذہب جعفری بھی پہنچا لیکن مذہب امامیہ میں کثرت ہمیشہ اثناعشریہ جعفریہ ہی کی رہی)

...وہ مزید لکھتے ہیں :

☆ ایران میں مذہب اثناعشری کو اکثریت حاصل ہے۔ وہاں سنی بھی ہیں لیکن ان کی تعداد شیعوں سے کم ہے جو سنی مسلمان وہاں ہیں۔ ان میں اکثریت شافعیوں کی ہے۔

☆ عراق میں بھی مذہب اثناعشری کا غیر معمولی اثر ورسوخ اور مرتبہ حاصل تھا۔ وہاں اگرچہ مذہب اثناعشری کے متبعین کی اکثریت نہیں لیکن ان کی تعداد کم بھی نہیں ہے۔

---

[1] الامام الصادق، حياته و عصره ، آرائوه وفقهه ،محمد ابوزہرہ ص ۵۴۳۔ مطبعہ احمد علی مخیمر سن ند۔

☆ نجف بلاد عراق کے شہر نجف میں اثنا عشری کی کثیر تعداد موجود ہے۔ وہاں امام علی کرم اللہ وجہہ کا مزار ہے جو راس الائمہ اور ابو الائمہ ہیں۔

☆ عراق کے شہر کربلا میں سبط رسول ﷺ کا واقعۂ شہادت پیش آیا۔ امام حسینؓ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے رُوحانی تاجدار مانے جاتے ہیں۔ کربلا میں شیعہ بہت بڑی تعداد میں آباد ہیں، بلکہ وہاں کے تقریباً تمام کے تمام باشندے شیعہ ہیں۔

☆ کاظمیہ امام جعفر صادق کے صاحبزادے جوان کے بعد اثنا عشریہ کے امام بھی ہوئے، کی نسبت رکھنے والا مدائن عراق کے ایک شہر کاظمیہ میں بھی شیعوں کی اکثریت ہے اور یہیں ائمہ اثنا عشریہ کے ایک اور امام جو موسیٰ کاظم کے پوتے ہیں، آرام فرما ہیں۔

☆ بغداد کی بستیوں میں سے ایک بستی سامرا میں بھی شیعہ حضرات کی اکثریت ہے۔ ائمہ اثنا عشری کے آخری امام محمد حسن العسکری یہیں سے پردۂ غیب میں چلے گئے۔

☆ لبنان اور شام کے دوسرے شہروں میں ہزاروں کی تعداد میں شیعہ موجود ہیں۔

☆ پاکستان و ہند کے بہت سے شہروں میں امامی مذہب اب بھی موجود ہے۔

☆ بلاد انڈونیشیا میں خاصی تعداد میں موجود ہیں۔

☆ بلاد وسط افریقہ میں بھی شیعہ پھیلے ہوئے ہیں۔ مثلاً نائیجریا، صومالیہ، بلاد سنغال اور دوسرے افریقی شہروں میں وہ پائے جاتے ہیں۔ ان مقامات کے شیعوں کی کثیر تعداد اثنا عشریوں پر نہیں بلکہ اسماعیلیوں پر مشتمل ہے جو آراء منحرفہ کے حامل ہیں۔

☆ ملک یمن کی اکثریت زیدیہ فرقہ کی ہے۔ اثنا عشری بہت کم تعداد میں موجود ہیں۔

☆ بحرین میں بھی شیعہ بہت زیادہ ہیں۔

☆ ایک اور عرب شہر "قطیف" کے رہنے والے تقریباً سب شیعہ ہیں۔[1]

شیعہ زیدیہ :

شیعوں کی ایک شاخ جسے زید بن علی کو امام تسلیم کرنے کی بناء پر اثنا عشریہ اور سبعیہ سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ زید بن علی کی وفات کے بعد زیدیہ نے علویوں کی بہت سی بغاوتوں میں حصہ لیا لیکن ان کی کوئی متحدہ جماعت نہیں تھی[2]۔ دائرہ معارف الاسلامیہ میں مذکور ہے۔ دو جگہ زیدیوں کے سیاسی ارمان پورے ہوئے۔ الحسن بن زید سے لے کر ۵۲۰ھ۔ ۱۱۲۶ء تک بحر خزر کے علاقے میں بے قاعدہ وقفوں سے اور بعض اوقات ایک دوسرے کے مخالف تقریباً بیس امام اور داعی ظاہر ہونے کے بعد میں

1۔ حوالہ سابق ص ۵۴۳۔۵۵۰ ملخص
2۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۰/۵۵۲

ان کے زیدی نکتویہ میں جو ایک چھوٹا سا فرقہ تھا، مدغم ہو گئے۔ یمن میں زیدی حکومت کا بانی القاسم الرسی کا پوتا الہادی الحق یحییٰ بن الحسین تھا۔ یمن کی تمام سلطنتوں میں سے صرف یہی اب تک باقی ہے۔[1]

زمانہ حال میں امام کو معزول کر کے یمن میں جمہوری حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ زیدیہ کا تشیع اس بنا پر ثابت ہے وہ امامت کو حضرت علیؓ اور ان کے فرزند حضرت امام حسن و حضرت امام حسینؓ پھر ان کی اولاد میں مختص مانتے ہیں۔ زیدیہ کے نزدیک امام کے لئے جہاد کرنا اور فقیہ ہونا لازمی ہے۔ وہ زید بن علی کو اصول و فروع کا سرچشمہ مانتے ہیں توحید میں ان کے بیشتر عقائد شیعہ اثنا عشریہ و معتزلہ کے مطابق ہیں۔[2]

ابو زہرہ نے شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

"اکثرهم فی زماننا مقلدون، لایرجعون الی رای اجتهاد، اما فی الاصول فیرون رای المعتزلة حذو القذه بالقذة، ویعظمون ائمة الاعزال اکثر من تعظیمهم ائمة ال البیت واما فی الفروع فهم علی مذهب ابی حنیفة الا فی مسائل یوافقون فیها الشافعی رحمة الله".

(ان میں سے اکثر ہمارے زمانے میں مقلد ہیں۔ اجتہاد کی طرف رجوع نہیں رکھتے۔ وہ اصول میں معتزلہ کی رائے کی مکمل پیروی کرتے ہیں و معتزلی ائمہ کی ائمہ آل بیت سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں۔ اور فروع میں وہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر چلتے ہیں۔ ہاں البتہ بعض مسائل میں وہ امام شافعی کی موافقت کرتے ہیں)

چھٹی صدی میں زیدیوں کی اکثریت اور معتزلہ کے عقائد میں بال برابر بھی اختلاف نہیں تھا اور زیدی فقہ میں عموماً امام ابوحنیفہ سے اور بعض مسائل میں امام شافعی سے متفق ہیں۔[3] شیعہ زیدیہ حضرت علی سے پہلے خلفائے راشدین پر حکم لگانے میں اعتدال پسندی سے کام لیتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امامت کے قائل ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہے۔ شیعہ کا یہ فرقہ اہل سنت کے مذاہب سے کچھ قریب ہے اور مقبول ہے۔ صبحی محمصانی لکھتے ہیں کہ شیعہ زیدیہ کا مرکز یمن ہے جہاں ان کی تعداد میں لاکھ سے کچھ زیادہ ہے۔[4]

شیعہ زیدیہ کی سب سے قدیم کتاب "المجموع" ہے جو ان احادیث اور فتاویٰ پر مشتمل ہے جو امام زید بن علی سے روایت کئے گئے ہیں اور جن کی ترتیب مضامین کے لحاظ سے ہے۔ آج کل ان کے علم فقہ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب "الروض التفسیر شرح مجموع الفقه الکبیر" ہے جو شرف الدین حسین بن علی احمد حیمی (متوفی ۱۲۲۱ھ) کی تالیف ہے۔[5] کتب تاریخ و فرق میں ہر مذہب کی طرح زیدیوں کے بھی بہت سے فرقے بتائے گئے ہیں مثلاً الجارودیه، السلیمانیه، القاسمیه وغیرہ۔[6]

---

1. حوالہ سابق ص ۱۰/۵۵۴ 2. حوالہ سابق ص ۱۰/ ۵۵۷۔۵۵۸
3. الامام زید محمد ابو زہرہ ص ۲۰۱۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۰/ ۵۵۸ ملخص
4. فلسفه التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۶۴
5. حوالہ سابق ص ۶۳۔۶۴ 6. دائرہ معارف اسلامیہ ۱۰/ ۵۵۹

شیعہ اسماعیلیہ :

یہ فرقہ موسیٰ کاظم کی امامت کا قائل نہیں بلکہ وہ ان کے بڑے بھائی اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔ اسماعیلیہ کے مختلف نام ہیں مثلاً باطنیہ، سبعیہ، محمرہ، تعلیمیہ، میمونیہ ۔

اسماعیلیہ اقتدار کے مختلف ادوار :

۱۔ مغربی افریقہ، مصر، شام وحجاز ۲۹۷ھ/ ۹۰۹ء تا ۵۶۷ھ/۱۱۷۲ء اس دور کو فاطمی دور خلافت کہا جاتا ہے۔ اسماعیلیوں نے سیاسی اقتدار کے حصول کے بعد اپنے امام کو خلیفہ بھی کہا اور عباسی خلفاء کے بالمقابل فاطمی خلفاء کہلوایا، کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ صحیح النسب فاطمی ہیں۔ انہوں نے اپنے القاب بھی عباسیوں کے طرز پر رکھے۔

۲۔ شمالی ایران اور ملحقہ علاقہ ۴۸۳ھ/ ۱۰۹۰ء تا ۶۵۴ھ/ ۱۲۵۶ء

۳۔ محدود علاقوں میں مختصر مدتوں تک بالخصوص یمن میں غربی پہاڑیوں اور شام کے ساحلی علاقہ میں۔

۴۔ ۴۵۰ھ۔ ۱۰۵۸ء میں بغداد پر ایک سال تک اسماعیلی (فاطمی) کا قبضہ رہا[1]

اسماعیلی فقہ :

اسماعیلی فقہ میں قیاس اور رائے کو دخل نہیں ہے۔ ہر حکم نص قطعی کا محتاج ہے۔ جس کے لئے ان کے یہاں ہمہ وقت امام/ نائب امام موجود ہے۔ ان کے ارکان دین سات ہیں :

(۱) ولایت (امام سے محبت اور اس کی اطاعت)

(۲) طہارت (اتقا) (۳) صلوٰۃ (۴) زکوٰۃ

(۵) حج (۶) روزہ (۷) جہاد

ان سب میں ولایت سب سے افضل ہے، جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ان میں توحید ورسالت نہیں ہے۔ اس علم میں سب سے زیادہ نامور شخصیت قاضی نعمان بن محمد کی ہے۔[2]

وہ علاقے جہاں اسماعیلیہ کو فروغ ملا :

۱۔ فاطمی دعوت کی ابتداء دوسری صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ قریباً ڈیڑھ سو سال کی خفیہ جدوجہد کے بعد ان کو شمالی افریقہ میں ۲۹۷ھ۔ ۹۰۹ء میں اقتدار ملا۔ پھر مغرب ادنیٰ پر ان کا قبضہ ہوا اور ۳۵۸ھ۔ ۹۶۹ء میں مصر بھی ان کی قلمرو میں آگیا اور اس کے بعد محدود مدت کے لئے بلاد شام وعرب ویمن پر بھی ان کی حکومت رہی۔ لیکن یہ اقتدار بہت جلد زوال پذیر ہوا۔ ان کے مقبوضات آزاد ہوتے گئے حتیٰ کہ ۵۶۷ھ۔ ۱۱۷۲ء میں اسماعیلیہ کو مصر

---

[1] اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت کا تعارف، تاریخی نقطہ نظر سے، سید تنظیم حسین ص ۳۴۔ ۳۶ کراچی سواد اعظم اہلسنت سندھ

[2] حوالہ سابق ص ۶۸

اس طرح چھوڑنا پڑا کہ وہاں ایک اسماعیلی بھی نہ رہا۔ جبکہ ۴۴۲ھ۔۱۰۵۰ء میں شمالی افریقہ کے باشندوں نے شیعی مذہب کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا اور ۴۷۲ھ میں بلادِ عرب میں فاطمی حکومت کا نشان نہ رہا[1] یہ وہ علاقے تھے جن میں فاطمی دعوت کی کامیابی کے لئے ان کے چھٹے امام حضرت جعفر الصادقؒ نے بشارت دی تھی۔

مصر میں زوال سے قبل ہی اسماعیلیہ (طیبی) نے اپنا مرکز یمن منتقل کر لیا تھا۔ مگر یمن میں محدود علاقوں پر ان کا قبضہ رہا اور وہ بھی بہت مختصر مدت کے لئے۔ یمن کو اسماعیلیہ مبارک[2] بقعہ (مقدس علاقہ) کہتے تھے۔ کیونکہ یمن میں ہی ان کی دعوت کو ابتدائی کامیابی ہوئی تھی، لیکن یہ مبارک بقعہ بھی ان کو راس نہ آیا اور قریباً پانچ صدیاں خاموشی کے ساتھ گزارنے کے بعد اسماعیلیہ (طیبی) کو ہندوستان منتقل ہونا پڑا۔ یمن کا اب یہ حال ہے کہ وہاں اسماعیلیہ (طیبی) یعنی سلیمانی بوہرے چند ہزار[3] کی تعداد میں ہیں۔

ہندوستان میں بھی اسماعیلیہ (طیبی) کو جو بوہرے کے نام سے معروف ہیں کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ اب کچھ عرصے سے ان کی دعوت کا سلسلہ بھی بند ہے[4] قبل از پاکستان ان کی کل تعداد کا اندازہ سوا چار لاکھ تھا۔[5]

اسماعیلیہ کی ایک شاخ نزاریہ کو چھٹی/ساتویں ہجری میں شمالی ایران، عراق، کوہستانی علاقے اور شام کے سواحل پر اقتدار ملا۔ یہ اقتدار کوئی ڈیڑھ سو سال رہا۔ اس کا خاتمہ تاتاریوں نے ۶۵۶ھ۔۱۲۵۸ء میں کیا، ان کا مرکز الموت تھا۔ اس کے بعد نزاری ایران میں کئی جگہ منتقل ہوئے۔ آخر کار ان کو بھی ہندستان میں ہی پناہ ملی اور نزاریوں کے امام حسن علی شاہ آغا خاں اول ۱۲۵۸ھ۔۱۸۴۲ء میں سندھ آ گئے۔ یہ لوگ آغا خانی کہلاتے ہیں۔ حکومت برطانیہ کی سرپرستی کے باوجود ہندوستان میں ان کی دعوت کو فروغ نہ ہو سکا۔ مختصراً اسماعلیہ کو حکومت بھی ملی، دولت بھی۔

موجودہ صورت حال :

ڈاکٹر زاہد علی نے کتاب تاریخ فاطمین میں لکھا ہے کہ ایک اندازے کے مطابق قبل از پاکستان دنیا کے تمام ممالک میں اسماعیلیوں (نزاریہ، مستعلویہ، دروز اور ان کے تمام فرقوں) کی تعداد پانچ لاکھ تھی[6]۔ جو اب بڑھ کر زیادہ سے زیادہ دس لاکھ ہو گئی ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ اسماعیلیوں میں بڑی تعداد تعلیم یافتہ افراد کی ہے۔ یہ لوگ تجارت کرتے ہیں۔ سیاست میں بالواسطہ حصہ لیتے ہیں۔ Unity in Adversity (مصیبت میں اتفاق واتحاد) کے اصول کے تحت منظم ہیں اور یہودیوں کی طرح تعداد کے تناسب سے زیادہ معروف ہیں۔ لیکن ان کی آبادی منتشر ہے۔ نیز نزاریہ (آغاخانیوں) اور طیبی مستعلویہ (بوہروں) میں شدید اختلاف ہے۔ لہٰذا اپنے پھیلاؤ سے زیادہ عوامی رفاہی امور میں دلچسپی لیتے نظر آتے ہیں، تاکہ عامۃ الناس ان کے متعلق نیک خیال قائم کریں، مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ دنیا میں مسلمانوں کی کل تعداد کے اعتبار سے ایک ہزار میں ایک ہیں۔[7]

---

1. تاریخ فاطمین مصر، زاہد علی ۲/ ۹۸، اور ۲/ ۶۳ ملخص، نفیس اکیڈمی کراچی طبع دوم ۱۹۶۳ء
2. حوالہ سابق ۲/ ۶۸
3. حوالہ سابق ۲/ ۸۳۔۸۴
4. آب کوثر ص بحوالہ اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت ۱۶۹
5. تاریخ فاطمین مصر، زاہد علی ۲/ ۸۳۔۸۴، نفیس اکیڈمی کراچی طبع دوم ۱۹۶۳ء
6. حوالہ سابق ۲/ ۲۹۱
7. اسماعیلیہ اور عقیدت امامت کا تعارف، سید تنظیم حسین ص ۱۷۰

صبحی محمصانی نے اسماعیلیہ کی موجودہ حالات کے بارے میں جو لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ آج کل شیعہ اسماعیلیہ کے دو فرقے ہیں : ایک اسماعیلیہ شرقیہ اور دوسرا اسماعیلیہ غربیہ۔

اسماعیلیہ شرقیہ کا مرکز ہندوستان ہے اور اس کے پیرو ایران اور وسط ایشیاء میں بھی ہیں۔ اس فرقہ کے قائد سلطان محمد شاہ عرف آغا خان ہیں جو ان کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اڑتالیسویں امام ہیں۔ اس فرقے کے لوگ اپنے مال کا عشر یعنی دسواں حصہ انہی کو دیتے ہیں۔ ان کی تعداد برطانوی ہند میں تقریباً دس لاکھ ہے۔

اسماعیلیہ غربیہ جنوبی عرب کے علاقے میں، خلیج فارس کے قریب و جوار میں شام میں حماۃ اور لاذقیہ کے پہاڑی علاقوں میں آباد ہیں۔ شام میں اسماعیلیوں اور علویوں کی تعداد تقریباً ساڑھے بیس ہزار ہے۔ فقہ اسماعیلیہ مشہور نہیں فقہی مسائل میں اسماعیلی لوگ "دعائم الاسلام'' پر اعتماد کرتے ہیں۔ جس کے مؤلف قاضی نعمان بن محمد تمیمی مغربی (متوفی ۳۶۳ھ) میں اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں مگر پوری کتاب تا حال شائع نہیں ہوئی۔ اس میں سے کتاب الوصیہ، کتاب الجہاد اور المقدمات کو جناب آصف بن علی اصغر فیضی نے ۱۹۵۱ء میں مصر سے چھپوا کر شائع کیا۔[1]

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ شیعہ مذہب سے متعلق کتابوں کا حصول ایک مسئلہ رہا ہے جس کا اعتراف مغربی مستشرقین نے بھی کیا۔ مثلاً Shorter Encylopaedia of Islam میں "ISMA'ILIAY A" (اسماعیلیہ) کے عنوان کے تحت مقالہ نگار W. Ivanw لکھتے ہیں :

"Apparently very Few pre-Fatimid works are now preserved, and as little authentic informaion about early Ismailli doctrine is availlable as generally about the early shi'a.[2]

(ظاہری طور پر دیگر امامیہ (شیعہ) کی طرح اسماعیلیوں کے متعلق بھی معلومات محدود ہیں)

---

[1] فلسفۃ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۶۴۔۶۵ م بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء

[2] Shorter Encylopaedia of Islam, Edited by H.A.R. Gibb and j.H. Karmers page 181 Leiden E.j. Brill 1953.

احکام شریعت کے ماخذ

فصل اوّل : احکام شریعت کے متفق علیہ ماخذ

- ☆ الکتاب
- ☆ السنة
- ☆ الاجماع
- ☆ القیاس

فصل دوم : احکام شریعت کے مختلف فیہ ماخذ 814-773

- ☆ استحسان
- ☆ مصالح مرسلہ / استصلاح
- ☆ سدالذرائع
- ☆ استصحاب
- ☆ عرف وعادت
- ☆ مذہب صحابی
- ☆ شرع من قبلنا

باب چہارم

احکامِ شریعت کے ماخذ

اس باب میں ہم شرعی احکام کے ماخذ پر گفتگو کریں گے۔ ماخذ اسم مکان کے وزن پر ہے جیسے مصدر وہ جگہ جہاں سے کوئی چیز صادر ہو۔ مخرج وہ مقام ہے جہاں سے کوئی چیز خارج ہو اسی طرح ماخذ وہ جگہ ہے جہاں سے کچھ اخذ (حاصل) کیا جائے۔ ماخذ کی جمع ماخذ ہے، شرعی احکام ان ماخذ سے معلوم ہوتے ہیں جو شارع نے دیئے ہوں یا قائم کئے ہوں جو احکام کے مکلف لوگوں کی طرف رہنمائی کریں ان ماخذ کو اصول الاحکام، مصادر تشریع الاحکام اور ادلۃ الاحکام کہتے ہیں۔ یہ سب مترادفات ہیں اور سب کے ایک معنی ہیں۔

دلیل کے لغوی و اصطلاحی معنی :

دلیل کے لغوی معنی

"مافیه دلالة و ارشاد الی ای امر من الامور".

(جو کسی چیز یا کام کی طرف رہنمائی کرے یا بتلائے)[1]

علمائے اصول کی اصطلاح میں دلیل کی تعریف یہ ہے :

"انه الذی یمکن یتوصل بصحیح النظرفیه الی مطلوب خبری".[1]

(دلیل وہ ہے جس کے ذریعے صحیح غور و فکر کے بعد حکم شرعی تک پہنچنا ممکن ہو)۔

اسی سیاق میں " المسودہ" میں مذکور ہے :

" وحکی عن بعض المتکلمین انه خص الدلیل بما اوجب القطع، فاما ما افادالظن فهو امارة عندهم".[2]

(دلیل کی تعریف میں بعض متکلمین نے یہ شرط لگائی ہے کہ دلیل وہ ہے جو یقینی طور پر حکم شرعی تک پہنچادے اگر حکم شرعی تک پہنچانا ظنی ہو تو اس کو امارت (علامت) کہتے ہیں (دلیل نہیں)۔

لیکن علماء اصول کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ اس کے لئے ایسی کوئی شرط ضروری نہیں ان کے نزدیک دلیل شرعی کا ماخذ وہ ہے جس سے عملی حکم شرعی معلوم ہو، خواہ وہ قطعی طور پر معلوم ہوں یا ظنی طور پر۔[3]

---

۱ الاحکام فی اصول الاحکام سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی محمد الامدی متوفی ۶۳۱ ھ، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء الامدی ۳/۱ الوجیز۔ عبدالکریم زیدان، ص ۱۴۷۔ لاہور فاران اکیڈمی سن ند

۲ المسودہ، فی اصول الفقه، مجدالدین عبدالسلام، شہاب الدین عبدالحلیم، شیخ الاسلام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ ص ۵۷۳، جمع و تبییض شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد حنبلی متوفی ۷۴۵ ھ بیروت دار الکتاب العربی لبنان سن ند۔

۳ الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۱۴۷، لاہور، فاران اکیڈمی سن ند۔

...ل اول

احکامِ شریعت کے متفق علیہ ماخذ

احکامِ شریعت کا پہلا ماخذ الکتاب (قرآن کریم)

باب چہارم کی پہلی فصل میں متفق علیہ، بنیادی ماخذ قرآن وسنت اوران کے ذیلی ماخذ اجماع وقیاس کو بیان کیا ...ے گا اور اس باب کی دوسری فصل میں مختلف فیہ ماخذ پر گفتگو کی جائے گی۔

...رآن کا تعارف :

خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ۲۲/ اپریل ۵۷۱ء بروز پیر صبح صادق کے بعد اور طلوع آفتاب سے قبل مکۃ المکرمہ میں ...دا ہوئے۔ ان کی تیرہ سال مکی اور دس سال مدنی زندگی میں ضرورت وحالت کی مناسبت سے اللہ کی جانب سے ...پ ﷺ پر تدریجاً نازل ہونے والی کتاب ''قرآن'' ہے۔ مکی دور میں نازل ہونے والا حصہ زیادہ تر توحید کی دعوت اور ...سالت، حیات بعد الموت اور قیامت کے عقیدہ کو ذہنوں اور دلوں میں بٹھانے سے متعلق ہے یا اس میں قانون سازی ...ی عام بنیادوں کا ذکر ہے، یا اس میں فضائل اخلاق، آداب یا گزشتہ انبیاء واقوام کے متعلق بیان ہوئے تاکہ وہ لوگ ...یحت حاصل کریں۔ کیونکہ یہاں مسلمان انفرادی طور پر جدوجہد میں مصروف تھے، مگر جب یکم ہجری میں مدینۃ المنورہ ...و پہلی باقاعدہ اسلامی ریاست بننے کا شرف حاصل ہو گیا تو اجتماعی معاملات سے سابقہ پڑنا ایک لازمی امر تھا، تو اس ...ضرورت کے پیش نظر یہاں جو حصہ نازل ہوا وہ عبادات، معاملات، خاندانی نظام، وارثت، جہاد، اجتماعی وبین الاقوامی ...لقات اور امور مملکت وغیرہ سے متعلق تھا۔ اس لئے قانون سازی کے نقطہ نظر سے مدنی دور زیادہ اہم ہے۔

...ب سے پہلی اور آخری وحی :

صحیح ترین قول کے مطابق قرآن کریم کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت یہ ہے : '' اقرأ باسم ربک ...لذی خلق'' (ابتدائی پانچ آیات)[1]۔ اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت سے متعلق صحیح بخاری میں باب ...قولہ واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله ہیں[2]، حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ : '' اخر ایة نزلت علی ...لنبی ﷺ اية الربوا (سب سے آخر میں آپ پر آیت ربو نازل ہوئی)۔[3]

اس کے تئیس (۲۳) برس میں تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی بھی متعدد حکمتیں ہیں مثلاً دعوتی مہم کے دوران ...سول اکرم ﷺ کی رہنمائی فرمانا، ان کی ہمت افزائی اور دلجوئی کرنا وغیرہ اور اس مقدس کتاب قرآن کریم کے اعجاز کے بھی ...ختلف پہلو ہیں، مثلاً الفاظ واسلوب کی بلاغت، اخبار اقوام سابقہ، علمی حقائق پر مشتمل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] العلق : ۱۔۵۔ [2] البقرة : ۲۸۱۔

[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر ، باب قولہ اتقوا یوما ترجعون فیه الی الله ۔

قرآن کریم کی تعریف :

علماءِ اصول سے اس کی مختلف تعریفیں منقول ہیں ان میں سے ہر ایک کی خواہش یہ تھی کہ اس کی تعریف جامع و مانع ہو، کتاب اصول بزدوی میں یہ تعریف منقول ہے :

" القرآن هو الكتاب المنزل على رسول الله (ﷺ) المكتوب في المصاحف المنقول عن النبي عليه السلام نقلا متواترا بلاشبهة "[1]

(قرآن مجید وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول حضرت محمد پر نازل ہوئی جو مصحفوں میں لکھی ہوئی ہے اور جو ہم تک بغیر کسی شک وشبہ کے تواتر کے ساتھ نقل در نقل ہو کر پہنچی ہے۔)

اس تعریف میں القرآن کو علم قرار دیا جائے تو القرآن کے ذریعہ کتاب کی تعریف لفظی (یعنی کسی غیر معروف لفظ کو معروف کے ساتھ تعبیر کرنا جیسے لفظ غضنفر کو اسد سے) اور المنزل على الرسول سے تعریف حقیقی یعنی صورت غیر حاصلہ کو حاصل کرنے کے لئے جو تعریف کی جائے) سے اور المکتوب فی المصاحف کی قید سے وہ آیات خارج ہو گئیں جن کی تلاوت تو منسوخ ہو چکی ہے مگر حکم باقی ہے۔ مثلاً " الشيخ و الشيخو و الشيخوخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله " اور قضاء رمضان میں حضرت ابی کی قرأت :فعدة من ايام اخر متتابعات اور کفارہ یمین میں عبداللہ بن مسعود کی قرآت : " فصيام ثلثه ايام متتابعات " جو کہ مصحف میں مکتوب نہیں اس لئے قرآن کی تعریف سے خارج ہو جائیں گے۔[2]

قرآن کس چیز کا نام ہے؟

اس بارے میں ملاجیون (متوفی ۱۱۳۰ھ نے تین اقوال ذکر کئے ہیں۔

پہلا قول : قرآن فقط نظم (لفظ) کا نام ہے دلیل یہ ہے کہ انزال، کتابت نقل کے ساتھ نظم و لفظ تو متصف ہو سکتا ہے معنی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :"انا انزلناه قرانا عربيا"[3] (ہم نے قرآن عربی میں نازل کیا)۔ عربیت اور غیر عربیت کا تعلق الفاظ کے ساتھ کے ہوتا ہے نہ کہ معنی کے ساتھ۔

دوسرا قول : قرآن فقط معنی کا نام ہے اس کی دلیل یہ ہے امام ابوحنیفہ نے نماز میں فارسی زبان میں تلاوت کی اجازت دی تھی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : " وانه لفي زبر الاولين "[4] پچھلی تمام کتب سماوی غیر عربی میں تھیں اس لئے قرآن کا ان میں موجود ہونا معناً ہو سکتا ہے لفظاً نہیں۔

تیسرا قول : تیسرا اور مختار قول یہ ہے کہ : " القرآن هو اسم للنظم والمعنى جميعاً"[5] (قرآن نظم و معنی کے مجموعے کا نام ہے۔) علامہ النسفی نے المنار کے متن میں لفظ کے بجائے ادباً " نظم " کا لفظ استعمال کیا۔

---

1. اصول بزدوی اور کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی للبخاری ۱/۲۱، ۲۳۔ کراچی الصدف پبلیشر سن ند
2. کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی ۱/۲۱ ملخص۔
3. یوسف : ۲۔ 4. الشعراء : ۱۹۶۔
5. نور الانوار علی المنار، حافظ شیخ احمد، ملاجیون حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ ص ۱۳ مصر مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

...دو آیات جن سے احکام مستنبط ہوتے ہیں ان کی تعداد سے متعلق صاحب نورالانوار نے فرمایا : " والمراد من الکتاب بعض الکتاب وھی خمس مائة ایة "[1] (کتاب سے مراد بعض الکتاب ہے جو ۵۰۰ آیات ہیں) پانچ سو ...آیات کے علاوہ دیگر آیات اخبار قصص وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

قرآن کے اوامر ونواھی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں بے شمار حکمتوں اور مصالح کے ساتھ تشکیل ...ون میں انسانی طبیعت وفطرت کے پیش نظر اصول اربعہ تدریج، عدم حرج اور یسر وسہولت کی بطور خاص رعایت رکھی گئی ...تشکیل اور ارتقاء قانون کے تدریجی طریقہ کار سے یہ فکر پیدا کرنا مقصود ہے کہ کامیاب قانون وہی ہے جو انسان کی ...رت سے ہم آہنگ اور اس کی تربیت یافتہ رجحانات کے موافق ہو۔ علامہ قرطبی نے بعض مفسرین کے حوالے سے لکھا :

"ان اللہ لم یدع شیئا من الکرامة ولبر الاعطاء ھذہ الامة ومن کرامتہ واحسانہ انہ لم یوجب علیھم الشرائع دفعة واحدة ولکن اوجب علیھم مرة بعد مرة "۔[2]

(فضیلت وکرامت کی کوئی بات ایسی نہیں رہی جسے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عطا نہ فرمایا ہو یہ بھی اس کا فضل واحسان ہے کہ شرائع (احکام) کو اس نے ایک ہی دفعہ میں نہیں اُتارا بلکہ یکے بعد دیگرے رفتہ رفتہ واجب کیا۔)

اس سلسلے میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی درج ذیل توضیح سے بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے وہ فرماتی ہیں :

"انما اول مانزل منہ سورة من المفصل فیھا ذکر الجنة والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام ثم نزل الحلال والحرام ولو نزل اول شئی لاتشربوا الخمر لقاموا لاندع الخمرا بداً ولونزل لاتزنوا لقالوا لاندع الزنا ابد".[3]

(پہلے مفصل (سورة حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورتیں نازل ہوئیں جس میں جنت و دوزخ (ترغیب و ترہیب) کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے تو پھر حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے مثلاً اگر شراب پینے کا حکم اول ہی نازل ہوتا تو لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح ابتداء میں ہی زنا چھوڑنے کا حکم ہوتا تو لوگ کہہ اُٹھتے کہ ہم ہرگز باز نہ آئیں گے۔)

...کامی آیات کے فہم کے لئے چند ضروری باتیں :

احکامی آیات میں واقع احکام اور ان کے متعلقات کو سمجھنے کے لئے بعض قرآنی علوم میں گہرائی ضروری ہے جن ...کے بغیر آیات الاحکام کو سمجھا نہیں جا سکتا مثلاً تاریخ کے بارے میں ضروری علم، عربوں کی اس وقت کی معاشرتی حالت ...وغیرہ اور قرآن کریم کی آیات کی مختلف تقسیمات مثلاً ظاھر و نص ، مفسر ، محکم ، خفی ، مشکل ، مجمل ، متشابہ وغیرہ۔ قرآن کریم کے الفاظ کی خاص وعام پر مبنی تقسیم اور خاص کی اقسام اور امر و نہی کا علم وغیرہ۔

---

[1] نورالانوار، ملاجیون ص ۸۔

[2] الجامع لاحکام القرآن ، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی ۳/۵۲، سورۃ بقرۃ کی آیت ۲۱۹ کی تشریح کے تحت تحریر کیا، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

[3] صحیح البخاری ، کتاب فضائل القرآن ، باب تالیف القرآن ۔

قرآنی احکام کی تقسیم :

قرآنی کریم مختلف قسم کے احکام پر مشتمل ہے عبدالوھاب خلاف نے لکھا :

"انواع الاحکام التی جاء بها القرآن الکریم ثلاثة".

الاول : احکام اعتقادیة، تتعلق بمایجب علی المکلف اعتقاده فی الله وملائکته و کتبه ورسله والیوم الاخر .

والثانی : احکام خلقیة تتعلق بمایجب علی المکلف ان یتحلی به من الفضائل و ان یتخلی عنه من الرذائل .

والثالث : احکام علمیة تتعلق بما یصدر عن المکلف من اقوال وافعال وعقود و تصرفات وهذا النوع الثالث هو فقه القرآن، وهو المقصود الوصول الیه بعلم اصول الفقه"[1]

(قرآن کریم میں احکام کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں) :

اول : اعتقادی احکام، جواللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان کے مکلّف پر واجب ہونے سے متعلق ہیں۔

دوم : اخلاقی احکام، جو مکلّف کے اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے اور رذائل اخلاق سے چھٹکارا دلانے کے وجوب سے متعلق ہیں۔

سوم : احکام عملیہ، جو مکلّف کے اقوال وافعال اور عقود وتصرفات سے متعلق ہیں۔ اور فقہ میں یہ ہی مقصود ہیں، اور فقہ واصول فقہ کا مقصد بھی ان سے واقفیت اور ان تک رسائی ہے۔

اس کے بعد موصوف نے احکام عملیہ کو دو قسموں اول عبادات جیسے نماز وروزہ وغیرہ جن کا مقصد فرد کا رب سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ دوم معاملات جو ذاتی (Private Law) کی صورت میں ہوتے ہیں اور پھر انہوں نے معاملات کو مزید سات قسموں میں تقسیم کیا۔

مضامین کے لحاظ سے قرآنی احکام کی تقسیم :

مضامین کے لحاظ سے قرآن میں احکام کی اقسام کو عبدالکریم زیدان نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے :

(ا) "الاحکام المتعلقة بالاسرة، وهی تدخل فی نطاق مایسمی : بقانون الاسرة، اوبمسائل الاحوال الشخصیة : کالنکاح والطلاق والبنوة والنسب والولایة، ونحو ذلک، ویقصد بهابناء الاسرة علی اسس قویمة، وبیان حقوق و واجبات افرادها، و آیات هذه الاحکام نحو (۷۰) آیة .

(ب) الاحکام المتعلقة بمعاملات الافراد المالیة : کالبیع والرهن وسائر العقود، وهی تدخل فی نطاق مایسمی : بالقانون المدنی، و آیاتها نحو (۷۰) ایة .

---

[1] علم اصول الفقه، عبدالوہاب خلاف ص ۳۲ کویت، دارالقلم، بیسویں طبع ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶ء۔

(ج) الاحكام المتعلقة بالقضاء والشهادة واليمين، ويقصد بها: تنظيم اجراءات التقاضي لتحقيق العدالة بين الناس، وهي تدخل فيما يسمي اليوم: بقانون المرافعات، وآياتها نحو (١٣) آية.

(د) الاحكام المتعلقة بالجرائم والعقوبات، وهي تكون القانون الجنائي الاسلامي، وآياتها نحو (٣٠) آية، ويقصد بها: حفظ الناس واعراضهم واموالهم، واشاعة الطمانينة والاستقرار في المجتمع.

(ه) الاحكام المتعلقة بنظام الحكم، ومدى علاقة الحاكم بالمحكوم وبيان حقوق وواجبات كل من الحاكم والمحكومين، وهي تدخل فيما يسمي، بالقانون الدستوري، وآياتها نحو (١٠) آيات.

(و) الاحكام المتعلقة بمعاملة الدولة الاسلامية للدول الاخرى، ومدى علاقتها بها، ونوع هذه العلاقة في السلم والحرب، ومايترتب على ذلك من احكام، وكذلك بيان علاقة المستامنين (الاجانب) مع الدولة الاسلامية وهذه الاحكام منهاما يدخل في نطاق القانون الدولي العام، ومنها مايدخل في نطاق القانون الدولي الخاص، وآياتها نحو من (٢٥) آية.

(ز) الاحكام الاقتصادية: وهي المتعلقة بموارد الدولة ومصارفها، وبحقوق الافراد في اموال الاغنياء وآياتها نحو من (١٠) آيات.[1]

(الف) خاندان احکام یعنی عائلی قوانین: یہ وہ احکام ہیں جو اس قانون کے دائرہ میں آتے ہیں جن کو جدید اصطلاح میں عائلی قانون یا شخصی قوانین کہا جاتا ہے جیسے نکاح، طلاق، اولاد، نسب، ولایت، وغیرہ ان احکام کا مقصد خاندان کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا اور اس کے افراد کے حقوق و فرائض کو بیان کرنا ہے۔ ان احکام سے متعلق آیات کی تعداد تقریباً ۷۰ ہے۔

(ب) وہ احکام جن کا لوگوں کے مالی معاملات سے تعلق ہے جیسے بیع، رہن، اور عقود یہ احکام اس قانون کے دائرہ میں آتے ہیں جن کو موجودہ اصطلاح میں دیوانی قوانین کہا جاتا ہے ان آیات سے متعلق آیات کی تعداد تقریباً ۷۰ ہے۔

(ج) قضاء شہادت اور قسم کے بارے میں احکام: ان کا مقصد عدالتی کارروائیوں کو منظم کرنا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان انصاف قائم کیا جاسکے۔ یہ احکام دور حاضر کے قانون عدل میں داخل ہیں ان آیات کی تعداد تقریباً تیرہ ہے۔

(د) جرم و سزا سے متعلق احکام: یہ اسلام کا فوجداری قانون ہے ان آیات کی تعداد تقریباً ۳۰ ہے ان کا مقصد لوگوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہے، نیز معاشرہ میں اطمینان و سکون قائم کرنا ہے۔

(ہ) نظام حکومت، حاکم و محکوم کے درمیان تعلق کی وسعت، اور حاکم و محکوم کے حقوق و فرائض سے متعلق احکام، یہ احکام دور حاضر کے دستوری قانون میں داخل ہیں ان اُمور سے متعلق آیات کی تعداد ۱۰ ہے۔

---

[1] کتاب الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۱۵۷-۱۵۶، لاہور، فاران اکیڈمی سن ند

(و) اسلامی سلطنت کا دوسری سلطنتوں کے ساتھ معاملہ، ان کے تعلقات کی حدود، زمانہ جنگ، دامن میں ان تعلقات کی نوعیت اوران تعلقات کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے نتائج سے متعلق احکام، اسی طرح ان میں وہ احکام بھی شامل ہیں جو اسلامی سلطنت میں دوسرے ملکوں کے پناہ لینے والے یا آنے والے لوگوں سے متعلق ہیں ان میں سے بعض احکام تو عام بین الاقوامی قوانین کے دائرہ میں داخل ہیں اور بعض خصوصی (پرائیوٹ) بین الاقوامی قانون شامل ہیں ان آیات کی تعداد تقریباً ۲۵ ہے۔

(ز) اقتصادی احکام، یہ احکام اسلامی سلطنت کے آمدنی، خرچ اور مالداروں کی دولت میں دوسرے افراد کے حقوق سے متعلق ہیں ان آیات کی تعداد تقریباً ۱۰ ہے۔

اس طرح عبدالکریم زیدان کے مطابق ان آیات کی تعداد ۲۲۸ ہوئی جن کے مضامین احکامی نوعیت کے ہیں۔

تجزیہ : منصوص احکا کی تعداد کتنی ہے؟ اس کو دو طرح سے دیکھنا چاہیئے۔

۱۔ قرآن کریم کے منصوص احکام۔

۲۔ احادیث کے منصوص احکام۔

دونوں قسم کے منصوص احکام کی تعداد میں علماء کی مختلف تحقیقی آراء ہیں۔ مثلاً قرآنی احکام کے متعلق شیخ عزالدین عبدالسلام لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک ایسی آیات ڈیڑھ سو ہیں۔ امام غزالیؒ کے نزدیک ایسی آیات پانچ سو ہے۔ نواب صدیق حسن نے نیل المرام میں تقریباً دو سو آیاتِ احکام درج کی ہیں۔ احکام فی احادیث کی تعداد سے متعلق ایر یمانی اپنی کتاب "توضیح الافکار" میں لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام عبدالرحمن مہدی کے نزدیک ان کی تعداد آٹھ سو ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک کے نزدیک نوسو اور امام ابو یوسف کے نزدیک گیارہ سو ہیں۔

قرآن واحادیث کے منصوص احکام پر کتابیں :

اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً احکام القرآن پر امام شافعی کے مباحث ایک جلد میں، امام ابوبکر جصاص کی احکام القرآن تین ضخیم جلدوں میں، قاضی جلدوں میں۔ قاضی ابوبکر بن العربی مالکی کی کتاب چار ضخیم جلدوں میں، امام قرطبی کی "الجامع لاحکام القرآن" تقریباً دس جلدوں میں ہے اور مختصر کتابوں میں امام سیوطی کی "الاکلیل"، ملاجیون کی "تفسیرات الاحمدیہ" اور صدیق حسن کی "نیل المرام" قابلِ ذکر ہیں۔ عصر حاضر کے شیخ محمد دروزہ شامی کی "الدستور القرآنی" دو ضخیم جلدوں میں بہترین کتاب ہے۔

احکام فی احادیث پر بھی عمدہ کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً چوتھی صدی ہجری کے امام جعفر طحاوی کی شرح معانی الاثار، پانچویں صدی ہجری کے امام ابن حزم کی المحلی اور علامہ بن حجر عسقلانی کی بلوغ المرام وغیرہ وغیرہ۔

قرآن میں احکام بیان کرنے کا اسلوب :

قرآن کریم میں احکام کا تذکرہ کبھی امر کے صیغہ کے ساتھ ہوتا ہے : "واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"[1] (جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو) اور کبھی نہی کے صیغہ سے جیسے اس آیت میں ہے : "ولا تنکحوا ما نکح اباء کم"[2] (اور جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا تم ان سے نکاح نہ کرو)۔ کبھی یہ کہہ کر حکم ہوتا ہے کہ فعل مکتوب (فرض) ہے جیسے "کتب علیکم الصیام"[3] (تم پر روزے مکتوب (فرض) کئے گئے)۔ کبھی جب اس سے منع کرنا مقصود ہوتا ہے تو یہ کہہ کر منع کیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں جیسے اس آیت میں ہے : "لاخیر فی کثیر من نجو اھم"[4] (ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں)، اور کبھی جب فعل کی ترغیب پر زور دینا مقصود ہوتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کا نتیجہ بتایا جاتا ہے۔ جیسے میراث کے احکام کا ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں ہے : "تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا وذلک الفوز الکبیر ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالداً فیھا ولہ عذاب مھین"[5] (یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ ہی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا اللہ اسے آگ میں ڈالے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسواء کن عذاب ہے)۔

اسی طرح وہ فعل جس کے کرنے پر قرآن نے تعریف کی ہو یا اس کے کرنے پر ثواب کا وعدہ کیا ہو وہ فرض یا مندوب ہے، ہر وہ فعل جس کی قرآن مذمت کرتا ہو یا اس کے کرنے پر کسی سزا کا ذکر کرے وہ حرام ہے یا مکروہ اور ہر وہ فعل جس کے ساتھ "احل لکم"[6] (تمہارے لئے حلال ہے) یا "لاجناح علیکم"[7] (تم پر کوئی گناہ نہیں) ہو، یا اس کے ساتھ مذمت تعریف، سزا و ثواب میں سے کچھ بھی ذکر نہ کیا ہو تو وہ مباح ہے۔

قرآن کریم کی حجیت :

قرآن سے قرآن کی حجیت پر کئی آیات پیش کی جاتی ہیں مندرجہ ذیل آیت مبارکہ سے بھی قرآن کریم اور اس کے ساتھ سنت و اجماع کے دلائل شریعت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"یایھا الذین آمنو اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیرو احسن تاویلا"۔[8]

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر واقعی تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو یہ ہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے)

[1] النساء : ۵۸۔ [2] النساء : ۲۲۔ [3] البقرہ : ۱۸۳۔ [4] النساء : ۱۱۴۔
[5] النساء : ۱۳۔ [6] البقرہ : ۱۸۷ [7] البقرہ : ۲۳۶ [8] النساء : ۵۹

احکامِ شریعت کا دوسرا ماخذ "سنت"

سنت کی تعریف :

لغت میں سنت کے معانی "الطریقة والعادة والسیرة" کے آئے ہیں [1]۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے : "فلن تجدلسنة الله تبدیلا"[2] (پس تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے) سنت کے یہ معنی عام ہیں لیکن محدثین، فقہاء و اصولیین کے یہاں اس کے اصطلاحی معنی الگ الگ ہیں علامہ آمدی نے فرمایا : "واما فی الشرع ، فقد تطلق علی ماکان من العبادات نافلة منقولة عن النبی ﷺ"[3] (فقہاء کی اصطلاح کے مطابق)، (شرع اسلام میں سنت کے لفظ کا اطلاق ان عبادات نافلہ پر کیا جائے گا جو نبی علیہ السلام سے منقول ہیں)۔

اصطلاح اصولیین میں سنت کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ آمدی نے فرمایا :

"وقد تطلق علی ماصدر عن الرسول من الادلة الشرعیه ممالیس بمتلو ، ولاهو معجز ، ولاداخل فی المعجز...... ویدخل فی ذلک اقوال النبی علیه السلام، وافعاله وتقاریره ."[4]

(اور سنت کے لفظ کا اطلاق ان دلائل شرعیہ پر بھی ہوگا جو وحی متلو (قرآن کی مثل) نہیں ہیں...... اور سنت میں آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور تقریرات شامل ہوں گے۔)

سنت و حدیث میں فرق :

سنت کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کی جاچکی ہے۔ حدث یحدث کے لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے ابن منظور افریقی لکھتے ہیں : حدث : الحدیث نقیض القدیم والحدوث نقیض القدقة"۔[5] (حدیث قدیم کی اور حدوث قدامت کی ضد ہے)۔ اس دعوے کی دلیل میں انہوں نے ایک حدیث پیش کی : "کل محدثه بدعة و کل بدعة ضلالة"[6] (ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے)۔ الیاس انطون نے حدث کے معنی "ذوی" بتایا ہے[7]۔ اگر حدث کو مجرد سے نکال کر باب تفعیل میں لے جایا جائے اور حدث بنایا جائے تو اس کا معنی بیان و گفتگو ہوگا جیسے ارشاد ربانی ہے : "فمال هؤلا القوم لایکادون یفقهون حدیثا"[8] (آخر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی)۔ لیکن اصطلاح میں حدیث سے مراد ہر وہ بیان یا بات ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی قول، فعل یا طرزِ عمل کی نسبت کی گئی ہو حدیث میں مستند اور قابل اعتماد بیانات بھی شامل ہیں اور غیر مستند اور نا قابل

---

1. لسان العرب مادہ سنن، ابن منظور افریقی، مطبوعہ قاہرہ، دار المعارف ابن منظور افریقی، مطبوعہ قاہرہ، دار المعارف کتاب التعریفات، سید الشریف علی بن محمد الجرجانی ص ۱۲۲ باب السنن طہران ایران انتشارات ناصر خسرو طبع سوئم ۱۳۶۸۔
2. فاطر : ۴۳۔
3. الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابو الحسن علی بن ابی علی بن محمد الآمدی متوفی ۶۳۱ھ ۱/ ۱۱۹ بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶ء۔
4. حوالہ سابق
5. لسان العرب ابن منظور ۲/ ۷۹۶، دار المعارف قاہرہ۔
6. مرقات شرح مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة/ ۲۴۳ ملتان۔
7. قاموس العصری، الیاس انطون ص ۱۳۸ بیروت ۱۹۷۲ء۔
8. النساء : ۷۸۔

اعتماد بیانات بھی لہٰذا صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع حدیث کی قسمیں تو ہو سکتی ہیں لیکن سنت کی نہیں سنت صرف مستند اور
قابلِ اعتماد احادیث ہی کو کہا جاتا ہے، موضوع احادیث کو سنت نہیں کہا جا سکتا۔ ان دونوں اصطلاحات کے مابین یوں بھی
فرق کیا جا سکتا ہے کہ سنت شرعی حکم کو کہتے ہیں اور جس روایت میں یہ حکم بیان کیا گیا ہو اس کو حدیث کہتے ہیں۔ مثلاً اس
حدیث میں چار سنتیں ہیں کا مطلب ہوگا کہ چار حکم ہیں۔ جمہور اصولیین ان کے مابین فرق رکھتے ہیں محدثین کی طرح ان کو
مترادف نہیں سمجھتے۔

سنت بحیثیت مستقل بالذات قابلِ استناد ماخذ شریعت :

قرآن کریم کی طرح سنت بھی مستقل بالذات قابلِ استناد دین کا ماخذ شریعت کا مصدر ہے چنانچہ علامہ شوکانی فرماتے ہیں :

" اعلم انه قد اتفق من يعتد به من اهل العلم على ان السنة المطهرة مستقلة بتشريع الاحكام وانها كالقران فى تحليل الحلال وتحريم الحرام"۔[1]

(معلوم ہونا چاہئے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ سنت مطہرہ تشریعی احکام میں مستقل حیثیت کی حامل ہے اور کسی چیز کو حلال قرار دینے یا حرام کرنے میں اس کا درجہ قرآن کریم ہی کی طرح ہے۔)

پھر وہ آگے چل کر لکھتے ہیں :

" ان ثبوت حجية السنة المطهرة او استقلالها بتشريع الاحكام ضرورة دينية ولا يخالف فى ذلك الامن لاحظ له فى دين الاسلام"۔[2]

(سنت مطہرہ کی حجیت کا ثبوت اور تشریع احکام میں اس کی مستقل حیثیت ایک اہم دینی ضرورت ہے اور اس کا مخالف وہی شخص ہے جس کا دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں)

سنت کے مستقل حجت شرعی ہونے کا مطلب :

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی صحیح حدیث سے جو حکم ثابت ہو وہ مسلمان کے لئے قابلِ اطاعت ہے چاہے اس کی
صراحت قرآن کریم میں ہو یا نہ ہو۔ آپ ﷺ کے صرف وہی فرمودات قابلِ اطاعت نہیں ہوں گے جن کی صراحت قرآن
کریم میں آ گئی ہو۔ امام شوکانی نے عبدالرحمٰن ابن مہدی بن حسان متو (فی ۱۹۸ھ) کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے کہا :

" الزنادقة والخوارج وضعوا الحديث "ماatاكم عنى فاعرضوه على كتاب الله فان وافق كتاب الله فانا قلته وان خالف فلم اقله"۔[3]

(زنادقہ اور خوارج نے یہ حدیث گھڑ لی کہ میری بات کو قرآن پر پیش کرو اور جو اس کے موافق ہو اسے قبول کر لو اور جو اس کے مخالف ہو اسے رَدّ کر دو۔)

---

[1] ارشاد الفحول، الشوکانی ۱/۱۵۶، قاہرہ، دار الکتاب سن ند۔
[2] ارشاد الفحول، الشوکانی ۱/۱۵۸۔ قاہرہ، دار الکتاب سن ند
[3] ارشاد الفحول، الشوکانی ۱/۱۵۸

امام شوکانی نے مزید فرمایا :

"واما ما یروی من طریق ثوبان فی الامر بعرض الاحادیث علی القران فقال یحی بن معین : انه موضوع وضعته الزنادقه".[1]

(جوقرآن پر حدیث کو پیش کرنے کے بارے میں (آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام) ثوبان (بن بجدد یا ابن جحد رالھاشمی متوفی ۵۴ھ) سے جو روایت بیان کی گئی ہے یحییٰ بن معین (بن عون الغطیفانی متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا یہ روایت موضوع ہے جسے زنادقہ (بے دینوں) نے گھڑا ہے۔)

سنت کی بطور ماخذ قرآن کریم سے توثیق :

توثیق کرنے والے چند قرآنی دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : "لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة"[2] (تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول میں ایک بہت اچھا نمونہ ہے)۔ اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے : "قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله"[3] (اے نبی) کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "وانزل الله علیک الکتاب والحکمة وعلمک مالم تکن تعلم"[4] (اور اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور جو آپ نہیں جانتے تھے اس کی تعلیم فرمائی) سے متعلق فرمایا : "فذکر الله الکتاب، وھو القرآن، وذکر الحکمة ...... الحکمة سنت رسول الله"[5] (اللہ نے (اس آیت میں جو) الکتاب ذکر کیا وہ القرآن ہے اور جو حکمت کا ذکر کیا ...... حکمت سنت رسول اللہ ہے)۔

سنت اور حدیث کے بارے میں صحابہ کا طرز عمل :

امام دارمی نے اپنی مسند میں اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا کہ جب ان کے سامنے کوئی قانونی مسئلہ زیر غور آتا تو وہ پہلے قرآن کریم سے اس کا حل تلاش کرتے وہاں نہ پاتے تو پھر اعلان کر دیتے کہ اس بارے میں کسی کو رسول اللہ کے کسی قول کا علم ہو تو آ کر بتائے اگر کوئی شخص اس بارے میں آپ ﷺ کے طرز عمل کی خبر دیتا تو آپ اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اپنی خوشی کا اظہار کرتے اور فرماتے : "الحمد الله الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا"[6] (اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے اندر ایسے لوگوں کو باقی رکھا جو ہمارے نبی کی سنتوں کی حفاظت کرتے ہیں)۔ حضرت عمر فاروق اپنے دور میں مختلف علاقوں کے عامل مقرر کرتے وقت سنت کی اہمیت کو اُجاگر کرنا ضروری سمجھتے، فرماتے کہ میں اعمال و حکام بھیجتا ہوں تا کہ وہ دین اور نبی کی سنتیں سکھائیں۔ سنت کے بارے میں حضرت عمر کا موقف اس خط سے بھی واضح ہو جاتا ہے، جو انہوں نے قاضی تشریح کے نام لکھا ہے[7]۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کا طرز عمل بھی حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی طرح ہوتا تھا۔

---

[1] ارشاد الفحول بالشوکانی ۱/ ۱۵۷ [2] الاحزاب : ۲۱۔ [3] ال عمران : ۳۱۔ [4] النساء : ۱۱۳۔

[5] الرسالہ، امام محمد بن ادریس شافعی ص ۷۷، ۷۸، رقم ۲۵۰، ۲۵۲ تحقیق و شرح احمد محمد شاکر، دار الفکر ۱۳۰۹ھ۔

[6] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ (۱۱۱۴ھ۔ ۱۱۷۶ھ) ۱/ ۳۶۴۔ ۳۶۵، باب الفرق بین اہل الحدیث واصحاب الرای، کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز سنہ ندارد۔

[7] اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی ۱/ ۱۰۲، شرح کتاب عمر فی القضاء۔

سنت کے بارے میں فقہاء کا موقف :

صحابہ کرام کے بعد جب مسلمانوں کو نئے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے حل کے لئے علمائے اُمت نے قرآن وسنت کی روشنی میں غور وفکر کرنے کے لئے کچھ کلیات (اصول) وضع کئے اس علم کو اصول فقہ کا نام دیا گیا۔ ان کی بنیاد قرآن وسنت دونوں تھی اس لئے کسی بھی امام نے سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن کو شریعت اسلامی کا ماخذ قرار نہیں دیا۔

امام شافعی کی سنت کے بارے میں رائے :

امام شافعی فرماتے ہیں :

"فرض الله على الناس اتباع وحيه وسنن رسوله"[1]

(اللہ نے لوگوں پر اپنی وحی اور اپنے رسول کی سنت کی اتباع فرض کردی۔)

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی کا یہ قول جس میں ان سے منسوب فقہی قواعد کا خلاصہ دیکھا جاسکتا ہے قرآن کریم کے الفاظ ہی کو ذرا مختلف انداز میں بیان کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے : "وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى"[2] (وہ (نبی) اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے)۔

قرآن وسنت کی حجیت کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے :

شیخ شہاب الدین مکی (متوفی ۹۷۳ھ) نے کہا کہ متعدد طرق سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ :

"انه اولا ياخذ بما في القرآن فان لم يجد فبالسنة فان لم تجد فبقول الصحابة فان اختلفوا اخذ بما كان اقرب الى القرآن اولسنة من اقوالهم ولم يخرج عنهم".[3]

(بلاشبہ وہ اولاً کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں اگر اس میں وہ مسئلہ نہ ملے تو سنت رسول ﷺ میں تلاش کرتے، اگر دونوں میں ہی اس کا حل نہ پاتے اور صحابہ کرام کے اس مسئلے کے بارے میں ایک سے زائد اقوال ہونے کی صورت میں جو قول اقرب الی القرآن یا اقرب الی السنہ سمجھتے اسے لے لیتے ہیں اور وہ اس سے باہر نہیں جاتے۔)

امام مالک کی سنت نبوی کے بارے میں رائے :

معن بن عیسی القزاز کہتے ہیں کہ انہوں نے امام مالک کو یہ فرماتے سنا :

"انما انا بشر اخطئى واصيب، فانظروا في قولي، فكل ماوافق الكتاب والسنة فخذوا به، ومالم يوافق الكتاب والسنة فاتركوه".[4]

(میں تمہارے طرح بشر ہوں غلطی بھی کرتا ہوں اور صحیح بھی، ہر وہ چیز جو کتاب وسنت کے موافق ہو اسے قبول کرلو اور جو مخالف ہو اسے چھوڑ دو)

---

[1] الرسالہ، امام شافعی ص ۷۶، رقم ۲۳۳۔ [2] النجم : ۴۔

[3] كتاب الخيرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفه النعمان شہاب الدین احمد حجر الہیتمی المکی (متوفی ۹۷۳ھ) ص ۲۹، گیارہویں فصل فما بنی علیہ ملحبہ کے تحت لکھا مصر مطبعۃ المیمنیہ ۱۳۱۱ھ۔

[4] اعلام الموقعين عن رب العالمين محمد بن ابوبکر ابن قیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، ۷۵/۱ بیروت دار الفکر ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء۔

امام مالک کے اس قول کو اگر قرآن وسنت کی تعلیمات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول بھی اسی قرآنی آیت کے الفاظ سے ذرا مختلف انداز میں بیان ہے : "وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"۔[1]

امام احمد بن حنبل کے فتاویٰ کی پانچ بنیادیں ہیں جن میں اولین بنیاد نصوص یعنی قرآن وسنت پر عمل ہے۔ نص کے مقابلہ میں انہیں جو بھی چیز ملتی ہے اسے رد کردیتے ہیں[2]۔ امام صاحب کا قول قرآن وسنت کی اس آیت کی روشنی میں ہے : قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین[3] (کہو کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی پھر وہ منہ موڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا)۔

یہ تمام اقوال ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے بعد سنت رسول شریعت اسلامی کا دوسرا ماخذ ہے اور قرآن کریم میں صریح رہنمائی نہ ملنے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی وہی اہمیت ہے جو قرآنی آیات کی ہے اس نظریے سے نہ تو کبھی صحابہ کرام بے نیاز ہوئے اور نہ کسی بھی دور کے علماء اُمت نے اس سے صرفِ نظر کیا۔

سنت کا بطور ماخذ شریعت دائرہ کار :

ماخذ اول قرآن مجید کے بعد سنت نبوی کا درجہ ہے۔ سنت کا دائرہ کار کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی مدد کے بغیر قرآن کے حکم پر عمل کرنا متعذر و مشکل ہو جاتا ہے، اس بات کی وضاحت میں چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جہاں بغیر سنت کی مدد کے حکم قرآنی پر عمل مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔

عبادات : اللہ نے حکم فرمایا : "اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ"[4] اس نماز کی ہیئت و کیفیت کیا ہونی چاہیے جسے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا، اس کے اوقات و تعداد اور رکعات، اور کس پر واجب ہے اور روزانہ یا زندگی میں کتنی مرتبہ فرض ہے۔ ماہیت زکوٰۃ کیا ہے؟ کس پر اور کس مال کی کتنی مقدار پر کن شرائط کے ساتھ زکوٰۃ فرض ہے؟......... "واتموا الحج والعمرۃ للہ"[5] حج وعمرہ سے کیا مراد ہے؟ ان کی حقیقت وطریقہ وغیرہ کیا ہیں؟

مالی معاملات : بیع ورہن کی مشروع صورتیں؟ بیع سلم کی مشروعیت کیا ہے؟ شرعی بیع کے جواز و انعقاد کی شروط کیا ہوں؟

خاندانی نظام (احوال شخصیہ) صحت عقد نکاح کے لئے شروط کیا ہیں؟ طلاق کب اور کیسے واقع ہو جاتی ہے؟ کتنی عمر تک رضاعت سے حرمت ہوتی ہے؟ خلع کا طریقہ کار کیا ہے؟

کھانے پینے میں : حلت والی اشیاء کی تفصیلات کیسے معلوم ہوں؟

اعمال طیبہ : کن اشیاء سے اعمال طیبہ کی انجام دہی جائز ہے اور کس سے نہیں؟

قسم اور منت : ان کی مشروعیت اور انعقاد کی شروط، اور کفار کا وجوب اور ادائیگی کا طریقہ۔

احکام مابعد الموت : کتنی مقدار میں وصیت کا نفاذ ہو سکتا ہے؟ اور کس کے حق میں وصیت ہے اور کس کے حق میں نہیں؟

سزائیں : دیت کی مقدار کتنی ہے؟ شرابی کی حد کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ .... ایسے سوالات ہیں جن پر

1۔ الحشر : ۷۔ 2۔ اعلام الموقعین ، ابن قیم جوزی ۱/۲۹۔ 3۔ ال عمران : ۳۲۔
4۔ البقرہ : ۴۳، ۱۱۰، النور : ۵۶ 5۔ البقرہ : ۱۹۶

بغیر سنت عمل نہیں ہوسکتا، اس سے مندرجہ ذیل باتیں سنت ہی کے دائرہ کار کے تحت آتی ہیں۔ مجمل کو مفصل کرنا۔ مثلاً آپ نے فرمایا: "صلوا کما رایتمونی اصلی"[1] (نماز اس طرح ادا کرو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو) مطلق کو مقید کرنا جیسے: "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً"[2] (لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کا حج کرے)۔ زندگی میں کتنی بار حج کرے؟ حکم مطلق ہے ظاہراً لگتا ہے کہ ہر سال کرے، مگر صحابی رسول "اقرع بن حابس" کے سوال پر آپ ﷺ نے اس مطلق قرآنی حکم کو مقید فرمادیا کہ ایک شخص پر ساری زندگی میں ایک ہی حج فرض ہے[3]۔ عام کو خاص کرنا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم"[4] (جو لوگ سونا اور چاندی (دولت) جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو)۔ اس میں واضح نہیں کہ کتنی مقدار میں سونا چاندی کی مقدار جمع کر کے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر عذاب الیم ہے اور اس میں خرچ کا نصاب بھی نہیں ہے۔ سنت نبوی نے سونے چاندی پر حیوانی اور زرعی اموال وغیرہ پر اس کا الگ الگ نصاب بتایا اور خرچ کا طریقہ اور زکوۃ کے وجوب کے لئے مال پر خاص زمانے کی مقدار کا تعین کیا۔ مشکل کو مفسر کرنا، مثلاً اللہ نے فرمادیا: "وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر"[5] (اور کھاؤ پیو، یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ سے الگ نظر آنے لگے) جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ غلط فہمی میں پڑ گئے پھر اس کی تفسیر رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی اور سحری کے لئے باقاعدہ وقت بتایا کہ اس وقت تک کھانے پینے کی اجازت ہے اور اس وقت کے بعد کھانا پینا منع ہے۔

کیا حضور ﷺ کے تمام افعال واقوال تشریعی احکام کا ماخذ ہیں؟

کیا حضور ﷺ کے تمام افعال واقوال سے شرعی حکم پر استدلال ہوسکتا ہے اور کیا ان کے مراتب میں کوئی فرق ہے؟ ان کے جوابات کے لئے سنت کی ماہیت (ساخت) کے اعتبار سے قسموں کا جاننا ضروری ہے اور پھر اس کے بعد ہم سند کے اعتبار سے سنت کی اقسام پر کلام کریں گے۔ سنت کی ماہیت کے اعتبار سے تقسیم میں سنت قولی، سنت فعلی اور سنت تقریری کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان تین اقسام میں سنت کی بہت سی ذیلی اقسام ہیں جو علم حدیث سے متعلق ہیں اس لئے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا جائے گا۔

سنت کی اقسام:

ماہیت (ساخت) کے اعتبار سے سنت کی اقسام:

ماہیت کے اعتبار سے سنت کی تین اقسام ہیں جن میں سے ہر ایک کا قانون سازی میں الگ الگ مقام ہے، یہ اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) قولی سنت: اس سے مراد حضور ﷺ کی زبان مبارکہ سے نکلنے والے وہ الفاظ ہیں جو احکام الٰہی کی تشریح کے لئے ہوں۔ آپ کے ایسے تمام اقوال واجب الاتباع ہیں اور مصادر شریعہ کا متفق علیہ ماخذ ہیں۔

---

[1] المنار، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد، حافظ الدین النسفی متوفی ۷۱۰ھ، ۲/۶، مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ
[2] ال عمران: ۹۷
[3] سنن نسائی، کتاب الحج باب وجوب الحج
[4] التوبہ: ۳۴
[5] البقرہ: ۱۸۷

ب) فعلی سنت : آپ ﷺ نے اپنے افعال کے ذریعے جو تعلیم دی وہ بھی سنت میں داخل ہیں اس کی ایک قسم وہ ہے آپ ﷺ کی ذاتی زندگی مثلاً کھانے ، پینے ، اُٹھنے ، بیٹھنے سے متعلق ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان باتوں میں بھی آپ ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرے گا تو اس کا عمل محب رسول پر دلالت کرے گا اور یہ ایک اچھی بات ہوگی ۔ لیکن اس کے مطابق نہ چلنے والا گنہگار نہیں ہوگا ۔ فعلی سنت کی دوسری قسم وہ ہے جو صرف آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع نہیں ۔ مثلاً چار سے زائد شادیاں ، صوم وصال وغیرہ اس قسم کی فعلی سنت ماخذ ومصادر شریعت نہیں ہے ۔ فعلی سنت کی تیسری قسم وہ ہے جس میں آپ نے قرآن مجید کے مجمل احکام کی تفصیل بتائی یا اس کی تشریح و توضیح کی ۔ مثلاً "اقیموا الصلوۃ" قرآنی حکم کی تشریح (طریقہ وتعداد رکعت وغیرہ کی تعلیم) کے لئے آپ کا یہ فرمانا کہ صلوا کما رایتمونی اصلی[1] فعلی سنت کی یہ قسم ماخذ قانون ہے ۔

ج) سنت تقریری (یا سکوتی) : یہ وہ سنت ہے جس میں رسالت مآب ﷺ نے کسی کام کو ہوتے دیکھ کر خاموشی اختیار کی مثلاً عید کے دن آپ نے مسجد نبوی کے سامنے حبشیوں کا ایک کھیل دیکھا اور خاموشی اختیار کی[2] ۔ جس سے ثابت ہوا کہ خوشی کے مواقع پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے مناسب کھیل تماشے جائز ہیں ۔ سنت کی اس قسم کے بارے میں قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ قانون سازی میں اس کا مقام ہے ۔

روایت/سند کے اعتبار سے سنت کی اقسام :

روایت کے اعتبار سے سنت کی اولاً دو قسمیں ہیں ۔ ایک وہ سنت جس کی سند متصل ہو ۔ جس کو حدیث متصل کہتے ہیں اور دوسری وہ جس کی سند متصل نہ ہو ۔ جس کو حدیث غیر متصل کہتے ہیں ۔ حدیث متصل کی تین قسمیں ہیں ۔

(۱) متواتر ۔ (۲) مشہور ۔ (۳) خبر واحد ۔

(۱) متواتر وہ حدیث ہے جسے صحابہ کرام کے زمانے سے روایت کرنے والے ہر دور میں اس قدر تعداد میں ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو ۔ حدیث متواتر قطعی الثبوت ہوتی ہے اور علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے ، اس پر عمل لازم ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے ۔ متعدد سنت فعلیہ سنت متواتر کا درجہ رکھتی ہیں ، مثلاً وضو ، نماز اور حج کی کیفیات سنت متواتر ہیں ۔ متواتر حدیث قولی کی مثال یہ فرمان نبوت ہے کہ :

"ان کذبا علی لیس ککذب علی احد من کذب علی متعمد افلیتبوا مقعده من النار"[3]

(میری ذات کے بارے میں جھوٹ بولنے کا گناہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ کسی اور شخص کے بارے میں جھوٹ بولنا ۔ سن لو جو شخص میرے بارے میں عمداً جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے گا)

(۲) حدیث مشہور وہ ہے جسے صحابۂ کرام کی اتنی تعداد روایت کرے جو تواتر کو نہ پہنچتی ہو مگر عصر صحابہ کے بعد اس کی روایت کرنے والے ہر دور میں بکثرت ہوں ۔ حضرت عمر بن الخطاب سے مروی یہ روایت ، حدیث مشہور کی مثال کے طور پر بیان کی جاتی ہے :

---

1. نور الانوار علی المنار ، شیخ احمد ملا جیون بن ابی سعید عبید اللہ الحنفی الصدیقی متوفی ۱۱۳۰ھ ۱/ ۳۶ مصر مطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ ۔
2. صحیح بخاری کتاب الصلوۃ ، باب اصحاب الحراب فی المسجد ۔
3. صحیح البخاری ۔ کتاب الجنائز ، باب ما یکره من النیاحة علی المیت .

انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری مانوی"[1]

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کا اجر و ثواب اس کی نیت کے مطابق ہے)

حنفی فقہاء کے نزدیک حدیث مشہور قطعی الثبوت ہے اور اس پر عمل لازم ہے اور اس سے قرآن کے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کرنا درست ہے، مثلاً قرآن کریم میں وصیت کا حکم مطلق ہے، وصیت کی مقدار کا ذکر نہیں ہے لیکن حدیث مشہور "الثلث و الثلث کثیر" سے قرآن کے مذکور حکم کی تقیید بیان ہوئی اور وصیت پر ثلث کی قید لازم ہوگی۔ اسی طرح قرآن کریم میں محرمات کے بیان کے بعد فرمایا گیا: "واحل لکم ماوراء ذالکم" جو عام ہے مگر حسب ذیل حدیث مشہور سے اس حکم عام کی تخصیص ہوگئی:

" لا تنکح المراۃ علی عمتھا و لا علی خالتھا"[2]

(کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ کے اوپر نکاح نہ کیا جائے)

(۳) خبر واحد وہ حدیث ہے جس میں صحابہ یا تابعین کے کسی بھی دور میں راویوں کی تعداد حد تواتر کو نہ پہنچے اور نہ اس میں مشہور کی شرط پائی جائے۔

امام ابوحنیفہ، شافعی اور احمد کی رائے یہ ہے کہ اگر خبر واحد صحیح روایت کی شرائط پر پوری اترتی ہو تو وہ قابلِ استناد ہے اور اس پر عمل لازم ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ نے راوی کے ثقہ اور عادل ہونے کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کی ہے کہ راوی کا عمل اس کی روایت کے برخلاف نہ ہو۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی اس حدیث کو قابلِ استناد نہیں سمجھتے:

"اذا ولغ الکلب فی انا احد کم فلیغسلہ سبعا احداھن بالتراب الطاھر"[3]

(اگر کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے جن میں ایک مرتبہ پاک مٹی سے ہو)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خود حضرت ابوہریرہؓ کا عمل اس کے برخلاف تھا، یعنی وہ تین مرتبہ غسل کو کافی سمجھتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ عمل اس روایت کے لئے ضعف اور اس روایت کے لئے ان کی جانب انتساب کو محلِ نظر ٹھہراتا ہے۔

امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ ایسی خبر واحد قابلِ استناد ہے جو عمل اہلِ مدینہ کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ جس حدیث پر اہلِ مدینہ کا عمل ہو تو گویا اس پر ہزاروں صحابہ کا عمل ہوا اور ایسے عمل کا رسول اللہ ﷺ سے مروی ہونا اس عمل کے برخلاف روایت کی جانے والی خبر واحد پر فوقیت رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ خبر واحد کی روایت کی صحت کی صورت میں آئمہ اربعہ کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ مروی خبر واحد حجت ہے۔[4]

☆☆☆

---

[1] صحیح بخاری۔ باب الوحی۔ [2] صحیح البخاری۔ باب النکاح، صحیح مسلم، باب النکاح، جامع ترمذی، باب النکاح۔
[3] سنن نسائی، کتاب المیاہ من المجتبیٰ۔ ص ۶۳۔ نور محمد کتب خانہ کراچی [4] اصول الفقہ۔ ابوزہرہ ص ۸۵

احکام شریعت کا تیسرا ماخذ "اجماع"

"اجماع" کی تعریف :

لغت میں : " العزم والتصمیم علی الشئی، والاتفاق " کو کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "فاجمعوا امرکم وشرکاء کم "[۱] (سو تم اپنی کوئی تدبیر اپنے شرکاء سے مل کر پختہ طور پر طے کرلو) اسی طرح حدیث کے الفاظ ہیں : "لم یجمع الرجل الصوم من اللیل فلایصم "[۲] (جب آدمی نے روزے کو رات میں جمع نہیں کیا تو (گویا) اس نے روزے نہیں رکھا) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے رات میں روزہ رکھنے کا پختہ ارادہ نہیں کیا اس کا روزہ متصور نہیں ہوگا۔ اس لغوی مماثلت کی وجہ سے اُمت مسلمہ کے مجتہدین کسی رائے پر مجتمع ہوجائیں تو اس کیفیت کو اجماع کہتے ہیں
اصطلاح اصولیین میں اس کی متعدد تعریفیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :

☆ امام الشوکانی نے ان الفاظ کے ساتھ اجماع کی تعریف بیان کی :

" فهو اتفاق مجتهدی امة محمد صلی الله علیه وسلم بعد وفاته فی عصر من الاعصار علی امر من الامور".[۳]

(رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی دور کے مجتہدین اُمت کا کسی معاملہ میں (اتفاق)۔

☆ امام غزالی نے ان کلمات کے ساتھ تعریف بیان کی :

"اتفاق امة محمد صلی الله علیه وسلم خاصة علی امر من الامور الدینیة ".[۴]

(اُمت محمد ﷺ کا دینی اُمور میں سے کسی اَمر پر اتفاق)

امام غزالیؒ کی تعریف پر اعتراضات :

اس تعریف پر علامہ الامدی نے تین پہلوؤں سے گرفت کی ہے :

(۱) اس تعریف میں اُمت محمد ﷺ کے اتفاق کو اجماع قرار دیا، اُمت محمدیہ قیامت تک باقی رہے گی اور قیامت تک معلوم نہ ہو سکے گا کہ اُمت نے کن اُمور پر اتفاق کیا۔

(۲) اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اُمت سے ایک دور کی اُمت مراد ہے تو محلِ نظر ہے کہ اگر کسی دور میں ارباب حل وعقد موجود نہ ہوں تو عام لوگوں کا کسی دینی امر پر اتفاق پر اجماع شرعی بن جائے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(۳) دینی اُمور کی قید لگانے کا معنی یہ ہے کہ کوئی عقلی قضیہ یا عرفی قضیہ حجت شرعی نہ بن سکے گا اور عقلی و معاشرتی معاملات پر اجماع خارج ہوگا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

---

[۱] یونس : ۷۱۔ [۲] النسائی، کتاب الصیام۔ [۳] ارشاد الفحول، ۱/۲۸۶۔ قاہرہ، دارالکتاب سنہ ند
[۴] المستصفی، امام غزالی ۱/۱۱۰۔

☆ ان اعتراضات کے فوراً بعد علامہ آمدی نے ان کے نزدیک اجماع کی مناسب تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی:

"الاجماع عبارة عن اتفاق جملة اهل الحل و العقد من اُمة محمد فی عصر من الاعصار علی حکم واقعة من الوقائع"۔[1]

(اجماع کسی معاملہ کے بارے میں کسی دور کے اُمت محمد ﷺ کے جملہ ارباب حل وعقد کے اتفاق سے عبارت ہے)

امدی کی تعریف میں قیود کے فوائد :

لفظ "اتفاق، اقوال، افعال، سکوت وتقریر" سب کو عام ہے اور "جملة اهل الحل و العقد" کہنے سے بعض کا اتفاق یا عام لوگوں کا اتفاق خارج ہو گیا جب کہ "من امة محمد" کی قید سے شرائع سابقہ کے اہل حل وعقد خارج ہو گئے اور "علی حکم واقعة" کی قید سے اثبات، نفی اور حکام عقلیہ وشرعیہ سب کو شامل ہو جائیں گے۔

امام شوکانی کی تعریف علامہ امدی کی تعریف سے قریب تر ہے البتہ امدی کی تعریف میں ارباب حل وعقد میں تمام (جملہ) کی شرط زائد ہے۔

امام غزالی کی تعریف پر امدی کی گرفت کا جائزہ :

امام غزالی کی تعریف پر اور امدی نے جو گرفت کی ہے وہ تعریف کے الفاظ کی حد تک درست ہے لیکن جو توضیحات خود امام غزالی نے بعد میں کی ہیں ان سے بہت حد تک موضوع کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام غزالی کے نزدیک بھی ایک ہی دور کے ارباب حل وعقد کا اتفاق اجماع کہلاتا ہے۔[2]

اجماع کی حجیت پر آراء :

علامہ امدی نے فرمایا:

"اتفق اکثر المسلمین علی ان الاجماع حجة شرعیه یجب العمل به علی کل مسلم خلافا للشیعه والخوارج و النظام من المعتزله"۔[3]

(اکثر مسلمان اس پر متفق ہیں کہ اجماع حجت شرعیہ ہے اس کے ذریعہ جو بات ثابت ہو اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے البتہ شیعہ، خوارج اور نظام معتزلی اس میں اختلاف کرتے ہیں)

مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں اس طرح مذکور ہے:

"(الاجماع حجة قطعا) ویفید العلم الجازم (عند الجمع) من اهل القبلة (و لا یعتد بشر ذمة من) الحمقی (الخوارج و الشیعة......)"۔[4]

(اجماع حجت قطعی ہے یہ یقینی علم کا فائدہ پہنچاتا ہے سبھی اہل قبلہ کا موقف یہی ہے ہاں احمقوں کی ایک قلیل جماعت جو شیعہ اور خوارج پر مشتمل ہے وہی اس کا اعتبار نہیں کرتے)

---

1. الاحکام فی اصول الاحکام، امدی ۱/ ۱۳۸۔ 2. المستصفی۔ امام غزالی/ ۱۱۹۔۱۲۰
3. الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین ابو الحسن علی بن ابی علی بن محمد الامدی متوفی ۶۳۱ھ، ۱/ ۱۳۰ بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء
4. فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ۲/ ۲۱۳ محب اللہ بن عبد الشکور عبد العلی محمد نظام الدین الانصاری۔

قرآن وسنت سے اجماع کی حجیت پر استدلال :

اجماع کو حجت ماننے والے حضرات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے استدلال کرتے ہیں اور ساتھ ہی عقلی استدلال بھی پیش کرتے ہیں۔ قرآن وسنت سے بعض مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

قرآن کریم سے استدلال :

کتاب اللہ کی کم از کم پانچ آیات[1] ایسی ہیں جن سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے :

"واعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقوا".[2]

(اور دیکھو سب مل جل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ)

اس آیت سے استدلال اس طرح ہوگا۔ علامہ آمدی نے فرمایا :

" انه تعالیٰ نهى عن التفرق، ومخالفة الاجماع تفرق ،فكان منهيا عنه۔ ولامعنى لكون الاجماع حجة سوى النهى عن مخالفته ".[3]

(اللہ تعالیٰ نے تفرق وانتشار سے روکا اور ظاہر ہے کہ اجماع کی مخالفت تفرق ہے پس وہ ایسی چیز ہوگی جس سے منع کیا گیا ہے اور اجماع کا اس کے علاوہ کوئی معنی نہیں جس کی مخالفت سے روکا گیا ہے)

علامہ القرطبی نے فرمایا :

"وفيها دليل على صحة اجماع حسبما هو مذكور فى موضعه من اصول الفقه والله اعلم".[4]

(اس آیت میں اجماع کی صحت پر دلیل ہے جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ اصول فقہ میں مذکور ہے)

علامہ ابوبکر جصاص نے فرمایا :

" قد حكم الله تعالىٰ بصحة اجماعهم وثبوت حجة فى مواضع كثيرة من كتابه".[5]

(اللہ نے اپنی کتاب میں بہت سے مقامات پر اجماع کی صحت اور اس کے حجت ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے)

(جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے)

---

[1] النساء : ۱۱۵، البقرۃ : ۱۴۳، آل عمران : ۱۱۰، ۱۱۳، النساء : ۵۹، ان سب سے حجیت استدلال کے لئے دیکھئے الاحکام للآمدی ۱/۱۳۰، ۵۱، اور اصول الفقہ شیخ خضری ص ۳۳۰۔

[2] النساء : ۱۱۵۔

[3] الاحکام ، آمدی ۱/۱۵۰۔

[4] الجامع لاحکام القرآن ، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی ۴/۱۶۴، سورۃ آل عمران کی آیت ۱۰۳ کی تشریح میں فرمایا ، بیروت دار الفکر ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء۔

[5] الاحکام القرآن ، ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی متوفی ۳۷۰ھ ، ۲/۲۹، باب فرض الحج ، بیروت ، دار الکتاب العربی سن ندارد۔

احادیث وآثار سے اجماع کی حجیت پر استدلال :

حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرۃ اور حضرت حذیفہ بن الیمان اور دیگر صحابہ[1] رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہے :

" ان اُمتی لاتجتمع علی الضلالة "[2]

(میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی)

الشیخ خضری نے حدیث " لاتجتمع علی الضلالة " بیان کرکے طویل تبصرہ میں اس حدیث سے استدلال کو بھی بیان کیا ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ اثر مروی ہے :

"ماراہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن و ماراہ المسلمون قبیحا فھو عنداللہ قبیح"[4]

(جس امر کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے یہاں بھی اچھا ہے اور جسے برا سمجھیں وہ برا ہے)

امام شوکانی نے فرمایا :

"لا اعتبار بقول العوام فی الاجماع لاوفاقاً و لاخلافاً عندالجمھور لانھم لیسوا من اھل النظر فی الشرعیات و لایفھمون الحجة و لا یعقلون البرھان"[5]

(جمہور علماء کے نزدیک عوام کی بات چاہے موافقت میں ہو یا مخالفت میں معتبر نہیں کیونکہ شرعی اُمور میں وہ (عوام) اہل نظر نہیں ہیں اور وہ دلیل و حجت کا فہم بھی نہیں رکھتے)

الغرض وہی اجماع معتبر کہلائے گا جو مسلمان مجتہدین کے ذریعے ہو اور یہ کہ وہ تمام مجتہدین متفق ہوں اگر ایک دو تین مجتہدین بھی اختلاف کریں تو بھی اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

شیخ وھبہ زحیلی نے اس بارے میں بعض حضرات کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ وہ کہتے ہیں :

"ینعقد الاجماع مع مخالفته الواحد و الاثنین"[6]

(ایک دو افراد کی رائے کی مخالفت کے باوجود اجماع منعقد ہو جاتا ہے۔)

اور اجماع میں یہ بھی ضروری ہے کہ مجتہدین کا اتفاق کسی حکم شرعی پر ہو اور نبی کریم ﷺ کے بعد اس کا انعقاد ہوا ہو۔

---

1. المستصفی، امام غزالی ۱/۱۱۱۔
2. سنن ابن ماجه ۔ باب الفتن۔
3. اصول الفقه، شیخ محمد الخضری ص ۳۳۱۔
4. مؤطا امام محمد ، کتاب الصلاۃ باب قیام شھر رمضان۔
5. ارشاد الفحول، الشوکانی ۱/ ۳۲۷۔ قاہرہ، دار الکتاب سنہ ند۔ قاہرہ، دار الکتاب سنہ ند
6. اصول الفقه، وھبہ الزحیلی ۱/ ۵۱۸، دمشق، دار الفکر ۱۹۸۶ء۔

اجماع صحابہ سے کسی حکم کے ثابت ہونے کی مثال :

اجماع سے کسی حکم کے ثابت ہونے کی مثال دادا کا بیٹے کے ساتھ میراث پانا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر اور اس نے دادا اور بیٹا وارث چھوڑے تو باپ کی عدم موجودگی میں میراث میں دادا، باپ کی جگہ لے لے گا اور متوفی (مرنے والے) کے بیٹے کی موجودگی کے باوجود باپ کی طرح سدس (۱/۶) میراث کا حقدار ہوگا اور یہ حکم اجماع صحابہ سے اسی طرح باپ کی موجودگی میں بنو الاعیان اور علات (مرد ہو یا عورتیں) کی میراث اور استصاع کی صحت پر اجماع ہے۔[۱]

اجماع کی اقسام :

اس کی دو قسمیں ہیں : (۱) اجماع صریح / نطقی / قولی۔ (۲) اجماع سکوتی۔

اجماع صریح : یہ وہ اجماع ہے جس میں کسی حکم کے بارے میں مجتہدین سے متفق رائے منقول ہو، ضروری نہیں کہ مجتہد زبان سے بول کر ہی اپنی رائے کا اظہار کرے بلکہ وہ تمام ذرائع بھی جو کلام کی تعریف میں آتے ہیں نطق کہلاتے ہیں۔ جیسے مجتہدین کی کسی مجلس میں ایک مسئلہ زیر بحث آئے اور حتمی رائے کا اظہار کوئی ایک صاحب کریں باقی حاضرین ہاتھ اٹھا کر کسی دوسرے ذریعے سے اپنی تائید کا اظہار کریں تو اصطلاح میں یہ اجماع صریح کہلاتا ہے۔

اجماع سکوتی : اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں کوئی مجتہد اپنی رائے کا اظہار کرے اور یہ مشہور ہو کہ دوسرے تمام مجتہدین تک پہنچ جائے وہ سب اس پر سکوت اختیار کریں۔ صراحت سے نہ انکار کریں اور نہ صراحت سے اس کی تائید کریں لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اظہار رائے میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔

اجماع سکوتی کے شرعی مقام و مرتبہ میں مختلف مکاتب فکر کی آراء :

اجماع سکوتی کے شرعی مقام و مرتبہ میں علماء اُمت میں اختلاف پایا جاتا ہے اس بارے میں علماء کے پانچ مکاتب فکر ہیں۔[۲]

پہلا مکتبہ فکر : امام شافعی، امام مالک، امام باقلانی، اور عیسیٰ بن ابان کے مطابق اجماع سکوتی نہ تو اجماع ہے اور نہ اسے حجت قرار دیا جاسکتا ہے۔

دوسرا مکتبہ فکر : امام احمد اور اکثر فقہاء احناف کے مطابق اجماع سکوتی بھی اجماع صریح کی طرح نہ صرف اجماع ہے بلکہ یہ حجت بھی ہے۔

تیسرا مکتبہ فکر : ابو علی الجبائی کے مطابق کسی رائے کے مشہور ہو جانے کے بعد دوسرے علماء کا سکوت ان کے زمانے میں اجماع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان کی وفات کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان علماء نے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا تھا اس لئے ان کی رائے اجماع سکوتی کے ضمن میں آتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ صراحتاً اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہوں

۱۔ اسلامی فقہ کے اصول و مبادی، ساجد الرحمٰن صدیقی ص ۱۴۰، بنو الاعیان سے مراد باپ ماں شریک بھائی بہن اور بنو الاخیاف ماں شریک بہن بھائی ہیں۔

۲۔ اصول الفقہ، وھبہ الزحیلی ۱/۵۵۲، دمشق، دار الفکر ۱۹۸۶ء۔

وہ اس زیر بحث معاملے پر خوب مطالعہ و تحقیق کر چکے ہوتے ہیں۔ مسئلہ کی تمام جزئیات ان کے سامنے آ چکی ہوتی ہیں، لیکن جو لوگ خاموش ہیں ان کی خاموشی کو اجماع کی نسبت دینا درست نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی مطالعہ و تحقیق کے مرحلے سے گزر رہے ہوں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی کسی نتیجے پر نہ پہنچے ہوں یا متردد ہوں اور رائے کے اظہار کو فی الوقت مناسب خیال نہ کرتے ہوں اس لئے ان کا سکوت اجماع سکوتی نہیں کہلا سکتا۔

چوتھا مکتبہ فکر : ابن حاجب مالکی، امام کرخی حنفی، ابو ہاشم بن ابی علی اور علامہ آمدی کے مطابق اجماع کی یہ قسم اجماع قرار نہیں دی جا سکتی لیکن اسے بطور دلیل اختیار کیا جا سکتا ہے۔

پانچواں مکتبہ فکر : ابن ابی ہریرہ کے مطابق اگر جن لوگوں سے اجماع صریح کا صدور ہوا ہو وہ حکومتی اختیارات اور مناصب رکھتے ہوں تو سکوت اختیار کرنے والوں سے اجماع سکوتی منسوب نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر اجماع صریح ان لوگوں کی طرف سے ہو جو حکومتی مناصب و اختیارات سے خالی ہوں تو پھر ایسا اجماع، اجماع بھی ہے اور اسے بطور دلیل حجت بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس رائے کے ضمن میں یہ بات ہے کہ اُمت کے اجتماعی فیصلے ہر طرح کے خوف، ڈر لالچ، ترغیب و تحریص اور ترہیب سے الگ رہ کر کئے جائیں۔

انعقاد اجماع کا امکان :

اجماع کے منعقد ہونے اور عملاً اس کے واقع ہونے کے امکان پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ بعض لوگوں مثلاً معتزلہ میں سے نظام کا خیال ہے کہ اس کا انعقاد اور عملی طور پر اس کا وقوع ممکن نہیں۔

اجماعی فیصلوں کی اجماع جدید کے ذریعے تنسیخ :

کیا کوئی مجتہدین کا نیا اجماع سابقہ اجماع کو منسوخ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اور دونوں کے بارے میں الگ الگ آراء ہیں۔

(۱) اجماعی فیصلوں میں اختلاف : اس کی ایک صورت تو یہ بن سکتی ہے کہ مجتہدین کسی مسئلہ پر اجماع منعقد کر لیں اور پھر وہی مجتہدین اپنا فیصلہ بدل کر اسی مسئلہ پر نیا اجماعی فیصلہ کر لیں اس بارے میں دو مکتب فکر ہیں۔

(الف) جمہور علماء کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اجماع ایک ہی دفعہ منعقد ہوتا ہے اور حجت شرعیہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(ب) دوسرے مکتبہ فکر کے کچھ علماء کا خیال ہے کہ زمانے کی تبدیلی کے ساتھ نئے اجماع کی ضرورت پیش آئے تو وہی مجتہدین کوئی نیا فیصلہ بھی کرنے کے مجاز ہیں۔

(۲) نئے مجتہدین کے ذریعے اختلاف : اس کی صورت یہ بنتی ہے کہ کسی اجماعی فیصلے کو دوسرے مجتہدین نے اس زمانے میں منسوخ کیا ہو اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں۔

(الف) پہلی شکل یہ ہے کہ مجتہدین کا کسی مسئلہ پر اجماع ہو چکا ہو اور مجتہدین ہی کی ایک جماعت کسی مختلف رائے کا اعلان کرے یہ صورت جمہور علماء کے لئے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ایک وقت میں دو اجماع ممکن نہیں ہیں

اور بات اجماع کے بنیادی تصور سے متصادم ہے، لہٰذا دوسرا اجماع باطل قرار پائے گا۔ بعض علماء نے ایک درمیانی راستہ نکالا کہ موخر الذکر مجتہدین کو کوئی ایسی دلیل ملی ہو جو اول الذکر مجتہدین کی نظروں میں آنے سے رہ گئی ہو تو اس کی روشنی میں نیا اجماع بھی ممکن ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو اجماع کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

(ب) دوسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ مجتہدین کسی معاملہ پر اتفاق کر لیں بعد میں آنے والے مجتہدین اس مسئلہ پر کسی نئی رائے کا اظہار کریں اور سابقہ فیصلہ تبدیل ہو جائے تو یہ صورت حال اسی طرح ممکن ہے کہ سابقہ تاویلات کے مقابلہ میں نئی تاویلات کے ساتھ اجماع کیا جائے۔[1]

اجماع کے مراتب :

قوت وضعف اور یقین وظن کے اعتبار اجماع کے چار مراتب میں جو مختصراً مندرجہ ذیل ہے :

(۱) کسی مسئلہ و واقعہ کے بارے میں صحابہ کا یہ کہہ کر اتفاق کرنا کہ تمام صحابہ اس پر متفق ہو گئے یہ اجماع عزیمت کی اعلیٰ قسم ہے۔ یہ بمنزلہ قرآن مجید و حدیث کے ہے اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک ایسے اجماع کا رد کرنا کفر ہے جیسے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر صحابہ کا متفق ہو جانا۔

(۲) کسی مسئلہ پر صحابہ کا اس طرح اتفاق کرنا کہ بعض زبان سے اس کی قبولیت کا اقرار کریں یا اس پر عمل کریں اور دوسرے خاموش رہیں اور اس قول یا عمل کو رد نہ کریں یہ اجماع رخصت (اجماع سکوتی) ہے۔ یہ حدیث متواتر کی طرح ہے بشرطیکہ یہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے یہ پہلے قسم کے اجماع سے درجہ میں کم ہے ایسے اجماع کا منکر کافر نہیں ہے، بلکہ گمراہ کہلائے گا اس اجماع کی بنیاد قطعی دلیل پر ہوتی ہے بعض علماء اصول کے نزدیک اگر اجماع سکوتی میں قرائن حال سے یہ ثابت ہو جائے کہ سکوت کرنے والوں نے کسی قول سے اتفاق کرتے ہوئے سکوت کیا ہے تو اس کا منکر کافر ہے اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں قبیلہ بنو تمیم اور غطفان نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا تو آپ نے ان سے جہاد کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ابتداء میں لوگوں نے آپ کی مخالفت کی لیکن بعد میں سب کا اتفاق ہو گیا اور جن لوگوں نے سکوت اختیار کیا وہ آپ کے ساتھ متفق تھے کیونکہ جہاد میں صحابہ نے آپ کا ساتھ دیا۔

امام الحرمین اور امام غزالیؒ کی رائے یہ ہے کہ اجماع ایک ظنی حجت ہے اس لئے اس کا منکر کافر نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ اجماع کے منکر کو کافر نہیں سمجھتے کیونکہ اس کی حجیت کے دلائل ظنی ہیں۔

(۳) صحابہ کے بعد تابعین و تبع تابعین کا کسی ایسے مسئلہ میں اجماع جس میں سلف نے کچھ نہیں کہا یہ اجماع بمنزلہ حدیث مشہور کے ہے یعنی اس سے صرف طمانیت حاصل ہوتی ہے یقین حاصل نہیں ہوتا بشرطیکہ اس میں صحابہ کا کوئی اختلاف نہ ہو۔ ایسے اجماع کا منکر گمراہ ہے نہ کہ کافر۔

---

[1] اصول البزدوی (کشف الاسرار) البزدوی ۳/ ۲۲۹ مختص الفاظ کی زیادتی و تغیر کے ساتھ۔

(۴) صحابہ یا تابعین کے اقوال میں سے کسی قول پر متاخرین کا اتفاق کر لینا اس کا حکم خبر واحد کی طرح ہے۔ یہ سب سے کم درجہ کا اجماع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ وتابعین کے دور میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور متاخرین ان اقوال میں سے کسی ایک قول پر متفق ہو جائیں ...... اس کی حجت ظنی ہے اور اس پر عمل واجب ہے یقین واجب نہیں، امام غزالی اور بعض احناف کے نزدیک اس پر عمل واجب نہیں۔ اہل اصول کے نزدیک ہر قسم کا اجماع رائے اور قیاس پر مقدم ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خبر متواتر، مشہور یا آحاد کے ہے اور حدیث کی ان تینوں قسموں کو رائے پر ترجیح ہے۔[1]

☆☆☆

[1] جامع الاصول، ڈاکٹر احمد حسن ص ۲۳۹، ۲۴۰ مطبع مجتبائی پاکستان۔

احکام شریعت کا چوتھا ماخذ ''قیاس''

قیاس کی تعریف :

قیاس کے لغوی معنی اندازہ کرنا، پیمائش کرنا۔ اس لفظ کا استعمال اس موقع پر کیا جاتا ہے جب ایک شئی کو دوسری شئی سے نسبت دے کر مماثلت بیان کرنا مقصود ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے : " فلان یقاس بفلان "[1] (فلاں شخص اس فلاں شخص کے مساوی یا برابر ہے)، اسی طرح گز یا میٹر کے ذریعے کپڑے کے پیمائش کے وقت اہل زبان یوں بولتے ہیں : قست الثوب بالذرائع "[2] (میں نے کپڑے کی گز کے ذریعے پیمائش کی)۔

قیاس کی اصطلاحی تعریف :

اصول فقہ کی کتابوں میں قیاس کی مختلف تعریفیں ملتی ہیں جن میں سے چند کا ذکر علامہ امدی نے بھی کیا ہے۔ پھر ان سب کا رد کیا اور پھر علامہ امدی نے ان الفاظ کے ساتھ قیاس کی تعریف بیان کی :

" الاستواء بین الفرع والاصل فی العلة المستنبط من حکم الاصل ".[3]

(اصل کے حکم سے ماخوذ علت کا فرع اور اصل سے معادلہ کرنا۔)

ابوالحسین البصری نے فرمایا :

"تحصیل حکم الاصل فی الفرع لاشتباههما فی علة الحکم عندا لمجتهدین ".[4]

(مجتہد کے نزدیک فرع میں اصل اور فرع کی علت میں مشابہت کی بناء پر اصل کے حکم کا حصول (قیاس کہلاتا ہے)

علامہ النسفی نے یوں تعریف بیان کی :

"تقدیر الفرع بلاصل فی الحکم والعلة".[5]

(حکم اور علت میں فرع کا اصل سے موازنہ کرنا۔)

قیاس کی تعریفات کا ماحصل :

قیاس کی اصطلاحی تعریفات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے چار رکن ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(اول) اصل : اس کو مقیس علیہ بھی کہتے ہیں کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی حکم جس نص سے ثابت ہو اس نص کو اصل کہتے ہیں۔

1۔ الاحکام، امدی ۳/۱۲۳۔ 2۔ الاحکام، امدی ۳/۱۲۳۔

3۔ الاحکام، امدی ۲/۱۳۰۔ 4۔ الاحکام، امدی ۳/۱۲۶۔

5۔ نورالانوار فی شرح المنار، النسفی، ص ۲۲۳ محمد سعید اینڈ تاجران کراچی۔

(دوم) حکم اصل : یہ شرعی حکم ہے جو قیاس کے رکن اصل میں نص سے ثابت ہوتا ہے اور اسی کو فرع یعنی نئے واقعہ کی طرف متعدی کیا جاتا ہے۔

(سوم) فرع : اس کو مقیس بھی کہتے ہیں یہ وہ مسئلہ یا واقعہ ہے جس کے بارے میں نص سے کوئی حکم ثابت نہیں ہے قیاس کے طریقہ کار پر عمل کر کے اصل میں جو حکم موجود ہو اس کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے۔

(چہارم) علت : یہ وہ وصف ہے جو اصل میں موجود ہو اور یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے حکم دیا گیا ہو اگر یہ ہی وصف اور یہ ہی غرض یا اس جیسا وصف اور اسی کے مشابہ غرض فرع یعنی نئے واقعہ میں موجود ہو تو اس کو اصل کے مساوی سمجھا جائے گا اس لئے اس پر بھی اس حکم کا اطلاق ہوگا جو اصل میں موجود ہے۔

قیاس کرنے کے بعد فرع کے لئے حکم ثابت ہوتا ہے وہ قیاس کے طریقہ کار پر عمل کا نتیجہ یا ثمرہ ہے یہ ارکان قیاس میں سے نہیں ہوتا ارکان قیاس میں سے حکم اصل ہوتا ہے نہ کہ حکم فرع۔

قیاس کی مشروعیت اور اس کے دلائل :

قیاس کی مشروعیت کے قرآن وسنت سے چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"یایها الذین امنو اطیعو الله و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوه الی الله و الرسول ان کنتم تومنون بالله و الیوم الاخر ذلک خیرو احسن تاویلا "[1]

(اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہیں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں تنازع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔)

تجزیہ :

مذکورہ بالا آیت سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً اللہ اور رسول کا حکم دیا ہے اس کے بعد اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو اللہ و رسول کے احکام کے مطابق ہونے کی شرط سے مشروط ہے اور اگر قرآن وسنت میں صریح حکم (نص) موجود نہ ہونے کی صورت میں اولوالامر کے حکم کے نتیجے میں لوگوں اور اولوالامر کے مابین نزاع پیدا ہو جائے تو ایسے امر کو اللہ اور رسول کی جانب لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان اُمور پر قیاس کیا جائے جن میں نص موجود ہے اور زیر نزاع معاملے میں وہ علت موجود ہونے کی بنیاد پر جو منصوص حکم موجود ہے اس معاملے کا بھی وہی حکم تسلیم کیا جائے۔

---

[1] النساء : ۵۹۔

قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں صراحت کے ساتھ لفظ استنباط آیا ہے، ارشادِ ربانی ہے :

"ولو ردوه الی الرسول والٰی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم "۔[1]

(حالانکہ اگر یہ اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں۔)

امام شوکانی نے اس آیت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا :

"فاولوا الامر هم العلماء، والاستنباط هو القیاس "۔[2]

(اولو الامر سے مراد علماء اور استنباط سے مراد قیاس ہے۔)

۔۔یاس کی مشروعیت میں سنت سے استدلال :

حضرت معاذ بن جبل کی حدیث اس امر کی تائید فراہم کرتی ہے کہ قرآن وسنت میں واضح حکم نہ ملنے کی صورت میں ۔۔ضرت معاذ بن جبل کا " اجتهد برائی " (میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا)۔فرمانا اور حضور ﷺ کا آپ کے سینہ پر ۔۔ست مبارک پھیرنا اور یہ فرمانا :" الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یر ضاه رسول الله "۔[3]

امام شوکانی فرماتے ہیں :

" استدلوا ایضا بما ثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم ، من القیاسات، کقوله" ارأیت لو کان علی ابیک دین فقضیته أکان یجزی عنه؟ قالت، نعم قال : "فدین الله احق ان یقضی"۔[4]

(علماء نے حضور ﷺ سے جو قیاسات میں ثابت ہے اس کا اس سے بھی استدلال کیا کہ آپ ﷺ کا اس (صحابی) سے یہ فرمانا کہ اگر تمہارے والد پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ انہوں نے کہا کہ ضرور ادا کرتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے قرض کی ادائیگی زیادہ موزوں اور ضروری ہے۔)

۔۔یاس کے دلیلِ شرعی ہونے پر صحابہ کا اجماع :

صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان کی امامت پر قیاس کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۔۔راث جد (دادا) کو باپ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوتے پر قیاس کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مےنوشی کی حد کو قذف پر ۔۔یاس کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا : " اعرف الاشباه والنظائر ثم قس الامور عند ذلک " [5] (اشباہ و نظائر کو پہچانو پھر اُمور کو ان کے مطابق قیاس کرو)۔ امام ابن قیم نے اعلام الموقعین کے ۔۔پہلے حصہ میں کئی صحابہ کے فتاویٰ نقل کئے ہیں جن کی بنیاد انہوں نے قیاس پر رکھی شارح بزدوی، عبدالعزیز بخاری نے کشف الاسرار میں علامہ بزدوی کے قول " وعمل اصحاب النبی فی هذا الباب " کے تحت لکھا :

---

[1] النساء : ۸۳۔ [2] ارشاد الفحول ۔الشوکانی ۲/۱۳۸۔

[3] کشف الاسرار شرح اصول البزدوی البخاری ۳/۲۷۸، ۲۷۹، ارشاد الفحول الشوکانی ۲/۱۴۱ ملخص ومفہوم حدیث۔

[4] ارشاد الفحول ۲/۱۴۳۔ [5] اعلام الموقعین ۱/۶۲، کشف الاسرار علی اصول البزدوی ۳/۲۸۰۔

"اشارة الی متمسک اخر عول علیه اکثر الاصولیین وهو الاجماع فانه قدثبت بالتواتر ان الصحابه رضی الله عنهم عملوا بالقیاس وشاع وذاع ذلک فیما بینهم من غیر رد وانکار"۔[1]

اس کے بعد شارح بزدوی نے چاروں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کے عمل سے قیاس کی متعدد مثالیں دیں احکام شریعہ کے اثبات میں قیاس کی حجیت اگرچہ کتاب، سنت اور اجماع کے بعد ہے لیکن دائرہ اثر کے لحاظ سے اس کی وسعت اور وقوع بہ نسبت اجماع کے زیادہ ہے کیونکہ احکام فقیہہ میں قیاس پر اعتماد زیادہ ہے جبکہ اجماع سے ثابت ہونے والے احکام محدود ہیں۔

مصطفیٰ احمد الزرقاء فرماتے ہیں:

"ولایخفی ان نصوص الکتاب والسنة محدودة متناهیة والحوادث الواقعة والمتعقة غیر متناهیة، فلاسبیل الی اعطاء الحوادث والمعاملات الجدیدة منازلها واحکامها فی فقه الشریعة الاعن طریق الاجتهاد بالرای الذی راسه فالقیاس اغزر المصادر الفقهیة فی اثبات الاحکام الفرعیة للحوادث".[2]

(یہ حقیقت واضح ہے کہ قرآن کریم اور سنت کی نصوص محدود ہیں جب کہ وقوع پذیر ہونے والے احوال و واقعات لامتناہی اور غیر محدود ہیں اس لئے اس کے سواء کوئی چارہ نہیں کہ رائے اور قیاس کے ذریعے اجتہاد کر کے نو بہ نو پیش آنے والے واقعات اور معاملات کے شرعی احکام معلوم کئے جائیں۔ غرض قیاس جملہ مصادر شریعت میں فرعی احکام کے استنباط کا سب سے زیادہ وسیع مصدر ہے۔)

صاحب الفکر السامی قیاس کے عقلی و نقلی دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں:

"فمن انکر القیاس وزعم ان الشرع تعبدی کله فقد عطل الحکمة ولم یفهم الشریعة حق فهمها".[3]

(جس نے قیاس کا انکار کیا اور یہ سمجھا کہ شریعت مکمل طور سے تعبدی ہے تو اس نے شریعت کی حکمت کو معطل کر دیا اور اسے ایسا نہیں سمجھا جیسا کہ اس کا حق تھا۔)

قیاس کے شرائط[4]:

قیاس کا عمل اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کے چاروں ارکان اصل، حکم اصل، فرع اور علت میں پائی جانے والی خاص شرائط پوری نہ ہوں اور وہ شرائط مختصراً مندرجہ ذیل ہیں۔

---

1. کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی ۳/۲۸۰۔
2. الفقه الاسلامی فی ثوبه الجدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/ ۶۷، ۶۸ دمشق مطبعہ الانشاء ۱۳۸۳ھ۔ ۱۹۶۵ء۔
3. الفکر السامی فی تاریخ الفقه الاسلامی، محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی متوفی ۱۲۹۱ھ، ص ۱/ ۱۴۰ تحقیق ایمن صالح شعبان بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ۔
4. فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، محب اللہ بن عبدالشکور عبدالعلی محمد نظام الدین الانصاری بحر العلوم ۲/ ۲۵۰، المستصفی امام غزالی ۲/ ۸۷۔

(۱) اصل سے متعلق شرطیں :

قیاس کے پہلے رکن اصل کی دو شرطیں ہیں :

(الف) اس کا حکم کسی دوسری اصل کی فرع نہ ہو بلکہ یہ حکم مستقل بالذات ہو اور نص (قرآن وسنت) سے ثابت ہو کسی دوسری اصل کی فرع لے کر اس پر قیاس کیا جائے تو یہ قیاس نہیں ہے۔

(ب) اصل کے حکم کی دلیل میں فرع کا حکم شامل نہ ہو اگر ایسا کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکم ثابت کرنے کے لئے دلیل کو استعمال کیا جا رہا ہے قیاس کے ذریعے حکم ثابت نہیں کیا جا رہا۔

(۲) فرع اور اس کی شرطیں :

فرع کو مقیس بھی کہتے ہیں مقیس وہ شئے ہے جس پر قیاس کیا جائے ، فرع سے متعلق تین شرطیں ہیں :

(الف) فرع کے لئے اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ قرآن وسنت میں اس کے بارے میں کوئی حکم موجود نہ ہو بلکہ علت کے اشتراک کی وجہ سے قرآن مجید یا سنت نبوی سے اصل کا کوئی حکم لیا جا رہا ہو۔ فرع کے لئے قرآن و سنت میں کوئی حکم موجود ہو تو پھر قیاس یعنی اجتہاد کی سرے سے کوئی ضرورت نہیں رہتی اور اس طرح کیا گیا۔ اجتہاد باطل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کے صریح احکام کے ہوتے ہوئے کوئی حکم نہیں لایا جا سکتا فقہی قاعدہ ہے کہ : "**الاجتهاد لايعارض النص**" یعنی اجتہاد نص (قرآن وسنت کے حکم) میں تعارض پیدا نہیں کر سکتا)۔

(ب) دوسری شرط یہ ہے کہ فرع میں وہی علت ہو ، جو اصل میں پائی جائے۔ جیسے خمر اور نبیذ میں نشے کی نوعیت یا کیفیت میں تو کمی بیشی کا فرق بے شک ہو ، لیکن علت (نشہ) دونوں میں ایک ہو۔ اصل اور فرع میں علت کا اشتراک ایک جیسا نہ ہو ، تو فرع پر اصل کے حکم کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح علت میں عدم مساوات کی وجہ سے حکم میں بھی عدم مساوات ضروری ہو جاتی ہے ، جو نہ ممکن ہے اور نہ شرعاً جائز۔ فرع میں یہ شرط نہ پائی جائے تو ایسے قیاس کو قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی مسلمان اپنی بیوی کو اپنی ماں کے برابر قرار دے ، (شرع میں اسے ظہار کہتے ہیں) تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ ایک خاص طرح کا کفارہ ادا کرے۔ امام شافعی نے اس قرآنی حکم پر قیاس کرتے ہوئے ذمی (وہ غیر مسلم باشندہ ، جو اسلامی ریاست کے مفتوحہ حدود میں ایک مخصوص ٹیکس دے کر ، یا خود کو فوجی خدمت کے لئے پیش کر کے ، رہتا ہے) کے لئے بھی یہی حکم عائد کیا۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے خیال میں یہ قیاس مع الفارق ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ظہار کی جو صورت اور اس کا کفارہ قرآن میں بیان ہوا ہے ، اس کا ذمی کے لئے قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ امام صاحب کے خیال میں وہ اہلیت ، جو اس نوعیت کے کفارے کے لئے ضروری ہے ، ذمی اس سے خالی ہے اس لئے یہ قیاس مع الفارق ہے۔

(ج) تیسری شرط یہ ہے کہ فرع کا حکم اصل کے حکم پر مقدم نہ ہو۔

(۳) حکم اور اس کی شرطیں :

حکم سے مراد کسی معاملہ میں وہ شرعی فیصلہ ہے، جو قرآن مجید یا سنت مطہرہ سے ثابت ہو۔ جیسے "شراب شرعاً حرام ہے" اس جملہ میں شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے شراب کی اسی حرمت کو اصطلاح میں "حکم" کہتے ہیں۔ حکم کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شرعی ہو۔

تمام علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ قرآن و سنت کے کسی حکم کو ہم اسی صورت میں شرعی قرار دے سکتے ہیں، جب وہ شرعی اُمور سے تعلق رکھتا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ حکم ایسا نہ ہو جو کسی خاص موقع کے لئے بطور استثناء ہو، جیسے بھول چوک کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی صورت میں روزے کی قضا یا کفارہ ادا نہ کرنے کے لئے اجازت دی ہے۔ یہ استثناء صرف روزے کے لئے ہے اسے دوسرے شرعی اُمور پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

حکم کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ کسی خاص شخص کے بارے میں مخصوص نہ ہو جیسے شہادت کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ بن ثابت ؓ کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ خزیمہ ؓ کی تنہا شہادت ہی دو افراد کے برابر ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ حکم منسوخ نہ ہو چکا ہو، قرآن و سنت میں کئی ایسے احکام ہیں جو کسی خاص صورت حال کے لئے ہیں۔ حالات بدل جانے پر ان احکام کو تبدیل کر دیا گیا، لہٰذا ان سابقہ منسوخ شدہ احکام پر نئے مسائل کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

حکم کی پانچویں شرط یہ ہے کہ حکم کی علت ایسی نہ ہو جو انسانی عقل کے دائرے سے باہر ہو۔ حکم کی علت ماورائے عقل ہو، تو اس کا فہم حاصل کرنا انسانی بصیرت کے لئے ممکن نہیں ہوتا اس لئے بعید از عقل یا ماورائے عقل علت پر قیاس درست نہیں ہے۔

(۴) علت اور اس کی شرطیں :

قیاس کے ارکان میں سے علت سب سے اہم اور ضروری جزو ہے۔ قیاس کو سمجھنے کے لئے علت کی معرفت ضروری ہے۔ یہی وہ مشترک چیز ہے، جو اصل اور فرع دونوں میں ہوتی ہے اسی پر حکم جاری ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اصل میں علت نہ پائی جائے تو حکم بھی کالعدم ہو جاتا ہے اور قیاس بھی اپنی شرعی حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔

علت، قیاس کا بہت اہم رکن ہے۔ یہاں پر اس کے ضروری اصول و مبادی مندرجہ ذیل ہیں :

لغوی اعتبار سے علت سے مراد بیماری ہے۔ بیمار آدمی کے لئے علیل (جس میں کوئی علت پائی جائے) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ علت کی وجہ سے انسان کے اوصاف میں کوئی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اس لئے اسے علیل کہتے ہیں۔ قیاس کا زیادہ دارومدار علت پر ہے، اس لئے اس کے متعلقہ مسائل بھی دوسرے ارکان سے زیادہ ہیں۔

علت کو سمجھنے کے لئے حرمت شراب کی مثال دوسرے انداز میں دی جاتی ہے۔ شراب کا عام مائعات، جیسے دودھ، پانی اور پھلوں کے رس کی طرح تصور کیا جائے تو یہ ان ہی جیسا ایک مائع ہے لیکن شراب کا استعمال انسان کے لئے حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی مائعات کے اوصاف جوں کے توں قائم ہیں، ان کے جملہ عناصر اپنی فطری ترتیب کے ساتھ ہیں جو انسان کے لئے حرام ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی مائعات کے اوصاف جوں کے توں قائم ہیں، ان کے جملہ عناصر اپنی فطری ترتیب کے ساتھ ہیں جو انسانوں کے لئے ضرر رساں نہیں ہے، لیکن شراب وہ مشروب ہے جس کے اوصاف میں تغیر پیدا ہو چکا ہے، تغیر نشے کی صورت میں ہے۔ شراب میں نشے کی علت نہ ہوتی تو اس کے بارے میں بھی وہی حکم ہوتا جو دیگر حلال مشروبات کا ہے۔

علت کی پہلی شرط یہ ہے کہ علت کا وصف ظاہر ہو اس سے مراد یہ ہے کہ علت کی پہچان آسان ہو۔ جیسے خمر میں نشہ علت ہے، یہ علت نبیذ میں پائی جاتی ہے اس لئے نبیذ بھی حرام ہے۔

علت کی دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا وصف حکم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو۔ علت کے وصف سے مراد وہ کیفیت ہے، جس کی وجہ سے شے کے بارے میں حکم نازل ہوا ہو۔ وصف ہی کا وصف اور حکم میں مناسبت نہ ہو تو قیاس جائز نہیں ہے، یہ بات ایک مثال سے مزید واضح ہو سکتی ہے۔

علت کی تیسری شرط یہ ہے کہ انسانی عقل آسانی سے اس تک پہنچ سکے۔ جیسے شراب کی حرمت قائم کرنے کے لئے نشہ علت ہے۔ یہ ایسی علت ہے جو تمام انسانوں کے لئے ایک جیسی اور معروف ہے۔ ہر انسان کے ذہن میں لفظ نشہ سننے پر وہ خاص مفہوم واضح آ جاتا ہے، جو اس کے معانی میں موجود ہے۔

علت کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اس پر کوئی نہ کوئی حکم ضرور ہو کسی شے میں علت موجود ہو، لیکن حکم نہ ہو تو وہی علت کسی دوسری شے میں تلاش کر کے قیاس ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حکم کے بغیر قیاس نہیں ہو سکتا۔

علت کی پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ معین اور غیر متبدل ہو۔ حالات واقعات، اشخاص اور زمانے کی تبدیلی، علت کی حیثیت پر کوئی اثر نہ ڈالے۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے: "القاتل لایرث"[1] (قاتل وارث نہیں ہوتا)۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میراث میں سے کسی جائز وارث کی محرومی کی علت، فعل قتل ہے۔ قتل کرنے والا کوئی بھی ہو، کسی زمانے کا ہو حکم میں تبدیلی نہیں آئیگی۔

علت کی پہچان اور بعض احکام کی علتیں :

علت، قرآن وسنت کے احکام میں کہیں تو صراحتاً ملتی ہے اور کہیں فقیہ کو اپنی بصیرت اور گہرے غور و فکر کے بعد ملتی ہے۔ اس کی پہچان کے لئے گہرا مطالعہ اور فکری ارتکاز ضروری ہے۔ فقہاء نے علت کی تلاش کے لئے کچھ قواعد و ضوابط

---

[1] الترمذی، ابواب الفرائض۔

وضع کر رکھے ہیں، جن کے ذریعے کسی اصل میں علت کی تلاش کر لی جائے تو قیاس کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ علت کی پہچان کے کئی طریقے ہیں، یہاں پر چند ضروری اور اہم طریقوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا اور واضح طریقہ تو یہی ہے کہ علت نص میں مذکور ہو اور اس کا فہم حاصل کر لیا جائے۔ یہ بات ایک مثال سے بہتر طریقے سے سمجھی جا سکتی ہے۔

انسان کی نجی زندگی کے بعض پوشیدہ گوشے ہیں، جن کا تعلق شرم و حیا سے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دوسروں سے مخفی رکھنا چاہتا ہے، کسی کے گھر کے اندر بلا اجازت داخل ہونا منع ہے۔ اس کے بعد گھر کے اندر خواب گاہ میں بھی دوسروں کے داخلے کے لئے مشروط اجازت ہے بچوں اور گھر کے کئی دوسرے افراد مثلاً نوکر چاکر وغیرہ کو صبح نماز سے قبل، دوپہر کو آرام کے وقت اور عشاء کی نماز کے بعد اگر سربراہ خانہ کی خواب گاہ میں جانے کی ضرورت پیش آئے تو داخلے سے قبل اجازت درکار ہوتی ہے۔ ان اوقات کے علاوہ خواب گاہ میں اجازت لئے بغیر بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ قرآن نے یہ اجازت ان الفاظ میں دی ہے :

"لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھن طوافون علیکم بعضکم علی بعض"۔[2]

(ان وقتوں کے علاوہ اگر وہ تمہارے کمروں میں آئیں تو) تمہارے اُوپر اور ان پر کچھ گناہ نہیں ہے، (اس لئے کہ) تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی پڑتا ہے۔)

اس حکم میں تین اوقات کے علاوہ نوکروں اور بچوں کو جس "علت" کی بناء پر خواب گاہوں میں داخلے کی اجازت دی گئی ہے وہ ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے جانے کا عمل ہے اس حکم میں حاکم (اللہ تعالیٰ) نے حکم کی علت خود بیان کردی ہے۔

الفاظ کے ذریعے علت کی پہچان :

حکم کے الفاظ بھی علت کی پہچان میں مدد دیتے ہیں۔ لفظ "کی" (جس کے معنی "تا کہ" ہیں) سے علت کا پتہ چلتا ہے۔ مثال کے طور پر بغیر جنگ کئے محارب کفار سے چھینے گئے مال کو تقسیم کرنے کی علت لفظ "کی" کے ذریعے بیان فرمائی :

"کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم"۔[3]

(تا کہ وہ (مال) تمہارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔)

"لاجل" اور "من اجل" کے معنی بھی "تا کہ" ہی کے ہیں ایک جگہ پر رسول ﷺ کے الفاظ ہیں :

"انما نھیتکم من اجل الداخت التی دفت علیکم فکلوا و تصدقوا و اد خروا"۔[1]

(بے شک میں نے تمہیں (قربانی کا گوشت) جمع کرنے سے ان لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو تمہارے پاس آ گئے تھے۔ پس (اب) تم کھاؤ، بانٹو، اور جمع کرلو۔)

حروف کے ذریعے علت کی پہچان :

قرآن وحدیث کے بعض حروف بھی علت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ حروف کے ذریعے علت کی پہچان کے لئے، البتہ ضروری ہے کہ موقع محل اور قرائن بھی سامنے رکھے جائیں، کیونکہ حروف کے معانی ایک سے زائد اور مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔ علت کا پتہ دینے والے حروف لام، با اور فا ہیں۔

...لت کے موانع :

موانع، مانع کی جمع ہے۔ مانع سے مراد وہ شے ہے، جو علت کی تشکیل کے راستے میں رکاوٹ ہو، علت کی تشکیل میں کئی
...وانع رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ یہ بات ایک مثال سے واضح ہو سکتی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص کو والدین کی
...در و منزلت بتاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "انت و مالک لابیک" (تم اور تمہارا امال تمہارے باپ ہی کے ہو)۔
...س حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بیٹا، باپ کی ملکیت ہے اور جو شے ملکیت ہو اس کی خرید و فروخت کی جا سکتی ہے
...خرید و فروخت میں کسی شے کی علت یہ ہے کہ اس میں کوئی قدر ہو اور بیٹے میں یہ قدر موجود ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک
...نسان جو دوسرے کی ملک میں ہو، اپنی قدر کے باعث خرید ا بیچا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے، اس لئے
...کہ انسان کی خرید و فروخت کے راستے میں ایک رکاوٹ پائی جاتی ہے۔ یہ رکاوٹ اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ فطری
...آزادی ہے، جس کی وجہ سے انسان کو نہ خریدا جا سکتا ہے اور نہ اس کی تجارت کسی دوسری شکل میں جائز ہے۔ اس مثال
...میں انسان کی حریت، علت کی تشکیل میں مانع ہے۔

☆☆☆

فصل دوم

احکام شریعت کے مختلف فیہ ماخذ

اس فصل میں اصول فقہ کے ان ماخذ کو بیان کیا جائے گا جن میں جمہور علماء کا اختلاف ہے اور وہ مختلف فیہ ماخذ یہ ہیں :

۱۔ استحسان ۲۔ مصالح مرسلہ، استصلاح ۳۔ استصحاب

۴۔ سدالذرائع ۵۔ عرف وعادت ۶ مذھب صحابی

۷۔ شرع من قبلنا

(۱) " استحسان "

احناف کے یہاں استحسان (قیاس خفی) کا پانچویں دلیل کے طور پر کثرت سے استعمال پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے حنفی کتب فقہ میں بہت سی جگہ یہ عبارت درج ہوتی ہے : "الحکم فی هذه المسالة قیاسا کذا، استحسانا کذا "[۱] (اس مسئلہ میں قیاساً یہ حکم ہے اور استحساناً یہ) مالکیہ وحنابلہ کے یہاں بھی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ امام مالک تو یہاں تک فرماتے تھے : "الاستحسان تسعة اعشار العلم "[۲] (دس میں سے نو حصہ علم استحسان ہے) امام شافعی اس کو درست نہیں مانتے تھے بلکہ اس بارے میں ان کا مشہور قول ہے : "من استحسن فقد شرع "[۳] (جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی)۔

استحسان کی اس بحث میں اس کی تعریف، انواع، حجیت، منکرین ومثبتین کی آراء اور ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

استحسان کی تعریف :

لغوی معنی "عدالشی حسنا "[۴] (کسی چیز کو اچھا سمجھنا)، التوضیح میں ہے : "یطلق الاستحسان علی ما یمیل الیه الانسان ویهواه من الصور والمعانی وان کان مستقبحا عند غیره "[۵] (استحسان کا اطلاق

---

۱ الهدایة الاولین، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ۱/۳۱ کتاب الطہارات فصل فی البیر کراچی کلام کمپنی سن ندر۔ ہدایہ الاخرین، المرغینانی ۴/۳۲۲۔۳۲۳ کتاب القسمة فصل المهایاة کراچی قرآن محل سن ندرد حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ) ۲۰/۳ باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز

۲ مالک حیاتہ واثرہ وآراءہ وفقہہ، ابوزہرہ ۳۵۲۔ ابوزہرہ نے بحوالہ حاشیہ بنانی باب الاستحسان اور بحوالہ الشاطبی ۴/۱۱۸ ذکر کیا

۳ المستصفی۔ امام غزالی ۱/۱۳۷ ۴ حاشیہ البنانی ۲/۳۵۵

۵ التنقیح والتوضیح ۲/۳۰۵ بیروت

اس چیز پر ہوتا ہے جس کی طرف انسان مائل ہو اور اس کے صور و معانی چاہتا ہو اگرچہ دوسرا اس کو برا سمجھتا ہو) اور المستصفیٰ میں ہے: "ومن هذا ما يستحسنه المجتهد بعقله"[1]

اصطلاحی تعریف:

علماء اصول سے اس کی مختلف اصطلاحی تعریفیں منقول ہیں ابوالحسن کرخی حنفی سے یہ تعریف منقول ہے:

"الاستحسان هو ان يعدل المجتهد عن ان يحكم المسئلة بمثل ماحكم به في نظائر ها لوجه اقوى يقتضي هذا العدول"۔[2]

(کسی صورت کے لئے اس کے نظائر کے حکم کے بجائے کوئی دوسرا حکم تجویز کرنا کسی ایسی دلیل کی بنا پر جو قوت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہو)

مصطفیٰ احمد زرقاء نے اس تعریف سے متعلق یوں تبصرہ کیا:

"ولعله افضل التعاريف المأثورة للاستحسان واشملها لانواعه"[3]

(اور شاید استحسان کی منقولہ تعریف میں سے یہ سب سے بہتر ہے اور وہ استحسان کی اقسام وتفصیلات پر مشتمل ہے)۔

ابیاری کہتے ہیں کہ امام مالک کے استحسان سے جو ظاہر ہوتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ:

"استعمال مصلحة جزئية في مقابلة قياس كلي فهو يقدم الاستدلال المرسل على القياس"[4]

قیاس کے مقابلہ میں مصلحت کو اختیار کرنا...... اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجتہد جب کسی مسئلہ میں جزئیات پر بحث کرے تو اس چیز کا پابند نہ رہے کہ جس طرف قیاس لے جائے اس کو نافذ کرے بلکہ وہ کسی کی دلیل کے مقابلہ میں کی جزئی مصلحت کو اختیار کر لے۔

علامہ باجی نے فرمایا:

"ان الاستحسان الذي ذهب اليه اصحاب مالك هو القول باقوى الدليلين"[5]

(اصحاب مالک جس استحسان کے قائل ہیں وہ دو قوی دلائل میں زیادہ قوی دلیل کو مدنظر رکھ کر حکم کا استنباط کرنا ہے)

بعض حنابلہ سے استحسان کی یہ تعریف منقول ہے:

"الاستحسان، هو العدول بحكم المسائلة عن نظائر هالدليل شرعي خاص"[6]

(کسی مسئلہ میں کسی خاص شرعی دلیل کی بنا پر ایک حکم کا اطلاق کرنا اور اس جیسے دوسرے حکم سے عدول کرنا استحسان ہے)

1۔ المستصفی، امام غزالی ۱/۱۳۷
2۔ الفقه الاسلامي في ثوبه جديد، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۷۷ دمشق دار الفکر ۱۹۸۲ء، ۱۰، التنقیح والتوضیح ۴/۳۰۶۔ بیروت
3۔ الفقه الاسلامي في ثوبه جديد، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۷۷
4۔ ارشاد الفحول ۲/۲۶۳
5۔ ارشاد الفحول ۲/۲۶۲، اس میں بحوالہ احاکم الفصول في احكام الاصول، للباجی ص ۶۸۷ مذکور ہے۔
6۔ الوجیز ص ۲۳۱

...احناف، مالکیہ و حنابلہ کی تعریفات سے مستفاد :

ان مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات نکلتی ہے کہ استحسان سے مقصود قیاس جلی کا ترک اور قیاس خفی کا اختیار ہے یا کسی ...ی حکم یا اصل کلی سے کسی ایک جزئیہ کا استثناء کرنا ہے اور یہ استثناء کسی ایسی دلیل کی بناء پر ہوتا ہے جس سے مجتہد کا دل اس ...ت پر مطمئن ہوتا ہے کہ یہ دلیل عمومی حکم کو چھوڑنے اور استثناء پر عمل کا تقاضا کرتی ہے۔

اس باب میں تین اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں اس لئے مزید کسی گفتگو سے قبل مختصراً تعارف ضروری ہے :

استحسان : کسی دلیل کی بنا پر قیاس جلی سے عدول اور قیاس خفی کو ترجیح دینے کا عمل استحسان ہے۔

وجہ استحسان : اور جو دلیل اس عدول کی متقاضی ہوتی ہے وہ وجہ استحسان ہے۔

مستحسن : اور جو حکم استحسان سے ثابت ہوتا ہے وہ حکم مستحسن کہلاتا ہے۔

...استحسان کی اقسام :

دو الگ الگ اعتبارات سے اس کی مختلف اقسام ہیں :

۱۔ ایک حکم چھوڑ کر دوسرے حکم کو اپنانے کے اعتبار سے

۲۔ سند (دلیل) کے اعتبار سے

ایک حکم چھوڑ کر دوسرے حکم کو اپنانے کے اعتبار سے استحسان کی تین قسمیں ہیں :

۱۔ قیاس ظاہر کے بجائے قیاس خفی کو اپنانا

۲۔ قیاس خفی کی بنیاد پر حکم عام کا ترک

۳۔ قیاس خفی کی بنیاد پر حکم کلی کا ترک

۱۔ قیاس ظاہر کے بجائے قیاس خفی کو اپنانا.......... اس کی مثال سے توضیح یہ ہے کہ جیسے زمین کے وقف میں ...راستے کا شامل ہونا کیونکہ فقہ حنفی میں یہ بات مسلم ہے کہ ارتفاقی حقوق مثلاً پانی دینے کا حق، پانی کی گزرگاہ کا حق، زرعی ...زمین تک گزرنے کا حق، وغیرہ عقد بیع میں خود بخود شامل نہیں ہوتے جب تک کہ معاہدہ میں خاص طور پر ان کا ذکر نہ ہو ...اس زمین کو وقف کرنے کی صورت میں بغیر ان باتوں کے تذکرہ کے یہ حقوق عقد میں شامل ہوں گے یا نہیں؟ احناف ...کہتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ سب وقف میں شامل نہ ہوں مگر استحسان ان کے شامل ہونے کا متقاضی ہے اس کی ...وضاحت یوں ہے کہ زرعی زمین کا وقف دو قیاسوں پر مشتمل ہو سکتا ہے :

(الف) زرعی زمین کے وقف کو اجارہ پر قیاس (جلی) کیا جائے اور بیع کی طرح وقف میں بھی مالک سے اس کی ملکیت کے اخراج کے بعد ارتفاقی حقوق زمین سے تابع ہو کر بغیر خصوصی ذکر کے وقف میں داخل نہ ہوں۔

(ب) اگر زرعی زمین کو اجارہ پر قیاس (خفی) کیا جائے کہ وقف و اجارہ دونوں میں حصول منفعت مشترک ہے لہٰذا ارتفاقی حقوق وقف میں بغیر کسی شرط و ذکر کے تبعاً داخل ہوں گے۔

۲۔ قیاس خفی کی بنیاد پر حکم عام کو ترک کرنا............اس کی مثال یہ ہے کہ قحط کے زمانہ میں چوری کرنے والوں کے ہاتھ نہ کاٹنا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا۔

۳۔ حکم کلی کا ترک............اس کی مثال یہ ہے کہ شریعت کا ضابطہ ہے کہ جو چیز معدوم ہو یا انسان کے ہاتھ وقبضہ میں موجود نہیں اس کی بیع نہیں ہوسکتی مگر اس ضابطہ کے خلاف ایک خاص قسم کی بیع "سلم" جائز ہے اور وجہ استحسان لوگوں کی ضرورت اور اس قسم کا ان میں معروف ہونا ہے۔[1]

استحسان کی سند (دلیل) کے لحاظ سے اقسام :

استحسان کی اس کی سند (دلیل) کے لحاظ سے مندرجہ ذیل قسمیں ہیں کتب فقہ میں ان اقسام کو وجہ استحسان کی اقسام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اقسام مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ استحسان بالاثر (بالنص)　　۲۔ استحسان بالاجماع
۳۔ استحسان بالعرف والعادہ　　۴۔ استحسان بالضرورۃ
۵۔ استحسان بالمصلحہ　　۶۔ استحسان بالقیاس الخفی

کتب اصول فقہ میں مذکورہ چھ قسمیں بیان کی جاتی ہیں[2] لیکن بنظر غائر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض بعض میں شامل ہیں اور ان کو الگ بیان کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے وہ اس طرح کہ استحسان بالاجماع میں استحسان بالعرف والعادۃ داخل ہے اور استحسان بالقیاس الخفی میں استحسان بالضرورہ شامل ہے۔ اس طرح کل چار اقسام بن جاتی ہیں اور یہی معظم علماء اصولیین سے منقول ہے[3] مگر بعض مثلاً احمد الزرقاء نے ان چار قسموں پر بھی تنقید کی اور " استحسان بالسنہ" اور " استحسان بالاجماع" سے متعلق لکھا :

"ولا یخفی ان ھذا التعمیم والتنویع فی معنی الاستحصان الاصطلاحی غیر سدید، وھو اقحام للشئی فی غیر محلہ "[4]

(اور استحسان اصطلاحی کے معنی میں یہ تعمیم وتنویع درست نہیں ہے اور یہ کسی شے کو اس کے نامناسب جگہ میں داخل کرنا ہے)

استحسان بالاثر :

اس سے مراد وہ استحسان ہے جس کی سند نص ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں شارع کی طرف سے کوئی ایسی نص وارد ہو جو ایک ایسے حکم کی مقتضی ہو جو اس مسئلہ کی دوسری نظیروں کے حکم کے خلاف ہو اور ان نظیروں کا حکم

[1] علم اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف ص ۸۰۔۸۲ ملخص کویت دار القلم بیسویں طبع ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶ء، الوجیز زیدان ص ۲۳۱۔۲۳۲ ملخص لاہور، خاران اکیڈمی سن ندارد

[2] الوسیط فی اصول الفقہ، وھبہ الزحیلی ص ۴۰۷۔۴۱۰ ملخص، الوجیز، زیدان ص ۲۳۳۔۲۳۴

[3] التنقیح والتوضیح ۲/۳۰۶ بیروت، نورالانوار ملاجیون ص؟

[4] الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۸۵، دمشق، دار الفکر ۱۹۸۶ء۔

عام قواعد کے مطابق ہو۔ یہ نص اس جزئی مسئلہ کو اس عام حکم سے مستثنیٰ کرتی ہے جو اصل کلی کے اقتضاء کے مطابق اس جیسے دوسرے مسائل کے لئے ثابت ہو۔ مثلاً معدوم کی بیع جس کی ممانعت نقلاً حضور ﷺ کے فرمان سے ہے اور یہ عقلاً بھی درست نہیں کہ جو چیز موجود نہیں اس کی خرید وفروخت کا سودا ہو۔ مگر بیع سلم کی درستگی کا شرعاً جواز ہے۔ کیونکہ احادیث میں آپ ﷺ سے اس کا جواز ثابت ہے۔

استحسان بالاجماع (بالمعرف والعادة والتعامل):

کسی متفق علیہ معاملہ (برتاؤ) کی وجہ سے نظائر کے حکم کو چھوڑ کر دوسرے حکم کو اختیار کرنا۔ یہاں اجماع سے اجماع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ اجماع لغوی یعنی کسی امر پر مطلقاً اتفاق مراد ہے۔ خواہ یہ مجتہدین کا اتفاق ہو جیسے اصطلاح میں اجماع کہتے ہیں یا عوام وخواص سب کا جسے عرف وعادت اور تعامل سے تعبیر کرتے ہیں اور اجماع اور عرف وعادت میں فرق یہ ہے کہ اجماع علماء مجتہدین کے اتفاق کا نام ہے اور عرف وعادت کا ثبوت کسی علاقے کے عوام وخواص سب کے اتفاق پر موقوف ہے۔ البتہ اجماع میں اس زمانے کے تمام مجتہدین کا اتفاق ضروری ہے۔ جبکہ عرف وعادت میں ایک دو یا چند کا اختلاف اثر انداز نہیں ہوتا اس کا ثبوت اکثریت سے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً الاستصناع (کوئی چیز بنوانے کا معاہدہ کرنا) جیسے جوتا، فرنیچر وغیرہ بنوانا یہ بھی معدوم کی بیع کی ایک صورت ہے مگر صحابہ، تابعین وفقہاء میں سے کسی کا انکار نہیں اور ہر زمانے میں یہ سلسلہ جاری رہا اس پر اجماع منعقد ہو گیا عام قاعدہ سے استثناء کرتے ہوئے استصناع کو جائز قرار دیا۔ وجہ استحسان یہ ہے کہ ہر زمانے میں بغیر کسی رکاوٹ کے صحابہ تابعین وفقہاء سے آج تک یہ جاری وساری ہے۔

استحسان بالعقل / القیاس الخفی.......... کسی غیر ظاہر عقلی دلیل کی وجہ سے نظائر کے حکم کو چھوڑ کر دوسرے حکم کو اختیار کرنا۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ جلی جس سے قیاس معروف مراد ہوتا ہے۔

۲۔ قیاس خفی اس کا مصداق استحسان بالعقل ہے اور عموماً کتب اصول میں استحسان سے یہی قسم مراد ہوتی ہے بلکہ ضابطہ بیان کیا گیا کہ اگر اس کے ساتھ کوئی قید نہ لگی ہو تو یہی قسم مراد ہوگی مثلاً زمین کو وقف کر دینے کی صورت میں سینچائی کے لئے پانی آنے اور کبھی کی ضرورت کو انجام دینے والوں کے لئے آنے جانے کا راستہ قیاساً وقف میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وقف کرنے والا تو صرف زمین وقف کرتا ہے مگر چونکہ زمین تک پہنچے بغیر اور پانی کے بغیر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اس لئے استحساناً یہ دونوں راستے بھی وقف میں داخل مانے جائیں گے۔

اس قسم کا خاص حکم یہ ہے کہ چونکہ اس کی بنیاد عقل وقیاس ہے اس لئے یہی قسم متعدی ہوتی ہے یعنی اس قسم کے احکام کو دوسرے احکام کے لئے مقیس علیہ بنا سکتے ہیں۔ اسی لئے اس کو قیاس خفی کا عنوان دے کر قیاس مطلق کی دوسری قسم قرار دیتے ہیں اور پہلی قسم جس سے قیاس معروف کو مراد لیتے ہیں اس کو قیاس جلی کہتے ہیں چونکہ یہ قسم قیاس معروف کی معارض ہوتی ہے اس لئے اگر قوت یا اصول کی رو سے قیاس جلی پر راجح قرار پائے تو اس پر عمل ہوتا ہے ورنہ قیاس جلی پر عمل ہوتا ہے۔

قیاس واستحسان کے باہمی تقابل اور ایک دوسرے پر رجحان کے سلسلہ میں مختصراً ترتیب اس طرح ہوتی ہے اگر دونوں قوی یا ضعیف ہوں تو اصول ترجیح کے مطابق کسی ایک کو راجح قرار دیا جائے گا اور اگر ایک قوی اور ایک ضعیف ہے تو قوی ضعیف پر راجح ہوگا اور قوت وضعف کے اعتبار سے ان کی مندرجہ ذیل قسمیں ہوں گی :

(الف) استحسان قوی الاثر اور ظاهر الصحة خفی الفساد

(ب) قیاس ضعیف الاثر اور ظاهر الفساد خفی الصحه[1]

استحسان کی قسم اول قیاس کی قسم اول پر راجح ہوگی اور قیاس کی قسم دوم استحسان کی قسم دوم پر راجح ہوگی۔

مثلاً مردہ خور پرندوں کا جھوٹا قیاساً نجس ہونا چاہئے کیونکہ ان کا گوشت حرام ہے مگر استحساناً ان کا جھوٹا پاک ہے اس لئے کہ پانی پینے میں برتن وغیرہ کے اندر ان کا لعاب نہیں گرتا وہ چونچ کے ذریعے پانی پیتے ہیں اور درندے منہ ڈال کر پیتے ہیں تو لعاب برتن میں چلا جاتا ہے۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے سجدہ تلاوت کو اگر رکوع کے ذریعے ادا کیا جائے تو استحسان کا تقاضا ہے کہ درست نہیں جیسے نماز کے سجدہ کی جگہ درست نہیں ہے مگر قیاس کا تقاضا ہے کہ رکوع وسجود دونوں عمل مستقلاً مطلوب ومقصود ہیں اور سجدہ تلاوت میں غرض اظہار تعظیم ہے جس کا حصول دونوں سے ہوجاتا ہے اس لئے سجدہ کی جگہ رکوع بھی کافی ہے۔[2]

استحسان بالضروره .... ضرورت (مجبوری) کے حالات کی وجہ سے نظائر کا حکم چھوڑ کر دوسرا حکم اختیار کرنا ضرورت سے مراد وہ حالت ہے جس میں عام حالات کے احکام پر عمل کی صورت میں جان کے ضائع ہونے کا یقین ہو یا جلد اس کی نوبت آجانے کا گمان غالب ہو۔ فقہاء نے اس قسم کے حالات کے دو مراحل تجویز کئے ہیں ایک کو ضرورت اور دوسرے کو حاجت کا عنوان دیتے ہیں ضروریات کا مبنی موجودہ حالات ہوتے ہیں اور حاجت کا موجودہ حالات کے پیش نظر متوقع حالات جبکہ موجودہ حالات کے حق میں یہ گمان غالب ہو کہ مستقبل میں ضرورت کے مرحلہ میں داخل کردیں گے شریعت ضرورت کی طرح حاجت میں بھی رخصت دیتی ہے اس تعریف میں رخصت کے دونوں مراحل یکجا کردیئے گئے ہیں۔ ضرورت کی مثال مجبور کے لئے مردار کا کھانا۔ حاجت کی مثال علاج کی غرض سے ستر کا دیکھنا اور دکھانا۔

استحسان کی حجیت :

احناف، حنابلہ اور مالکیہ استحسان کو شرعی حجت مانتے ہیں۔ شیخ ابن بدران نے اس بارے میں لکھا :

وقال ابن المعمار والبغدادی ومثال الاستحسان ماقاله احمد رضی الله عنه انه يتيمم لكل صلوة استحساناً والقياس انه بمنزلة حتى يحدث.

---

[1] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۲/۳۲۲، نور الانوار ملاجیون ۲۲۳۔ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی۔

[2] فواتح الرحموت ۲/۳۲۲۔۳۲۳، نور الانوار ملاجیون ص ۲۳۵۔ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی۔

وقال يجوز شراء ارض السواد ولا يجوز بيعها، قيل له: فكيف يشترى ممن لا يملك البيع، فقال: القياس هكذا وانما هو استحسان، ولذلك يمنع من بيع المصحف ويومر بشرائه استحساناً[1]

استحسان کے منکرین:

جمہور علماء نے اس کا انکار کیا ہے۔ منکرین میں امام شافعی، ظاہری، معتزلہ، علماء شیعہ شامل ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا: من استحسن فقد شرع (جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی)، امام شافعی نے کتاب "الام" میں ابطال الاستحسان، کے نام سے ایک باب باندھا اور اس میں فرمایا: "الاستحسان باطل"[2] (استحسان باطل ہے) اسی طرح انہوں نے "الرسالہ" میں فرمایا: "وانما الاستحسان تلذذ، ولو جاز لاحد الاستحسان فی الدین لجاز ذلک لاھل العقول من غیر اھل العلم، والجاز ان یشرع فی الدین فی کل باب، وان یخرج کل احد لنفسه شرعاً"[3] (استحسان لذت لینے کا نام ہے اگر دین میں استحسان کو اختیار کرنا جائز ہوتا تو وہ (شریعت کا) علم نہ رکھنے والے اہل عقول کے لئے جائز ہوتا اور یہ جائز ہوتا کہ دین سے متعلق ہر باب میں ہر چیز کو شریعت بنالیا جائے اور ہر شخص اپنے لئے خود شریعت بنالے)۔

ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) نے اپنی کتاب "الاحکام" میں پینتیسویں (۳۵) باب کا عنوان "فی الاستحسان والاستنباط فی الرای وابطال کل ذلک" رکھا۔ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں استحسان کی خوب مذمت کی اور کہا:

"الحق حق وان استقبحه الناس، والباطل باطل وان استحسنه الناس، فصح ان الاستحسان شهوة واتباع للهوى وضلال، وبالله تعالى نعوذ من الخذلان".[4]

(حق حق ہے اگرچہ لوگ اسے برا جانیں اور باطل باطل ہے چاہے لوگ اسے اچھا سمجھیں۔ تو صحیح بات یہی ٹھہری کہ استحسان من مانی، ہوا پرستی اور ضلالت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتے ہیں)

اسی طرح وہ اپنی ایک اور کتاب "ابطال القیاس والرای والاستحسان والتقلید والتعلیل" میں قرآن وسنت سے دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں:

"بطل بهذا كل اختيار وكل استحسان"[5]

(ان دلائل سے ہر طرح کے اختیار واستحسان کا بطلان ثابت ہوگیا)

---

[1] المدخل الى مذهب الامام احمد بن حنبل، عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ، ابن بدران ص ۱۳۶۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء، ص ۱۳۵ وما بعدھا۔ روضۃ الناظر ۱/۴۰۷ بحوالہ الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی وھبہ الزحیلی ص ۳۱۳۔

[2] کتاب الام، امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔ ۲۰۴ھ) ۷/۳۱۳ بیروت لبنان دارالفکر ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰ء

[3] الرسالہ ص ۵۰۷ وما بعدھا کا مفہوم

[4] الاحکام فی اصول الاحکام، ابو محمد علی بن حزم الاندلسی الظاہری متوفی ۴۵۶ھ

تحقیق وتصحیح احمد محمد شاکر ۶/۱۷، جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی پاکستان طبع ثانی ۱۴۰۸ھ

[5] ملخص ابطال القیاس والرای والاستحسان والتقلید والتعلیل، ابن حزم ظاہری الاندلسی ص ۵۱ تحقیق سعید الافغانی مطبعہ جامعہ دمشق ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء

وہ اپنی بات کی تائید میں مزید فرماتے ہیں : "فاصحاب القیاس مختلفون فی الاستحسان : خالفالشافعی والطحاوی من الحنیفة ینکرونه جملة"[1] (اصحاب قیاس استحسان میں اختلاف رکھتے ہیں امام شافعی اور حنفیوں میں سے امام طحاوی کلیۃ استحسان کا انکار کرتے ہیں)۔

منکرین استحسان کے دلائل :

منکرین کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) استحسان نہ نص ہے اور نہ ہی نص پر محمول کرنا ہے اور یہی دو چیزیں ہیں جن سے شریعت کے احکام پہچانے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر استحسان نہ کتاب (قرآن) ہے نہ سنت اور نہ کتاب وسنت کی طرف رجوع اور اللہ کا ارشاد ہے: "وان احکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهواء هم"[1] اور فرمان باری ہے : "فان تنازعتم فی شیٔ فردوه الی الله والرسول"[2] (اگر کسی چیز کے بارے میں تم باہم جھگڑا (اختلاف) کرو تو اسے اللہ ورسول کی طرف پھیرو)

(۲) حضور ﷺ خواہش اور ہوا پرستی کی بناء پر کوئی بات نہیں کرتے تھے اور استحسان کی بنیاد پر آپ ﷺ کوئی فتویٰ نہیں دیتے تھے بلکہ استفتاء کا جواب نہ ہونے کی صورت میں وحی کا انتظار فرماتے تھے۔ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی سے "تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہو" کہہ دیا تھا آپ نے اس کا استحسان سے جواب نہ دیا بلکہ وحی کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ ظہار کی آیت نازل ہوگئی۔

(۳) نبی کریم ﷺ نے ان صحابہ پر سخت گرفت فرمائی جنہوں نے آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں استحسان کی بنیاد پر فتویٰ دیا جیسے وہ لوگ جنہوں نے ایک مشرک کو جس نے درخت کی پناہ لے لی تھی جلا ڈالا تھا۔

(۴) استحسان کا نہ کوئی ضابطہ ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس پر قیاس کر کے حق کو باطل سے پہچانا جا سکے جیسا کہ قیاس میں ہوتا ہے۔

استحسان کے قائلین کے دلائل :

دلائل کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) استحسان عسر ترک کر کے یسر کی طرف جانے کا نام ہے اور اس پر عمل کا حکم دیا جاتا ہے اور یہی اصل دین ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر"[3] اور "واتبعوا احسن ما انزل الیکم"[4] اور حضرت ابن مسعود ؓ کا قول ہے : "ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن"[5]

---

[1] (ج) حوالہ سابق

[1] المائدہ:۴۹ [2] النساء:۵۹ [3] البقرہ:۱۸۵ [4] الزمر:۵۵

[5] الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم نے القاعدۃ السادسۃ العادۃ محکمۃ کے تحت العلائی کا قول نقل کیا کہ یہ ان کی تحقیق کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے اور شارح سید احمد بن محمد الحنفی الحموی نے اسی بات کی تائید میں لکھا کہ یہی بات السخاوی نے المقاصد الحسنہ میں لکھی اور امام احمد نے کتاب السنہ میں روایت کیا۔ دیکھیے الاشباہ والنظائر وشرح حموی ص ۱۱۶ مطبعہ منشی نول کشور ملک التجار سنہ ندارد، ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے "الاحکام" ۶/۱۸ میں الباب الرابع والثلاثون میں اسے محقق احمد محمد شاکر نے حاشیہ میں کئی حوالوں سے بیان کیا کہ یہ قول صحابی ہے جبکہ علامہ آمدی نے "الاحکام" ۱/۱۴۸ میں الاصل الثالث فی الاجماع میں لکھا اور شارح بزدوی، عبدالعزیز بخاری نے کشف الاسرار ۳/۱۳ مطبوعہ کراچی صدف پبلشرز نے لکھا کہ یہ حضور ﷺ کا قول ہے۔ شاید ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہو واللہ اعلم

(۱) اس کا ثبوت متفق علیہ ادلہ سے ہے اس لئے حجت ہے اور جو اثر سے ثابت ہوتی ہے اس کی مثال سلم، [...]ہ اور بھول کر روزہ میں کھا پی لینے سے عدم فساد وغیرہ ہیں اور اجماع سے اس کی مثال استصناع پر عمل ہے اور [ضرو]رت سے اس کی مثال یہ ہے کہ کنوؤں اور حوض کو نجاست کے بعد پاک کرنا اور قیاس خفی یا عرف سے اس کی [...] عرف کی بناء پر قسموں کا رد کرنا اور مصلحت سے اس کی مثال تضمین الاجیر المشترک ہے۔

[منک]رین و مثبتین کے ادلہ کا تقابل اور نتائج :

استحسان کے منکرین و مثبتین کے ادلہ کے تقابل سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :

یہ عیاں ہوتا ہے کہ استحسان کے انکار کا سبب ایک غلط فہمی ہے۔ امام شافعی نے استحسان کو اس لئے رد کیا کہ اس [...]ر عقل، رائے اور خواہش اور بغیر دلیل شرعی اس پر اعتماد کیا جاتا ہے اور احناف بھی اس قسم کے استحسان کے خلاف ہیں [اح]ناف نے کبھی بھی اس قسم کے استحسان پر عمل کا دعویٰ نہیں کیا۔ شارح بزدوی نے فرمایا :

"ابو حنیفة رحمة الله اجل قدرا واشد ورعا من ان یقول فی الدین بالتشهی اوعمل بما استحسنه من دلیل قام علیه شرعاً"۔[1]

(امام ابوحنیفہ اس بات سے بلندتر اور زیادہ تقویٰ رکھنے والے تھے کہ وہ دین میں اپنی خواہش سے بات کہیں یا شریعت کے سامنے جس دلیل کو اپنے طور پر اچھا سمجھیں اس پر عمل کریں)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام شافعی کے قول "جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی" کو لوگوں نے منفی رنگ [...]دیا ہو کیونکہ وہ ان کی مراد سمجھ نہ سکے ہوں جیسا کہ فواتح الرحموت کی عبارت ہے :

"(فمن انکر) الاستحسان وهو الامام الشافعی (حیث قال من استحسن فقد شرع لم یدر المراد به) عفا الله عنه ولیس هذا الا کما یقول الشافعی عند تعارض الاقسیة هذا استحسنه قال الشیخ الاکبر خاتم الولایة المحمدیه فی الفتوحات المکیة ان مقصود الشافعی من قوله هذا ورح المستحسن واراد ان من استحسن فقد صار بمنزلة بنی ذی شریعة واتباع الشافعی لم یفهموا کلامه علی وجهه هذا والله تعالیٰ اعلم"۔[2]

(اور استحسان کا انکار کرنے والوں میں سے امام شافعی ہیں جو فرماتے ہیں کہ جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی اس بات کا مطلب معلوم نہیں ہے اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ امام شافعی تو خود قیاس میں تعارض کے وقت فرماتے تھے یہ استحسان ہے شیخ اکبر خاتم الولایہ المحمدیہ نے فتوحات مکیہ میں فرمایا کہ امام شافعی کے قول سے مقصود مستحسن کا ترک ہے اور ان کا مقصد یہ ہے کہ جس نے استحسان کیا وہ گویا بمنزلہ اس کے ہوگیا جو شریعت والا ہے اور امام شافعی کے متبعین نے ان کے کلام کو اس اعتبار سے نہیں سمجھا واللہ اعلم)

---

[1] کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی، عبدالعزیز البخاری ۴/۳ باب بین القیاس والاستحسان کراچی الصدف پبلشرز سن ند

[2] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ص ۲/۳۲۱

(۲) درحقیقت فقہاء کا یہ اختلاف لفظی ہے عمل میں کسی کا اختلاف نہیں مثلاً قفال شافعی نے فرمایا :

" ان كان المراد بالاستحسان مادلت الاصول بمعانيها فهو حسن لقيام الحجة به، قال : فهذا لاننكره ونقول به ، وان كان مايقع في الوهم من استقباح الشي واستحسانه من غير حجة دلت عليه من اصل ونظير فهو محظور والقول به سائغ"[۱]

(اگر استحسان سے مراد اصول کی ان کے معنی پر دلالت ہے تو وہ دلیل قائم کرنے کے لئے اچھا ہے فرمایا: تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس کی تائید کرتے ہیں اور جو وہم میں اصلاً قبیح شے سے واقع ہو اور اصلاً قبیح پر دلالت کرے اور بغیر دلیل کے اس کو اچھا جانے اس کی مثیل ممنوع ہے اور وہ قول ایک معروف بات ہے)

علامہ ابن سمعانی نے فرمایا :

"ان كان الاستحسان هو العقول بما يستحسنه الانسان ويشتهيه من غير دليل فهو باطل، ولا احد يقول به"

(اگر استحسان یہ ہو جسے انسان کی عقل اچھا جانے اور بغیر دلیل کے اس کی خواہش کرے تو وہ باطل ہے اور کوئی بھی یہ نہیں کہتا)

اس کے بعد سمعانی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ منکرین وقائلین کا یہ خلاف لفظی ہے اور پھر کہا کہ :

"فان تفسير الاستحسان بما يشنع به عليهم لا يقولون به وان تفسير الاستحسان بالعدول عن دليل الى دليل اقوى منه فهذا ممالم ينكره احد عليه "[۲]

(بلاشبہ استحسان کی وہ تشریح جو بری جانی گئی ہے قائلین اس کا جواز نہیں کرتے اور استحسان کی تفسیر دلیل سے قوی دلیل کی طرف عدول کرنا اس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا)

(۳) استحسان صرف قیاس جلی کے مقابلہ میں قیاس خفی پر عمل میں مقید نہیں بلکہ وہ کبھی استحسان بالسنۃ، استحسان بالاجماع، استحسان بالضرورہ بھی ہوتا ہے اور یہ کہ مسئلہ میں جلی وخفی دو قیاس نہ پائے جائیں بلکہ ایک ہی قیاس پایا جائے اور اس کے ساتھ ایک حدیث یا اجماع یا ضرورت بھی موجود ہو اور ہم اس حدیث یا اجماع یا ضرورت کو اس قیاس پر ترجیح دیں تو وہ استحسان ہوگا اور عمل اسی ضابطہ پر کیا جاتا ہے۔ جس کا تذکرہ علامہ باجی نے اصحاب امام مالک کے حوالہ سے تحریر کیا :

" ان الاستحسان الذی ذهب اليه اصحاب مالک هو القول باقوى الدليلين"[۳]

(اصحاب امام مالک جس استحسان کے قائل ہیں وہ دو قوی دلائل میں زیادہ قوی دلیل کو مدنظر رکھ کر حکم کا استنباط کرنا ہے)

واضح رہے کہ مالکی فقہاء کے یہاں استحسان مصالح مرسلہ ہی کی ایک ہی قسم ہے کیونکہ ان کے نزدیک استحسان کی ایک ہی قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے معین مسئلہ میں جس میں مصلحت کی رعایت کا حکم قیاس سے معارض ہو قیاس کو ترک کر کے مصلحت کو اختیار کرنا استحسان ہے وہ قیاس خفی کو استحسان نہیں کہتے بلکہ قیاس خفی ان کے نزدیک قیاس ہی ہے۔

---

[۱] ارشاد الفحول، الشوکانی ۲/۲۶۳ قاہرہ، دار الکتاب سنہ ندارد [۲] حوالہ سابق ۲/۲۶۲-۲۶۳ [۳] حوالہ سابق

امام شوکانی نے استحسان کی بحث کا اختتام ان کلمات سے کیا :

"ان ذکر الاستحسان فی بحث مستقل لا فائدة فیه اصلالانه ان کان راجعا الی الادلة المتقدمة فهو تکرار و ان کان خارجا عنها فلیس من الشرع فی شی ، بل هو من التقول علی هذه الشریعة ممالم یکن فیها تارة، وبما یضادها اخری "[1]

(بیشک استحسان کا ایک مستقل بحث میں ذکر کرنا اصلاً اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ ادلہ متقدمہ کی طرف راجع ہیں تو تکرار ہوگا اور اگر ان سے خارج ہیں تو ان کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اس شریعت کی نقول میں سے ہیں جو پہلے موجود نہیں تھے اور نہ ان میں تعارض ہوتا تھا)

(۲) "مصالح مرسلہ / استصلاح"

استصلاح کا لغوی معنی کسی چیز کو صلاح والا یعنی مصلحت پرمبنی سمجھنا اور مصلحت (جس کی جمع مصالح ہے) کے لفظی معنی فائدہ و منفعت کے ہیں۔ خوارزمی نے مصلحت کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی :

" المراد بالمصلحة المحافظة علی مقصود الشرع بدفع المفاسد عن الخلق "[2]

(مصلحت سے مراد مخلوق سے مفاسد دور کرنے کے مقصود شرعی کی حفاظت ہے)

امام غزالیؒ نے مصلحت کی وضاحت میں فرمایا :

" اما المصلحة فهی عبارة فی الاصل عن جلب منفعة او دفع مضرة ولسنا نعنی به ذلک فان جلب المنفعة و دفع المضرة مقاصد الخلق و صلاح الخلق فی تحصیل مقاصد هم لکننا بالمصلحة المحافظة علی مقصود الشرع و مقصود الشرع من الخلق خمسة وهو أن یحفظ علیهم دینهم ونفسهم وعقلهم ونسلهم ومالهم فکل ما یتضمن حفظ هذ الاصول الخمسة فهو مصلحة وکل مایفوت هذه الاصول فهو مفسدة ودفعها مصلحة "[3]

(مصلحت سے فی الاصل حصولِ منفعت اور دفعِ مضرت مراد ہوا کرتی ہے مگر شریعت میں یہ مطلب نہیں کیونکہ حصول منفعت اور دفع مضرت مخلوق کے مقاصد ہیں اور مخلوق کی صلاح ان مقاصد سے وابستہ ہے۔ مصلحت سے ہماری مراد مقاصد شریعت کی حفاظت ہے۔ مخلوقات کے اعتبار سے مقاصد شریعت پانچ ہیں، تحفظ دین، تحفظ نفس، تحفظ عقل، تحفظ نسل اور تحفظ مال۔ جو امر امور پنجگانہ کے تحفظ کا ضامن ہو وہ مصلحت ہے اور جس بات سے یہ امور خمسہ ضائع ہو جائیں وہ مفسدہ ہے اور اس کا دور کرنا مصلحت ہے)

۱۔ حوالہ سابق ۲/۲۶۳ ۔ ۲۔ حوالہ سابق ۲/۲۶۴

۳۔ المستصفی ،امام غزالی ۱/۱۳۹۔۱۴۰

امام غزالیؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ عربی زبان اور عرف کے اعتبار سے مصلحت کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ انسان کے مفاد کو ملحوظ رکھا جائے اور اس کو پہنچنے والی مضرت کو دور کرنے کی تدبیر کی جائے۔ لیکن از روئے شریعت مصلحت کا مفہوم انسان کے حق میں ایسی منفعت کا حصول ہے اور ایسی مضرت کی مدافعت ہے جو شریعت کو مقصود ہو یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جسے لوگ مصلحت سمجھ رہے ہوں وہ شریعت کی نظر میں بھی مصلحت ہو۔ ایسے امور جنہیں لوگ اپنے حق میں مصلحت تصور کر رہے ہوں لیکن شریعت نے انہیں مصلحت قرار نہیں دیا ہے تو وہ فی الواقع مصالح نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ایسی خواہشات ہیں جنہیں ہوائے نفس نے خوب صورت بنا کر انسان کو مغالطے میں مبتلا کر دیا ہے۔[1]

مصلحت کی اقسام :

امام غزالیؒ نے دو اعتبارات سے اس کی تقسیم پیش کی۔ پہلے اعتبار کی تقسیم کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں :

" المصلحة بالاضافة الى شهادة الشرع ثلاثه اقسام قسم شهد الشرع لاعتبارها وقسم شهد لبطلانها، وقسم له يشهد الشرع لالبطلانها ولا لاعتبارها ".[2]

(شریعت میں مصلحت کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کا شریعت نے اعتبار کیا اور دوسری وہ ہے جس کا بطلان کیا اور تیسری وہ ہے جس کا نہ اعتبار کیا اور نہ بطلان)

مثالوں سے وضاحت کرنے کے بعد آگے چل کر امام غزالی دوسرے اعتبار سے تقسیم پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" فلنقدم على تمثيله تقسيما اخر أن المصلحة باعتبار قوتها فى ذاتها تنقسم الى ما هى فى رتبة الضرورات والى ماهى فى رتبة الحاجات، والى ما يتعلق بالتحسينات والتزيينات وتتقاعد ايضاعن رتبة الحاجات ، ويتعلق باذيال كل قسم من الاقسام مايجرى منها مجرى التكملة والتتمة لها ".[3]

(ہمیں چاہئے کہ ہم اس کے طریقے پر ایک دوسری تقسیم کریں کہ بیشک مصلحت اپنی ذات میں قوت کے اعتبار سے ضرورات، حاجات، تحسینات اور تزئینات کی طرف منقسم ہوتی ہیں اور حاجات کے مرتبے میں پہنچ کر رک جاتی ہیں اور ان اقسام کی ہر قسم دوسری کے لئے تکملہ اور تتمہ ہے)

مصلحت کی پہلی قسم :

یہ تقسیم اس اعتبار سے ہے کہ شارع نے کن مصالح کو معتبر سمجھا اور کن کو باطل قرار دیا اور کن پر سکوت اختیار کیا۔ یعنی یہ تقسیم شارع کی طرف مصالح کے معتبرہ، ملغاۃ اور ان پر سکوت کے اعتبار سے ہیں۔ اس اعتبار سے مصلحت کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہوئیں :

(۱) مصالح معتبرہ (۲) مصالح ملغاۃ (۳) مصالح مرسلہ

---

1. نظریہ المصلحة فی الفقه الاسلامی، حسین حامد حسان ص ۶، مصر، دار النہضہ ۱۹۷۱ء
2. المستصفی، امام غزالی ۱/۱۳۹
3. المستصفی، امام غزالی ۱/۱۳۹۔۱۴۰

مصالح معتبرہ : ان سے مراد وہ مصالح ہیں جن کے معتبر یعنی حقیقی وصحیح ہونے کا پتہ شریعت سے چلتا ہے۔ ان کے تحت وہ سب مصالح آتے ہیں جن کو بروئے کار لانے اور ان تک پہنچنے کے لئے شریعت نے احکام مقرر کئے۔ جیسا کہ اس نے جہاد کا حکم دیا تاکہ دین کی حفاظت کی جائے، قصاص کا حکم دیا تاکہ نسل کی حفاظت کی جائے اور چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تاکہ مال کی حفاظت کی جائے۔

مصالح ملغاۃ : ان سے مراد وہ تمام مصالح ہیں جن کے غلط یا غیر حقیقی ہونے کا شریعت کے احکام سے پتہ چلتا ہے۔ ایسے مصالح کا کوئی اعتبار نہیں۔ جیسے یہ مصلحت کہ وراثت میں مرد وعورت کو برابر حصہ دیا جائے یا شراب کی تجارت سے مالی فائدہ اُٹھایا جائے یا جہاد سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشہ عافیت میں بیٹھا جائے۔

مصالح مرسلہ : یہ وہ ہیں جن کے معتبر یا لغو ہونے کا شرعی احکام سے پتہ نہ چلے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ شریعت نے ان کے معتبر یا لغو ہونے کو نہیں بتایا کیونکہ اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ معلوم کرنے میں دقت پیش آئے کہ انہیں معتبر مصالح کے دائرہ میں شامل کیا جائے یا لغو مصالح کے دائرہ میں۔ جیسے یہ مصلحت کہ کاریگروں سے چیزوں کو ٹھیک رکھنے کی ضمانت لی جائے، ایک آدمی کو کئی لوگ مل کر قتل کر دیں تو اس کے بدلے میں ان سب کو قتل کیا جائے، انتظامی امور کے لئے دفاتر قائم کئے جائیں، جیلیں بنائی جائیں اور باہم خرید وفروخت کے لئے سکے جاری کئے جائیں وغیرہ۔ انہیں معتبر یا لغو مصالح کے دائرہ میں شامل کرنا اجتہاد کے دائرہ میں آتا ہے۔[1]

مصلحت کی دوسری تقسیم :

مصلحت کی اپنی ذات میں قوت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں :

(۱) **ضروریات** (۲) **حاجیات** (۳) **تحسینیات / تزئینات**

۱۔ **ضروریات** : اس سے مراد وہ امور ہیں جن سے انسانی زندگی اور انسانی معاشرہ کی بقاء کے لئے کسی طرح صرف نظر ممکن نہ ہو۔ اصولاً اس کے تحت پانچ چیزوں کی حفاظت آتی ہے۔ دین، جان، نسل، عقل، مال۔ جان کی حفاظت کے لئے قصاص، نسل کی حفاظت کے لئے زنا پر حد، عقل کی حفاظت کے لئے شراب نوشی پر حد، مال کی حفاظت کے لئے چوری کی حد۔

۲۔ **حاجیات** : اس سے وہ امور مراد ہیں جن سے ایک درجہ مشقت کے ساتھ صرف نظر ممکن ہو اس کے تحت وہ امور آتے ہیں جن سے مالی تنگی دور ہوتی ہے فرائض کی ادائیگی میں مشقت میں کمی اور معاملات میں سہولت وآسانی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً خرید وفروخت، نکاح وطلاق اور اس جیسے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں وضروریات سے متعلق معاملات۔

۳۔ **تحسینیات / تزئینات** : اس سے وہ امور مراد ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کے ظاہر وباطن کی خوبصورتی کا ذریعہ بنیں اصولاً اس کے تحت وہ چیزیں آتی ہیں جو عمدہ اخلاق اور اچھی عادات وفضائل کے قبیل سے ہوں مثلاً طہارت، ستر پوشی، نماز کے لئے مناسب لباس زیب تن کرنا۔

---

[1] الوجیز، زیدان ص ۱/۱۳۶، ۱۳۷ ملخص

تتمات : ان تینوں اقسام کے تتمات بھی ہوتے ہیں یعنی ایسے امور جن سے ان کو تقویت ہوتی ہے۔ مثلاً ضروریات کا تتمہ دو ایک قطرہ شراب پینا جس سے نشہ آتا ہے، حاجات کا تتمہ نکاح میں مہر مثل اور کفو کا اعتبار ہے۔ تحسینیات کا تتمہ طہارت کے مستحبات و آداب ہیں [1]

ان تینوں میں مراتب کی ترتیب وربط : ان اقسام کے مراتب اسی ترتیب سے ہیں جس ترتیب پر ان کو بیان کیا گیا ہے یعنی اعلیٰ درجہ ضروریات کا اور اس سے کمتر حاجات کا اور ادنیٰ مرتبہ تحسینیات کا ہے اور ان کے تتمات میں بھی ترتیب ملحوظ رہے گی کہ ادنی کی رعایت میں اعلیٰ کا نقصان ہو تو ادنیٰ کو ترک کردیں جیسے علاج کے لئے کشف ستر کی اجازت ہو کیونکہ علاج حاجات کے قبیل سے ہے یا یہ کہ وہ ضروریات کے قبیل سے ہے کیونکہ اس کے ذریعے نسل اور عقل کی بقاء ہوتی ہے اور ستر پوشی تحسینیات کے باب سے ہے علاج کے لئے اس کے ترک کو گوارا کرلیا گیا ہے اسی طرح ضروریات کے تحت مذکورہ پانچوں امور میں بھی یہی ترتیب رہے گی کہ جو پہلے مذکور ہے اس کی خاطر بعد والے کے نقصان وضرر کو برداشت کیا جائے گا اور یہ سب اس طرح باہمی طور پر مربوط ہیں کہ حاجات، ضروریات کے لئے بمنزلہ تتمہ ہیں وہ اس طرح کہ حاجات سے ضروریات کی پیش بندی ہوتی ہے اور تحسینیات حاجات کے لئے، یہی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ تحسینیات سے حاجات کا انتظام وسد باب ہوتا ہے۔ [2]

مصلحت کی اساس :

مصلحت خواہ جس قسم کی ہو اس کی بنیاد دو امر میں سے کوئی ایک ہوتی ہے۔

(الف) جلب منفعت (ب) دفع مضرت

نیز یہ کہ جلب منفعت کی صورت میں کبھی کسی منفعت کی تکمیل ہوتی ہے اور کبھی شروع سے اس کا حصول جیسا کہ دفع مضرت کی صورت میں کبھی ضرر کی تقلیل وتخفیف ہوتی ہے اور کبھی اس کا مکمل ازالہ۔

مصالح مرسلہ پر عمل کی شرائط :

(الف) جس مسئلہ کے بارے میں مصالح مرسلہ پر عمل کیا گیا اس کے بارے میں کوئی نص منقول نہ ہو۔

(ب) شریعت میں اس کی کوئی نظیر منقول نہ ہو جس پر اس کو قیاس کرلیا جائے۔

(ج) کسی نص واجماع کے معارض نہ ہو۔

(د) مصلحت شخصی نہ ہو بلکہ اجتماعی ہو خواہ عالمی یا ملکی وعلاقائی ہو۔

(ہ) شرعی دلائل سے اس کا مصلحت ہونا ثابت ہو اگرچہ کسی نص سے اثبات یا نفی کے ساتھ اس کی مصلحت کا ثبوت نہ ہو مگر شرعی اصول وقواعد سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ شریعت اس کو گوارہ کرتی ہے اور مصلحت کے درجہ میں رکھتی ہے۔

---

[1] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۲/۳۲۶ ملخص، المستصفی امام غزالی ۱/۱۴۰، ۱۴۱ ملخص، الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی، وھبہ الزحیلی ص ۴۱۹، ۴۲۰ ملخص الفاظ کے حذف واضافہ کے ساتھ، الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۹۳، ۹۴

[2] الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۹۴-۹۵ ملخص

[مص]لحت کی بنیاد پر بعض اجتہادی احکام کی مثالیں :

حضرت ابو بکرؓ کا قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کرنا، حضرت عثمانؓ کا اسی مجموعہ کی نقول کو تمام عالم [اسل]ام میں بھیجنا حضرت عمرؓ کا بیت المال سے وظیفہ پانے والے کے لئے رجسٹر جاری کرنا، اسلامی سکے ڈھلوانا اور اس [ط]رح کے بہت سے انتظامی امور جن کو مصالح کے پیش نظر اپنایا گیا حالانکہ ان مصالح کا تذکرہ کسی نص میں نہیں ہے۔

[مخ]تلف فقہی مکاتب سے مصلحت پر مبنی احکام کی مثالیں :

[م]الکی مکتب : مالکی فقہاء نے مجتہد کی عدم موجودگی میں غیر مجتہدین میں سے سب سے بہتر و افضل آدمی کو امام (حاکم [وق]ت) مقرر کرنے کو جائز قرار دیا اور کسی افضل آدمی کے ہوتے ہوئے مفضول (اس سے کمتر) آدمی کی بیعت کی اجازت دی۔ بیت المال خالی ہو جانے پر دولت مندوں پر ٹیکس لگانے کی اجازت دی، زخمی کرنے کی صورت میں نابالغ [بچ]وں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کرنے کی مصلحت کی بناء پر اجازت دی۔ اگرچہ بلوغ کی شرط جو گواہ میں [ع]دالت کے من جملہ شرائط میں سے ایک ہے ان میں پوری نہ ہوتی ہو۔

[ش]افعی مکتب : شافعی فقہاء نے ان جانوروں (سواریوں) کو مارنے کی اجازت دی جن پر سوار ہو کر دشمن مسلمانوں سے لڑ رہے ہوں، نیز ان کے درخت ضائع کرنے یا کاٹنے کی اجازت دی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے دوران درخت کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔ تاہم اس وقت اجازت ہے۔ جب یہ جنگی ضرورت سے ہوں اور دشمنوں پر فتح [و] غلبہ حاصل کرنے کے لئے یہ چیزیں ضروری ہوں۔

مکتب احناف : فقہاء حنفیہ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر مسلمان کسی وجہ سے مال غنیمت کو اپنے ساتھ نہ بچا سکیں تو وہ سامان اور بھیڑ بکریوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت جلا دیں اسی طرح ان کا مال واسباب بھی جلا دیں تاکہ دشمن ان سے نفع نہ اٹھا سکے۔ ان کے نزدیک استحسان کی قسموں میں سے ایک قسم استحسان بالمصلحہ بھی ہوتی ہے۔

حنبلی مکتب : امام احمد بن حنبل نے مفسدین کو شہر بدر کرنے یا ملک بدر کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔ نیز انہوں نے باپ کو اپنی اولاد میں کسی کو کسی خاص مصلحت کے سبب اپنی جائیداد یا دولت میں سے کچھ حصہ ہبہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ مثلاً وہ بیمار محتاج، عیالدار یا طالب علم ہو۔ حنبلی فقہا نے اس کی بھی اجازت دی کہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کو مجبور کرے کہ جو اشیاء انہوں نے اپنے پاس روک رکھی تھیں وہ لوگوں کو ضرورت کے سبب اسی قیمت پر فروخت کریں جس پر انہوں نے اشیا کو خریدا تھا وغیرہ۔[1]

مصالح کی حجیت :

علماء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عبادات میں مصلحت مرسلہ پر عمل نہیں ہوتا، معاملات میں مصالح مرسلہ کی حجیت اور ان کو ماخذ احکام میں سے ایک ماخذ سمجھنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اس بارے میں علماء کے تین فریق ہیں ان میں سے ایک منکرین کا دوسرا مثبتین کا اور تیسرا بعض شروط کے ساتھ ماننے والا فریق ہے۔

---

[1] الوجیز، زیدان ملخص الفاظ کے حذف، اضافہ و تغیر کے ساتھ ص ۲۴۳، ۲۴۴

مصالح مرسلہ کی حجیت کے منکرین :

منکرین میں سے ایک اہل ظاہر کا گروہ ہے وہ قیاس کا انکار کرتے ہیں اس لئے مصالح مرسلہ کا بدرجہ اولی انکار کرتے ہیں۔ شافعی وحنفی فقہاء کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ مصلحت مرسلہ کو نہیں مانتے لیکن ان کی فقہ میں ایسی اجتہادی باتیں ملتی ہیں جن کی بنیاد مصلحت پر قائم ہے۔

مصالحہ مرسلہ پر عمل کرنے والے :

امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے بارے مشہور ہے کہ وہ اس کو شرعی حجت مانتے ہیں اور اس کو تشریعی ماخذ میں سے ایک ماخذ تسلیم کرتے ہیں۔

مصالح مرسلہ کو بعض شرائط کے ساتھ ماننے والے :

یہ امام غزالی ہیں جو بعض شروط کی قید کے ساتھ اس پر عمل کو درست مانتے ہیں اور وہ اس کو ضروری کے قبیل سے سمجھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر عمل کے لئے مندرجہ ذیل تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) ضروری ہو (۲) قطعی ہو (۳) کلی ہو[1]

امام غزالی نے ان کی مثال سے اس طرح توضیح پیش کی، وہ فرماتے ہیں کہ جہاد میں اگر کافر ایک مسلمان کو اپنے سامنے کھڑا کر کے جنگ کریں اور اس کو وہ بطور ڈھال استعمال کریں۔ اس صورت میں مصلحت یہ ہے کہ ایک مسلمان کی جان کی پرواہ نہ کی جائے اور ان پر حملہ کر کے ان کو ختم کر دیا جاتا۔

اس مثال میں تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی یہ ضروری ہے اگر ایسا نہ کیا گیا تو کافر مسلمانوں پر حملہ کر کے ختم کردیں گے یہ قطعی (یقینی) ہے۔ یعنی اگر مسلمان قیدی کی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اگر ان کو ختم کر دیا جائے تو بات یقینی ہے کہ مسلمان محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ کلی (عمومی) ہے اس کا تعلق ایک فرد سے نہیں بلکہ پوری جماعت یا ایک علاقہ کے تمام مسلمانوں سے ہے یا پوری اُمتِ مسلمہ سے ہے۔ اس مثال میں بالفرض وہ کسی مسلمان قیدی کو قلعہ کی دیوار پر سامنے کردیں اور خود قلعہ میں روپوش ہوں تو اس صورت میں اس مسلمان قیدی پر تیر چلانا درست نہیں کیونکہ کافروں کی شکست اس صورت میں یقینی نہیں ہے۔[2]

منکرین مصلحت مرسلہ کے دلائل اور ان کا تجزیہ :

(الف) شارع (اللہ تعالیٰ) نے اپنے بندوں کو ایسے احکام دیئے ہیں جو ان کی مصلحتوں کو پورا کرتے ہیں۔ اس نے ان کی کسی مصلحت سے چشم پوشی نہیں کی اور نہ ہی کسی مصلحت کو بغیر تشریع کے چھوڑا۔ اور اللہ کا فرمان ہے :

" ایحسب الانسان ان یترک سدی ".[3]

(کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ یوں ہی بے کار و مہمل چھوڑ دیا جائے گا)

---

[1] المستصفی، امام غزالی ۱/۱۴۱ ملخص واضافی کلمات کے ساتھ۔

[2] المستصفی، امام غزالی ۱/۱۴۱

[3] القیامة : ۳۶

ن دلیل کا تجزیہ :

غور سے دیکھنے پر اندازہ ہوتا ہے کہ منکرین کی یہ دلیل کمزور ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ شریعت اسلامیہ نے بندوں کی تمام مصلحتوں کا خیال رکھا ہے اور ان کو ایسے احکام دیئے جن کے ذریعے انہیں ان مصلحتوں تک رسائی ہوتی ہے۔ لیکن شریعت نے قیامت تک آنے والی مصلحتوں کے تمام جزئیات کو صراحت سے بیان نہیں کیا اور یہ اس کے محاسن میں سے ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شریعت ہمیشہ باقی رہنے کے لئے آئی ہے اور عالمگیر ہے کیونکہ مصالح کے جزئیات وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں، تاہم اصل مصالح کی رعایت ہمیشہ قائم رہتی ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

(ب) مصالح مرسلہ، مصالح معتبرہ اور مصالح باطلہ کے درمیان دائر ہیں اس لئے ان کا مصالح معتبرہ (باطل مصالح) کے ساتھ الحاق، مصالح ملغات کے ساتھ الحاق سے اولیٰ وافضل نہیں ہے۔ جب ان کے اعتبار کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے تو ان سے استدلال بھی ممنوع ہوا۔ اس سے یہ بات کیسے ثابت ہوئی کہ مصالح مرسلہ مصالح معتبرہ کے قبیل سے ہیں نہ کہ مصالح باطلہ کی۔

تجزیہ :

منکرین کی یہ دلیل بھی کمزور ہے کیونکہ اصل اصول جس پر شریعت کی بنیاد ہے وہ مصلحت کی رعایت ہے اور مصلحت کا لغو قرار دینا ایک استثنائی شئ ہے۔ اس لئے جن مصالح کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار کیا ہے اور جو ظاہر میں راجح و درست ہیں ان کا مصالح معتبرہ کے ساتھ الحاق مصالح ملغاۃ کے ساتھ الحاق سے افضل واولیٰ ہے۔

(ج) مصالح مرسلہ پر عمل کی اجازت سے جاہلوں، نفس پرست حاکموں، قاضیوں اور ذی اقتدار لوگوں کے لئے اپنی خواہشات کے مطابق مصلحت کا لبادہ اوڑھ کر کام کرنے اور دین کو متہم کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔

تجزیہ :

یہ اعتراض بھی کمزور ہے کیونکہ مصالح مرسلہ پر عمل کرنے کے لئے شریعت کے ان دلائل سے واقف ہونا لازمی ہے جن سے ان کا معتبر یا غیر معتبر ہونا یقینی طور پر معلوم ہو جائے۔ اہلِ علم اور اہلِ اختیار کے علاوہ دوسرے عام لوگوں کے لئے ان کا جاننا آسان نہیں۔ اگر جاہل مصالح مرسلہ کو ناجائز طریقہ سے استعمال کریں گے تو اہلِ علم ان کی جہالت کا پردہ چاک کر دیں گے۔ اور جہاں تک مفسد حاکم کا تعلق ہے تو اس کے لئے امتِ اسلامیہ اپنے شرعی فرضِ منصبی کو انجام دے اور ان کی یا تو اصلاح کر دے یا ان کو برطرف کر دے۔[1]

مصالح مرسلہ کے ماننے والوں کے دلائل :

(ا) شرعی نصوص اور مختلف احکام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی شریعت بندوں کی مصالح کو پورا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور مصالح مرسلہ پر عمل شریعت کے مزاج کے موافق ہے۔ متعدد علماء نے اس کی تصریح کی۔

1. الوجیز، زیدان ۲۳۸۔۲۴۰ ملخص

امام شاطبی نے فرمایا :

" والشريعة ما وضعت إلّا لتحقيق مصالح العباد فى العاجل ولاجل، ودرء الفاسد عنهم ".[1]

(شریعت بنائی ہی اس مقصد کے لئے گئی ہے کہ دنیا وآخرت میں وہ بندوں کے مقاصد پورے کرے اور برائیوں و خرابیوں کو ان سے دور کرے)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں :

" الشريعة كلها مصالح : اما درء مفاسد اوجلب مصالح ".[2]

(شریعت پوری کی پوری مصالح پر مبنی ہے خواہ مفاسد کو دور کرکے ہو یا منفعت حاصل کرکے)

ابن قیم نے فرمایا :

"ان الشريعة مبناها واساسها على الحكم ومصالح العباد فى المعاش والمعاد ، وهى عدل كلها و مصالح كلها ، وحكمة كلها ، فكل مسائلة خرجت عن العدل الى الجور، وعن الرحمة الى ضدها ،وعن المصلحة الى المفسدة ، وعن الحكمة الى العبث ، فليست من الشريعة وان ادخلت فيها بالتاويل ، فالشريعة عدل الله بين عباده ، ورحمة بين خلقه ".[3]

(شریعت کی بنا اور اساس ہی دنیا وآخرت میں حکمتوں اور بندوں کی مصلحتوں پر ہے۔ یہ سرتاپا عدل وانصاف ہے، رحمت ہے، خیر وبھلائی ومنفعت ہے اور حکمت ہے۔ ہر وہ مسئلہ جو عدل سے نکل کر ظلم میں شامل ہو، رحمت سے نکل کر اس کی ضد میں شامل ہو اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے چاہے اسے شریعت میں کسی تاویل کے ذریعہ داخل کیا گیا ہو۔ شریعت اللہ کا اپنے بندوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنے اور دینی مخلوق کے درمیان رحمت کو پھیلانے کا نام ہے)

(۲) لوگوں کی مصلحتیں اور ان مصلحتوں کے حصول کے وسائل وذرائع ظروف وحالات اور زمانے کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور پہلے سے ان کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ جب ہم مانتے ہیں کہ شارع نے مصلحتوں کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی ہے تو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ ان مصلحتوں کا محدود کرنا لازمی نہیں ہے۔ اگر ان مصالح میں سے صرف انہی مصلحتوں کا اعتبار کریں جن کی تائید خاص دلیلوں سے ہوتی ہے تو ہم ایک وسیع چیز کو تنگ کردیں گے اور مخلوق خدا کی بے شمار مصلحتوں سے ہمیں ہاتھ دھونا پڑے گا۔ یہ بات شریعت کی عالمگیریت اور اس کے دوام کے موافق وہم آہنگ نہیں ہے اس لئے یہ نظریہ درست نہیں ہے۔

(۳) صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے مجتہدین نے اپنے اجتہادات میں مصلحت کا خیال رکھا اور احکام کی بنیاد ان پر رکھی۔ ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا جو اس کے درست ہونے کی دلیل ہے۔

---

[1] الموافقات، امام شاطبی ۲/۶۔۳۷ بحوالہ الوجیز ص ۲۴۰

[2] قواعد الاحکام، عز بن عبدالسلام ۱/۹ بحوالہ الوجیز ص ۲۴۰

[3] الطریق الحکیمہ، ابن قیم جوزی بحوالہ الوجیز ص ۲۴۰

...صالح مرسلہ کے منکرین و مثبتین کے دلائل کا تقابل اور نتائج :

جمہور علماء کا مصالح مرسلہ پر عمل ہے۔ اگر چہ ان میں سے بعض ظاہراً اس کی نفی بھی کرتے ہیں مگر عمل کرتے ...ہیں مثلاً احناف، اسی طرح شوافع۔ جیسا کہ امام غزالی سے منقول ہوا اور اس میں مصلحت پر عمل پر صریح اعتراف نظر ...آتا ہے اور جن شوافع نے انکار کیا ان سے مطلق انکار نہیں کیا بلکہ ان مصالح کا انکار کیا جن کا شارع نے اعتبار ...نہیں کیا اور وہ سب کے یہاں مذموم ہے یہی منکرین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ابن دقیق العید کا اس ...بارے میں قول ہے :

" لست انکر علی من اعتبر اصل المصالح ، لکن الاسترسال فیها وتحقیقها محتاج الی نظر سدید ، وربما یخرج عن الحد ".[1]

(میں اصل مصالح کے اعتبار کا منکر نہیں ہوں لیکن میں مطلق مصالح مرسلہ کو نہیں مانتا۔ وہ اور اس کی تحقیق نظر صحیح کی محتاج ہے اور کبھی کبھار وہ حدود سے متجاوز ہو جاتا ہے)

...سی طرح ابن دقیق العید نے مزید کہا :

" الذی لاشک فیه ان لمالک ترجیحا علی غیره من الفقهاء فی هذا النوع ، ویلیه احمد بن حنبل ، ولایکاد یخلو غیرهما عن اعتباره فی الجملة ، ولکن لهذین ترجیح فی الاستعمال لها علی غیرهما ".[2]

(اس بارے میں شک نہیں کہ اس قسم میں امام مالک کو دوسرے فقہاء پر ترجیح حاصل ہے اور اس کے بعد امام احمد بن حنبل ہیں۔ ان کے علاوہ دوسروں کے ہاں اس کا اعتبار نہیں اور ان دونوں کا طریقہ ترجیح دوسروں سے مختلف ہے)

امام قرافی مالکی نے کہا :

" هی عند التحقیق فی جمیع المذاهب لانهم یقیسون ویفرقون بالمناسبات ، ولا یطلبون شاهدا بالاعتبار ، ولا نعنی بالمصلحة المرسله الاذلک ".[3]

(یہ تمام مذاہب میں ہے اس لئے وہ قیاس کرتے ہیں اور خاص مناسبات سے تفریق کرتے ہیں اور مادی دلیل طلب نہیں کرتے، ہم اس کو مصلحت مرسلہ نہیں کہتے)

امام شاطبی نے فرمایا :

" الستدلال المرسل (ای المصالح مرسله) اعتمده مالک والشافعی ، فانه وان لم یشهد للفرع اصل معین فقد شهد له اصل کلی ".[4]

---

[1] ارشاد الفحول، الشوکانی ۲/ ۲۶۷ [2] حوالہ سابق ۲۰/ ۲۶۵ [3] حوالہ سابق ۲۰/ ۲۶۵

[4] الموافقات فی اصول الشریعه ابو اسحٰق، ابراہیم بن موسیٰ اللخمی الغرناطی المالکی متوفی ۷۹۰ھ ۱/ ۳۹ تحقیق شیخ عبداللہ دراز۔ بیروت دار المعرفۃ سنہ ندارد۔

(امام مالک اور امام شافعی نے استدلال مرسل (یعنی مصالح مرسلہ) پر اعتماد کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ اگر کوئی اصل معین کسی فرع کی تائید نہیں کرتی تو اصل معین کی قوت اور ضعف کے مطابق اس اصل کلی پر اضافہ کیا جاسکتا ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ اس بارے میں فقہاء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر مصالح مرسلہ شریعت کے مقاصد سے مطابقت رکھتے ہوں اور اس کے کسی حکم سے متصادم نہ ہوں تو انہیں معتبر صالح کے دائرہ میں شامل کرنا ضروری ہے۔ البتہ ان کے مابین اختلاف اس بارے میں ہے کہ انہیں کس حد تک اختیار کیا جائے اس کی مختصراً تفصیل یہ ہے کہ مصالح مرسلہ پر سب سے زیادہ امام مالک نے پھر امام احمد بن حنبل اور پھر حنفیہ اور پھر شافعیہ نے عمل کیا اور عاصم حداد کے مطابق ظاہریہ نے سب سے کم اس پر عمل کیا۔[1]

(۳) "استصحاب"

استصحاب کی تعریف : لغوی معنی صحبت (ساتھ) طلب کرنے یا صحبت کے باقی رہنے کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف :

ابن قیم جوزی نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف بیان کی :

" استدامة اثبات ما كان ثابتا او نفي ما كان منفيا ".[2]

(ثابت شدہ امر کا ثابت رہنا اور غیر ثابت شدہ کا غیر ثابت شدہ رہنا)

تا آنکہ اس صورت حال کو بدلنے والی کوئی دلیل سامنے آجائے، استصحاب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت حال کو برقرار رکھنے کے لئے کسی اجابی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ یہ اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کوئی اس کو تبدیل کرنے والا امر موجود نہ ہو۔

امام شوکانی یوں تعریف فرماتے ہیں :

" ما ثبت في الزمن الماضي فالاصل بقاؤه في الزمن المستقبل مالم يوجد ما يغيره ".[3]

(جو امر زمانہ ماضی میں ثابت ہوا اصول یہ ہے کہ جب تک کوئی دوسرا اس کو بدلنے والا موجود نہ ہو مستقبل میں بھی اسی طرح برقرار رہے گا)

استصحاب کی اقسام :

اس کی کئی اقسام بیان کی جاتی ہیں[4] مثلاً امام غزالی اور استاد ابوزہرہ نے چار، امام شوکانی نے پانچ اور عاصم حداد نے چھ قسمیں بتائی ہیں۔ عبدالکریم زیدان نے اس کی جو تقسیم بیان کی اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

1۔ اصول فقہ پر ایک نظر، عاصم حداد ص ۱۴۸۔۱۴۹

2۔ اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۶۰۔ مالک حیاۃ ابوزہرہ ۳۶۱ 3۔ ارشاد الفحول، الشوکانی ۲/ ۲۴۸

4۔ المستصفی، امام غزالی ۱/ ۱۲۸، اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۶۱۔۲۶۲، الوجیز، زیدان ص ۲۶۸، ارشاد الفحول ۲/ ۲۵۰۔۲۵۱، اصول فقہ پر ایک نظر، عاصم حداد ص ۱۵۳۔۱۵۶

(۱) اصل میں تمام چیزوں کے حلال ہونے کے بارے میں استصحاب : (استصحاب حکم الاباحة الاصلية للاشياء)

تمام خرد و نوش کی اشیاء جانور، نباتات یا جمادات جن کے حرام ہونے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو، حلال و مباح ہیں۔ کیونکہ کائنات میں موجود تمام چیزوں کا حکم اصلی اباحت (حلت) ہے۔ ان میں سے جو چیزیں حرام ہیں وہ شارع کی طرف سے بتائی ہوئی کسی دلیل کے سبب کسی نقصان کی وجہ سے حرام ہیں۔ اس بات کی اصل کہ اشیاء کا حکم اصل اباحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

"وسخر لكم مافى السموات والارض جميعاً منه"۔[1]

(جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو اس نے اپنی جانب (اپنے حکم) سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے)

اس کی دوسری دلیل قرآن کریم کی آیت ہے : "هو الذى خلق لكم مافى الارض جميعاً"[2] (وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے نفع کے لئے پیدا کیا)۔ اگر مخلوق میں تمام چیزیں حلال و نفع کے قابل نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا ان چیزوں کو اپنا احسان بتلانا اور انہیں انسان کے لئے مسخر کرنے کے کوئی اور معنی نہیں۔

(۲) برات اصلیہ یا عدم اصلی سے متعلق استصحاب : (استصحاب براءة الاصليه او العدم الاصلى)

انسان بلحاظ اپنی اصلیت کے تمام حقوق سے بری و آزاد ہے جب تک کوئی دلیل موجود نہ ہو اس وقت تک اس کے ذمہ کوئی حق ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ کسی دوسرے پر اس کا حق ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا حق ثابت کرے کیونکہ مدعیٰ علیہ پر جس حق کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اصلیت کے لحاظ سے وہ اس سے بری ہے۔ اگر مضارب یہ دعویٰ کرے کہ مضاربت میں اس کو کوئی نفع نہیں ہوا تو اس کا قول تسلیم کیا جائے گا کیونکہ اصلیت کے لحاظ سے نفع کا معدوم ہونا ہے اس لئے اس کا معدوم ہونا جاری سمجھا جائے گا جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

(۳) ایسے وصف سے متعلق استصحاب جو حکم شرعی کو ثابت کردے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو : (استصحاب الوصف المثبت للحكم الشرعى حتى يقوم الدليل على خلافه)

کسی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد پر کسی شخص کی ملکیت ثابت ہو تو اس کی یہ ملکیت اور اس کا حکم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اس کی ملکیت زائل ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ مثلاً یہ کہ وہ اس کو فروخت کردے، وقف کردے یا ہبہ کردے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے ذمہ کسی سبب کے موجود ہونے کی وجہ سے قرض ثابت ہو جیسے اس کے ذمہ مال تھا یا اس نے تلف کر دیا تھا تو وہ قرض قائم و ثابت رہے گا جب تک کہ اس کو کوئی بدلنے والا سبب موجود نہ ہو۔ یعنی کوئی ایسی دلیل قائم نہ ہو جو بتائے کہ اس نے یہ قرض ادا کر دیا ہے یا خود مدعی نے خود اس کو اس قرض سے بری کر دیا ہے۔[3]

---

[1] جاثیہ : ۱۳ [2] البقرہ : ۲۹ [3] الوجیز، زیدان ص ۲۶۸ ملخص

استصحاب کی حجیت :

استصحاب فطری دلیل ہے۔ دستور چلا آرہا ہے کہ اگر کسی چیز کے وجود وثبوت کا کسی ذریعہ سے علم ہو تو جب تک کوئی دلیل اس کے خلاف نہ پائی جائے اس کو موجود ہی مانا جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر کسی چیز کا عدم وجود طے ہو تو جب تک اس کے وجود پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل سامنے نہ آئے سے معدوم قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی اسی حیثیت کی بنا پر فقہاء بھی اسے استعمال کرتے ہیں جبکہ انہیں کسی چیز کا حکم کسی دوسری دلیل سے معلوم نہ ہو سکے۔ جیسا کہ بیان ہوتا ہے کہ اصولیین نے اسے افتاء کا آخری مدار و سہارا قرار دیا۔ فقہ کے بعض کلی قواعد کی بنیاد اسی استصحاب پر ہے۔ مثلاً "الاصل بقاء ما کان علی ما کان" اور "الاصل براء ۃ الذمہ" (انسان دوسروں کے حقوق ومطالبات سے بری الذمہ ہے)۔ "الاصل فی الاشیاء الاباحۃ، الیقین لایزول بالشک" وغیرہ۔

استحاب کے شرعی حجت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اگرچہ انہیں کئی جماعتوں کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ امام شوکانی نے اس بارے میں چھ گروہ ذکر کئے گئے ہیں [1] تین قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں :

اوّل۔ جمہور متکلمین : یہ جماعت استصحاب کی شرعی حجت تسلیم نہیں کرتی۔

دوم۔ جمہور احناف : وہ کہتے ہیں کہ "ان الاستصحاب حجہ للدفع لا لا ثبات" (استصحاب صرف دفع کے لئے حجت ہے اثبات کے لئے نہیں)۔

سوم۔ مالکیہ، جمہوریہ، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ : اس کے شرعی حجت ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں :

"ان الاستصحاب حجۃ لتقریر الحکم الثابت حتی یقوم الدلیل علی تغییرہ، ای ان استصحاب الحال یثبت الحقین : الایجابی والسلبی"۔ [2]

(استصحاب حکم ثابت کے لئے حجت ہے تاوقتیکہ کوئی دلیل اس حکم کی تغییر پر قائم ہو جائے۔ یعنی استصحاب حال دو چیزیں ایجابی وسلبی کا ثابت کرتا ہے)

استصحاب کی تطبیق میں فقہاء کے اختلاف کی نوعیت :

استصحاب کی بعض اقسام مثلاً البراءۃ الاصلیہ وغیرہ کے جزئی انطباق میں اختلاف کے باوجود فقہاء کے مابین الاولی اتفاق پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس بعض معاملات مثلاً استصحاب وقف میں فقہاء کا وسیع اختلاف پایا گیا ہے۔ جس کی کچھ تفصیل یہ ہے :

"حنفی و مالکی فقہاء کے نزدیک استصحاب وصف دفع کے لئے ہے، اثبات کے نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو حقوق اور ذمہ داریاں پہلے سے ثابت شدہ ہوں وہ زائل نہیں ہوتیں اور نئے حقوق وذمہ داریاں عائد نہیں ہوتیں۔ چنانچہ مفقود الخبر شوہر کی جب تک وفات ثابت نہ ہو جائے یا حالات وشواہد کی روشنی میں عدالت اس نتیجے پر نہ پہنچ جائے کہ وہ مر چکا ہے یا

---

[1] ارشاد الفحول، الشوکانی ۲/۲۴۹۔۲۵۰
[2] الوسیط فی اصول الفقہ، وہبہ زحیلی ص ۲۷۳۔۲۷۴

مر چکا ہوگا، اس کی بیوی اس کے عقد میں رہے گی اور اس کی املاک اس کی ملکیت میں برقرار رہیں گی۔ لیکن اس
استصحاب کے نتیجے میں وہ نئے حقوق کا مستحق نہیں بنے گا۔ چنانچہ اسے میراث میں حصہ نہیں ملے گا اور اپنی مفقودیت
کے دوران کسی مورث کی وصیت کا حقدار بنا تھا تو اس کے واپس لوٹ آنے یا عدالت کے اس کی موت کا فیصلہ سنا دینے
تک وہ وصیت موقوف رہے گی۔[1]

شافعی و حنبلی فقہاء کے نزدیک استصحاب دفع و اثبات دونوں صورتوں میں موثر ہے۔ چنانچہ مفقود الخبر بدستور اپنی
ں کا مالک رہے گا اور میراث و وصیت کے ذریعے جس حصہ کا مستحق ہوگا اس کا بھی مالک ہوگا۔[2]

…صحاب کے عمل کی مقدار میں فقہاء کے مراتب :

فقہاء کے نزدیک استصحاب کوئی مستقل فقہی دلیل یا ماخذ استنباط نہیں ہے بلکہ اس سے استدلال اس صورت
ں کیا جاتا ہے جب کسی مسئلہ میں انتہائی تلاش کے باوجود کتاب وسنت اجماع وقیاس میں سے کوئی دلیل نہ ملے۔ اسی لئے
وزی نے کہا تھا : "وھو اخر مدار للفتوی" (استصحاب فقہی رائے کے بیان کا آخری مدار ہے)[3] اسے اختیار
رنے پر آئمہ اربعہ اور ظاہریہ سب اتفاق کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کے مابین اختلاف اس کی مقدار میں ہے۔ یعنی یہ کہ
س حد تک اختیار کیا جائے اور کس حد تک اختیار نہ کیا جائے۔

استصحاب پر سب سے زیادہ ظاہریہ پھر شافعیہ پھر حنبلیہ پھر حنفیہ اور مالکیہ نے عمل کیا اس پر عمل کا انحصار اس پر ہے
کہ جن فقہاء نے قیاس اور استحسان پر عمل کم کیا اور اپنے آپ کو کتاب وسنت اور اجماع ہی کا پابند رکھا۔ جیسے ظاہریہ تو
نہوں نے دوسروں کی بہ نسبت استصحاب پر زیادہ اعتماد کیا اور جن فقہاء نے قیاس واستحسان کو اختیار کرنے میں کثرت کی
بے حنفیہ و مالکیہ تو ان کا استصحاب پر اعتماد کم رہا اور جنہوں نے قیاس واستحسان میں توسط اختیار کیا۔ جیسے شافعیہ وحنبلیہ تو
صحاب کے عمل میں بھی وہ متوسط رہے[4] اور اس طرح جن نتائج واستنباط تک مالکی اور حنفی فقہاء استحسان اور عرف و
ات کے ذریعے پہنچے ہیں۔ ان نتائج تک شافعی فقہاء کی رسائی استصحاب کے ذریعے ہوئی۔

(۴) "سد الذرائع"

سد الذرائع کی تعریف :

الذرائع : " ھی الوسائل ، والذریعۃ : ھی الوسیلہ والطریق الی شیء ، سواء اکان ھذا الشیء مفسدۃ أومصلحۃ قولاً أوفعلا . ولکن غلب اطلاق اسم "الذرائع" علی الواسائل المفضیۃ الی المفاسد ، فاذا قیل : ھذا من باب سد الذرائع ، فمعنی ذلک : انہ من باب منع الوسائل المؤدیۃ الی المفاسد " ۔[5]

---

۱ اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۶۳ ملخص
۲ اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۶۳ ملخص
۳ ارشاد الفحول، الشوکانی ۲/۲۶۸
۴ اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۶۷ ملخص
۵ الوجیز، زیدان ص ۲۴۵

(ذرائع کے معنی وسائل کے ہیں۔ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے کے لئے وسیلہ یا راستہ کو کہتے ہیں خواہ یہ چیز (خرابی کا باعث) ہو یا مصلحہ (فائدہ) کا،اور یہ قول کے ذریعہ ہو یا فعل کے ذریعہ۔لیکن موجودہ سیاق وسباق میں لفظ ذرائع کا اطلاق ان وسائل پر ہوتا ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں۔چنانچہ جب یہ کیا جاتا ہے کہ فلاں شیٔ سد الذرائع کے قبیل سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ان وسائل واسباب کو روکنے سے ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں)

ابوزہرہ نے فرمایا :

" أن موارد الاحكام قسمان : مقاصد ، وهي الأمور المكونه للمصالح والمفاسد في انفسها ، أي التي هي في ذاتها مصالح ، أو مفاسد ووسائل ، وهي الطرق المضية اليها ، وحكمها كحكم ما أفضت اليه من تحريم أو تحليل ، غير أنها اخفض رتبة من المقاصد في حكمها " [1]

(وارد ہونے والے احکام دو قسم پر ہیں : (ایک) مقاصد، یہ وہ امور ہیں جو مصالح اور مفاسد یعنی جو لذات خود مصالح یا مفاسد ہیں، ان کی تکوین کرتے ہیں اور (دوسرے) وسائل، جو وہ طریق ہیں جو ان کی طرف پہنچاتے ہیں۔ان کے حلال وحرام ہونے میں ان کا وہی حکم ہے جس کی طرف یہ وسائل اور ذرائع لے جاتے ہیں۔بس یہ کہ (وسائل) اپنے احکام سے مقاصد میں کم رتبہ ہیں)

امام قرافی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" الوسيله الى افضل المقاصد افضل الوسائل ، والى اقبح المقاصد اقبحُ الوسائل ، والى ماهو متوسط متوسط " [2]

(افضل مقاصد کا ذریعہ افضل وسائل اور زیادہ قبیح مقاصد کے لئے زیادہ قبیح وسائل اور متوسط کے لئے متوسط ہیں)

حرام ذرائع کی حرمت میں مصلحت :

ابن قیم جوزی نے حرام تک لے جانے والے وسائل وذرائع کی حرمت میں پوشیدہ مصلحت وحکمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

" ولو أباح الوسائل والذرائع المفضيه اليه لكان ذلك نقضاً للتحريم ، وأغراء للنفوس به ، وحكمته تعالىٰ وعلمه يأبى ذلك كل الاباء .... الاطباءِ اذا ارادوا حسم الداء منعوا صاحبه من الطرق والذرائع الموصلة اليه ، والافسد عليهم مايرومون اصلاحه ، فما الظن بهذهٖ الشريعة الكاملة التي هي في اعلىٰ درجات الحكمة والمصلحة والكمال " [3]

(اگر حرام تک لے جانے والے وسائل وذرائع کو جائز کر دیا جاتا تو حرام شیٔ کے حرام کرنے میں نقص ہوتا۔لوگوں کے نفوس اس کی طرف جھکتے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کا علم ان سب کی روک تھام کا انتظام کرتا ہے.......... اطباء جب کسی بیمار کا علاج کرتے ہیں تو مریض کو بڑھانے والے اسباب وذرائع اور وسائل سے روک دیتے ہیں، ورنہ جو اصلاح پیش نظر ہے وہ فوت ہو جائے گی اور صحت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔یہ شریعت تو حکمت ومصلحت اور کمال کے اعلیٰ درجات پر مبنی ہوتی ہے)

---

[1] مالک حیاۃ والرہ وآراء ہ وفقھہ ابوزہرہ ص ۴۰۵ [2] الفروق، امام قرافی ۲/۳۳ [3] اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی ۱۲۸/۳

اقسام :

ذرائع کی دو اعتبارات سے تقسیم کی جاتی ہے :

(۱) نتائج کے اعتبار سے وسائل کی قسمیں۔

(۲) عمل کے مفسد و نقصان کا باعث ہونے کے اعتبار سے قسمیں۔

پہلی تقسیم ابن قیم جوزی کی ہے اور دوسری تقسیم امام شاطبی کی ہے۔

ابن قیم جوزی کی تقسیم :

ابن قیم نے نتائج کے اعتبار سے جو تقسیم پیش کی ہے اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ فعل یا قول جو مفسد کا ذریعہ بنتا ہے اور دو طرح پر ہے :

(۱) اس کی وضع ہی خرابی کی طرف لے جانے والی ہو۔ جیسے نشہ، تہمت، زنا۔ ان کا مفسد کی طرف جانا واضح ہے۔

(۲) اس کی وضع جائز و مستحب امر کا ذریعہ بننے کے لئے ہو پھر محرم کا ذریعہ بن جائے۔ تو اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں :

(الف) ارادی طور پر محرم کا وسیلہ بنے۔ جیسے طلاق کی غرض سے نکاح اور ربا کی غرض سے فروخت۔

(ب) غیر ارادی طور پر وسلیہ بن جائے۔ جیسے مشرکین کے باطل خداؤں کو برا کہنا۔ اس کی مزید دو قسمیں ہیں :

(i) اس میں مصلحت فعل اس کے فساد سے زیادہ ہو۔

(ii) اس میں فساد کا عنصر اس کی مصلحت پر غالب ہو تو اس کی مندرجہ ذیل چار قسمیں بنتی ہیں۔

(۱) ایسا ذریعہ جو اپنی طبیعت کے اعتبار سے مفسدہ اور شر کی طرف لے جانے والا ہو۔ جیسے مے نوشی، تہمت، زنا۔

(۲) ایسا ذریعہ جو کسی مباح کا وسیلہ ہو لیکن اس کو کسی شر اور مفسدہ کے لئے اختیار کیا گیا ہو۔ جیسے بیع کو ربا کا ذریعہ بنانا۔

(۳) ایسا ذریعہ جو طبعاً مفسدہ کا وسیلہ بھی نہ بنتا ہو اور نہ اس سے کوئی شر اور مفسدہ ہو، لیکن اکثر اوقات وہ مفسدہ کا وسیلہ بن جاتا ہو اور اس میں مفسدہ ہونے کا پہلو راجح ہو۔ مثلاً عدت کے دوران عورت کا تزئین کرنا کہ عورت کا سنگھار نہ تو طبعاً مفسدہ کا وسیلہ ہے اور نہ مفسدہ مقصود ہے مگر دوران عدت یہ مفسدہ کا وسیلہ بن سکتا ہے اور شریعت کی نظر میں اس کے مفسدہ ہونے کا پہلو راجح ہے۔

(۴) ایسا ذریعہ جو مباح کا وسیلہ ہو لیکن یہ مفسدہ کی جانب بھی لے جاتا ہو۔ لیکن اس میں مصلحت کا پہلو مفسدہ پر راجح ہے۔ جیسے اس عورت کو دیکھنا جسے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو۔ اصولاً یہ فعل مباح ہے۔ کیونکہ اس پر بعض مصالح مرتب

ہوتے ہیں اور ایسا کرنے والے کا کسی مفسدہ (بُرائی) کا ارادہ نہیں۔ البتہ بعض اوقات مخطوبہ کا دیکھنا مفسدہ تک پہنچنے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ مگر اس میں مصلحت کا پہلو مفسدہ پر راجح ہے۔[1]

تجزیہ :

ابن قیم کی یہ تقسیم فرض عقلی کے اعتبار سے تو درست ہے لیکن اس کی پہلی قسم ذرائع کے باب میں شامل نہیں ہوتی بلکہ مقاصد میں شمار ہوتی ہے۔ قسم اول تو بذات خود مفسد ہے اس لئے شامل نہیں ہوتی البتہ باقی تین اقسام اس تقسیم میں داخل ہو جائیں گی۔

امام شاطبی کی تقسیم :

عمل کے مفسد اور باعث نقصان ہونے کے لحاظ سے امام شاطبی نے چار اقسام بیان کیں۔ ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

پہلی قسم : جو قطعی طور پر مفسد تک پہنچائے جیسے گھر کے دروازے کے پیچھے گڑھا کھودنا تا کہ داخل ہونے والا تاریکی میں بلاشبہ گر پڑے۔

دوسری قسم : مفسد تک اتفاقی طور پر پہنچائے مثلاً ایسی جگہ گڑھا کھودنا جہاں اکثر کوئی نہ جاتا ہو یا ان غذاؤں کا بیچنا جو کسی کو بھی اکثر نقصان نہیں دیتی ہوں۔

تیسری قسم : وہ ہے جو اکثر مفسد تک پہنچاتی ہے اور اس میں غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ مفسد تک لے جائے۔ جیسے فتنے کے زمانے میں ہتھیار بیچنا یا شراب بنانے کے لئے انگور بیچنا وغیرہ۔

چوتھی قسم : وہ ہے جو اکثر مفسد تک پہنچائے لیکن اکثر وہ ذریعہ اس حد تک نہیں پہنچا تا کہ عقل یہ مان لے کہ وہ ہمیشہ مفسد تک پہنچاتا ہے۔ جیسے بیع کو رِبا کے حصول کا ذریعہ بنانا۔[2]

پہلی قسم میں فعل کا سدِّ باب کرنے میں فقہاء کا اتفاق ہے جبکہ دوسری قسم میں عمل کی اصلاً اجازت ہے اور مصلحت کی سمت اس میں غالب ہے۔ اگر کبھی اتفاق سے نقصان ظاہر ہو گیا تو بھی جائز ہے کیونکہ ہر مصلحت میں کچھ نہ کچھ نقصان کا امکان ہوتا ہے لہٰذا عمل کی اجازت باقی رہے گی۔ تیسری قسم قابل سد ذرائع ہے جہاں تک ممکن ہو فساد کو روکنے کے لئے احتیاط واجب ہے۔ چوتھی قسم میں مفسدہ جانب کو فعل کی اصل اجازت پر ترجیح دی جائے گی مثلاً بیع تاخیر جو اکثر رِبا تک پہنچا دیتی ہے اگرچہ غالب نہیں ہے۔

واضح رہے کہ تیسری اور چوتھی قسم میں شامل افعال۔ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ مفسدہ کا سبب بننے کی وجہ سے ان کی ممانعت ہے یا نہیں؟

---

[1] اعلام الموقعین ۲/ ۱۲۸

[2] الموافقات، امام شاطبی ۲/ ۳۴۸

حنبلی اور مالکی فقہاء تیسری اور چوتھی قسم کے افعال کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ سد ذرائع منجملہ اصول شریع میں ایک اصول ہے اور اس کی اپنی ذاتی حیثیت ہے ماخذ احکام میں سے اس کو بھی ایک ماخذ سمجھا جاتا ہے[1]۔ اور یہ بہت سے احکام مبنی ہیں۔ جب ایک فعل کسی خرابی و مفسدہ کی طرف لے جاتا ہو اور اس بات کا گمان غالب ہو تو اس کی ممانعت ہونی چاہیے۔ امام قرافی مالکی کی وضاحت بھی یہی ظاہر کرتی ہے[2] کیونکہ شریعت مفاسد کو روکنے اور خرابی کی طرف لے جانے والے وسائل، ذرائع اور راستوں کو بند کرنے کے لئے آئی ہے۔

شافعی و ظاہری و دیگر فقہاء کی رائے :

یہ افعال ممنوع نہیں ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ یہ افعال مباح ہیں اس لئے اگر یہ خرابی کی طرف بھی لے جاتے ہیں تو لیکن اس کا احتمال ہونے کی وجہ سے ان کو ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔[3]

دونوں فریق کی آراء کا تجزیہ اور قول راجح :

حنبلی اور مالکی فقہاء نے ان افعال کے مقاصد، غرض و غایت اور مرتب ہونے والے نتائج پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اس کی ممانعت کا قول کیا۔ انہوں نے ان افعال کی اباحت اور جائز ہونے کے پہلو کا اعتبار نہیں کیا۔

جبکہ دوسری طرف شافعی و ظاہری فقہاء نے ان افعال کی اباحت کو مدنظر رکھا اور ان کے افعال کی عام اجازت دی ہے جن کے ضرر میں محض احتمال ہو، یقین نہ ہو۔ اس بناء پر وہ شریعت کی اس عام اجازت کو ترجیح دیتے ہیں۔

قول راجح : دونوں آراء کے حاملین کے پیش نظر رضائے الٰہی کا حصول ہے اس لئے دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ لیکن اس کے باوجود پہلے فریق کی رائے زیادہ قوی و درست معلوم ہوتی ہے، یہ ہماری رائے ہے۔

وجہ ترجیح : پہلی رائے کی دوسری پر فوقیت کی وجہ ترجیح یہ ہے کہ وسائل اپنے مقاصد کے ساتھ معتبر ہیں۔ امام شاطبی کی تمام میں سے پہلی قسم کے حکم میں واضح ہو چکا ہے کہ خرابی (مفسدہ) کا احتمال نادر، قلیل یا مرجوع ہو تو اس فعل کے لئے سد ذرائع کے اصول کو استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ماننے والوں کی ساری گفتگو اس صورت میں ہے جب ذرائع خرابی کی طرف پوری طرح کھینچ کر لے جائیں اور غالب گمان یہ ہو کہ اس سے خرابی واقع ہو جائے گی اور عمل سے متعلق شرعی احکام میں ظن کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کے ثبوت کے لئے یقین کی شرط نہیں ہے مثلاً واضح مصلحتوں کو پورا کرنے کے لئے خبر واحد، شہادت، عدت کی مدت ختم ہونے میں عورت کے قول کو تسلیم کر لینے پر عمل کے احکام دیئے گئے ہیں، اگرچہ ان میں مرجوع مفاسد بھی موجود ہیں۔ بہرحال ان میں یہ احتمال تو موجود ہے کہ خبر دینے والے نے یا گواہوں نے یا عورت نے جھوٹ بولا ہو۔

---

[1] مالک حیاتہ واثرہ وآراءہ وفقہہ ابوزہرہ ص ۴۰۵   [2] الفروق، امام قرافی ۲/۳۲

[3] ھدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابن رشد ۲/ ۱۱۸-۱۱۹، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۳۸ھ۔ المغنی، ابن قدامہ ۴/۱۷۴، وما بعدھا، المدونۃ الکبری، امام مالک ۳/ ۳۹۹ باب فی اجارۃ الکنیسۃ مطبعہ سنہ ند مختصر الطحاوی ص ۲۸۰ وما بعدھا بحولہ الوجیز للمزید ان ص ۲۳۶-۲۴۷ ملخص۔

سد الذرائع بطور ماخذ اصول فقہ :

خاص طور پر امام مالک نے سد الذرائع کو ایک اصل مانا اور اس کو مشہور مسائل میں سے شمار کیا ہے۔ فقہاء نے دعویٰ کیا ہے کہ امام مالک کے علاوہ دوسرے فقہاء کے یہاں اس اصول کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ لیکن مالکی فقہاء بیان کرتے ہیں کہ بہت سے دوسرے فقہاء امام مالک کے مسلک میں شریک ہو گئے ہیں اگر چہ انہوں نے اس کا یہ نام نہیں رکھا۔[1]

ابوزہرہ نے فقہاء کے عمل پر جو رائے پیش کی وہ یہ ہے کہ :

" ونحن نميل الى أن العلماء جميعاً يأخذون بأصل الذرائع وان لم يسموه بذلك الاسم ".[2]

(ہم اس بات کے قائل ہیں کہ تمام علماء اصل ذرائع کو لیتے ہیں اگر چہ انہوں نے یہ نام نہیں رکھا)

امام قرافی نے الفروق میں ذرائع کی تیسری قسم کے تحت بیان کیا کہ :

" وقسم اختلف فيه العلماء هل يسد ام لا كبيوع الاجال عندنا ".[3]

(اور علماء نے (تیسری) قسم میں اختلاف کیا ہے جیسے تاخیر کی بیع میں ہم نے ذریعہ کا اعتبار کیا ہے اور دوسروں نے ہم سے اختلاف کیا ہے)

اس کے بعد قرافی نے امام مالک و شافعی کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف کی نوعیت پر بحث کرنے کے بعد نتیجتاً یہ بات کہی کہ :

" قلنا بسد هذه الذرائع ولم يقل بها الشافعي فليس سد الذرائع خاصا بمالك رحمه الله بل قال بها اكثر من غيره واصل سدها مجمع عليه ".[4]

(ہم کہتے ہیں یہ سد ذرائع ہیں، امام شافعی نے ان کا نام نہیں لیا۔ لہٰذا سد ذرائع (امام) مالک کے ساتھ ہی خاص نہیں ہیں بلکہ دوسروں نے بھی ان کا بہت ذکر کیا ہے۔ ان کے نزدیک وہ سد ذرائع اصل ہیں جن پر اتفاق ہوا ہے۔

امام شافعی و ابوحنیفہ نے بعض حالات میں اس پر عمل کیا اور بعض حالات میں اس کا انکار کیا، شیعہ نے بھی اس پر عمل کیا۔ ابن حزم ظاہری نے مطلقاً اس کا انکار کیا۔[5]

سد الذرائع کی حجیت : اس کی حجیت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

قرآن سے دلائل :

(۱) " يايها الذين امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا ".[6]

(اے ایمان والو! راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو اور سنو)

---

[1] مالک حیاۃ و اثرہ و آراءہ و فقھہ ابوزہرہ ص ۳۱۶ ملخص
[2] مالک حیاۃ و اثرہ و آراءہ و فقھہ ابوزہرہ ص ۳۱۷
[3] الفروق، قرافی ۲/۳۲
[4] الفروق، قرافی ۲/۳۳
[5] الوسيط فی اصول الفقه الاسلامی، وھبہ زحیلی ص ۴۸۹
[6] البقرہ : ۱۰۴

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ لفظ راعنا کو یہودیوں نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ذریعہ بنالیا تھا تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنے کا حکم دیا گیا حالانکہ اس میں بظاہر کوئی خرابی نہیں تھی۔

(۲) " ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم "[1]

(اور جن کو یہ (مشرک لوگ) اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی علم کے بغیر وہ اللہ کو برا کہنے لگیں)

یہاں مشرکین کے باطل معبودوں کو برا کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہنے کا ذریعہ نہ بن جائے۔

سنت سے دلائل :

حضور ﷺ نے فرمایا :

(۱) " من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ ھل یشتم الرجل والدیہ قال یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ "[2]

(آپ ﷺ نے فرمایا : کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص اپنے الدین کو گالی بھی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کوئی شخص کسی دوسرے کے باپ کو بُرا کہے اور وہ جواب میں اس کے باپ کو بُرا کہے اور کسی کی ماں کو بُرا کہے اور وہ جواب میں اس کی ماں کو بُرا کہے)

(۲) شراب کے ایک قطرہ کے استعمال کو بھی حرام کہا تا کہ یہ گھونٹ گھونٹ پینے کا ذریعہ نہ بن جائے اور گھونٹ گھونٹ کر کے پینا اس مقدار میں شراب پینے کا ذریعہ نہ بن جائے جو نشہ لاتی ہے اور پینے والا حرام کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر حدیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ : " ماسکر کثیرہ فقلیلہ حرام "[3] (جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لاتی ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے)۔

(۳) شارع نے قاضی یا حاکم کو ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا اور فرمایا : ھدایا الامراء غلول[4]۔ یہ ممانعت اس شخص سے قبول کرنے کی ہے جو اس عہدے پر مقرر ہونے سے پہلے ہدیہ نہ دیتا ہو۔ اس کی علت یہ ہے کہ یہ ہدایہ ناجائز تحفوں اور نذرانوں کا ذریعہ نہ بن جائے۔

ابن قیم جوزی نے اعلام الموقعین میں اس قسم کی تقریباً ۹۹ ممانعتیں بطور شہادت پیش کی ہیں جن میں احادیث سے ذرائع کو بند کرنے کا حکم موجود ہے۔[5]

۱۔ الانعام : ۱۰۸ ۲۔ جامع الترمذی ، ابواب البر والصلۃ ، باب ما جاء فی حقوق الوالدین

۳۔ مشکوۃ المصابیح ، باب بیان الخمر و عید شاربھا ، جامع الترمذی ابواب الاشربہ عن رسول ﷺ باب ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔

۴۔ الاحکام السلطانیہ وللایات الدینیہ، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البغدادی الماوردی متوفی ۴۵۰ھ، ص ۷۵۔ فصل ولیس لمن تقلد القضاء ان یقبل ھدیۃ من خصم ولا من احد من اھل عملہ وان لم یکن لہ خصم...... مصر مطبعہ البابی الحلبی ۱۳۸۰ھ۔ ۱۹۶۰ء

۵۔ اعلام الموقعین ، ابن قیم جوزی ۳/۱۴۹۔۱۷۱

سدالذرائع بحیثیت تکملہ مصالح مرسلہ :

سدذرائع کا اصول مصالح کے اصول کی توثیق کرتا ہے اور اس کو تقویت پہنچاتا ہے کیونکہ یہ ایسے اسباب و وسائل کے اختیار کرنے کو منع کرتا ہے جو خرابیوں کی طرف لے جانے والے ہیں۔ مصلحتوں کی بعض صورتوں میں سے یہ بھی ایک اہم صورت ہے اس لحاظ سے یہ اصول مصلحت کا تتمہ و تکملہ ہے۔ سدذرائع کی بعض صورتیں مصلحت مرسلہ کی بعض صورتوں میں معتبر ہیں۔[1]

(۵) "عرف و عادت"

عرف و عادت کی تعریف :

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں :

" العادة ماخوذة من المعاودة فهي بتكررها ومعاودتها مرة بعد اخرى صارت معروفة مستقرة في النفوس والعقول متلقاة بالقبول من غير علاقة ولا قرينة حتى صارت حقيقة عرفية فالعادة والعرف بمعنى واحد من حيث لما صدق وان اختلفا من حيث المفهوم".[2]

(عادت معاودت سے ماخوذ ہے کہ تکرار سے اور بار بار کرنے سے ایک فعل جانا پہچانا ہوجاتا ہے اور بغیر علاقہ اور قرینہ کے عقل کے لئے قابلِ قبول ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حقیقت عرفیہ ہوجاتا ہے اس لحاظ سے باعتبار مصداق کے عادت اور عرف ہم معنی ہیں اگرچہ مفہوم میں مختلف ہیں)

استاد ابوزہرہ نے فرمایا :

" العرف مااعتاده الناس من معاملات واستقامت عليه امورهم ".[3]

(عرف وہ طریقہ ہے جس پر عمل کرنے سے لوگ عادی ہوچکے ہوں اور اس پر ان کے امور قائم ہوچکے ہوں)

شیخ عبدالوہاب خلاف نے فرمایا :

" العرف هو ما تعارفه الناس وساروا عليه ، من قول ، او فعل او ترك ويسمى العادة ، وفي لسان الشرعيين : لا فرق بين العرف والعادة ".[4]

(عرف وہ طریقہ ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہو لوگ قول، فعل یا ترک میں اس پر چلتے ہوں اور اسی کا نام عادت ہے۔ اہلِ قانون کے مابین عرف اور عادت کے مابین کوئی فرق نہیں ہے)

---

[1] الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۲۵۰ تلخیص لاہور، فاران اکیڈمی سندھ
[2] مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲/۱۱۴
[3] اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۴۱
[4] اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف ص ۸۹، کویت، دارالقلم بیسویں طبع ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶ء

عرف اور اجماع میں فرق :

اجماع، امت کے تمام مجتہدین کے اتفاق کا نام ہے۔ جبکہ عرف اکثریت کا راستہ ہوتا ہے اور اس میں عوام و خواص سب شامل ہوتے ہیں۔ یعنی عرف ایک طرح سے ان کی سیرت کا نام ہے۔

انواع :

استعمال اور وقوع کے لحاظ سے اولاً عرف کی دو قسمیں ہیں : (۱) قولی (۲) عملی۔
اور پھر ان میں سے ہر قسم مزید دو قسموں میں تقسیم ہو جاتی ہے : (۱) قولی عام (۲) قولی خاص۔ اور (۱) عملی عام اور (۲) عملی خاص۔ اسی طرح پھر ان میں سے ہر ایک قسم مزید دو قسموں صحیح اور فاسد کی طرف تقسیم ہو جاتی ہے۔

عرف قولی : ازروئے زبان کسی لفظ کے ایک متعین معنی ہیں لیکن عام استعمال میں وہ لفظ کسی اور مفہوم میں مستعمل ہونے لگا ہو۔ مثلاً دابہ کا اطلاق صرف چوپایہ پر ہوتا ہے حالانکہ اس کے لغوی معنی میں ہر وہ چیز شامل ہے جو زمین پر رینگتی یا حرکت کرتی ہے اور لحم (گوشت) کا اطلاق مختلف جانوروں کے گوشت پر ہوتا ہے لیکن مچھلی کے گوشت پر نہیں ہوتا حالانکہ ازروئے لغت وہ بھی تو گوشت ہے۔ اور قرآن نے اس کو "لحماً طریاً" کہا۔ اور ولد لڑکے لئے بولا جاتا ہے جبکہ لغت کی رُو سے دونوں صنفوں کے لئے عام تھا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان یوصیکم اللہ فی اولادکم میں دنوں شامل ہیں۔

عرف عملی : عرف عملی سے مراد وہ کام (اعمال) ہیں جن کے لوگ عادی ہوں۔ جیسے بغیر معاہدہ ایجاب و قبول کے خرید و فروخت کرنا، جس کو اصطلاح میں بیع تعاطی کہتے ہیں۔ یعنی بائع مشتری کے مانگنے پر ایک چیز دے دیتا ہے اور وہ اس کی قیمت ادا کر دیتا ہے دونوں کے مابین کوئی باہمی عقد نہیں ہوتا۔ اسی طرح مہر کے دو طریقوں مہر معجّل اور مہر مئوجل میں سے کسی ایک طریقہ پر ادا کرنا یا ایک حصہ ایک طریقہ پر اور دوسرا دوسرے طریقہ پر ادا کرنا۔

عرف عام : وہ عرف جس پر ممالک اسلامیہ کے عام لوگوں کا تعامل ہو خواہ وہ تعامل قدیم ہو یا جدید، عرف عام ہے اور ایک ملک کے تمام شہری جس پر متفق ہوں وہ وہاں کا عرف عام ہے۔ جیسے عقد استصناع (کوئی شئی آرڈر پر بنوانا) اس کا رواج عام ہے کہ شئی بعد میں بنائی جاتی ہے اور معاہدہ خرید و فروخت پہلے ہو جاتا ہے لیکن کثرت تعامل سے اس میں سے ضرر کا اندیشہ دور ہو گیا اس لئے جائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح اس کی مثال میں دخول حمام کو پیش کیا جا سکتا ہے جس میں حمام میں جانے کی ایک مقررہ اجرت ہے لیکن کوئی شخص جا کر زیادہ صابن پانی استعمال کرتا ہے جبکہ دوسرا کم کرتا ہے، اس کو بھی عرف کی بنا پر درست قرار دیا۔

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ عرف عام کی بناء پر قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور اسے استحسان عرف کہتے ہیں اور اگر عام ظنی ہو تو اس کی تخصیص بھی عرف عام سے ہو جاتی ہے۔ نص ظنی کے عموم کو عرف سے ترک کر دینے کی مثال یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے بیع اور شرط سے منع فرمایا لیکن جمہور فقہاء، احناف اور مالکی فقہاء کہتے ہیں کہ ہر وہ شرط جائز ہے جسے عرف معتبر قرار دیتا ہو۔[1]

عرف خاص : عرف خاص وہ ہے جو کسی خاص مقام اور طبقہ ہی میں مشہور ہو۔ جیسے تاجروں اور کسانوں کا عرف، یہ عرف خاص نص کے مقابلے میں تسلیم نہیں کیا جائے گا لیکن اسے قیاس کے مقابل تسلیم کیا جائے گا جس کی علت نص قطعی سے یا نص قطعی کے مشابہ نص سے ثابت ہو۔[2] عراق میں دابہ گھوڑے کو کہتے ہیں حالانکہ اس کے معنی زمین پر چلنے والے جانور ہیں اور اسی طرح تمام علوم وفنون کی اصطلاحات بھی عرف خاص میں شامل ہیں۔[3]

عرف صحیح : وہ ہے جو شریعت کی کسی نص کے مخالف نہ ہو اس کے سبب کوئی ایسی مصلحت جس کا شریعت نے اعتبار رکھا ہے، فوت نہ ہوتی ہو اور نہ یہ کسی ایسی خرابی کے حصول کا ذریعہ ہو جس کا گمان غالب ہو۔ مثلاً عام لوگوں کے درمیان یہ دستور معروف ہے کہ منگنی کے وقت لڑکی کو جو کپڑے یا دوسرا سامان دیا جاتا ہے وہ تحفہ ہوتا ہے وہ سامان مہر میں داخل نہیں ہوتا۔

عرف فاسد : وہ ہے جو شارع کی کسی نص کے مخالف ہو یا اس سے ضرر پہنچتا ہو یا کوئی مصلحت فوت ہوتی ہو مثلاً بینک یا افراد سے سودی قرض لینا، جوئے، سٹے میں رقم لگانا۔[4]

عرف کی اہمیت اور فقہاء کا اس پر عمل :

تقریباً تمام ائمہ نے اس پر اپنے بہت سے احکام کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ امام مالک کے بہت سے مسائل کی بنیاد اہلِ مدینہ کے عرف پر ہے اور امام شافعی نے اپنے مذہب جدید کے بہت سے مسائل کی بنیاد اہلِ مصر کے عرف پر رکھی۔ امام ابن تیمیہ کی کتابیں اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو ان کے مسائل میں فتویٰ دیتے وقت وسیع پیمانے پر اس کا استعمال کیا۔ البتہ حنفیہ اور مالکیہ نے اپنی کتابوں میں دوسروں سے بڑھ کر اس کا چرچا کیا اور اسے اپنی فقہ کا ایک مستقل ماخذ قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ علامہ سرخسی اپنی کتاب مبسوط میں لکھتے ہیں: ''جو چیز عرف سے ثابت ہے وہ نص سے ثابت ہے (الثابت بالعرف کالثابت بالنص)''۔ اور اس کے ہوتے ہوئے وہ بسا اوقات قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس سے حدیث کی تخصیص کر ڈالتے ہیں مگر صرف اس صورت میں جب وہ عام ہو۔ ان کے ہاں استحسان کی ایک قسم استحسان ضرورت ہے اور یہی استحسان عرف ہے جہاں وہ قیاس کو ترک کر کے لوگوں کی ضرورت یا عرف کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی حال مالکیہ کا ہے بلکہ عرف معتبر ماننے میں شاید وہ حنفیہ سے آگے ہیں کیونکہ مصالح مرسلہ ان کی فقہ کا ایک مضبوط ستون ہے اور ان میں عرف کی رعایت کئے بغیر چارہ نہیں ہے وہ بھی اس کے ہوتے ہوئے قیاس کو چھوڑتے، اس کے ذریعہ عام کی تخصیص کرتے اور مطلق کو مقید کرتے ہیں۔[5]

---

[1] الادلہ المختلف فیہا عند الاصولیین، خلیفہ بابکر الحسن ص ۲۰۴۔۲۰۳ مفہوم۔ القاہرہ، مکتبہ وھبہ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء۔ اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۳۱۔۲۳۲ مفہوم۔

[2] اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۳۲

[3] الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۲۵۳ تلخیص

[4] الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۲۵۳ تلخیص

[5] اصول فقہ پر ایک نظر، عاصم حداد ص ۱۶۱۔۱۶۲

...رف کی حجیت اور اس کے شرعی دلیل ہونے پر استدلال :

...قرآن سے ثبوت :

...اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کے بارے میں فرمایا :

(۱) "من اوسط ما تطعمون اهليكم"[۱]

(درمیانے قسم کا وہ کھانا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو)

درمیانہ کھانا عرف سے معلوم ہوگا۔

(۲) "من كانا فقيراً فلياكل بالمعروف"[۲]

(جو نادار ہو وہ معروف طریقہ پر (یتیم کا مال لے کر) کھا سکتا ہے)

...سنت سے ثبوت :

(۱) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ :

"قالت دخلت هند بنت عتبه امراة ابى سفيان على رسول ﷺ فقالت يا رسول الله ان ابا سفيان رجل شحيح لا يعطيني من النفقة مايكفيني ويكفي بني الا ما اخذت من ماله بغير علمه فهل علي في ذلك من جناح فقال رسول ﷺ خذی من ماله بالمعروف مايكفيك ويكفي بنيك".[۳]

(ہند بنت عتبہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابو سفیان بے حد بخیل شخص ہے مجھے میری اور میرے بچے کی ضرورت کے مطابق نہیں دیتا الا یہ کہ میں اس کی لاعلمی میں از خود لے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی اور بچے کی کفالت کے لئے بقدر معروف لے لیا کرو)

(۲) امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک مستقل باب باندھا۔ جس کا عنوان ہے :

"باب من اجرى امر الامصار على مايتعار فون بينهم فى البيوع والاجارة والمكيال والميزان وسنتهم على نياتهم ومذاهبهم المشهورة"

(خرید و فروخت ٹھیکہ اور ناپ تول میں ہر شہر کے لوگوں کے عرف ان کے رسوم و رواج نیتوں اور مشہور طریقوں پر حکم جاری ہوگا)

عرف پر حکم کی بنیاد رکھنے اور اس کے معتبر ہونے کی شرائط :

عرف پر حکم کی بنیاد رکھنے اور اس کے معتبر ہونے کی شرائط مختصراً الفاظ میں مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) عرف نص کے مخالف نہ ہو۔

(۲) عرف مطرد اور غالب ہو۔

---

۱ المائدہ : ۸۹ ۲ النساء : ٦ ۳ صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، باب قضیة ہند

(۳) عرف جس پر کسی معاملہ یا تصرف کو محمول کیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس معاملہ کے وقت موجود ہو۔

(۴) کوئی ایسا فعل یا قول موجود نہ ہو جو عرف کے خلاف ہو۔[۱]

(۶) ”قول / مذہب صحابی“

جمہور اصولیین کے نزدیک صحابی کی تعریف یہ ہے:

”من شاهد النبی ﷺ وامن به ولا زمه مدة تكفي لاطلاق كلمة الصاحب عليه عرفاً، مثل الخلفاء الراشدين، وعبد الله بن عباس، وعبد الله بن مسعود، وغيرهم ممن امن بالنبی ﷺ، ونصره وسمع منه، واهتدى بهديه“[۲]

(صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو اور آپ پر ایمان لایا ہو اور آپ کے ساتھ اتنی مدت تک رہا ہو کہ عرف میں صاحب (ساتھی) کے لفظ کا اطلاق اس پر ہو سکے۔ جیسے خلفاء راشدین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور ایسے ہی دوسرے صحابہ کرام جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کی اور آپ کی باتیں سنیں اور آپ کی سیرت سے رہنمائی حاصل کی)۔

قول صحابی کی حجیت:

کتاب وسنت واجماع میں کوئی مسئلہ نہ ملنے کی صورت میں کیا مجتہد، صحابہ کرام کے فتاویٰ اور فیصلوں کو ماخذ فقہ میں سے ایک ماخذ تسلیم کر کے ان پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ قول صحابی کی حجت کا یہ اختلاف مطلق نہیں ہے بلکہ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ جن مسائل میں شرعی حکم رائے اور اجتہاد سے معلوم نہ ہو سکے ان میں قول صحابی حجت ہے کیونکہ یہ بات اس پر محمول متصور ہوگی کہ صحابی نے یہ حکم یقیناً حضور ﷺ سے سنا ہوگا اس لئے صحابی کا یہ قول سنت کے قبیل سے ہوگا جو کہ تشریع کا ماخذ ہے۔ احناف اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اسی طرح ان کے نزدیک بعض صحابہ کے قول سے یہ بات ثابت ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔

۲۔ جس قول صحابی پر اتفاق ہو چکا ہو اس کو شرعی حجت سمجھا جائے گا کیونکہ یہ اجماع ہے اسی طرح جس قول صحابی کے بارے میں یہ علم نہ ہو کہ اس کی کسی نے مخالفت کی ہے تو وہ اجماع سکوتی کے قبیل سے ہے۔ یہ ان لوگوں کے نزدیک حجت ہے جو اجماع سکوتی کے قائل ہیں۔

۳۔ ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی پر ایسی حجت نہیں جس کا ان کو پابند ہونا ضروری ہے۔

۴۔ جو قولِ صحابی، رائے واجتہاد پر مبنی ہو اس میں اختلاف ہے کہ بعد میں آنے والے لوگوں پر یہ حجت ہے یا نہیں۔[۳]

۱۔ الادلہ المختلف فيها عند الاصوليين، خليفہ بابکر الحسن ص ۴۴ ملخص۔ القاہرہ، مکتبہ وھبہ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء

۲۔ حوالہ سابق ص ۲۶۰

۳۔ حوالہ سابق ص ۲۶۰۔۲۶۱ ملخص

...قول صحابی کی حجیت کے بارے میں مذاہب اربعہ :

اس بارے میں مذاہب اربعہ مندرجہ ذیل دو آراء پر منقسم ہے :

۱۔ احناف، مالکیہ اور حنابلہ قول صحابی کی حجیت کو معتبر مانتے ہیں، اگر چہ امام کرخی و بزدوی حنفی کا اختلاف ہے۔

۲۔ شافعیہ اس کی حجت تسلیم نہیں کرتے۔[۱]

...شافعیہ کے نقطہ نظر کا جائزہ : شافعی مسلک کی کتب اصول فقہ میں امام شافعی سے متعلق یہ بات منقول ہے کہ وہ ...اپنے قدیم مذہب میں تو صحابہ کے اقوال کو لیتے تھے لیکن اپنے مذہب جدید میں وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ ابن قیم جوزی ...نے اعلام الموقعین میں شافعی علماء کے اس دعوے کو غلط ثابت کرتے ہوئے کہا کہ امام شافعی کا قدیم وجدید ایک ہی ...مذہب تھا اور وہ صحابہ کرام کے قول کو اختیار کرنے کا تھا اور اسی پر امام شافعی کے وہ اقوال دلالت کرتے ہیں جو ہم نے ...''الرسالہ'' اور ''الام'' سے نقل کیے ہیں اور یہ دونوں کتابیں امام شافعی کے بالکل آخری زمانہ کی تصنیف ہیں تاہم اس بات ...سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ صحابی کے قول کو حجت تسلیم کرنے کے لئے یہ بھی ضروری سمجھتے تھے کہ قیاس سے اس کی تائید ...ہوتی ہو جیسا کہ ''الرسالہ'' میں ان کے قول سے اس کا پتہ چلتا ہے۔[۲]

ابوالحسن کرخی حنفی کے قول کا تجزیہ :

اور جہاں تک احناف میں سے ابوالحسن کرخی کے مسلک کا تعلق ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحابی کی تقلید اس وقت واجب ...نہیں ہے یعنی قول صحابی اس وقت حجت نہیں ہے۔ جب اس قول میں رائے اور اجتہاد کی گنجائش ہو انہوں نے یہی ...مذہب امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ انہوں نے بہت سے فروعی مسائل میں بعض صحابہ ...کے اقوال کے خلاف فتویٰ دیا، امام کرخی کے اس مسلک کی تائید فخر الاسلام بزدوی نے بھی کی ہے۔ دوسری طرف کرخی ...کے ایک ہم عصر ابوسعید بردعی حنفی کا مسلک یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے کیونکہ اس کی تصریح خود امام نے کی ہے اس ...مسلک میں ابوسعید بردعی کی تائید علمائے احناف میں سے ابوبکر جصاص اور شمس الائمہ سرخسی نے کی ہے۔[۳]

امام کرخی کی رائے پر ابوزھرہ کا تجزیہ :

ابوزہرہ نے کرخی کے مسلک کی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف کی گئی نسبت کو غلط ثابت کیا ہے کیونکہ اس نسبت کو ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ امام اور ان کے اصحاب نے جب بعض صحابہ کے اقوال کے خلاف فتویٰ دیا تو انہیں ان صحابہ کے اقوال کا پتہ تھا اور اس کے باوجود انہوں نے اس کے خلاف فتویٰ دیا، اغلب یہ ہے کہ انہیں ان کا پتہ نہیں تھا اگر انہیں ان کا پتہ ہوتا تو وہ ہرگز اس کے خلاف فتویٰ نہ دیتے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ

۱۔ الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی، وھبہ زحیلی ص ۲۶۰

۲۔ اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی ۲/۲۳۳، ۴/۱۲۰۔۱۲۱ تلخیص

۳۔ اصول السرخسی، امام سرخسی ۲/۱۰۵۔۱۱۳ تلخیص

انہوں نے بہت سے دوسرے فقہی مسائل میں اپنی آراء کو اس وقت چھوڑ دیا جب انہیں ان مسائل میں کسی صحابی کے قول کا پتہ چلا۔[1]

اور امام ابوحنیفہ کے فرمان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وہ صحابی کے قول کو حجت مانتے تھے وہ فرماتے ہیں :

" ان لم اجد فی کتاب الله تعالیٰ ، اخذت بقول اصحابه ، اخذ بقول من شئت ، وادع من شئت منهم ، ولا اخرج من قولهم الی قول غیرهم "[2]

(اگر مجھے کوئی امر کتاب اللہ میں نہ ملے تو میں اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ان سے باہر نہیں جاتا)

اسی طرح امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت کے مطابق قول صحابی کی مطلق حجیت کا انکار ثابت ہے جبکہ دوسری روایت میں اس کی قیاس پر تقدیم کے ساتھ حجیت ثابت ہے ابن قیم نے دونوں اقوال میں سے اس قول کو ترجیح دی جس میں قول صحابی کو حجت مانا ہے اور ان کے مطابق اسی پر ان کا عمل بھی رہا۔[3]

حجیتِ اقوالِ صحابہ کے دلائل :

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

" والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه "[4]

(جن لوگوں نے مہاجرین وانصار میں سے سبقت کی اور وہ لوگ جنہوں نے نیکوکاروں کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہیں)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار صحابہ کی مدح فرمائی اور اس مدح اور اعلان رضا میں ان کی اتباع کرنے والوں کو بھی شامل فرمایا۔

۲۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا :

" علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ "[5]

(تمہارے اوپر میری سنت کی اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی پیروی لازم ہے اور اس سنت کو مضبوطی سے تھام لو)

علامہ ابن القیم نے اقوال صحابہ کے قبول کرنے کے لازم ہونے کے بارے میں چوالیس وجوہ سے استدلال کیا ہے۔[6]

---

[1] ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہ محمد ابوزہرہ ص ۳۰۲ دار الفکر العربی طبع ثالث ۱۹۶۰ء
[2] اصول الفقہ ، ابوزہرہ ص ۱۹۱
[3] اعلام الموقعین ابن قیم جوزی ۱/ ۳۰، ۴/ ۱۵۶، ابن حنبل حیاتہ واثرہ وآراءہ وفقہہ ، ابوزہرہ ص ۲۵۱ وما بعدها
[4] التوبہ : ۱۰۰
[5] سنن ابی داؤد لزوم السنہ ۴/ ۲۶۱۔ بیروت، الجامع الصحیح الترمذی باب ماجاء فی الاخذ بالسنة۔
[6] اعلام الموقعین ابن قیم جوزی ۴/ ۱۲۳۔ ۱۵۴

(۷) "شرائع من قبلنا"

…ریعتوں سے متعلق احکام چار قسموں پر ہیں :

…:
وہ احکام جن کا ہماری شریعت میں ذکر ہوا اور ہماری شریعت نے ان کے بارے میں بتایا کہ وہ ہم پر اسی طرح …ہیں جیسے پہلے لوگوں پر فرض تھے، اس کی مثال روزہ کی فرضیت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "یا یھا الذین امنوا …علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون" [۱] (اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا …اسی طرح وہ ان لوگوں پر فرض کیا گیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو)۔

اور اسی طرح قربانی کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کیا گیا : ماھذا الاضاحی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : …ابیکم ابراھیم" [۲] (قربانی کرو یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے)۔ صحابہ نے عرض کیا : فمالنا …یا رسول اللہ ﷺ (کیا اس قربانی سے ہمیں ثواب ملے گا) تو آپ ﷺ نے فرمایا : "بکل شعرۃ حسنہ" (ہر …کے عوض ایک نیکی ہے)۔

…: فقہاء کا اس کے عمل پر اتفاق ہے چونکہ ہمیں بھی حکم ملا ہے اس لئے ہم عمل کریں گے۔ لیکن ہمارا یہ عمل اپنی شریعت میں واردہ حکم کی بناء پر ہے نہ کہ کسی سابقہ شریعت کے حکم کی بناء پر۔

…:
وہ احکام جن کا ہماری شریعت میں ذکر ہوا اور ان کے بارے میں ہماری شریعت نے یہ بھی بتایا کہ وہ ہمارے حق …منسوخ ہیں، مثلاً سجدہ تعظیمی کرنا، مالِ غنیمت کو حرام سمجھنا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے : "احلت لی الغنائم، ولم …یحل لاحد قبلی" [۳] (اموالِ غنیمت کو میرے لئے حلال کر دیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے انہیں کسی کے لئے حلال نہیں …کیا)۔ اسی طرح کپڑے کی نجاست سے تطہیر کے لئے اس حصہ کا کاٹنا۔

…: فقہاء کا اس قسم کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان پر عمل کرنا ہمارے لئے جائز نہیں۔

…:
وہ احکام جن کا ذکر ہماری شریعت میں نہیں ہوا بلکہ صرف توراۃ وانجیل وغیرہ میں ہوا۔

…: ان کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ ہمارے حق میں کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ قرآن نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر دیا اس لئے ان کے احکام بھی منسوخ ہو گئے۔ اب یہ کتب سابقہ ہر طرح کی تبدیلی و تحریف شدہ ہیں۔

---

[۱] البقرہ : ۱۸۳

[۲] سنن ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی متوفی ۲۷۳ھ۔ ابواب الضاحی، باب ثواب الضیحہ

[۳] صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب قول النبی جعلت فی الارض مسجد اوطھورا۔

چہارم :

وہ احکام جن کا ذکر ہماری شریعت میں ہوا اور ہماری شریعت میں ان کے شرعی حیثیت رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ملتی، مثلاً آیت قصاص میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"و کتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس و العین بالعین و الانف بالانف و الاذن بالاذن و السن بالسن والجروح قصاص "[1]

(اور ہم نے ان پر (تورات میں) یہ فرض کیا تھا کہ جان کا جان سے، آنکھ کا آنکھ سے، ناک کا ناک سے، دانت کا دانت سے اور زخموں کا (اس جیسا زخم کر کے) قصاص لیا جائے گا)

اور اسی طرح حضرت صالح اور ان کی قوم کے درمیان پانی کی تقسیم کے مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :
"ونبئهم ان الماء قسمة بینهم کل شرب محتضر "[2] (اور انہیں آگاہ کر دیجئے کہ پانی تقسیم کر دیا گیا ہے ان کے درمیان۔ سب اپنی اپنی باری پر حاضر ہوں)۔

حکم : احکام کی اس چوتھی قسم میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا یہ احکام ہمارے لئے حجت ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں تین اقوال ملتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

قول اول :

یہ احکام ہمارے لئے حجت ہیں اور ہماری شریعت کا جز ہونے کی حیثیت سے ان کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ ہم تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطۂ رسول پہنچے ہیں نہ کہ یہود و نصریٰ کی محرفہ کتب کے واسطہ سے۔

حکم : اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شریعت میں ان کا خلاف یا رد ظاہر نہ ہوا ہو تو ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ جمہور احناف، مالکیہ، بعض شوافع اور امام احمد (فی روایہ) اکثر حنابلہ کے نزدیک قول راجح یہی ہے)

قول ثانی :

یہ ہمارے لئے شرعی حجت نہیں ہے۔ اشاعرہ، معتزلہ، شیعہ، بعض شافعیہ اور امام احمد بن حنبل (فی روایۃ اخری) کا یہی موقف ہے اور امام غزالی، امدی، رازی اور ابن حزم ظاہری نے اس کو اختیار کیا ہے۔[3]

قول ثالث :

اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔ یہ ابن برہان اور ابن قشیری کا مسلک ہے کہ کسی صحیح دلیل کے ظاہر ہو جانے تک توقف کیا جائے گا۔ علامہ امدی نے تیسرے مسلک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا : " ومن الاصولیین من قال بالوقوف وهو بعید "[4] (اصولیین میں سے بعض وقوف کا قول کرتے ہیں اور وہ بعید ہے۔) اس لئے ہم بھی تیسرے مسلک کے ادلہ کو زیر بحث نہیں لائیں گے۔

---

[1] المائدہ : ۴۵ [2] القمر : ۲۸

[3] حاشیہ البنانی علی شرح الجلال شمس الدین المحلی علی متن جمع الجوامع ۲/۳۵۲_۳۵۳، الوسیط فی الاصول الفقه ـ وہبہ زحیلی ص ۲۵۴ـ الاحکام فی اصول الاحکام امدی ۴/۲۹۶

[4] اللمع، الشیرازی ص ۱۱۶ ، الاحکام فی اصول الاحکام امدی ۴/۳۰۱

...ل کے دلائل :

...ن لوگوں نے شرائع سابقہ کے احکام کو ہماری شریعت کا حصہ ہونے کی حیثیت سے حجت مانا ہے ان کے چار ...ں جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

... کیونکہ وہ اللہ کی نازل کردہ شرائع میں سے کسی شرع کا حکم ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر کوئی شے بھی دلالت ...ی اور اللہ تعالیٰ نے تو ان سے متعلق ارشاد فرمایا ہے : " اولئک الذین هدی الله فبهدهم اقتده " [1] (یہی ...ں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی انہی کے طریقے کی پیروی کرو)۔ اور حضرت ابن عباس سے یہ ثابت ہے کہ ...ں نے سورۃ "ص" کی یہ آیت تلاوت کی تو سجدہ کیا۔ وہ آیت یہ ہے: " وظن داؤد انما فتناه فاستغفر ربه ...کعا واناب " [2] (اور فوراً خیال آ گیا داؤد کو کہ ہم نے اسے آزمایا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے اپنے رب سے ...ے رکوع میں)۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : " ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفاً " [3] ...نے آپ کی طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی اتباع کریں)۔

...ی آخری آیت اور پہلی آیت (اولئک الذین هدی الله......) دونوں سابقہ مذاہب کے صحیح ہونے پر صریح اور ...دالہ ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

" شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذین اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه " [4]

...یہ آیت شریعت نوح کی اتباع کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : " انا انزلنا التوراة ...دی ونور یحکم بها النبیون " [5]۔ اس آیت میں نبی علیہ السلام سے جملہ انبیاء علیہم السلام مراد ہے۔

... علماء نے آیت مبارکہ و کتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس الخ سے وجوب قصاص کا استدلال کیا ہے۔ ...ت بنی اسرائیل پر قصاص واجب تھا اور اسی بناء پر ہماری شرع میں بھی قصاص کو واجب کیا گیا۔

... رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا : " فاذا نسی احدکم صلوٰة اونام عنها فلیصلها اذا ذکرها " [6] ...ی نماز نیند یا بھول کی وجہ سے رہ گئی ہو تو اسے چاہیے کہ جب یاد آ جائے ادا کر لے)۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ ... تلاوت فرمائی : " واقم الصلوٰة لذکری " [7]۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب سیدنا موسیٰ علیہ السلام ...ا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر شرائع سابقہ پر عمل درست نہیں ہوتا تو حضور ﷺ یہ تلاوت نہ فرماتے کیونکہ یہ نہ ...ی صورت میں ان کی تلاوت بلا فائدہ ہوگی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے یہودی کے رجم کے سلسلے میں تورات کی ... رجوع فرمایا تھا۔

---

[1] ...نعام : 91 [2] ص : 24 [3] النحل : 123 [4] شوریٰ : 13 [5] المائدہ : 44
[6] ...الترمذی، ابواب الصلوٰة، ماجاء فی النوم عن الصلوٰة۔ [7] طٰہٰ : 14

(۴) جب تک وحی کا نزول نہیں ہوا تھا اس وقت تک حضور ﷺ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ اگر ان کی شرائع پر عمل نہ کیا جائے تو محبت کا کیا مطلب ہوگا؟

ادلہ کا تجزیہ :

شرائع سابقہ کو حجت ماننے والوں نے جن چار وجوہ سے استدلال کیا ان کا تجزیہ مختصراً مندرجہ ذیل ہے :

مذکورہ ادلہ مطلوب کے اثبات میں قطعی الدلالہ نہیں ہیں۔ پہلی آیت مبارکہ جس کے کلمہ "الھدی" سے استدلال کیا گیا تو کلمہ "الھدی" تمام انبیاء کے لئے مشترک ہے اور وہ اشیاء ہیں جو اختلاف شرائع سے مختلف نہیں ہوتیں اور وہ اصول الدیانات اور کلیات خمسہ یعنی نفوس، اموال، انساب اور اعراض کی حفاظت ہیں۔ اور "شرع لکم من الدین" سے مراد توحید ہے۔ اور اتباع ملت ابراہیم کے حکم سے مراد وہ ہے جو اسی آیت کے آخر میں ہے ، "وما کان من المشرکین" اور شرک کا مقابل توحید ہوتا ہے یعنی وہ مشرک نہیں تھے بلکہ موحد تھے۔ اسی توحید کی پیروی کا حکم ہے اور اللہ رب العزت کے فرمان "یحکم بھا النبیون" میں اخبار کا صیغہ ہے، امر کا صیغہ نہیں جو وجوب اتباع پر دلالت کرے۔ جہاں تک آیت قصاص سے وجوب کا تعلق ہے تو وہ ہماری شریعت میں سورۃ بقرہ کی آیت "فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم" [1] (سو جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس زیادتی کی سزا دو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے) سے ثابت ہے۔ اور آیت قصاص میں صرف امت بنی اسرائیل سے مشابہت سے آگاہ کیا ہے اور جہاں تک یہودی کے رجم کے لئے تورات کی طرف رجوع کا تعلق ہے تو یہودی کے اس انکار اور جھوٹ پر اور آپ ﷺ کے سچے نبی ہونے کی صداقت کے اظہار کے لئے، آپ ﷺ نے خبر دی کہ رجم کی سزا تورات میں مذکور ہے، نہ کہ اس لئے کہ رجم کا حکم وہاں سے لے کر عمل کر سکیں۔ اس کے علاوہ کبھی بھی تورات کی طرف اس قسم کا رجوع آپ سے ثابت نہیں ہے۔

فریق ثانی کے دلائل :

جن لوگوں نے اس کے شرعی حجت ہونے کا انکار کیا انہوں نے بھی چار وجوہ سے استدلال کیا ہے۔ مختصراً مندرجہ ذیل ہے :

(۱) حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا منصب قضا سپرد کرتے وقت کتاب وسنت اور پھر اجتہاد کی تعلیم دی تھی۔ سابقہ شرائع سے حکم کے استنباط کی کوئی ہدایت نہیں کی اگر ایسا کرنا شرعی حجت ہوتا تو حضرت معاذ اس کا بھی ذکر کرتے یا حضور ﷺ ان کو اس کی تنبیہ کرتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "لکل جعلنا منکم شرعة ومنھاجا" [2] یہ آیت ہر فریق کے لئے الگ الگ شریعت پر دلالت کرتی ہے اور کسی فریق سے مطالبہ نہیں کرتی کہ وہ کسی دوسرے کی شریعت پر عمل پیرا ہو۔

(۳) اگر حضور ﷺ سابقہ شرائع پر عمل کرتے تو ان کی امت پر بھی ایسا کرنا ضروری ہوتا اور شرائع سابقہ کی تعلیم امت پر واجب ہوتی اور مجتہدین صحابہ پر بھی اس کی جستجو اور مختلف شرائع کے واقعات وحادثات کا علم واجب ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

---

[1] البقرہ : ۱۹۴ [2] المائدہ : ۴۸

(۲) سابقہ شرائع اقوام کی طرف بھیجے گئے رسل کے اصحاب کے ساتھ مخصوص تھیں اور شریعتِ اسلامیہ قیامت تک کے لئے عام ہے اور جمیع شرائع سابقہ کے منسوخ ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ حضور کا فرمان ہے : " اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی " (مجھے پانچ ایسی باتیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں)۔ ان میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا : " و کان النبی یبعث الی قومه خاصة و بعثت الی الناس کافة "[1] (اور نبی کسی ایک قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور میں تمام لوگوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔ اگر نبی شرائع سابقہ پر متعبد ہوتے تو وہ ان کا اقرار کرتے نسخ نہ فرماتے۔

منکرین کے دلائل کا تجزیہ :

حدیث معاذ میں شرائع سابقہ کے ذکر نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ اس کا حکم قرآن کے ذکر کر دینے میں شامل ہے بلکہ قرآن جس کا رد نہ کرے ان شرائع سابقہ پر عمل کرنا درست ہے یا قرآن نے جس کی تائید کر دی وہ درست ہے۔ یا اس کی الگ سے ہدایت یا ذکر کی ضرورت نہیں تھی یا اس کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ بہت کم مسائل میں ان کی طرف رجوع کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسرے استدلال جس میں کہا گیا کہ صحابۂ کرام نے ان کی طرف رجوع کیوں نہیں کیا تو اس کی وجہ کتب سابقہ کی صحیح حالت میں عدم دستیابی یا تحریف و تبدیلی ہو۔ اور مجتہدین کا رجوع ان اجتہادی مسائل میں ہوتا ہے جن کا قرآن و سنت میں ذکر نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ ان صحابہ مجتہدین کو اس کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو۔ اور جمیع سابقہ شرائع کے منسوخ ہونے پر مطلقاً اجماع نہیں ہے کہ جو کچھ بھی دوسرے شرائع سے قطع نظر ہماری شریعت کی موافقت یا مخالفت کے وہ منسوخ متصور ہوگا بلکہ اجماع اس پر ہے کہ اس وقت منسوخ ہوگا جب اس کے خلاف دلیل ہو ورنہ قصاص، حد، زنا اور حد سرقہ میں ان کے مطابق عمل نہیں ہوتا مگر چونکہ اس کے خلاف دلیل موجود نہیں ہے۔

قائلین اور منکرین کے اقوال میں سے قول راجح :

دور حاضر کے اکثر اصولیین[2] نے سابقہ شرائع کے حجت ماننے کے قائلین کے مذہب کو ترجیح دی ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کو مسلمان، عادل ضابط نے صحیح صحت کے ساتھ نقل کیا ہو یا یہ کہ اس کا حکم قرآن میں آیا ہو یا یہ کہ سنت صحیحہ سے ثابت ہو اور سابقہ شرائع بھی سماوی ہیں۔ قرآن تو " مصدق لما بین یدیه من التوراة و الانجیل " کی تعلیم دیتا ہے اسی بنا پر فقہاء نے مال مشترک کی بطریق " المهایا " تقسیم کے جواز کا قول کیا ہے۔[3]

---

[1] صحیح بخاری کتاب الصلوة، باب قول النبی جعلت لی الارض مسجد او طهورا۔

[2] اصول الفقہ، الخضری ص ۳۱۰، اصول الفقہ عبدالوہاب الخلاف ص ۹۳۔۹۴، اصول الفقہ الاسلامی، زکی الدین شعبان ص ۱۲۸، مصر مطبعہ دار التالیف ۱۳۸۲ھ۔۱۹۶۴ء

[3] کشف الاسرار، البزدوی ۳/۲۱۶

اور احناف نے ذمی کے بدلے مسلمان کے قتل کو اور عورت کے بدلے آدمی کے قتل کے جواز کا قول کیا ہے اور دلیل اس آیت کو بنایا جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : " وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس " ۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے جعالہ کے جواز کا قول کیا ہے اور سورۃ یوسف میں واقع اس آیت سے استدلال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "ولمن جاء به حمل بعير وأنه به زعيم " [1]

ہمارے نزدیک قول راجح :

ہماری نزدیک یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ شرائع سابقہ تشریعی ادلہ کی کوئی مستقل دلیل نہیں ہے بلکہ اس کو کتاب وسنت پر پیش کیا جائے گا اور اس کے بغیر اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول سے ان احکام کا بلا انکار بیان ہو اور ہماری شرع میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو ان کے نسخ پر دلالت کرے تو عمل ہوگا اور بہت سے علماء سے یہی منقول ہوا ہے کہ " ان شرع من قبلنا ليس شرعا لنا " ۔ جیسا کہ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

☆☆☆

---

[1] یوسف : ۸۲

خلاصہ (نتائج)

مقالہ لکھنے کا مقصد یہ جاننا تھا کہ فن اصول فقہ کا آغاز کب ہوا، اس کی تدوین کب اور کس نے کی، یہ فن مختلف یخی ادوار سے گزر کر ہم تک کیسے پہنچا اور مختلف ممالک کے علمی، دینی و سیاسی حالات کے نشیب و فراز میں فن اصول فقہ کی نیف و تالیف میں کس قسم کے رجحانات فروغ پاتے رہے اور یہ کہ فن اصول فقہ پر کام کی رفتار کیا رہی؟ تاریخی مصادر راجع سے ثابت ہوا کہ تاریخ اسلام کے پہلے اصولی حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی[1]۔ آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا[2]۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو جتہاد کی تعلیم و اجازت عطا فرمائی[3]۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اجتہاد کیا۔ آپ ﷺ کو ان ﷺ کے جتہاد کی اطلاع بھی ہوئی[4]۔ جب صحابہ کرام کا اجتہاد اصول پر مبنی ہوتا تو آپ ﷺ خوشی کا اظہار فرماتے اور تائید رماتے[5]۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ناراضگی کا اظہار فرماتے[6]۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اجتہاد بغیر ادوات اجتہاد یعنی اصول کے نہیں ہوسکتا۔ یقیناً دور قدسی کے اجتہادات میں اصول کارفرما ہوتے تھے۔

صحابہ کرام ﷺ حضور اکرم ﷺ کے صحبت اور تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ اہل زبان بھی تھے۔ قرآن اور اس کے احکام کا نزول اور انطباق ان کے سامنے ہوا۔ اس لئے انہیں اس فن کو مدون کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ تابعین کے دور میں بھی یہی صورتحال رہی۔ مگر جب اسلام کی روشنی دُور دراز عجمی علاقوں میں پہنچی اور زمانہ قدسی سے دُوری بڑھنے لگی، شوق و ذوق میں کمی آنے لگی تو دوسرے فنون کی تدوین کے ساتھ اصول فقہ کی تدوین بھی عمل میں آئی۔

دوسری صدی ہجری میں اصول فقہ کی تدوین میں امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سبقت حاصل کی[7]۔ بعد میں امام شافعی نے اس فن کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ لفظ "اصول الفقہ" اور "علم الاصول" کا ابتدائی استعمال بالترتیب امام ابویوسف اور امام شافعی کے یہاں نظر آتا ہے[8]۔ مگر اس سے کبھی قواعد اجتہاد اور کبھی کتاب و سنت کا علم مراد ہوتا تھا[9]۔ اصول فقہ کو وجود کے اعتبار سے فقہ پر تقدیم حاصل ہے۔ اگرچہ اس کی تدوین فقہ کے بعد ہوئی، مگر کسی فن کی تدوین اس کو وجود عطا نہیں کرتی بلکہ وہ مظہر اور کاشف ہوتی ہے۔ جس طرح آئمہ قرأت امام کسائی، حمزہ و عاصم وغیرہ کی تدوین قرأت سے قبل بھی لوگ قرآن کریم کو مختلف قرأت سے پڑھتے تھے اور بانی منطق ارسطو سے قبل بھی لوگ منطقیانہ گفتگو کرتے تھے۔

دوسری صدی ہجری کے بعد اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے دو مناہج بن گئے تیسری صدی ہجری سے ساتویں صدی ہجری تک مجموعی طور پر اصول فقہ پر ایک فکری و بنیادی کام نظر آتا ہے اور ساتویں صدی ہجری میں

---

[1] تفصیلات کے لئے مقالہ کا صفحہ ۱/۶۹ دیکھئے   [2] حوالہ سابق   [3] حوالہ سابق ۱/۷۲   [4] حوالہ سابق ۱/۷۴

[5] حوالہ سابق   [6] حوالہ سابق ۱/۷۶   [7] حوالہ سابق ۱/۳۷-۴۱

[8] مقدمہ علی الاشارۃ للباجی، عادل احمد عبدالموجود ص ۵۸، الریاض مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء   [9] حوالہ سابق

اصول فقہ میں تصنیف وتالیف کا تیسرا منہج متعارف ہوا۔ اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری سے چودہویں صدی ہجری تک تقلیدی رجحانات میں فروغ پیدا ہو جانے سے یہ فن بھی مجموعی طور پر جمود کا شکار ہو گیا۔ اگرچہ بعض عمدہ کتابیں بھی لکھی گئیں، تعداد کے اعتبار سے تو کثرت رہی مگر فکری اعتبار سے یہ فن تنزلی کا شکار رہا۔

اس دور کے اکثر اصولیین نے سابقین کی کتب کی تسہیل وتحقیق، اختصارات، شرح، شرح الشراح، حواشی، تعلیقات، نظم، تخریج، نکت وغیرہ تک آپ کو محدود رکھا۔ مثال کے طور پر التنقیح والتوضیح والتلویح پر تالیف کے بعد سے چھیالیس (۴۶) سے زائد کتب لکھی گئیں۔ اس طرح تاج الدین سبکی کی جمع الجوامع پر مختلف ادوار میں ساٹھ (۶۰) سے زائد کتب لکھی گئیں۔ موجودہ زمانے تک میں اصول فقہ پر کام میں نشأۃ ثانیہ نظر آتی ہے اور اب جدید اور سہل اسالیب پر اس فن میں کتب لکھنے کا رواج پڑتا جا رہا ہے۔

مختلف فقہی مذاہب کے نشأ وارتقاء کے تحقیقی مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چار مشہور سنی مذاہب کے علاوہ بھی متعدد مذاہب پیدا ہوئے۔ ان میں سے کچھ زمانے کے ساتھ ساتھ ختم بھی ہو گئے، لیکن تمام مذاہب میں حنفی مذہب کو اپنی ذاتی خصوصیت کی بناء پر اپنے وجود سے آج تک ہر دور میں اکثریت حاصل رہی ہے۔

آخر میں توضیح کی غرض سے چند باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اس مقالہ میں ایک ہزار سے زائد اصولیین کی اصول فقہ پر بارہ سو سے زائد کتب کا تعارف شامل کیا گیا ہے۔

۲۔ اصول فقہ کی سو سے زائد اہم کتب کا تحقیقی تجزیہ کیا گیا ہے، جس میں مصنفین کے مناہج، کتب کے مشتملات، اہمیت، محاسن ومعائب اور اس پر لکھی جانے والی کتب (شروح حواشی وغیرہ) کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے لحاظ سے تحریر کر دیا گیا ہے تاکہ قاری ایک نظر میں مختلف ادوار سے متعلق کئے جانے والے کام سے آگاہ ہو جائے۔

۳۔ ہر فصل کے آغاز میں اس زمانے کے سیاسی، دینی وعلمی حالات پر ایک نظر طائرانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے، جس میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۴۔ آنے والے محققین کی رہنمائی کے لئے اصولیین کا مشہور نام، ان کا مسلک اور تاریخ ولادت (اگر دستیاب ہو) اور تاریخ وفات ہجری میں نام کے ساتھ ذکر کر دی گئی ہے اور ان کا مسلک بھی وہیں ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح عیسوی تاریخ اور جائے ولادت ووفات حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس صدی میں کس فقہی مکتبہ فکر کے اصولیین کی تعداد اور ان کی اصول فقہ پر مؤلفات زیادہ رہیں۔ اسی طرح یہ کہ کن علاقوں میں اصولیین اور ان کی اصولی خدمات نمایاں رہیں۔

☆☆☆

فہارس

۱۔ فہرست آیاتِ قرآنیہ

۲۔ فہرست احادیثِ مبارکہ

۳۔ فہرست شخصیات

۴۔ فہرست مصادر الکتاب

۵۔ فہرست فِرَق، امم وقبائل

۶۔ فہرست اماکن

۷۔ فہرست مراجع التحقیق

اشاریہ (۱)

(INDEX - I)

فہرست آیاتِ قرآنیہ

فہرست آیاتِ قرآنیہ

۵۲ـ		واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل	۵۸	۲	۷۲۹
۵۳ـ		وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمة	۱۱۳	۲	۷۳۲
۵۴ـ		یایها الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول	۵۹	۲	۷۲۹
۵۵ـ				۲	۷۳۴
۵۶ـ		یوصیکم اللہ فی اولادکم	۱۱	۲	۷۸۱
۵۷ـ	المائدہ	الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم	۳	۱	۷۳
۵۸ـ		ان النفس بالنفس	۴۵	۱	۶۸
۵۹ـ		لکل جعلنا منکم شرعة ومنها	۴۸	۲	۷۸۸
۶۰ـ		من اوسط ما تطعمون اهلیکم	۸۹	۲	۷۸۲
۶۱ـ		والسارق والسارقة فاقطعوا ایدهما	۳۸	۱	۶۴
۶۲ـ				۱	۶۸
۶۳ـ				۱	۱۴۷
۶۴ـ		وامسحوا بروسکم	۶	۱	۱۶
۶۵ـ				۱	۳۰
۶۶ـ		وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس	۴۵	۲	۷۸۷
۶۷ـ				۲	۷۸۹
۶۸ـ				۲	۷۸۶
۶۹ـ		وان احکم بینهم بما انزل اللہ ولا تتبع اهواهم	۴۹	۲	۷۶۱
۷۰ـ		وایدیکم الی المرافق	۶	۱	۶۴
۷۱ـ		یایها الذین امنوا لا تسئلوا اشیاء	۱۰۱	۱	۶۰
۷۲ـ		یایها الذین امنوا اذقمتم الی الصلوٰة	۶	۱	۶۵
۷۳ـ		یحکم بها النبیون	۴۴	۲	۷۸۸
۷۴ـ	الانعام	ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ	۱۰۸	۲	۷۷۹
۷۵ـ		وهو الذی انشا کم من نفس واحدة	۹۹	۱	۶
۷۶ـ		اولئک الذین هدی اللہ فبهد هم اقتده	۹۱	۲	۷۸۷
۷۷ـ	الانفال	فکلو مما غنمتم حلالاً طیبا	۶۹	۱	۷۰
۷۸ـ		لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیها	۶۸	۱	۷۰

۷۹۔		ما کان لنبی أن یکون له اسری ----------	۶۷	۱	۷۰
۸۰۔	التوبه	خذ من اموالهم صدقة تطهر هم ----------	۱۰۳	۱	۷۹
۸۱۔		عفا الله عنک لم اذنت لهم حتى يتبين ----------	۴۳	۱	۶۹
۸۲۔		فان تابوا واقاموا الصلوٰة واتوا الزكوٰة ----------	۱۱	۱	۷۹
۸۳۔		والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار ----------	۱۰۰	۲	۷۸۵
۸۴۔		والذين يكنزون الذهب والفضة ----------	۳۴	۲	۷۳۴
۸۵۔	يونس	فاجمعوا امركم وشركاء كم ----------	۷۱	۲	۷۳۷
۸۶۔	هود	قالوا يشعيب مانفقه كثيرًا ----------	۹۱	۱	۶
۸۷۔	يوسف	انا انزلناه قرانا عربيا ----------	۲	۲	۷۲۵
۸۸۔		وقطعن ايديهن ----------	۳۱	۱	۶۴
۸۹۔		ولمن جاء به حمل بعير وانا به زعيم ----------	۷۲	۲	۷۸۹
۹۰۔		ثم اوحينا اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا ----------	۱۲۳	۲	۷۸۷
۹۱۔	النحل	لحمًا طريًا ----------	۱۴	۲	۷۸۱
۹۲۔		والله اخرجكم من بطون امهاتكم ----------	۷	۱	۱۲
۹۳۔		ومن ثمرات النخيل والاعناب ----------	۶۷	۱	۶۳
۹۴۔	الاسراء	تسبح له السموت السبع والارض ----------	۴۴	۱	۷
۹۵۔		ولا تقربوا الزنى ----------	۳۲	۱	۲۷
۹۶۔		----------		۱	۲۰
۹۷۔		وان من شيء الا يسبح بحمده ----------	۴۴	۱	۶
۹۸۔		واحل لكم ماوراء ذلكم ----------		۲	۷۳۶
۹۹۔	طه	واحلل عقدة من لساني يفقهوا قولي ----------	۲۷،۲۸	۱	۷
۱۰۰۔		واقم الصلوٰة لذكري ----------	۱۴	۲	۷۸۷
۱۰۱۔	الحج	وما جعل عليكم في الدين من حرج ----------	۷۸	۱	۴۳
۱۰۲۔	النور	ليس عليكم ولا عليهم جناح بعد هن طوافون ----------	۵۸	۲	۷۴۹
۱۰۳۔	الشعراء	وانه لفي زبر اولين ----------	۱۹۶	۲	۷۲۵
۱۰۴۔	لقمان	هذا خلق الله ----------	۱۱	۱	۹
۱۰۵۔	الاحزاب	لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة ----------	۲۱	۲	۷۳۲

۱۰۶۔		وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله	۳۶	۱	۶۰
۱۰۷۔	فاطر	ولا تزر وازرة وزرا اخرى	۱۸	۱	۶۸
۱۰۸۔		فلن تجد لسنة الله تبديلا	۴۳	۲	۷۳۰
۱۰۹۔		وظن داودا انما فتنه فاستغفر ربه	۲۴	۲	۷۸۷
۱۱۰۔	الزمر	انک میت وانهم میتون	۱۳۰	۱	۷۸
۱۱۱۔		لئن اشركت ليحبطن عملک	۶۵	۱	۱۵۰
۱۱۲۔		واتبعوا احسن ما انزل اليكم	۵۵	۲	۷۶۲
۱۱۳۔	شوریٰ	شرع لكم من الدين ماوصى به نوحا	۱۳	۲	۷۸۷
۱۱۴۔				۲	۷۸۸
۱۱۵۔		وما اختلفتم فيه من شيء فحكمه الى الله	۱۰	۱	۲۵۸
۱۱۶۔	جاثیه	وسخر لكم ما فى السموٰت والارض	۱۳	۲	۷۷۳
۱۱۷۔	النجم	وما ينطق عن الهوى ان هوا لا وحى يوحى	۴	۲	۷۳۲
۱۱۸۔	القمر	ونبئهم أن الماء قسمة بينهم	۲۸	۲	۷۸۶
۱۱۹۔	الحشر	كى لا يكون دولة بين الاغنياء منكم	۷	۲	۷۵۰
۱۲۰۔		وللرسول ولذى القربى	۵۹	۱	۱۴۲
۱۲۱۔		وما اتكم الرسول فخذوه وما نها كم	۷	۲	۷۴۳
۱۲۲۔	الطلاق	واولات الاحمال اجلهن		۱	۹۰
۱۲۳۔				۱	۱۴۳
۱۲۴۔		يايها النبى اذا طلقتم النساء	۱	۱	۱۲۰
۱۲۵۔				۱	۱۵۰
۱۲۶۔	الملک	الا يعلم من خلق	۱۴	۱	۲۲
۱۲۷۔	القيامه	ايحسب الانسان أن يترک سُدًى	۳۶	۲	۷۶۹
۱۲۸۔	العلق	اقراء باسم ربک الذى خلق	۱۔۵	۲	۷۲۴

☆☆☆

اشاریہ (۲)

(INDEX-2)

فہرستِ احادیث مبارکہ

فہرست احادیث مبارکہ

☆☆☆

اشاریہ (۳)

(INDEX - 3)

فہرست شخصیات

تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے لحاظ سے ان اصولیین کے اسماء جن کی کتب یا اصولی آراء کا اس مقالہ میں ذکر ہوا۔
جن اصولیین کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی ان کی جگہ (......) تحریر ہے۔

نمبر شمار	تاریخ وفات	اسماء	تاریخ ولادت	جلد/صفحہ
۱۔	(۱۱ھ)	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ----------------	(......)	۱/۶۰۔۹۲
۲۔	(۱۳ھ)	حضرت ابوبکر صدیق -------------------	(......)	۱/۷۹۔۸۰
۳۔	(۲۳ھ)	حضرت عمر فاروق------------------	(......)	۱/۸۱۔۸۲
۴۔				۸۴۔۸۵
۵۔				۸۷۔۸۹۔۹۲
۶۔		حضرت عبداللہ بن مسعود ----------------	(......)	۱/۸۹۔۹۰۔۹۲
۷۔	(۴۰ھ)	حضرت علی ---------------------------	(......)	۱/۸۹۔۹۲
۸۔		حضرت ابن عباس ---------------------	(......)	۱/۹۱
۹۔	(۱۰۱ھ)	عمر بن عبدالعزیز---------------------	(۶۰ھ)	۱/۹۴۔۹۵
۱۰۔	(۱۲۴ھ)	ابن شہاب الزہری----------------------	(۵۱ھ)	۱/۹۵
۱۱۔	(۱۴۸ھ)	ابن ابی لیلیٰ --------------------------	(۷۴ھ)	۱/۱۰۶
۱۲۔	(۱۵۰ھ)	امام ابوحنیفہ --------------------------	(۸۰ھ)	۱/۱۰۶
۱۳۔	(۱۵۸ھ)	زفر بن ہذیل -------------------------	(۱۱۰ھ)	۱/۱۱۰
۱۴۔	(۱۷۹ھ)	امام مالک---------------------------	(۹۳ھ)	۱/۱۱۱
۱۵۔	(۱۸۲ھ)	امام ابویوسف------------------------	(۱۱۳ھ)	۱/۱۱۵
۱۶۔	(۱۸۹ھ)	محمد بن حسن الشیبانی حنفی --------------	(۱۳۱ھ)	۱/۱۱۸
۱۷۔	(۱۹۱ھ)	عبدالرحمن بن قاسم مالکی----------------	(۱۳۲ھ)	۱/۱۱۸
۱۸۔	(۱۹۷ھ)	عبداللہ بن وھب مالکی ------------------	(۱۲۵ھ)	۱/۱۱۸
۱۹۔	(۲۰۰ھ بعدہ)	الجوزجانی حنفی ----------------------	(......)	۱/۱۱۹
۲۰۔	(۲۰۴ھ)	محمد بن ادریس شافعی-------------------	(۱۵۰ھ)	۱/۱۱۹
۲۱۔	(۲۱۱ھ)	معلّٰی بن منصور رازی ------------------	(......)	۱/۱۲۶
۲۲۔	(۲۱۵ھ)	ابن سعید الاصمعی --------------------	(۱۲۳ھ)	۱/۱۲۶

۲۳۔	(۲۱۸ھ)	بشر بن غیاث المریسی حنفی/معتزلی	(۱۳۸ھ)	۱/۱۲۶
۲۴۔	(۲۲۰ھ)	ابن صدقہ حنفی	(.....)	۱/۱۲۶
۲۵۔	(۲۲۱ھ)	نظام معتزلی	(۱۸۵ھ)	۱/۱۲۶
۲۶۔	(۲۲۱ھ)	عبداللہ مسلمہ القعنبی	(.....)	۱/۱۲۷
۲۷۔	(۲۲۵ھ)	اصبغ مالکی مصری	(.....)	۱/۱۲۷
۲۸۔	(۲۳۱یا۲۳۲ھ)	البویطی شافعی	(.....)	۱/۱۲۷
۲۹۔	(۲۳۳ھ)	ابن سماعہ تمیمی حنفی	(.....)	۱/۱۲۷
۳۰۔	(۲۵۱ھ)	ابوثور شافعی	(۱۶۴ھ)	۱/۱۲۷
۳۱۔	(۲۴۱ھ)	احمد بن حنبل	(۱۶۴ھ)	۱/۱۲۸
۳۲۔	(۲۴۵ھ)	حسین الکرابیسی	(.....)	۱/۱۳۰
۳۳۔	(۲۶۴ھ)	اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی شافعی	(۱۷۵ھ)	۱/۱۳۰
۳۴۔	(۲۷۰ھ)	داؤد الظاہری	(۲۰۲ھ)	۱/۱۳۱
۳۵۔	(۲۸۱ھ)	ابن الجنید الشیعی	(.....)	۱/۱۳۲
۳۶۔	(۲۸۲ھ)	اسمٰعیل بن اسحاق القاضی مالکی	(۲۰۰ھ)	۱/۱۳۳
۳۷۔	(۲۹۰ھ)	ابوصالح الجستانی	(.....)	۱/۱۳۴
۳۸۔	(۲۹۷ھ)	ابوبکر الظاہری	(.....)	۱/۱۳۴
۳۹۔	(۳۰۰ھ یا ۴۰۰ھ)	سعد القیروانی	(.....)	۱/۱۳۴
۴۰۔	(۳۰۵ھ)	حسن بن قاسم الطبری	(.....)	۱/۱۳۴
۴۱۔	(۳۰۵ھ)	ابن برہان فارسی	(.....)	۱/۱۳۴
۴۲۔	(۳۰۶ھ)	ابن سریج الشافعی	(۲۴۹ھ)	۱/۱۳۴
۴۳۔	(۳۰۷ھ)	زکریا بن یحییٰ الساجی الشافعی	(۲۲۰ھ)	۱/۱۳۳
۴۴۔	(۳۰۹ھ)	ابن المنذر شافعی	(.....)	۱/۱۳۳
۴۵۔	(۳۱۱ھ)	اسمٰعیل النوبختی امامی	(۲۳۷ھ)	۱/۱۳۴
۴۶۔	(۳۱۹ھ)	ابوالقاسم الکعبی معتزلی	(.....)	۱/۱۳۴
۴۷۔	(۳۲۱ھ)	ابوہاشم الجبائی المعتزلی	(۲۴۷ھ)	۱/۱۳۴
۴۸۔	(۳۲۴ھ)	ابوالحسن الاشعری	(۲۶۰ھ)	۱/۱۳۵
۴۹۔	(۳۲۵ھ)	اسحاق الشاشی حنفی	(۲۴۴ھ)	۱/۱۳۵

۵۰۔	(۳۲۶ھ)	ابن الاخشید معتزلی ----------	(۲۷۰ھ)	۱۳۸/۱
۵۱۔	(۲۳۱ھ تقریباً)	ابن الخلال قاضی معتزلی ----------	(......)	۱۳۸/۱
۵۲۔	(۳۲۸ھ)	الاصطخری الشافعی ----------	(۲۴۴ھ)	۱۳۸/۱
۵۳۔	(۳۳۰ھ)	ابوبکر الصیرفی الشافعی ----------	(......)	۱۳۸/۱
۵۴۔	(۳۳۱ھ)	قاضی ابوالفرج مالکی ----------	(......)	۱۳۹/۱
۵۵۔	(۳۳۱ھ)	محمد ابن البرماوی الشافعی ----------	(......)	۱۳۹/۱
۵۶۔	(۳۳۳ھ)	ابومنصور ماتریدی حنفی ----------	(......)	۱۳۹/۱
۵۷۔	(۳۳۵ھ)	محمد بن جعفر الصیرفی الشافعی ----------	(......)	۱۳۹/۱
۵۸۔	(۳۳۵ھ)	محمد بن احمد الاسوانی الشافعی ----------	(......)	۱۳۹/۱
۵۹۔	(۳۴۴ھ)	نظام الدین الشاشی حنفی ----------	(......)	۱۳۹/۱
۶۰۔	(۳۳۵ھ)	ابن القاص الطبری الشافعی ----------	(......)	۱۳۹/۱
۶۱۔	(۳۴۰ھ)	البزدعی الخارجی ----------	(......)	۱۴۰/۱
۶۲۔	(۳۴۰ھ)	ابراہیم الخالدآبادی ----------	(......)	۱۴۰/۱
۶۳	(۳۴۰ھ)	ابواسحاق المروزی الشافعی ----------	(......)	۱۴۰/۱
۶۴۔	(۳۴۰ھ)	ابوالحسن الکرخی حنفی ----------	(۲۶۰ھ)	۱۴۰/۱
۶۵۔	(۳۴۰ھ)	ابوبکر الصبغی الشافعی ----------	(۲۵۸ھ)	۱۴۴/۱
۶۶۔	(۳۴۰ھ یا ۳۵۰ھ تقریباً)	ابوبکر بردعی الخارجی ----------	(......)	۱۴۴/۱
۶۷۔	(۳۴۴ھ)	محمد بن سعید القاضی الشافعی ----------	(......)	۱۴۴/۱
۶۸۔	(۳۴۴ھ)	القشیری مالکی ----------	(۲۶۴ھ تقریباً)	۱۴۴/۱
۶۹۔	(۳۴۵ھ)	ابن ابی ہریرہ الشافعی ----------	(......)	۱۴۴/۱
۷۰۔	(۳۴۹ھ)	ابوالولید القرشی الشافعی ----------	(۲۷۷ھ)	۱۴۵/۱
۷۱۔	(۳۵۰ھ)	حسین (حسن) بن قاسم شافعی ----------	(......)	۱۴۵/۱
۷۲۔	(۳۵۰ھ)	محمد بن عبد البردعی الخارجی ----------	(......)	۱۴۵/۱
۷۳۔	(۳۵۰ھ)	احمد الفارسی شافعی ----------	(......)	۱۴۵/۱
۷۴۔	(۳۵۰ھ)	علی بن موسیٰ القمی حنفی ----------	(......)	۱۴۵/۱
۷۵۔	(۳۵۹ھ)	ابن القطان شافعی ----------	(......)	۱۴۵/۱
۷۶۔	(۳۶۰ھ یا ۳۵۸ھ)	حسین النجار حنبلی ----------	(......)	۱۴۵/۱

نمبر	سن	نام		حوالہ
۷۷۔	(۳۶۱ھ)	ابن بُرہان الشافعی ----------	(......)	۱۴۵/۱
۷۸۔	(۳۶۲ھ)	ابوحامد المروزی شافعی ----------	(......)	۱۴۵/۱
۷۹۔	(۳۶۵ھ)	ابوبکر القفال الکبیر الشافعی ----------	(۲۹۱ھ)	۱۶۴/۱
۸۰۔	(۳۶۸ھ)	احمد الطوابیقی الشافعی ----------	(......)	۱۴۶/۱
۸۱۔	(۳۷۰ھ)	ابراہیم بن احمد الظاہری ----------	(......)	۱۴۶/۱
۸۲۔	(۳۷۰ھ)	ابوبکر الجصاص حنفی ----------	(۳۰۵ھ)	۱۴۶/۱
۸۳۔	(۳۷۱ھ)	ابوعبداللہ الشیر ازی الشافعی ----------	(......)	۱۵۱/۱
۸۴۔	(۳۷۱ھ)	ابوالحسن التمیمی الحنبلی ----------	(۳۱۷ھ)	۱۵۲/۱
۸۵۔	(۳۷۵ھ)	ابوبکر الابہری المالکی ----------	(۲۸۹ھ)	۱۵۲/۱
۸۶۔	(۳۷۷ھ)	الخلال بصری ----------	(......)	۱۵۲/۱
۸۷۔	(۳۸۵ھ)	الصاحب بن عباد الشیعی ----------	(۳۲۵ھ)	۱۵۲/۱
۸۸۔	(۳۸۶ھ)	ابوالقاسم الصیمیر ی الشافعی ----------	(......)	۱۵۲/۱
۸۹۔	(۳۸۶ھ)	ابن ابی زید القرانی المالکی ----------	(۳۱۰ھ)	۱۵۲/۱
۹۰۔	(۳۹۰ھ)	المعانی النہروانی القاضی الجریری ----------	(۳۰۵ھ)	۱۵۳/۱
۹۱۔	(۳۹۳ھ)	ابونصر الفارابی ----------	(......)	۱۵۳/۱
۹۲۔	(۳۹۶ھ)	اسماعیل الاسماعیلی الشافعی ----------	(۳۲۳ھ)	۱۵۳/۱
۹۳۔	(۴۰۰ھ تقریباً)	ابن مجاہد الطائی المتکلم مالکی ----------	(......)	۱۵۳/۱
۹۴۔	(۴۰۰ھ تقریباً)	سعید القریوانی المالکی ----------	(......)	۱۵۳/۱
۹۵۔	(۴۰۰ھ بعدہ)	ابوالحسن القرشی ----------	(......)	۱۵۳/۱
۹۶۔	(۴۰۲ھ)	ابوالقاسم اسماعیل البہیقی ----------	(......)	۱۶۹/۱
۹۷۔	(۴۰۳ھ)	ابوعبداللہ الوراق حنبلی ----------	(......)	۱۶۹/۱
۹۸۔	(۴۰۳ھ)	قاضی ابوبکر الباقلانی المالکی ----------	(......)	۱۶۹/۱
۹۹۔	(۴۰۵ھ)	حسن نیشاپوری الشافعی ----------	(......)	۱۷۰/۱
۱۰۰۔	(۴۰۶ھ)	ابن فورک الشافعی الاشعری ----------	(......)	۱۷۰/۱
۱۰۱۔	(۴۰۶ھ)	ابوحامد الاسفرائینی الشافعی ----------	(۳۴۴ھ)	۱۷۰/۱
۱۰۲۔	(۴۰۶ھ بعدہ)	احمد الخزاعی الشیعی ----------	(......)	۱۷۱/۱
۱۰۳۔	(۴۰۶ھ)	عبدالواحد بن محمد المقدسی حنبلی ----------	(......)	۱۷۱/۱

۱۳۱۔	(۳۶۰ھ تقریباً)	ابوفضل ثابت الشیعی	(......)	۱۸۸/۱
۱۳۲۔	(۴۶۰ھ)	محمد بن حسن الطوسی الشیعی	(۳۵۸ھ)	۱۸۸/۱
۱۳۳۔	(۴۶۱ھ)	عبدالرحمٰن الفورانی	(۳۸۸ھ)	۱۸۸/۱
۱۳۴۔	(۴۶۲ھ)	حسین المروزی الشافعی	(......)	۱۸۸/۱
۱۳۵۔	(۴۴۳ھ)	حمزہ الدیلمی الشیعی	(......)	۱۸۸/۱
۱۳۶۔	(۴۶۳ھ)	الخطیب البغدادی	(۳۹۲ھ)	۱۸۸/۱
۱۳۷۔	(۴۶۵ھ)	عبدالکریم القشیری	(۳۷۶ھ)	۱۸۹/۱
۱۳۸۔	(۴۷۱ھ)	ابوالمظفر الاسفرائینی الشافعی	(......)	۱۸۹/۱
۱۳۹۔	(۴۷۴ھ)	ابوالولید الباجی المالکی	(۴۰۳ھ)	۱۸۹/۱
۱۴۰۔	(۴۷۶ھ)	ابواسحٰق الشیرازی الشافعی	(۳۹۳ھ)	۱۸۹/۱
۱۴۱۔	(۴۷۷ھ)	ابن الصباح الشافعی	(۴۰۰ھ)	۱۹۳/۱
۱۴۲۔	(۴۷۸ھ)	امام الحرمین الجوینی الشافعی	(۴۱۹ھ)	۱۹۳/۱
۱۴۳۔	(۴۷۸ھ)	عبدالرحمٰن المتولی الشافعی	(۴۲۶ھ)	۲۰۱/۱
۱۴۴۔	(۴۷۹ھ)	ابوالحسن القیروانی المالکی	(......)	۲۰۲/۱
۱۴۵۔	(۴۸۰ھ تقریباً)	احمد الخزاعی الشیعی	(......)	۲۰۲/۱
۱۴۶۔	(۴۸۰ھ)	شافعی بن صالح حنبلی	(......)	۲۰۲/۱
۱۴۷۔	(۴۸۲ھ)	فخر الاسلام البزدوی الحنفی	(۴۰۰ھ)	۲۰۲/۱
۱۴۸۔	(۴۸۲ھ)	ابوالعباس الجرجانی شافعی	(......)	۲۰۴/۱
۱۴۹۔	(۴۸۳ھ)	شمس الائمہ السرخسی حنفی	(......)	۲۰۴/۱
۱۵۰۔	(۴۸۳ھ بعدہ)	احمد الابیوردی	(......)	۲۰۵/۱
۱۵۱۔	(۴۸۶ھ)	یعقوب بن ابراہیم حنبلی	(......)	۲۰۵/۱
۱۵۲۔	(۴۸۶ھ)	ابوالفرج عبدالواحد بن محمد حنبلی	(......)	۲۰۵/۱
۱۵۳۔	(۴۸۸ھ)	قاضی ابوبکر الشاشی	(۴۰۰ھ)	۲۰۵/۱
۱۵۴۔	(۴۸۸ھ)	ابویوسف القزوینی المعتزلی	(۳۹۲ھ)	۲۰۵/۱
۱۵۵۔	(۴۸۸ھ)	روزق اللہ التمیمی حنبلی	(۴۰۱)	۲۰۵/۱
۱۵۶۔	(۴۸۹ھ)	ابوالمظفر السمعانی الحنفی ثم الشافعی	(......)	۲۰۵/۱
۱۵۷۔	(۴۹۳ھ)	ابوالقاسم الباجی المالکی	(......)	۲۰۶/۱

نمبر	وفات	نام	ولادت	حوالہ
۱۵۸	(متوفی پانچویں صدی ہجری)	عبدالوہاب البغدادی الشافعی	(......)	۱/۲۰۶
۱۵۹	(متوفی پانچویں صدی ہجری)	عبدالوہاب بن احمد حنبلی	(......)	۱/۲۰۶
۱۶۰	(۵۰۴ھ)	الکیا الہراسی شافعی	(۴۵۰ھ)	۱/۲۰۶
۱۶۱	(۵۰۵ھ)	حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی	(۴۵۰ھ)	۱/۲۰۶
۱۶۲	(۵۱۰ھ)	ابوالخطاب الکلوذانی حنبلی	(۴۳۲ھ)	۱/۲۱۷
۱۶۳	(۵۱۲ھ)	ابوبکر الارسابندی الحنفی	(......)	۱/۲۱۷
۱۶۴	(۵۱۳ھ)	ابوالوفاء بن عقیل حنبلی	(۴۳۱ھ)	۱/۲۱۷
۱۶۵	(۵۱۴ھ)	عبدالرحیم القشیری الشافعی	(......)	۱/۲۱۷
۱۶۶	(۵۱۷ھ)	احمد بن عثمان الفیحی	(......)	۱/۲۱۸
۱۶۷	(۵۲۰ھ)	ابن البرہان الشافعی	(۴۷۹ھ)	۱/۲۱۸
۱۶۸	(۵۲۰ھ)	قاضی ابوالولید بن رشید مالکی	(۴۵۵ھ)	۱/۲۲۰
۱۶۹	(۵۲۰ھ)	ابوبکر الطرطوشی مالکی	(۴۵۱ھ)	۱/۲۲۰
۱۷۰	(۵۲۱ھ)	ابن السید البطلیوسی مالکی	(۴۴۴ھ)	۱/۲۲۰
۱۷۱	(۵۲۲ھ)	حسین للامشی	(۴۴۱ھ)	۱/۲۲۰
۱۷۲	(۵۲۳ھ)	الیابری المالکی	(......)	۱/۲۲۰
۱۷۳	(۵۲۶ھ بعدہ)	ابوالطاہر التنوخی مالکی	(......)	۱/۲۲۱
۱۷۴	(۵۲۷ھ)	الغراء محمد بن محمد الحنبلی	(۴۷۵ھ)	۱/۲۲۱
۱۷۵	(۵۲۷ھ)	ابوالحسن بن الزاغونی حنبلی	(۴۵۵ھ)	۱/۲۲۱
۱۷۶	(۵۲۹ھ)	امیر بن ابی الصلت الاندلسی	(......)	۱/۲۲۱
۱۷۷	(۵۳۲ھ)	ابوالحسن الکرخی شافعی	(۲۵۵)	۱/۲۲۱
۱۷۸	(۵۳۳ھ)	ابن الخشاب شافعی	(......)	۱/۲۲۲
۱۷۹	(۵۳۳ھ)	عبدالعزیز النسفی حنفی	(......)	۱/۲۲۲
۱۸۰	(۵۳۶ھ)	امام المازری مالکی	(۴۵۳ھ)	۱/۲۲۲
۱۸۱	(۵۳۶ھ)	صدر الشہید حنفی	(۴۸۳ھ)	۱/۲۲۲
۱۸۲	(۵۳۹ھ بعدہ)	محمود بن زید للامشی حنفی ماتریدی	(......)	۱/۲۲۲
۱۸۳	(۵۳۶ھ)	ابن حنبلی الواعظ	(......)	۱/۲۲۳
۱۸۴	(۵۳۸ھ)	جاراللہ الزمخشری شافعی	(۴۱۷ھ)	۱/۲۲۳

نمبر	سن وفات	نام	سن ولادت	حوالہ
۱۸۵۔	(۵۴۰ھ)	علاء الدین السمرقندی حنفی	(......)	۲۲۴/۱
۱۸۶۔	(۵۴۳ھ)	قاضی ابوبکر بن العربی مالکی	(۴۶۸ھ)	۲۲۴/۱
۱۸۷۔	(۵۴۳ھ)	فخر الدین الرازی شافعی	(......)	۲۲۵/۱
۱۸۸۔	(۵۴۳ھ)	ابوالمحاسن البیہقی	(......)	۲۲۵/۱
۱۸۹۔	(۵۴۸ھ)	ابوالفتح شہرستانی اشعری	(۴۶۹ھ)	۲۲۵/۱
۱۹۰۔	(۵۵۱ھ)	ابومحمد بن عبداللہ الشلبی مالکی	(۴۸۴ھ)	۲۲۵/۱
۱۹۱۔	(۵۵۲ھ)	علاء الدین ابوبکر حنفی	(۴۸۸ھ)	۲۲۵/۱
۱۹۲۔	(۵۵۲ھ)	ابن الخل الشافعی	(۴۸۲ھ)	۲۲۵/۱
۱۹۳۔	(۵۵۳ھ)	ابوبکر القلیعی مالکی	(......)	۲۲۵/۱
۱۹۴۔	(۵۵۳ھ)	علاء الدین الحنفی	(......)	۲۲۵/۱
۱۹۵۔	(۵۵۳ھ)	ابوبکر ظہیر بلخی	(......)	۲۲۵/۱
۱۹۶۔	(۵۵۳ھ)	ابن النفری مالکی	(......)	۲۲۶/۱
۱۹۷۔	(۵۶۰ھ)	ابن ھبیرہ حنبلی	(......)	۲۲۶/۱
۱۹۸۔	(۵۶۲ھ)	ابوالماخر الکردی حنفی	(......)	۲۲۶/۱
۱۹۹۔	(۵۶۳ھ)	عبدالعزیز النسفی حنفی	(......)	۲۲۶/۱
۲۰۰۔	(۵۶۵ھ)	ابوالحسن البیہقی	(۴۹۹ھ)	۲۲۶/۱
۲۰۱۔	(۵۶۷ھ)	ابوالحسن الاندلسی	(......)	۲۲۶/۱
۲۰۲۔	(۵۶۷ھ)	ضیاء الدین القرطبی مالکی	(......)	۲۲۷/۱
۲۰۳۔	(۵۶۸ھ)	ابن صافی ملک النحاۃ شافعی	(۴۸۹ھ)	۲۲۷/۱
۲۰۴۔	(۵۷۰ھ)	اسعد الکرابیسی	(......)	۲۲۷/۱
۲۰۵۔	(۵۷۰ھ)	عبدالرحمٰن ابن الانباری	(۵۱۳ھ)	۲۲۷/۱
۲۰۶۔	(۵۷۲ھ)	ابن فتحہ شافعی	(......)	۲۲۷/۱
۲۰۷۔	(۵۷۳ھ)	صدقہ بن حداد	(۴۷۷ھ)	۲۲۷/۱
۲۰۸۔	(۵۴۸۰ھ)	احمد الکلالی	(......)	۲۲۷/۱
۲۰۹۔	(۵۸۰ھ)	حسن المسیلی	(......)	۲۲۸/۱
۲۱۰۔	(۵۸۱ھ)	ابوطاہر اسکندرانی مالکی	(......)	۲۲۸/۱
۲۱۱۔	(۵۸۵ھ)	ابن زہرہ حلبی امامی	(۵۱۱ھ)	۲۲۹/۱

۲۱۲۔	(۵۸۹ھ بعدہ)	ابوثابت الدیلمی ----------------	(......)	۲۲۹/۱
۲۱۳۔	(۵۸۹ھ)	احمد الطالقانی شافعی ----------------	(......)	۲۲۸/۱
۲۱۴۔	(۵۹۳ھ)	احمد الغزنوی حنفی ----------------	(......)	۲۲۸/۱
۲۱۵۔	(۵۹۵ھ)	ابوالولید محمد بن رشد الحفید مالکی ----------------	(۵۲۰ھ)	۲۲۸/۱
۲۱۶۔	(۵۹۷ھ)	ابن الجوزی حنبلی ----------------	(۵۰۸ھ)	۲۳۴/۱
۲۱۷۔	(۵۹۸ھ)	ابن عتیق قرطبی مالکی ----------------	(۵۲۳ھ)	۲۳۴/۱
۲۱۸۔	(۶۰۰ھ تقریباً)	العسنی الزیدی ----------------	(......)	۲۳۴/۱
۲۱۹۔	(۶۰۰ھ)	اسعد العجلی الاصفہانی شافعی ----------------	(۵۱۵ھ)	۲۳۴/۱
۲۲۰۔	(۶۰۴ھ)	کمال الدین مسعود بن علی العنسی ----------------	(......)	۲۵۷/۱
۲۲۱۔	(۶۰۶ھ)	فخر الدین الرازی شافعی ----------------	(۵۴۴ھ)	۲۵۷/۱
۲۲۲۔	(۶۰۸ھ)	عماد الدین الاردبیلی الشافعی ----------------	(۵۳۵ھ)	۲۶۸/۱
۲۲۳۔	(۶۱۰ھ)	اسماعیل بغدادی الازجی ----------------	(۵۴۹ھ)	۲۶۸/۱
۲۲۴۔	(۶۱۱ھ)	السائح الھروی ----------------	(......)	۲۶۸/۱
۲۲۵۔	(۶۱۳ھ تقریباً)	عبداللہ بن اسعد الوزیری الیمنی ----------------	(......)	۲۶۹/۱
۲۲۶۔	(۶۱۳ھ)	حسن الھلکی ----------------	(......)	۲۶۹/۱
۲۲۷۔	(۶۱۵ھ)	ابن زجاجیہ شافعی ----------------	(......)	۲۶۹/۱
۲۲۸۔	(۶۱۶ھ بعدہ)	ابن رمضان الحنفی ----------------	(......)	۲۶۹/۱
۲۲۹۔	(۶۱۶ھ)	عبداللہ العنکبری الحنبلی ----------------	(۵۳۸ھ)	۲۶۹/۱
۲۳۰۔	(۶۱۸ھ)	ابوالحسن الابیاری مالکی ----------------	(۵۵۷ھ)	۲۶۹/۱
۲۳۱۔	(۶۱۹ھ)	ابن بدران الشیعی ----------------	(......)	۲۶۹/۱
۲۳۲۔	(۶۲۰ھ)	ابن قدامہ حنبلی ----------------	(۵۴۱ھ)	۲۶۹/۱
۲۳۳۔	(۶۲۰ھ)	ابو عمران موسیٰ الیمانی شافعی ----------------	(......)	۲۷۰/۱
۲۳۴۔	(۶۲۰ھ تقریباً)	طاہر الحفصی حنفی ----------------	(......)	۲۷۰/۱
۲۳۵۔	(۶۲۱ھ)	مظفر الوارانی شافعی ----------------	(۵۵۸ھ)	۲۷۰/۱
۲۳۶۔	(۶۲۲ھ)	ضیاء الدین المارانی شافعی ----------------	(......)	۲۷۰/۱
۲۳۷۔	(۶۲۲ھ)	الفحر الفارسی شافعی ----------------	(......)	۲۷۱/۱
۲۳۸۔	(۶۲۳ھ)	عبدالکریم الرافعی شافعی ----------------	(۵۵۷ھ)	۲۷۱/۱

۲۳۹-	(۶۲۷ھ)	محمد بن ابوبکر الایکی	(......)	۲۷۱/۱
۲۴۰-	(۶۳۰ھ)	قاضی احمد بن مقبل العدنی شافعی	(۵۵۶ھ)	۲۶۱/۱
۲۴۱-	(۶۳۱ھ)	سیف الدین الامدی شافعی	(۵۵۱ھ)	۲۷۲/۱
۲۴۲-	(۶۳۴ھ)	ابوالمؤید موفق بن محمد الحنفی	(۵۷۹ھ)	۲۷۳/۱
۲۴۳-	(۶۳۵ھ)	صدر الشریعہ الاکبر حنفی	(......)	۲۷۱/۱
۲۴۴-	(۶۳۶ھ)	سید یحییٰ بن حسین الزیدی	(......)	۲۷۳/۱
۲۴۵-	(۶۳۷ھ)	احمد الخوینی شافعی	(۵۸۳ھ)	۲۷۳/۱
۲۴۶-	(۶۳۷ھ)	ابوالحسن الحرالی مالکی	(......)	۲۷۳/۱
۲۴۷-	(۶۳۷ھ)	جمال الدین الحصیری حنفی	(۵۴۶ھ)	۲۷۵/۱
۲۴۸-	(۶۳۸ھ)	ابوالعباس المقدسی شافعی	(......)	۲۷۵/۱
۲۴۹-	(۶۳۹ھ)	سہل الازدی مالکی	(۵۵۹ھ)	۲۷۵/۱
۲۵۰-	(۶۴۰ھ)	العریقی الزیدی	(......)	۲۷۶/۱
۲۵۱-	(۶۴۳ھ)	ابن الصلاح شافعی	(۵۷۷ھ)	۲۷۶/۱
۲۵۲-	(۶۴۴ھ)	حسام الدین الاخسیکشی حنفی	(......)	۲۷۶/۱
۲۵۳-	(۶۴۶ھ)	ابن الحاجب مالکی	(۷۵۰ھ)	۲۷۸/۱
۲۵۴-	(۶۴۷ھ یا ۶۵۱ھ)	ابن الحاج ابوالعباس الازدی مالکی	(......)	۲۸۷/۱
۲۵۵-	(۶۴۸ھ)	عبدالحمید الصدفی مالکی	(۶۰۶ھ)	۲۸۷/۱
۲۵۶-	(۶۵۰ھ)	نقیب الاشرف وقاضی العسکر محمد بن حسین الارموی شافعی	(......)	۲۸۸/۱
۲۵۷-	(۶۵۱ھ بعدہ)	عبدالرحیم المرغینانی حنفی	(......)	۲۸۸/۱
۲۵۸-	(۶۵۲ھ)	عبدالسلام بن تیمیہ حنبلی	(۵۹۰ھ)	۲۸۸/۱
۲۵۹-	(۶۵۵ھ)	شرف الدین ابوعبداللہ المسری الشافعی	(۵۷۰ھ)	۲۹۰/۱
۲۶۰-	(۶۵۶ھ)	قاضی تاج الدین الارموی	(۵۷۰ھ)	۲۹۰/۱
۲۶۱-	(۶۵۶ھ)	شہاب الدین الزنجانی شافعی	(......)	۲۹۹/۱
۲۶۲-	(۶۵۶ھ)	احمد القرطبی مالکی	(۵۷۸ھ)	۳۰۲/۱
۲۶۳-	(۶۵۶ھ)	احمد بن محمد الرصاص زیدی	(......)	۳۰۲/۱
۲۶۴-	(۶۵۶ھ)	عبدالحمید ابی الحدید المعتزلی شیعی	(۵۸۶ھ)	۳۰۲/۱
۲۶۵-	(۶۵۸ھ)	احمد بن عمیرہ ابوالمطرف	(۵۸۲ھ)	۳۰۲/۱

نمبر	سن وفات	نام	سن ولادت	حوالہ
۲۶۶۔	(۶۵۸ھ)	مختار الغزمینی حنفی	(......)	۳۰۲/۱
۲۶۷۔	(۶۶۰ھ)	عز الدین ابن عبد السلام شافعی	(۵۷۷ھ)	۳۰۳/۱
۲۶۸۔	(۶۶۰ھ)	ابن العدیم حنفی	(۵۵۶ھ)	۳۰۳/۱
۲۶۹۔	(۶۶۵ھ)	شہاب الدین ابوشامہ شافعی	(۵۹۶ھ)	۳۰۳/۱
۲۷۰۔	(۶۶۷ھ)	ظہیر الدین محمد بن عمر حنفی	(......)	۳۰۴/۱
۲۷۱۔	(۶۶۷ھ)	عبد الرامشی حنفی	(......)	۳۰۴/۱
۲۷۲۔	(۶۷۱ھ)	عبد الرحیم موصلی شافعی	(۵۹۸ھ)	۳۰۴/۱
۲۷۳۔	(۶۷۱ھ)	عمر بن محمد الخبازی حنفی	(۶۱۰ھ)	۳۰۴/۱
۲۷۴۔	(۶۷۲ھ تقریباً)	سالم المازنی الشیعی	(......)	۳۰۵/۱
۲۷۵۔	(۶۷۳ھ)	احمد بن موسیٰ الطاووس امامی	(......)	۳۰۶/۱
۲۷۶۔	(۶۷۴ھ)	ابوالقاسم شیعی	(......)	۳۰۶/۱
۲۷۷۔	(۶۷۴ھ)	احمد بن محمد النابلسی	(......)	۳۰۶/۱
۲۷۸۔	(۶۷۵ھ)	ابوالفضل الخلاطی	(......)	۳۰۶/۱
۲۷۹۔	(۶۷۶ھ)	جعفر الحلی امامی	(۶۰۲ھ)	۳۰۶/۱
۲۸۰	(۶۷۶ھ)	محی الدین النووی شافعی	(۶۳۱ھ)	۳۰۷/۱
۱۸۱۔	(۶۷۷ھ)	احمد الدشناوی شافعی	(۶۱۵ھ)	۳۰۷/۱
۲۸۲۔	(۶۸۷ھ)	شمس الدین محمد بن (محمود) الاصفہانی	(......)	۳۰۷/۱
۲۸۳۔	(۶۷۹ھ)	حسین بن الناظر	(۶۰۳ھ)	۳۰۷/۱
۲۸۴۔	(۶۸۰ھ)	ابن فلاح	(......)	۳۰۸/۱
۲۸۵۔	(۶۸۱ھ)	ابن ابی البدر حنبلی	(......)	۳۰۸/۱
۲۸۶۔	(۶۸۱ھ)	عبد الرالجبار العکبری حنبلی	(۶۱۹ھ)	۳۰۸/۱
۲۸۷۔	(۶۸۲ھ)	شہاب الدین بن تیمیہ حنبلی	(۶۲۷ھ)	۳۰۸/۱
۲۸۸۔	(۶۸۲ھ)	سراج الدین الارموی شافعی	(۵۴۹ھ)	۳۰۸/۱
۲۸۹۔	(۶۸۳ھ)	ابن المنیر مالکی	(۶۲۰ھ)	۳۲۱/۱
۲۹۰۔	(۶۸۴ھ)	شہاب الدین قرافی مالکی	(۶۲۶ھ)	۳۲۲/۱
۲۹۱۔	(۶۸۴ھ)	ابواسحاق الوزیری	(......)	۳۲۲/۱
۲۹۲۔	(۶۸۵ھ)	محمد بن عبد اللہ القفصی	(......)	۳۲۶/۱
۲۹۳۔	(۶۸۵ھ)	قاضی بیضاوی شافعی	(......)	۳۲۶/۱

۳۲۲۔	(۷۱۲ھ)	عزالدین البغدادی الحنبلی مالکی	(......)	۱/۳۷۱
۳۲۳۔	(۷۱۴ھ)	علاءالدین الباجی شافعی	(۶۳۱ھ)	۱/۳۷۱
۳۲۴۔	(۷۱۴ھ)	محمد بن احمد الترکمانی حنفی	(......)	۱/۳۷۲
۳۲۵۔	(۷۱۵ھ)	صفی الدین الہندی شافعی	(۶۴۴ھ)	۱/۳۷۲
۳۲۶۔	(۷۱۵ھ)	رکن الدین الاستر آبادی شافعی	(۶۴۵ھ)	۱/۳۷۲
۳۲۷۔	(۷۱۶ھ)	نجم الدین الطوفی الصرصری حنبلی	(۶۷۳ھ)	۱/۳۷۲
۳۲۸۔	(۷۱۶ھ)	صدرالدین بن الوکیل شافعی	(۶۶۵ھ)	۱/۳۷۳
۳۲۹۔	(۷۱۶ھ)	شمس الدین خطیب الجزری شافعی	(۶۳۷ھ)	۱/۳۷۳
۳۳۰۔	(۷۱۷ھ بعدہ)	الخطاب القرہ صاری	(......)	۱/۳۷۴
۳۳۱۔	(۷۱۸ھ)	محمد بن محمد الواسطی شافعی	(......)	۱/۳۷۴
۳۳۲۔	(۷۲۱ھ)	ابراہیم بن ھبۃ اللہ شافعی	(......)	۱/۳۷۴
۳۳۳۔	(۷۲۱ھ)	ابن النباء المرکشی نالکی	(......)	۱/۳۷۴
۳۳۴۔	(۷۲۳ھ)	ابن الشاط الانصاری السبتی مالکی	(۶۴۳ھ)	۱/۳۷۴
۳۳۵۔	(۷۲۳ھ)	ابوعبداللہ محمد بن علی	(......)	۱/۳۷۵
۳۳۶۔	(۷۲۴ھ)	ابوالعباس بن النباء مالکی	(۶۵۴ھ)	۱/۳۷۵
۳۳۷۔	(۷۲۵ھ)	سراج الدین الارمتی شافعی	(......)	۱/۳۷۵
۳۳۸۔	(۷۲۶ھ)	ابوعبداللہ التونسی مالکی	(......)	۱/۳۷۵
۳۳۹۔	(۷۲۶ھ)	حسن (حسین) ابن المطہری الحلی الشیعی	(۶۴۸ھ)	۱/۳۷۵
۳۴۰۔	(۷۲۸ھ)	تقی الدین بن تیمیہ حنبلی	(۶۶۱ھ)	۱/۳۷۶
۳۴۱۔	(۷۲۸ھ)	احمد المقدسی ابن جبارہ الحنبلی	(۶۴۷ھ)	۱/۳۷۸
۳۴۲۔	(۷۲۹ھ)	ابن الزیات الکلاعی مالکی	(۶۴۹ھ)	۱/۳۷۸
۳۴۳۔	(۷۳۰ھ)	علامہ القونوی الشافعی	(۶۶۸ھ)	۱/۳۷۸
۳۴۴۔	(......)	برہان الدین (ابن الفرکاح) القراری شافعی	(......)	۱/۳۷۸
۳۴۵۔	(۷۳۰ھ)	عبدالعزیز بخاری حنفی	(......)	۱/۳۷۸
۳۴۶۔	(۷۳۰ھ)	القرہ حصاری حنفی	(......)	۱/۳۷۹
۳۴۷۔	(۷۳۲ھ)	بدرالدین التستری شافعی	(......)	۱/۳۷۹
۳۴۸۔	(۷۳۲ھ)	ابراہیم الجعبری شافعی	(۶۴۰ھ)	۱/۳۷۹
۳۴۹۔	(۷۳۲ھ)	اسماعیل ابوالفداء	(۶۷۲ھ)	۱/۳۷۹

نمبر	سن وفات	نام	سن ولادت	حوالہ
۳۵۰-	(۷۳۳ھ)	ابو البقاء محمد بن ابراہیم شافعی	(......)	۳۸۰/۱
۳۵۱-	(۷۳۳ھ)	شجاع الدین الطرازی حنفی	(۶۷۱ھ)	۳۸۰/۱
۳۵۲-	(۷۳۵ھ)	تاج الدین الرازی شیعی	(......)	۳۸۰/۱
۳۵۳-	(۷۳۶ھ)	ابو عبداللہ القفصی مالکی	(......)	۳۸۰/۱
۳۵۴-	(۷۳۶ھ)	مصلح الدین التبریزی حنفی	(۶۶۹ھ)	۳۸۰/۱
۳۵۵-	(۷۳۷ھ)	احمد بن نور	(......)	۳۸۱/۱
۳۵۶-	(۷۳۸ھ)	زین الدین بن المرحل	(۶۹۰ھ تقریباً)	۳۸۱/۱
۳۵۷-	(۷۳۹ھ)	صفی الدین البغدادی حنبلی	(۶۵۸ھ)	۳۸۱/۱
۳۵۸-	(۷۳۹ھ)	اسماعیل بن خلیل حنفی	(......)	۳۸۲/۱
۳۵۹-	(۷۳۹ھ)	ابن خطیب جبیرین	(۶۲۲ھ)	۳۸۲/۱
۳۶۰-	(۷۳۹ھ)	فخر الدین الطائی حلبی شافعی	(۶۶۳ھ)	۳۸۲/۱
۳۶۱-	(۷۳۹ھ)	جلال الدین القزوینی شافعی	(۶۶۶ھ)	۳۸۲/۱
۳۶۲-	(۷۴۰ھ)	اسماعیل الزملکونی شافعی	(......)	۳۸۳/۱
۳۶۳-	(۷۴۱ھ)	التادلی الفاسی مالکی	(......)	۳۸۳/۱
۳۶۴-	(۷۴۱ھ)	ابن جزی الغرناطی مالکی	(۶۹۳ھ)	۳۸۳/۱
۳۶۵-	(۷۴۱ھ)	ابراہیم الحربی حنبلی	(......)	۳۸۳/۱
۳۶۶-	(۷۴۱ھ)	مشائخ الحبیبی حنبلی	(......)	۳۸۳/۱
۳۶۷-	(۷۴۱ھ)	عبداللہ بن علی الکنانی الغرناطی مالکی	(۶۶۹ھ)	۳۸۳/۱
۳۶۸-	(۷۴۲ھ)	ابراہیم القاقسی مالکی	(۶۹۷ھ تقریباً)	۳۸۳/۱
۳۶۹-	(۷۴۳ھ)	برہان الدین الجعبری شافعی	(......)	۳۸۴/۱
۳۷۰-	(۷۴۴ھ)	تاج الدین ابن الترکمانی	(۶۸۱ھ)	
۳۷۱-	(۷۴۵ھ)	الخلخالی شافعی	(......)	۳۸۵/۱
۳۷۲-	(۷۴۶ھ)	علاء الدین القدسی حنفی	(......)	۳۸۵/۱
۳۷۳-	(۷۴۶ھ)	فخر الدین الجاربردی شافعی	(......)	۳۸۵/۱
۳۷۴-	(۷۴۶ھ)	تاج الدین الاردبیلی شافعی	(۶۶۷ھ)	۳۸۵/۱
۳۷۵-	(۷۴۷ھ)	صدر الشریعۃ الاصغر حنفی	(......)	۳۸۶/۱
۳۷۶-	(۷۴۸ھ)	قوام الدین الکرمانی حنفی	(۶۶۴ھ)	۳۹۲/۱
۳۷۷-	(۷۴۹ھ)	نور الدین الاردبیلی	(......)	۳۹۲/۱

۴۰۶-	(۷۶۷ھ)	جلال الدین الکرانی حنفی	(.....)	۳۹۸/۱
۴۰۷-	(۷۶۹ھ)	احمد بن النقیب	(۷۰۲ھ)	۳۹۹/۱
۴۰۸-	(۷۶۹ھ)	محمد بن عبداللہ الشبلی حنفی	(۷۱۲ھ)	۳۹۹/۱
۴۰۹-	(۷۷۱ھ)	محمود ابن احمد ابو الثناء القنوی	(.....)	۳۹۹/۱
۴۱۰-	(۷۷۱ھ)	تاج الدین السبکی شافعی	(۷۲۷ھ)	۳۹۹/۱
۴۱۱-	(۷۷۱ھ)	محمد الشریف التلمسانی مالکی	(۷۱۰ھ)	۴۰۶/۱
۴۱۲-	(۷۷۱ھ)	محمد بن حسن المالقی مالکی	(.....)	۴۰۸/۱
۴۱۳-	(۷۷۱ھ)	احمد بن قاضی الجبیل حنبلی	(۶۹۳ھ)	۴۰۸/۱
۴۱۴-	(۷۷۲ھ)	عبدالرحیم الاسنوی شافعی	(۷۰۴ھ)	۴۰۹/۱
۴۱۵-	(۷۷۳ھ)	ابو حامد بہاؤ الدین السبکی	(۷۱۹ھ)	۴۱۵/۱
۴۱۶-	(۷۷۳ھ)	عمر بن اسحاق الغزنوی حنفی	(۷۰۴ھ)	۴۱۵/۱
۴۱۷-	(۷۷۴ھ)	یحییٰ الرھونی مالکی	(.....)	۴۱۶/۱
۴۱۸-	(۷۷۵ھ)	منصور الخوارزمی حنفی	(.....)	۴۱۶/۱
۴۱۹-	(۷۷۶ھ)	شمس الدین الغماری مالکی	(.....)	۴۱۶/۱
۴۲۰-	(۷۷۶ھ)	عبداللہ الحسینی النیشاپوری حنفی	(.....)	۴۱۶/۱
۴۲۱-	(۷۷۶ھ)	لسان الدین التلمسانی مالکی	(۷۱۳ھ)	۴۱۷/۱
۴۲۲-	(۷۷۶ھ)	الحسینی الواسطی شافعی	(۷۱۷ھ)	۴۱۷/۱
۴۲۳-	(۷۷۶ھ)	عبداللہ بن محمد بقرکار	(.....)	۴۱۷/۱
۴۲۴-	(۷۷۶ھ)	لسان الدین ابن الخطیب	(۷۱۳ھ)	۴۱۷/۱
۴۲۵-	(۷۷۶ھ)	احمد الاربدی شافعی	(.....)	۴۱۷/۱
۴۲۶-	(۷۷۷ھ)	جمال الدین القونوی حنفی	(.....)	۴۱۷/۱
۴۲۷-	(۷۷۷ھ)	بہاؤ الدین السبکی شافعی	(.....)	۴۱۸/۱
۴۲۸-	(۷۷۷ھ)	علی بن ابراہیم ابن الشاطر	(۷۰۴ھ)	۴۱۸/۱
۴۲۹-	(۷۷۷ھ)	احمد الشار مساحی شافعی	(.....)	۴۱۸/۱
۴۳۰-	(۷۷۹ھ)	محمد بن عثمان الزرعی	(.....)	۴۱۸
۴۳۱-	(۷۷۹ھ)	احمد بن علی البلبیسی حنفی	(.....)	۴۱۸/۱
۴۳۲-	(۷۸۰ھ)	ضیاء القزوینی شافعی	(.....)	۴۱۸/۱
۴۳۳-	(۷۸۰ھ)	ابن الحرانیہ الماردینی حنفی	(۷۰۲ھ)	۴۱۹/۱

۴۳۴۔	(۷۸۰ھ)	ابوجعفر الثقفی مالکی	(۷۲۷ھ)	۴۱۹/۱
۴۳۵۔	(۷۸۲ھ)	ابن منصور الدمشقی حنفی	(۷۱۷ھ)	۴۱۹/۱
۴۳۶۔	(۷۸۶ھ)	اکمل الدین البابیرتی حنفی	(۷۱۴ھ)	۴۱۹/۱
۴۳۷۔	(۷۸۶ھ)	شمس الدین الکرمانی شافعی	(۷۱۷ھ)	۴۲۰/۱
۴۳۸۔	(۷۸۷ھ)	فضل اللہ الشامکانی شافعی	(......)	۴۲۰/۱
۴۳۹۔	(۷۸۸ھ)	سریجا الملطی شافعی	(۷۹۲ھ)	۴۲۰/۱
۴۴۰۔	(۷۹۰ھ)	ابواسحاق الشاطبی مالکی	(......)	۴۲۱/۱
۴۴۱۔	(۷۹۱ھ)	سعد الدین التفتازانی	(۷۱۲ھ)	۴۲۶/۱
۴۴۲۔	(۷۹۱ھ)	عمر بن ارسلان البلقینی شافعی	(۷۵۷ھ)	۴۲۷/۱
۴۴۳۔	(۷۹۲ھ)	محمد بن سلیمان الصرخدی شافعی	(۷۳۰ھ)	۴۲۷/۱
۴۴۴۔	(۷۹۲ھ بعدہ)	ابوعبداللہ الیسوری شیعی	(......)	۴۲۷/۱
۴۴۵۔	(۷۹۳ھ)	خواجہ زادہ حنفی	(......)	۴۲۷/۱
۴۴۶۔	(۷۹۳ھ)	جلال الدین التبانی	(......)	۴۲۷/۱
۴۴۷۔	(۷۹۴ھ)	بدر الدین الزرکشی شافعی	(۷۴۵ھ)	۴۲۸/۱
۴۴۸۔	(۷۹۵ھ)	ابوالعباس الربعی مالکی	(......)	۴۳۳/۱
۴۴۹۔	(۷۹۵ھ)	احمد البقاعی	(۷۲۲ھ)	۴۳۴/۱
۴۵۰۔	(۷۹۵ھ)	احمد السیرامی	(......)	۴۳۴/۱
۴۵۱۔	(۷۹۵ھ)	حافظ ابن رجب حنبلی	(۷۳۶ھ)	۴۳۵/۱
۴۵۲۔	(۷۹۷ھ)	احمد بن الجابی شافعی	(......)	۴۳۶/۱
۴۵۳۔	(۷۹۷ھ)	ابن العاقولی شافعی	(......)	۴۳۶/۱
۴۵۴۔	(۷۹۹ھ)	ابن فرحون مالکی	(۷۱۹ھ)	۴۳۶/۱
۴۵۵۔	(۸۰۰ھ)	احمد الارزنجانی	(......)	۴۳۷/۱
۴۵۶۔	(۸۰۰ھ)	احمد الیسواسی حنفی	(......)	۴۳۷/۱
۴۵۷۔	(۸۰۱ھ)	ابوالعباس ابن القنسی الزبیر مالکی	(۷۴۰)	۴۶۴/۱
۴۵۸۔	(۸۰۱ھ)	عبداللطیف بن ملک حنفی	(......)	۴۶۴/۱
۴۵۹۔	(۸۰۱ھ)	علاء الاسود رومی حنفی	(......)	۴۶۵/۱
۴۶۰۔	(۸۰۲ھ)	سعد الدین خیرآبادی	(......)	۴۶۵/۱
۴۶۱۔	(۸۰۲ھ)	ابراہیم الابناسی شافعی	(۷۲۵ھ)	۴۶۵/۱

۴۹۰۔	(۸۲۹ھ)	ابوبکر غرناطی مالکی	(۷۶۰ھ)	۴۷۲/۱
۴۹۱۔	(۸۳۱ھ)	محمد بن عبدالدایم البرماوی شافعی	(۷۶۳ھ)	۴۷۳/۱
۴۹۲۔	(۸۳۳ھ)	محمد بن محمد الجزری شافعی	(۷۵۱ھ)	۴۷۳/۱
۴۹۳۔	(۸۳۳ھ)	احمد القسیری ابن العجمی حنفی	(۷۷۷ھ)	۴۷۳/۱
۴۹۴۔	(۸۳۴ھ)	شمس الدین القاری حنفی	(۷۵۱ھ)	۴۷۳/۱
۴۹۵۔	(۸۳۸ھ)	محمد بن عبدالقادر الواسطی شافعی	(......)	۴۷۴/۱
۴۹۶۔	(۸۴۰ھ)	احمد المہدی الزیدی	(۷۷۵ھ)	۴۷۴/۱
۴۹۷۔	(۸۴۰ھ)	محمد شاہ الفناری حنفی	(......)	۴۷۵/۱
۴۹۸۔	(۸۴۱ھ)	علاؤ الدین رومی حنفی	(۷۵۶ھ)	۴۷۵/۱
۴۹۹۔	(۸۴۲ھ)	محمد بن احمد السیاطی مالکی	(۷۵۶ھ)	۴۷۵/۱
۵۰۰۔	(۸۴۳ھ)	محمد بن عمر الخصوصی شافعی	(......)	۴۷۵/۱
۵۰۱۔	(۸۴۴ھ)	احمد بن حسین الرملی شافعی	(۷۷۳ھ)	۴۷۵/۱
۵۰۲۔	(۸۴۴ھ)	احمد المحلی شافعی	(......)	۴۷۶/۱
۵۰۳۔	(۸۴۴ھ)	ابن عمار مالکی	(۷۶۷ھ)	۴۷۶/۱
۵۰۴۔	(۸۴۴ھ)	ابن السیر فی شافعی	(......)	۴۷۶/۱
۵۰۵۔	(۸۴۵ھ)	ابن زاغو التلمسانی مالکی	(۷۸۲ھ)	۴۷۶/۱
۵۰۶۔	(۸۴۹ھ)	شہاب الدین دولت آبادی حنفی	(......)	۴۷۷/۱
۵۰۷۔	(۸۴۹ھ)	صلاح بن علی المہدی زیدی	(......)	۴۷۷/۱
۵۰۸۔	(۸۵۰ھ تقریباً)	ابراہیم القیاقجی شافعی	(......)	۴۷۷/۱
۵۰۹۔	(۸۵۲ھ)	یوسف بن عبدالملک قرسنان حنفی	(......)	۴۷۷/۱
۵۱۰۔	(۸۵۲ھ)	احمد بن حجر العسقلانی	(۷۷۳ھ)	۴۷۷/۱
۵۱۱۔	(۸۵۲ھ)	اسماعیل المقدسی شافعی	(۷۸۲ھ)	۴۷۸/۱
۵۱۲۔	(۸۵۳ھ)	خضر شاہ المنتشوری	(......)	۴۷۸/۱
۵۱۳۔	(۸۵۴ھ)	محمد بن الضیاء حنفی	(۷۸۹ھ)	۴۷۸/۱
۵۱۴۔	(۸۵۵ھ)	حسین الاحدل شافعی	(۷۷۹ھ)	۴۷۸/۱
۵۱۵۔	(۸۵۵ھ)	ابوبکر السیوطی شافعی	(۸۰۴ھ)	۴۷۸/۱
۵۱۶۔	(۸۵۷ھ)	محب الدین النویری	(......)	۴۷۹/۱
۵۱۷۔	(۸۵۷ھ بعدہ)	محمد بن محمود الحسینی حنفی	(......)	۴۷۹/۱

۵۱۸۔	(۸۵۹ھ)	مولانا زادہ حنفی	(......)	۴۷۹/۱
۵۱۹۔	(۸۶۰ھ)	علی بن یوسف الغزولی شافعی	(......)	۴۷۹/۱
۵۲۰۔	(۸۶۱ھ)	زین الدین ابن نجیم	(......)	۴۷۹/۱
۵۲۱۔	(۸۶۱ھ)	ابن الہمام حنفی	(۷۹۰ھ)	۴۷۹/۱
۵۲۲۔	(۸۶۳ھ)	احمد بن اسحاق الشیر ازی	(......)	۴۷۹/۱
۵۲۳۔	(۸۶۴ھ)	جلال الدین المحلی شافعی	(۷۹۱ھ)	۴۸۲/۱
۵۲۴۔	(۸۶۶ھ)	ابراہیم القازی	(......)	۴۸۲/۱
۵۲۵۔	(۸۷۰ھ)	بدر الدین مالکی	(......)	۴۸۲/۱
۵۲۶۔	(۸۷۱ھ بعدہ)	اسماعیل ابن معلی شافعی	(۸۲۸ھ)	۴۸۲/۱
۵۲۷۔	(۸۷۱ھ بعدہ)	وجیہ الدین الازنجانی حنفی	(۸۷۱ھ)	۴۸۳/۱
۵۲۸۔	(۸۷۲ھ)	احمد الشمنی حنفی	(۸۰۱ھ)	۴۸۳/۱
۵۲۹۔	(۸۷۳ھ)	محمد بن عبدالوہاب المقدسی شافعی	(......)	۴۸۳/۱
۵۳۰۔	(۸۷۴ھ)	کمال الدین امام الکاملیہ شافعی	(......)	۴۸۳/۱
۵۳۱۔	(۸۷۴ھ)	عبدالکریم رومی حنفی	(......)	۴۸۳/۱
۵۳۲۔	(۸۷۵ھ)	ابو العباس الیزلیطنی مالکی	(......)	۴۸۳/۱
۵۳۳۔	(۸۷۵ھ)	الشاہروردی مصنفک حنفی	(۸۰۳ھ)	۴۹۰/۱
۵۳۴۔	(۸۷۵ھ)	عبدالرحمن ابن مخلوف الثعالبی	(۷۸۶ھ)	۴۹۰/۱
۵۳۵۔	(۸۷۶ھ)	احمد بن ابراہیم العسقلانی حنبلی	(۸۰۰ھ)	۴۹۰/۱
۵۳۶۔	(۸۷۸ھ)	عمر بن احمد البلبیسی شافعی	(......)	۴۹۱/۱
۵۳۷۔	(۸۷۹ھ)	ابن قطلو بغا حنفی	(۸۰۲ھ)	۴۹۱/۱
۵۳۸۔	(۸۸۰ھ)	ابن عبدالہادی حنبلی	(......)	۴۹۱/۱
۵۳۹۔	(۸۸۰ھ)	عبدالقادر الانصاری مالکی	(۸۱۴ھ)	۴۹۲/۱
۵۴۰۔	(۸۸۱ھ	سیف الدین الکتمر ی حنفی	(۷۹۷ھ)	۴۹۲/۱
۵۴۱۔	(۸۸۲ھ)	سعد الدین خیر آبادی حنفی	(......)	۴۹۲/۱
۵۴۲۔	(۸۸۳ھ)	احمد الابشیطی حنبلی	(۸۰۲ھ)	۴۹۲/۱
۵۴۳۔	(۸۸۳ھ)	ابوبکر الجراعی حنبلی	(۸۲۵ھ)	۴۹۲/۱
۵۴۴۔	(۸۸۴ھ)	برہان الدین بن مفلح حنبلی	(۸۱۵ھ)	۴۹۳/۱
۵۴۵۔	(۸۸۵ھ)	علاء الدین المرداوی حنبلی	(۸۱۷ھ)	۴۹۳/۱

۵۷۴۔ (۹۰۱ھ) ابن جماعہ شافعی ---------- (۸۳۳ھ)
۵۷۵۔ (۹۰۱ھ بعدہ) ابراہیم بن محمد القباقی شافعی ---------- (......)
۵۷۶۔ (۹۰۱ھ) مصلح الدین کستلی حنفی ---------- (......)
۵۷۷۔ (۹۰۲ھ) داؤد القلقاوی مالکی ---------- (......)
۵۷۸۔ (۹۰۳ھ) صدر الدین الشیرازی حنفی ---------- (۸۲۸ھ)
۵۷۹۔ (۹۰۵ھ) ابو المعالی المقدسی شافعی ---------- (۸۲۲ھ)
۵۸۰۔ (۹۰۵ھ) احمد بن الصیرفی شافعی ---------- (۸۲۹ھ)
۵۸۱۔ (۹۰۵ھ) خالد الازہری شافعی ---------- (۸۳۸ھ)
۵۸۲۔ (۹۰۶ھ) محمد بن صفی الدین الایجی شافعی ---------- (۸۳۲ھ)
۵۸۳۔ (۹۰۶ھ) یوسف بن حسین الکرماستی رومی حنفی ---------- (......)
۵۸۴۔ (۹۰۷ھ) احمد اشعراوی ---------- (......)
۵۸۵۔ (۹۰۷ھ) الدوانی شافعی ---------- (۸۳۰ھ)
۵۸۶۔ (۹۰۸ھ) حمد (حمید) اللہ بن افضل حنفی ---------- (......)
۵۸۷۔ (۹۱۱ھ) جلال الدین السیوطی شافعی ---------- (۸۴۹ھ)
۵۸۸۔ (۹۱۱ھ) الیار حصار حنفی ---------- (......)
۵۸۹۔ (۹۱۱ھ) محمد بن مصلح الدین البالیکسری ---------- (......)
۵۹۰۔ (۹۱۲ھ) سلیمان الجیری مالکی ---------- (۸۳۶ھ)
۵۹۱۔ (۹۱۴ھ) ابراہیم الوزیری زیدی ---------- (۸۳۴ھ)
۵۹۲۔ (۹۱۶ھ بعدہ) علاء الدین الحجازی شافعی ---------- (......)
۵۹۳۔ (۹۱۶ھ) احمد الہروی حفید السعد ---------- (......)
۵۹۴۔ (۹۲۱ھ) عبد البر ابن الشحنہ حنفی ---------- (۸۵۱ھ)
۵۹۵۔ (۹۲۲ھ) قوام الدین شیرازی حنفی ---------- (......)
۵۹۶۔ (۹۲۳ھ) ابن ابی شریف المقدسی شافعی ---------- (۶۳۸ھ)
۵۹۷۔ (۹۲۳ھ) الہ داد الجونپوری حنفی ---------- (......)
۵۹۸۔ (۹۲۵ھ) عبد اللہ باکثیر الحضرمی شافعی ---------- (......)
۵۹۹۔ (۹۲۶ھ) شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی ---------- (۸۲۶ھ)
۶۰۰۔ (۹۲۶ھ) جلال الدین مصری مالکی ---------- (......)
۶۰۱۔ (۹۲۶ھ) محمد بن محمد البردعی حنفی ---------- (......)

۶۰۲۔	(۹۲۷ھ)	حکیم شاہ القزوینی حنفی	(......)	۵۲۱/۱
۶۰۳۔	(۹۲۸ھ)	احمد الشماخی اباضی	(......)	۵۲۱/۱
۶۰۴۔	(۹۲۹ھ)	الیاس الرونی	(۸۳۹ھ)	۵۲۱/۱
۶۰۵۔	(۹۲۹ھ)	حسن الناصر المؤید الحسنی الیمنی	(۸۶۲ھ)	۵۲۱/۱
۶۰۶۔	(۹۳۲ھ)	عبد العلی البرجندی حنفی	(......)	۵۲۱/۱
۶۰۷۔	(۹۳۳ھ)	بدر الدین حسن العاملی امامی	(......)	۵۲۱/۱
۶۰۸۔	(۹۴۰ھ)	ابن کمال پاشا	(......)	۵۲۲/۱
۶۰۹۔	(۹۴۲ھ)	محمد بن ابراہیم التتائی مالکی	(......)	۵۲۲/۱
۶۱۰۔	(۹۴۳ھ)	احمد القریمی	(......)	۵۲۳/۱
۶۱۱۔	(۹۴۴ھ)	عبد الرحیم شیخ زادہ امامی	(......)	۵۲۳/۱
۶۱۲۔	(۹۴۴ھ)	عبد الرحمٰن بن علی شافعی	(۸۶۴ھ)	۵۲۳/۱
۶۱۳۔	(۹۴۴ھ)	حبیب اللہ ملا میرزا جان شیرازی شافعی	(......)	۵۲۳/۱
۶۱۴۔	(۹۴۵ھ)	ابراہیم الاسفرائینی	(۸۷۳ھ)	۵۲۴/۱
۶۱۵۔	(۹۵۰ھ)	حسین الاردبیلی	(......)	۵۲۴/۱
۶۱۶۔	(۹۵۲ھ)	علی بن محمد البکری شافعی	(......)	۵۲۵/۱
۶۱۷۔	(۹۵۴ھ)	محمد بن محمد الحطاب مالکی	(۹۰۲ھ)	۵۲۵/۱
۶۱۸۔	(۹۵۵ھ)	عیسیٰ بن محمد الایجی شافعی	(۹۰۰ھ)	۵۲۵/۱
۶۱۹۔	(۹۵۶ھ)	شہاب الدین عمیرہ شافعی	(......)	۵۲۵/۱
۶۲۰۔	(۹۵۶ھ)	ابراہیم محمد بن الحلبی حنفی	(......)	۵۲۵/۱
۶۲۱۔	(۹۵۷ھ)	بہران الیمنی زیدی	(......)	۵۲۵/۱
۶۲۲۔	(۹۵۷ھ)	احمد الرملی شافعی	(......)	۵۲۵/۱
۶۲۳۔	(۹۵۸ھ)	ابو عبد اللہ اللقانی مالکی	(۸۷۳ھ)	۵۲۶/۱
۶۲۴۔	(۹۶۰ھ)	ابوبکر تقی الدین المقدسی شافعی	(......)	۵۲۶/۱
۶۲۵۔	(۹۶۱ھ)	قوجہ حسام حنفی	(......)	۵۲۶/۱
۶۲۶۔	(۹۶۱ھ)	حسین الاسترابادی حنفی	(......)	۵۲۶/۱
۶۲۷۔	(۹۶۳ھ)	مصطفیٰ بن شعبان سروری حنفی	(......)	۵۲۶/۱
۶۲۸۔	(۹۶۴ھ)	عبد العزیز المکناسی مالکی	(......)	۵۲۶/۱
۶۲۹۔	(۹۶۶ھ)	زین الدین العاملی الشہید امامی	(۹۱۱ھ)	۵۲۷/۱

۶۸۶ـ	(۱۰۴۰ھ)	عزمی زادہ حنفی	(۹۷۷ھ)	۵۴۸/۱
۶۸۷ـ	(۱۰۴۱ھ)	ابراہیم بن ابراہیم اللقانی مالکی	(......)	۵۴۸/۱
۶۸۸ـ	(۱۰۴۴ھ)	احمد الغنیمی الانصاری حنفی	(۹۶۴ھ)	۵۴۸/۱
۶۸۹ـ	(۱۰۴۸ھ)	صلاح بن احمد المؤید الزیدی	(......)	۵۴۹/۱
۶۹۰ـ	(۱۰۵۰ھ)	الحسین الیمنی الزیدی	(۹۹۹ھ)	۵۴۹/۱
۶۹۱ـ	(۱۰۵۱ھ)	ابوالعباس الدلائی	(......)	۵۵۰/۱
۶۹۲ـ	(۱۰۵۱ھ)	عبدالحلیم الرومی	(......)	۵۵۰/۱
۶۹۳ـ	(۱۰۵۲ھ)	محمد بن عبدالعظیم الموروی حنفی	(......)	۵۵۰/۱
۶۹۴ـ	(۱۰۵۳ھ)	سید عبدالرحمٰن الحجانی	(......)	۵۵۱/۱
۶۹۵ـ	(۱۰۵۵ھ)	محمد بن علی الوارداری حنفی	(......)	۵۵۱/۱
۶۹۶ـ	(۱۰۵۶ھ)	ابن النقیب الحلبی حنفی	(......)	۵۵۱/۱
۶۹۷ـ	(۱۰۵۷ھ)	ابوالحسن السجلماسی	(......)	۵۵۱/۱
۶۹۸ـ	(۱۰۵۷ھ)	ابن علان الصدیقی شافعی	(۹۹۶ھ)	۵۵۱/۱
۶۹۹ـ	(۱۰۵۹ھ)	محمد بن علی الحرفوشی الشیعی	(......)	۵۵۱/۱
۷۰۰ـ	(۱۰۶۱ھ)	یاسین بن زین الدین العلیمی شافعی	(......)	۵۵۲/۱
۷۰۱ـ	(۱۰۶۱ھ)	احمد بن یحییٰ الصعدی زیدی	(......)	۵۵۲/۱
۷۰۲ـ	(۱۰۶۴ھ)	محمد بن النقیب البیرونی شافعی	(......)	۵۵۲/۱
۷۰۳ـ	(۱۰۶۴ھ)	حسین خلیفہ امامی	(۱۰۰۱ھ)	۵۵۲/۱
۷۰۴ـ	(۱۰۶۵ھ)	جواد الکاظمی	(......)	۵۵۲/۱
۷۰۵ـ	(۱۰۶۷ھ)	عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی	(۹۸۸ھ)	۵۵۳/۱
۷۰۶ـ	(۱۰۶۹ھ)	احمد القلیوبی شافعی	(......)	۵۵۳/۱
۷۰۷ـ	(۱۰۶۹ھ)	الشرنبلالی حنفی	(۹۹۴ھ)	۵۵۳/۱
۷۰۸ـ	(۱۰۶۹ھ)	عبدالسلام الدیوی	(......)	۵۵۳/۱
۷۰۹ـ	(۱۰۷۰ھ)	سید صلاح الدین بن احمد الشریف یمنی	(۱۰۱۵ھ)	۵۵۴/۱
۷۱۰ـ	(۱۰۷۰ھ تقریباً)	نوح بن مصطفیٰ القونوی حنفی	(......)	۵۵۴/۱
۷۱۱ـ	(۱۰۷۰ھ)	عبدالبر الاجہوری شافعی	(......)	۵۵۴/۱
۷۱۲ـ	(۱۰۷۳ھ)	عبدالجواد بن شعیب القنائی شافعی	(......)	۵۵۴/۱
۷۱۳ـ	(۱۰۷۷ھ)	بادشاہ بن احمد حنفی	(۹۹۷ھ)	۵۵۴/۱

۷۱۴ـ	(۱۰۷۹ھ)	ابن جلال الیمنی زیدی	(......)	۱/۵۵۴
۷۱۵ـ	(۱۰۷۹ھ)	محمد بن الحسین الحر العاملی امامی	(۱۰۳۳ھ)	۱/۵۵۵
۷۱۶ـ	(۱۰۷۹ھ)	محمد بن حسین بن القاسم	(......)	۱/۵۵۵
۷۱۷ـ	(۱۰۸۰ھ)	عبداللہ سیالکوٹی حنفی	(......)	۱/۵۵۵
۷۱۸ـ	(۱۰۸۱ھ)	جمال الدین المرعشی	(۱۰۲۹ھ)	۱/۵۵۵
۷۱۹ـ	(۱۰۸۲ھ)	عبداللطیف البہانی حنفی	(......)	۱/۵۵۵
۷۲۰ـ	(۱۰۸۲ھ)	محمود بن عبداللہ الموصلی حنفی	(......)	۱/۵۵۶
۷۲۱ـ	(۱۰۸۳ھ)	ابراہیم حوریہ الصعدی زیدی	(......)	۱/۵۵۶
۷۲۲ـ	(۱۰۸۳ھ)	عبدالرشید جونپوری حنفی	(......)	۱/۵۵۶
۷۲۳ـ	(۱۰۸۴ھ)	حسن جلال الیمنی	(......)	۱/۵۵۶
۷۲۴ـ	(۱۰۸۵ھ)	عبدالقادر البصری حنفی	(......)	۱/۵۵۶
۷۲۵ـ	(۱۰۸۵ھ)	طریح الطریحی شیعی	(......)	۱/۵۵۶
۷۲۶ـ	(۱۰۸۷ھ)	علی بن علی الشبر املسی شافعی	(۹۹۸ھ)	۱/۵۵۶
۷۲۷ـ	(۱۰۸۸ھ)	علاؤ الدین الحصکفی حنفی	(۱۰۲۵ھ)	۱/۵۵۷
۷۲۸ـ	(۱۰۸۸ھ)	عبدالحلیم رومی حنفی	(......)	۱/۵۵۸
۷۲۹ـ	(۱۰۸۹ھ)	خلیل القزوینی امامی	(۱۰۰۱ھ)	۱/۵۵۸
۷۳۰ـ	(۱۰۸۹ھ)	المرابط الدلائی مالکی	(۱۰۲۱ھ)	۱/۵۵۸
۷۳۱ـ	(۱۰۹۰ھ)	محمد باقر بن محمد السبزواری شیعی	(......)	۱/۵۵۸
۷۳۲ـ	(۱۰۹۱ھ)	فیضی الکاشی شیعی	(......)	۱/۵۵۸
۷۳۳ـ	(۱۰۹۲ھ)	احمد بن سلیمان گجراتی	(......)	۱/۵۵۸
۷۳۴ـ	(۱۰۹۴ھ)	محمد بن محمد الفاسی السوسی	(۱۰۳۷ھ)	۱/۵۵۹
۷۳۵ـ	(۱۰۹۶ھ)	ابوزید الفاسی	(۱۰۴۰ھ)	۱/۵۵۹
۷۳۶ـ	(۱۰۹۸ھ)	محمد بن حسن الکواکبی حنفی	(۱۰۱۸ھ)	۱/۵۵۹
۷۳۷ـ	(۱۰۹۸ھ)	حامد آفندی	(......)	۱/۵۵۹
۷۳۸ـ	(۱۰۹۸ھ)	حامد بن مصطفی القونوی حنفی	(......)	۱/۵۶۰
۷۳۹ـ	(۱۰۹۸ھ)	احمد بن محمود الحموی حنفی	(......)	۱/۵۶۰
۷۴۰ـ	(۱۰۹۹ھ)	ابراہیم بن بیری حنفی	(۱۰۲۳ھ)	۱/۵۶۰
۷۴۱ـ	(۱۱۰۰ھ)	حضر بن محمد الاماسی حنفی	(......)	۱/۵۶۰

نمبر	سن	نام		حوالہ
۷۴۲۔	(۱۱۰۰ھ)	ابن عبدالہادی شافعی	(......)	۵۶۱/۱
۷۴۳۔	(۱۱۰۰ھ تقریباً)	محمد طاہر الشیر ازی شیعی	(......)	۵۶۱/۱
۷۴۴۔	(۱۱۰۰ھ تقریباً)	فرج اللہ الحویزی شیعی	(......)	۵۶۱/۱
۷۴۵۔	(۱۱۰۱ھ)	سید حسن بن المطہر الجرموزی زیدی	(......)	۵۷۰/۱
۷۴۶۔	(۱۱۰۲ھ)	عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی	(......)	۵۷۰/۱
۷۴۷۔	(۱۱۰۲ھ)	حسن الیوسی مالکی	(۱۰۴۰ھ)	۵۷۰/۱
۷۴۸۔	(۱۱۰۲ھ)	سلیمان بن عبداللہ الازمیری حنفی	(......)	۵۷۰/۱
۷۴۹۔	(۱۱۰۸ھ ولادت بعدہ)	احمد بن عبداللہ العبلی حنبلی	(......)	۵۷۱/۱
۷۵۰۔	(۱۱۰۸ھ)	صالح المقبلی الزیدی	(۱۰۴۷ھ)	۵۷۱/۱
۷۵۱۔	(۱۱۱۰ھ)	مصطفیٰ ابن یوسف الموستاری حنفی	(......)	۵۷۱/۱
۷۵۲۔	(۱۱۱۰ھ)	حسن بن یحییٰ سیلان السفیانی	(......)	۵۷۱/۱
۷۵۳۔	(۱۱۱۳ھ)	محمد الطیب بن محمد مالکی	(۱۰۶۴ھ)	۵۷۲/۱
۷۵۴۔	(۱۱۱۴ھ)	حسن بن حسین الصنعانی	(۱۰۴۴ھ)	۵۷۲/۱
۷۵۵۔	(۱۱۱۷ھ)	احمد بن محمد الدمیاطی البناشافعی	(......)	۵۷۲/۱
۷۵۶۔	(۱۱۱۷ھ)	محمد بن احمد الطرسوسی حنفی	(......)	۵۷۲/۱
۷۵۷۔	(۱۱۱۹ھ)	محب اللہ بہاری حنفی	(......)	۵۷۲/۱
۷۵۸۔	(۱۱۲۰ھ)	ابن زاکوار الفاسی مالکی	(......)	۵۷۳/۱
۷۵۹۔	(۱۱۲۱ھ)	صالح بن احمد الانصاری زیدی	(......)	۵۷۳/۱
۷۶۰۔	(۱۱۲۱ھ)	سلیمان بن عبداللہ البحرانی امامی	(......)	۵۷۳/۱
۷۶۱۔	(۱۱۲۳ھ)	(قرہ) خلیل حسن رومی حنفی	(......)	۵۷۳/۱
۷۶۲۔	(۱۱۲۴ھ)	جمال الدین گجراتی	(۱۰۸۸ھ)	۵۷۴/۱
۷۶۳۔	(۱۱۲۴ھ)	احمد بن محمد الکواکبی حنفی	(۱۰۵۴ھ)	۵۷۴/۱
۷۶۴۔	(۱۱۲۴ھ)	محمد بن عبدالفتاح التنکابنی شیعی	(......)	۵۷۴/۱
۷۶۵۔	(۱۱۲۵ھ)	محمد بن حسین الخوانساری شیعی	(......)	۵۷۴/۱
۷۶۶۔	(۱۱۲۸ھ)	احمد بن محمد الولالی	(......)	۵۷۵/۱
۷۶۷۔	(۱۱۳۰ھ)	ملاجیون حنفی	(۱۰۴۷ھ)	۵۷۵/۱
۷۶۸۔	(۱۱۳۳ھ)	امان اللہ بناری حنفی	(......)	۵۷۵/۱
۷۶۹۔	(۱۱۳۴ھ)	خلیل بن ملاحسین الاسعدی شافعی	(۱۰۸۵ھ)	۵۷۵/۱

۷۹۸۔	(۱۱۸۵ھ)	ابراہیم الشرقاوی شافعی --------------	(......)	۵۸۱/۲
۷۹۹۔	(۱۱۸۶ھ)	خلیل الخضیری شافعی --------------	(......)	۵۸۱/۲
۸۰۰۔	(۱۱۸۷ھ)	عبدالحق فرنگی محلی --------------	(......)	۵۸۲/۲
۸۰۱۔	(۱۱۸۸ھ)	احمد بن محمد الراشدی شافعی --------------	(......)	۵۸۲/۲
۸۰۲۔	(۱۱۸۹ھ)	احمد بن عبداللہ البعلی حنبلی --------------	(۱۱۰۸ھ)	۵۸۲/۲
۸۰۳۔	(۱۱۹۲ھ)	عبداللہ بن محمد الخادمی حنفی --------------	(......)	۵۸۲/۲
۸۰۴۔	(۱۱۹۳ھ)	محمد بن عبادالعدوی مالکی --------------	(......)	۵۸۲/۲
۸۰۵۔	(۱۱۹۴ھ)	محمد بن یوسف الاسیری حنفی --------------	(۱۱۳۳ھ)	۵۸۳/۲
۸۰۶۔	(۱۱۹۴ھ)	حسن بن علی العشاری شافعی --------------	(۱۱۵۰ھ)	۵۸۳/۲
۸۰۷۔	(۱۱۹۵ھ)	اسماعیل بن محمد القونوی حنفی --------------	(......)	۵۸۳/۲
۸۰۸۔	(۱۱۹۸ھ)	عبدالرحمٰن بن جاداللہ البنانی مالکی --------------	(......)	۵۸۳/۲
۸۰۹۔	(۱۱۹۹ھ)	مصطفیٰ بن یوسف الموستاری حنفی --------------	(......)	۵۸۳/۲
۸۱۰۔	(۱۱۹۹ھ)	علی بن صادق الشماخی --------------	(......)	۵۸۴/۲
۸۱۱۔	(۱۲۰۰ھ)	سید عمر بن حسین بوزجی زادہ الامدی --------------	(......)	۵۸۴/۲
۸۱۲۔	(۱۲۰۲ھ)	فیض اللہ الداغستانی شافعی --------------	(......)	۵۹۱/۲
۸۱۳۔	(۱۲۰۳ھ)	سید ابراہیم القزوینی شیعی --------------	(......)	۵۹۱/۲
۸۱۴۔	(۱۲۰۸ھ)	محمد باقر بن محمد اکملی البھبھانی شیعی --------------	(......)	۵۹۱/۲
۸۱۵۔	(۱۲۰۹ھ)	احمد بن یونس الخلیفی شافعی --------------	(۱۱۳۱ھ)	۵۹۱/۲
۸۱۶۔	(۱۲۱۲ھ)	عبداللہ بن محمد الاحسقہ وی حنفی --------------	(۱۱۴۶ھ)	۵۹۱/۲
۸۱۷۔	(۱۲۱۲ھ)	سید محمد مہدی البروجردی شیعی --------------	(۱۱۵۵ھ)	۵۹۱/۲
۸۱۸۔	(۱۲۱۳ھ)	حسین بن علی الایدنی حنفی --------------	(......)	۵۹۱/۲
۸۱۹۔	(۱۲۱۴ھ)	اسماعیل بن مصطفیٰ تائب حنفی --------------	(......)	۵۹۲/۲
۸۲۰۔	(۱۲۱۵ھ)	احمد ابوسلامہ شافعی --------------	(......)	۵۹۲/۲
۸۲۱۔	(۱۲۱۵ھ)	احمد بن محمد العطار امامی --------------	(۱۱۳۸ھ)	۵۹۲/۲
۸۲۲۔	(۱۲۱۵ھ)	محمد بن احمد الجوہری الصغیر شافعی --------------	(۱۱۵۱ھ)	۵۹۲/۲
۸۲۳۔	(۱۲۱۷ھ)	اسمٰعیل مفید بن علی روی حنفی --------------	(۱۱۳۲ھ)	۵۹۳/۱
۸۲۴۔	(۱۲۱۸ھ)	صالح بن محمد الفلانی مالکی --------------	(۱۱۶۶ھ)	۵۹۳/۱
۸۲۵۔	(۱۲۲۰ھ)	عبدالحمید السباعی شافعی --------------	(......)	۵۹۳/۱

۸۲۶۔	(۱۲۲۰ھ)	اسد اللہ الکاظمی شیعی	(......)	۱/۵۹۴
۸۲۷۔	(۱۲۲۴ھ)	خلیل بن احمد القونوی حنفی	(......)	۱/۵۹۴
۸۲۸۔	(۱۲۲۵ھ)	بحر العلوم عبد العلی لکھنوی حنفی	(۱۱۴۴ھ)	۱/۵۹۴
۸۲۹۔	(۱۲۲۶ھ بعدہ)	محمد تقی الکاشانی شیعی	(......)	۱/۵۹۴
۸۳۰۔	(۱۲۲۷ھ)	عبد اللہ بن حجازی الشرقاوی شافعی	(۱۱۵۰ھ)	۱/۵۹۵
۸۳۱۔	(۱۲۲۷ھ)	جعفر بن خضرت الجناحی شیعی	(۱۱۵۶ھ)	۱/۵۹۵
۸۳۲۔	(۱۲۳۰ھ)	خلیل بن احمد نعیمی حنفی	(......)	۱/۵۹۵
۸۳۳۔	(۱۲۳۰ھ)	مختار بن بونہ الشنقیطی مالکی	(......)	۱/۵۹۵
۸۳۴۔	(۱۲۳۰ھ تقریباً)	محمد حسن بن محمد القزوینی شیعی	(......)	۱/۵۹۵
۸۳۵۔	(۱۲۳۲ھ)	محمد بن محمد الشفشاونی مالکی	(۱۱۷۹ھ)	۱/۵۹۵
۸۳۶۔	(۱۲۳۳ھ)	اسماعیل بن احمد الکبسی	(۱۱۵۰ھ)	۱/۵۹۶
۸۳۷۔	(۱۲۳۴ھ)	السید محمد بن مصطفیٰ العلائی حنفی	(......)	۱/۵۹۶
۸۳۸۔	(۱۲۳۴ھ بعدہ)	اسد اللہ الکاظمی امامی	(۱۱۸۶ھ)	۱/۵۹۶
۸۳۹۔	(۱۲۳۵ھ)	ولدار علی نقوی شیعی	(۱۱۶۶ھ)	۱/۵۹۶
۸۴۰۔	(۱۲۴۰ھ)	سید محسن الکاظمی شیعی	(......)	۱/۵۹۷
۸۴۱۔	(۱۲۴۰ھ)	حسن بن معصوم القزوینی امامی	(......)	۱/۵۹۷
۸۴۲۔	(۱۲۴۰ھ تقریباً)	اسماعیل بن عبد الملک العقدانی امامی	(......)	۱/۵۹۷
۸۴۳۔	(۱۲۴۱ھ)	احمد بن زین الدین الاحسائی امامی	(۱۱۶۶ھ)	۱/۵۹۷
۸۴۴۔	(۱۲۴۱ھ)	محمد بن عبد العینی (الغنی) النیشاپوری شیعی	(۱۱۷۴ھ)	۱/۵۹۷
۸۴۵۔	(۱۲۴۲ھ)	سید محمد بن علی الکربلائی امامی	(......)	۱/۵۹۸
۸۴۶۔	(۱۲۴۲ھ)	عثمان بن سند البصری	(۱۱۸۰ھ)	۱/۵۹۸
۸۴۷۔	(۱۲۴۳ھ)	احمد بن محمد باقر البہبہانی امامی	(۱۱۹۱ھ)	۱/۵۹۸
۸۴۸۔	(۱۲۴۵ھ)	احمد بن محمد النراقی امامی	(۱۱۸۵ھ)	۱/۵۹۸
۸۴۹۔	(۱۲۴۵ھ)	زین العابدین الخوانساری امامی	(۱۱۸۸ھ)	۱/۵۹۹
۸۵۰۔	(۱۲۴۷ھ)	عبد الحمید بن عبد اللہ الرجبی حنفی	(......)	۱/۵۹۹
۸۵۱۔	(۱۲۵۰ھ)	محمد بن علی الشوکانی	(۱۱۷۲ھ)	۱/۵۹۹
۸۵۲۔	(۱۲۵۰ھ)	حسن بن محمد العطار شافعی	(۱۱۹۰ھ)	۱/۶۰۳
۸۵۳۔	(۱۲۵۱ھ)	سید احمد بن ادریس	(......)	۱/۶۰۳

نمبر	سن	نام	سن	حوالہ
۸۸۲ـ	(۱۲۸۸ھ)	عبدالحکیم لکھنوی حنفی	(......)	۶۱۰/۲
۸۸۳ـ	(۱۲۹۱ھ)	حسین بن رضا الجزائری الشیعی	(......)	۶۱۰/۲
۸۸۴ـ	(۱۲۹۳ھ)	منۃ اللہ الشباسی مالکی	(۱۲۱۳ھ)	۶۱۰/۲
۸۸۵ـ	(۱۲۹۴ھ)	محمد المہدی بن الطالب سودہ مالکی	(۱۲۲۰ھ)	۶۱۰/۲
۸۸۶ـ	(۱۲۹۶بعدہ)	محمد بن میرزا التنکابنی الشیعی	(......)	۶۱۰/۲
۸۸۷ـ	(۱۲۹۶بعدہ)	بشیر الدین عثمانی	(۱۲۳۴ھ)	۶۱۱/۲
۸۸۸ـ	(۱۲۹۸ھ)	جعفر بن مہدی القزوینی امامی	(۱۲۵۳ھ)	۶۱۱/۲
۸۸۹ـ	(۱۲۹۹ھ)	ابراہیم بن صبغۃ اللہ شافعی	(۱۲۳۶ھ)	۶۱۱/۲
۸۹۰ـ	(۱۳۰۰ھ بعدہ)	عبدالرحمن الحسینی الخالدی	(......)	۶۱۱/۲
۸۹۱ـ	(۱۳۰۰ھ)	سنہ لی زادہ طہ بن احمد شافعی	(۱۲۳۱ھ)	۶۱۱/۲
۸۹۲ـ	(۱۳۰۰ھ)	محمد بن ابراہیم الکرباسی	(......)	۶۱۲/۲
۸۹۳ـ	(۱۳۰۰ھ بعدہ)	امیر علی لکھنوی	(۱۲۷۴ھ)	۶۱۲/۲
۸۹۴ـ	(۱۳۰۱ھ)	السید مہدی القزوینی شیعی امامی	(۱۲۱۲ھ)	۶۲۰/۲
۸۹۵ـ	(۱۳۰۲ھ)	خلیل فوزی رومی	(......)	۶۲۰/۲
۸۹۶ـ	(۱۳۰۳ھ)	جواد القمی الشیعی	(......)	۶۲۰/۲
۸۹۷ـ	(۱۳۰۳ھ)	عرب الکربلائی شیعی امامی	(......)	۶۲۰/۲
۸۹۸ـ	(۱۳۰۴ھ)	محمد عبدالحی لکھنوی حنفی	(۱۲۶۴ھ)	۶۲۰/۲
۸۹۹ـ	(۱۳۰۵ھ)	السید محمد القاوقیجی حنفی	(۱۲۲۴ھ)	۶۲۰/۲
۹۰۰ـ	(۱۳۰۵ھ)	محمود حمزہ الحسینی حنفی	(۱۲۳۶ھ)	۶۲۱/۲
۹۰۱ـ	(۱۳۰۵ھ)	احمد بن محمد کاکہ شافعی	(......)	۶۲۱/۲
۹۰۲ـ	(۱۳۰۷ھ)	نواب صدیق حسن خان	(۱۲۴۸ھ)	۶۲۱/۲
۹۰۳ـ	(۱۳۰۷ھ)	ابن القمان یمنی	(......)	۶۲۱/۲
۹۰۴ـ	(۱۳۱۲ھ)	حبیب اللہ الرشتی امامی	(۱۲۳۴ھ)	۶۲۱/۲
۹۰۵ـ	(۱۳۰۲ھ بعدہ)	احمد بن حسین التفریشی امامی	(......)	۶۲۱/۲
۹۰۶ـ	(۱۳۱۳ھ)	عبدالرحیم نجفی امامی	(۱۲۶۲ھ)	۶۲۱/۲
۹۰۷ـ	(۱۳۱۳ھ)	ابوالحسن کشمیری امامی	(۱۲۶۰ھ)	۶۲۲/۲
۹۰۸ـ	(۱۳۱۵ھ)	ضیاء الدین محمد حسین الشہرستانی شیعی امامی	(۱۲۵۸ھ)	۶۲۲/۲
۹۰۹ـ	(۱۳۱۵ھ)	احمد بن صالح العستری شیعی	(۱۲۵۱ھ)	۶۲۲/۲

۹۳۸ـ	(۱۳۴۶ھ)	عبدالقادر بن بدران حنبلی	(.....)	۶۲۶/۲
۹۳۹ـ	(۱۳۴۶ھ)	عباس بن محمد المدنی شافعی	(۱۳۹۳ھ)	۶۲۶/۲
۹۴۰ـ	(۱۳۵۱ھ)	علی النجار شافعی	(۱۲۹۳ھ)	۶۲۶/۲
۹۴۱ـ	(۱۳۵۱ھ)	نجم الغنی خان	(۱۲۷۶ھ)	۶۲۶/۲
۹۴۲ـ	(۱۳۵۱ھ)	عبداللہ دوراز	(۱۲۹۱ھ)	۶۲۶/۲
۹۴۳ـ	(۱۳۵۱ھ)	صادق بن محمد القراداغی شیعی	(۱۲۶۹ھ)	۶۲۶/۲
۹۴۴ـ	(۱۳۵۴ھ)	محمد نجیب المطیعی	(۱۲۷۱ھ)	۶۲۶/۲
۹۴۵ـ	(۱۳۵۵ھ)	حسین القاینی شیعی	(۱۲۷۳ھ)	۶۲۷/۲
۹۴۶ـ	(۱۳۵۶ھ)	عبدالحفیظ بن حسن	(۱۲۸۰ھ)	۶۲۷/۲
۹۴۷ـ	(۱۳۵۶ھ)	محمد حسنین العدوی مالکی	(۱۲۷۷ھ)	۶۲۷/۲
۹۴۸ـ	(۱۳۵۷ھ)	شیخ احمد الزرقاء	(.....)	۶۲۷/۲
۹۴۹ـ	(۱۳۵۸ھ)	حسن العلیاری امامی	(.....)	۶۲۷/۲
۹۵۰ـ	(۱۳۵۹ھ)	حسین المکی	(۱۳۰۹ھ)	۶۲۷/۲
۹۵۱ـ	(۱۳۶۰ھ)	خلیل الخالدی حنفی	(۱۲۸۴ھ)	۶۲۷/۲
۹۵۲ـ	(۱۳۶۲ھ)	امین بن محمد حنفی	(۱۲۹۸ھ)	۶۲۷/۲
۹۵۳ـ	(۱۳۶۲ھ)	احمد الحسینی	(۱۲۹۱ھ)	۶۲۷/۲
۹۵۴ـ	(۱۳۶۵ھ)	احمد ابوالفتح بک	(.....)	۶۲۷/۲
۹۵۵ـ	(۱۳۶۴ھ)	محمد الخضر حسین مالکی	(.....)	۶۲۸/۲
۹۵۶ـ	(۱۳۷۱ھ)	احمد مصطفیٰ المراغی بک	(۱۳۰۰ھ)	۶۲۸/۲
۹۵۷ـ	(۱۳۷۵ھ)	عبدالوہاب خلاف بک	(۱۳۰۵ھ)	۶۲۸/۲
۹۵۸ـ	(۱۳۷۶ھ)	عبدالرحمن بن ناصر حنبلی	(۱۳۰۷ھ)	۶۲۸/۲
۹۵۹ـ	(۱۳۷۶ھ)	عبدالجلیل بن احمد	(۱۲۸۷ھ)	۶۲۸/۲
۹۶۰ـ	(۱۳۷۷ھ)	حافظ بن احمد	(۱۳۴۲ھ)	۶۲۸/۲
۹۶۱ـ	(۱۳۹۳ھ)	شیخ محمد امین الشقیطی	(.....)	۶۲۸/۲
۹۶۲ـ	(۱۳۹۹ھ)	حسن المشاط المکی مالکی	(۱۳۱۷ھ)	۶۲۸/۲
۹۶۳ـ	(۱۴۰۴ھ)	عبدالغنی المصری	(۱۳۲۶ھ)	۶۲۹/۲

☆☆☆

اشاریہ (۴)

(INDEX - 4)

فہرست مصادر الکتاب

فہرست مصادر الکتاب

☆☆☆

اشاریہ (۵)

(INDEX - 5)

فہرست فرق، قبائل واقوام

فہرست الفرق والقبائل والاقوام

☆☆☆

اشاریہ (۶)

(INDEX - 6)

فہرست اماکن

فہرست الاماکن

☆☆☆

۷۔ فہرست مراجع التحقیق

کتابیات

(BIBLIOGRAPHY)

فہرست مراجع ومصادر التحقیق

(الف)

۱۔ الایات البینات شرح جمع الجوامع للمحلی، شہاب الدین احمد بن قاسم العبادی شافعی (متوفی ۹۹۴ھ)۔ مصر دار المطبع ۱۲۸۹ء۔

۲۔ ابطال القیاس والرای والاستحسان والتقلید التعلیل، ابو محمد بن حزم الاندلسی الظاہری (۳۸۴ھ۔ ۴۵۶ھ)۔ دمشق مطبعہ جامعہ دمشق ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء، تحقیق سعید الافغانی۔

۳۔ ابن تیمیہ حیاۃ عصر ارازہ وفقھہ، محمد ابوزہرہ، القاہرہ۔ دار الفکر العربی ۱۹۵۸ طبع ثانی۔

۴۔ ابن حزم حیاۃ عصر آراؤہ و فقھہ، محمد ابوزہرہ، مطبعہ مخیمہ ۱۳۷۳ھ۔

۵۔ انباء الغمر بأنباء العمر، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔ ۸۵۲ھ)۔ القاہرہ، المحلس الاعلی للشوون الاسلامیہ ۱۳۸۹ھ۔ ۱۹۶۹ء، تحقیق حسن حبشی۔

۶۔ ابن حنبل حیاۃ وعصر آرائو ہ و فقھہ، محمد ابوزہرہ۔ القاہرہ، دار الفکر العربی س، ن۔

۷۔ الابھاج فی شرح المنھاج، قاضی القضاۃ الامام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی شافعی (۶۸۳ھ۔ ۷۵۶ھ) وولدہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ)۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۴ء۔

۸۔ الابھاج فی شرح المنھاج، قاضی القضاۃ الامام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی شافعی (۶۸۳ھ۔ ۷۵۶ھ) ولدہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ)۔ مصر، مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی س، ن۔

۹۔ ابو حنیفہ حیاۃ عصر آراؤہ وفقھہ، محمد ابوزہرہ، القاہرہ۔ دار الفکر العربی طبع ثالث ۱۹۶۰ء۔

۱۰۔ اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیہ فی اختلاف فقھاء، مصطفیٰ سعید الخن۔ بیروت موسۃ الرسالہ ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء۔

۱۱۔ احسن الحواشی علی اصول الشاشی نظام الدین الشاشی، شیخ برکت اللہ لکھنوی۔ ملتان، المکتبہ امدادیہ س، ن۔

۱۲۔ الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی شافعی (۳۶۴ھ۔ ۴۵۰ھ)۔ مصر مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۸۰ھ۔ ۱۹۶۰ء۔

۱۳۔ احکام الفصول فی احکام الاصول ،ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی مالکی (۴۰۳ھ۔۴۷۴ھ)۔ بیروت دارالمغرب الاسلامی ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۶ء

۱۴۔ احکام القرآن ،ابوبکراحمد بن علی الرازی الجصاص حنفی (۳۰۵ھ۔۳۷۰ھ)۔بیروت،داراحیاء التراث العربی ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء، تحقیق محمد الصادق قمحاوی۔

۱۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام ،ابومحمد علی بن حزم الاندلسی الظاہری (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ)۔کراچی جامعہ ابوبکر طبع ثانی ۱۴۰۸ھ تحقیق احمد محمد شاکر۔

نوٹ : کتابیات کی اس فہرست میں تمام جگہوں پر ال سے صَرف نظر کرتے ہوئے اصل لفظ کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

۱۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام ،سیف الدین اباالحسن علی بن ابی علی الامدی شافعی (۵۵۱ھ۔۶۳۱ھ)۔دمشق، المکتب الاسلامی ۱۳۸۷ھ تحقیق عبدالرزاق عفیفی۔

۱۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام ،سیف الدین اباالحسن علی بن ابی علی الامدی شافعی (۵۵۱ھ۔۶۳۱ھ)۔ بیروت،دارالفکر ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء۔

۱۸۔ احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق ،محمد زاہد بن الحسن الکوثری (متوفی ۱۳۷۱ھ)۔کراچی،ایچ۔ایم سعید کمپنی طبع ثانی ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء۔

۱۹۔ احیاء علوم الدین ،حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ)۔بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ء۔

۲۰۔ اختلاف الفقہاء ، ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی (متوفی ۳۴۱ھ)۔اسلام آباد، معہد الابحاث الاسلامیہ ۱۳۹۱ھ۔۱۹۷۱ء۔

۲۱۔ اختلاف الفقہاء ،ابوجعفر احمد بن محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔بیروت،دارالکتب العلمیہ س،ن۔

۲۲۔ الادلۃ المختلف فیہا عند الاصولیین ،خلیفہ بابکر الحسن۔قاہرہ،مکتبہ وھبہ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۲۳۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الی من علم الاصول ،محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۳ھ۔۱۲۵۰ھ)۔قاہرہ، دارالکتبی س،ن۔ تحقیق شعبان محمد اسماعیل۔

۲۴۔ اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت کا تعارف ،تاریخی نقطۂ نظر سے ،سید تنظیم حسین۔کراچی سواد اعظم اہلسنت س،ن۔

۲۵۔ الاشارہ فی اصول الفقہ ،قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب الاندلسی القرطبی الباجی الذہبی المالکی (۴۰۳ھ۔۴۵۰ھ) ۔ الریاض ،مکتبہ نزاز مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء تحقیق عادل احمد عبدالموجود علی محمد عوض۔

۲۶۔ الاشباہ النظائر فی الفروع ،امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)۔مصر، مطبعہ مصطفیٰ محمد ۱۳۵۹ھ۔

۲۷۔ اصول الامام الکرخی ،ابوالحسن امام عبیداللہ بن الحسین الکرخی حنفی (۲۶۰ھ۔۳۴۰ھ)۔کراچی،میر محمد کتب خانہ ۱۹۸۶ء۔

۲۸۔ اصول البزدوی فخر الاسلام ،ابوالحسن ابو العسر علی بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن مجاہد البزدوی حنفی (۴۰۰ھ۔۴۸۲ھ)۔کراچی،صدف پبلیشرز س،ن۔

۲۹۔ اصول البزدوی (کنز الوصول الی معرفة الاصول) فخر الاسلام البزدوی (۴۰۰ھ۔۴۸۲ھ)

مع

تخریج احادیث اصول البزدوی ،حافظ قاسم ابن قطلو بغا بن حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)۔کراچی،نور کتب محمد خانہ س،ن۔

۳۰۔ اصول التشریع الاسلامی، شیخ علی حسب اللہ۔مصر،دارالمعارف طبع ثالث ۱۳۸۳ھ۔۱۹۶۴ء۔

۳۱۔ اصول السرخسی ،ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی حنفی (متوفی سنہ ۴۸۳ھ)۔دارالمعارف النعمانیہ ۱۹۸۱ء۔ ۱۴۰۱ھ، تحقیق ابا الوفاء الافغانی۔

۳۲۔ اصول الشاشی ،نظام الدین احمد بن محمد اسحٰق الشاشی (متوفی ۳۴۴ھ)۔ملتان،مکتبہ امدادیہ س،ن۔

۳۳۔ اصول الفقہ ،ابو العینین بدران۔مصر،دارالمعارف ۱۹۶۵ء۔

۳۴۔ اصول الفقہ المسمی بہ الفصول فی الاصول،ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی (۳۰۵ھ۔۳۷۰ھ)۔کویت،وزارت الاوقاف الشوون الاسلامیہ ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء۔

۳۵۔ اصول الفقہ محمد بن عفیفی معروف بہ شیخ محمد الخضری (۱۸۷۲ء۔۱۹۲۷ء)۔قاہرہ،دارالحدیث س،ن۔

۳۶۔ اصول الفقہ، محمد ابو زہرہ۔قاہرہ دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء۔

۳۷۔ اصول الفقہ، محمد زکریا البردیسی، دار الثقافہ ۱۹۸۵ء۔

۳۸۔ اصول الفقہ، وھبہ الزحیلی۔دمشق، دار الفکر ۱۹۸۶ء۔

۳۹۔ اصول الفقہ الاسلامی، زکی الدین شعبان۔مصر،مطبعہ دار التالیف (۱۳۸۴ھ۔۱۳۸۵ھ/۱۹۶۴ء۔۱۹۶۵ء)۔

۴۰۔ اصول الفقہ پر ایک نظر، محمد عاصم الحداد۔لاہور، اسلامک پبلشنگ ہاؤس ۱۹۹۱ء۔

۴۱۔ اصول الفقہ نشاتہ و تطورہ والحاجة الیہ ،شعبان محمد اسماعیل شعبان۔قاہرہ،دارالانصار س،ن۔

۴۲۔ اصول الکرخی، امام عبیداللہ بن الحسینی الکرخی (۲۶۰ھ۔۳۴۰ھ) مترجم عبدالکریم اشرف بلوچ۔اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی ۱۴۰۲ھ، مقدمہ عبدالقدوس ہاشمی۔

۴۳۔ اصول اللامشی / کتاب اللامشی فی اصول الفقہ ،ابوالثناء محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی (متوفی ۵۳۹ھ بعدہ)۔بیروت، دارالغرب الاسلامی ۱۹۹۰ء۔

۴۴۔ اصول السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی حنفی (متوفی ۴۹۰ھ)۔ مصر، مطبعہ دار الکتاب العربی ۱۳۷۳ھ، تحقیق ابوالوفاء الافغانی۔

۴۵۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین، شمس الدین ابوعبداء محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ حنبلی (۶۹۱ھ ۷۵۱ھ)۔ بیروت، دار الفکر طبع ثانی ۱۳۹۷ھ۔ ۱۹۷۷ء۔

۴۶۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین، شمس الدین ابوعبداء محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ حنبلی (۶۹۱ھ۔۷۵۱ھ) بیروت، دار الجیل س،ن، تحقیق طہٰ عبدالرؤف سعد۔

۴۷۔ الاصول من علم الاصول، محمد صالح العثمین (معاصر)۔ قاہرہ، مکتبہ السنۃ ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۳ء۔

۴۸۔ الاعلام بوفیات الاعلام، محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)۔ مکۃ المکرمۃ، مصطفیٰ احمد الباز ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳ء۔

۴۹۔ الاعلام قاموس تراجم الاشہر الرجال والنساء من العرب والمستعربین فی الجاھلیۃ والاسلام والعصر الحاضر، خیر الدین الزرکلی۔ مصر، المطبعہ العربیہ ۱۳۴۷ھ۔ ۱۹۲۸ء۔

۵۰۔ اعلاء السنن، ظفر احمد العثمانی التھانوی (۱۳۱۰ھ۔۱۳۹۴ھ)۔ کراچی، ادارہ القران دار العلوم الاسلامیہ طبع ثالث ۱۴۱۵ھ۔

۵۱۔ اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم، امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ الوشتانی الابی المالکی (متوفی ۸۲۷ھ یا ۸۲۸ھ)۔ بیروت دار الکتب العلمیہ س،ن۔

۵۲۔ الامام الاوزاعی فقھیہ اھل الشام، عبدالعزیز سید الاھل۔ قاہرہ، المجلس الاعلی للشوون الاسلامیہ ۱۳۸۶ھ۔ ۱۹۶۶ء۔

۵۳۔ الامام الصادق حیاۃ عصرہ اروٗہ وفقھہ، محمد ابوزہرہ۔ مصر، مطبعہ احمد علی مخیم س،ن۔

۵۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ، عزیز الرحمٰن۔ لاہور، مکتبہ رحمانیہ س،ن۔

۵۵۔ امام رازی، عبدالسلام ندوی۔ بھارت، اعظم گڑھ معارف پریس ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۵۰ء۔

۵۶۔ الامام زید حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقھہ، محمد ابوزہرہ۔ القاہرہ، دار الفکر العربی س،ن۔

۵۷۔ امام فخر الدین رازی حیاتہ وآثارہ، علی محمد حسن العمادی۔ مصر، مجلس الاعلی لشوون الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۶۹ء۔

۵۸۔ الامام فی بیان ادلۃ الاحکام، عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی شافعی (۵۷۷ھ۔۶۶۰ھ)۔ بیروت، دار البشائر الاسلامیہ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

۵۹۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ)۔ دہلی، مطبعہ مہا کاشی س،ن۔

۶۰۔ ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، اسمٰعیل باشابن محمد امین بن میر سلیم البابانی البغدادی۔ بیروت، دارالفکر۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء۔

(ب)

۶۱۔ بالسبیل الاقوم فی توضیح المسلم، محمد عبدالحئی، اسہارنپور۔ نصیرالدین کتب خانہ اختری س،ن۔

۶۲۔ البحر المحیط، امام زرکشی بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ شافعی (۷۴۵ھ۔۷۹۴ھ)۔ مصر، دارالکتبی س،ن۔

۶۳۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابوالولید محمد بن احمد بن ابوالولید بن رشد قاضی الجامعہ حفید غرناطی مالکی (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ)۔ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۳۹ھ۔

۶۴۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابوالولید محمد بن احمد بن ابوالولید بن رشد قاضی الجامعہ حفید غرناطی مالکی (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ)۔ لاہور، المکتبہ العلمیہ ۱۳۹۶ھ۔۱۹۷۶ء۔

۶۵۔ البدایۃ والنہایہ، ابوالفداء الحافظ ابن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۴ھ)۔ بیروت مکتبہ المعارف، الریاض، مکتبہ النصر ۱۹۶۶ء۔

۶۶۔ البدر الطالع بمحاس من بعدالقران السابع، محمد بن علی شوکانی (۱۱۷۳ھ۔۱۲۵۰ھ)۔ القاہرہ، مطبعہ السعادہ ۱۳۴۸ھ۔

۶۷۔ البدر الطالع بمحاس من بعدالقران السابع، محمد بن علی شوکانی (۱۱۷۳ھ۔۱۲۵۰ھ)۔ بیروت، دارالمعرفہ س،ن۔

۶۸۔ البرہان، امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف جوینی شافعی (۴۱۹ھ۔۴۷۸ھ)۔ کویت، مکتبہ امام الحرمین طبع ثالث ۱۴۱۲ھ تحقیق عبدالعظیم الدیب۔

۶۹۔ البرہان، امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف جوینی شافعی (۴۱۹ھ۔۴۷۸ھ)۔ قطر، امیر دولۃ قطر ۱۳۹۹ھ۔

۷۰۔ بغیہ الوعاۃ فی طبقات الغویین والنحاۃ، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)۔ بیروت، دارالفکر طبع ثانی ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم۔

۷۱۔ البلبل فی اصول الفقہ، مختصر روضۃ الناظر وجعۃ المناظر للموفق ابن قدامہ، سلیمان بن عبدالقوی الطوفی الصرصری الحنبلی (۶۷۳ھ۔۷۱۶ھ)۔ الریاض، مکتبہ امام الشافعی ۱۳۸۳ھ۔

۷۲۔ بیان المختصر شرح منتهی السول والامل لابن حاجب، ابوالثناء شمس الدین محمود بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی۔

۷۳۔ الاصفہانی شافعی (۶۷۴ھ۔۷۴۹ھ)۔مکۃ المکرمۃ، جامعہ ام القری ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء تحقیق محمد مظہر بقا۔

(ت)

۷۴۔ تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ قاسم بن قطلوبغا حنفی (۸۰۲ھ۔۸۷۹ھ)۔بغداد، مطبعہ العانی ۱۹۶۲ھ۔

۷۵۔ تاریخ الاسلام، ابونعیم عبدالحکیم وعبدالحمید۔لاہور کشمیری بازار کتاب منزل س،ن۔

۷۶۔ تاریخ التراث العربی، فواد سزکین۔

۷۷۔ تاریخ الخلفاء القائمین بامر الدین، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)۔مصر، مطبعہ الیمنیہ ۱۳۰۵ھ۔

۷۸۔ تاریخ الشعوب الاسلامیہ، کارل بروکلمان، نقلہ الی العربیہ دکتور نبیہ امین فارس و منیر البعلیکی۔بیروت، دارالعلم للملایین طبع ثانی ۱۹۰۳ء۔

۷۹۔ تاریخ الفلسفہ فی الاسلام، الاستاذ ث۔ج۔دی بور، جامعہ امستردام T.J.D DOER مترجم محمد عبدالہادی ابوریدہ، مطبعہ لجنۃ التالیف و الترجمہ و النسر ۷۷ ۳ھ۔۱۹۵۷ء، طبع رابع س،ن۔

۸۰۔ تاریخ القضاء فی الاسلام، محمد بن محمد عرنوس مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی۔لاہور، ادارہ فروغ اردو س،ن۔

۸۱۔ تاریخ الکامل لابی السعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم، ابن الاثیر الجزری (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ)۔مصر، مطبعہ ذات التحریر ۱۳۰۳ھ۔

۸۲۔ تاریخ بغداد، حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی (۳۹۲ھ۔۴۶۳ھ)۔بیروت، دارالکتب العلمیہ س،ن۔

۸۳۔ تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، مولی محمد بن فضل اللہ المحبی دمشقی (متوفی ۱۱۱۱ھ)۔مصر، مطبعہ الوھبیہ ۱۲۸۴ھ۔

۸۴۔ تاریخ فاطمین مصر، زاہد علی۔کراچی نفیس اکیڈمی طبع دوم ۱۹۶۳ء۔

۸۵۔ تاریخ قضاۃ الاندلس، ابن حسن النباھی الاندلسی (متوفی ۷۹۲ھ)۔بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء ضبط شرح تعلیق مریم قاسم طویل۔

۸۶۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جمعہ مترجم میر ولی الدین۔کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۷۹ء۔

۸۷۔ تاریخ نفاذ حدود، نور احمد شاہتاز۔کراچی، فضلی سنز ۱۹۹۸ء۔

۸۸۔ تاسیس النظر، ابوزید عبید (عبد) اللہ بن عمر الدبوسی حنفی (متوفی ۴۳۰ھ)۔کراچی، سعید کمپنی ۱۴۰۱ھ۔

۸۹۔ التالیف بین الفرق، محمد حمزہ۔دمشق، دار قتیبہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء۔

۹۰۔ تبصرة الحکام فی اصول الاقضیة ومنهاج الاحکام ،ابوعبداللہ محمد بن فرحون الیعمری مالکی (متوفی ۷۹۹ھ) بیروت ،دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۱ھ۔

۹۱۔ التبصره فی اصول الفقه، ابواسحٰق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروزآبادی الشیرازی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ)۔ دمشق، دارالفکر ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء۔

۹۲۔ تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفه ،امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی شافعی (۸۴۰ھ۔۹۱۱ھ)۔حیدرآباد، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۱۷ھ۔

۹۳۔ تجدید الاصول الفقهیه للاسلام محاولة لتنظیم ماده اصول الاحکام الشرعیه ودعوته لنظهیر فقه اصولی معاصر ،حسن الترابی ،مصورہ نسخہ۔قاہرہ،مکتبہ المعهد العالمی للفکر الاسلامی رقم تسجیل ۱۶۷ھ۔

۹۴۔ التحریر فی اصول الفقه ،کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید، ابن ہمام الدین الاسکندری حنفی (۷۹۰ھ۔۸۶۱ھ)۔مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۱ھ۔

۹۵۔ التحصیل من المحصول، سراج الدین ابوالثنائی محمود بن ابوبکر بن حامد بن احمد الارموی شافعی (۵۹۴ھ۔ ۶۸۲ھ)۔بیروت، مؤسسہ رسالہ ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء۔ تحقیق عبدالحمید علی ابوزنید۔

۹۶۔ تحریر الرسائل، مرتضٰی المدرس الگیلانی (مولد ۱۲۹۵ھ)۔طہران، مطبوعاتی عطائی ۱۳۷۷ھ۔

۹۷۔ تخریج الفروع علی الاصول، شہاب الدین محمود بن احمد الزنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ)۔دمشق، مطبعہ جامعہ دمشق ۱۳۸۲ھ۔۱۹۲۶ء تحقیق محمد ادیب صالح۔

۹۸۔ تخریج الفروع علی الاصول، شہاب الدین محمود بن احمد الزنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ)۔بیروت، مؤسسہ الرسالہ طبع خامس ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء تحقیق محمد ادیب صالح۔

۹۹۔ تذکرۃ الحفاظ، ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)۔داراالاحیاء التراث الاسلامی س،ن۔

۱۰۰۔ تسهیل الطرقات فی نظم الورقات، مشرف الدین یحیٰی بن بدرالدین العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ)۔ سعودیہ، وزارت نشرواشاعت ۱۴۱۱ھ۔

۱۰۱۔ تسهیل الوصول الی علم الاصول محمد عبدالرحمٰن المحلاوی (متوفی چودھویں صدی ہجری)۔مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۱۴ھ۔

۱۰۲۔ تفسیر الطبری جامع البیان فی تفسیر القران ،ابوجعفر محمد جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔بیروت، دارالمعرفہ ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹ء۔

۱۰۳۔ تفسیر الفخر الرازی ، المشتهر بالتفسیر الکبیر ومفاتیح الگیب ،امام فخرالدین الرازی شافعی

(۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ)۔بیروت دارالفکرطبع ثالث ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء۔

۱۰۴۔ تفسیر المنار الشیخ محمد عبدہ،سید محمد رضا مصری (۱۸۶۵ء۔۱۹۳۵ء)۔مصر،دارالمنار (۱۳۷۳ھ۔۱۹۵۴ء) طبع رابع۔

۱۰۵۔ التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ ملا جیون حنفی (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۰ھ)۔بمبئی،مطبع الکریمی ۱۳۲۷ھ محشی مولوی رحیم بخش۔

۱۰۶۔ التقریر والتحبیر،ابن امیر الحاج حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)۔مصر،مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

۱۰۷۔ التلویح علی التوضیح،سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی شافعی (متوفی ۷۹۲ھ)۔کراچی،نور محمد اصح المطابع ۱۴۰۰ھ۔

۱۰۸۔ التمہید فی تخریج الفروع الاصول، جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ۔۷۷۲ھ)۔بیروت،مؤسسہ الرسالہ طبع ثالث ۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۴ تحقیق محمد حسن ھیتو۔

۱۰۹۔ التنقیح والتوضیح،صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ بخاری حنفی (متوفی ۷۴۷ھ)۔کراچی،نور محمد اصح المطابع ۱۴۰۰ھ۔

۱۱۰۔ التنقیح والتوضیح، صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی (متوفی ۷۴۷ھ)۔بیروت،دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶ء۔

۱۱۱۔ التنظیر الفقہی،جمال الدین عطیہ۔دوحہ،مطبعہ دوحہ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۱۱۲۔ تنقیح الفصول فی اختصار المحصول و شرح و تنقیح الفصول،ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ مصری قرافی مالکی (۶۲۶ھ۔۶۸۴ھ)۔مصر، شرکہ طباعۃ الفنیہ المتحدہ العباسیہ ۱۳۹۳ھ،تحقیق طٰہٰ عبد الرؤف سعد۔

۱۱۳۔ توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس فی مناقب الامام شافعی احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن حمد الکنانی،ابن حجر العسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ)۔مصر،مطبعہ المیریہ ۱۳۰۱ھ۔

۱۱۴۔ تیسیر التحریر علی کتاب التحریر لابن ہمام محمد امین معروف بامیر بادشاہ الحسینی الحنفی الخراسانی البخاری المکی (متوفی ۱۰۷۷ھ)۔مصر،مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۰۔

(ج)

۱۱۵۔ الجامع الترمذی،ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ (۲۰۹ھ۔۲۷۹ھ)

۱۱۶۔ الجامع لاحکام القرآن،ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی۔بیروت،دار الفکر ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۱۱۷۔ جماع العلم، امام المطلبی محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ)۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء تحقیق استاذ محمد احمد عبد العزیز۔

۱۱۸۔ جمع الجوامع، ابونصر قاضی القضاۃ تاج العرین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ ابن تمام السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔۷۷۱ھ)۔ بمبئی، مطبع اصح المطابع س۔ن۔

۱۱۹۔ الجواهر المضية في طبقات الحنفيه، محی الدین ابی محمد عبدالقادر ابن ابی الوفاء محمد بن نصر ابن سالم بن ابی الوفا القرشی الحنفی مصری (متوفی ۷۷۵ھ)۔ کراچی، میر محمد کتب خانہ س،ن۔

(ح)

۱۲۰۔ حاشيه الشهاب الخفاجي على تفسير بيضاوى، شیخ احمد بن محمود بن عمر قاضی القضاۃ، شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی (متوفی ۱۰۶۹ھ)۔ مصر علی نفقۃ محمد عارف پاشا ۱۲۸۳ھ۔

۱۲۱۔ حاشيه العطار على جمع الجوامع للعلامہ شیخ حسن العطار علی شرح الجلال للامام ابن السبکی۔ بیروت، دار الکتب س،ن۔

۱۲۲۔ حاشيه سيالكوثى على توضيح و التلويح، عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی (۹۸۸ھ۔۱۰۶۷ھ)۔ لاہور، مکتبہ جامع مدینہ س،ن۔

۱۲۳۔ حاشيه على مرآة الاصول شرح مرقاة الوصول للازميرى۔ مصر، مطبعہ الحاج محرم آفندی البوسنوی ۱۳۰۲ھ۔

۱۲۴۔ حاشيه على الورقات للجوينى، شیخ احمد بن محمد الدمیاطی (متوفی ۱۱۱۷ھ)۔ مصر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵ء۔

۱۲۵۔ حاشيه نسمات الاسحار على شرح افاضة الانوار على متن اصول المنار لعلاء الدين الحصكفى حنفی (متوفی ۱۰۸۸ھ)، محمد امین بن عمر بن عابدین (۱۱۹۸ھ۔۱۲۵۲ھ)۔ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی طبع ثانی ۱۳۹۹ھ۔

۱۲۶۔ حجۃ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ)۔ ادارہ الطباعہ المنیریہ ۱۳۵۲ھ۔

۱۲۷۔ حجۃ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ)۔ کراچی، شیخ غلام علی سنز س،ن۔

۱۲۸۔ حدائق الحنفيه، فقیر محمد لکھنوی۔ انڈیا، مطبع نامی منشی نول کشور ۱۲۹۷ھ۔

۱۲۹۔ حركة التاليف بالغة العربيه فى الاقليم الشمالى الهندى فى القرنين الثامن و التامع عشر، جمیل احمد۔ کراچی، جامعۃ الدراسات الاسلامیہ س،ن۔

۱۳۰۔ الحسامی، حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الاخیسکی حنفی (متوفی ۶۴۴ھ)۔ مع الحسامی بالنامی ابومحمد عبدالحق الحقانی بن محمد امیر۔ کراچی، نور محمد س،ن۔

۱۳۱۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ، جلال الدین السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)۔مصر، مصطفیٰ آفندی فہمی الکتبی س،ن۔

۱۳۲۔ حصول المامول من علم الاصول ،نواب صدیق حسن خان (۱۲۴۸ھ۔۱۳۰۷ھ)۔القاہرہ، دار الصحوہ ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۵ء، تعلیق مقتدی حسن الازہری۔

۱۳۳۔ حیات حافظ ابن قیم ،عبد العظیم مترجم غلام احمد حریری۔کراچی ،غلام علی سنز ۱۹۸۹ء۔

(خ)

۱۳۴۔ خطبات بہاولپور، محمد حمید۔اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی طبع ثالث ۱۹۹۰ء۔

(د)

۱۳۵۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)۔لاہور دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ۔۱۹۷۱ء۔

۱۳۶۔ دراسته تاریخیة للفقه و اصوله و الا تجاهات التی ظهرت فیها، مصطفیٰ سعید الخن ، الشرکة المتحده للتوزیع س،ن۔

۱۳۷۔ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار ،علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی حنفی (۱۰۲۵ھ۔۱۰۸۸ھ)۔ کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی س،ن۔

۱۳۸۔ الدرر الکامنه فی اعیان المائة الثامنه ،احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد الکنانی ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ)۔بیروت، دار الجیل س،ن۔

۱۳۹۔ دروس فی علم الاصول ، شهید آیة العظمی السید محمد باقر الصدر (متوفی ۱۴۰۰ھ) قم، مؤسسه النشر الاسلامی ۱۴۱۵ھ۔

۱۴۰۔ الدیباج المذهب فی معرفة اعیان المذهب، قاضی ابراہیم بن نور الدین المعروف بابن فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ)۔بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء، تحقیق مامون بن محی الدین الحقان۔

(ذ)

۱۴۱۔ الذریعه الی تصانیف الشیعه، شیخ آقا بزرک الطہرانی۔بیروت، دار الاضواء طبع ثالث س،ن۔

(ر)

۱۴۲۔ الرسالہ محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ)۔بیروت، دار الفکر ۱۳۰۹ھ، تحقیق احمد محمد شاکر۔

۱۴۳۔ الرسالہ المستطرفه لبیان مشهور کتب السنة المشرفه، شیخ محمد جعفر الکتانی (متوفی ۱۳۴۵ھ)۔کراچی، نور محمد کتب خانہ ۱۳۷۹ھ۔

۱۴۴۔ رفع الملام عن الائمة الاعلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ) مطبعہ السنة المحمدیہ ۱۳۸۷ھ۔

۱۴۵۔ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات، علامہ متتبع المرزا محمد باقر الموسوی الخوانساری الاصبہانی۔ بیروت الدار الاسلامیہ ۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۱ء۔

۱۴۶۔ روضة الناظر وجنة المناظر فی اصول الفقه علی مذهب الامام احمد بن حنبل، موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (۵۴۱ھ۔ ۶۲۰ھ)۔ قاہرہ، المطبعہ السلفیہ ۱۳۸۵ھ۔

۱۴۷۔ روضة الناظر وجنة المناظر فی اصول الفقه علی مذهب الامام احمد بن حنبل، موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (۵۴۱ھ۔ ۶۲۰ھ)۔ بیروت، دار الکتب العربیہ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء۔

۱۴۸۔ الریاض النضره فی مناقب العشره، ابوجعفر احمد المحب الطبری۔ بیروت دار الکتب العلمیہ س، ن۔

(س)

۱۴۹۔ سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشره، ابوالفضل سید محمد خلیل آفندی المرادی۔ بغداد، مکتبہ المثنی ۱۳۰۱ھ۔ قاہرہ، مطبعہ الامیریہ ۱۳۰۱ھ۔

۱۵۰۔ سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، ابن ماجہ (۲۰۹ھ۔ ۲۷۳ھ)۔

۱۵۱۔ سنن ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث ابی داؤد السجستانی (۲۰۲ھ۔ ۲۷۵ھ)۔ کراچی نور محمد اصح المطابع س، ن۔

۱۵۲۔ سنن نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر النسائی (۲۱۵ھ۔ ۳۰۳ھ)۔ کراچی، نور محمد کارکانہ تجارت س، ن۔

۱۵۳۔ سیرت ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن محمد بن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ)۔ قاہرہ، مطبعہ حجازی س، ن۔ تعلیق و حواشی، محمد محی الدین الحمید۔

۱۵۴۔ سیرت النعمان، شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء)۔ کراچی، دار الاشاعت ۱۴۱۲ھ۔

۱۵۵۔ سیرت ائمہ اربعہ سید رئیس احمد جعفری۔ کراچی، شیخ غلام علی سنز س، ن۔

(ش)

۱۵۶۔ الشافعی حیاة وعصره آراؤه وفقهه، محمد ابوزہرہ۔ القاہرہ، دار الفکر العربی طبع ثانی ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۴۸ء۔

۱۵۷۔ الشامل فی شرح اصول الفقه للشیخ فخر الاسلام البزدوی، ابوحنیفہ امیر کاتب ابن امیر علی العمید الفارانی الاتقانی (۷۵۸ھ۔ میں زندہ تھے)۔ کراچی مجلس علمی لائبریری میں ہاتھ سے لکھا ہوا دس جلدوں پر مشتمل ایک نسخہ موجود ہے۔ جس کی یہ تحریر ہے کہ انہوں نے اسے ۷۵۸ھ میں لکھنا شروع کیا تھا۔

۱۵۸۔ شرح البدخسی، محمد بن حسن البدخشی۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء۔

۱۵۹۔ شرح جمع الجوامع، امام ابن السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ) مع حاشیہ، العلامه البنانی علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع للامام ابن السبکی۔ مصر، دار الکتب العربیہ الکبریٰ س، ن۔

۱۶۰۔ شرح الزرقانی علی المذاهب ،علامہ محمد عبدالباقی الزرقانی متوفی سنہ ۱۱۲۲ھ۔ بیروت ،دارالمعرفہ طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔

۱۶۱۔ شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب ،عضدالدین عبدالرحمن بن احمد الایجی شافعی (۷۰۸ھ۔ ۷۵۶ھ)۔مصر،مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

۱۶۲۔ شرح العمد ،ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ)۔مدینۃ المنورہ،مکتبہ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ، تحقیق عبدالحمید علی ابوزنید۔

۱۶۳۔ شرح الکوکب المنیر ، المسمی مختصر التحریر یا المختبر التکبر شرح المختصر فی اصول الفقه ،شیخ محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن علی الفتوحی الحنبلی معروف بابن اللحام (۸۹۸ھ۔۹۷۲ھ)۔دمشق، دارالفکر ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء تحقیق محمد الزحیلی ونزیہ حماد۔

۱۶۴۔ شرح الکوکب المنیر ، المسمی مختصر التحریر یا المختبر التکبر شرح المختصر فی اصول الفقه ،شیخ محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن علی الفتوحی الحنبلی معروف بابن اللحام (۸۹۸ھ۔۹۷۲ھ)۔ مکۃ المکرمہ، جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء، تحقیق محمد الزحیلی ونزیہ حماد۔

۱۶۵۔ شرح اللمع یا الوصول الی مسائل الاصول ،جمال الدین ابواسحق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ شیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ)۔ بیروت دارالغرب اسلامی ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء تحقیق عبدالمجید ترکی۔

۱۶۶۔ شرح المنار وحواشیه من علم الاصول علی متن المنار ،عزالدین عبداللطیف ابن عبدالعزیز بن الملک (متوفی ۸۰۱ھ) مطبعہ العثمانیہ س،ن۔

۱۶۷۔ شرح الورقات للجوینی ،جلال الدین محمد ابن احمد المحلی شافعی (۷۹۱ھ۔۸۶۴ھ)۔مصر،مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵۔

۱۶۸۔ شرح تسهیل الطرقات سید محمد علوی مالکی (معاصر)۔سعودیہ،وزارت نشرواشاعت ۱۴۱۱ھ۔

۱۶۹۔ شرح جلال المحلی علی جمع الجوامع،جلال الدین محمد ابن احمد المحلی شافعی (۷۹۱ھ۔۸۶۴ھ)۔ بمبئی،مطبعہ اصح المطابع س،ن۔

۱۷۰۔ شرح صحیح مسلم، یحییٰ بن شرف نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ)۔کراچی،نور محمد اصح امطابع طبع ثانی ۱۳۶۵ھ۔

۱۷۱۔ شذرات الذهب فی اخبار من الذهب ،ابوالفلاح عبدالحئی بن العماد الحنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ)۔قاہرہ، مکتبہ القدسی ۱۳۵۰ھ۔

۱۷۲۔ شفاء الغلیل فی بیان الشبیه والمخیل ومسالک التحلیل ،ابوحامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔ ۵۰۵ھ)۔بغداد،مطبعہ الارشاد ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۱ء تحقیق دکتور حمد الکبیسی۔

۱۷۳۔ الشقائق النعمانیه فی علماء الدوله العثمانیه مصر، احمد بن مصلح الدین مصطفیٰ ابن خلیل، طاش کبری زاده رومی (۹۰۱ھ۔۹۶۴ھ)۔ مصر، مطبعہ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ۔

۱۷۴۔ شیعہ ہی اہلِ سنت ہیں، محمد تیجانی سماوی مترجم نثار احمد زین پوری، انتشارات انصاریان ۱۹۹۴ء۔

(ص)

۱۷۵۔ صحیح البخاری ، ابوعبداللہ محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بن المغیرہ البخاری (۱۹۴ھ۔۲۵۶ھ)۔ اسلام آباد، وزارت التعلیم ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء۔

۱۷۶۔ صحیح مسلم، امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیساپوری (۲۰۶ھ۔۲۶۱ھ)۔ بیروت، مؤسسہ عز الدین ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء، تحقیق احمد عمر ہاشم، موسیٰ شاہین لاشین۔

(ض)

۱۷۷۔ الضروری فی اصول الفقه یا مختصر المستصفی، ابوالولید محمد بن رشد حفید مالکی (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ)۔ بیروت، دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۴ء تحقیق جمال الدین علوی، محمد علال سیناصر۔

۱۷۸۔ الضوء اللامع لاهل القرن التاسع شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی۔ القاہر، مکتبہ القدسی ۱۳۵۳ھ۔

۱۷۹۔ ایضاح اللامع شرح جمع الجوامع فی اصول الفقه، ابوالعباس احمد بن عبدالرحمٰن الیزلیطینی مالکی، شیخ حلولو (متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ)۔ ریاض، جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء، تحقیق عبدالکریم بن علی بن محمد النملہ۔

(ط)

۱۸۰۔ الطبری، احمد محمد الحوفی۔ مصر، المجلس الاعلی للشوون الاسلامیه ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰ء۔

۱۸۱۔ طبقات الحنابله، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلی الفراء الحنبلی (۳۸۰ھ۔۴۵۸ھ)۔ بیروت، دار المعرفۃ س۔ن۔

۱۸۲۔ الطبقات السنیه فی تراجم الحنفیه تقی الدین بن عبدالقادر التمیمی الداری الغزی المصری الحنفی (متوفی ۱۰۰۵ھ)۔ القاہرہ، المجلس الاعلی للشوون الاسلامیه ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰، تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو۔

۱۸۳۔ طبقات الشافعیه، ابوبکر ابن ہدایۃ الحسینی، المصنف (متوفی سنہ ۱۰۱۴ھ)۔ بغداد، مطبعہ بغداد ۱۳۵۶ھ۔

۱۸۴۔ طبقات الشافعیه، جمال الدین، عبدالرحیم الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ۔۷۷۶ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۱۸۵۔ طبقات الشافعیه الکبری، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ)۔ قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ س۔ن۔ تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو، محمود محمد الطناحی۔

۱۸۶۔ طبقات الفقهاء، ابواسحٰق ابراہیم بن علی الشیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ)۔ بغداد، مطبعہ بغداد ۱۳۵۶ھ۔

(ع)

۱۸۷۔ عز بن عبد السلام : رضوان علی ندوی۔ دمشق، دار الفکر ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء۔

۱۸۸۔ علم اصول الفقه : عبدالوہاب خلاف (۱۳۰۵ھ۔ ۱۳۷۵ھ)۔ کویت، دار القلم طبع عشرون ۱۳۶۱ھ۔

۱۸۹۔ علم اصول الفقه وعلاقته بالفلسفة الاسلامیه : علی جمعہ محمد۔ القاہرہ، المعهد العالمی للفكر الاسلامی ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۹۶ء۔

۱۹۰۔ علم الاصول تاریخا وتطورا : علی الفاضل القائنیی النجفی ،مرکز النشر مکتب الاعلام الاسلامی ۱۴۰۵ھ۔

۱۹۱۔ عیون البصائر فی شرح الاشباه والنظائر : حموی عمر۔ انڈیا، مطبعہ منشی نول کشور س،ن۔

(غ)

۱۹۲۔ غایة الوصول شرح لب الاصول : شیخ الاسلام زین الدین حافظ قاضی القضاة زکریا بن محمد بن احمد زکریا الانصاری ظاہری شافعی (۸۲۶ھ۔ ۹۲۶ھ) مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۶۰ھ۔

۱۹۳۔ الغزالی : شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء) کراچی۔ مدینہ پبلشنگ س،ن۔

(ف)

۱۹۴۔ الفاروق : شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء) لاہور، مکتبہ رحمانیہ س،ن۔

۱۹۵۔ عمر فاروق اعظم : محمد حسین ہیکل ۲/۲۹۳۔ ۲۹۴۔ القاہرہ، مطبعہ مصر شرکہ مساہمہ مصریہ ۱۳۶۴ھ

۱۹۶۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری : احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد الکنانی ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔ ۸۵۲ھ) السعودیہ۔ ادارت البحوث العلمیه والافتاء والدعوه والارشاد س،ن۔

۱۹۷۔ فتح الرحمٰن علی متن لقطة العجلان لبدر الدین الزرکشی : زین الدین حافظ قاضی القضاة زکریا بن محمد بن احمد زکریا الانصاری الظاہری شافعی (۸۲۶ھ۔ ۹۲۶ھ) قاہرہ، مطبع النیل ۱۳۲۶ھ۔

۱۹۸۔ فتح الغفار بشرح المنار المعروف بمشكاة الانوار فی اصول المنار : زین الدین ابراہیم بن محمد بن محمد ابن نجیم حنفی مصری (متوفی سنہ ۹۷۰ھ) مصر مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۰۔ ۱۹۳۶ھ حواشی شیخ عبدالرحمن البحراوی مصری۔

۱۹۹۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین : عبداللہ مصطفیٰ المراغی۔ بیروت، محمد امین درج س،ن۔

۲۰۰۔ الفروق : ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبدالرحمن بن عبداللہ مصری قرافی مالکی (۶۲۶ھ۔ ۶۸۴ھ) بیروت، دار المعرفہ س،ن۔

۲۰۱۔ الفصول فی الاصول : ابواب الاجتہاد والقیاس لابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص حنفی (متوفی ۳۷۰ھ) تحقیق سعید اللہ قاضی۔ لاہور، المکتبہ العلمیہ ۱۹۹۸۱ء۔

۲۰۲۔ الفقه الاسلامی فی ثوبه الجدید : مصطفیٰ احمد الزرقاء۔ دمشق، مطبعہ الانتشار ۱۳۸۴ھ۔ ۱۹۶۵ء۔

۲۰۳۔ فقه اسلامی کا تاسیسی پس منظر : سجاد الرحمن صدیقی۔ اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی ۱۹۹۲ء۔

۲۰۴۔ الفقه الاسلامی وادلته، وهبه الزحیلی : دمشق، دار الفکر طبع ثالث ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء۔

۲۰۵۔ فقه عمر : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ طبع دوم ۱۹۶۰ء۔

۲۰۶۔ الفکر الاصولی واشکالیة السلطة العلمیة فی الاسلام : قراءة نشأة علم الاصول ومقاصد الشریعه، عبد المجید الصغیر۔ بیروت، دار المنتخب العربی ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء۔

۲۰۷۔ الفکر السامی فی تاریخ الفقه الاسلامی : محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی (۱۲۹۱ھ۔ ۱۳۷۶ھ) بیروت، دار الکتب العلمیہ (۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۵ء) تحقیق ایمن صالح شعبان۔

۲۰۸۔ الفکر السامی فی تاریخ الفقه الاسلامی : محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی (۱۲۹۱ھ۔ ۱۳۷۶ھ) مدینۃ المنورہ، مکتبۃ العلمیہ س، ن۔ تخریج احادیث و تعلیق عبد العزیز بن عبد الفتاح القاری۔

۲۰۹۔ فلسفه التشریع فی الاسلام : صبحی محمصانی، بیروت، مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء۔

۲۱۰۔ فهرست الکتب العربیه المحفوظه بالکتب خانه المصریه : مصر، مطبعہ العثمانیہ ۱۳۰۵ھ، جمع و ترتیب احمد الهیهی و محمد البیلاوی۔

۲۱۱۔ فهرست المکتبه الازهریه : فہرست الکتب الموجودہ بالمکتبۃ الازہری الی ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء۔ مصر، مطبعہ الازہر ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء۔

۲۱۲۔ فهرست مخطوطات مکتبه الجامع الکبیر صنعاء : یمن، وزارت الاوقاف والارشاد الجمهوریه العربیه الیمنیه س، ن۔ تقدیم علی ابن علی السمان، اعداد، احمد عبد الرزاق الرقیحی، عبد اللہ محمد حبشی۔

۲۱۳۔ فوات الوفیات : محمد بن شاکر بن احمد الکتبی (متوفیٰ ۷۶۴ھ)۔ مصر، مطبعہ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ۔

۲۱۴۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت : عبد العلی محمد بن نظام الدین الانصاری۔ مصر، مطبعہ الامیریہ بولاق ۱۳۲۲ھ۔

۲۱۵۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت : عبد العلی محمد بن نظام الدین الانصاری۔ انڈیا، مطبع نول کشور ۱۲۹۵ھ۔ ۱۸۷۸ء، تصحیح محمد امان الحق۔

۲۱۶۔ الفوائد البهیه فی تراجم الحنفیة : ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ لکھنوی ہندی (۱۲۶۴ھ۔ ۱۳۰۴ھ)۔ کراچی، مطبعہ خیر کثیر س، ن۔

(ق)

۲۱۷۔ قاموس الیاس العصری : الیاس انطون الیاس، بیروت، دار الجیل ۱۹۷۲ء۔

۲۱۸۔ قاموس المحیط : مجد الدین الفیروز آبادی، مصر مکتبۃ التجاریہ الکبریٰ س، ن

۲۱۹۔ القران الکریم :
۲۲۰۔ القواعد : حافظ ابو الفرج عبد الرحمن شہاب الدین احمد البغدادی ثم الدمشقی، ابن رجب الحنبلی (۷۳۶ھ۔ ۷۹۵ھ) مصر، مطبعہ الصدق الخیریہ ۱۳۵۲ھ۔ ۱۹۳۳ء۔
۲۲۱۔ قواعد الاحکام فی مصالح الانام : ابوعز الدین عبد العزیز عبد السلام شافعی (۵۷۷ھ۔ ۶۶۰ھ یا ۶۶۱ھ) القاہرہ مطبعہ الاستقامہ س،ن۔
۲۲۲۔ قواعد الاصول و معاقد الفصول، مختصر تحقیق الامل فی علمی الاصول والجدل : صفی الدین محمد المومن بن کمال الدین البغدادی الحنبلی (۶۵۸ھ۔ ۷۳۹ھ) دمشق، المکتبہ الہاشمیہ ۱۳۳۰ھ۔
۲۲۳۔ قواعد الاصول ومعاقد الفصول، مختصر تحقیق الامل فی علمی الاصول والجدل : صفی الدین محمد المومن بن کمال الدین البغدادی الحنبلی (۶۵۸ھ۔ ۷۳۹ھ) المملکۃ السعودیہ، جامعہ ام القری ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۸ء۔
۲۲۴۔ القواعد الکلیہ ماخوذۃ من المدخل الفقہی العام الی الحقوق المدینہ : مصطفیٰ احمد الزرقا، کراچی، میر محمد ۱۹۸۶ء۔
۲۲۵۔ القواعد والفوائد الاصولیہ وما یتعلق بہا من الاحکام الفرعیۃ : ابوالحسن، علاء الدین علی بن محمد بن علی بن عباس بن شیبان البعلی الدمشقی الحنبلی، ابن اللحام الحنبلی : (متوفی ۸۰۳ھ) بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۳ء۔
۲۲۶۔ القیاس فی الشرع الاسلامی : شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ۔ ۷۲۸ھ) وتلمیذہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیہ حنبلی (۶۹۱ھ۔ ۷۵۱ھ) قاہرہ، المطبعہ السلفیہ طبع ثالث ۱۳۸۵ھ۔

(ک)

۲۲۷۔ کتاب الام : امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔ ۲۰۴ھ) بیروت، دار الفکر ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰ء۔
۲۲۸۔ کتاب التریاق النافع بایضاح و تکمیل مسائل جمع الجوامع : سید شریف ابوبکر بن عبد الرحمن شہاب الدین العلوی الحسینی الشافعی (متوفی ۱۳۱۷ھ بعدہ) حیدر آباد دکن، مجلس دائرہ المعارف النظامیہ ۱۳۱۷ھ۔
۲۲۹۔ کتاب الحاصل من المحصول فی اصول الفقہ : تاج الدین ابوعبداللہ محمد بن الحسین الارموی شافعی (۵۷۰ھ۔ ۶۵۳ھ یا ۶۵۶ھ) بنغازی منشورات جامعہ قاریونس ۱۹۹۴ء، تحقیق عبد السلام محمود ابوناجی۔
۲۳۰۔ کتاب الخراج : امام ابویوسف (۱۱۳ھ۔ ۱۸۲ھ) مصر، مطبعہ السلفیہ طبع ثالث ۱۳۸۲ھ۔
۲۳۱۔ کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان : شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی (متوفی ۹۷۳ھ) مصر، مطبعہ الیمنیہ ۱۳۱۱ھ۔

۲۳۲۔ کتاب التحقیق شرح الحسامی ، المعروف بغایة التحقیق : عبدالعزیز بن احمد بن محمد البخاری (متوفی ۷۳۰ھ) کراچی، میر محمد کتب خانہ س،ن۔

۲۳۳۔ کتاب التعریفات : سید الشریف علی بن محمد الجرجانی متوفی (۷۴۰ھ۔۸۱۶ھ) طہران، انتشارات ناصر خسرو طبع سوم ۱۳۰۸ھ۔

۲۳۴۔ کتاب الجوهر اللماع فیما بالسماع من حکم الامام الشافعی المنظومة والمنثورة : حسین ابن عبداللہ باسلامہ شافعی مکی مصر، مطبعہ کردستان العلمیہ ۱۳۲۶ھ۔

۲۳۵۔ کتاب الجوهر النفس فی تاریخ حیاة الامام : محمد بن ادریس، محمد آفندی مصطفیٰ مصر، المطبعہ الحسینیہ المصریہ ۱۳۲۶ھ۔۱۹۰۸ء۔

۲۳۶۔ کتاب الذیل علی طبقات الحنابله : ابن رجب ابوالفرج عبدالرحمٰن بن شہاب الدین احمد البغدادی الدمشقی الحنبلی (۷۳۲ھ۔۷۹۵ھ) بیروت، دارالمعرفہ س،ن۔

۲۳۷۔ کتاب الرحمة الغیثیه بالترجمه اللیثیه فی مناقب الامام اللیث بن سعد : ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الکنانی، ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ) مصر، مطبعہ المیریہ ۱۳۰۱ھ۔

۲۳۸۔ کتاب الفهرست : ابن الندیم محمد بن یعقوب شیعی معتزلی (متوفی ۳۸۰ھ) کراچی، نور محمد س،ن۔

۲۳۹۔ کتاب اللامشی فی اصول الفقه : محمود بن زید الامشی حنفی ماتریدی، بیروت، دارالغرب الاسلامی ۱۹۹۰ء، تحقیق عبدالمجید ترکی۔

۲۴۰۔ کتاب اللمع : ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ) مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۹۸۷ء۔۱۹۸۸ء۔

۲۴۱۔ کتاب المسترشد الی المقدم فی مذهب احمد : عبداللہ بن محمد الخلیفی ، العالمیہ مع اجازۃ القضاۃ والتدریس ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء۔ تصحیح محمد زہری النجار۔

۲۴۲۔ کتاب المعتمد فی اصول الفقه : ابوالحسن محمد بن علی بن الطلب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) دمشق، المعهد العلمی الفرنسی للدراسات العربیه ۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴ء تحقیق وتہذیب محمد حمیداللہ۔

۲۴۳۔ کتاب الطبقات الکبیر : ابن سعد، لندن مطبعہ بریل ۱۳۲۵ھ تصحیح دکتور سترستین۔

۲۴۴۔ کتاب مسلم الثبوت : قاضی محب اللہ بن عبدالشکور البہاری حنفی (متوفی ۱۱۱۹ھ) مصر، مطبعہ الحسینیہ المصریہ س،ن۔

۲۴۵۔ کتاب مناقب الامام شافعی : ابوعبداللہ محمد بن عمر الرازی شافعی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) مصر، مکتبہ العلامیہ س،ن۔

۲۴۶۔ کتاب نزهة المشتاق شرح اللمع لابی اسحاق الشیرازی : محمد یحیٰ بن الشیخ امان المکی، قاہرہ، مطبعہ حجازی ۱۳۷۰ھ۔۱۹۵۱ء۔

۲۴۷۔ الکشاف عن مخطوطات خزائن کتب الاوقاف : محمد اسعد طلس، بغداد، مطبعہ العانی ۱۳۷۲ھ۔۱۹۵۳ء۔

۲۴۸۔ کشف الاسرار شرح اصول البزدوی : عبدالعزیز بن احمد بن محمد البخاری (متوفی ۷۳۰ھ) کراچی، صدف پبلیشرز، س،ن۔

۲۴۹۔ کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار : ابوالبرکات عبداللہ بن احمد، المعروف حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۱۰ھ) مع۔

۲۵۰۔ شرح نور الانوار علی المنار : لحافظ شیخ احمد المعروف ملاجیون بن ابی سعید بن عبید اللہ الحنفی الصدیقی (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۰ھ) بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء۔

۲۵۱۔ کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار : ابوالبرکات عبداللہ بن احمد المعروف حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۱۰ھ) مع۔

۲۵۲۔ شرح نور الانوار علی المنار : الحافظ شیخ احمد المعروف ملاجیون بن ابی سعید عبید اللہ الحنفی الصدیقی (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۰ھ) مصر، مطبعہ الکبریٰ الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

۲۵۳۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون : مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطنی الرومی الحنفی، ملا کاتب الجلبی، حاجی خلیفہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) بیروت، دارالفکر ۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء۔

۲۵۴۔ کشف القناع المرفی عن مہمات الاسامی والکنی : بدرالدین ابی محمد محمود بن عینی (متوفی ۸۵۵ھ) جدہ، جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء۔

۲۵۵۔ کشف المبهم مما فی المسلم : محمد بشیر الدین بن محمد بن کریم الدین العثمانی القنوجی۔ کراچی، محمد سعید اینڈ سنز، س،ن۔

۲۵۶۔ کشف المغطا عن وجه المؤطا حاشیه المؤطا : اشفاق الرحمٰن، اسلام آباد وزارت التعلیم۔

۲۵۷۔ الکواکب السائرہ باعیان المئة العاشرہ : نجم الدین الغزی۔ بیروت، الجامعة الامریکیة ۱۳۴۵ھ، تحقیق جبرائیل سلیمان جبور۔

(ل)

۲۵۸۔ لب الاصول : شیخ الاسلام زین الدین حافظ القضاة زکریا بن محمد بن احمد بن احمد زکریا الانصاری الظاہری الشافعی (۸۲۶ھ۔۹۲۶ھ) مصر، مطبعہ البابی الحلبی ۱۳۶۰ھ۔

۲۵۹۔ لسان العرب : جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری (متوفی ۷۱۱ھ) بیروت، دار صادر ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵ء۔

۲۶۰۔ لسان المیزان : شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی محمد بن محمد علی بن احمد الکنانی حجر العسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ) حیدرآباد دکن، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۲۹ھ۔

۲۶۱۔ لطائف الاشارات الی شرح تسهيل الطرقات لنظم الورقات فی الاصول الفقهيات : الشیخ شرف الدین یحییٰ العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ) شیخ عبدالحمید بن محمد علی قدس شافعی، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۴۳ھ۔

۲۶۲۔ قرۃ العین فی شرح ورقات امام الحرمین : شیخ ابی عبداللہ محمد بن محمد الرعینی المعروف بالحطاب مالکی (۹۰۲ھ۔۹۵۴ھ) مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۴۳ھ۔

۲۶۳۔ اللمع : جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن علی یوسف بن عبداللہ شیرازی شافعی (۳۸۳ھ۔۴۷۶ھ) مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ بیروت، دارالندرہ الاسلامیہ ۱۹۸۷ء۔۱۹۸۸ء۔

۲۶۴۔ اللمع : جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن علی یوسف بن عبداللہ شیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ) مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۸ھ۔۱۹۳۹ء۔

(م)

۲۶۵۔ مالک حیاته و عصره آراؤه فقهه : محمد ابوزہرہ، قاہرہ، مکتبہ الانجلو المصریہ طبع ثانی س،ن۔

۲۶۶۔ مجلة الفکر الاسلامی ایران العدد : ۲۰، ۲۶۔

۲۶۷۔ مجموعہ فتاویٰ "اصول الفقہ" : (جلد ۱۹ + ۲۰) ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن ۲۶۸۔

۲۶۸۔ محمد تقی الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ) حرمین شریفین، اشراف الرئاسہ للشؤون الحرمین الشرفین ۱۳۹۸ھ، جمع وتبوت عبدالرحمن بن محمد بن قاسم النجدی العاصمی الحنبلی۔

۲۶۹۔ محاضرات تاریخ امم الاسلامیہ : (الدولۃ العباسیہ) شیخ محمد الخضری بک (متوفی ۱۹۶۷ء) مصر، مکتبہ تجاریہ الکبریٰ طبع عاشر س،ن۔

۲۷۰۔ المحصول فی علم الاصول : امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) سعودیہ، جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء تحقیق جابر فیاض علوانی۔

۲۷۱۔ المحصول فی علم الاصول : امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) السعودیہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء تحقیق عادل احمد عبدالموجود علی محمد معوض۔

۲۷۲۔ المحلی : ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ) قاہرہ، مکتبہ دارالتراث س،ن۔ تحقیق احمد محمد شاکر۔

۲۷۳۔ مختار الصحاح : محمد ابن ابی بکر بن عبد القادر الرازی (متوفی ۶۰ ۷ھ) مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی س ن۔

۲۷۴۔ مختصر المنار : زین الدین ابی العز طاہر بن حسن الحلبی حنفی معروف بابن حبیب الحلبی (۷۴۰ھ۔۸۰۸ھ) دمشق، المکتبہ الہاشمیہ ۱۳۳۰ھ۔

۲۷۵۔ مختصر المنتهی الاصولی : جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر ابی بکر حاجب مالکی (۵۷۱ھ۔۶۴۶ھ) قاہرہ، مطبعہ کردستان العلمیہ ۱۳۲۶ھ۔

۲۷۶۔ مختصر تنقیح الفصول فی الاصول : شہاب الدین احمد القرافی مالکی (۶۲۶ھ۔۶۸۴ھ) دمشق، المکتبہ الہاشمیہ ۱۳۳۰ھ۔

۲۷۷۔ المختصر فی اصول الفقه علی مذهب الامام احمد بن حنبل : علی بن محمد بن علی بن عباس بن شیبان البعلی الدمشقی الحنبلی : علاء الدین ابو الحسن المعروف بابن اللحام ، (۷۵۰ھ۔بعدہ) مکۃ المکرمہ، جامعہ الملک عبد العزیز ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء۔

۲۷۸۔ المخطوطات العربیه فی حلب (المنتخب) اعداد مرکز الخدمات والابحاث الثقافیه : بیروت، عالم الکتب ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۶ء۔

۲۷۹۔ مخطوطات المکتبه العباسیه : مصر علی الخاقانی، مطبعه المجمع العلمی العراقی ۱۳۱۰ھ۔۱۹۶۱ء۔

۲۸۰۔ المدخل الی علم اصول الفقه : محمد معروف الدوالیبی ، بیروت ، مطابع دار العلم للمابیین طبع خامس ۱۳۸۵ھ۔۱۹۶۵ء۔

۲۸۱۔ المدخل الی مذهب الامام احمد : عبد القادر بن احمد بن مصطفیٰ ابن بدران، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء۔

۲۸۲۔ المدخل للفقه الاسلامی تاریخه ومصادره ونظریاته العام : محمد سلام مدکور، قاہرہ، دار النہضہ العربیہ ۱۳۸۰ھ۔۱۹۶۰ء۔

۲۸۳۔ المدونه الکبری : امام مالک بن انس الاصبحی (۹۳ھ۔۱۷۹ھ) مصر، مطبعہ الخیریہ ۱۳۲۴ھ۔

۲۸۴۔ المذاهب الفقهیه الاربعه الحنفی ، الشافعی ، الحنبلی وانتشارها وانتشارها عند جمهور المسلمین ، لاحمد تیمور باشا معه دراسه تحلیه شیخ محمد ابوزهره مترجم معراج محمد باروق : کراچی قدیمی کتب خانہ س،ن۔

۲۸۵۔ مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان : ابو محمد عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین الیافی الیمنی المکی (متوفی ۷۶۸ھ) حیدر آباد دکن، مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ۔

۲۸۶۔ مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات والاعتقادات : ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری الاندلسی (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ) قاہرہ، مکتبہ القدسی ۱۳۵۷ھ۔

۲۸۷۔ مرقات : ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) ملتان، مکتب امدادیہ ۱۳۹۲ھ۔

۲۸۸۔ مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی : حکیم نجم الغنی رامپوری (۱۸۵۹ء۔۱۹۳۲ء) کراچی، میر کتب خانہ س،ن۔

۲۸۹۔ المسائل الاصولیہ من کتاب الروایتین الوجھین : محمد بن الحسین بن محمد بن خلف بن احمد القاضی ابویعلی البغدادی الحنبلی (۳۸۰ھ۔۴۵۸ھ) الریاض، مکتبہ المعارف ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء تحقیق عبدالکریم محمد اللاحم۔

۲۹۰۔ المستصفی : ابوحامد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ) کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۲۹۱۔ المستصفی من علم الاصول : ابوحامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ) کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۲۹۲۔ المستصفی من علم الاصول : ابوحامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۶۰ھ۔۵۰۵ھ)۔

مع

کتاب فواتح الرحموت عبدالعلی محمد بن نظام الدین الانصاری بشرح مسلم الثبوت فی اصول الفقہ لمحب اللہ بن عبد اللہ بن عبد الشکور۔ بغداد، مکتبہ المثنی ۱۹۷۰ء، مصر، مطبعہ بولاق ۱۲۵۴ھ۔

۲۹۳۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام : نواب صدیق حسن بھوپالی (۱۲۴۸ھ۔۱۳۰۷ھ) بھوپال، مطبعہ شاہجہانی ۱۳۱۰ھ۔

۲۹۴۔ مسلم الثبوت : قاضی محب اللہ البہاری بن عبدالشکور حنفی (متوفی ۱۱۱۹ھ)۔

مع

کشف المبہم : محمد بشیر الدین بن مولانا محمد کریم الدین العثمانی القنوجی، کراچی، محمد سعید اینڈ سنز تاجران س،ن۔

۲۹۵۔ المسند امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ۔۲۴۳ھ) بیروت، دارالفکر طبع ثانی ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء تحقیق صدقی محمد جمیل العطار۔

۲۹۶۔ المسند امام بن حنبل (۱۶۴ھ۔۲۴۳ھ) بیروت، مکتب اسلامی ۱۳۹۸ھ۔

۲۹۷۔ المسودہ فی اصول الفقہ : مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ الخضری حنبلی (۵۹۰ھ۔۶۵۲ھ) شہاب الدین ابوالمحاسن عبدالحلیم بن عبدالسلام حنبلی (۶۲۷ھ۔۶۸۲ھ) شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن حلیم (متوفی ۷۵۱ھ) بیروت، دارالکتاب العربی س،ن۔ جمع وتبییض شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد بن عبدالغنی الحنبلی الحرانی الدمشقی (متوفی ۷۴۵ھ)۔

۲۹۸۔ مشکوۃ المصابیح : ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ (متوفی ۷۳۷ھ بعدہ) کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۳۶۸ھ۔

۲۹۹۔ المصنف : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی (متوفی ۲۳۵ھ) کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ۔

۳۰۰۔ المصطلح الاصولی ومشکلہ المفاہیم : علی جمعہ محمد، قاہرہ، المعہد العالمی للفکر الاسلامی ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء۔

۳۰۱۔ المعالم فی اصول الفقه : امام فخر الدین شافعی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ)۔قاہرہ، دار علم المعرفہ ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء
تحقیق شیخ عادل احمد عبدالموجود شیخ علی محمد معوض۔

۳۰۲۔ المعتمد فی اصول الفقه : ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ)۔بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء تقدیم شیخ خلیل المیس۔

۳۰۳۔ معجم الادباء ، یاقوت الحموی (متوفی ۶۲۹ھ) : بیروت، داراحیاء التراث العربی س۔ن۔

۳۰۴۔ معجم الاصولیین : محمد مظہر بقا۔مکہ المکرمہ، جامعہ ام القری ۱۴۱۴ھ۔

۳۰۵۔ المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی : ای ونسک وی اے فسنخ۔لندن، مطبعہ بریل طبع ۱۹۶۹ء۔

۳۰۶۔ معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیه : عمر رضا کحالہ۔دمشق، المکتبہ العربیہ ۱۳۷۶ھ۔
۱۹۵۷ء۔

۳۰۷۔ معدن الجواهر بتاریخ البصره والجزائر (جزائر الخلیج العربی الفارسی) : نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی ہجری کے عالم)۔اسلام آباد، مجمع بحوث الاسلامیه ۱۳۹۳ھ۔۱۹۷۳ء
تحقیق محمد حمید اللہ۔

۳۰۸۔ المغنی : موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (متوفی ۶۳۰ھ)۔مصر، مطبعہ المنار طبع ثانی
۱۳۴۷ھ۔

۳۰۹۔ المغنی فی اصول الفقه : امام جلال الدین ابی محمد عمر بن محمد بن عمر الخبازی حنفی (۶۲۹ھ۔۶۹۱ھ)۔مکہ المکرمہ، جامعہ ام القری ۱۴۰۳ھ، تحقیق محمد مظہر بقا۔

۳۱۰۔ مفتاح الوصول الی بناء الفروع علی الاصول یا مفتاح الوصول الی ابتناء الفروع علی الاصول یا مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول : ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن یحییٰ بن علی بن محمد بن القاسم العلوانی الحسینی معروف بہ شریف التلمسانی مالکی (۷۱۰ھ۔۷۷۱ھ)۔مصر، مطبع السعادہ ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء
تحقیق احمد عز الدین عبداللہ خلف اللہ۔

۳۱۱۔ مفتاح السعاده : عصام الدین ابوالخیر احمد بن مصلح الدین مصطفیٰ، ابن خلیل، طاش کبری زادہ (۹۰۱ھ۔
۹۶۴ھ)۔حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۵۶ھ۔

۳۱۲۔ مقدمه ابن خلدون : عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون مالکی (۷۳۲ھ۔۸۰۸ھ)۔بغداد، مکتبہ المثنی س۔ن۔

۳۱۳۔ مکمل اکمال الاکمال : ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی (متوفی ۸۹۵ھ)۔بیروت، دارالکتب العلمیہ س۔ن۔

۳۱۴۔ المنار : ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۱۰ھ)۔مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ
۱۳۱۶ھ۔

۳۱۵۔ مناقب الامام ابی حنیفہ : للامامین امام الموفق بن احمد المکی (متوفی ۵۶۸ھ)، حافظ الدین محمد بن محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردوی الحنفی (متوفی ۸۲۷ھ)۔ کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ ۱۴۰۷ھ۔

۳۱۶۔ مناقب الامام الشافعی : ابی السعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم، ابن الاثیر الجزری (۵۴۴ھ۔ ۶۰۶ھ)۔ جدہ، دار القبلہ للثقافہ الاسلامیہ، بیروت، موسسہ علوم القرآن ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰ء، تحقیق خلیل ابراہیم ملا خاطر۔

۳۱۷۔ مناقب الامام مالک بن انس : قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی (متوفی ۷۴۳ھ) مدینۃ المنورہ، مکتبہ طیبہ ۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۰ء تحقیق الطاہر محمد الدرديری۔

۳۱۸۔ مناهج الاصوليين في طرق دلالات الالفاظ على الاحكام : خلیفہ با بکر الحسن۔ القاہرہ، مکتبہ وہبہ ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء۔

۳۱۹۔ المنخول من تعليقات الاصول : ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔ ۵۰۵ھ)۔ دمشق، دار الفکر طبع ثانی ۱۴۰۰ھ۔ تحقیق محمد حسن ہیتو۔

۳۲۰۔ منتهى السول في علم الاصول وهو مختصر كتاب الاحكام في اصول الاحكام : سیف الدین ابو الحسن الآمدی الشافعی (۵۵۱ھ۔ ۶۳۱ھ)۔ مصر، طباعة الجمعية العلمي الازهريه المصريه الملا يوبه س،ن۔

۳۲۱۔ منتهى السول والامل في علمي الاصول والجدل : جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر ابی بکر ابن حاجب مالکی (۵۷۱ھ۔ ۶۴۶ھ)۔ مصر، مطبع السعادہ ۱۳۲۶ھ۔

۳۲۲۔ منهاج الوصول الى علم الاصول : ابو الخیر ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی البیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ)۔ قاہرہ، عالم الکتب ۱۳۴۳ھ۔

۳۲۳۔ منهاج الوصول الى علم الاصول : ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ)۔ مصر، مطبعہ السعادۃ ۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۰۱ء، تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید۔

۳۲۴۔ الموافقات في اصول الشريعه : ابو اسحٰق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی شاطبی مالکی (متوفی ۷۹۰ھ)۔ بیروت، دار المعرفہ س،ن۔ تحقیق عبد اللہ دراز۔

۳۲۵۔ الموسوعہ الفقہیہ : کویت، وزارۃ الاوقاف الشوون الاسلامیہ طبع ثانی ۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۳ء۔

۳۲۶۔ الموطا : ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن انس ابی عامر (۹۳ھ۔ ۱۷۹ھ)۔ کراچی، دار الاشاعت س،ن۔

۳۲۷۔ الموطا : ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد (۱۳۲ھ۔ ۱۸۹ھ)۔ کراچی، نور محمد اصح المطابع س،ن۔

۳۲۸۔ موسوعہ جمال عبد الناصر فی الفقہ الاسلامی : قاہرہ، وزارت الاوقاف ۱۳۸۱ھ۔

۳۲۹۔ میزان الشریعہ الکبری : عبد الوہاب شعرانی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ)۔ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۹ھ۔

(ن)

۳۳۰۔ النبذ فی اصول الفقه : ابن حزم الظاہری الاندلسی (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ)۔مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء تحقیق احمد حجازی السقا۔

۳۳۱۔ النجوم الزاهره فی ملوک مصر والقاهره : جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی الاتابکی (۸۱۳ھ۔۸۷۴ھ)۔مصر، وزارة الثقافه والارشاد القومی المؤسسه المصریه العامه۔

۳۳۲۔ نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر: عبدالحیٔ بن فخر الدین الحسینی (متوفی ۱۳۴۱ھ)۔حیدرآباد دکن مجلس دائرہ المعارف النعمانیہ ۱۳۸۱ھ۔۱۹۵۱ء۔

۳۳۳۔ نظرية المصلحة فی الفقه الاسلامی : حسین حامد حسان۔مصر، دارالنھضہ ۱۹۷۱ء۔

۳۳۴۔ نظم العقیان فی اعیان الاعیان (وهو یتضمن تراجم مشاهیر القرن التاسع للهجره فی مصر وسوریه وسائر العالم الاسلامی) : امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)۔ نیویارک، المطبعہ، السوریہ الامریکیہ ۱۹۲۷ھ۔بغداد، مکتبه المثنی۔

۳۳۵۔ النفائس الاصول فی شرح المحصول : شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن الصنہاجی المصری القرافی (۶۲۶ھ۔۶۸۴ھ)۔الریاض، مکتبہ مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء، تحقیق عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوض۔

۳۳۶۔ نهاية السول : جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ۔۷۷۲ھ)۔بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء۔

۳۳۷۔ نهاية السول فی شرح مناهج الوصول للقاضی بیضاوی (متوفی ۶۷۵ھ) : جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی (متوفی ۷۷۲ھ)۔

مع

حواشیه المفیده سلم الوصول بشرح نهاية السول : شیخ محمد بخیت المعیطی۔القاہرہ، عالم الکتب س،ن۔

۳۳۸۔ نهاية الوصول الی علم الاصول فی شرح المحصول للرازی یا نهاية الوصول فی دراية الاصول : محمد بن عبدالرحیم بن شیخ صفی الدین الہندی الارموی شافعی (۶۴۴ھ۔۷۱۵ھ)۔مکۃ المکرمہ، المکتبہ التجاریہ س،ن۔تحقیق صالح بن سلیمان الیوسف وسعد بن سالم الشریح۔

۳۳۹۔ نور الانوار علی المنار : حافظ شیخ احمد ملا جیون حنفی (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۰ھ)۔مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

۳۴۰۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار : شیخ محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۳ھ۔۱۲۵۰ھ)۔مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ طبع جدید۔۱۳۹۸ھ۔

(و)

۳۴۱۔ الوافی بالوفیات : صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی (متوفی ۷۶۴ھ)۔ فسبادن (جرمنی)، دار النشر فرانز شتاینز ۱۳۸۱ھ۔ ۱۹۶۲ء۔

۳۴۲۔ الوجیز فی اصول الفقہ : امام کراماستی (متوفی ۸۹۹ھ)۔ قاہرہ، المکتب الثقافی ۱۹۹۰ء۔ تحقیق احمد حجازی السقا۔

۳۴۳۔ الوجیز فی اصول الفقہ : عبدالکریم زیدان۔ لاہور، فاران اکیڈمی س،ن۔

۳۴۴۔ الورقات : امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد ابن حیویہ الجوینی شافعی (۴۱۹ھ۔ ۴۷۸ھ)۔ مصر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی طبع ثانی ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء۔

۳۴۵۔ الوسیط فی اصول الفقہ : وھبہ الزحیلی۔ دمشق، مطبعہ جامع دمشق ۱۳۸۵ھ۔ ۱۹۶۵ء۔

۳۴۶۔ الوصول الی الاصول : ابن برہان ابوالفتح احمد بن علی بن محمد الوکیل شافعی (۴۷۹ھ۔ ۵۲۰ھ)۔ ریاض، مکتبہ المعارف ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء، تحقیق عبدالحمید علی ابوزنید۔

۳۴۷۔ وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان : ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ)۔ مصر، مطبعہ المینیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۰۱ھ۔

(ھ)

۳۴۸۔ الھدایہ : برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل بن الخلیل الفرغانی المرغینانی (۵۱۱ھ۔ ۵۸۳ھ)۔ کراچی، قرآن محل س،ن۔

۳۴۹۔ ھدیۃ العارفین فی اسماء المؤلفین و آثار المصنفین : اسماعیل باشا بغدادی (متوفی ۱۳۳۹ھ)۔ بیروت، دارالفکر ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء۔

English Books

1. "An introduction to Islamic Law", ***Joseph Schacht, London,*** Oxford University Press 1966.
2. "Arabic-English Lexicon", Edited by ***Stanley Lane Poole,*** London Williams and norgate 1877.
3. "Conflict and Tension in Islamic Junisprodence", ***Noel J. Couslon,*** London, The University of Chicago Press 1967.
4. "Encyelopaedia of Religion and Ethics", Edited by ***James Haslings,*** Edinburigh: T. & T. Clark.
5. "Principles of Islamic Junisprudence", ***M. Hashim Kamali,*** Malaysia Pelanduk Publication 1989.
6. "Shorter Encyclopaedia of Islamic", Edited by ***H. A. R Gibb*** and ***J. H. Kramers,*** Leiden E. J Brill 1953.
7. "Source Methodology in Islamic Junisprudence" *(Usural Figh al Islam)*, ***Taha Jabir al Alwani,*** Herndon 1415-1994.
8. "The Encyclopaedia of Religion", Edited by ***Mircea Eliade,*** New York, Macmillon Publishing Company 1987.
9. "Theories of Islamic Law", ***Imran Ahsan Khan Nyazee,*** Islamabad, Islamic Research Institute 1994.
10. "The Origins of Muhammadan Jurisprudence", ***Joseph Schach,*** Oxford 1950.

☆☆☆

وارثینِ خاتم الانبیاء ﷺ نے شریعتِ کاملہ اور اس کے ابدی دائمی اصول وضوابط، استنباط واستخراجِ مسائل اور فقہی جزئیات کی توضیح و تشریح و پوشیدہ علتوں کے علم کو اصولِ فقہ کے نام سے مدون کیا ہے ہر دور میں اس فن میں منظوم و منثور، مختصر و مطول کتابیں تصنیف ہوئیں۔

زیرِ نظر کتاب "فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت ﷺ تا عصر حاضر" جو در حقیقت ڈاکٹر فاروق حسن صاحب کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے۔ جس میں انہوں نے عہدِ رسالت سے عصرِ حاضر تک کے ایک ہزار سے زائد اصولیین کی فنِ اصولِ فقہ پر بارہ سو سے زائد کتب کا تعارف، سو سے زائد اہم کتب کا ارتقائی انداز سے تحقیقی تجزیہ پیش کیا ہے۔ نیز مختلف ممالک کے معروضی، سیاسی وجغرافیائی حالات میں فنِ اصولِ فقہ کے نشیب وفراز، مصنفین کے مناہج، کتب کے مشتملات اہمیت، محاسن و معائب اور شروح وحواشی کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی زمانی ترتیب کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے۔ اوّل تا آخر عنوانات و مضامین میں حسنِ ترتیب، تسلسل، جامعیت ویکسانیت کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اربابِ علم ودانش کے لئے انمول علمی تحفہ۔

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk